

کچھ جہاز

ترجمہ مولانا محمد رفیع الدین صاحب دہلی
مکتبۃ الانوار لاہور

ترجمہ و تفسیر
حضرت مولانا محمد رفیع الدین صاحب دہلی

پیشکش مولانا محمد رفیع الدین صاحب دہلی

کچھ جہاز

کچھ جہاز

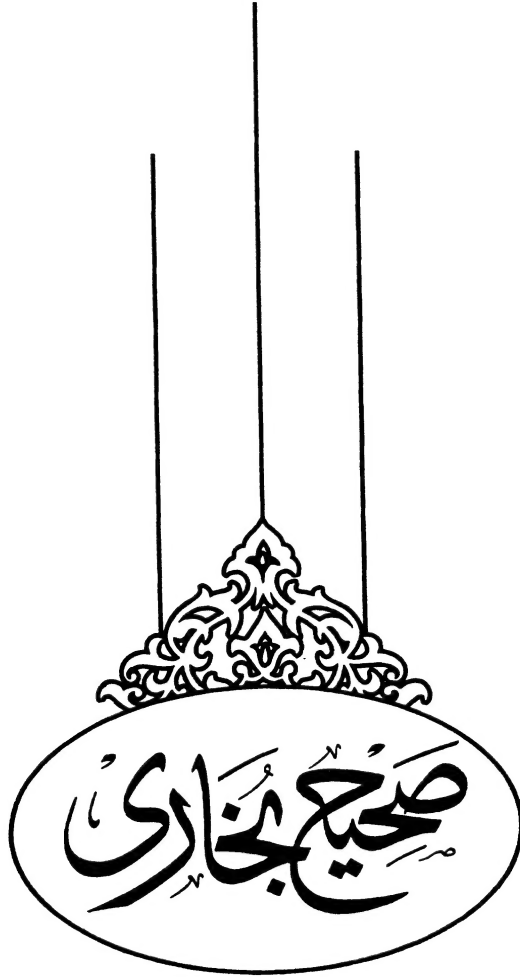
کچھ جہاز

کچھ جہاز

کچھ جہاز

کچھ جہاز

کچھ جہاز



مَا تَكْفُرُ إِلَّا فِي سُبْحَانَكَ وَمَا يَكْفُرُ إِلَّا فِي سُبْحَانَكَ

صَحِيحُ بُخَارِي

جلد دوم

رَسِيْدُ الْمَوْئِدِ فِي الْحَدِيثِ سَيِّدُ الْفُقَهَاءِ

حَضَرَتِ الْإِسْلَامِ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بُخَارِي رَحِمَهُ اللَّهُ

تَرْجُمَةٌ وَتَشْيِيعٌ

حَضَرَتُ مَوْلَانَا مُحَمَّدٌ دَاوُدُ رَاوَدَارِزِي رَحِمَهُ اللَّهُ

نَظَرٌ ثَانِي

حَضَرَتِ الْعِلْمِ مَوْلَانَا عَبْدِ اللَّهِ بَنِي سَوِي رَحِمَهُ اللَّهُ

حَضَرَتِ الْعِلْمِ مَوْلَانَا أَبُو جَعْفَرٍ عَبْدِ اللَّهِ بَنِي سَلَفِي رَحِمَهُ اللَّهُ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند



جملہ حقوق بحق مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند محفوظ @



نام کتاب	:	صحیح بخاری شریف
مترجم	:	حضرت مولانا علامہ محمد داؤد دراز رحمہ اللہ
ناشر	:	مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
سن اشاعت	:	۲۰۰۴ء
تعداد اشاعت	:	۱۰۰۰
قیمت	:	

ملنے کے پتے

- ۱۔ مکتبہ ترجمان ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶
- ۲۔ مکتبہ سلفیہ، جامعہ سلفیہ بنارس، ریوری تالاب، وارانسی
- ۳۔ مکتبہ نوائے اسلام، ۱۱۶۴، ۱، چاہرہٹ جامع مسجد، دہلی
- ۴۔ مکتبہ مسلم، جمعیت منزل، بربرشاہ سری نگر، کشمیر
- ۵۔ حدیث پبلیکیشن، چارمینار مسجد روڈ، بنگلور۔ ۵۶۰۰۵۱
- ۶۔ مکتبہ نعیمیہ، صدر بازار منو ناتھ بھجن، یوپی

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۲	اگر امام لوگوں کو نماز پڑھا کر.....	۲۱	نماز میں کپڑوں میں گرہ لگانا
۴۲	نماز پڑھ کر دائیں یا بائیں دونوں طرف.....	۲۱	نمازی بالوں کو نہ سمیٹے
۴۳	لبس، پیاز وغیرہ کے متعلق احادیث	۲۲	نماز میں کپڑا نہ سمیٹنا چاہئے
۴۵	بچوں کے لئے وضو اور غسل.....	۲۲	سجدہ میں تسبیح اور دعا کرنا
۴۹	عورتوں کا رات اور صبح کے وقت مسجد میں آنا	۲۳	دونوں سجدوں کے درمیان ٹھہرنا
۵۱	لوگوں کا نماز کے بعد امام کے اٹھنے کا انتظار کرنا	۲۵	نمازی سجدے میں اپنے بازو نہ بچھائے
۵۳	عورتوں کا مردوں کے پیچھے نماز پڑھنا	۲۵	نماز کی طاق رکعت میں تھوری دیر بیٹھے
۵۳	صبح کی نماز کے بعد عورتوں کا جلدی جانا	۲۶	رکعت سے اٹھتے وقت زمین کا سہارا لینا
۵۴	عورت مسجد میں جانے کے لئے خاوند سے اجازت لے	۲۶	جب دور رکعت پڑھ کر اٹھے تو تکبیر کہے
	کتاب الجمعہ	۲۷	تشہد میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ
		۲۹	جو تشہد اول کو واجب نہ جانے
۶۱	جمعہ کی نماز فرض ہے	۳۰	پہلے قعدہ میں تشہد پڑھنا
۶۱	جمعہ کے دن نہانے کی فضیلت	۳۱	آخری قعدہ میں تشہد پڑھنا
۶۳	جمعہ کے دن خوشبو لگانا	۳۲	سلام پھیرنے سے پہلے کی دعاؤں کا بیان
۶۳	جمعہ کی نماز کو جانے کی فضیلت	۳۳	تشہد کے بعد کی دعاؤں کا بیان
۶۵	جمعہ کی نماز کے لئے بالوں میں تیل کا استعمال	۳۴	اگر نماز میں پیشانی یا ناک کو مٹی لگ جائے.....
۶۶	جمعہ کے دن عمدہ کپڑے پہننا	۳۴	سلام پھیرنے کا بیان
۶۷	جمعہ کے دن مسواک کرنا	۳۵	امام کے بعد مقتدی کا سلام پھیرنا
۶۹	دوسرے کی مسواک استعمال کرنا	۳۵	امام کو سلام کرنے کی ضرورت نہیں
۶۹	جمعہ کے دن نماز فجر میں کون سی سورت پڑھے	۳۸	نماز کے بعد ذکر الہی کرنا
۷۰	گاؤں اور شہر دونوں جگہ جمعہ درست ہے	۳۹	امام اسلام کے بعد لوگوں کی طرف منہ کر لے
۷۸	جن کے لئے نماز جمعہ معاف ہے	۴۰	سلام کو بعد امام اسی جگہ نفل پڑھ سکتا ہے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	کتاب صلوٰۃ الخوف	۸۱	اگر بارش ہو رہی ہو تو نماز جمعہ واجب نہیں
		۸۱	جمعہ کے لئے کتنی دور والوں کو آنا چاہئے.....
۱۱۲	خوف کی نماز پیدل اور سوار ہو کر کر پڑھنا	۸۳	جمعہ کا وقت کب شروع ہوگا
۱۱۳	نماز خوف میں نمازی ایک دوسرے کی.....	۸۵	جمعہ جب سخت گرمی میں آپڑے
۱۱۳	جب فتح کے امکانات روشن ہوں.....	۸۵	جمعہ کی نماز کے لئے چلنے کا بیان
۱۱۵	جود دشمن کے پیچھے لگا ہوا دشمن کے پیچھے ہو.....	۸۷	نماز جمعہ کے دن جہاں دو آدمی بیٹھے ہوں.....
۱۱۶	حملہ کرنے سے پہلے صبح کی نماز اندھیرے میں.....	۸۸	کسی مسلمان بھائی کو اس کی جگہ سے.....
	کتاب العیدین	۸۸	جمعہ کے دن اذان کا بیان
		۸۹	جمعہ کے لئے ایک موزن مقرر کرنا
۱۲۰	دونوں عیدوں کا بیان اور ان میں زیب و زینت کرنا	۸۹	امام منبر پر بیٹھے بیٹھے اذان کا جواب دے
۱۲۱	عید کے دن برہمیوں اور ڈھالوں سے کھیلنا	۹۰	جمعہ کی اذان ختم ہونے تک امام منبر پر رہے
۱۲۲	عید کے دن پہلی سنت کیا ہے؟	۹۱	جمعہ کی اذان خطبہ کے وقت دینا
۱۲۴	عید الفطر میں نماز سے پہلے کھانا	۹۲	خطبہ منبر پر پڑھنا
۱۲۴	بقرب عیدہ کے دن کھانا	۹۳	خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا
۱۲۶	عید گاہ میں منبر نہ لے جانا	۹۴	امام جب خطبہ دے تو لوگ امام کی طرف رخ کریں
۱۲۷	نماز عید خطبہ سے پہلے اذان اور اقامت کے بغیر	۹۴	خطبہ میں حمد و ثنا کے بعد المابعد کہنا
۱۲۸	عید میں نماز کے بعد خطبہ پڑھنا	۹۹	جمعہ کے دن دونوں خطبوں کے بیچ میں بیٹھنا
۱۳۰	عید کے دن اور حرم کے اندر ہتھیار باندھنا مکروہ ہے	۹۹	خطبہ کان لگا کر سننا
۱۳۱	عید کی نماز کے لئے سویرے جانا	۱۰۰	امام خطبہ کی حالت میں کسی شخص کو.....
۱۳۲	ایام تشریق میں عمل کی فضیلت کا بیان	۱۰۱	دوران خطبہ دور کعت پڑھنا
۱۳۳	تکبیر منی کے دنوں میں.....	۱۰۳	خطبہ میں دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا
۱۳۴	برہمی کا سترہ بنانا	۱۰۳	جمعہ کے خطبہ میں بارش کی دعا کرنا
۱۳۵	امام کے آگے عید کے دن نیزہ لے کر چلنا	۱۰۵	خطبہ کے وقت چپ رہنا
۱۳۵	عورتوں کا عید گاہ میں جانا	۱۰۵	جمعہ کے دن قبولیت دعا کی ساعت
۱۳۷	بچوں کا عید کے خطبہ میں شرکت کرنا	۱۰۶	اگر جمعہ کی نماز میں کچھ لوگ چلے جائیں.....
۱۳۷	امام خطبہ عید میں لوگوں کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو	۱۰۷	جمعہ کے پہلے اور بعد کی سنتوں کا بیان
۱۳۸	عید گاہ میں نشان لگانا	۱۰۷	سورۃ جمعہ میں فرمان باری کا بیان
۱۳۸	عید کے دن عورتوں کو نصیحت کرنا	۱۰۸	جمعہ کی نماز کے بعد سونا
۱۴۰	عید کے دن اگر کسی عورت کے پاس دوپٹہ نہ ہو		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۶۶	امام سے دعائے استسقاء کی درخواست	۱۴۱	حائضہ عورتیں نماز سے الگ رہیں
۱۶۷	قطب میں مشرکین دعا کی درخواست کریں تو.....	۱۴۲	عید گاہ میں نحر اور ذبح کرنا
۱۶۹	جب بارش حد سے زیادہ ہو.....	۱۴۲	عید کے خطبہ میں امام کا باتیں کرنا.....
۱۶۹	استسقاء میں کھڑے ہو کر خطبہ میں دعا مانگنا	۱۴۴	عید گاہ میں آمدورفت کے راستے مختلف ہوں
۱۷۰	نماز استسقاء میں بلند آواز سے قرأت کرنا	۱۴۴	اگر کسی کو جماعت سے عید کی نماز نہ ملے
۱۷۰	استسقاء میں نبی ﷺ نے لوگوں کی طرف.....	۱۴۵	عید گاہ میں نماز سے پہلے نفل پڑھنا
۱۷۱	نماز استسقاء دو رکعت ہیں		کتاب الوتر
۱۷۲	عید گاہ میں بارش کی دعا کرنا		وتر کا بیان
۱۷۲	استسقاء میں قبلہ کی طرف منہ کرنا	۱۴۷	وتر کے اوقات کا بیان
۱۷۳	امام کے ساتھ لوگوں کا بھی ہاتھ اٹھانا	۱۵۰	ایک رکعت وتر پڑھنے کا بیان
۱۷۳	امام کا استسقاء میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا	۱۵۱	وتر کے لئے گھروالوں کو چگانا
۱۷۴	بارش برستے وقت کیا کہے	۱۵۲	وتر کی نمازرات کو تمام نمازوں کے بعد پڑھی جائے
۱۷۵	اس شخص کے بارے میں جو بارش میں کھڑا رہا.....	۱۵۲	وتر سواری پر پڑھنا
۱۷۶	جب ہوا چلتی	۱۵۳	نماز وتر سفر میں پڑھنا
۱۷۶	پردہ کے ذریعہ میری مدد کی گئی	۱۵۳	قوت رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد
۱۷۷	زلزلہ اور قیامت کی نشانیاں		کتاب الاستسقاء
۱۷۸	آیت شریفہ وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ کی تفسیر		پانی کی نماز کے لئے جنگل میں ٹکنا
۱۷۹	اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں معلوم بارش کب ہوگی	۱۵۷	قریش کے کافروں پر بددعا کرنا
	کتاب الکسوف	۱۵۷	قطب کے وقت لوگ امام سے پانی کے لئے دعا کا کہہ سکتے ہیں
۱۸۲	سورج گرہن کی نماز کا بیان	۱۵۹	استسقاء میں چادر الٹنا
۱۸۵	سورج گرہن میں صدقہ خیرات کرنا	۱۶۱	اللہ قطب بھیج کر انتقام لیتا ہے
۱۸۶	گرہن میں نماز کے لئے پکارنا	۱۶۱	جامع مسجد میں بارش کی دعا کرنا
۱۸۷	گرہن کی نماز میں امام کا خطبہ پڑھنا	۱۶۲	جمعہ کا خطبہ پڑھتے وقت.....
۱۸۸	سورج کا کسوف اور خسوف دونوں کہہ سکتے ہیں	۱۶۳	منبر پر پانی کے لئے دعا کرنا
۱۸۹	اللہ اپنے بندوں کو گرہن سے ڈراتا ہے	۱۶۴	پانی کی دعا کرنے میں نماز جمعہ کو کافی سمجھنا
۱۹۰	سورج گرہن میں عذاب قبر سے پناہ مانگنا	۱۶۵	جب بارش کی کثرت سے راستے بند ہو جائیں
۱۹۱	گرہن کی نماز میں لمبا سجدہ کرنا	۱۶۶	جب نبی کریم ﷺ نے مسجد میں پانی کی دعا کی.....

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۱۵	منی میں نماز قصر کرنا	۱۹۲	سورج گرہن کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا
۲۱۶	حج کے موقعہ پر نبی کریم ﷺ نے کتنا قیام کیا تھا؟	۱۹۳	سورج گرہن میں عورتوں کا مردوں کے ساتھ نماز پڑھنا
۲۱۷	نماز کتنی مسافت میں قصر کرنی چاہئے	۱۹۵	سورج گرہن میں غلام آزاد کرنا
۲۱۸	جب آدمی سفر کی نیت سے اپنی بستی سے.....	۱۹۵	کسوف کی نماز مسجد میں پڑھنی چاہئے
۲۲۰	مغرب کی نماز سفر میں بھی تین رکعت ہیں	۱۹۷	سورج گرہن کسی کے پیدا ہونے یا مرنے سے نہیں ہوتا
۲۲۱	نفل نماز سواری پر اگرچہ سواری کا رخ کسی طرف ہو	۱۹۸	سورج گرہن میں اللہ کو یاد کرنا
۲۲۲	سواری پر اشارے سے نماز پڑھنا	۱۹۹	سورج گرہن میں دعا کرنا
۲۲۲	نماز کی فرض نماز کے لئے سواری سے اتر جائے	۱۹۹	گرہن کے خطبہ میں امام کا اہل بعد کہنا
۲۲۳	نفل نماز گدھے پر بیٹھے ہوئے ادا کرنا	۲۰۰	چاند گرہن کی نماز پڑھنا
۲۲۵	سفر میں جس نے سنتوں کو نہیں پڑھا	۲۰۱	جب امام گرہن کی نماز میں پہلی رکعت لمبی کر دے.....
۲۲۶	سفر میں نماز فجر کی سنتوں کا پڑھنا	۲۰۱	گرہن کی نماز میں پہلی رکعت کا لمبا کرنا
۲۲۷	سفر میں مغرب اور عشاء ایک ساتھ ملا کر پڑھنا	۲۰۱	گرہن کی نماز میں بلند آواز سے قرأت کرنا
۲۳۰	جب مغرب اور عشاء ملا کر پڑھے تو.....		کتاب سجود القرآن
۲۳۱	مسافر جب سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ کرے.....	۲۰۴	سجدہ تلاوت اور اس کے سنت ہونے کا بیان
۲۳۱	سفر اگر سورج ڈھلنے کے بعد.....	۲۰۵	الم تنزیل میں سجدہ کرنا
۲۳۲	نماز بیٹھ کر پڑھنے کا بیان	۲۰۶	سورہ ص میں سجدہ کرنا
۲۳۳	بیٹھ کر اشاروں سے نماز پڑھنا	۲۰۶	سورہ نجم میں سجدے کا بیان
۲۳۴	جب بیٹھ کر نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہو	۲۰۷	مسلمانوں کا مشرکوں کے ساتھ سجدہ کرنا
۲۳۴	اگر کسی شخص نے بیٹھ کر نماز شروع کی.....	۲۰۸	سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ نہ کرنا
	کتاب التہجد	۲۰۸	سورہ اذا السماء انشقت میں سجدہ کرنا
۲۳۶	رات میں تہجد پڑھنا	۲۰۹	سننے والا اسی وقت سجدہ کرے.....
۲۳۷	رات کی نماز کی فضیلت کا بیان	۲۰۹	امام جب سجدہ کی آیت پڑھے.....
۲۳۸	رات کی نمازوں میں لمبے سجدے کرنا	۲۱۰	اللہ نے سجدہ تلاوت کو واجب نہیں کیا
۲۴۰	مریض بیماری میں تہجد ترک کر سکتا ہے	۲۱۱	جس نے نماز میں آیت سجدہ تلاوت کی.....
۲۴۰	رات کی نماز اور نوافل پڑھنے کی ترغیب	۲۱۱	جو شخص ہجوم کی وجہ سے سجدہ تلاوت کی جگہ نہ پائے
۲۴۳	آنحضرت ﷺ اور رات کی نماز		کتاب تقصیر الصلوٰۃ
۲۴۳	جو شخص سحر کے وقت سو گیا	۲۱۲	نماز میں قصر کرنے کا بیان.....
۲۴۵	سحری کے بعد نماز فجر پڑھنے تک نہ سونا		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۸۵	مسجد قبا کی فضیلت	۲۴۶	رات کے قیام میں نماز کو لمبا کرنا
۲۸۶	مسجد قبا میں ہر ہفتہ حاضری	۲۴۶	نماز نبوی رات والی کیسی تھی؟
۲۸۶	مسجد قبا میں سوار اور پیدل آنا	۲۴۷	آنحضرت ﷺ کی نماز رات میں.....
۲۸۶	آنحضرت ﷺ کی قبر اور منبر کے درمیانی حصہ کی فضیلت	۲۴۹	جب آدمی رات میں نماز نہ پڑھے تو شیطان کا گدی پر گرہ لگانا
۲۸۷	مسجد بیت المقدس کا بیان	۲۵۰	جو شخص سو تارہ اور صبح کی نماز نہ پڑھے
۲۸۸	نماز میں ہاتھ سے نماز کا کوئی کام کرنا	۲۵۰	آخر رات میں دعا اور نماز کا بیان
۲۹۰	نماز میں بات کرنا منع ہے	۲۵۲	جو شخص رات کے شروع میں سو جائے اور اخیر میں جاگے
۲۹۱	نماز میں مردوں کا سبحان اللہ اور الحمد للہ کہنا	۲۵۳	نبی کریم ﷺ کا رمضان اور غیر رمضان میں.....
۲۹۲	نماز میں نام لے کر دعا یا بدعا کرنا.....	۲۵۸	دن اور رات میں با وضو رہنے کی فضیلت
۲۹۲	عورتوں کے لئے صرف تالی بجانا	۲۵۸	عبادت میں بہت سختی اٹھانا مکروہ ہے
۲۹۳	جو شخص نماز میں اٹلے پاؤں سرک جائے.....	۲۵۹	جو شخص رات کو عبادت کیا کرتا تھا پھر ترک کر دیا.....
۲۹۳	اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور اس کی ماں اس کو بلائے	۲۶۱	جس شخص کی رات کو آنکھ کھلے پھر وہ نماز پڑھے.....
۲۹۵	نماز میں کنکری پھٹانا	۲۶۳	فجر کی سنتوں کو ہمیشہ پڑھنا
۲۹۵	نماز میں سجدے کے لئے کپڑا بچھانا	۲۶۴	فجر کی سنتیں پڑھ کر دائیں کروٹ پر لیٹ جانا
۲۹۶	نماز میں کون کون سے کام درست ہیں	۲۶۵	فجر کی سنت پڑھ کر باتیں کرنا اور نہ لینا
۲۹۷	اگر آدمی نماز میں ہو اور اس کا جانور بھاگ پڑے.....	۲۶۵	نفل نمازیں دو دور کعتیں کر کے پڑھنا
۲۹۸	نماز میں تھو کنا کہاں تک جائز ہے.....	۲۶۹	فجر کی سنتوں کے بعد باتیں کرنا
۲۹۹	اگر کوئی مرد مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے.....	۲۶۹	فجر کی سنتوں کو لازم کر لینا
۳۰۰	نمازی سے اگر کوئی کہے کہ آگے بڑھ جا.....	۲۷۰	فجر کی سنتوں میں قرأت کیسی کرے؟
۳۰۰	نماز میں سلام کا جواب نہ دے	۲۷۱	فرضوں کے بعد سنت کا بیان
۳۰۱	نماز میں اگر کوئی حادثہ پیش آئے تو ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا	۲۷۱	جس نے فرض کے بعد سنت نہیں پڑھی
۳۰۳	نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنا کیسا ہے؟	۲۷۲	سفر میں چاشت کی نماز پڑھنا
۳۰۳	آدمی نماز میں کسی بات کا فکر کرے.....	۲۷۳	چاشت کی نماز پڑھنا اور اس کو ضروری نہ جاننا
۳۰۶	سجدہ سہو کا بیان	۲۷۴	چاشت کی نماز اپنے شہر میں پڑھے
۳۰۶	اگر چار رکعت نماز میں پہلا قعدہ نہ کرے.....	۲۷۵	ظہر سے پہلے دو رکعت سنت پڑھنا
۳۰۷	اگر کسی نے پانچ رکعت نماز پڑھ لی	۲۷۶	مغرب سے پہلے سنت پڑھنا
۳۰۸	اگر کوئی دو یا تین رکعتوں کے بعد سلام پھیر دے	۲۷۷	نفل نمازیں جماعت سے پڑھنا
۳۰۸	سہو کے سجدوں کے بعد پھر تشهد نہ پڑھے.....	۲۸۰	گھر میں نفل نماز پڑھنا
۳۰۹	سہو کے سجدوں میں تکبیر کہنا	۲۸۱	مکہ اور مدینہ میں نماز کی فضیلت

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۳۸	مال میں سے پہلے کفن کی تیاری کریں	۳۱۰	اگر نمازی کو یہ یاد نہ رہے کہ تسبیح رعتیں پڑھی ہیں.....
۳۳۹	اگر میت کے پاس ایک ہی کپڑا نکلے	۳۱۱	سجدہ سہو فرض و نفل ہر دو نمازوں میں کرنا چاہئے۔
۳۳۹	جب کفن کا کپڑا چھوٹا ہو	۳۱۲	اگر نمازی سے کوئی بات کرے اور وہ سن کر.....
۳۴۰	جنہوں نے اپنا کفن خود تیار رکھا ہو.....	۳۱۳	نماز میں اشارہ کرنا
۳۴۱	عورتوں کا جنازے کے ساتھ جانا		
۳۴۱	عورت کا اپنے خاوند کے سوا اور کسی پر سوگ کرنا کیسا ہے؟		
۳۴۳	قبروں کی زیارت کرنا	۳۱۷	جنازوں کے باب میں احادیث وارودہ
۳۴۴	میت پر اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے	۳۱۸	جنازے میں شریک ہونے کا حکم
۳۵۰	میت پر نوحہ کرنا مکروہ ہے	۳۱۹	میت کو جب کفن میں لپیٹا جا چکا ہو.....
۳۵۲	رونے کی ممانعت کا بیان	۳۲۳	آدمی خود موت کی خبر میت کے وارثوں کو سناسکتا ہے
۳۵۲	بیان چاک کرنے والے ہم میں سے نہیں ہیں	۳۲۴	جنازہ تیار ہو تو لوگوں کو خبر کر دینا
۳۵۲	سعد بن خولہ کی وفات	۳۲۵	اس شخص کی فضیلت جس کی اولاد مر جائے.....
۳۵۴	غمی کے وقت سر منڈوانے کی ممانعت	۳۲۷	کسی مرد کا کسی عورت سے یہ کہنا کہ صبر کر
۳۵۵	رخسار پینے والے ہم میں سے نہیں ہیں	۳۲۷	میت کو پانی اور بیری کے چوں سے غسل دینا
۳۵۵	واویلہ کرنے کی ممانعت	۳۲۸	میت کو طاق مرتبہ غسل دینا مستحب ہے
۳۵۶	جو شخص مصیبت کے وقت غمگین دکھائی دے	۳۲۹	غسل میت دائیں طرف سے شروع کیا جائے
۳۵۷	جو شخص (صبر کرتے ہوئے) کراہنا رخ ظاہر نہ کرے	۳۲۹	پہلے میت کے اعضائے وضو کو دھویا جائے
۳۵۹	صبر وہ ہے جو مصیبت آتے ہی کیا جائے	۳۲۹	کیا عورت کو مرد کے ازار کا کفن دیا جاسکتا ہے؟
۳۵۹	فرزند رسول کی وفات اور آپ کا اظہار غم	۳۳۰	غسل کے آخر میں کافور کا استعمال کیا جائے
۳۶۰	مریض کے پاس رونا کیسا ہے؟	۳۳۱	میت عورت ہو تو اس کے سر کے بال کھولنا.....
۳۶۱	کس طرح کے نوحہ سے منع کرنا چاہئے	۳۳۱	میت پر کپڑا کیونکر لپیٹا جائے
۳۶۴	جنازہ دیکھ کر کھڑے ہو جانا	۳۳۲	عورت کے بال تین ٹلوں میں کر دیئے جائیں.....
۳۶۴	اگر کوئی جنازہ دیکھ کر کھڑا ہو جائے تو اسے کب بیٹھنا چاہئے؟	۳۳۳	کفن کے لئے سفید کپڑے بہتر ہیں.....
۳۶۵	جو شخص جنازے کے ساتھ ہو.....	۳۳۴	دو کپڑوں میں کفن دینا
۳۶۶	یہودی کا جنازہ دیکھ کر کھڑا ہونا	۳۳۴	میت کو خوشبو لگانا
۳۶۷	مرد ہی جنازے کو اٹھائیں	۳۳۵	محرم کو کیونکر کفن دیا جائے
۳۶۸	جنازے کو جلد لے چلنا	۳۳۵	قمیض میں کفن دینا.....
۳۶۸	نیک میت کا کہنا مجھے جلدی لے چلو	۳۳۷	بغیر قمیض کے کفن دینا
۳۶۹	جنازے کی نماز میں دو یا تین صفیں کرنا	۳۳۷	عمامہ کے بغیر کفن دینا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۰۵	جو شخص خود کشی کرے اس کی سزا	۳۶۹	جنازہ کی نماز میں صفیں باندھنا
۳۰۶	منافقوں پر نماز جنازہ پڑھنا.....	۳۷۱	جنازے کی نماز میں بچے بھی مردوں کے برابر کھڑے ہوں
۳۰۸	لوگوں کی زبان پر میت کی تعریف ہو تو بہتر ہے	۳۷۱	جنازے پر نماز کا مشروع ہونا
۳۰۹	عذاب قبر کا بیان	۳۷۳	جنازے کے ساتھ جانے کی فضیلت
۳۱۲	قبر کے عذاب سے پناہ مانگنا	۳۷۴	جو شخص دفن ہونے تک ٹھہرا ہے
۳۱۷	غیبت اور پیشاب کی آلودگی سے قبر کا عذاب ہونا	۳۷۴	بچوں کا بھی نماز جنازہ میں شریک ہونا
۳۱۸	مردے کو دونوں وقت صبح اور شام اس کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے	۳۷۵	نماز جنازہ عید گاہ میں اور مسجد میں جائز ہے
۳۱۹	میت کا چارپائی پر بات کرنا	۳۷۷	قبروں پر مسجد بنانا مکروہ ہے
۳۱۹	مسلمانوں کی نابالغ اولاد کہاں رہے گی	۳۸۰	نفاس والی عورت پر نماز جنازہ پڑھنا
۳۲۲	مشرکین کی نابالغ اولاد کا بیان	۳۸۰	عورت اور مرد کی نماز جنازہ میں کہاں کھڑا ہو
۳۲۸	پیر کے دن مرنے کی فضیلت	۳۸۱	نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہنا
۳۲۹	ناگہانی موت کا بیان	۳۸۱	نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے
۳۳۰	رسول کریم اور صالحین کی قبروں کا بیان	۳۸۵	مردہ کو دفن کرنے کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنا
۳۳۵	مردوں کو برا کہنے کی ممانعت	۳۸۶	مردہ لوٹ کر جانے والوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے
۳۳۶	برے مردوں کی برائی بیان کرنا درست ہے	۳۸۷	جو شخص ارض مقدس یا ایسی ہی کسی برکت والی.....
		۳۸۸	رات میں دفن کرنا کیسا ہے؟
		۳۸۸	قبر پر مسجد تعمیر کرنا کیسا ہے؟
		۳۸۹	عورت کی قبر میں کون اترے
۳۳۷	زکوٰۃ کے مسائل کا بیان	۳۹۰	شہید کی نماز جنازہ
۳۳۳	زکوٰۃ دینے پر بیعت کرنا	۳۹۱	دو یا تین آدمیوں کو ایک قبر میں دفن کرنا
۳۳۴	زکوٰۃ نہ ادا کرنے والے کا گناہ	۳۹۳	شہداء کا غسل نہیں
۳۳۶	جس مال کی زکوٰۃ دے دی جائے وہ خزانہ نہیں ہے	۳۹۲	بغلی قبر میں کون آگے رکھا جائے
۳۵۱	اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی فضیلت	۳۹۳	اؤ خراور سوکھی گھاس قبر میں بچھانا
۳۵۱	صدقہ میں ریاکاری کرنا	۳۹۴	کیا میت کو کسی خاص وجہ سے قبر سے نکالا جاسکتا ہے؟
۳۵۲	چوری کے مال سے خیرات قبول نہیں	۳۹۶	بغلی یا صندوتی قبر بنانا
۳۵۲	حلال کمائی میں سے خیرات قبول ہوتی ہے	۳۹۶	ایک بچہ اسلام لایا پھر اس کا انتقال ہو گیا.....
۳۵۳	جب کوئی صدقہ لینے والا نہ رہے گا	۴۰۰	جب ایک مشرک مرتے وقت کلمہ طیبہ پڑھ لے
۳۵۶	جہنم کی آگ سے بچو خواہ کھجور صدقہ کرو	۴۰۲	قبر پر کھجور کی ڈالیاں لگانا
۳۵۸	تندرستی میں صدقہ دینے کی فضیلت	۴۰۳	قبر کے پاس عالم کا بیٹھنا اور لوگوں کو نصیحت کرنا
۳۶۱	سب کے سامنے صدقہ کرنا جائز ہے		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۸۹	پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے	۴۶۱	چھپ کر خیرات کرنا افضل ہے
۴۹۱	گائے بیل کی زکوٰۃ کا بیان	۴۶۲	لا علمی میں کسی مالدار کو صدقہ دے دیا
۴۹۲	اپنے رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا	۴۶۳	اگر باپ نادان فقی سے اپنے بیٹے کو خیرات دے دے
۴۹۳	گھوڑوں کی زکوٰۃ ضروری نہیں ہے	۴۶۴	خیرات دینے ہاتھ سے دینا بہتر ہے
۴۹۵	لوٹڈی غلاموں میں زکوٰۃ نہیں	۴۶۵	جس نے اپنے خدمت گار کو صدقہ دینے کا.....
۴۹۶	یتیموں پر صدقہ کرنا بہت بڑا ثواب ہے	۴۶۶	صدقہ وہی بہتر ہے جس کے بعد بھی آدمی.....
۴۹۷	عورت کا اپنے شوہر یا یتیم بچوں کو زکوٰۃ دینا	۴۶۹	احسان جتانے کی مذمت
۴۹۹	زکوٰۃ کے کچھ مصارف کا بیان	۴۶۹	خیرات میں جلدی کرنا بہتر ہے
۵۰۲	سوال سے بچنے کا بیان	۴۶۹	لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دلانا
۵۰۵	سورۃ الذاریات کی ایک آیت کی تشریح	۴۷۱	جہاں تک ہو سکے خیرات کرنا
۵۰۵	اگر کوئی شخص اپنی دولت.....	۴۷۱	صدقہ خیرات سے گناہ معاف ہوتے ہیں
۵۰۷	سورۃ بقرہ کی ایک آیت شریفہ کا بیان	۴۷۲	جس نے حالت کفر و شرک میں صدقہ دیا.....
۵۱۰	کھجور کا درختوں پر اندازہ کر لینا درست ہے	۴۷۳	صدقہ میں خادم و نوکر کا ثواب
۵۱۳	پیداوار سے دسویں حصہ کی تفصیل	۴۷۴	عورت کا ثواب جب وہ اپنے شوہر کی چیز میں سے.....
۵۱۴	پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں	۴۷۵	سورۃ اللیل کی ایک آیت مبارکہ
۵۱۴	کھجور کے پھل توڑنے کے وقت زکوٰۃ لی جائے.....	۴۷۶	صدقہ دینے والے اور بخیل کی مثال
۵۱۵	جو شخص اپنا میوہ یا کھجور کا درخت بیچ ڈالے.....	۴۷۷	محنت اور سوداگری کے مال میں سے خیرات کرنا.....
۵۱۶	اپنے صدقہ کی چیز کو واپس خریدنا	۴۷۸	ہر مسلمان پر صدقہ کرنا ضروری ہے
۵۱۷	رسول کریم اور آپ کی اولاد پر صدقہ کا حرام ہونا	۴۷۹	زکوٰۃ یا صدقہ میں کتنا مال دینا درست ہے
۵۱۹	جب صدقہ محتاج کی ملک ہو جائے	۴۷۹	چاندی کی زکوٰۃ کا بیان
۵۲۰	مالداروں سے زکوٰۃ وصول کی جائے اور.....	۴۸۰	زکوٰۃ میں دیگر اسباب کا لینا
۵۲۱	امام کی طرف سے زکوٰۃ دینے والے کے حق میں.....	۴۸۳	زکوٰۃ لیتے وقت جو مال جدا جدا ہوں.....
۵۲۲	جو مال سمندر سے نکالا جائے	۴۸۳	اگر دو آدمی ساجھی ہوں تو زکوٰۃ.....
۵۲۳	راکاز میں پانچواں حصہ واجب ہے	۴۸۴	اونٹوں کی زکوٰۃ کا بیان
۵۲۶	تحصیلداروں کو بھی زکوٰۃ سے دیا جائے گا	۴۸۵	جس کے پاس اتنے اونٹ ہوں کہ زکوٰۃ میں.....
۵۲۶	زکوٰۃ کے اونٹوں سے مسافر لوگ کام لے سکتے ہیں	۴۸۶	کمریوں کی زکوٰۃ کا بیان
۵۲۷	زکوٰۃ کے اونٹوں کو داغ لگانا	۴۸۷	زکوٰۃ میں عیب دار جانور نہ لئے جائیں
۵۲۷	صدقہ فطر کا فرض ہونا	۴۸۸	کبریٰ کا بچہ زکوٰۃ میں لینا
۵۲۹	صدقہ فطر کا لوٹڈی غلاموں پر بھی فرض ہونا	۴۸۹	زکوٰۃ میں مال چھانٹ کر نہ لیا جائے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۵۴	محرم کو کون سے کپڑے پہننا درست نہیں	۵۳۰	صدقہ فطر میں ایک صاع جو دینا
۵۵۵	حج کے لئے سواری کا بیان	۵۳۰	گیہوں وغیرہ بھی ایک صاع ہے
۵۵۵	محرم کے لئے چادر تہبند وغیرہ	۵۳۱	کھجور بھی ایک صاع نکالی جائے
۵۵۷	ذوالحلیفہ میں صبح تک ٹھہرنا	۵۳۱	منقی بھی ایک صاع دیا جائے
۵۵۷	لبیک بلند آواز سے کہنا	۵۳۱	صدقہ فطر نماز عید سے پہلے ادا کرنا
۵۵۹	لبیک سے پہلے تسبیح تحمید تکبیر	۵۳۲	صدقہ فطر آزاد اور غلام پر
۵۵۹	جب سواری کھڑی ہو اس وقت لبیک پکارنا	۵۳۳	صدقہ فطر بڑوں اور چھوٹوں پر
۵۶۰	قبلہ رخ ہو کر لبیک پکارنا		
۵۶۱	نالے میں اترتے وقت لبیک کہنا		
۵۶۲	حیض اور نفاس والی عورتوں کا احرام	۵۳۴	حج اور عمرے کے مسائل کا بیان
۵۶۳	احرام میں آنحضرت ﷺ جیسی نیت کرنا	۵۳۸	سورۃ حج کی ایک آیت کی تفسیر
۵۶۵	سورۃ بقرہ کی ایک آیت کی تفسیر	۵۴۰	پالان پر سوار ہو کر حج کرنا
۵۶۸	حج تمتع، قرآن اور افراد کا بیان	۵۴۲	حج مبرور کی فضیلت
۵۷۵	لبیک میں حج کا نام لینا	۵۴۳	حج اور عمرہ کے میقات کا بیان
۵۷۵	نبی کریم ﷺ کے زمانے میں تمتع کا جاری ہونا	۵۴۴	سب سے بہتر زاد راہ تقویٰ ہے
۵۷۶	تمتع یا قربانی کا حکم ان لوگوں کے لئے.....	۵۴۵	مکہ والے حج اور عمرے کا احرام کہاں سے باندھیں
۵۷۷	مکہ میں داخل ہوتے وقت غسل کرنا	۵۴۵	مدینہ والوں کا میقات
۵۷۸	مکہ میں رات اور دن میں داخل ہونا	۵۴۶	شام والوں کا میقات
۵۷۸	مکہ میں کدھر سے داخل ہو؟	۵۴۶	نجد والوں کا میقات
۵۷۹	مکہ سے جاتے وقت کدھر سے جائے؟	۵۴۷	جو لوگ میقات کے ادھر رہتے ہوں.....
۵۸۱	فضائل مکہ اور کعبہ کی تعمیر	۵۴۷	یمن والوں کا میقات
۵۹۰	حرم کی زمین کی فضیلت	۵۴۸	عراق والوں کا میقات
۵۹۱	مکہ شریف کے گھر مکان میراث ہو سکتے ہیں.....	۵۴۸	ذوالحلیفہ میں احرام باندھتے وقت نماز پڑھنا
۵۹۲	نبی کریم ﷺ کا شجرہ پر سے گذر کر جانا	۵۴۹	نبی کریم ﷺ کا شجرہ پر سے گذر کر جانا
۵۹۳	سورۃ ابراہیم کی ایک آیت	۵۴۹	وادی عقیق مبارک وادی ہے
۵۹۳	سورۃ مائدہ کی ایک آیت	۵۵۰	اگر کپڑوں پر خلوق لگی ہو تو اس کو دھونا
۵۹۶	کعبہ پر غلاف چڑھانا	۵۵۲	احرام باندھتے وقت خوشبو لگانا.....
۵۹۷	کعبہ کے گرانے کا بیان	۵۵۳	بالوں کو جھا کر احرام باندھنا
۵۹۹	حیر اسود کا بیان	۵۵۳	مسجد ذوالحلیفہ کے پاس احرام باندھنا

کتاب الحج

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۲۷	صفا اور مردہ کے درمیان کس طرح دوڑے	۶۰۲	کعبہ کا دروازہ اندر سے بند کر لینا اور اس کے.....
۶۳۳	حیض والی عورت طواف کے سوا تمام ارکان بجالائے	۶۰۲	کعبہ کے اندر نماز پڑھنا
۶۳۸	جو شخص مکہ میں رہتا ہو.....	۶۰۳	جو کعبہ میں داخل نہ ہوا
۶۳۹	آٹھویں ذی الحجہ کو نماز ظہر کہاں پڑھی جائے	۶۰۳	جس نے کعبہ کے چاروں کونوں میں بکبیر کہی
		۶۰۴	رمل کی ابتدا کیسے ہوئی؟
		۶۰۴	جب کوئی مکہ میں آئے تو پہلے حجر اسود کو.....
		۶۰۵	حج اور عمرہ میں رمل کرنے کا بیان
		۶۰۶	حجر اسود کو چھڑی سے چھونا اور چومنا
		۶۰۷	دو دنوں ارکان یمانی کا استلام
		۶۰۷	حجر اسود کو بوسہ دینا
		۶۰۸	حجر اسود کے سامنے پہنچ کر اس کی طرف اشارہ کرنا
		۶۰۸	حجر اسود کے سامنے آکر بکبیر کہنا
		۶۰۹	جو شخص مکہ آئے تو اپنے گھر.....
		۶۱۰	عورتیں بھی مردوں کے ساتھ طواف کریں
		۶۱۲	طواف میں باتیں کرنا
		۶۱۲	طواف میں کسی کو بندھا دیکھے.....
		۶۱۲	بیت اللہ کا طواف کوئی ننگا ہو کر نہ کرے.....
		۶۱۳	طواف کرتے ہوئے درمیان میں ٹھہر جائے.....
		۶۱۳	طواف کے سات چکروں کے بعد دو رکعت پڑھنا
		۶۱۳	جو شخص پہلے طواف کے بعد.....
		۶۱۵	اس شخص کے بارے میں جس نے طواف کی.....
		۶۱۶	جس نے مقام ابراہیم کے پیچھے طواف کی دو رکعتیں پڑھیں
		۶۱۶	صبح اور عصر کے بعد طواف کرنا
		۶۱۷	مریض آدمی سوار ہو کر طواف کر سکتا ہے
		۶۱۸	حاجیوں کو پانی پلانا
		۶۱۹	زحرم کا بیان
		۶۲۱	قرآن کرنے والا ایک طواف کرے یا دو کرے
		۶۲۳	کعبہ کا طواف وضو کر کے کرنا
		۶۲۵	صفا اور مردہ کی سعی واجب ہے

فہرست تشریحی مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۵	ناقدین بخاری شریف کے لئے ایک تنبیہ	۲۱	اسلام کے ابتدائی دور کا آغاز
۶۶	یک صحابی تاجر پارچہ کا بیان	۲۴	جلد استراحت سنت ہے
۶۸	دس امور فطرت کا بیان	۲۵	امام شوکانی کا ایک ارشاد گرامی
۷۰	جمعہ کے دن نماز فجر میں سورہ سجدہ اور سورہ دھر.....	۲۶	خفیہ کا ایک قیاس فاسد بمقابلہ نص
۷۲	نماز جمعہ شہر گاؤں ہر دو جگہ درست ہے	۲۷	حضرت امام ابو حنیفہؒ کی ایک وصیت
۷۳	قریہ کی صحیح تعریف	۲۹	قعدے کا مسنون طریقہ
۷۴	تعداد کے متعلق اہل ظاہر کا فتویٰ.....	۳۲	شرک کی برائی کا بیان
۷۵	متعلق جمعہ چند آثار	۳۴	بہت سے مقاصد پر مشتمل ایک پاکیزہ دعا
۷۹	وجہ تسمیہ بابت جمعہ	۳۹	ایک مترجم بخاری کا ارشاد پر تضاد
۸۲	غسل جمعہ مستحب ہے	۴۲	معاندین اسلام پر ایک پھکار کا بیان
۸۴	جمعہ کا وقت بعد زوال شروع ہوتا ہے	۴۳	مستحب کام کو واجب کرنا شیطان کی طرف سے ہے
۸۷	امام بخاری اور روایت حدیث	۴۶	بے جا رائے قیاس سے کام لینا.....
۸۸	آداب جمعہ کا بیان	۴۷	انبیاء کا خواب بھی وحی کے حکم میں ہے
۹۱	اذان عثمانی کا بیان	۴۹	ایک حدیث کے ترجمہ میں تحریف
۹۳	منبر نبوی کا بیان	۵۲	یہ ایمان ہے یا کفر کہ پیغمبر کا فرمودہ.....
۹۳	ایک معجزہ نبوی کا بیان	۵۴	امام بخاری مجتہد مطلق
۹۴	خطبہ جمعہ سامعین کی مادری زبان میں	۵۵	مساجد میں نماز کے لئے عورتوں کا آنا
۹۹	مسجد نبوی میں آخری خطبہ نبوی	۵۵	حالات حضرت عبداللہ بن عباسؓ
۹۹	خصوصی وصیت نبوی انصار کے متعلق.....	۵۸	حضرت عبداللہ بن عمر کے حالات
۱۰۰	مرغی اور انڈے کی قربانی پر ایک بیان	۶۰	فضائل یوم جمعہ
۱۰۰	خطبہ سننے کے آداب	۶۰	حرم شریف میں کعب بن لوی کا وعظ
۱۰۱	بجالت خطبہ جمعہ دور کثرت تحیۃ المسجد	۶۴	مرغ و انڈے کی قربانی مجاز ہے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۴۴	عیدین میں راستہ بدلنے کی حکمت	۱۰۲	حضرت شاہ ولی اللہ کا فیصلہ
۱۴۶	عید گاہ میں اور کوئی نماز نفل.....	۱۰۴	دعائے استقاء کا بیان
۱۴۷	وتر ایک مستقل نماز ہے	۱۰۵	جمعہ میں ساعت قبولیت
۱۴۸	حضور نے خود نماز وتر ایک رکعت پڑھی	۱۰۶	شان صحابہؓ کے متعلق ایک اعتراض.....
۱۵۱	احناف کے دلائل	۱۰۸	قناعت صحابہؓ کا بیان
۱۵۵	ستر قاری جو شہید ہو گئے تھے	۱۰۹	نماز جمعہ کا وقت بعد زوال ہی ہے
۱۵۵	قوت کی صحیح دعائیں	۱۰۹	خوف کی نماز کا بیان
۱۵۶	استقاء کی تشریح	۱۱۰	نماز خوف منسوخ نہیں ہے
۱۵۹	کفار قریش کے لئے بددعا.....	۱۱۲	غزوہ ذات الرقاع کا بیان
۱۶۰	مردوں کو وسیلہ بنا کر دعا جائز نہیں	۱۱۳	ریلوں موٹروں وغیرہ میں نماز کے متعلق
۱۶۰	استقامتیں حضرت عباس کی دعا	۱۱۴	جنگ تستر کا بیان
۱۶۱	استقا کا مسنون طریقہ	۱۱۶	صحابہؓ کے ایک اجتہاد کا بیان
۱۶۳	فاروق اعظم انتقال کے وقت.....	۱۱۷	صلوۃ الخوف کی مزید تفصیلات
۱۶۸	ما یوس کن مواقع پر بددعا.....	۱۱۸	عید کی وجہ تسمیہ
۱۷۱	نماز استقاء اور امام ابو حنیفہ	۱۱۹	تکبیرات عیدین کا بیان
۱۷۴	دعاؤں میں ہاتھ اٹھانے کا بیان	۱۲۱	مغل شہزادوں کا ایک اشارہ
۱۷۸	نجد سے متعلق مزید تشریح	۱۲۳	یوم بعثت کا بیان
۱۸۰	غیب کی کنجیوں کا بیان	۱۲۳	خرافات صوفیہ کی تردید
۱۸۱	انتہائی نامناسب بات	۱۲۵	مسئد کی تحقیق
۱۸۴	علمائے ہیئت کا خیال علم یقینی.....	۱۲۷	حضرت ابو سعید خدریؓ اور مردان کا واقعہ
۱۸۶	صفات الہیہ کو بغیر تاویل کے تسلیم کرنا چاہئے	۱۲۷	آج کل خطبہ جمعہ سے پہلے ایک اور اضافہ
۱۸۸	امام مجتہد سے بھی غلطی ہو سکتی ہے	۱۳۰	حاج بن یوسف کے ایک اور ظلم کا بیان
۱۹۰	گر بن وقت مقررہ پر ہوتا ہے	۱۳۳	ذی الحجہ کے دس دنوں میں تکبیر کہنا
۱۹۱	عذاب قبر کی تشریح	۱۳۴	لفظ منی کی تحقیق
۱۹۲	احناف کی ایک قابل تحسین بات	۱۳۵	عیدین کی نماز جنگل میں
۱۹۶	قبر کا عذاب و ثواب برحق ہے	۱۳۶	عورتوں کا عید گاہ میں جانا
۱۹۸	معلومات سائنسی سب قدرت کی نشانیاں ہیں	۱۴۰	خطبہ النساء کا ذکر خیر
۲۰۰	ایک قیاسی فتویٰ کی تردید	۱۴۱	ترغیب دعاء
۲۰۱	حنفیہ چاند گرہن میں نماز کے قائل نہیں	۱۴۲	قربانی شعائر اسلام سے ہے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۵۱	سات آیات قرآنیہ سے استواء علی العرش کا ثبوت	۲۰۲	حضرت عبداللہ بن زبیر چوک گئے
۲۵۳	گیارہ رکعات تراویح پر تفصیلی تبصرہ	۲۰۳	نماز کسوف میں قرأت جبری سنت ہے
۲۵۸	فضیلت بلال رضی اللہ عنہ	۲۰۴	دعائے سجدہ تلاوت کا بیان
۲۶۱	رات کے وقت بیداری کی دعاء	۲۰۵	جمعہ کے روز نماز فجر کی مخصوص سورتیں
۲۶۲	نظم و نثر میں سیرت نبوی کا بیان جائز ہے	۲۰۷	سجدہ تلاوت واجب نہیں
۲۶۲	تردید محفل میلاد مردجہ	۲۱۲	قصر کی تشریح
۲۶۳	لیلۃ القدر صرف ماہ رمضان میں ہوتی ہے	۲۱۶	حضرت عثمان نے کیوں اتمام کیا
۲۶۳	سنت فجر کے بعد لیٹنے کے بارے میں ایک تبصرہ	۲۱۷	قصر کی مدت
۲۶۷	حدیث استخارہ مسنونہ	۲۲۴	حجاج بن یوسف عالم کی شکایت خلیفہ کے سامنے
۲۷۳	نماز چاشت کے متعلق ایک تطبیق	۲۲۵	کسی بزرگ کے استقبال کے لئے چل کر جانا
۲۷۶	جماعت مغرب سے قبل دو رکعت نفل	۲۲۶	سفر میں سنت نہ پڑھنا بھی سنت نبوی ہے
۲۷۹	فتح قسطنطنیہ ۱۰ھ میں	۲۲۶	الاجلہ بیٹ کا عمل سنت نبوی کے مطابق ہے
۲۷۹	شیخ محمد الدین ابن عربی کی ایک شکایت	۲۲۷	سفر میں سنتوں پر امام احمد کا فتویٰ
۲۸۱	مسجد اقصیٰ کی وجہ تسمیہ	۲۲۸	جمع تقدیم اور جمع تاخیر کا بیان
۲۸۲	حدیث لا تشد الرحال پر ایک تبصرہ	۲۳۳	نماز بیٹھ کر پڑھنا
۲۸۷	اہل بدعت کو حوض کوثر سے دور کر دیا جائے گا	۲۳۷	لفظ تہجد کی تشریح
۲۹۰	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے کچھ حالات	۲۳۸	حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ایک خواب کا بیان
۲۹۲	السلام علیک ایہا النبی کا بیان	۲۳۸	والدہ حضرت سلیمانؑ کی نصیحت
۲۹۲	التحیات اللہ کی وضاحت	۲۳۹	سنت فجر کے بعد لیٹنے کا بیان
۲۹۳	عورت کا نماز میں تالی بجانا	۲۳۹	سنت فجر کے بعد لیٹنے کی دعاء
۲۹۵	جرتج اور اس کی ماں کا واقعہ	۲۴۰	شان نزول سورہ والناس
۲۹۷	شیطان کا حضرت عمرؓ سے ڈرنا	۲۴۱	تقدیر کا صحیح مطلب کیا ہے؟
۲۹۸	خوارج کا بیان	۲۴۳	تراویح کا عدد مسنون گیارہ رکعات ہیں
۳۰۳	کوکھ پر ہاتھ رکھنے کی ممانعت میں حکمت	۲۴۴	مرغ کو برا مت کہو وہ نماز کے لئے جگاتا ہے
۳۰۵	حضرت ابوہریرہؓ اور کثرت احادیث	۲۴۵	فجر کی نماز اندھیرے میں شروع کرنا
۳۰۶	سجدہ سہو کے بعد تشہد نہیں ہے	۲۴۷	وتر کی ایک رکعت پڑھنا بھی صحیح ہے
۳۱۴	خلافت صدیقی حق بجانب تھی	۲۴۹	نبی کریم ﷺ کی رات کی عبادت
۳۱۶	نماز جنازہ ۱۰ھ میں شروع ہوئی	۲۵۰	غافل آدمی کے کان میں شیطان کا پیشاب کرنا
۳۱۷	مرنے والے کے لئے تلقین کا مطلب	۲۵۱	اللہ کا عرش پر مستوی ہونا برحق ہے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۶۶	جنازے کے شرکاء کب بیٹھیں	۳۱۹	سات ہدایات نبوی کا بیان
۳۶۶	یہودیوں کے لئے بھی کس قدر رحیم و شفیق تھے	۳۱۹	حقوق مسلم بر مسلم پانچ ہیں
۳۷۰	نماز جنازہ غائبانہ کی مزید تفصیلات	۳۲۱	خطبہ صدیقی بروفات نبوی
۳۷۲	نماز جنازہ بھی ایک نماز ہے	۳۲۲	مواخات انصار و مہاجرین
۳۷۲	تکبیرات جنازہ در رفع الیدین کا بیان	۳۲۲	ایک باطل اعتراض کا جواب
۳۷۴	لفظ قیراط شرعی اصطلاح میں	۳۲۳	جنازہ غائبانہ جمہور کا مسلک ہے
۳۷۷	اسلامی عدالت میں کسی غیر مسلم کا مقدمہ	۳۲۶	نابالغ اولاد کے مرنے پر اجر عظیم
۳۷۸	قبر پرستی کی مذمت پر ایک مقالہ	۳۲۸	مومن مرنے سے ناپاک نہیں ہو جاتا
۳۸۲	نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے	۳۳۳	بدعات مردہ کی تردید
۳۸۳	اس بارے میں علمائے احناف کا فتویٰ	۳۳۴	محرم مر جائے تو اس کا احرام باقی رہے گا
۳۸۷	قبر کے سوالات اور ان کے جوابات	۳۳۶	عبداللہ بن ابی مشہور منافق کا بیان
۳۸۹	قبر پر مسجد تعمیر کرنا مع تفصیلات	۳۳۷	حضرت عبدالرحمن بن عوف کا ایک عبرت انگیز بیان
۳۸۹	بت پرستی کی ابتدا	۳۳۸	مصعب بن عمیر کا بیان
۳۹۰	ایک انتہائی لغو اور غلط تصور	۳۴۱	عورتوں کے لئے جنازہ کے ساتھ جانا جائز نہیں
۳۹۴	حرم مکہ المکرمہ	۳۴۴	علامہ یحییٰ کا ایک عبرت انگیز بیان
۳۹۵	چھ ماہ بعد ایک لاش قبر سے نکالی گئی	۳۴۴	موجودہ زمانے میں بدعات زیارت کا بیان
۳۹۸	حدیث بابت ابن صیاد	۳۴۶	نوحہ کی وجہ سے میت کو عذاب ہو گیا نہیں
۴۰۰	ایک یہودی بچے کا قبول اسلام	۳۴۸	شان عثمانی کا بیان
۴۰۱	ابوطالب کی وفات کا بیان	۳۴۹	نوحہ جو حرام ہے اس کی تعریف
۴۰۳	قبر پر کھجور کی ڈالیاں لگانا	۳۵۳	اسلامی خاندانی نظام کے سنہری اصول
۴۰۳	عذاب قبر برحق ہے	۳۵۴	حضور ﷺ کی ایک پیش گوئی جو حرف بحرف پوری ہوئی
۴۰۴	قبرستان میں بھی غفلت شعاری	۳۵۷	زمانہ نبوی کے کچھ شہدائے کرام
۴۰۴	قبرستان میں ایک خطبہ نبوی	۳۵۸	ابوطلیحہ اور ان کی بیوی ام سلیم اور ان کے بچے کا انتقال کرنا
۴۰۵	خود کشی سنگین جرم ہے	۳۵۹	مصیبت کے وقت صبر کی فضیلت
۴۰۷	منافقوں کی نماز جنازہ	۳۶۰	فرزند رسول کریم ﷺ کا انتقال
۴۰۹	میت کی نیکیوں کا ذکر خیر کرنا	۳۶۱	حضرت سعد بن عبادہ انصاریؓ کا انتقال
۴۱۳	عذاب قبر کا تفصیلی بیان	۳۶۲	حضرت زید بن حارثہ کے کچھ حالات
۴۱۷	چغلی اور غیث اور پیشاب میں بے احتیاطی.....	۳۶۳	حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے کچھ حالات
۴۱۸	قبر میں مردے کو اس کا آخری ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے	۳۶۴	بیعت بمعنی حلف نامہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۶۴	علماء و فقہاء کی خدمت میں ایک گزارش	۴۲۰	مسلمان بچے جنتی ہیں
۴۶۵	استوی علی العرش اور جہت فوق کا بیان	۴۲۲	مشرکین کی نابالغ اولاد کے بارے میں
۴۶۶	کچھ اہم امور متعلقہ صدقہ و خیرات	۴۲۳	امام بخاریؒ توقف کو ترجیح دیتے ہیں
۴۶۷	حضرت کعب بن مالکؓ کے لئے ایک ارشاد نبوی	۴۲۳	ایک اشکال کا جواب
۴۶۸	حلال روزی کے لئے ترغیب	۴۲۴	ایک عبرت انگیز خواب رسول کریمؐ
۴۶۹	تغییل زکوٰۃ کے متعلق	۴۲۸	حضرت صدیق اکبرؓ کا آخری وقت
۴۷۳	عورتوں کو ایک خاص ہدایت نبوی	۴۲۸	مرنے کے بعد صالحین کے پڑوس کی تمنا کرنا
۴۷۴	ایک حدیث مختلف طریقوں سے	۴۳۰	ناگہانی موت سے کوئی ضرر نہیں
۴۷۷	ایک بخیل اور مصدق کی مثال	۴۳۰	وفات نبوی کا بیان
۴۸۰	چاندنی وغیرہ کے نصاب کے متعلق ایک اہم بیان	۴۳۱	خلافت ولید بن عبد الملک ایک واقعہ
۴۸۱	زبور کی زکوٰۃ کے بارے میں	۴۳۲	اپنی قبر کے بارے میں حضرت عائشہؓ کی وصیت
۴۸۲	واقعہ حضرت خالدؓ کی ایک وضاحت	۴۳۴	حضرت فاروق اعظمؓ کے آخری لمحات
۴۸۵	مسلمانان ہند کے لئے ایک سبق آموز حدیث	۴۳۴	کچھ حالات فاروق اعظم رضی اللہ عنہ
۴۸۶	زکوٰۃ کے متعلق ایک تفصیلی مکتوب گرامی	۴۳۵	آج کی نام نہاد جمہوریتوں کے لئے ایک سبق
۴۸۹	ان ہی کے فقیروں میں زکوٰۃ تقسیم کرنے کا مطلب	۴۳۶	شان نزول سورہ تبت ید الیٰ لب
۴۹۰	شرط وجوب عشر	۴۳۷	تفصیلات تقسیم زکوٰۃ
۴۹۱	اراضی ہند کے بارے میں ایک تفصیل	۴۴۱	الہجدیٹوں پر ایک الزام اور اس کا جواب
۴۹۲	گائے بیل کی زکوٰۃ سے متعلق	۴۴۳	مرتدین پر جہاد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
۴۹۲	محتاج رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا	۴۴۴	لفظ کنز کی تفسیر
۴۹۵	تجارتی اموال میں زکوٰۃ	۴۴۷	اوقیہ، وسق، مد وغیرہ کی تفسیر
۴۹۷	قانع اور حریص کی مثال	۴۴۸	حالات حضرت ابوذر غفاریؓ
۴۹۸	محتاج اولاد پر زکوٰۃ	۴۴۹	نوافذ حدیث ابوذرؓ و معاویہؓ
۵۰۰	ایک وضاحت از امام الہند مولانا آزاد مرحوم	۴۵۳	اللہ کے دونوں ہاتھ دابنے ہیں
۵۰۰	فی سبیل اللہ کی تفسیر از نواب صدیق حسن خان	۴۵۴	قریب قیام ایک انقلاب کا بیان
۵۰۱	علامہ شوکانی کی وضاحت	۴۵۵	امن عام اور حکومت سعودیہ عربیہ
۵۰۱	تین اصحاب کا ایک واقعہ	۴۵۸	ایک عورت کا اپنی بچیوں کے لئے جذبہ محبت
۵۰۳	حالات حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ	۴۵۹	صدقہ خیرات تندرستی میں بہتر ہے
۵۰۴	حالات حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ	۴۶۰	ایک ام المؤمنین سے متعلق بشارت نبوی
۵۰۶	سوال کی تین قسموں کی تفصیل	۴۶۲	بنی اسرائیل کے ایک نخی کا واقعہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۶۵	حضرت عمرؓ کی ایک رائے پر تبصرہ	۵۰۸	مغیرہ بن شعبہؓ کی ایک تحریر حضرت معاویہؓ کے نام
۵۶۶	احرام میں کیا حکمت ہے؟	۵۱۰	ایک قیاسی فتویٰ
۵۶۶	لبیک پکارنے میں کیا حکمت ہے؟	۵۱۱	امن کا ایک پروانہ بحکم سرکارِ دو عالم
۵۷۰	حضرت علیؓ کا ایک ارشادِ گرامی	۵۱۲	جنگِ تبوک کا کچھ بیان
۵۷۱	ایک ایمان افروز تقریر	۵۱۳	ترکاریوں کی زکوٰۃ کے بارے میں
۵۷۳	ادنیٰ سنت کی پیروی بھی بہتر ہی بہتر ہے	۵۱۵	ہر حال میں مالک کو اپنا مال بیچنا درست ہے
۵۷۳	حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ کا ایک مسئلہ	۵۲۰	اموالِ زکوٰۃ کے لئے امام کی تولیت ضروری ہے
۵۸۳	حضرت آدمؑ کا بیت اللہ کو تعمیر کرنا	۵۲۳	بنی اسرائیل کے دو شخصوں کا قصہ
۵۸۶	اکثر انبیاء نے بیت اللہ کی زیارت کی ہے	۵۲۴	رکاز اور معدن کی تشریح
۵۸۶	تعمیرِ ابراہیمی کا بیان	۵۲۴	بعض الناس کی تشریح و تردید
۵۸۸	تعمیرِ قریش وغیرہ	۵۲۵	رکاز کے متعلق تفصیلات پر ایک اشارہ
۵۹۱	حکومتِ سعودیہ کا ذکرِ خیر	۵۲۹	صاعِ حجازی کی تفصیل
۵۹۳	ایک معجزہ نبوی کا بیان	۵۳۰	گندم کا فطرہ نصف صاع
۵۹۴	ابراہیمی دعا کا بیان	۵۳۳	صدقہ فطر کی تفصیلات
۵۹۶	یا جوج ماجوج پر ایک تفصیل	۵۳۴	کتاب حج اور عمرہ کے بیان میں
۵۹۷	غلافِ کعبہ کی تفصیلی کیفیت	۵۳۴	فضائل حج کے بارے میں تفصیلی بیان
۵۹۸	حجرِ اسود پر کچھ تفصیلات	۵۳۶	فرضیت حج کی شرائط کا بیان
۶۰۱	عہدِ جاہلیت کے ایک غلط دستور کی اصلاح	۵۳۷	حج کے مہینوں اور ایام کا بیان
۶۱۹	چشمہ زمزم کے تاریخی حالات	۵۳۷	حج بدل کا تفصیلی بیان
۶۲۹	طواف کی دعائیں	۵۳۹	فضیلتِ کعبہ تورات شریف میں
۶۲۹	مسئلہ متعلق طواف	۵۴۰	سفر حج سادگی کے ساتھ ہونا چاہئے
۶۳۱	طواف کی قسموں کا بیان	۵۴۱	ستیم سے عمرہ کرنے کے متعلق
۶۳۲	کوہ صفا پر چڑھائی	۵۴۲	حج مبرور کی تفصیلات
۶۳۴	ضروری مسائل	۵۴۴	حدیثِ مرسل کی تعریف
۶۳۴	سعی کے بعد	۵۵۰	وادئِ عقیق کا بیان
۶۳۴	آب زمزم پینے کے آداب	۵۵۲	مقلدینِ جامدین کے لئے قابلِ غور
۶۳۷	ترجمہ میں کھلی ہوئی تحریف	۵۵۵	احرام کے فوائد و منافع
۶۳۷	اصل مسئلہ	۵۵۸	الفاظِ لبیک کی تفصیل
۶۳۹	حاکم اسلام کی اطاعت واجب ہے	۵۶۱	حضرت موسیٰؑ سے ملاقات

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

چوتھا پارہ

باب کپڑوں میں گرہ لگانا اور باندھنا کیسا ہے اور جو شخص شرمگاہ کے کھل جانے کے خوف سے کپڑے کو جسم سے لپیٹ لے تو کیا حکم ہے۔

(۸۱۴) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں سفیان نے ابو حازم سلمہ بن دینار کے واسطے سے خبر دی، انہوں نے سہل بن سعد سے، انہوں نے کہا کہ کچھ لوگ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تہہ چھوٹے ہونے کی وجہ سے انہیں گردنوں سے باندھ کر نماز پڑھتے تھے اور عورتوں سے کہہ دیا گیا تھا کہ جب تک مرد اچھی طرح بیٹھ نہ جائیں تم اپنے سروں کو (سجدہ سے) نہ اٹھاؤ۔

۱۳۶- بَابُ عَقْدِ الثِّيَابِ وَشَدِّ هَوَمَنْ ضَمَّ إِلَيْهِ ثَوْبَهُ إِذَا خَافَ أَنْ تَنْكَشِفَ عَوْرَتُهُ

۸۱۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: كَانَ النَّاسُ يُصَلُّونَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَهُمْ عَاقِدُوا أَرْزِهِمْ مِنَ الصُّغَرِ عَلَى رِقَابِهِمْ، فَقِيلَ لِلنِّسَاءِ لَا تَرَفَعْنَ رُؤُوسَكُمْ حَتَّى يَسْتَوِيَ الرَّجَالُ جُلُوسًا.

[راجع: ۳۶۲]

اسلام کا ابتدائی دور تھا۔ صحابہ کرام ہر طرح تنگیوں کا شکار تھے۔ بعض لوگوں کے پاس تن پوشی کے لیے صرف ایک ہی تہ بند ہوتا تھا۔ بعض دفعہ وہ بھی ناکافی ہوتا اس لیے عورتوں کو جو جماعت میں شرکت کرتی تھیں یہ حکم دیا گیا۔ اس سے غرض یہ تھی کہ عورتوں کی نگاہ مردوں کے سر پر نہ پڑے۔ ایسی تنگ حالت میں بھی عورتوں کا نماز باجماعت میں پردہ کے ساتھ شرکت کرنا زمانہ نبوی میں معمول تھا یہی مسئلہ آج بھی ہے اللہ نیک سمجھ دے اور عمل خیر کی ہر مسلمان کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

۱۳۷- بَابُ لَا يَكْفُ شَعْرًا

باب اس بارے میں کہ نمازی (سجدے میں) بالوں کو نہ

سمیٹے

(۸۱۵) ہم سے ابو النعمان محمد بن فضل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، عمرو بن دینار سے بیان کیا، انہوں نے طاؤس سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، آپ نے فرمایا

۸۱۵- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَادٌ - وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ - عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: ((أَمَرَ

النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظَمٍ،
وَلَا يَكْفُ شَعْرَةٌ وَلَا ثَوْبَةٌ)).
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم تھا کہ سات ہڈیوں پر سجدہ کریں اور
بال اور کپڑے نہ سمیٹیں۔

[راجع: ۸۰۹]

شارحین لکھتے ہیں و مناسبة هذه الترجمة لاحكام السجود من جهة ان الشعر يسجد مع الراس اذا لم يكف او يلف يعني باب
التسبيح اور حدیث میں مطابقت یہ ہے کہ جب بالوں کو لپیٹنا نہ جائے تو وہ بھی سر کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں جیسے دوسری روایت میں
ہے سنن ابو داؤد میں مرفوعاً روایت ہے کہ بالوں کے جوڑے پر شیطان بیٹھ جاتا ہے سات اعضاء جن کا سجدہ میں زمین پر لگنا فرض ہے،
ان کا تفصیلی بیان تیسرے پارے میں گزر چکا ہے۔

باب اس بیان میں کہ نماز میں کپڑا

۱۳۸- بَابُ لَا يَكْفُ ثَوْبُهُ فِي

نہ سمیٹنا چاہیے

الصَّلَاةِ

(۸۱۲) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو عوانہ
وضاح نے، عمرو بن دینار سے بیان کیا، انہوں نے طاؤس سے، انہوں
نے حضرت ابن عباس سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ
نے فرمایا مجھے سات ہڈیوں پر اس طرح سجدہ کا حکم ہوا ہے کہ نہ بال
سمیٹوں اور نہ کپڑے۔

۸۱۶- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا
أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ
عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ
قَالَ: ((أَمَرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةٍ، لَا
أَكْفُ شَعْرًا وَلَا ثَوْبًا)). [راجع: ۸۰۹]

مطلب یہ ہے کہ نماز پورے انتہاک اور استغراق کے ساتھ پڑھی جائے۔ سر کے بال اگر اتنے بڑے ہیں کہ سجدہ کے وقت
زمین پر پڑ جائیں یا نماز پڑھتے وقت کپڑے گرد آلود ہو جائیں تو کپڑے اور بالوں کو گرد و غبار سے بچانے کے لیے سمیٹنا نہ
چاہیے کہ یہ نماز میں خشوع اور استغراق کے خلاف ہے۔ اور نماز کی اصل روح خشوع خضوع ہی ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے
الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ یعنی مومن وہ ہیں جو خشوع کے ساتھ دل لگا کر نماز پڑھتے ہیں دوسری آیت خَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ
وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ کا بھی یہی تقاضا ہے یعنی نمازوں کی حفاظت کرو خاص طور پر درمیان والی نماز کی اور اللہ کے لیے
فرمانبردار بندے بن کر کھڑے ہو جاؤ۔ یہاں بھی قنوت سے خشوع و خضوع ہی مراد ہے۔

باب سجدہ میں تسبیح اور دعا

کا بیان

۱۳۹- بَابُ التَّسْبِيحِ وَالِدُعَاءِ فِي

السُّجُودِ

(۸۱۷) ہم سے مسدد بن مسرہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن
سعید قتان نے، سفیان ثوری سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے منصور
بن معتمر نے مسلم بن صبیح سے بیان کیا، انہوں نے مسروق سے، ان
سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم سجدہ اور رکوع میں اکثر یہ پڑھا کرتے تھے۔ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ

۸۱۷- حَدَّثَنَا مَسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى
عَنْ سَفْيَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ عَنْ
مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُكَبِّرُ أَنْ
يَقُولَ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ: ((سُبْحَانَكَ

اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اللَّهُ اغْفِرْ لِي)). رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي (اس دعا کو پڑھ کر) آپ قرآن کے حکم پر عمل کرتے تھے۔ [راجع: ۷۹۴]

تشیخ سورہ اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ فِيهِ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ (اپنے رب کی پاکی بیان کر اور اس سے بخشش مانگ) اس حکم کی روشنی میں آپ ﷺ سجدہ اور رکوع میں مذکورہ دعا پڑھا کرتے تھے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ یا اللہ میں تیری حمد کے ساتھ تیری پاکی بیان کرتا ہوں اے اللہ تو مجھ کو بخش دے۔ اس دعا میں تسبیح اور تحمید اور استغفار تینوں موجود ہیں اس لیے رکوع اور سجدہ میں اس کا پڑھنا افضل ہے علاوہ ازیں رکوع میں سُبْحَانَكَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ اور سجدہ میں سُبْحَانَكَ رَبِّيَ الْأَعْلَى مسنونہ دعائیں بھی آیات قرآنیہ ہی کی تعمیل ہیں جیسا کہ مختلف آیات میں حکم ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ سورہ اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ کے نزول کے بعد آپ ہمیشہ رکوع و سجود میں اس دعا کو پڑھتے رہے یعنی سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي علامہ امام شوکانی رحمہ اللہ اس کا مطلب یوں بیان فرماتے ہیں بنو فیک لی و ہدایتک و فضلک علی سبحک لا بحولی و قوتی یعنی یا اللہ میں محض تیری توفیق اور ہدایت اور فضل سے تیری پاکی بیان کرتا ہوں اپنی طرف سے اس کا عظیم کے لیے مجھ میں کوئی قوت نہیں ہے۔ بعض روایات میں رکوع و سجدہ میں یہ دعا پڑھنی بھی آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ (احمد مسلم وغیرہ) یعنی میرا رکوع یا سجدہ اس ذات واحد کے لیے ہے جو جملہ نقائص اور شرکاء سے پاک ہے وہ مقدس ہے وہ فرشتوں کا اور جبرائیل کا بھی پروردگار ہے۔

۱۴۰- بَابُ الْمَكْتُبَيْنِ باب دونوں سجدوں کے بیچ

میں ٹھہرنا

السَّجْدَتَيْنِ

(۸۱۸) ہم سے ابو النعمان محمد بن فضل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے ایوب سختیانی سے بیان کیا، انہوں نے ابو قلابہ عبد اللہ بن زید سے، کہ مالک بن حورث رحمہ اللہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں تمہیں نبی کریم ﷺ کی نماز کیوں نہ سکھا دوں۔ ابو قلابہ نے کہا یہ نماز کا وقت نہیں تھا (مگر آپ ہمیں سکھانے کے لیے) کھڑے ہوئے۔ پھر رکوع کیا اور ہکبیر کسی پھر سر اٹھایا اور تھوڑی دیر کھڑے رہے۔ پھر سجدہ کیا اور تھوڑی دیر کے لیے سجدہ سے سر اٹھایا اور پھر سجدہ کیا اور سجدہ سے تھوڑی دیر کے لیے سر اٹھایا۔ انہوں نے ہمارے شیخ عمرو بن سلمہ کی طرح نماز پڑھی ایوب سختیانی نے کہا کہ وہ عمرو بن سلمہ نماز میں ایک ایسی چیز کیا کرتے تھے کہ دوسرے لوگوں کو اس طرح کرتے میں نے نہیں دیکھا۔ آپ تیسری باجو تھی رکعت پر (سجدہ سے فارغ ہو کر کھڑے ہونے سے پہلے) بیٹھتے تھے (یعنی جلسہ استراحت کرتے تھے پھر نماز سکھلانے کے بعد)

۸۱۸- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قَلَابَةَ أَنَّ مَالِكَ بْنَ الْخُوَيْرِثِ قَالَ لِأَصْحَابِهِ: أَلَا أُنبِئُكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ - قَالَ وَذَلِكَ فِي غَيْرِ حِينَ صَلَاةٍ - فَقَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَكَبَّرَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ هُنَيْئَةً، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ هُنَيْئَةً - ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ هُنَيْئَةً لَصَلَّى صَلَاةَ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ شَيْخِنَا هَذَا - قَالَ أَيُّوبُ: كَانَ يَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ أَرَهُمْ يَفْعَلُونَهُ، كَانَ يَفْعَلُ فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ. [راجع: ۶۷۷]

(۸۱۹) (مالک بن حورث نے بیان کیا کہ) ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت

۸۱۹- فَأَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ فَقَالَ

میں حاضر ہوئے اور آپ کے یہاں ٹھہرے رہے آپ نے فرمایا کہ (بہتر ہے) تم اپنے گھروں کو واپس جاؤ۔ دیکھو یہ نماز فلاں وقت اور یہ نماز فلاں وقت پڑھنا۔ جب نماز کا وقت ہو جائے تو ایک شخص تم میں سے اذان دے اور جو تم میں بڑا ہو وہ نماز پڑھائے۔

((لَوْ رَجَعْتُمْ إِلَىٰ أَهْلِيكُمْ، صَلُّوا صَلَاةَ كَذَا فِي حِينَ كَذَا، صَلُّوا صَلَاةَ كَذَا فِي حِينَ كَذَا، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَدِّنْ أَحَدُكُمْ، وَلْيُؤَمِّكُمْ أَكْبَرُكُمْ)).

[راجع: ۶۲۸]

نتیجہ مراد جلسہ استراحت ہے جو پہلی اور تیسری رکعت کے خاتمہ پر سجدہ سے اٹھتے ہوئے تھوڑی دیر بیٹھ لینے کو کہتے ہیں۔ بعض نسخوں میں یہ عبارت ثم سجد ثم رفع راسہ ہنیۃ ایک ہی بار ہے چنانچہ نسخہ قطلانی میں بھی یہ عبارت ایک ہی بار ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے اگر دوبار ہو پھر بھی مطلب یہی ہو گا کہ دوسرا سجدہ کر کے ذرا بیٹھ گئے جلسہ استراحت کیا پھر کھڑے ہوئے یہ جلسہ استراحت مستحب ہے اور حدیث ہذا سے ثابت ہے شارحین لکھتے ہیں بذالک اخذ الامام الشافعی وطائفة من اهل الحديث و ذهبوا الى سنة جلسة الاستراحت یعنی اس حدیث کی بنا پر امام شافعی اور جماعت اہل حدیث نے جلسہ استراحت کو سنت تسلیم کیا ہے۔ کچھ ائمہ اس کے قائل نہیں ہیں بعض صحابہ سے بھی اس کا ترک منقول ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ جلسہ فرض و واجب نہیں ہے مگر اس کے سنت اور مستحب ہونے سے انکار کرنا بھی صحیح نہیں۔

(۸۲۰) ہم سے محمد بن عبد الرحیم صاعقہ نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو احمد محمد بن عبد اللہ زبیری نے کہا کہ ہم سے معمر بن کدام نے حکم عتیبہ کوئی سے انہوں نے عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے انہوں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کا سجدہ، رکوع اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی مقدار تقریباً برابر ہوتی تھی۔

۸۲۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الزُّبَيْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: كَانَ سُجُودُ النَّبِيِّ ﷺ وَرُكُوعُهُ وَقُعُودُهُ بَيْنَ السُّجْدَتَيْنِ قَرِيبًا مِنَ السَّوَاءِ.

[راجع: ۷۹۲]

نتیجہ قطلانی نے کہا یہ جماعت کی نماز کا ذکر ہے اکیلے آدمی کو اختیار ہے کہ وہ اعتدال اور قومہ سے رکوع اور سجدہ دو گنا کرے حدیث کی مطابقت ترجمہ باب سے ظاہر ہے۔

(۸۲۱) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے ثابت سے بیان کیا، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے فرمایا کہ میں نے جس طرح نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا تھا بالکل اسی طرح تم لوگوں کو نماز پڑھانے میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں چھوڑتا ہوں۔ ثابت نے بیان کیا کہ حضرت انس بن مالکؓ ایک ایسا عمل کرتے تھے جسے میں تمہیں کرتے نہیں دیکھتا۔ جب وہ رکوع سے سر اٹھاتے تو اتنی دیر تک کھڑے رہتے کہ دیکھنے

۸۲۱- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: إِنِّي لَا أَلُو أَنْ أَصَلِّيَ بِكُمْ كَمَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي بِنَا - قَالَ ثَابِتٌ: كَانَ أَنَسٌ يَصْنَعُ شَيْئًا لَمْ أَرَكُم تَصْنَعُونَهُ - كَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَامَ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ، وَبَيْنَ

السُّجْدَتَيْنِ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ.

والا سمجھتا کہ بھول گئے ہیں اور اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان اتنی دیر تک بیٹھے رہتے کہ دیکھنے والا سمجھتا کہ بھول گئے ہیں۔

[راجع: ۸۰۰]

حضرت مولانا وحید الزماں مرحوم فرماتے ہیں کہ ہمارے امام احمد بن حنبلؒ نے اسی پر عمل کیا ہے اور دونوں سجدوں کے بیچ میں بار بار رَبِّ اغْفِرْ لِي کہنا مستحب جانا ہے جیسے حذیفہ کی حدیث میں وارد ہے حافظؒ نے کہا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں سے ثابت ہے یہ گفتگو کی وہ دونوں سجدوں کے درمیان نہ بیٹھتے ہوں گے لیکن حدیث پر چلنے والا جب حدیث صحیح ہو جائے تو کسی کی مخالفت کی پروا نہیں کرتا۔ حضرت علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں و قد ترك الناس هذه السنة الثابتة بالاحاديث الصحيحة محدثهم و فقيهم و مجتهدهم و مقلدهم فليت شعري ما الذي عوا و اعلبه ذالك والله المستعان يعني صد افسوس کہ لوگوں نے اس سنت کو جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے چھوڑ رکھا ہے حتیٰ کہ ان کے محدث اور فقیہ اور مجتہد اور مقلد سب ہی اس سنت کے تارک نظر آتے ہیں مجھے نہیں معلوم کہ اس کے لیے ان لوگوں نے کون سا بہانہ تلاش کیا ہے اور اللہ ہی مددگار ہے۔

دونوں سجدوں کے درمیان یہ دعا بھی مسنون ہے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاجْنُبْنِيْ وَارْزُقْنِيْ

باب اس بارے میں کہ نمازی سجدہ میں اپنے دونوں بازوؤں کو (جانور کی طرح) زمین پر نہ بچھائے اور ابو حمید نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے سجدہ کیا اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھے بازو نہیں بچھائے نہ ان کو پہلو سے ملایا۔

۱۴۱- بَابُ لَا يَفْتَرِشُ ذِرَاعِيهِ فِي

السُّجُودِ

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ: سَجَدَ النَّبِيُّ ﷺ وَوَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضُهُمَا.

(۸۲۲) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے قتادہ سے سنا، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سجدہ میں اعتدال کو ملحوظ رکھو اور اپنے بازوؤں کی طرح نہ پھیلا لیا کرو۔

۸۲۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اغْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ وَلَا يَنْسُطْ أَحَدُكُمْ ذِرَاعِيَهُ انْبِسَاطَ الْكَلْبِ)). [راجع: ۶۴۱]

کیونکہ اس طرح بازو بچھا دینا سستی اور کالی کی نشانی ہے۔ کتے کے ساتھ تشبیہ اور بھی مذمت ہے۔ اس کا پورا لحاظ رکھنا چاہیے۔ امام قسطلانی نے کہا کہ اگر کوئی ایسا کرے تو نماز مکروہ تنزیہی ہوگی۔

باب اس شخص کے بارے میں جو شخص نماز کی طاق رکعت (پہلی اور تیسری) میں تھوڑی دیر بیٹھے اور پھر اٹھ جائے۔

۱۴۲- بَابُ مَنْ اسْتَوَى قَاعِدًا فِي

وَتَرَى مِنْ صَلَاتِهِ ثُمَّ نَهَضَ

(۸۲۳) ہم سے محمد بن صباح نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں ہشیم نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں خالد حذا نے خبر دی، ابو قلابہ سے، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے مالک بن حویرث لیشی رضی اللہ عنہ نے خبر

۸۲۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ: أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا خَالِدُ الْحَذَاءِ عَنْ أَبِي قَلَابَةَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ

دی کہ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا۔ آپ جب طاق رکعت میں ہوتے اس وقت تک نہ اٹھتے جب تک تھوڑی دیر بیٹھ نہ لیتے۔

طاق رکعتوں کے بعد یعنی پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے جب اٹھے تو تھوڑی دیر بیٹھ کر پھر اٹھا، اس کو جلسہ استراحت کہتے ہیں جو سنت صحیحہ سے ثابت ہے۔

باب اس بارے میں کہ رکعت سے اٹھتے وقت زمین کا کس طرح سہارا لے

(۸۲۳) ہم سے معلیٰ بن اسد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، انہوں نے ایوب سختیانی سے، انہوں نے ابو قلابہ سے، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ہمارے یہاں تشریف لائے اور آپ نے ہماری اس مسجد میں نماز پڑھائی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نماز پڑھا رہا ہوں لیکن میری نیت کسی فرض کی ادائیگی نہیں ہے بلکہ میں صرف تم کو یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح نماز پڑھا کرتے تھے۔ ایوب سختیانی نے بیان کیا کہ میں نے ابو قلابہ سے پوچھا کہ مالک رضی اللہ عنہ کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ہمارے شیخ عمرو بن سلمہ کی طرح۔ ایوب نے بیان کیا کہ شیخ تمام تکبیرات کہتے تھے اور جب دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے تو تھوڑی دیر بیٹھتے اور زمین کا سہارا لے کر پھر اٹھتے۔

یعنی جلسہ استراحت کر کے پھر دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر اٹھتے جیسے بوڑھا شخص دونوں ہاتھوں پر آٹا گوندھنے میں ٹیکا دیتا ہے خفیہ نے جو اس کے خلاف ترمذی کی حدیث سے دلیل لی کہ آں حضرات اپنے پاؤں کی انگلیوں پر کھڑے ہوتے تھے تو یہ حدیث ضعیف ہے علاوہ اس کے اس سے یہ نکلتا ہے کہ کبھی آپ نے جلسہ استراحت کیا اور کبھی نہیں کیا اہل حدیث کا یہی مذہب ہے وہ جلسہ استراحت کو مستحب کہتے ہیں اور اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ آنحضرت نے ضعف یا علالت کی وجہ سے ایسا کیا اور یہ کہنا کہ نماز کا موضوع استراحت نہیں ہے قیاس ہے بمقابلہ نص اور وہ فاسد ہے۔ (مولانا وحید الرحمن)

باب جب دور کعتیں پڑھ کر اٹھے تو تکبیر کہے اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ تیسری رکعت کے لیے اٹھتے وقت تکبیر کہا کرتے تھے۔

النَّبِيُّ (أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي، فَإِذَا كَانَ فِي وَتَرٍ مِنْ صَلَاتِهِ لَمْ يَنْهَضْ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا).

۱۴۳ - بَابُ كَيْفَ يَغْتَمِدُ عَلَى

الْأَرْضِ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَةِ

۸۲۴ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ: جَاءَنَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ فَصَلَّى بِنَا فِي مَسْجِدِنَا هَذَا فَقَالَ: إِنِّي لأُصَلِّي بِكُمْ وَمَا أُرِيدُ الصَّلَاةَ، لَكِنْ أُرِيدُ أَنْ أَرِيكُمْ كَيْفَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي. قَالَ أَيُّوبُ: فَقُلْتُ لِأَبِي قِلَابَةَ وَكَيْفَ كَانَتْ صَلَاتُهُ؟ قَالَ: مِثْلَ صَلَاةِ شَيْخِنَا هَذَا - يَعْنِي عَمْرَو بْنَ سَلَمَةَ - قَالَ أَيُّوبُ: وَكَانَ ذَلِكَ الشَّيْخُ يُتِمُّ التَّكْبِيرَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ عَنِ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ جَلَسَ وَاعْتَمَدَ عَلَى الْأَرْضِ، ثُمَّ قَامَ. [راجع: ۶۷۷]

۱۴۴ - بَابُ يُكَبِّرُ وَهُوَ يَنْهَضُ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يُكَبِّرُ فِي نَهَضَتِهِ

۸۲۵- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا قُلَيْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: صَلَّى لَنَا أَبُو سَعِيدٍ، فَجَهَرَ بِالْكَتْمِ حِينَ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ وَحِينَ سَجَدَ وَحِينَ رَفَعَ وَحِينَ قَامَ مِنَ الرُّكْعَتَيْنِ وَقَالَ: هَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ.

(۸۲۵) ہم سے یحییٰ بن صالح نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے فلج بن سلیمان نے، انہوں نے سعید بن حارث سے، انہوں نے کہا کہ ہمیں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی اور جب انہوں نے سجدہ سے سر اٹھایا تو پکار کر تکبیر کسی پھر جب سجدہ کیا تو ایسا ہی کیا پھر سجدہ سے سر اٹھایا تو بھی ایسا ہی کیا اسی طرح جب دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوئے اس وقت بھی آپ نے بلند آواز سے تکبیر کسی اور فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا۔

۸۲۶- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا غِيْلَانُ بْنُ جَرِيرٍ عَنْ مُطَرِّفٍ قَالَ: صَلَّيْتُ أَنَا وَعُمَرَانُ صَلَاةَ خَلْفِ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَكَانَ إِذَا سَجَدَ كَبَّرَ، وَإِذَا رَفَعَ كَبَّرَ، وَإِذَا نَهَضَ مِنَ الرُّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ. فَلَمَّا سَلَّمَ أَخَذَ عِمْرَانُ بِيَدِي فَقَالَ: لَقَدْ صَلَّيْنَا بِمَا هَذَا صَلَاةَ مُحَمَّدٍ ﷺ - أَوْ قَالَ - لَقَدْ ذَكَرْنِي هَذَا صَلَاةَ مُحَمَّدٍ ﷺ. [راجع: ۷۸۳]

(۸۲۶) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے غیلان بن جریر نے بیان کیا، انہوں نے مطرف بن عبد اللہ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ آپ نے جب سجدہ کیا، سجدہ سے سر اٹھایا دو رکعتوں کے بعد کھڑے ہوئے تو ہر مرتبہ تکبیر کسی۔ جب آپ نے سلام پھیر دیا تو عمران بن حصین نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ انہوں نے واقعی ہمیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز پڑھائی ہے یا یہ کہا کہ مجھے انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز یاد دلا دی۔

تَشْهِدُ

بعض ائمہ بنی امیہ نے آواز بلند اس طرح تکبیر کرنا چھوڑ دیا تھا جو اسوۂ نبوی کے خلاف تھا اس واقعہ سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ دور سلف میں مسلمانوں کو اسوۂ رسول کی اطاعت کا بے حد اشتیاق رہتا تھا خاص طور پر نماز کے بارے میں ان کی کوشش ہوتی کہ وہ عین سنت رسول ﷺ کے مطابق نماز ادا کر سکیں۔ اس دور آخر میں صرف اپنے اپنے فرضی اماموں کی تقلید کا جذبہ باقی رہ گیا ہے حالانکہ ایک مسلمان کا اولین مقصد سنت نبوی کی تلاش ہونا چاہیے۔ ہمارے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے صاف فرما دیا ہے کہ ہر وقت صحیح حدیث کی تلاش میں رہو اگر میرا کوئی مسئلہ حدیث کے خلاف نظر آئے تو اسے چھوڑ دو اور صحیح حدیث نبوی پر عمل کرو۔ حضرت امام کی اس پاکیزہ وصیت پر عمل کرنے والے آج کتنے ہیں؟ یہ ہر سمجھ دار مسلمان کے غور کرنے کی چیز ہے یونہی لکیر کے فقیر ہو کر رسمی نمازیں ادا کرتے رہنا اور سنت نبوی کو تلاش نہ کرنا کسی بال بصیرت مسلمان کا کام نہیں وقفنا اللہ لما یحب و یرضی

باب تشهد میں بیٹھنے کا

مسنون طریقہ!

۱۴۵- بَابُ سُنَّةِ الْجُلُوسِ فِي

التَّشَهُدِ

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا فقیہہ تھیں اور وہ نماز میں (بوقت تشهد)

وَكَاثَتْ أُمُّ الدَّرْدَاءِ تَجْلِسُ فِي صَلَاتِهَا

مردوں کی طرح بیٹھتی تھیں۔

(۸۲۷) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، انہوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے، انہوں نے عبد الرحمن بن قاسم کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن عبد اللہ سے انہوں نے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو وہ ہمیشہ دیکھتے کہ آپ نماز میں چار زانو بیٹھتے ہیں میں ابھی نو عمر تھا میں نے بھی اسی طرح کرنا شروع کر دیا لیکن حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے روکا اور فرمایا کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ (تشہد میں) دایاں پاؤں کھڑا رکھے اور بایاں پھیلا دے میں نے کہا کہ آپ تو اسی (میری) طرح کرتے ہیں آپ بولے کہ (کمزوری کی وجہ سے) میرے پاؤں میرا بوجھ نہیں اٹھا پاتے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آخر میں کمزوری کی وجہ سے تشہد میں چار زانو بیٹھتے تھے یہ محض عذر کی وجہ سے تھا ورنہ مسنون طریقہ یہی ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا رہے اور بائیں کو پھیلا کر اس پر بیٹھا جائے اسے تورک کہتے ہیں عورتوں کے لیے بھی یہی مسنون ہے باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

(۸۲۸) ہم سے یحییٰ بن کبیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یسٹ نے بیان کیا، انہوں نے خالد سے بیان کیا، ان سے سعید نے بیان کیا، ان سے محمد بن عمرو بن حلقہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن عطاء نے بیان کیا (دوسری سند) اور کہا کہ مجھ سے یسٹ نے بیان کیا، اور ان سے یزید بن ابی حبیب اور یزید بن محمد نے بیان کیا، ان سے محمد بن عمرو بن حلقہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن عطاء نے بیان کیا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اصحاب رضوان اللہ علیہم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ذکر ہونے لگا تو ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تم سب سے زیادہ یاد ہے میں نے آپ کو دیکھا کہ جب آپ تکبیر کہتے تو اپنے ہاتھوں کو کندھوں تک لے جاتے، جب آپ رکوع کرتے تو گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں سے پوری طرح پکڑ لیتے اور پیٹھ کو جھکا دیتے۔ پھر جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اس طرح

جَلَسَةُ الرَّجُلِ، وَكَانَتْ فَقِيهَةً
۸۲۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ يَرَى عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَتَرَبَّعُ فِي الصَّلَاةِ إِذَا جَلَسَ، فَفَعَلْتُهُ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيثُ السَّنِّ، فَهَنَانِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَقَالَ: إِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلَاةِ أَنْ تَنْصِبَ رِجْلَكَ الْيُمْنَى وَتَنْتَبِي الْيُسْرَى، فَقُلْتُ: إِنَّكَ تَفْعَلُ ذَلِكَ، فَقَالَ: إِنَّ رِجْلِي لَا تَحْمِلَانِي.

تَشَبُّهٌ
۸۲۸- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كُبَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ حَلْحَلَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ عَطَاءٍ ح قَالَ. وَحَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ وَيَزِيدَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ حَلْحَلَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ عَطَاءٍ: أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا مَعَ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، فَذَكَرْنَا صَلَاةَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ: ((أَنَا كُنْتُ أَحْفَظُكُمْ لِمَصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، رَأَيْتُهُ إِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حِذَاءَ مَنْكَبَيْهِ، وَإِذَا رَكَعَ أَمَكَّنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ، ثُمَّ فَصَّرَ ظَهْرَهُ، فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ اسْتَوَى حَتَّى

سیدھے کھڑے ہو جاتے کہ تمام جوڑ سیدھے ہو جاتے۔ جب آپ سجدہ کرتے تو آپ اپنے ہاتھوں کو (زمین پر) اس طرح رکھتے کہ نہ بالکل پھیلے ہوئے ہوتے اور نہ سمٹے ہوئے پاؤں کی انگلیوں کے منہ قبلہ کی طرف رکھتے۔ جب آپ دو رکعتوں کے بعد بیٹھتے تو بائیں پاؤں پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے اور جب آخری رکعت میں بیٹھتے تو بائیں پاؤں کو آگے کر لیتے اور دائیں کو کھڑا کر دیتے پھر مقعد پر بیٹھتے۔

لیث نے یزید بن ابی حبیب سے اور یزید بن محمد بن حلقہ سے سنا اور محمد بن حلقہ نے ابن عطاء سے، اور ابو صالح نے لیث سے کُلُّ فَقَّارٍ مَكَائَهُ نقل کیا ہے اور ابن المبارک نے یحییٰ بن ایوب سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ مجھ سے یزید بن ابی حبیب نے بیان کیا کہ محمد بن عمرو بن حلقہ نے ان سے حدیث میں کُلُّ فَقَّارٍ بیان کیا۔

يَعُوذُ كُلُّ فَقَّارٍ مَكَائَهُ، فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضُهُمَا، وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ، فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلَى رِجْلِهِ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْيُمْنَى، وَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْآخَرَى وَقَعَدَ عَلَى مَقْعَدِهِ) وَسَمِعَ اللَّيْثُ يَزِيدَ بْنَ أَبِي حَبِيبٍ، وَيَزِيدَ بْنَ مُحَمَّدٍ بْنَ حَلْحَلَةَ، وَابْنَ حَلْحَلَةَ مِنْ ابْنِ عَطَاءٍ. وَقَالَ أَبُو صَالِحٍ عَنِ اللَّيْثِ: كُلُّ فَقَّارٍ. وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنَ أَيُّوبَ قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ حَلْلَةَ حَدَّثَهُ (كُلُّ فَقَّارٍ).

تَشْهِدُ صحیح ابن خزیمہ میں دس بیٹھنے والے اصحاب کرامؓ میں سہل بن سعید اور ابو حمید ساعدی اور محمد بن مسلمہ اور ابو ہریرہ اور ابو قتادہ رضی اللہ عنہم کے نام بتلائے گئے ہیں باقی کے نام معلوم نہیں ہو سکے یہ حدیث مختلف سندوں کے ساتھ کہیں مجمل اور کہیں مفصل مروی ہے اس میں دوسرے قعدے میں تو اس کا ذکر ہے یعنی سرین پر بیٹھنا دائیں پاؤں کو کھڑا کرنا اور بائیں کو آگے کر کے تلے سے دائیں طرف باہر نکالنا اور دونوں سرین زمین سے ملا کر بائیں ران پر بیٹھنا یہ تورک چار رکعت والی نماز میں اور نماز فجر کی آخری رکعت میں کرنا چاہیے۔ امام شافعی امام احمد بن حنبل کا یہی مسلک ہے آخر حدیث میں حضرت عبداللہ بن مبارک کی جو روایت ہے اسے فریابی اور جوزنی اور ابراہیم حربی نے وصل کیا ہے سنن نماز کے سلسلہ میں یہ حدیث ایک اصولی تفصیلی بیان کی حیثیت رکھتی ہے۔

باب اس شخص کی دلیل جو پہلے تشهد کو (چار رکعت یا تین

۱۴۶- بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ الشَّهْدَ

رکعت نماز میں) واجب نہیں جانتا (یعنی فرض) کیونکہ آنحضرت ﷺ دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہو گئے اور بیٹھے نہیں۔

الْأَوَّلَ وَاجِبًا لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَلَمْ يَرْجِعْ

بادجو دیکھ لوگوں نے سبحان اللہ کہا لیکن آپ نہ بیٹھے اگر تشهد پہلا فرض ہوتا تو ضرور بیٹھ جاتے جیسے کوئی رکوع یا سجدہ بھول جائے اور یاد آئے تو اسی وقت لوٹنا لازم ہے ہمارے امام احمد بن حنبل نے کہا کہ یہ تشهد واجب ہے کیوں کہ آنحضرت نے اس کو ہمیشہ کیا اور بھول گئے تو سجدہ سہو سے اس کا تدارک کیا (مولانا وحید الزماں)

(۸۲۹) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ شعیب نے ہمیں خبر دی، انہوں نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبد الرحمن بن ہرمز نے بیان کیا جو مولیٰ بن عبد المطلب (یا مولیٰ ربیعہ بن حارث) تھے، کہ عبد اللہ بن بحیینہ رضی اللہ عنہ جو صحابی رسول اور بنی عبد مناف کے حلیف قبیلہ ازد شنوۃ سے تعلق رکھتے تھے، نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ظہر کی نماز پڑھائی اور دو رکعتوں پر بیٹھنے کے بجائے کھڑے ہو گئے، چنانچہ سارے لوگ بھی ان کے ساتھ کھڑے ہو گئے، جب نماز ختم ہونے والی تھی اور لوگ آپ کے سلام پھیرنے کا انتظار کر رہے تھے تو آپ نے اللہ اکبر کہا اور سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کئے، پھر سلام پھیرا۔

۸۲۹- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ هُرْمَزٍ مَوْلَى بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ - وَقَالَ مَرَّةً: مَوْلَى رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ - أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ بَحْيَنَةَ وَهُوَ مِنْ أَزْدِ شَنْوَةَ، وَهُوَ حَلِيفُ لَبْنِي عَبْدِ مَنَافٍ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى بِهِمُ الظُّهْرَ، فَقَامَ فِي الرَّكَعَتَيْنِ الْأُولَتَيْنِ لَمْ يَجْلِسْ! فَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ، حَتَّى إِذَا قَضَى الصَّلَاةَ وَانْتَظَرَ النَّاسُ تَسْلِيمَهُ كَبَّرَ وَهُوَ جَالِسٌ، فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُسَلَّمَ، ثُمَّ سَلَّمَ.

[أطرافه في : ۸۳۰، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵،

۱۲۳۰، ۶۶۷۰].

تشریح علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ پر یوں باب منعقد فرمایا ہے باب الامر بالتشهد الاول و سقوطه بالسهو یعنی تشہد اول کے لیے حکم ہے اور وہ بھول سے رہ جائے تو سجدہ سو سے ساقط ہو جاتا ہے۔ حدیث ابن مسعودؓ میں جو لفظ ”فقلوا التحیات“ وارد ہوئے ہیں اس پر علامہ فرماتے ہیں فیہ دلیل لمن قال بوجوب التشهد الاوسط و هو احمد فی المشهود عنه واللیث و اسحاق و قول الشافعی والیہ ذهب داود ابو ثور و رواه النووری عن جمهور المحدثین یعنی اس میں ان حضرات کی دلیل ہے جو درمیانی تشہد کو واجب کہتے ہیں امام احمد سے بھی یہی منقول ہے اور دیگر ائمہ مذکورین سے بھی بلکہ امام نوویؒ نے اسے جمہور محدثین کرامؓ سے نقل فرمایا ہے۔

حدیث مذکور سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہی ثابت فرمایا ہے کہ تشہد اول اگر فرض ہوتا تو آپ اسے ضرور لوٹاتے مگر یہ ایسا ہے کہ اگر رہ جائے تو سجدہ سو سے اس کی تلافی ہو جاتی ہے۔ روایت میں عبد اللہ بن بحیینہ کے حلیف ہونے کا ذکر ہے عہد جاہلیت میں اگر کوئی شخص یا قبیلہ کسی دوسرے سے یہ عہد کر لیتا کہ میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گا، تمہارے دوست کا دوست اور دشمن کا دشمن تو اسے اس قوم کا حلیف کہا جاتا تھا صحابی مذکور بنی عبد مناف کے حلیف تھے۔

باب پہلے قعدہ میں تشہد پڑھنا

(۸۳۰) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے بکر بن مضر نے جعفر بن ربیعہ سے بیان کیا، انہوں نے اعرج سے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن مالک بن بحیینہ رضی اللہ عنہ نے، کہا کہ ہمیں رسول

۱۴۷- بَابُ التَّشَهُّدِ فِي الْأَوَّلَى

۸۳۰- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا بَكْرٌ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكِ ابْنِ بَحْيَنَةَ قَالَ: (صَلَّى

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر پڑھائی۔ آپ کو چاہیے تھا بیٹھنا لیکن آپ (بھول کر) کھڑے ہو گئے پھر نماز کے آخر میں بیٹھے ہی بیٹھے دو سجدے کئے۔

بَنَّا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الظُّهْرَ، فَقَامَ وَعَلَيْهِ جُلُوسٌ. فَلَمَّا كَانَ فِي آخِرِ صَلَاتِهِ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ. [راجع: ۸۲۹]

اور تشہد نہیں پڑھا۔ حدیث میں علیہ الجُلوس کے لفظ بتلاتے ہیں کہ آپ کو بیٹھنا چاہیے تھا مگر آپ بھول گئے جلوس سے تشہد مراد ہے۔ ترجمہ باب کی مطابقت ظاہر ہے۔

باب آخری قعدہ میں تشہد پڑھنا۔

(۸۳۱) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے شقیق بن سلمہ سے بیان کیا کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب ہم نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تو کہتے (ترجمہ) سلام ہو جبریل اور میکائیل پر سلام ہو فلاں اور فلاں پر (اللہ پر سلام) نبی کریم ﷺ ایک روز ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اللہ تو خود ”سلام“ ہے (تم اللہ کو کیا سلام کرتے ہو) اس لیے جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو یہ کہے (ترجمہ) تمام آداب بندگی، تمام عبادات اور تمام بہترین تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ آپ پر سلام ہو اے نبی اور اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہم پر سلام اور اللہ کے تمام صالح بندوں پر سلام۔ جب تم یہ کہو گے تو تمہارا سلام آسمان و زمین میں جہاں کوئی اللہ کا نیک بندہ ہے اس کو پہنچ جائے گا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔

۱۴۸ - بَابُ التَّشَهُّدِ فِي الْآخِرَةِ

۸۳۱- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ قُلْنَا: السَّلَامُ عَلَى جِبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ، السَّلَامُ عَلَى فَلَانٍ وَفُلَانٍ. فَالْتَفَتَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّلَامُ، فَإِذَا صَلَّي أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ: التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ: السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ - فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمُوهَا أَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ لِلَّهِ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ - أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ)).

[أطرافه في : ۸۳۵، ۱۲۰۲، ۶۲۳۰]

[۶۲۶۵، ۶۳۲۸، ۷۳۸۱].

تَشَهُّدٌ یہ قعدہ کی دعا ہے جسے تشہد کہتے ہیں۔ بندہ پہلے کہتا ہے کہ تحیات۔ صلوات اور طیبات اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ یہ تین الفاظ قول و فعل کے تمام محاسن کو شامل ہیں یعنی تمام خیر اور بھلائی خداوند قدوس کے لیے ثابت ہے اور اسی کی طرف سے ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ پر سلام بھیجا گیا اور اس میں خطاب کی ضمیر اختیار کی گئی کیوں کہ صحابہ کو یہ دعا سکھائی گئی تھی اور آپ اس وقت موجود تھے۔ اب جن الفاظ کے ساتھ ہمیں یہ دعا پہنچی ہے اسی طرح پڑھنی چاہیے۔ (تفہیم البغاری) سلام در حقیقت دعا ہے یعنی تم سلامت رہو اللہ پاک کو ایسی دعا دینے کی حاجت نہیں کیونکہ وہ ہر ایک آفت اور تغیر سے پاک ہے وہ ازلی ابدی ہے اس میں کوئی عیب اور نقص نہیں وہ ساری کائنات کو خود سلامتی بخشے والا اور سب کی پرورش کرنے والا ہے اسی لیے اس کا نام سلام ہوا اسی دعا میں نظر التحیات اور صلوات اور طیبات وارد ہوتے ہیں تحیات کے معنی سلامتی بقا عظمت ہر نقص سے پاکی ہر قسم کی تعظیم مراد ہے یہ عبادات

قوی پر صلوات عبادات فعلی پر اور طہیات عبادات مالی پر بھی بولا گیا ہے۔ (فتح الباری)

پس یہ تینوں قسم کی عبادات ایک اللہ ہی کے لیے مخصوص ہیں جو لوگ ان عبادات میں کسی غیر اللہ کو شریک کرتے ہیں وہ فرشتے ہوں یا انسان یا اور کچھ، وہ خالق کا حق چھین کر جو مخلوق کو دیتے ہیں۔ یہی وہ ظلم عظیم ہے جسے قرآن مجید میں شرک کہا گیا ہے جس کے متعلق اللہ کا ارشاد ہے وَ مَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَزَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَا وَاةَ النَّارِ لِعَنْ شُرَكَاءِ كُفْرِهِمْ وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَهُمْ فِيهَا قَارُونَ مِمَّا ضَالَّةً إِلَى النَّارِ وَكَانَ اللّٰهُ غَافِلًا عَنِ الْكَافِرِينَ ۚ (سورہ اعراف: ۳۸-۴۰)

دوزخ میں رہیں گے عبادات قوی میں زبان سے اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اس کا نام لینا عبادات فعلی میں رکوع سجدہ قیام عبادات مالی میں ہر قسم کا صدقہ خیرات نیاز نذر وغیرہ وغیرہ مراد ہے۔

باب (تشہد کے بعد) سلام پھیرنے سے پہلے کی دعائیں

۸۳۲- ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں عروہ بن زبیر نے خبر دی، انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں یہ دعا پڑھتے تھے (ترجمہ) اے اللہ قبر کے عذاب سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ زندگی کے اور موت کے فتنوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ دجال کے فتنہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں گناہوں سے اور قرض سے۔ کسی (یعنی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) نے آنحضور ﷺ سے عرض کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو قرض سے بہت ہی زیادہ پناہ مانگتے ہیں! اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی مقروض ہو جائے تو وہ جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ خلاف ہو جاتا ہے۔

۱۴۹- بَابُ الدُّعَاءِ قَبْلَ السَّلَامِ

۸۳۲- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنَا غُرُوزَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَدْعُو فِي الصَّلَاةِ: ((اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ. اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْمَنَامِ وَالْمَغْرَمِ)). فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ: مَا أَكْثَرَ مَا تَسْتَعِينُ مِنَ الْمَغْرَمِ؟ فَقَالَ: ((إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ، وَوَعَدَ فَأَخْلَفَ)).

[أطرافه في : ۸۳۳، ۲۳۹۷، ۶۳۶۸،

۶۲۷۵، ۶۳۷۶، ۶۳۷۷، ۷۱۲۹].

۸۳۳- اور اسی سند کے ساتھ زہری سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں دجال کے فتنے سے پناہ مانگتے سنا۔

۸۳۲- وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنَا غُرُوزَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَسْتَعِينُ فِي صَلَاتِهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَالِ)). [راجع: ۸۳۲]

وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ کے بعد بعض نسخوں میں یہ عبارت زائد ہے و قال محمد بن يوسف سمعت خلف بن عامر لقول في المسيح والمسيح ليس بينهما فرق و هما واحد احدهما عيسى عليه السلام والاخر الدجال يعني محمد بن يوسف نے کہا امام بخاری نے کہا میں نے خلف بن عمار سے سنا مسیح اور مسیح میں کچھ فرق نہیں دونوں ایک ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی مسیح اور مسیح کہہ سکتے ہیں اور

دجال کو بھی۔

۸۳۴- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ: عَلَّمَنِي دُعَاءَ أَذْوَ بِهٍ فِي صَلَاتِي. قَالَ: ((قُلِ اللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا، وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ فَاعْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ، وَارْحَمْنِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ)).

[طرفاء فی : ۶۳۲۶، ۷۳۸۸].

۱۵۰- بَابُ مَا يُتَخَيَّرُ مِنَ الدُّعَاءِ

بَعْدَ التَّشَهُّدِ، وَائِسَ بِوَاجِبِ

۸۳۵- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ الْأَعْمَشِ قَالَ حَدَّثَنِي شَقِيقٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: كُنَّا إِذَا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الصَّلَاةِ قُلْنَا: السَّلَامُ عَلَى اللَّهِ مِنْ عِبَادِهِ، السَّلَامُ عَلَى فُلَانٍ وَفُلَانٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا تَقُولُوا السَّلَامُ عَلَى اللَّهِ، فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّلَامُ، وَلَكِنْ قُولُوا: التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ! فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمْ أَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ عَبْدٌ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ - أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، ثُمَّ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. ثُمَّ

(۸۳۴) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے یزید بن ابی حبیب سے بیان کیا، ان سے ابو الخیر مرثد بن عبد اللہ نے ان سے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے، ان سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ مجھے کوئی ایسی دعا سکھا دیجئے جسے میں نماز میں پڑھا کروں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ دعا پڑھا کرو (ترجمہ) اے اللہ! میں نے اپنی جان پر (گناہ کر کے) بہت زیادہ ظلم کیا پس گناہوں کو تیرے سوا کوئی دوسرا معاف کرنے والا نہیں۔ مجھے اپنے پاس سے بھرپور مغفرت عطا فرما اور مجھ پر رحم کر کہ مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا بے شک و شبہ تو ہی ہے۔

باب تشہد کے بعد جو دعا اختیار کی جاتی ہے اس کا بیان اور یہ بیان کہ اس دعا کا پڑھنا کچھ واجب نہیں ہے۔

(۸۳۵) ہم سے مسدد بن مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے اعمش سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے شقیق نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے بیان کیا، انہوں نے فرمایا کہ (پہلے) جب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تو ہم (قعدہ میں) یہ کہا کرتے تھے کہ اس کے بندوں کی طرف سے اللہ پر سلام ہو اور فلاں پر اور فلاں پر سلام ہو۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نہ کہو کہ ”اللہ پر سلام ہو“ کیوں کہ اللہ تو خود سلام ہے۔ بلکہ یہ کہو (ترجمہ) آداب بندگان اور تمام عبادات اور تمام پاکیزہ خیراتیں اللہ ہی کے لیے ہیں آپ پر اے نبی سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں ہم پر اور اللہ کے صالح بندوں پر سلام ہو اور جب تم یہ کہو گے تو آسمان پر خدا کے تمام بندوں کو پہنچے گا آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ آسمان اور زمین کے درمیان تمام بندوں کو پہنچے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمدؐ

يَتَخَيَّرُ مِنَ الدُّعَاءِ أَعْجَبَهُ إِلَيْهِ فَيَذْعُو)). اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اس کے بعد دعا کا اختیار ہے جو اسے پسند ہو کرے۔ [راجع: ۸۳۱]

یہ لفظ عام ہے دین اور دنیا کے متعلق ہر ایک قسم کی دعا مانگ سکتا ہے اور مجھ کو حیرت ہے کہ حنفیہ نے یہ کیسے کہا ہے کہ فلاں قسم کی دعا نماز میں مانگ سکتا ہے فلاں قسم کی نہیں مانگ سکتا۔ نماز میں بندے کو اپنے مالک کی بارگاہ میں باریابی کا شرف حاصل ہوتا ہے پھر اپنی اپنی لیاقت اور حوصلے کے موافق ہر بندہ اپنے مالک سے معروضہ کرتا ہے اور مالک اپنے کرم اور رحم سے عنایت فرماتا ہے اگر صرف دین کے متعلق ہی دعائیں مانگنا نماز میں جائز ہوں اور دعائیں جائز نہ ہوں تو دوسرے مطلب کس سے مانگے صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ سے اپنی سب حاجتیں مانگو یہاں تک کہ جوتی کا تمہ بھی ٹوٹ جائے یا ہانڈی میں نمک نہ ہو تو بھی اللہ سے کہو۔ (مولانا وحید الزماں مرحوم) مترجم کا کہنا ہے کہ ادعیہ ماثورہ ہمارے بیشتر مقاصد و مطالب پر مشتمل موجود ہیں ان کا پڑھنا موجب صد برکت ہو گا حدیث نمبر ۸۳۲، ۸۳۳ و ۸۳۴ میں جامع دعائیں اور آخر میں سب مقاصد پر مشتمل پاکیزہ دعایہ کافی ہے ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار

باب اگر نماز میں پیشانی یا ناک سے مٹی لگ جائے تو نہ پونچھے جب تک نماز سے فارغ نہ ہو۔ امام بخاری نے کہا میں نے عبد اللہ بن زبیر حمیدی کو دیکھا وہ اسی حدیث سے یہ دلیل لیتے تھے کہ نماز میں اپنی پیشانی نہ پونچھے۔

(۸۳۶) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام دستوائی نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا ان سے ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے انہوں نے کہا کہ میں نے ابو سعید خدریؓ سے دریافت کیا تو آپ نے بتلایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھڑ میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔ مٹی کا اثر آپ کی پیشانی پر صاف ظاہر تھا۔

معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی پیشانی مبارک سے پانی اور کچھڑ کے نشانات کو صاف نہیں فرمایا تھا۔ امام حمیدی کے استدلال کی بنیاد یہی ہے۔

باب سلام پھیرنے کا بیان

(۸۳۷) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن شہاب زہری نے ہند بنت حارث سے حدیث بیان کی کہ (ام المؤمنین

۱۵۱- بَابُ مَنْ لَمْ يَمْسَحْ جَبْهَتَهُ وَأَنْفَهُ حَتَّى صَلَّى قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: رَأَيْتُ الْحُمَيْدِيَّ يَخْتَجُّ بِهَذَا الْحَدِيثِ أَنْ لَا يَمْسَحَ الْجَبْهَةَ فِي الصَّلَاةِ.

۸۳۶- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخَدْرِيَّ فَقَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالطِّينِ، حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّينِ فِي جَبْهَتِهِ. [راجع: ۶۶۹]

۱۵۲- بَابُ التَّسْلِيمِ

۸۳۷- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ هِنْدِ بِنْتِ الْحَارِثِ أَنَّ أُمَّ

حضرت) ام سلمہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب (نماز سے) سلام پھیرتے تو سلام کے ختم ہوتے ہی عورتیں کھڑی ہو جاتیں (باہر آنے کے لیے) اور آپ کھڑے ہونے سے پہلے تھوڑی دیر ٹھہرے رہتے تھے۔ ابن شہابؒ نے کہا میں سمجھتا ہوں اور پورا علم تو اللہ ہی کو ہے آپ اس لیے ٹھہر جاتے تھے کہ عورتیں جلدی چلی جائیں اور مرد نماز سے فارغ ہو کر ان کو نہ پائیں۔

سَلَّمَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا سَلَّمَ قَامَ النِّسَاءُ حِينَ يَقْضِي تَسْلِيمَهُ، وَمَكَثَ يَسِيرًا قَبْلَ أَنْ يَقُومَ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ : فَأَرَى - وَاللَّهُ أَغْلَمُ - أَنَّ مَكْنَاهُ لِكَيْ تَنْفُذَ النِّسَاءُ قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَهُنَّ مَنْ انْصَرَفَ مِنَ الْقَوْمِ.

[طرفاء فی : ۸۴۹، ۸۵۰].

سلام پھیرنا امام احمد اور شافعی اور مالک اور جمہور علماء اور اہل حدیث کے نزدیک فرض اور نماز کا ایک رکن ہے لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ لفظ سلام کو فرض نہیں جانتے بلکہ نماز کے خلاف کوئی کام کر کے نماز سے ٹکنا فرض جانتے ہیں اور ہماری دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیشہ سلام پھیرا اور فرمایا کہ نماز سے ٹکنا سلام پھیرنا ہے (مولانا وحید الزماں مرحوم)

تَشْرِیح

باب اس بارے میں کہ امام کے سلام پھیرتے ہی مقتدی کو بھی سلام پھیرنا چاہیے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس بات کو مستحب جانتے تھے کہ مقتدی بھی اسی وقت سلام پھیریں جب امام سلام پھیرے۔

۱۵۳- بَابُ يُسَلِّمُ حِينَ يُسَلِّمُ الْإِمَامُ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَسْتَحِبُّ إِذَا سَلَّمَ الْإِمَامُ أَنْ يُسَلِّمَ مَنْ خَلْفَهُ.

(۸۳۸) ہم سے حبان بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا کہ ہمیں معمر بن راشد نے زہری سے خبر دی، انہیں محمود بن ربیع انصاری نے انہیں عتبہ بن مالکؓ نے آپ نے فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو ہم نے بھی پھیرا۔

۸۳۸- حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ مُوسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الرَّبِيعِ عَنْ عِثْبَانَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: (صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَسَلَّمْنَا حِينَ سَلَّمَ). [راجع: ۴۲۴]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد باب یہ ہے کہ مقتدیوں کو سلام پھیرنے میں دیر نہ کرنی چاہیے بلکہ امام کے ساتھ ہی ساتھ وہ بھی سلام پھیر دیں۔

باب اس بارے میں کہ امام کو سلام کرنے کی ضرورت نہیں، صرف نماز کے دو سلام کافی ہیں۔

۱۵۴- بَابُ مَنْ لَمْ يَرِدْ السَّلَامُ عَلَى الْإِمَامِ ، وَاکْتَفَى بِتَسْلِيمِ الصَّلَاةِ

یہ باب لاکر حضرت امام بخاری نے مالکیہ کا رد کیا ہے جو کہتے ہیں کہ مقتدی ایک غیر اسلام امام کو بھی کرے۔

۸۳۹- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بن مبارک (۸۳۹) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک

نے خبر دی کہا کہ ہمیں معمر نے زہری سے خبر دی کہا کہ مجھے محمود بن ریح نے خبر دی، وہ کہتے تھے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ پوری طرح یاد ہیں اور آپ کا میرے گھر کے ڈول سے کلی کرنا بھی یاد ہے (جو آپ نے میرے منہ میں ڈالی تھی)

(۸۳۰) انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عتب بن مالک انصاری سے سنا، پھر بنی سالم کے ایک شخص سے اسکی مزید تصدیق ہوئی۔ عتب بن مالک نے کہا کہ میں اپنی قوم بنی سالم کی امامت کیا کرتا تھا۔ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضور میری آنکھ خراب ہو گئی ہے اور (برسات میں) پانی سے بھرے ہوئے نالے میرے اور میری قوم کی مسجد کے بیچ میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے مکان پر تشریف لا کر کسی ایک جگہ نماز ادا فرمائیں تاکہ میں اسے اپنی نماز کے لیے مقرر کر لوں آں حضور نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ میں تمہاری خواہش پوری کروں گا صبح کو جب دن چڑھ گیا تو نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ ابو بکر آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے (اندر آنے کی) اجازت چاہی اور میں نے دے دی۔ آپ بیٹھے نہیں بلکہ پوچھا کہ گھر کے کس حصہ میں نماز پڑھوانا چاہتے ہو۔ ایک جگہ کی طرف جسے میں نے نماز پڑھنے کیلئے پسند کیا تھا۔ اشارہ کیا۔ آپ (نماز کیلئے) کھڑے ہوئے اور ہم نے آپکے پیچھے صف بنائی۔ پھر آپ نے سلام پھیرا اور جب آپ نے سلام پھیرا تو ہم نے بھی پھیرا۔

جمہور فقہاء کے نزدیک نماز میں دو سلام ہیں۔ لیکن امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک تھا نماز پڑھنے والے کے لیے صرف ایک سلام کافی ہے اور نماز باجماعت ہو رہی ہو تو دو سلام ہونے چاہئیں۔ امام کے لیے بھی اور مقتدی کے لیے بھی۔ لیکن اگر مقتدی امام کے بالکل پیچھے ہے یعنی نہ دائیں جانب نہ بائیں جانب تو اسے تین سلام پھیرنے پڑیں گے۔ ایک دائیں طرف کے معلیوں کے لیے دو سر بائیں طرف والوں کے لیے اور تیسرا امام کے لیے۔ گویا اس سلام میں بھی انہوں نے ملاقات کے سلام کے آداب کا لحاظ رکھا ہے امام بخاری رحمہ اللہ جمہور کے مسک کی ترجمانی کر رہے ہیں۔ (تعمیم البخاری) حضرت امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کو کئی جگہ لائے ہیں اور اس سے متعدد مسائل کا استنباط فرمایا ہے۔ یہاں اس حدیث سے باب کا مطلب یوں نکلا کہ ظاہر یہ ہے کہ مقتدیوں کا سلام بھی آنحضرت ﷺ کے سلام کی طرح تھا اور اگر مقتدیوں نے کوئی تیسرا سلام کہا تو اس کو ضرور بیان کرتے یہ بھی حدیث سے نکلا کہ معذورین کے لیے اور نوافل کے لیے گھر کے کسی حصہ میں نماز کی جگہ متعین کر دی جائے تو اس کی اجازت ہے۔ یہ بھی ثابت ہے کہ کسی واقعی اہل اللہ بزرگ سے اس قسم کی درخواست جائز ہے۔

اللہ قَالَ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الرَّبِيعِ وَزَعَمَ أَنَّهُ عَقَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، وَعَقَلَ مَجَّةً مَجَّهَا مِنْ ذُلِّ كَانَتْ فِي دَارِهِمْ. [راجع: ۷۷]

۸۴۰- قَالَ : سَمِعْتُ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيَّ - ثُمَّ أَحَدَ بَنِي سَالِمٍ - قَالَ : كُنْتُ أَصَلِّي لِقَوْمِي بَنِي سَالِمٍ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ : إِنِّي أَنْكَرْتُ بَصْرِي، وَإِنَّ السُّيُولَ تَحُولُ بَيْنِي وَبَيْنَ مَسْجِدِ قَوْمِي، فَلَوَدِدْتُ أَنَّكَ جِئْتَ فَصَلَّيْتَ فِي بَيْتِي مَكَانًا أَتَّخِذُهُ مَسْجِدًا فَقَالَ : ((أَفْعَلُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ)). فَقَدَا عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَبُوبَكْرٍ مَعَهُ بَعْدَ مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ فَاسْتَاذَنَ النَّبِيَّ ﷺ فَأَذِنْتُ لَهُ، فَلَمْ يَجْلِسْ حَتَّى قَالَ : ((أَيُّنَ تُحِبُّ أَنْ أَصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ؟)) فَأَشَارَ إِلَيْهِ مِنَ الْمَكَانِ الَّذِي أَحَبَّ أَنْ يُصَلِّيَ فِيهِ، فَقَامَ فَصَفَّقْنَا خَلْفَهُ، ثُمَّ سَلَّمَ، وَسَلَّمْنَا حِينَ سَلَّمَ. [راجع: ۴۲۴]

باب نماز کے بعد ذکر الہی کرنا۔

(۸۴۱) ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں عبدالرزاق بن ہمام نے خبر دی انہوں نے کہا کہ ہمیں عبدالملک بن جریج نے خبر دی انہوں نے کہا کہ مجھ کو عمرو بن دینار نے خبر دی کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام ابو معبد نے انہیں خبر دی اور انہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ بلند آواز سے ذکر، فرض نماز سے فارغ ہونے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں جاری تھا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں ذکر سن کر لوگوں کی نماز سے فراغت کو سمجھ جاتا تھا۔

(۸۴۲) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، کہا کہ مجھے ابو معبد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے خبر دی کہ آپ نے فرمایا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ختم ہونے کو تکبیر کی وجہ سے سمجھ جاتا تھا۔ علی بن مدینی نے کہا کہ ہم سے سفیان نے عمرو کے حوالے سے بیان کیا کہ ابو معبد ابن عباس کے غلاموں میں سب سے زیادہ قابل اعتماد تھے۔ علی بن مدینی نے بتایا کہ ان کا نام نافذ تھا۔

(۸۴۳) ہم سے محمد بن ابی اکبر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے معتمر بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ عمری نے بیان کیا، ان سے سبی نے بیان کیا، ان سے ابو صالح ذکوان نے بیان کیا، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نادار لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ امیر و رئیس لوگ بلند درجات اور ہمیشہ رہنے والی جنت حاصل کر چکے حالانکہ جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتے ہیں اور جیسے ہم روزے رکھتے ہیں وہ بھی

۱۵۵- بَابُ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ

۸۴۱- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ أَبِي مَعْبُدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ: (أَنْ رَفَعَ الصَّوْتُ بِالذِّكْرِ - حِينَ يَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ - كَانَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ).

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ((كُنْتُ أَعْلَمُ إِذَا انْصَرَفُوا بِذَلِكَ إِذَا سَمِعْتُهُ)).

[طرفة في : ۸۴۲].

۸۴۲- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي مَعْبُدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنْتُ أَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلَاةِ النَّبِيِّ ﷺ بِالتَّكْبِيرِ)). قَالَ عَلِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرُو قَالَ كَانَ أَبُو مَعْبُدٍ أَصْدَقُ مَوَالِي ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ عَلِيُّ وَاسْمُهُ نَافِذٌ. [راجع: ۸۴۱]

۸۴۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ غُنَيْدٍ اللَّهِ عَنْ سَمِيِّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ الْفُقَرَاءُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوا: ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ مِنَ الْأَمْوَالِ بِالذَّرَجَاتِ الْعُلَى وَالنَّعِيمِ الْمُفْنِمِ: يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي، وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ، وَلَهُمْ

رکھتے ہیں لیکن مال و دولت کی وجہ سے انہیں ہم پر فوقیت حاصل ہے کہ اس کی وجہ سے وہ حج کرتے ہیں۔ عمرہ کرتے ہیں۔ جہاد کرتے ہیں اور صدقے دیتے ہیں (اور ہم محتاجی کی وجہ سے ان کاموں کو نہیں کر پاتے) اس پر آپ نے فرمایا کہ لو میں تمہیں ایک ایسا عمل بتاتا ہوں کہ اگر تم اس کی پابندی کرو گے تو جو لوگ تم سے آگے بڑھ چکے ہیں انہیں تم پا لو گے اور تمہارے مرتبہ تک پھر کوئی نہیں پہنچ سکتا اور تم سب سے اچھے ہو جاؤ گے سوا ان کے جو یہی عمل شروع کر دیں ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس مرتبہ تسبیح (سبحان اللہ) تحمید (الحمد للہ) تکبیر (اللہ اکبر) کہا کرو۔ پھر ہم میں اختلاف ہو گیا کسی نے کہا کہ ہم تسبیح تینتیس مرتبہ، تحمید تینتیس مرتبہ اور تکبیر چونتیس مرتبہ کہیں گے۔ میں نے اس پر آپ سے دوبارہ معلوم کیا تو آپ نے فرمایا کہ سبحان اللہ اور الحمد للہ اور اللہ اکبر کو۔ تاکہ ہر ایک ان میں سے تینتیس مرتبہ ہو جائے۔

فَضَّلَ أَمْوَالٌ يَحْجُونَ بِهَا وَيَعْتَمِرُونَ، وَيُجَاهِدُونَ وَيَتَصَدَّقُونَ. فَقَالَ: ((أَلَا أَحَدْتُكُمْ بِمَا إِنِ أَخَذْتُمْ بِهِ أَذْرَكْتُمْ مَنْ سَبَقَكُمْ، وَلَمْ يَدِرْكُمْ أَحَدٌ بَعْدَكُمْ، وَكُنْتُمْ خَيْرَ مَنْ أَنْتُمْ بَيْنَ ظَهْرَانِيهِ إِلَّا مَنْ عَمِلَ مِثْلَهُ: تُسَبِّحُونَ وَتَحْمَدُونَ وَتُكَبِّرُونَ خَلْفَ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ)). فَاخْتَلَفْنَا بَيْنَنَا: فَقَالَ بَعْضُنَا نُسَبِّحُ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَنَحْمَدُ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَنُكَبِّرُ أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ. فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ، فَقَالَ: ((تَقُولُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ حَتَّى يَكُونَ مِنْهُمْ كُلُّهُمْ ثَلَاثٌ وَثَلَاثُونَ)).

[طرفہ فی : ۶۳۲۹]

(۸۴۴) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے عبد الملک بن عمیر سے بیان کیا، ان سے مغیرہ بن شعبہ کے کاتب و راد نے، انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک خط میں لکھوایا کہ نبی کریم ﷺ ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے (ترجمہ) اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ بادشاہت اس کی ہے اور تمام تعریف اسی کے لیے ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ جسے تو دے اس سے روکنے والا کوئی نہیں اور جسے تو نہ دے اسے دینے والا کوئی نہیں اور کسی مال دار کو اس کی دولت و مال تیری بارگاہ میں کوئی نفع نہ پہنچا سکیں گے۔ شعبہ نے بھی عبد الملک سے اسی طرح روایت کی ہے۔ حسن نے فرمایا کہ (حدیث میں لفظ) جد کے معنی مال داری کے ہیں اور حکم، قاسم بن مخیمرہ سے وہ و راد کے واسطے سے اسی طرح روایت کرتے ہیں۔

۸۴۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَوْسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ وَرَادٍ كَاتِبِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: أَمَلَنِي عَلِيُّ الْمُغِيرَةِ بْنُ شُعْبَةَ - فِي كِتَابٍ إِلَى مُعَاوِيَةَ - أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُولُ فِي ذِكْرِ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ: ((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ)). وَقَالَ شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بِهَذَا وَقَالَ الْحَسَنُ: جَدُّ غَنِيٍّ وَعَنْ الْحَكَمِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَيْمِرَةَ عَنْ وَرَادٍ بِهَذَا.

[أطرافه في : ١٤٧٧، ٢٤٠٨، ٥٩٧٥،

٦٣٣٠، ٦٤٧٣، ٦٦١٥، ٧٢٩٢].

باب امام جب سلام پھیر چکے تو لوگوں کی طرف منہ کرے

١٥٦- بَابُ يَسْتَقْبِلُ الْإِمَامُ النَّاسَ إِذَا سَلَّمَ

(٨٣٥) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جریر بن عازم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو رجاء عمران بن تمیم نے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا، انہوں نے بتلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز (فرض) پڑھا چکے تو ہماری طرف منہ کرتے۔

٨٤٥- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا صَلَّى صَلَاةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بَوَجهِهِ.

[٧٠٤٧، ٦٠٩٦].

[أطرافه في : ١١٤٣، ١٣٨٦، ٢٠٨٥،

٢٧٩١، ٣٣٣٦، ٣٣٥٤، ٤٦٧٤،

اس سے صاف معلوم ہوا کہ نماز فرض کے بعد سنت طریقہ یہی ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد امام دائیں یا بائیں طرف منہ پھیر کر مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھے مگر صمد افسوس کہ ایک دیوبندی صاحب مترجم و شارح بخاری فرماتے ہیں آج کل دائیں یا بائیں طرف رخ کر کے بیٹھنے کا عام طور پر رواج ہے اس کی کوئی اصل نہیں نہ یہ سنت ہے نہ مستحب جائز ضرور ہے (تفہیم البخاری پ ٣ ص ٢٢) پھر حدیث مذکورہ و منقذہ باب کا مفہوم کیا ہے اس کا جواب فاضل موصوف یہ دیتے ہیں کہ مصنف رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اگر امام اپنے گھر جانا چاہتا ہے تو گھر چلا جائے لیکن اگر مسجد میں بیٹھنا چاہتا ہے تو سنت یہ ہے کہ دوسرے موجودہ لوگوں کی طرف رخ کر کے بیٹھے (حوالہ مذکور) ناظرین خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ فاضل شارح بخاری کے ہر دو بیانات میں کس قدر تضاد ہے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کے باب اور حدیث کا مفہوم ظاہر ہے۔

(٨٣٦) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، انہوں نے امام مالک سے بیان کیا، انہوں نے صالح بن کيسان سے بیان کیا، ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود نے بیان کیا، ان سے زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حدیبیہ میں صبح کی نماز پڑھائی اور رات کو بارش ہو چکی تھی نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے لوگوں کی طرف منہ کیا اور فرمایا معلوم ہے تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) تمہارے رب کا ارشاد ہے کہ صبح ہوئی تو

٨٤٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّهُ قَالَ: صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْحَدَنِيَّةِ - عَلَى إِبْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلَةِ - فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: ((هَلْ تَذَرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ عَزَّوَجَلَّ؟)) قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: ((أَصْبَحَ مِنْ

میرے کچھ بندے مجھ پر ایمان لائے۔ اور کچھ میرے منکر ہوئے جس نے کہا کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہمارے لیے بارش ہوئی تو وہ میرا مومن ہے اور ستاروں کا منکر اور جس نے کہا کہ فلاں تارے کے فلانی جگہ پر آنے سے بارش ہوئی وہ میرا منکر ہے اور ستاروں کا مومن۔

عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ: فَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللَّهِ وَرَحْمَتِهِ فَذَلِكَ مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ: بِنُوءِ كَذَا وَكَذَا فَذَلِكَ كَافِرٌ بِيْ وَمُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ)).

[أطرافه في : ١٠٣٨، ٤١٤٧، ٤٥٠٣].

کفر سے حقیقی کفر مراد ہے معلوم ہوا کہ جو کوئی ستاروں کو موثر جانے وہ بہ نص حدیث کافر ہے۔ پانی برسانا اللہ کا کام ہے ستارے کیا کر سکتے ہیں۔

(۸۳۷) ہم سے عبد اللہ بن منیر نے بیان کیا، انہوں نے یزید بن ہارون سے سنا، انہیں حمید ذیلی نے خبر دی، اور انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات (عشاء کی) نماز میں دیر فرمائی تقریباً آدھی رات تک۔ پھر آخر حجرہ سے باہر تشریف لائے اور نماز کے بعد ہماری طرف منہ کیا اور فرمایا کہ دوسرے لوگ نماز پڑھ کر سو چکے لیکن تم لوگ جب تک نماز کا انتظار کرتے رہے گویا نماز ہی میں رہے (یعنی تم کو نماز کا ثواب ملتا رہا)۔

۸۴۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ سَمِعَ يَزِيدَ بْنَ هَارُونَ قَالَ: أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: أَخَّرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الصَّلَاةَ ذَاتَ لَيْلَةٍ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ، ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا، فَلَمَّا صَلَّى أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ: ((إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا وَرَقَدُوا، وَإِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوا فِي صَلَاةٍ مَا أَنْتُمْظَرْتُمْ الصَّلَاةَ)).

[راجع: ۵۷۲]

ان جملہ مرویات سے ظاہر ہوا کہ سلام پھیرنے کے بعد امام مقتدیوں کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے، پھر تسبیح تہلیل کرے یا لوگوں کو مسئلہ مسائل بتلائے یا پھر اٹھ کر چلا جائے۔

باب سلام کے بعد امام اسی جگہ ٹھہر کر (نفل وغیرہ) پڑھ سکتا ہے۔

(۸۳۸) اور ہم سے آدم بن ابی ایاس نے کہا کہ ان سے شعبہ نے بیان کیا ان سے ایوب سختیانی نے ان سے نافع نے، فرمایا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر (نفل) اسی جگہ پڑھتے تھے جس جگہ فرض پڑھتے اور قاسم بن محمد بن ابی بکر نے بھی اسی طرح کیا ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ امام اپنی (فرض پڑھنے کی) جگہ پر نفل نہ پڑھے اور یہ صحیح نہیں۔

۱۵۷- بَابُ مُكُنِّهِ الْإِمَامِ فِي مُصَلَّاهُ بَعْدَ السَّلَامِ

۸۴۸- وَقَالَ لَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّي فِي مَكَانِهِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ الْفَرِيضَةُ، وَفَعَلَهُ الْفَاسِمُ، وَيَذْكُرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ: لَا يَنْطَوِّعُ الْإِمَامُ فِي مَكَانِهِ. وَلَمْ يَصِحْ.

(۸۳۹) ہم سے ابو الولید ہشام بن عبد الملک نے بیان کیا، انہوں نے

۸۴۹- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا

کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے زہری نے ہند بنت حارث سے بیان کیا ان سے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو کچھ دیر اپنی جگہ پر بیٹھے رہتے۔ ابن شہاب نے کہا اللہ بہتر جانے ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ آپ اس لیے کرتے تھے تاکہ عورتیں پہلے چلی جائیں۔

(۸۵۰) اور ابو سعید بن ابی مریم نے کہا کہ ہمیں نافع بن یزید نے خبر دی انہوں نے کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا کہ ابن شہاب زہری نے انہیں لکھ بھیجا کہ مجھ سے ہند بنت حارث فراسیہ نے بیان کیا اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیوی ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے (ہند ان کی صحبت میں رہتی تھیں) انہوں نے فرمایا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرتے تو عورتیں لوٹ کر جانے لگتیں اور نبی کریم ﷺ کے اٹھنے سے پہلے اپنے گھروں میں داخل ہو چکی ہوتیں۔

اور ابن وہب نے یونس کے واسطے سے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا اور انہیں ہند بنت حارث فراسیہ نے خبر دی اور عثمان بن عمر نے کہا کہ ہمیں یونس نے زہری سے خبر دی انہوں نے کہا کہ مجھ سے ہند قرشیہ نے بیان کیا محمد بن ولید زبیدی نے کہا کہ مجھ کو زہری نے خبر دی کہ ہند بنت حارث قرشیہ نے انہیں خبر دی۔ اور وہ بنو زہرہ کے حلیف معبد بن مقداد کی بیوی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی خدمت میں حاضر ہوا کرتی تھی اور شعیب نے زہری سے اس حدیث کو روایت کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ہند قرشیہ نے حدیث بیان کی، اور ابن ابی عتیق نے زہری کے واسطے سے بیان کیا اور ان سے ہند فراسیہ نے بیان کیا۔ لیث نے کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا اور ان سے قریش کی ایک عورت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر کے بیان کیا۔

إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ هِنْدِ بِنْتِ الْحَارِثِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا سَلَّمَ يَمْكُثُ فِي مَكَانِهِ يَسِيرًا. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَتَرَى - وَاللَّهِ أَعْلَمُ - لِكَيْ يَنْفُذَ مِنْ يَنْصَرِفُ مِنَ النِّسَاءِ)). [راجع: ۸۷۳]

۸۵۰- وَقَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ كَتَبَ إِلَيْهِ قَالَ: حَدَّثَنِي هِنْدُ بِنْتُ الْحَارِثِ الْفِرَاسِيَّةُ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ - وَكَانَتْ مِنْ صَوَاحِبَاتِهَا - قَالَتْ: (كَانَ يُسَلِّمُ فَيَنْصَرِفُ النِّسَاءُ فَيَدْخُلْنَ بُيُوتَهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَنْصَرِفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ). [راجع: ۸۳۷]

وَقَالَ ابْنُ وَهَبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي هِنْدُ الْفِرَاسِيَّةُ. وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ عَمَرَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي هِنْدُ الْفِرَاسِيَّةُ. وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ أَنَّ هِنْدَ بِنْتَ الْحَارِثِ الْفِرَاسِيَّةَ أَخْبَرَتْهُ - وَكَانَتْ تَحْتَ مَعْبَدِ بْنِ الْمِقْدَادِ وَهُوَ حَلِيفُ بَنِي زُهْرَةَ - وَكَانَتْ تَدْخُلُ عَلَى أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ. وَقَالَ شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي هِنْدُ الْفِرَاسِيَّةُ. وَقَالَ ابْنُ أَبِي عَتِيقٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدِ الْفِرَاسِيَّةِ. وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَهُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ امْرَأَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ حَدَّثَتْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

ان سندوں کے بیان کرنے سے حضرت امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ ہند کی نسبت کا اختلاف ثابت کریں کسی نے ان کو فراسیہ کہا کسی نے قرشیہ اور رد کیا اس شخص پر جس نے قرشیہ کو تعریف قرار دیا کیونکہ یث کی روایت میں اس کے قرشیہ ہونے کی تصریح ہے مگر یث کی روایت موصول نہیں ہے اس لیے کہ ہند فراسیہ یا قرشیہ نے آنحضرت سے نہیں سنا مقصد باب و حدیث ظاہر ہے کہ جہاں فرض نماز پڑھی گئی ہو وہاں نفل بھی پڑھی جاسکتی ہے مگر دیگر روایات کی بنا پر ذرا جگہ بدل لی جائے یا کچھ کلام کر لیا جائے تاکہ فرض اور نفل نمازوں میں اختلاط کا وہم نہ ہو سکے۔

۱۵۸- بَابُ مَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ فَذَكَرَ
حَاجَةً فَتَخَطَّاهُمْ
باب اگر امام لوگوں کو نماز پڑھا کر کسی کام کا خیال کرے اور
ٹھہرے نہیں بلکہ لوگوں کی گردنیں پھاندتا چلا جائے تو کیا

ہے

(۸۵۱) ہم سے محمد بن عبید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عیسیٰ بن یونس نے عمر بن سعید سے یہ حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ مجھے ابن ابی ملیکہ نے خبر دی ان سے عقبہ بن حارثؓ نے فرمایا کہ میں نے مدینہ میں نبی کریم ﷺ کی اقتداء میں ایک مرتبہ عصر کی نماز پڑھی۔ سلام پھیرنے کے بعد آپؐ جلدی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور صفوں کو چیرتے ہوئے آپؐ اپنی کسی بیوی کے حجرہ میں گئے۔ لوگ آپؐ کی اس تیزی کی وجہ سے گھبرا گئے۔ پھر جب آپؐ باہر تشریف لائے اور جلدی کی وجہ سے لوگوں کے تعجب کو محسوس فرمایا تو فرمایا کہ ہمارے پاس ایک سونے کا ڈالا (تقسیم کرنے سے) بچ گیا تھا مجھے اس میں دل لگا رہنا برا معلوم ہوا، میں نے اس کے بانٹ دینے کا حکم دے دیا۔

۸۵۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثَيْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَيْسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مَلِيكَةَ عَنْ عُقْبَةَ قَالَ: صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ الْعَصْرِ، فَسَلَّمْ، فَقَامَ مُسْرِعًا فَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ إِلَى بَعْضِ حُجَرِ نِسَائِهِ، فَفَزَعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهِ، فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ فَرَأَى أَنَّهُمْ عَجِبُوا مِنْ سُرْعَتِهِ فَقَالَ: ((ذَكَرْتُ شَيْئًا مِنْ بَيْتٍ عِنْدَنَا، فَكُرِهْتُ أَنْ يَخْبِسَنِي، فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ)).

[أطرافه في : ۱۲۲۱، ۱۴۳۰، ۶۲۷۵].

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرض کے بعد امام کو اگر کوئی فوری ضرورت معلوم ہو جائے تو وہ کھڑا ہو کر جاسکتا ہے کیوں کہ فرضوں کے سلام کے بعد امام کو خواہ مخواہ اپنی جگہ ٹھہرے رہنا کچھ لازم یا واجب نہیں ہے۔ اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کو اپنی پیغمبرانہ ذمہ داریوں کا کس شدت سے احساس رہتا تھا کہ سونے کا ایک تولا بھی گھر میں محض بطور امانت ہی ایک رات کے لیے رکھ لینا ناگوار معلوم ہوا۔ پھر ان معاندین پر پھٹکار ہو جو ایسے پاک پیغمبرِ فداہ الہی کی شان میں گستاخی کرتے اور نعوذ باللہ آپؐ پر دنیا داری کا غلط التزام لگاتے رہتے ہیں ہذا اہم اللہ

باب نماز پڑھ کر دائیں یا بائیں دونوں طرف

پھر بیٹھنا یا لوٹنا درست ہے

اور حضرت انس بن مالکؓ و دیگر دائیں اور بائیں دونوں طرف مڑتے

۱۵۹- بَابُ الْإِنْفِتَالِ وَالْإِنْجِرَافِ

عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَالِ

وَتَكَانَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ يَنْفَتِلُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ،

تھے۔ اور اگر کوئی دائیں طرف خواہ مخواہ قصد کر کے مڑتا تو اس پر آپ اعتراض کرتے تھے۔

(۸۵۲) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے سلیمان سے بیان کیا، ان سے عمارہ بن عمیر نے، ان سے اسود بن یزید نے بیان کیا کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنی نماز میں سے کچھ بھی شیطان کا حصہ نہ لگائے اس طرح کہ داہنی طرف ہی لوٹنا اپنے لیے ضروری قرار دے لے۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر بائیں طرف سے لوٹتے دیکھا۔

معلوم ہوا کہ کسی مباح یا مستحب کام کو لازم یا واجب کر لینا شیطان کا اغوا ہے ابن منیر نے کہا مستحب کام کو اگر کوئی لازم قرار دے تو وہ مکروہ ہو جاتا ہے جب مباح کام لازم قرار دینے سے شیطان کا حصہ سمجھا جائے تو جو کام مکروہ یا بدعت ہے اس کو کوئی لازم قرار دے لے اور اس کے نہ کرنے پر خدا کے بندوں کو ستائے یا ان کا عیب کرے تو اس پر شیطان کا کیا تسلط ہے سمجھ لینا چاہیے۔ ہمارے زمانہ میں یہ بلا بہت پھیلی ہے۔ بے اصل کاموں کو عوام کیا بلکہ خواص نے لازم قرار دے لیا ہے (مولانا وحید الزماں) نتیجہ فاجحہ، چلم وغیرہ سب اسی قسم کے کام ہیں۔

باب لسن، پیاز اور گندنے کے متعلق جو روایات آئی ہیں ان کا بیان

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے لسن یا پیاز بھوک یا اس کے علاوہ کسی وجہ سے کھائی ہو وہ ہماری مسجد کے پاس نہ پھٹکے۔

(۸۵۳) ہم سے مسدود بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے، عبید اللہ بکیری سے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے جنگ خیبر کے موقع پر کہا تھا کہ جو شخص اس درخت یعنی لسن کو کھائے ہوئے ہو اسے ہماری مسجد میں نہ آنا چاہیے (کچا لسن یا پیاز کھانا مراد ہے کہ اس سے منہ میں بو پیدا ہو جاتی ہے)

[۵۵۲۲، ۵۵۲۱]

(۸۵۴) ہم سے عبد اللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو

وَعِيبُ عَلَى مَنْ يَتَوَخَّى - أَوْ مَنْ يَعْمِدُ - الْإِنْفِتَالِ عَنْ يَمِينِهِ.

۸۵۲ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ عَمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: لَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ لِلشَّيْطَانِ شَيْئًا مِنْ صَلَاتِهِ يَرَى أَنَّ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ لَا يَنْصَرِفَ إِلَّا عَنْ يَمِينِهِ، لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ كَثِيرًا يَنْصَرِفُ عَنْ يَسَارِهِ.

معلوم ہوا کہ کسی مباح یا مستحب کام کو لازم یا واجب کر لینا شیطان کا اغوا ہے ابن منیر نے کہا مستحب کام کو اگر کوئی لازم قرار دے تو وہ مکروہ ہو جاتا ہے جب مباح کام لازم قرار دینے سے شیطان کا حصہ سمجھا جائے تو جو کام مکروہ یا بدعت ہے اس کو کوئی لازم قرار دے لے اور اس کے نہ کرنے پر خدا کے بندوں کو ستائے یا ان کا عیب کرے تو اس پر شیطان کا کیا تسلط ہے سمجھ لینا چاہیے۔ ہمارے زمانہ میں یہ بلا بہت پھیلی ہے۔ بے اصل کاموں کو عوام کیا بلکہ خواص نے لازم قرار دے لیا ہے (مولانا وحید الزماں) نتیجہ فاجحہ، چلم وغیرہ سب اسی قسم کے کام ہیں۔

۱۶۰ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الثُّومِ النَّيِّءِ وَالْبَصَلِ وَالْكُرَّاثِ

وَقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((مَنْ أَكَلَ الثُّومَ أَوْ الْبَصَلَ مِنَ الْجُوعِ أَوْ غَيْرِهِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا)).

۸۵۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ فِي غَزْوَةِ خَيْبَرَ: ((مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ - يَعْنِي الثُّومَ - فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا)).

[أطرافه في: ۴۲۱۵، ۴۲۱۷، ۴۲۱۸]

۸۵۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ:

عاصم ضحاک بن مخلد نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی کہ عطاء بن ابی رباح نے خبر دی کہ کہا کہ میں نے جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص یہ درخت کھائے (آپ کی مراد لسن سے تھی) تو وہ ہماری مسجد میں نہ آئے عطا نے کہا میں نے جابر سے پوچھا کہ آپ کی مراد اس سے کیا تھی۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ کی مراد صرف کچے لسن سے تھی۔ مخلد بن یزید نے ابن جریج کے واسطے سے (الانیہ کے بجائے) الانتہ نقل کیا ہے (یعنی آپ کی مراد صرف لسن کی بدبو سے تھی)

حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ - يُرِيدُ الثُّومَ - فَلَا يَغْتَسِنَا فِي مَسَاجِدِنَا)). قُلْتُ: مَا يَغْنِي بِهِ؟ قَالَ: مَا أَرَاهُ يَغْنِي إِلَّا بِنْتَهُ. وَقَالَ مَخْلَدٌ: بِنُ يُزَيْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ: إِلَّا نَسَهُ. [أطرافه في: ٨٥٥، ٥٤٥٢، ٧٣٥٩].

کسی بھی بدبو دار چیز کو مسجد میں لے جانا یا اس کے کھانے کے بعد مسجد میں جانا برا ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ لوگ اس کی بدبو سے تکلیف محسوس کریں گے اور پھر مسجد ایک پاک اور مقدس جگہ ہے جہاں خدا کا ذکر ہوتا ہے۔ آج کل بیزی سگریٹ والوں کے لیے بھی لازم ہے کہ منہ صاف کر کے بدبو دور کر کے مسواک سے منہ کو رگڑ رگڑ کر مسجد میں آئیں اگر نمازیوں کو ان کی بدبو سے تکلیف ہوئی تو ظاہر ہے کہ یہ کتنا گناہ ہو گا۔ کچا لسن، پیاز اور سگریٹ بیزی وغیرہ بدبو دار چیزوں کا ایک ہی حکم ہے اتنا فرق ضرور ہے کہ پیاز لسن کی بو اگر دور کی جا سکے تو ان کا استعمال جائز ہے جیسا کہ پکا کر ان کی بو کو دفع کر دیا جاتا ہے۔

(۸۵۵) ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن وہب نے یونس سے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے کہ عطاء جابر بن عبد اللہ سے روایت کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لسن یا پیاز کھائے ہوئے ہو تو وہ ہم سے دور رہے یا (یہ کہا کہ اسے) ہماری مسجد سے دور رہنا چاہیے یا اسے اپنے گھر میں ہی بیٹھنا چاہیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ہانڈی لائی گئی جس میں کئی قسم کی ہری ترکاریاں تھیں۔ (پیاز یا گندنا بھی) آپ نے اس میں بو محسوس کی اور اس کے متعلق دریافت کیا۔ اس سالن میں جتنی ترکاریاں ڈالی گئی تھیں وہ آپ کو بتادی گئیں۔ وہاں ایک صحابی موجود تھے آپ نے فرمایا کہ اس کی طرف یہ سالن بڑھا دو۔ آپ نے اسے کھانا پسند نہیں فرمایا اور فرمایا کہ تم لوگ کھاؤ۔ میری جن سے سرگوشی رہتی ہے تمہاری نہیں رہتی اور احمد بن صالح نے ابن وہب سے یوں نقل کیا کہ تھال آپ کی خدمت میں لائی گئی تھی۔ ابن وہب نے کہا کہ طبق جس میں ہری ترکاریاں تھیں اور لیٹھ اور ابو صفوان نے یونس سے روایت

۸۵۵- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ زَعَمَ عَطَاءُ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: ((مَنْ أَكَلَ ثُومًا أَوْ بَصَلًا فَلْيَغْتَسِلْ - أَوْ فَلْيَغْتَسِلْ مَسْجِدَنَا - وَلْيَغْتَسِلْ فِي بَيْتِهِ)). وَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَتَى بِقَدْرِ فِيهِ خَضِرَاتٌ مِنْ بُقُولٍ فَوَجَدَ لَهَا رِيحًا، فَسَأَلَ، فَأُخْبِرَ بِمَا فِيهَا مِنَ الْبُقُولِ فَقَالَ: ((قُرْبُوهَا)) - إِلَى بَعْضِ أَصْحَابِهِ كَانَ مَعَهُ - فَلَمَّا رَأَاهُ كَرِهَ أَكْلَهَا قَالَ: ((كُلْ، فَإِنِّي أَنَا جِ مِنْ لَا تَنَاجِي)). وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ ابْنِ وَهْبٍ (أَتَى بِبَذَرٍ) قَالَ ابْنُ وَهْبٍ: يَغْنِي طَبَقًا فِيهِ خَضِرَاتٌ. وَلَمْ يَذْكُرِ اللَّيْثُ وَأَبُو صَفْوَانَ عَنْ يُونُسَ

میں ہانڈی کا قصہ نہیں بیان کیا ہے۔ امام بخاریؒ نے (یا سعید یا ابن وہب نے کہا) میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ خود زہری کا قول ہے یا حدیث میں داخل ہے۔

(۸۵۶) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، ان سے عبدالوارث بن سعید نے بیان کیا، ان سے عبدالعزیز بن صہیب نے بیان کیا، کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ آپ نے نبی کریم ﷺ سے لسن کے بارے میں کیا سنا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص اس درخت کو کھائے وہ ہمارے قریب نہ آئے ہمارے ساتھ نماز نہ پڑھے۔

مقصود یہی ہے کہ ان چیزوں کو کچا کھانے سے منہ میں جو بو پیدا ہو جاتی ہے وہ دوسرے ساتھیوں کیلئے تکلیف دہ ہے لہذا ان چیزوں کے کھانے والوں کو چاہیے کہ جس طور ممکن ہو ان کی بدبو کا ازالہ کر کے مسجد میں آئیں۔ بیڑی سگریٹ کیلئے بھی یہی حکم ہے۔

باب اس بارے میں کہ بچوں کے لیے وضو اور ان پر غسل اور وضو اور جماعت، عیدین، جنازوں میں ان کی حاضری اور ان کی صفوں میں شرکت کب ضروری ہوگی اور کیوں کر ہوگی۔

(۸۵۷) ہم سے محمد بن ثنی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے سلیمان شیبانی سے سنا، انہوں نے شعبی سے، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے ایک ایسے شخص نے خبر دی جو (ایک مرتبہ) نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک اکیلی الگ تھلگ ٹوٹی ہوئی قبر سے گزر رہے تھے وہاں آنحضرت ﷺ نے نماز پڑھائی اور لوگ آپ کے پیچھے صف باندھے ہوئے تھے۔ سلیمان نے کہا کہ میں نے شعبی سے پوچھا کہ ابو عمرو آپ سے یہ کس نے بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

قِصَّةُ الْقَدْرِ، فَلَا أَذْرِي هُوَ مِنْ قَوْلِ الزُّهْرِيِّ أَوْ فِي الْحَدِيثِ. [راجع: ۸۵۴]

۸۵۶- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ أَنَسًا: مَا سَمِعْتَ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ فِي الثُّومِ؟ فَقَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ فَلَا يَقْرَبْنَا وَلَا يُصَلِّينَا مَعَنَا)). [طرفہ فی: ۵۴۵۱].

۱۶۱- بَابُ وَضُوءِ الصَّبْيَانِ، وَمَتَى يَجِبُ عَلَيْهِمُ الْغُسْلُ وَالطُّهُورُ؟ وَحُضُورِهِمُ الْجَمَاعَةَ وَالْعِيدَيْنِ وَالْجَنَائِزَ وَصُفُوفِهِمُ

۸۵۷- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ الشَّيْبَانِيَّ قَالَ: (سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْ مَرَّ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى قَبْرِ مَبْنُودٍ فَأَمَّهُمْ وَصَفُّوا عَلَيْهِ. فَقُلْتُ: يَا أَبَا عَمْرٍو مَنْ حَدَّثَكَ؟ فَقَالَ: ابْنُ عَبَّاسٍ).

[أطرافہ فی: ۱۲۴۷، ۱۳۱۹، ۱۳۲۱،

۱۳۲۲، ۱۳۲۶، ۱۳۳۶، ۱۳۴۰].

تشیع

حضرت امام بخاریؒ نے اس حدیث سے یہ ثابت فرمایا ہے کہ بچے اگرچہ نابالغ ہوں مگر ۸-۱۰ سال کی عمر میں جب وہ نماز پڑھنے لگیں تو ان کو وضو کرنا ہو گا اور وہ جماعت و عیدین و جنازہ میں بھی شرکت کر سکتے ہیں جیسا کہ یہاں اس روایت میں حضرت ابن عباسؓ کا ذکر ہے جو ابھی نابالغ تھے مگر یہاں ان کا صف میں شامل ہونا ثابت ہے پس اگرچہ بچے بالغ ہونے پر ہی مکلف

ہوں گے مگر عادت ڈالنے کے لیے نابالغی کے زمانہ ہی سے ان کو ان باتوں پر عمل کرانا چاہیے حضرت مولانا وحید الزماں صاحب مرحوم فرماتے ہیں کہ حضرت امام بخاری نے صاف یوں نہیں کہا کہ لڑکوں پر وضو واجب ہے یا نہیں کیونکہ صورت ثانی میں لڑکوں کی نماز بے وضو درست ہوتی اور صورت اولیٰ میں لڑکوں کو وضو اور نماز کے ترک پر عذاب لازم آتا صرف اس قدر بیان کر دیا جتنا حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکے آنحضرت ﷺ کے زمانے میں نماز وغیرہ میں شریک ہوتے اور یہ ان کی کمال احتیاط ہے۔ اہل حدیث کی شان یہی ہونی چاہیے کہ آیت کریمہ لَا تَقْعَمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ (الحجرات: ۱) (اللہ اور اس کے رسول سے آگے مت بڑھو) کے تحت صرف اسی پر اکتفا کریں جو قرآن و حدیث میں وارد ہو آگے بے جا رائے، قیاس، تاویل فاسدہ سے کام نہ لیں خصوصاً نص کے مقابلہ پر قیاس کرنا ایلیس کا کام ہے۔

(۸۵۸) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے صفوان بن سلیم نے عطاء سے بیان کیا، ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن ہر بالغ کے لیے غسل ضروری ہے۔

۸۵۸- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَّارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ)).

[أطرافه في: ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۹۵]

[۲۶۶۵]

معلوم ہوا کہ غسل واجب اس وقت ہوتا ہے جب کہ بچے بالغ ہو جائیں وہ بھی بصورت احتلام غسل واجب ہو گا اور غسل جمعہ کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ لوگوں کے پاس شروع اسلام میں کپڑے بہت کم تھے اس لیے کام کرنے میں پسینہ سے کپڑوں میں بدبو پیدا ہو جاتی تھی اور اسی لیے اس وقت جمعہ کے دن غسل کرنا واجب تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فراخی دی تو یہ وجوب باقی نہیں رہا اب بھی ایسے لوگوں پر غسل ضروری ہے جن کے پسینے کی بدبو سے لوگ تکلیف محسوس کریں۔ غسل صرف بالغ پر واجب ہوتا ہے اسی کو بیان کرنے کیلئے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ یہ حدیث یہاں لائے ہیں۔ امام مالکؒ کے نزدیک جمعہ کا غسل واجب ہے۔

(۸۵۹) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے عمرو بن دینار سے بیان کیا، کہا کہ مجھے کریم نے خبر دی ابن عباس سے، انہوں نے بیان کیا کہ ایک رات میں اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے یہاں سویا اور رسول کریم ﷺ بھی وہاں سو گئے۔ پھر رات کا ایک حصہ جب گزر گیا آپ کھڑے ہوئے اور ایک لٹکی ہوئی مشک سے ہلکا سا وضو کیا۔ عمرو (راوی حدیث نے) اس وضو کو بہت ہی ہلکا بتلایا (یعنی اس میں آپ نے بہت کم پانی استعمال فرمایا) پھر آپ نماز کیلئے کھڑے ہوئے اس کے بعد میں نے بھی اٹھ کر اسی طرح وضو کیا

۸۵۹- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: (بُتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ لَيْلَةً، فَنَامَ النَّبِيُّ ﷺ، فَلَمَّا كَانَ فِي بَعْضِ اللَّيْلِ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَتَوَضَّأَ مِنْ شَنْ مُمَلَّقٍ وَضَوْءًا خَفِيفًا- يُخَفِّفُهُ عَمْرُو وَيُقَلِّلُهُ جَدًّا - ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي، فَقَمَتُ فَتَوَضَّأْتُ نَحْوًا

جیسے آپؐ نے کیا تھا پھر میں آپؐ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ لیکن آپؐ نے مجھے داہنی طرف پھیر دیا پھر اللہ تعالیٰ نے جتنا چاہا آپؐ نے نماز پڑھی پھر آپؐ لیٹ رہے پھر سو گئے۔ یہاں تک کہ آپؐ خراٹے لینے لگے۔ آخر مؤذن نے آکر آپؐ کو نماز کی خبر دی اور آپؐ اسکے ساتھ نماز کے لیے تشریف لے گئے اور نماز پڑھائی مگر (نیا) وضو نہیں کیا سفیان نے کہا۔ ہم نے عمرو بن دینار سے سنا کہ لوگ کہتے ہیں کہ (سوتے وقت) آپؐ کی (صرف) آنکھیں سوتی تھیں لیکن دل نہیں سوتا تھا۔ عمرو بن دینار نے جواب دیا کہ میں نے عبید بن عمیر سے سنا وہ کہتے تھے کہ انبیاء کا خواب بھی وحی ہوتا ہے پھر عبید نے اس آیت کی تلاوت کی (ترجمہ) میں نے خواب دیکھا ہے کہ تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔

ترجمہ باب اس سے نکلا کہ حضرت ابن عباسؓ نے وضو کیا اور نماز میں شریک ہوئے حالانکہ اس وقت وہ نابالغ لڑکے تھے آیت مذکورہ سورہ صافات میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کہا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں یہاں خواب بمعنی وحی ہے صاحب خیر جاری لکھتے ہیں ولما كانت وحیاً لکم نومہم نوم غفلة مودبة الى الحدث بل نوم تبه و يقط و انتباه و انتظار للوحي الخ اور جب انبیاء کا خواب بھی وحی ہے تو ان کا سونا نہ ایسی غفلت کا سونا جس سے وضو کرنا فرض لازم آئے بلکہ وہ سونا محض ہوشیار ہونا اور وحی کا انتظار کرنے کا سونا ہے۔

۸۶۰- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ جَدَّهُ مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَطْعَامَ صَنْعَتِهِ، فَأَكَلَ مِنْهُ فَقَالَ: ((قُومُوا فَلَا تُصَلُّوا بِكُمْ)). فَقُمْتُ إِلَى حَصِيرٍ لَنَا قَدْ اسْوَدَّ مِنْ طُولِ مَا لَبِثْتُ، فَتَصَحَّنَهُ بَمَاءٍ، (فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَعِيَ وَالْعَجُوزُ مِنْ وَرَائِنَا، فَصَلَّى بِنَا رَكَعَتَيْنِ). [راجع: ۳۸۰]

۸۶۰) ہم سے اسماعیل بن اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالکؒ نے اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ سے بیان کیا، ان سے انس بن مالکؒ نے کہ (ان کی ماں) اسحاق کی دادی ملیکہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے پر بلایا جسے انہوں نے آپؐ کے لیے بطور ضیافت تیار کیا تھا۔ آپؐ نے کھانا کھایا پھر فرمایا کہ چلو میں تمہیں نماز پڑھا دوں۔ ہمارے یہاں ایک بوریہ تھا جو پرانا ہونے کی وجہ سے سیاہ ہو گیا تھا۔ میں نے اسے پانی سے صاف کیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور (پیچھے) میرے ساتھ یتیم لڑکا (ضمیرہ بن سعد) کھڑا ہوا۔ میری بوڑھی دادی (ملیکہ ام سلیم) ہمارے پیچھے کھڑی ہوئیں پھر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی۔

یہاں حضرت امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یتیم کے لفظ سے بچپن سمجھ میں آتا ہے کیوں کہ بالغ کو یتیم نہیں کہتے۔ گویا ایک بچہ جماعت میں شریک ہوا اور نبی کریم ﷺ نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار نہیں فرمایا۔ اس حدیث سے یہ بھی نکلا کہ دن کو نفل نماز ایسے مواقع پر جماعت سے بھی پڑھی جاسکتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مکان پر نفل وغیرہ نمازوں کے لئے کوئی جگہ

خصوص کر لینا بھی درست ہے۔ صحیح یہی ہے کہ حضرت ام ملیکہ اسحاق کی دادی ہیں جرم بہ جماعة و صححہ النووی بعض لوگوں نے ان کو انسؓ کی دادی قرار دیا ہے، ابن حجر کا یہی قول ہے۔

(۸۶۱) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، ان سے امام مالکؒ نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب زہری نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے، آپ نے فرمایا کہ میں ایک گدھی پر سوار ہو کر آیا۔ ابھی میں جوانی کے قریب تھا (لیکن بالغ نہ تھا) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ کے سامنے دیوار وغیرہ (آڑ) نہ تھی۔ میں صف کے ایک حصے کے آگے سے گزر کر اترآ۔ گدھی چرنے کے لئے چھوڑ دی اور خود صف میں شامل ہو گیا۔ کسی نے مجھ پر اعتراض نہیں کیا (حالانکہ میں نابالغ تھا)۔

۸۶۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ : (أَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلَى حِمَارٍ أَتَانِ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْإِخْلَامَ، وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي بِالنَّاسِ بِمِنَى إِلَى غَيْرِ جِدَارٍ، فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ، فَتَوَلَّيْتُ وَأَرْسَلْتُ الْأَتَانَ تَوَلَّعَ، وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ، فَلَمْ يُنْكِرْ ذَلِكَ عَلَيَّ أَحَدٌ). [راجع: ۷۶]

اس حدیث سے بھی امام بخاریؒ نے باب کا مطلب ثابت کیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اس وقت نابالغ تھے، ان کا صف میں شریک ہونا اور وضو کرنا نماز پڑھنا ثابت ہوا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بلوغت سے پہلے بھی لڑکوں کو ضرور ضرور نماز کی عادت ڈالونی چاہئے۔ اسی لئے سات سال کی عمر سے نماز کا حکم کرنا ضروری ہے اور دس سال کی عمر ہونے پر ان کو دھمکا کر بھی نماز کا عادی بنانا چاہئے۔

(۸۶۲) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات عشاء میں دیر کی اور عیاش نے ہم سے عبد الاعلیٰ سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے معمر نے زہری سے بیان کیا، ان سے عروہ نے، اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء میں ایک مرتبہ دیر کی۔ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آواز دی کہ عورتیں اور بچے سو گئے۔ انہوں نے فرمایا کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئے اور فرمایا کہ (اس وقت) روئے زمین پر تمہارے سوا اور کوئی اس نماز کو نہیں پڑھتا، اس زمانہ میں مدینہ والوں کے سوا اور کوئی نماز

۷۶۲- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ : (أَعْتَمَ النَّبِيُّ ﷺ). قَالَ عِيَّاشٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : (أَعْتَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الْعِشَاءِ حَتَّى نَادَاهُ غَمْرٌ: قَدْ نَامَ النِّسَاءُ وَالصَّبِيَّانُ) قَالَتْ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ : ((إِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِنَ أَهْلِ الْأَرْضِ يُصَلِّي هَذِهِ الصَّلَاةَ غَيْرَكُمْ. وَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ يَوْمَئِذٍ يُصَلِّي غَيْرَ

نہیں پڑھتا تھا۔

أَهْلُ الْمَدِينَةِ)). [راجع: ۵۶۶]

اس لئے کہ اسلام صرف مدینہ میں محدود تھا، خاص طور پر نماز باجماعت کا سلسلہ مدینہ ہی میں تھا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے باب کا مطلب یوں نکالا کہ اس وقت عشاء کی نماز پڑھنے کے لئے بچے بھی آتے رہتے ہوں گے، جہی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عورتیں اور بچے سو گئے۔ پس جماعت میں عورتوں کا مع بچوں کے شریک ہونا بھی ثابت ہوا والظاهر من كلام عمر انه شاهد النساء اللاتي حضرن في المسجد قد نمن وصبيان معهن (حاشیہ بخاری) یعنی ظاہر کلام عمر سے یہی ہے کہ انہوں نے ان عورتوں کا مشاہدہ کیا جو مسجد میں اپنے بچوں سمیت نماز عشاء کے لئے آئی تھیں اور وہ سو گئیں جب کہ ان کے بچے بھی ان کے ساتھ تھے۔

(۸۶۳) ہم سے عمرو بن علی فلاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبد الرحمن بن عباس نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا اور ان سے ایک شخص نے یہ پوچھا تھا کہ کیا تم نے (عورتوں کا) نکلنا عید کے دن آنحضرت ﷺ کے ساتھ دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں دیکھا ہے اگر میں آپ کا رشتہ دار عزیز نہ ہوتا تو کبھی نہ دیکھتا (یعنی میری کم سنی اور قربت کی وجہ سے آنحضرت مجھ کو اپنے ساتھ رکھتے تھے) کثیر بن صلت کے مکان کے پاس جو نشان ہے پہلے وہاں آپ تشریف لائے وہاں آپ نے خطبہ سنایا پھر آپ عورتوں کے پاس تشریف لائے اور انہیں بھی وعظ و نصیحت کی۔ آپ نے ان سے خیرات کرنے کے لئے کہا۔ چنانچہ عورتوں نے اپنے چھلے اور انگوٹھیاں اتار اتار کر بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں ڈالنی شروع کر دیئے۔ آخر آنحضور ﷺ بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ گھر تشریف لائے۔

۸۶۳- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبَّاسٍ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ لَهُ رَجُلٌ: شَهِدْتَ الْخُرُوجَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَلَوْ لَا مَكَانِي مِنْهُ مَا شَهِدْتُهُ - يَغْنِي مِنْ صِغَرِهِ - ((الْعَلَمُ الَّذِي عِنْدَ دَارِ كَثِيرِ بْنِ الصَّلْتِ، ثُمَّ خَطَبَ، ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ فَوَعَّظَهُنَّ وَذَكَرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَتَصَدَّقْنَ، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُهْوِي بِيَدِهَا إِلَى خَلْقِهَا تُلْقِي فِي نَوْبِ بِلَالٍ، ثُمَّ أَتَى هُوَ وَبِلَالٌ الْبَيْتَ)).

[راجع: ۹۸]

حضرت ابن عباس کسن تھے، باوجود اس کے عید میں شریک ہوئے، ہمیں سے ترجمہ باب نکلتا ہے اور اس سے عورتوں کا عید گاہ میں جانا بھی ثابت ہوا۔ چونکہ احناف کے ہاں عید گاہ میں عورتوں کا جانا جائز نہیں ہے، اس لئے ایک دیوبندی ترجمہ بخاری میں یہاں ترجمہ ہی بدل دیا گیا ہے چنانچہ وہ ترجمہ یوں کرتے ہیں ”ان سے ایک شخص نے یہ پوچھا کہ کیا نبی کریم ﷺ کے ساتھ آپ عید گاہ گئے تھے“ حالانکہ پوچھا یہ جارہا تھا کہ کیا تم نے عید کے دن نبی کریم ﷺ کے ساتھ عورتوں کا نکلنا دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں ضرور دیکھا ہے۔ یہ بدلا ہوا ترجمہ دیوبندی تفہیم البخاری، پارہ: ۴/ ص: ۳۲ پر دیکھا جاسکتا ہے۔ غالباً ایسے ہی حضرات کے لئے کہا گیا ہے خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں وفقنا الله لما يحب ويرضى آمين

۱۶۲- بَابُ خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى

باب عورتوں کا رات میں اور (صبح کے وقت) اندھیرے میں

مسجدوں میں جانا

الْمَسَاجِدِ بِاللَّيْلِ وَالْغَلَسِ

(۸۶۴) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا، آپؐ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ عشاء کی نماز میں اتنی دیر کی کہ عمر رضی اللہ عنہ کو کنا پڑا کہ عورتیں اور بچے سو گئے۔ پھر نبی کریم ﷺ (حجرے سے) تشریف لائے اور فرمایا کہ دیکھو روئے زمین پر اس نماز کا (اس وقت) تمہارے سوا اور کوئی انتظار نہیں کر رہا ہے۔ ان دنوں مدینہ کے سوا اور کہیں نماز نہیں پڑھی جاتی تھی اور لوگ عشاء کی نماز شفق ڈوبنے کے بعد سے رات کی پہلی تہائی گزرنے تک پڑھا کرتے تھے۔

[راجع: ۵۶۶]

معلوم ہوا کہ عورتیں بھی نماز کے لئے حاضر تھیں، تب ہی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ جملہ باآواز بلند فرمایا تاکہ آپ ﷺ تشریف لائیں اور نماز پڑھائیں۔ ترجمہ باب اسی سے نکلتا ہے کہ عورتیں اور بچے سو گئے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں بھی رات کو عشاء کی نماز کے لئے مسجد میں آیا کرتیں۔ اس کے بعد جو حدیث امام بخاریؒ نے بیان کی، اس سے بھی یہی نکلتا ہے کہ رات کو عورت مسجد میں جا سکتی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ کی بندوں کو اللہ کی مسجدوں میں جانے سے نہ روکو۔ یہ حدیثیں اس کو خاص کرتی ہیں یعنی رات کو روکنا منع ہے۔ اب عورتوں کا جماعت میں آنا مستحب ہے یا مباح اس میں اختلاف ہے۔ بعضوں نے کہا جو ان عورت کو مباح ہے اور بوڑھی کو مستحب۔ حدیث سے یہ بھی نکلا کہ عورتیں ضرورت کے لئے باہر نکل سکتی ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ نے کہا میں عورتوں کا جمعہ میں آنا مکروہ جانتا ہوں اور بڑھیا عشاء اور فجر کی جماعت میں آ سکتی ہے اور نمازوں میں نہ آئے اور ابو یوسفؒ نے کہا بڑھیا ہر ایک نماز کے لئے مسجد میں آ سکتی ہے اور جو ان کا آنا مکروہ ہے۔ قسطلانی (مولانا وحید الزماں مرحوم) حضرت امام ابو حنیفہؒ کا قول خلاف حدیث ہونے کی وجہ سے حجت نہیں جیسا کہ خود حضرت امامؒ کی وصیت ہے کہ میرا قول خلاف حدیث چھوڑ دو۔

(۸۶۵) ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے حنظلہ بن ابی سفیان سے بیان کیا، ان سے سالم بن عبد اللہ بن عمر نے، ان سے ان کے باپ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے، وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے تھے کہ آپؐ نے فرمایا کہ اگر تمہاری بیویاں تم سے رات میں مسجد آنے کی اجازت مانگیں تو تم لوگ انہیں اس کی اجازت دے دیا کرو۔

عبید اللہ کے ساتھ اس حدیث کو شعبہ نے بھی اغمش سے روایت کیا، انہوں نے مجاہد سے، انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے۔

۸۶۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ حَنْظَلَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((إِذَا اسْتَأْذَنَكُمْ نِسَاءُكُمْ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسْجِدِ فَأَذِّنُوا لَهُنَّ)).

تَابَعَهُ شُعْبَةُ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

[أطرافه في : ۸۷۳، ۸۹۹، ۹۰۰]

[۵۲۳۸]

۱۶۳- بَابُ انْتِظَارِ النَّاسِ قِيَامَ

الْإِمَامِ الْعَالِمِ

۸۶۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُثْمَانُ بْنُ غُمَرَ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي هِنْدُ بِنْتُ الْحَارِثِ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهَا ((أَنَّ النَّسَاءَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كُنَّ إِذَا سَلَمْنَ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ قُمْنَ وَبَتَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَمَنْ صَلَّى مِنَ الرِّجَالِ مَا شَاءَ اللَّهُ، فَإِذَا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَامَ الرِّجَالُ)).

اس حدیث سے بھی عورتوں کا جماعت میں شریک ہونا ثابت ہوا۔

۸۶۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ ح. وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عُمَرَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: ((إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِيُصَلِّيَ الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفَ النَّسَاءُ مُتَلَفَعَاتٍ بِمُرُوطِهِنَّ مَا يَعْرِفْنَ مِنَ الْغَلَسِ)).

[راجع: ۳۷۲]

۸۶۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِينٍ قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرٌ قَالَ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنِّي لَأَقُومُ إِلَى الصَّلَاةِ

باب لوگوں کا نماز کے بعد امام کے اٹھنے

کا انتظار کرنا

(۸۶۶) ہم سے عبد اللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عثمان بن عمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں یونس بن یزید نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے ہند بنت حارث نے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں عورتیں فرض نماز سے سلام پھیرنے کے فوراً بعد (باہر آنے کے لئے) اٹھ جاتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ اور مرد نماز کے بعد اپنی جگہ بیٹھے رہتے۔ جب تک اللہ کو منظور ہوتا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے تو دوسرے مرد بھی کھڑے ہو جاتے۔

(۸۶۷) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، انہوں نے امام مالک سے بیان کیا۔ (دوسری سند) اور ہم سے عبد اللہ بن یوسف تميمی نے بیان کیا، انہیں امام مالک نے یحییٰ بن سعید انصاری سے خبر دی، انہیں عمرہ بنت عبد الرحمن نے، ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز پڑھ لیتے پھر عورتیں چادریں لپیٹ کر (اپنے گھروں کو) واپس ہو جاتی تھیں۔ اندھیرے سے ان کی پہچان نہ ہو سکتی۔

(۸۶۸) ہم سے محمد بن مسکین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے بشر بن بکر نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام اوزاعی نے خبر دی، کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن ابی قتادہ انصاری نے، ان سے ان کے والد ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں، میرا

وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أَطَوَّلَ فِيهَا، فَاسْمَعْ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَاتَّجَوَّزْ فِي صَلَاتِي كِرَاهِيَةً أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمِّهِ)). [راجع: ۷۰۷]

ارادہ یہ ہوتا ہے کہ نماز لمبی کروں لیکن کسی بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز کو مختصر کر دیتا ہوں کہ مجھے اس کی ماں کو تکلیف دینا برا معلوم ہوتا ہے۔

تشیخ فاتحوزائے فاخفف قال ابن سابط التجوز ههنا يراد به تقليل القراءة والدليل عليه ما رواه ابن أبي شيبة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قرا في الركعة الاولى بسورة نحو ستين آية فسمع بكاء صبي فقرا في الثانية بثلاث آيات ومطابقة الحديث للترجمة تفهم من قوله كراهية ان اشق على امة لانه يدل على حضور النساء الى المساجد مع النبي صلى الله عليه وسلم وهو اعم من ان يكون بالليل او بالنهار قاله العيني (حاشية بخاری شریف، ص: ۱۳۰) یعنی یہاں تخفیف کرنے سے قرأت میں تخفیف مراد ہے جیسا کہ ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے پہلی رکعت میں تقریباً ساٹھ آیتیں پڑھیں جب کسی بچے کا رونا معلوم ہوا تو دوسری رکعت میں آپؐ نے صرف تین آیتوں پر اکتفا فرمایا اور باب اور حدیث میں مطابقت اس سے ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ میں عورتوں کی تکلیف کو کمزور جانتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ کے ساتھ عورتیں مساجد میں حاضر ہوا کرتی تھیں رات ہو یا دن یہ عام ہے۔

۸۶۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: (لَوْ أَذْرَكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا أَخَذَتْ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ). قُلْتُ لِعَمْرَةَ: أَوْ مُنِعْنَ؟ قَالَتْ: نَعَمْ.

(۸۶۹) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تیشی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالکؒ نے یحییٰ بن سعید سے خبر دی، ان سے عمرو بنت عبد الرحمن نے، ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے، انہوں نے فرمایا کہ آج عورتوں میں جو نئی باتیں پیدا ہو گئی ہیں اگر رسول کریم ﷺ انہیں دیکھ لیتے تو ان کو مسجد میں آنے سے روک دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا۔ میں نے پوچھا کیا بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں۔

تشیخ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس سے یہ نہیں نکلتا کہ ہمارے زمانے میں عورتوں کو مسجد میں جانا منع ہے کیونکہ آنحضرتؐ نے نہ یہ زمانہ پایا نہ منع کیا اور شریعت کے احکام کسی کے قیاس اور رائے سے نہیں بدل سکتے۔ مولانا وحید الزماں مرحوم فرماتے ہیں کہ یہ ام المؤمنین کی رائے تھی کہ اگر آنحضرتؐ یہ زمانہ پاتے تو ایسا کرتے اور شاید ان کے نزدیک عورتوں کا مسجد میں جانا منع ہو گا اس لئے بہتر یہ ہے کہ فساد اور فتنے کا خیال رکھا جائے اور اس سے پرہیز کیا جائے کیونکہ آنحضرتؐ نے بھی خوشبو لگا کر اور زینت کر کے عورتوں کو نکلنے سے منع کیا۔ اسی طرح رات کی قید بھی لگائی اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جب یہ حدیث بیان کی کہ اللہ کی لونڈیوں کو اللہ کی مسجدوں میں جانے سے نہ روکو تو ان کے بیٹے واقد یا بلال نے کہا ہم تو روکیں گے۔ عبد اللہ نے ان کو ایک گھونٹ لگایا اور سخت ست کہا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ مرنے تک بات نہ کی اور یہی سزا ہے اس تلافی کی جو آنحضرتؐ کی حدیث سن کر سر نہ جھکائے اور ادب کے ساتھ تسلیم نہ کرے۔ وکیع نے کہا کہ شعار یعنی قربانی کے اونٹ کا کوہان چیر کر خون نکال دینا سنت ہے۔ ایک شخص بولا ابو حنیفہ تو اس کو مشکہ کہتے ہیں۔ وکیع نے کہا تو اس لائق ہے کہ قید رہے جب تک توبہ نہ کرے، میں تو آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تو ابو حنیفہؒ کا قول لاتا ہے۔ اس روایت سے مقلدین بے انصاف کو سبق لینا چاہئے اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے اور ان کے سامنے کوئی حدیث کے خلاف کسی جہمت کا قول لاتا تو گردن مارنے کا حکم دیتے ارے لوگو ہائے خرابی یہ ایمان ہے یا کفر کہ پیغمبر کا فرمودہ سن کر پھر دوسروں کی رائے اور قیاس کو اس کے خلاف منظور کرتے ہو تم جانو اپنے پیغمبر کو جو جواب

قیامت کے دن دینا ہو وہ دے لینا وما علینا الا البلاغ (مولانا وحید الزماں)

۱۶۴- بَابُ صَلَاةِ النِّسَاءِ خَلْفَ

الرِّجَالِ

۸۷۰- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ قَالَ:

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدَ بِنْتِ الْحَارِثِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: (كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا سَلَّمَ قَامَ النِّسَاءُ حِينَ يَقْضِي تَسْلِيمَهُ، وَيَمْكُثُ هُوَ فِي مَقَامِهِ يَسِيرًا قَبْلَ أَنْ يَقُومَ. قَالَ: نَرَى - وَاللَّهِ أَغْلَمُ - أَنَّ ذَلِكَ كَانَ لِكَيْ يَنْصَرِفَ النِّسَاءُ قَبْلَ أَنْ يُذْرِكَهُنَّ الرِّجَالُ.

۸۷۱- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ إِسْحَاقَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: (صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ فِي بَيْتِ أُمِّ سَلِيمٍ فَقَمْتُ وَتَيَّمْتُ خَلْفَهُ. وَأُمُّ سَلِيمٍ خَلْفًا).

[راجع: ۳۸۰]

۱۶۵- بَابُ سُرْعَةِ انْصِرَافِ النِّسَاءِ

مِنَ الصُّبْحِ وَقَلَّةِ مَقَامِهِنَّ فِي

الْمَسْجِدِ

۸۷۲- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَ:

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي الصُّبْحَ بَغْلَسٍ فَيَنْصَرِفُ نِسَاءَ الْمُؤْمِنِينَ لَا يُعْرِفْنَ مِنَ الْغَلَسِ، أَوْ

باب عورتوں کا مردوں کے پیچھے

نماز پڑھنا

(۸۷۰) ہم سے یحییٰ بن قزعة نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے زہری سے بیان کیا، ان سے ہند بنت حارث نے بیان کیا، ان سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو آپ کے سلام پھیرتے ہی عورتیں چانے کے لئے اٹھ جاتی تھیں اور آنحضورؐ تھوڑی دیر ٹھہرے رہتے کھڑے نہ ہوتے۔ زہری نے کہا کہ ہم یہ سمجھتے ہیں، آگے اللہ جانے، یہ اس لئے تھا تاکہ عورتیں مردوں سے پہلے نکل جائیں۔

(۸۷۱) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ابن عیینہ نے بیان کیا، ان سے اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ نے، ان سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے (میری ماں) ام سلیم کے گھر میں نماز پڑھائی۔ میں اور یتیم مل کر آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور ام سلیم رضی اللہ عنہا ہمارے پیچھے تھیں۔

باب صبح کی نماز پڑھ کر عورتوں کا

جلدی سے چلا جانا اور مسجد

میں کم ٹھہرنا

(۸۷۲) ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سعید بن منصور نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے فلح بن سلیمان نے عبد الرحمن بن قاسم سے بیان کیا، ان سے ان کے باپ (قاسم بن محمد بن ابی بکر) نے ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز منہ اندھیرے پڑھتے تھے۔ مسلمانوں کی عورتیں جب (نماز پڑھ کر) واپس ہوتیں تو اندھیرے کی وجہ سے ان کی پہچان نہ ہوتی یا وہ ایک دوسری

لَا يَغْرِفُ بَعْضُهُنَّ بَعْضًا)). [راجع: ۳۷۲] کو نہ پہچان سکتیں۔

تَشْرِیح

نماز ختم ہوتے ہی عورتیں واپس ہو جاتی تھیں۔ اس لئے ان کی واپسی کے وقت بھی اتنا اندھیرا رہتا تھا کہ ایک دوسری کو پہچان نہیں سکتی تھی۔ لیکن مرد فجر کے بعد عام طور سے نماز کے بعد مسجد میں کچھ دیر کے لئے ٹھہرتے تھے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کو اللہ پاک نے اجتہاد کا درجہ کامل عطا فرمایا تھا۔ اسی بنا پر آپ نے اپنی جامع الصحیح میں ایک ایک حدیث سے بہت سے مسائل کا استخراج فرمایا ہے حدیث مذکور پیچھے بھی کئی بار مذکور ہو چکی ہے۔ حضرت امام نے اس سے فجر کی نماز اول وقت غسل میں پڑھنے کا اثبات فرمایا ہے۔ اور یہاں عورتوں کا شریک جماعت ہونا اور سلام کے بعد ان کا فوراً مسجد سے چلے جانا وغیرہ مسائل بیان فرمائے ہیں۔ تعجب ہے ان عقل کے دشمنوں پر جو حضرت امام جیسے مجتہد مطلق کی روایت کا انکار کرتے اور آپ کو صرف روایت کا امام تسلیم کرتے ہیں حالانکہ روایت اور درایت ہر دو میں آپ کی مہارت تامہ ثابت ہے اور مزید خوبی یہ کہ آپ کی درایت و تفقہ کی بنیاد محض قرآن و حدیث پر ہے رائے اور قیاس پر نہیں جیسا کہ دوسرے ائمہ مجتہدین میں سے بعض حضرات کا حال ہے جن کے تفقہ کی بنیاد محض رائے اور قیاس پر ہے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے جو مقام عطا فرمایا تھا وہ امت میں بہت کم لوگوں کے حصہ میں آیا ہے۔ اللہ نے آپ کو پیدا ہی اس لئے فرمایا تھا کہ شریعت محمدیہ کو قرآن و سنت کی بنیاد پر اس درجہ منضبط فرمائیں کہ قیامت تک کے لئے امت اس سے بے نیاز ہو کر بے دھڑک شریعت پر عمل کرتی رہے۔ آیت شریفہ ﴿وَأَخْرَجْنَا مِنْهُمْ لَنَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ﴾ (البقرہ: ۳) کے مصداق بے شک و شبہ ان ہی محدثین کرام رحمہم اللہ المجمعین کی جماعت ہے۔

باب عورت مسجد جانے کے لئے

۱۶۶- بَابُ اسْتِئْذَانِ الْمَرْأَةِ

اپنے خاوند سے اجازت لے

رَوْحَهَا بِالْخُرُوجِ إِلَى الْمَسْجِدِ

(۸۷۳) ہم سے مسد بن مسہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے معمر نے، ان سے زہری نے، ان سے سالم بن عبد اللہ بن عمر نے، ان سے ان کے باپ نے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کی بیوی (نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آنے کی) اس سے اجازت مانگے تو شوہر کو چاہئے کہ اس کو نہ روکے۔

۸۷۳- حَدَّثَنَا مُسَدُّ بْنُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا اسْتَأْذَنْتِ امْرَأَةٌ أَحَدَكُمْ فَلَا يَمْنَعُهَا».

[راجع: ۸۶۵]

تَشْرِیح

اجازت دے اس لئے کہ بیوی کوئی ہماری لونڈی نہیں ہے بلکہ ہماری طرح وہ بھی آزاد ہے صرف معاہدہ نکاح کی وجہ سے وہ ہمارے ماتحت ہے۔ شریعت محمدی میں عورت اور مرد کے حقوق برابر تسلیم کئے گئے ہیں اب اگر اس زمانہ کے مسلمان اپنی شریعت کے برخلاف عورتوں کو قیدی اور لونڈی بنا کر رکھیں تو اس کا الزام ان پر ہے نہ کہ شریعت محمدی پر۔ جن پادریوں نے شریعت محمدی کو بدنام کیا ہے کہ اس شریعت میں عورتوں کو مطلق آزادی نہیں، یہ ان کی نادانی ہے۔ (مولانا وحید الزماں مرحوم) حنفیہ کے ہاں مساجد میں نماز کے لئے عورتوں کا آنا درست نہیں ہے، اس سلسلہ میں ان کی بڑی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے جس کے الفاظ یہ ہیں قالت لودرک النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل اخرجہ الشیخان یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگر نبی کریم ﷺ ان چیزوں کو پالیتے جو آج عورتوں نے نئی ایجاد کر لی ہیں تو آپ ان کو مساجد سے منع فرما دیتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا۔ اس کے جواب میں المحدث الکبیر علامہ عبد الرحمن

مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب ابرار الحسن فی تنقید آثار السنن، ص: ۱۰۱ پر فرماتے ہیں لا یترب علی ذالک تغیر الحکم لانہا علقتہ علی شرط لم یوجد بناء علی ظن ظفہ فقالت لورای لمنع فیقال لم یرد ولم یمنع فاستمر الحکم حتی ان عائشۃ لم تصرح بالمنع وان کان کلامہا یشعر بانہا کانت تری المنع وایضا فقد علم اللہ سبحانہ ماسیحدثن فما اوحی الی نبیہ بمنعہن ولو کان ما احدثن یتسلزم منعنہن من المساجد لکان منعنہن من غیرہا کالاسواق اولی وایضا فالاحداث انما وقع من بعض النساء لا من جمیعہن فان تعین المنع فلیکن لم احدث قالہ الحافظ فی فتح الباری (ج: ۱ ص: ۴۷۱) وقال فیہ والاولی ان ینظر الی ما یخشی منہ الفساد فیجتنب لاشارته صلی اللہ علیہ وسلم الی ذالک بمنع التطیب والزینۃ وكذلك التقیید باللیل انتہی اس عبارت کا خلاصہ یہ کہ اس قول عائشہؓ کی بنا پر مساجد میں عورتوں کی حاضری کا حکم متغیر نہیں ہو سکتا اس لئے کہ حضرت عائشہؓ نے اسے جس شرط کے ساتھ معلق فرمایا وہ پائی نہیں گئی۔ انہوں نے یہ گمان کیا کہ اگر آنحضرتؐ دیکھتے تو منع فرما دیتے۔ پس کہا جاسکتا ہے کہ نہ آپؐ نے دیکھا نہ منع فرمایا پس حکم نبویؐ اپنی حالت پر جاری رہا یہاں تک کہ خود حضرت عائشہؓ بھی منع کی صراحت نہیں فرمائی اگرچہ ان کے کلام سے منع کے لئے اشارہ نکلتا ہے اور یہ بھی ہے کہ اللہ پاک کو ضرور معلوم تھا کہ آئندہ عورتوں میں کیا کیائے امور پیدا ہوں گے مگر پھر بھی اللہ پاک نے اپنے رسول کریم ﷺ کی طرف عورتوں کو مساجد سے روکنے کے بارے میں وحی نازل نہیں فرمائی اور اگر عورتوں کی نئی نئی باتوں کی ایجاب پر ان کو مساجد سے روکنا لازم آتا تو مساجد کے علاوہ دوسرے مقامات بازار وغیرہ سے بھی ان کو ضرور ضرور منع کیا جاتا اور یہ بھی ہے کہ نئے نئے امور کا احداث بعض عورتوں سے وقوع میں آیا نہ سب ہی سے۔ پس اگر منع کرنا ہی متعین ہوتا تو صرف ان ہی عورتوں کے لئے ہونا تھا جو احداث کی مرتکب ہوتی ہوں۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں ایسا فرمایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ ان امور پر غور کیا جائے جن سے فساد کا ڈر ہو پس ان سے پرہیز کیا جائے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عورتوں کے لئے خوشبو استعمال کر کے یا زیب و زینت کر کے نکلتا منع ہے، اسی طرح رات کی بھی قید لگائی گئی۔ مقصد یہ کہ حنفیہ کا قول عائشہؓ کی بنا پر عورتوں کو مساجد سے روکنا درست نہیں ہے اور عورتیں قیود شرعی کے تحت مساجد میں جا کر نماز باجماعت میں شرکت کر سکتی ہیں۔ عید گاہ میں ان کی حاضری کے لئے خصوصی تاکید ہوئی ہے جیسا کہ اپنے مقام پر مفصل بیان کیا گیا ہے۔

عورات بنی اسرائیل کی مخالفت کے بارے میں حضرت مولانا مرحوم فرماتے ہیں قلت منع النساء المساجد کان فی بنی اسرائیل ثم اباح اللہ لهن الخروج الی المساجد لامة محمد صلی اللہ علیہ وسلم ببعض القيود كما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا استاذنکم النساء باللیل الی المساجد فاذنوا لهن وقال لاتمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ الخ (حوالہ مذکور) یعنی میں کہتا ہوں کہ عورتوں کو بنی اسرائیل کے دور میں مساجد سے روک دیا گیا تھا پھر امت محمد ﷺ میں اسے بعض قیود کے ساتھ مباح کر دیا گیا جیسا کہ فرمان رسالت ہے کہ رات میں جب عورتیں تم سے مساجد میں نماز پڑھنے کی اجازت مانگیں تو تم ان کو اجازت دے دو اور فرمایا کہ اللہ کی مساجد سے اللہ کی بندیوں کو منع نہ کرو جیسا کہ یہاں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی روایات بکثرت آئی ہیں اس لئے مناسب ہو گا کہ قارئین کرام کو ان بزرگوں کے مختصر حالات زندگی سے واقف کرا دیا جائے تاکہ ان حضرات کی زندگی ہمارے لئے بھی مشعل راہ بن سکے یہاں بھی متعدد احادیث ان حضرات سے مروی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما!

حضور نبی کریمؐ کے چچا زاد بھائی تھے والدہ گرامی کا نام ام فضل لبابہ اور باپ کا نام حضرت عباس تھا۔ ہجرت سے صرف تین سال پیشتر اس احاطہ میں پیدا ہوئے جہاں حضور نبی کریمؐ اپنے تمام خاندان والوں کے ساتھ قید عمن میں محصور تھے۔ آپ کی والدہ گرامی بہت پیشتر ایمان لا چکی تھیں اور گو آپ کا اسلام لانا فتح مکہ کے بعد کا واقعہ بتایا جاتا ہے تاہم ایک مسلم ماں کی آغوش میں آپ اسلام سے

پوری طرح مانوس ہو چکے تھے اور پیدا ہوتے ہی حضور نبی کریمؐ کا لعاب دہن آپ کے منہ میں پڑ چکا تھا۔ بچپن ہی سے آپ کو حضور نبی کریمؐ سے استفادہ و صحبت کا موقع ملا اور اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے یہاں آتے اور حضورؐ کی دعائیں لیتے رہے، اسی عمر میں کئی بار حضورؐ کے ساتھ نماز پڑھنے کا بھی اتفاق ہوا۔

ابھی تیرہ ہی سال کے تھے کہ حضورؐ نے رحلت فرمائی۔ عہد فاروقی میں سن شباب کو پہنچ کر اس عہد کی علمی صحبتوں میں شریک ہوئے اور اپنے جو ہر دماغی کامظاہرہ کرنے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کو شیوخ بدر کے ساتھ بٹھایا کرتے تھے اور برابر بہت افزائی کرتے۔ پیچیدہ مسائل حل کراتے اور ذہانت کی داد دیتے تھے۔ ۷۱ھ میں یہ عالم ہو گیا تھا کہ جب مہم مصر میں شاہ افریقہ جرجیہ سے مکالمہ ہوا تو وہ آپ کی قابلیت علمی دیکھ کر متحیر ہو گیا تھا۔ ۲۵ھ میں آپ امیر الحج بنا کر مکہ معظمہ بھیجے گئے اور آپ کی عدم موجودگی ہی میں حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کا واقعہ ہائلہ پیش آگیا۔

علم و فضل میں آپ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ ایک وحید العصر اور یگانہ روزگار ہستی تھے۔ قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، شاعری آیات قرآنی کے شان نزول اور ناسخ و منسوخ میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ ایک دفعہ شقیق تابعی کے بیان کے مطابق حج کے موقع پر سورہ نور کی تفسیر جو بیان کی وہ اتنی بہتر تھی اگر اسے فارس اور روم کے لوگ سن لیتے تو یقیناً اسلام لے آتے (متدرک حاکم)

قرآن کریم کے فہم میں بڑے بڑے صحابہ سے بازی لے جاتے تھے۔ تفسیر میں آپ ہمیشہ جامع اور قرین عقل مفہوم کو اختیار کیا کرتے تھے۔ سورہ کوثر میں لفظ کوثر کی مختلف تفاسیر کی گئیں مگر آپ نے اسے خیر کثیر کے مفہوم سے تعبیر کیا۔ قرآن کریم کی آیہ پاک لَا تُحْسِنُ الَّذِينَ يَفْقَهُونَ بِمَا آتَوْا (آل عمران: ۱۸۸) الخ یعنی ”جو لوگ اپنے کئے پر خوش ہوتے ہیں اور جو نہیں کیا ہے اس پر تعریف چاہتے ہیں تو ایسے لوگوں کی نسبت ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ عذاب سے بچ جائیں گے بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔“ یہ چیز فطرت انسانی کے خلاف ہے اور بہت کم لوگ اس جذبہ سے خالی نظر آتے ہیں۔ مسلمان اس پر پریشان تھے۔ آخر مروان نے آپ کو بلا کر پوچھا کہ ہم میں سے کون ہے جو اس جذبہ سے خالی ہے۔ فرمایا ہم لوگوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ نیز بتایا یہ ان اہل کتاب کے متعلق ہے جن سے حضور نبی کریمؐ نے کسی امر کے متعلق استفسار کیا، انہوں نے اصل بات کو جو ان کی کتاب میں تھی، چھپا کر ایک فرضی جواب دے دیا اور اس پر خوشنودی کے طالب ہوئے اور اپنی اس چالاکی پر مسرور ہوئے۔ ہمارے نزدیک عام طور پر اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ جو لوگ خفیہ طور پر درپے آزار رہتے ہیں بظاہر ہمدرد بن کر جڑیں کاٹتے رہتے ہیں اور منہ پر یہ کہتے ہیں کہ ہم نے فلاں خدمت کی، فلاں احسان کیا اور اس پر شکریہ کے طالب ہوتے ہیں اور اپنی چالاکی پر خوش ہوتے اور دل میں کہتے ہیں کہ خوب بے وقوف بنایا وہ لوگ عذاب الہی سے ہرگز نہیں بچ سکتے کہ یہ ایک فریب ہے۔

علم حدیث کے بھی اساطین سمجھے جاتے تھے۔ ۱۶۶۰ احادیث آپ سے مروی ہیں۔ عرب کے گوشہ گوشہ میں پہنچ کر خرمن علم کا انبار لگالیا۔ فقہ و فرائض میں بھی یگانہ حیثیت حاصل تھی۔ ابو بکر محمد بن موسیٰ (خلیفہ مامون رشید کے پوتے) نے آپ کے فتاویٰ میں جلدوں میں جمع کئے تھے۔ علم فرائض اور حساب میں بھی ممتاز تھے۔ عربوں میں شاعری لازماً شرافت سمجھی جاتی تھی بالخصوص قریش کی آتش بیانی تو مشہور تھی۔ آپ شعر گوئی کے ساتھ فصیح بھی تھے۔ تقریر اتنی شیریں ہوتی تھی کہ لوگوں کی زبان سے بے ساختہ مرجان نکل جاتا تھا۔ غرض یہ کہ آپ اس عہد کے جملہ علوم کے منتہی اور فاضل اجل تھے۔

آپ کا مدرسہ یا حلقہ درس بہت وسیع اور بہت مشہور تھا اور دور دور سے لوگ آتے اور اپنی دلچسپی اور مذاق کے مطابق مختلف علوم کی تحصیل کرتے۔ مکان کے سامنے اتنا اثر دھام ہوتا تھا کہ آمد و رفت بند ہو جاتی تھی۔ ابو صالح تابعی کا بیان ہے کہ آپ کی علمی مجلس وہ مجلس تھی کہ اگر سارا قریش اس پر فخر کرے تو بھی بجا ہے، ہر فن کے طالب و مسائل باری باری آتے اور آپ سے تشفی بخش جواب پا کر واپس لوٹتے۔ واضح رہے کہ اس وقت تک کتابی تعلیم کا رواج نہ ہوا تھا اور نہ کتابیں موجود تھیں، علوم و فنون کا انحصار

محض حافظ پر تھا۔ خدا نے اس عہد کی ضرورتوں کے مطابق لوگوں کے حافظے بھی اتنے قوی کر دیئے تھے کہ آج اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ایک ایک شخص کو دس دس بیس بیس ہزار احادیث اور اشعار کا یاد کر لینا تو ایک عامۃ الورد واقعہ تھا، سات سات اور آٹھ آٹھ لاکھ احادیث کے حافظ موجود تھے۔ جنہیں حافظ کے ساتھ فہم ذہانت سے بھی حصہ ملا تھا۔ وہ مطلع انوار بن جاتے تھے۔ آج دو ہزار احادیث کے حافظ بھی بمشکل ہی کہیں نظر آتے ہیں اور ہمیں اس زمانے کے بزرگوں کے حافظ کی داستانیں افسانہ معلوم ہوتی ہیں۔ سرفرو حفر ہر حالت میں فیض رسانی کا سلسلہ جاری تھا اور طالبان ہجوم کا ایک سیلاب امنڈا رہتا تھا۔

نو مسلمانوں کی تعلیم و تلقین کے لئے آپ نے مخصوص ترجمان مقرر کر رکھے تھے تاکہ انہیں اپنے سوال میں زحمت نہ ہو ایران و روم تک سے لوگ جوق در جوق چلے آتے تھے، تلامذہ کی تعداد ہزاروں تک پہنچ چکی تھی اور ان میں کثرت ان بزرگوں کی تھی جو حافظ کے ساتھ ساتھ فہم و فراست اور ذہانت کے بھی حامل تھے۔ علمی مذاکروں کے دن مقرر تھے۔ کسی روز واقعات مغازی کا تذکرہ کرتے۔ کسی دن شعر و شاعری کا چرچہ ہوتا۔ کسی روز تفسیر قرآن پر روشنی ڈالتے۔ کسی روز فقہ کا درس دیتے۔ کسی روز ایام عرب کی داستان سناتے۔ بڑے سے بڑا عالم بھی آپ کی صحبت میں بیٹھتا، اس کی گردن بھی آپ کے کمال علم کے سامنے جھک جاتی۔

تمام جلیل القدر اور ذی مرتبہ صحابہ کرام کو آپ کی کم سنی کے باوجود آپ کے فضل و علم کا اعتراف تھا۔ حضرت فاروق اعظم آپ کے ذہن رسا کی تعریف میں ہمیشہ رطب اللسان رہے۔ حضرت طاؤس یمنی فرمایا کرتے تھے میں نے پانچوں صحابہ کو دیکھا۔ ان میں جب کسی مسئلہ پر اختلاف ہوا تو آخری فیصلہ آپ ہی کی رائے پر ہوا۔ حضرت قاسم بن محمد کا بیان ہے کہ آپ سے زیادہ کسی کا فتویٰ سنت نبوی کے مشابہ نہیں دیکھا۔ حضرت مجاہد تابعی کہا کرتے تھے کہ ہم نے آپ کے فتاویٰ سے بہتر کسی شخص کا فتویٰ نہیں دیکھا ایک بزرگ تابعی کا بیان ہے کہ میں نے آپ سے زیادہ سنت کا عالم، صائب الرائے اور بڑا دقیق الفکر کسی کو نہیں پایا۔ حضرت ابی بن کعب بھی بہت بڑے تھے۔ انہوں نے ابتدا ہی میں آپ کی ذہانت و طباعی دیکھ کر فرما دیا تھا کہ ایک روز یہ شخص امت کا زبردست عالم اور منتہی فاضل ہو گا۔

تمام معاصرین آپ کی حد درجہ عزت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ سوار ہونے لگے تو حضرت زید بن ثابت نے پہلے تو آپ کی رکاب تھام لی اور پھر بڑھ کر ہاتھ چومے۔

حضور نبی کریم کی ذات کریم سے غیر معمولی شیفتگی و گرویدگی حاصل تھی۔ جب حضور کی بیماری کی کرب اور وفات کی حالت یاد ہوتی بے قرار ہو جاتے۔ روتے اور بعض اوقات اس قدر روتے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ بچپن ہی سے خدمت نبوی میں مسرت حاصل ہونے لگی اور خود حضور بھی آپ سے خدمت لے لیا کرتے تھے۔ احترام کی یہ حالت تھی کہ کم سنی کے باوجود نماز میں بھی آپ کے برابر کھڑا ہونا گستاخی تصور کرتے تھے اور بے حد ادب ملحوظ رکھتے تھے۔ اممات المؤمنین کے ساتھ بھی عزت و تکریم کے ساتھ پیش آتے رہتے تھے۔ رسول کریمؐ نے دعا دی تھی خداوند ابن عباسؓ کو دین کی سمجھ اور قرآن کی تفسیر کا علم عطا فرما۔ ایک مرتبہ اور آپ کے ادب سے خوش ہو کر آپ کے لئے فہم و فراست کی دعا عطا فرمائی۔ یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ جوان ہو کر سرآمد روزگار بن گئے اور مطلع اخلاق روشن ہو گیا۔ صحابہ کے آخر زمانہ میں نو مسلم عجمیوں کے ذریعہ سے خیر و شر اور قضا و قدر کی بحث عراق میں پیدا ہو چکی تھی۔ آپ نایابا ہو چکے تھے مگر جب معلوم ہوا کہ ایک شخص تقدیر کا منکر ہے تو آپ نے فرمایا مجھے اس کے پاس لے چلو۔ عرض کی کیا کرو گے؟ فرمایا ناک کاٹ لوں گا اور گردن ہاتھ میں آگئی تو اسے توڑ دوں گا کیوں کہ میں نے حضور نبی کریمؐ سے سنا کہ ”تقدیر کا انکار اس امت کا پہلا شرک ہے۔“ میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ایسے لوگوں کی بری رائے یہیں تک محدود نہ رہے گی بلکہ جس طرح انہوں نے خدا کو شرکی تقدیر سے معطل کر دیا ہے۔ اسی طرح اس کی خیر کی تقدیر سے بھی منکر ہو جائیں گے۔

یوں تو آپ کی زندگی کا ہر شعبہ اہم و دلکش ہے لیکن جو چیز سب سے زیادہ نمایاں ہے وہ یہ ہے کہ کسی کی طرف سے برائی و خاصیت کا ظہور اس کی حقیقی عظمت اور خوبیوں کے اعتراف میں مانع نہیں ہوتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خلافت کا دعویٰ کیا اور آپ کو بھی اپنی بیعت پر مجبور کرنے کی سعی کی، اس زور و شور کے ساتھ کہ جب آپ نے اس سے انکار کیا تو یہی نہیں کہ آپ کو زندہ آگ میں جلا ڈالنے کی دھمکی دی بلکہ آپ کے کاشانہ معلیٰ کے ارد گرد خشک لکڑیوں کے انبار بھی اسی مقصد سے لگوا دیئے اور بمشکل آپ کی جانبری ہو سکی۔ اس سے بھی زیادہ یہ کہ انہی کی بدولت جوار حرم چھوڑ کر آپ کو طائف نقل وطن کرنا پڑی۔ ظاہر ہے کہ یہ زیادتیاں تھیں اور آپ کو ان کے ہاتھ سے بہت تکلیف اٹھانا پڑی تھی۔ لیکن جب ابن ملکہ نے آپ سے کہا ہے کہ لوگوں نے ابن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت شروع کر دی ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کے اندر آخر وہ کون سی خوبیاں اور مفاخر ہیں جن کی بنا پر انہیں ادعائے خلافت کی جرأت ہوئی ہے اور اتنے بڑے حوصلہ سے کام لیا ہے۔ فرمایا: ”یہ تم نے کیا کہا۔ ابن زبیرؓ سے زیادہ مفاخر کا حامل کون ہو سکتا ہے۔ باپ وہ ہیں جو حواری رسول کے معزز لقب سے ملقب تھے۔ ماں اسماء ذات انطاں تھیں۔ نانا وہ ہیں جن کا اسم گرامی ابو بکر رضی اللہ عنہ اور ”لقب“ رفیق غار ہے۔ ان کی خالہ حضورؐ کی محبوب ترین زوجہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ تھیں اور ان کے والد محترم کی پھوپھی ام المؤمنین حضرت بی بی خدیجہؓ حرم محترم رسول اکرم تھیں اور دادی حضرت صفیہؓ خود حضور نبی کریمؐ کی پھوپھی تھیں، یہ تو ہیں ان کے خاندانی مفاخر۔ ذاتی حیثیت سے بہت بلند اور بے حد ممتاز ہیں، قاری قرآن ہیں، بے مثل بہادر اور عدیم النظیر مدبر ہیں، وہاب العرب میں سے ہیں۔ بہت پاکباز ہیں۔ ان کی نمازیں پورے خشوع و خضوع کی نمازیں ہیں۔ پھر ان سے زیادہ خلافت کا مستحق کون ہو سکتا ہے، وہ کھڑے ہوئے ہیں اور بجا طور پر کھڑے ہوئے ہیں، ان کا بیعت لینا بجا ہے۔ خدا کی قسم اگر وہ میرے ساتھ کوئی احسان کریں گے تو یہ ایک عزیزانہ احسان ہو گا اور میری پرورش کریں گے تو یہ اپنے ایک ہمسر محترم کی پرورش ہو گی۔ ۶۸ھ میں آپ نے وفات پائی۔ انتقال کے وقت آیات کریمہ ﴿يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُظْمِنَةُ﴾ (الفجر: ۲۷) کے مصداق ہوئے رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما!

حضرت فاروق اعظمؓ کے یگانہ روزگار صاحبزادے اور اپنے عہد کے زبردست جید عالم تھے۔ باپ کے اسلام لانے کے وقت آپ کی عمر صرف پانچ سال تھی۔ زمانہ بعثت کے دوسرے سال کتم عدم سے پردہ وجود پر جلوہ افروز ہوئے۔ ہوش سنبھالا تو گھر کے دروہام اسلام کی شعاعوں سے منور تھے۔ باپ کے ساتھ غیر شعوری طور پر اسلام قبول کیا۔ چونکہ مکہ میں ظلم و طغیان کی گرج برابر بڑھتی جا رہی تھی اس لئے اپنے خاندان والوں کے ساتھ آپ بھی ہجرت کر گئے۔ تیرہ برس ہی کی عمر تھی کہ غزوہ بدر میں شرکت کے لئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور کم سنی کی وجہ سے واپس کر دیئے گئے۔ اگلے سال غزوہ احد میں بھی اسی بنا پر شریک نہ کئے گئے۔ البتہ پندرہ سال کی عمر ہو جانے پر غزوہ احزاب میں ضرور شریک ہوئے جو ۵ھ میں وقوع پذیر ہوا تھا۔ ۶ھ میں بیعت رضوان کا بھی شرف حاصل کیا۔ غزوہ خیبر میں بھی بڑی جانبازی کے ساتھ لڑے۔ اسی سفر میں حلال و حرام کے متعلق جو احکام دربار رسالت سے صادر ہوئے تھے آپ ان کے راوی ہیں۔ اس کے بعد فتح مکہ غزوہ حنین اور محاصرہ طائف میں بھی شریک رہے۔ غزوہ تبوک میں جارہے تھے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر کی طرف سے گزرتے ہوئے جہاں قدیم عاد و ثمود کی آبادیوں کے کھنڈرات تھے، فرمایا کہ:

”ان لوگوں کے مساکن میں داخل نہ ہو جنہوں نے خدا کی نافرمانی کر کے اپنے اوپر ظلم کیا کہ مبادا تم بھی اس عذاب میں مبتلا ہو جاؤ جس میں وہ مبتلا ہوئے تھے اور اگر گزرتا ہی ہے تو یہ کرو کہ خوف خدا اور خشیت الہی سے روتے ہوئے گزر جاؤ۔“

جوش جہاد! عہد فاروقی میں جو فتوحات ہوئیں اس میں آپ سپاہیانہ حیثیت سے برابر لڑتے رہے، جنگ نماوند میں بیمار ہوئے تو آپ نے از خود یہ کیا ”پیاز کو“ دوا میں پکاتے تھے اور جب اس میں پیاز کا مزہ آ جاتا تھا تو اسے نکال کر دوا پی لیتے تھے۔ غالباً پیش کا

مرض لاحق ہو گیا ہو گا۔ شام و مصر کی فتوحات میں بھی مجاہدانہ حصے لیتے رہے لیکن انتظامی امور میں حصہ لینے کا کوئی موقع نہ ملا کہ حضرت فاروق اعظم اپنے خاندان و قبیلہ کے افراد کو الگ رکھتے رہے۔ عہد عثمانی میں آپ کی قابلیت کے مد نظر آپ کو عہد قضا پیش کیا گیا لیکن آپ نے یہ فرما کر انکار کر دیا کہ قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں جاہل، عالم مائل الی الدنیا کہ یہ دونوں جہنمی ہیں۔ تیسرے وہ ہیں جو صحیح اجتہاد کرتے ہیں انہیں نہ عذاب ہے نہ ثواب اور صاف کہہ دیا کہ مجھے کہیں کا عامل نہ بنائیے اس کے بعد امیر المؤمنین نے بھی اصرار نہ کیا البتہ اس عہد کے معرکہ ہائے جہاد میں ضرور شریک ہوتے رہے۔ تیونس، الجزائر، مراکش، خراسان اور طبرستان کے معرکوں میں لڑے۔ جس قدر مناصب اور عہدوں کی قبولیت سے گھبراتے تھے جہادوں میں اسی قدر جوش و خروش اور شوق و دل بستگی کے ساتھ حصہ لیتے تھے۔

آخر عہد عثمانی میں جو فتنے رونما ہوئے آپ ان سے بالکل کنارہ کش رہے۔ ان کی شہادت کے بعد آپ کی خدمت میں خلافت کا اعزاز پیش کیا اور عدم قبولیت کے سلسلے میں قتل کی دھمکی دی گئی لیکن آپ نے فتنوں کے نشو و ارتقا کے پیش نظر اس عظیم الشان اعزاز سے بھی انکار کر دیا اور کوئی اعتنا نہ کی۔ اس کے بعد آپ نے اس شرط پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی کہ وہ خانہ جنگیوں میں کوئی حصہ نہ لیں گے۔ چنانچہ جنگ جمل و صفین میں شرکت نہ کی۔ تاہم متاسف تھے اور کہا کرتے تھے کہ :

”گو میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے اپنا ہاتھ آگے نہیں بڑھایا لیکن حق پر مقابلہ بھی افضل ہے“ (متدرک)

فیصلہ ثالثی سننے کے لئے دومۃ الجندل میں تشریف لے گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور شوق جہاد میں اس عہد کے تمام معرکوں میں نیز مم قسطنطنیہ میں شامل ہوئے۔ یزید کے ہاتھ پر فتنہ اختلاف امت سے دامن بچائے رکھنے کے لئے بلا تامل بیعت کر لی اور فرمایا یہ خیر ہے تو ہم اس پر راضی ہیں اور اگر یہ شر ہے تو ہم نے صبر کیا۔ آج کل لوگ فتنوں سے بچنا تو درکنار اپنے مقاصد ذاتی کے لئے فتنے پیدا کرتے ہیں اور خدا کے خوف سے ان کے جسم پر لرزہ طاری نہیں ہوتا۔ پھر یہ بیعت حقیقتاً نہ کسی خوف کی بنا پر تھی اور نہ آپ کسی لالچ میں آئے تھے۔ طنطنہ اور حق پرستی کا یہ عالم تھا کہ امر حق کے مقابلہ پر کسی بڑی سے بڑی شخصیت کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔

باب عورتوں کا مردوں کے پیچھے

نماز پڑھنا

(۸۷۴) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ابن عیینہ نے بیان کیا، ان سے اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ نے، ان سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے (میری ماں) ام سلیم کے گھر میں نماز پڑھائی۔ میں اور یتیم مل کر آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور ام سلیم رضی اللہ عنہا ہمارے پیچھے تھیں۔

(۸۷۵) ہم سے یحییٰ بن قرقعہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے زہری سے بیان کیا، ان سے ہند بنت حارث نے بیان کیا، ان سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو

۱۶۷- بَابُ صَلَاةِ النِّسَاءِ خَلْفَ

الرِّجَالِ

۸۷۴- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ إِسْحَاقَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ (صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ أُمِّ سَلِيمٍ فَقُمْتُ وَبَيْتِي خَلْفَهُ. وَأُمُّ سَلِيمٍ خَلْفَنَا).

۸۷۵- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَرْعَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدِ بِنْتِ الْحَارِثِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: (كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا سَلَّمَ قَامَ النِّسَاءُ حِينَ

آپ کے سلام پھیرتے ہی عورتیں جانے کے لئے اٹھ جاتی تھیں اور آنحضورؐ تھوڑی دیر ٹھہرے رہتے کھڑے نہ ہوتے۔ زہری نے کہا کہ ہم یہ سمجھتے ہیں، آگے اللہ جانے، یہ اس لئے تھا تاکہ عورتیں مردوں سے پہلے نکل جائیں۔

يَقْضِي تَسْلِيمَهُ، وَهُوَ يَمْكُثُ فِي مَقَامِهِ
يَسِيرًا قَبْلَ أَنْ يَقُومَ. قَالَتْ تُرَى - وَاللَّهِ
أَعْلَمُ - أَنَّ ذَلِكَ كَانَ لِكَيْ يَنْصَرِفَ
النِّسَاءُ قَبْلَ أَنْ يُذَرِكَهُنَّ الرُّجَالُ.

[راجع: ۳۸۰]

۱۱۔ کتاب الجمعة

کتاب جمعہ کے بیان میں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تَشْرِیح لفظ جمعہ میم کے ساکن کے ساتھ اور جمعہ میم کے فتح کے ساتھ ہر دو طرح سے بولا گیا ہے۔ علامہ شوکانی فرماتے ہیں قال فی الفتح قد اختلف فی تسمیة الیوم بالجمعة مع الاتفاق علی انه کان لیسمی فی الجاہلیة والعروبة بفتح العین وضم الراء وبالوحدة الخ یعنی جمعہ کی وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے اس پر سب کا اتفاق ہے کہ عہد جاہلیت میں اس کو یوم عروبہ کہا کرتے تھے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ اس دن مخلوق کی خلقت تکمیل کو پہنچی اس لئے اسے جمعہ کہا گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تخلیق آدم کی تکمیل اسی دن ہوئی اس وجہ سے اسے جمعہ کہا گیا۔ ابن حمید میں سند صحیح سے مروی ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہ کے ساتھ انصار نے جمع ہو کر نماز ادا کی اور حضرت اسعد بن زرارہ نے ان کو وعظ فرمایا پس اس کا نام انہوں نے جمعہ رکھ دیا کیوں کہ وہ سب اس میں جمع ہوئے یہ بھی ہے کہ کعب بن لوی اس دن اپنی قوم کو حرم شریف میں جمع کر کے ان کو وعظ کیا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ اس حرم سے ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے۔ یوم عروبہ کا نام سب سے پہلے یوم جمعہ کعب بن لوی ہی نے رکھا۔ یہ دن بڑی فضیلت رکھتا ہے اس میں ایک ساعت ایسی ہے جس میں جو نیک دعا کی جائے قبول ہوتی ہے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی روش کے مطابق نماز جمعہ کی فرضیت کے لئے آیت قرآنی سے استدلال فرمایا جیسا کہ باب ذیل سے ظاہر ہے۔ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب شیخ الحدیث مبارکپوری فرماتے ہیں وذكر ابن القيم فی الہدی ص ۱۰۲ ۱۱۸ ج ۱ یوم الجمعة ثلاثا وثلاثین خصوصية ذکر بعضهما الحافظ فی الفتح ملخصا من احب الوقوف علیہا فلیرجع الیہما (مرعاة ج ۲ / ص : ۲۷۲) یعنی جمعہ کے دن کے لئے ۳۳ خصوصیات ہیں جیسا کہ علامہ ابن قیمؒ نے ذکر فرمایا ہے کچھ ان میں سے حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں بھی نقل کی ہیں، تفصیلات کے شائقین ان کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں۔

۱ - بَابُ فَرَضِ الْجُمُعَةِ

باب جمعہ کی نماز فرض ہے

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ ”جمعہ کے دن جب نماز کے لئے اذان دی جائے تو تم اللہ کی یاد کے لئے چل کھڑے ہو اور خرید و فروخت چھوڑ دو کہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم کچھ جانتے ہو۔“ (آیت میں) فاسعوا فامضوا کے معنی میں ہے (یعنی چل کھڑے ہو)

لَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ، ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ فَاسْعَوْا: فَامْضُوا. [سُورَةُ الْجُمُعَةِ: ٩].

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ آنحضرت ﷺ خطبہ جمعہ دے رہے تھے۔ اچانک تجارتی قافلہ اموال تجارت لے کر مدینہ میں آگیا اور اطلاع پا کر لوگ اس قافلہ سے مال خریدنے کے لئے جمعہ کا خطبہ و نماز چھوڑ کر چلے گئے۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ صرف بارہ آدمی رہ گئے، اس وقت عتاب کے لئے اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ”اگر یہ بارہ نمازی بھی مسجد میں نہ رہ جاتے تو مدینہ والوں پر یہ وادی آگ بن کر بھڑک اٹھتی۔“ نہ جانے والوں میں حضرات شیخین بھی تھے (ابن کثیر) اسی واقعہ کی بنا پر خرید و فروخت چھوڑنے کا بیان ایک اتفاقی چیز ہے جو شان نزول کے اعتبار سے سامنے آئی، اس سے یہ استدلال کہ جمعہ صرف وہاں فرض ہے جہاں خرید و فروخت ہوتی ہو یہ استدلال صحیح نہیں بلکہ صحیح یہی ہے کہ جہاں مسلمانوں کی جماعت موجود ہو وہاں جمعہ فرض ہے وہ جگہ شہر ہو یا دیہات تفصیل آگے آ رہی ہے۔

(۸۷۶) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، کہا کہ ہم سے ابو الزناد نے بیان کیا، ان سے ربیعہ بن حارث کے غلام عبدالرحمن بن ہرمزاعرج نے بیان کیا کہ انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا اور آپؐ نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپؐ نے فرمایا کہ ہم دنیا میں تمام امتوں کے بعد ہونے کے باوجود قیامت میں سب سے آگے رہیں گے فرق صرف یہ ہے کہ کتاب انہیں ہم سے پہلے دی گئی تھی۔ یہی (جمعہ) ان کا بھی دن تھا جو تم پر فرض ہوا ہے۔ لیکن ان کا اس کے بارے میں اختلاف ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ دن بتا دیا اس لئے لوگ اس میں ہمارے تابع ہوں گے۔ یہود دوسرے دن ہوں گے اور نصاریٰ تیسرے دن۔

۸۷۶- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ هُرْمَزَ الْأَعْرَجَ مَوْلَى رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((نَحْنُ الْآخِرُونَ السَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: يَبْدَأُ اللَّهُمُّ أَوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا، ثُمَّ هَذَا يَوْمُهُمُ الَّذِي فُرِضَ عَلَيْهِمْ فَاخْتَلَفُوا فِيهِ، فَهَذَا اللَّهُ لَهُ، فَالْإِنْسَانُ لَنَا فِيهِ تَبَعٌ: الْيَهُودُ غَدًا، وَالنَّصَارَى بَعْدَ غَدٍ)). [راجع: ۲۳۸]

۲- بَابُ فَضْلِ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب جمعہ کے دن نہانے کی فضیلت اور اس بارے میں

بچوں اور عورتوں پر جمعہ کی نماز کے لئے

آنا فرض ہے یا نہیں؟

(۸۷۷) ہم سے عبد اللہ بن یوسف ثمالی نے بیان کیا، انہوں نے کہا:

وَهَلْ عَلَى الصَّبِيِّ شُهُودُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ، أَوْ عَلَى النِّسَاءِ؟

۸۷۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ:

کہ ہمیں امام مالک نے نافع سے خبر دی اور ان کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی شخص جمعہ کی نماز کے لئے آنا چاہے تو اسے غسل کر لینا چاہئے۔

(۸۷۸) ہم سے عبداللہ بن محمد بن اسماء نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جویریہ بن اسماء نے امام مالک سے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن کھڑے خطبہ دے رہے تھے کہ اتنے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے صحابہ ماجرین میں سے ایک بزرگ تشریف لائے (یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا بھلا یہ کون سا وقت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں مشغول ہو گیا تھا اور گھر واپس آتے ہی اذان کی آواز سنی، اس لئے میں وضو سے زیادہ اور کچھ (غسل) نہ کر سکا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا وضو بھی۔ حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غسل کے لئے فرماتے تھے۔

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ)). [طرفاء فی : ۸۹۴، ۹۱۹]۔

۸۷۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ أَسْمَاءَ قَالَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَنْمُو هُوَ قَائِمٌ فِي الْخُطْبَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، فَنَادَاهُ عُمَرُ: (أَيَّةُ سَاعَةِ هَذِهِ؟ قَالَ: إِنِّي شَغِلْتُ فَلَمْ أَتَقَلِّبْ إِلَى أَهْلِي حَتَّى سَمِعْتُ النَّاذِينَ، فَلَمْ أَزِدْ أَنْ تَوَضَّأْتُ. قَالَ: وَالْوَضُوءُ أَيْضًا؟ وَقَدْ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَأْمُرُ بِالْغُسْلِ)).

[طرفاء فی : ۸۸۲]۔

تَشِيْح یعنی حضرت عمرؓ نے انہیں تاخیر میں آنے پر ٹوکا۔ آپ نے عذر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں غسل بھی نہ کر سکا بلکہ صرف وضو کر کے چلا آیا ہوں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ گویا آپؓ نے صرف دیر میں آنے پر ہی اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ ایک دوسری فضیلت غسل کو بھی چھوڑ آئے ہیں۔ اس موقع پر قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان سے غسل کے لئے پھر نہیں کہا۔ ورنہ اگر جمعہ کے دن غسل فرض یا واجب ہوتا تو حضرت عمرؓ کو ضرور کہنا چاہئے تھا اور یہی وجہ تھی کہ دوسرے بزرگ صحابی جن کا نام دوسری روایتوں میں حضرت عثمانؓ آتا ہے، نے بھی غسل کو ضروری نہ سمجھ کر صرف وضو پر اکتفا کیا تھا۔ ہم اس سے پہلے بھی جمعہ کے دن غسل پر ایک نوٹ لکھ آئے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے طرز عمل سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ کے دوران امام امر و نہی کر سکتا ہے لیکن عام لوگوں کو اس کی اجازت نہیں ہے۔ بلکہ انہیں خاموشی اور اطمینان کے ساتھ خطبہ سننا چاہئے (تفہیم البخاری)

(۸۷۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں مالک نے صفوان بن سلیم کے واسطے سے خبر دی، انہیں عطاء بن یسار نے، انہیں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن ہر بالغ کے

۸۷۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سَلِيمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ:

((غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُخْتَلِمٍ)). [راجع: ۸۵۸]

باب جمعہ کے دن نماز کے لئے خوشبو لگانا

(۸۸۰) ہم سے علی بن مدینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں حری بن عمارہ نے خبر دی انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ بن حجاج نے ابو بکر بن منکدر سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عمرو بن سلیم انصاری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں گواہ ہوں کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ میں گواہ ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن ہر جوان پر غسل، مسواک اور خوشبو لگانا اگر میسر ہو، ضروری ہے۔ عمرو بن سلیم نے کہا کہ غسل کے متعلق تو میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ واجب ہے لیکن مسواک اور خوشبو کا علم اللہ تعالیٰ کو زیادہ ہے کہ وہ بھی واجب ہیں یا نہیں۔ لیکن حدیث میں اسی طرح ہے۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ عنہ) نے فرمایا کہ ابو بکر بن منکدر محمد بن منکدر کے بھائی تھے اور ان کا نام معلوم نہیں (ابو بکر ان کی کنیت تھی) یکیر بن اٹج۔ سعید بن ابی ہلال اور ہمت سے لوگ ان سے روایت کرتے ہیں۔ اور محمد بن منکدر ان کے بھائی کی کنیت ابو بکر اور ابو عبد اللہ بھی تھی۔

باب جمعہ کی نماز کو جانے کی فضیلت

(۸۸۱) ہم سے عبد اللہ بن یوسف ثنیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے ابو بکر بن عبد الرحمن کے غلام سبی سے خبر دی، جنہیں ابو صالح سان نے، انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل جنابت کر کے نماز پڑھنے جائے تو گویا اس نے ایک اونٹ کی قربانی دی (اگر اول وقت مسجد میں پہنچا) اور اگر بعد میں گیا تو گویا ایک گائے کی قربانی دی اور جو تیسرے نمبر پر گیا تو گویا

۳- بَابُ الطَّيِّبِ لِلْجُمُعَةِ

۸۸۰- حَدَّثَنَا عَلِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ سَلِيمٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: أَشْهَدُ عَلَى أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((الْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُخْتَلِمٍ، وَأَنْ يَسْتَنْ، وَأَنْ يَمَسَّ طَيِّبًا إِنْ وَجَدَهُ)). قَالَ عَمْرُو: أَمَّا الْغُسْلُ فَأَشْهَدُ أَنَّهُ وَاجِبٌ، وَأَمَّا الْإِسْتِنَانُ وَالطَّيِّبُ فَاللَّهُ أَعْلَمُ أَوْاجِبٌ هُوَ أَمْ لَا، وَلَكِنْ هَكَذَا فِي الْحَدِيثِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: هُوَ أَخُو مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، وَلَمْ يُسَمَّ أَبُو بَكْرٍ هَذَا. رَوَاهُ عَنْهُ بُكَيْرُ بْنُ الْأَشَّجِ وَسَعِيدُ بْنُ أَبِي هِلَالٍ وَعِدَّةٌ. وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ يُكْنَى بِأَبِي بَكْرٍ وَأَبِي عَبْدِ اللَّهِ.

[راجع: ۸۵۸]

۴- بَابُ فَضْلِ الْجُمُعَةِ

۸۸۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سَمْعٍ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي صَالِحِ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ رَاحَ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَذْنَةً،

اس نے ایک سینگ والے مینڈھے کی قربانی دی۔ اور جو کوئی چوتھے نمبر پر گیا تو اس نے گویا ایک مرغی کی قربانی دی اور جو کوئی پانچویں نمبر پر گیا اس نے گویا انڈا اللہ کی راہ میں دیا۔ لیکن جب امام خطبہ کے لئے باہر آ جاتا ہے تو ملائکہ خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَانَ قَرِيبًا
بِقَرَّةٍ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَكَانَ قَرِيبًا
كَبْشًا أَقْرَبَ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ
الرَّابِعَةِ فَكَانَ قَرِيبًا دَجَاجَةً، وَمَنْ رَاحَ
فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَانَ قَرِيبًا بَيْضَةً.
فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ
يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ).

تشریح اس حدیث میں ثواب کے پانچ درجے بیان کئے گئے ہیں جمعہ میں حاضری کا وقت صبح ہی سے شروع ہو جاتا ہے اور سب سے پہلا ثواب اسی کو ملے گا جو اول وقت جمعہ کے لئے مسجد میں آ جائے۔ سلف امت کا اسی پر عمل تھا کہ وہ جمعہ کے دن صبح سویرے مسجد میں چلے جاتے اور نماز کے بعد گھر جاتے، پھر کھانا کھاتے اور قبولہ کرتے۔ دوسری احادیث میں ہے کہ جب امام خطبہ کے لئے نکلتا ہے تو ثواب لکھنے والے فرشتے بھی مسجد میں آ جاتے اور سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ مرغ کے ساتھ انڈے کا بھی ذکر ہے اسے حقیقت پر محمول کیا جائے تو انڈے کی بھی حقیقی قربانی جائز ہو گی جس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ ثابت ہوا کہ یہاں مجازاً قربانی کا لفظ بولا گیا ہے جو تقرب الی اللہ کے معنی میں ہے (کمالات)

۸۸۲- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى هُوَ ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ عُمَرَ رضی اللہ عنہ بَيْنَمَا هُوَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ. فَقَالَ عُمَرُ: (لِمَ تَخْتَبِئُونَ عَنِ الصَّلَاةِ؟) فَقَالَ الرَّجُلُ: مَا هُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُ النَّدَا فَتَوَضَّأْتُ فَقَالَ: أَلَمْ تَسْمَعُوا النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((إِذَا رَاحَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ)).

۸۸۲) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شیبان بن عبد الرحمن نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ ایک بزرگ (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) داخل ہوئے۔ عمر بن خطاب نے فرمایا کہ آپ لوگ نماز کے لئے آنے میں کیوں دیر کرتے ہیں۔ (اول وقت کیوں نہیں آتے) آنے والے بزرگ نے فرمایا کہ دیر صرف اتنی ہوئی کہ اذان سنتے ہی میں نے وضو کیا (اور پھر حاضر ہوا) آپ نے فرمایا کہ کیا آپ لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے یہ حدیث نہیں سنی ہے کہ جب کوئی جمعہ کے لئے جائے تو غسل کر لینا چاہئے۔

[راجع: ۸۷۸]

تشریح اس حدیث کی مناسبت ترجمہ باب سے یوں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان ایسے جلیل الشان صحابی پر خفا ہوئے اگر جمعہ کی نماز فضیلت والی نہ ہوتی تو خطی کی ضرورت کیا تھی، پس جمعہ کی نماز کی فضیلت ثابت ہوئی اور یہی ترجمہ باب ہے۔ بعضوں نے کہا کہ اور نمازوں کے لئے قرآن شریف میں یہ حکم ہوا ﴿إِذَا فَمِنُمُ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ﴾ (المائدة: ۶) یعنی وضو کرو اور جمعہ کی نماز کے لئے آنحضرت ﷺ نے غسل کرنے کا حکم دیا تو معلوم ہوا کہ جمعہ کی نماز کا درجہ اور نمازوں سے بڑھ کر ہے اور دوسری نمازوں پر اس کی فضیلت ثابت ہوئی اور یہی ترجمہ باب ہے (وحیدی)

یہاں ادنیٰ تاہل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت سید المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ کو اللہ پاک نے حدیث نبوی کے مطالب پر کس قدر گہری نظر عطا فرمائی تھی۔ اسی لئے حضرت علامہ عبدالقدوس بن ہمام اپنے چند مشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام بخاریؒ نے اپنی کتاب کے فقہی تراجم و ابواب بھی مسجد نبوی کے اس حصہ میں بیٹھ کر لکھے ہیں جس کو آنحضرت ﷺ نے جنت کی ایک کیاری بتلایا ہے۔ اس جائگاہی اور ریاضت کے ساتھ سولہ سال کی مدت میں یہ عظیم النظر کتاب مکمل ہوئی جس کا لقب بغیر کسی تردد کے اصح الکتب بعد کتاب اللہ قرار پایا امت کے لاکھوں کروڑوں محدثین اور علماء نے سخت سے سخت کسوٹی پر اسے کسا مگر جو لقب اس تصنیف کا مشہور ہو چکا تھا وہ پتھر کی لکیر تھا نہ مٹا تھا نہ مٹا۔ اس حقیقت باہرہ کے باوجود ان سطحی ناقدین زمانہ پر سخت افسوس ہے جو آج قلم ہاتھ میں لے کر حضرت امام بخاریؒ اور ان کی عظیم الشان کتاب پر تنقید کرنے کیلئے جبارت کرتے اور اپنی کم عقلی کو ظاہر کرتے ہیں۔ ایسے حضرات دیوبند سے متعلق ہوں یا کسی اور جگہ سے، ان پر واضح ہونا چاہئے کہ ان کی یہ سعی لا حاصل حضرت امام بخاریؒ اور ان کی جلیل القدر کتاب کی ذرہ برابر بھی شان نہ گھٹا سکے گی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جو کوئی آسمان کی طرف تھو کے اس کا تھوک الٹا اس کے منہ پر آئے گا کہ قانون قدرت یہی ہے۔ بخاری شریف کی علمی خصوصیات لکھنے کے لئے ایک مستقل تصنیف اور ایک روشن ترین فاضلانہ دماغ کی ضرورت ہے۔ یہ کتاب صرف احادیث صحیحہ ہی کا مجموعہ نہیں بلکہ اصول و عقائد، عبادات و معاملات، غزوات و سیر، اسلامی معاشرت و تمدن، مسائل سیاست و سلطنت کی ایک جامع انسائیکلو پیڈیا ہے۔ آج کے نوجوان روشن دماغ مسلمانوں کو اس کتاب سے جو کچھ تقفی حاصل ہو سکتی ہے وہ کسی دوسری جگہ نہ ملے گی۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بڑے لوگوں کو چاہئے کہ نیک کاموں کا حکم فرماتے رہیں اور اس بارے میں کسی کا لحاظ نہ کریں۔ جن کو فصاحت کی جائے ان کا بھی فرض ہے کہ تسلیم کرنے میں کسی قسم کا دریغ نہ کریں اور بلاچوں و چرا نیک کاموں کے لئے سر تسلیم خم کر دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دانائی دیکھئے کہ حضرت عثمانؓ کا جواب سنتے ہی تاڑ گئے کہ آپ بغیر غسل کے جمعہ کے لئے آگئے ہیں۔ اس سے غسل جمعہ کی اہمیت بھی ثابت ہوئی۔

۶- بَابُ الدُّهْنِ لِلْجُمُعَةِ باب جمعہ کی نماز کے لئے بالوں میں تیل کا استعمال

(۸۸۳) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے سعید مقبری سے بیان کیا، کہا کہ مجھے میرے باپ ابو سعید مقبری نے عبد اللہ بن وددیعہ سے خبر دی، ان سے حضرت سلمان فارسیؓ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور خوب اچھی طرح سے پاکی حاصل کرے اور تیل استعمال کرے یا گھر میں جو خوشبو میسر ہو استعمال کرے پھر نماز جمعہ کے لئے نکلے اور مسجد میں پہنچ کر دو آدمیوں کے درمیان نہ گھسے، پھر جتنی ہو سکے نفل نماز پڑھے اور جب امام خطبہ شروع کرے تو خاموش سنتا رہے تو اس کے اس جمعہ سے لیکر دوسرے جمعہ تک سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ جمعہ کا دن ایک سچے مسلمان کے لئے ظاہری و باطنی ہر قسم کی مکمل پاکی حاصل کرنے کا دن ہے۔

(۸۸۴) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب

۸۸۳- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذئبٍ عَنْ سَعِيدِ الْمُقْبَرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ ابْنِ وَدِيعَةَ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَتَطَهَّرُ مَا سَطَعَ مِنْ طَهْرٍ وَيَذْهَبُ مِنْ دُحْنِهِ أَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيبٍ بَيْنَهُ، ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ الثَّنِينَ، ثُمَّ يُصَلِّي مَا كَتَبَ لَهُ، ثُمَّ يَنْصَبُ إِذَا تَكَلَّمَ الْإِمَامُ، إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى)). [طرفہ فی : ۹۱۰].

۸۸۴- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ : أَخْبَرَنَا

نے زہری سے خبر دی کہ طاؤس بن کیسان نے بیان کیا کہ میں نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جمعہ کے دن اگرچہ جنابت نہ ہو لیکن غسل کرو اور اپنے سردھویا کرو اور خوشبو لگایا کرو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ غسل کا حکم تو ٹھیک ہے لیکن خوشبو کے متعلق مجھے علم نہیں۔

شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ طَاوُسٌ : قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ : ذَكِّرُوا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : ((اغْتَسِلُوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْسِلُوا رُؤُوسَكُمْ وَإِنْ لَمْ تَكُونُوا جُنُبًا وَأَصِيبُوا مِنَ الطَّنَبِ)). قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : أَمَّا الْغُسْلُ فَنَعَمْ ، وَأَمَّا الطَّنَبُ فَلَا أَذْرِي ،

[طرفہ فی : ۸۸۵]۔

(۸۸۵) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی، کہ انہیں ابن جریج نے خبر دی انہوں نے کہا کہ مجھے ابراہیم بن میسرہ نے طاؤس سے خبر دی اور انہیں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے، آپ نے جمعہ کے دن غسل کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا ذکر کیا تو میں نے کہا کہ کیا تیل اور خوشبو کا استعمال بھی ضروری ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں۔

۸۸۵- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ : أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ طَاوُسٍ : (عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ ذَكَرَ قَوْلَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ : أَيَمَسُّ طَيِّبًا أَوْ ذَهْنًا إِنْ كَانَ عِنْدَ أَهْلِهِ؟ فَقَالَ : لَا أَعْلَمُهُ).

[راجع : ۸۸۴]

تیل اور خوشبو کے متعلق حضرت سلمان فارسی کی حدیث اوپر ذکر ہوئی ہے غالباً حضرت ابن عباس کو اس کا علم نہ ہو سکا۔

باب جمعہ کے دن عمدہ سے عمدہ کپڑے پہنے جو اس کو مل سکے

۷- بَابُ يَلْبَسُ أَحْسَنَ

مَا يَجِدُ

(۸۸۶) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے نافع سے خبر دی، انہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (ریشم کا) دھاری دار جوڑا مسجد نبوی کے دروازے پر بکٹا دیکھا تو کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بہتر ہو اگر آپ اسے خرید لیں اور جمعہ کے دن اور وفود جب آپ کے پاس آئیں تو ان کی ملاقات کے لئے آپ اسے پہنا کریں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے تو وہی پہن سکتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو۔ اس کے بعد رسول

۸۸۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ قَالَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ ((أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَأَى حُلَّةَ سَيَرَاءٍ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ اشْتَرَيْتَ هَذِهِ فَلَبِسْتَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلِلْوَفْدِ إِذَا قَدِمُوا عَلَيْكَ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((إِنَّمَا يَلْبَسُ هَذِهِ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ)). ثُمَّ جَاءَتْ رَسُولَ

اللہ ﷺ کے پاس اسی طرح کے کچھ جوڑے آئے تو اس میں سے ایک جوڑا آپ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے یہ جوڑا پہنا رہے ہیں حالانکہ اس سے پہلے عطار کے جوڑے کے بارے میں آپ نے کچھ ایسا فرمایا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اسے تمہیں خود پہننے کے لئے نہیں دیا ہے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے ایک مشرک بھائی کو پہنا دیا جو کئے میں رہتا تھا۔

اللہ ﷺ مِنْهَا خُلِّلٌ، فَأَعْطَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِنْهَا حُلَّةً، فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَسَوْتَنِيهَا وَقَدْ قُلْتَ فِي حُلَّةِ عَطَّارٍ مَا قُلْتَ. قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنِّي لَمْ أَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا)). فَكَسَاهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ﷺ أَخَاهُ بِمَكَّةَ مُشْرِكًا.

[أطرافه في: ٩٣٨، ٢١٠٤، ٢٦١٢،

٢٦١٩، ٣٠٥٤، ٥٨٤١، ٥٩٨١،

٦٠٨١].

تشیخ عطار بن حاجب بن زرارہ تمیمی رضی اللہ عنہ کپڑے کے پیواری یہ چادریں فروخت کر رہے تھے، اس لئے اس کو ان کی طرف منسوب کیا گیا یہ وفد بنی تمیم میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ ترجمہ باب یہاں سے نکلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت شریف میں حضرت عمرؓ نے جمعہ کے دن عمدہ کپڑے پہننے کی درخواست پیش کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جوڑے کو اس لئے ناپسند فرمایا کہ وہ ریشمی تھا اور مرد کے لئے خالص ریشم کا استعمال کرنا حرام ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے مشرک بھائی کو اسے بطور ہدیہ دے دیا اس سے معلوم ہوا کہ کافر مشرک جب تک اسلام قبول نہ کریں وہ فروعات اسلام کے مکلف نہیں ہوتے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے مشرک کافروں رشتہ داروں کے ساتھ احسان سلوک کرنا منع نہیں ہے بلکہ ممکن ہو تو زیادہ سے زیادہ کرنا چاہئے تاکہ ان کو اسلام میں رغبت پیدا ہو۔

باب جمعہ کے دن مسواک کرنا

اور ابو سعیدؓ نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ مسواک کرنی چاہئے

(۸۸۷) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تمیمی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالکؒ نے ابو الزناد سے خبر دی، ان سے اعرج نے، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجھے اپنی امت یا لوگوں کی تکلیف کا خیال نہ ہو تا تو میں ہر نماز کے لئے ان کو مسواک کا حکم دے دیتا۔

۸- بَابُ السَّوَاكِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

وَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: يَسْتَأْنِ.

۸۸۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَوْ لَا أَنِ اشْتَقُّ عَلَى أُمَّتِي - أَوْ عَلَى النَّاسِ - لَأَمَرْتَهُمْ بِالسَّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلَاةٍ)). [طرفه في: ٧٢٤٠].

حجۃ البند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رضی اللہ عنہ اپنی مشہور کتاب حجۃ اللہ الباقہ میں بذیل احادیث مرویہ متعلق مسواک فرماتے ہیں۔ اقول معناه لولا خوف الحرج لجعلت السواک شرطاً للصلوۃ کالوضوء وقد ورد بهذا الاسلوب احادیث کثیرہ جدا وہی دلائل واضحہ علی ان

اجتهاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مدخلا فی الحدود الشرعیة وانها منوطہ بالمقاصد وان رفع الحرج من الاصول التی بنی علیہ الشرائع قول الراوی فی صفة تسوکه صلی اللہ علیہ وسلم اع اع کانه یتھوع اقول ینبغی للانسان ان یدلج بالسواک افاصلی الفم فیخرج الحلق والصدرو لا یستقصاء فی السواک یدھب بالقلع ویصفی الصوت ویطیب النکھة الخ حجة اللہ البانہ، ص: ۹۳۹، ۳۵۰

یعنی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اگر میں اپنی امت پر دشوار نہ جانتا تو ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا، اس کے متعلق میں کہتا ہوں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر تنگی کا ڈر نہ ہوتا تو مسواک کرنے کو وضو کی طرح نماز کی صحت کے لئے شرط قرار دے دیتا اور اس طرح کی بہت سی احادیث وارد ہیں جو اس امر پر صاف دلالت کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کے اجتہاد کو حدود شرعیہ میں دخل ہے اور حدود شرعیہ مقاصد پر مبنی ہیں اور امت سے تنگی کا رفع کرنا من جملہ ان اصول کے ہے جن پر احکام شرعیہ مبنی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مسواک کرنے کی کیفیت کے متعلق جو راوی کا بیان ہے کہ آپ مسواک کرتے وقت اع اع کی آواز نکالتے جیسے کوئی تے کرتے وقت کرتا ہے، اس کے متعلق میں کہتا ہوں کہ انسان کو مناسب ہے کہ اچھی طرح سے منہ کے اندر مسواک کرے اور حلق اور سینہ کا بلغم نکالے اور منہ میں خوب اندر تک مسواک کرنے سے مرض قلاع دور ہو جاتا ہے اور آواز صاف ہو جاتی ہے اور منہ خوشبودار ہو جاتا ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشر من الفطرة قص الشوارب واعفاء اللحية والسواک الخ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس باتیں فطرت میں سے ہیں مونچھوں کا ترشونا اور داڑھی کا بڑھانا اور مسواک کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا اور ناخن کترانا اور انگلیوں کے جوڑوں کا دھونا اور بغل کے بال اکھاڑنا اور زیر ناف کے بال صاف کرنا اور پانی سے استنجا کرنا۔ راوی کہتا ہے کہ دسویں بات مجھ کو یاد نہیں رہی وہ غالباً کلی کرنا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ طہارتیں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منقول ہیں اور تمام ام حنیفیہ میں برابر جاری ہیں اور ان کے دلوں میں پیوست ہیں اسی وجہ سے ان کا نام فطرت رکھا گیا ہے (حجة اللہ البانہ، ج: ۱ / ص: ۳۳۷)

(۸۸۸) ہم سے ابو معمر عبد اللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الوارث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعیب بن جحباب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم سے مسواک کے بارے میں بہت کچھ کہہ چکا ہوں۔

۸۸۸- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ جَحْبَابٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسٌ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَكْثَرْتُ عَلَيْكُمْ فِي السَّوَالِ)).

(۸۸۹) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں سفیان ثوری نے منصور بن معمر اور حصین بن عبد الرحمن سے خبر دی، انہیں ابو وائل نے، انہیں حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ جب رات کو اٹھتے تو منہ کو مسواک سے خوب صاف کرتے۔

۸۸۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ وَحُصَيْنٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حَذِيفَةَ قَالَ: (كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ لَفَاهُ).

[راجع: ۲۴۵]

ان جملہ احادیث سے حضرت امام نے یہ نکالا کہ جمع کی نماز کے لئے بھی مسواک کرنا چاہئے۔ جب آنحضرت ﷺ نے ہر نماز کے لئے مسواک کی تاکید فرمائی تو جمع کی نماز کے لئے بھی اس کی تاکید ثابت ہوئی۔ اس لئے بھی کہ جمع زیادہ لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے، اس لئے منہ کا صاف کرنا ضروری ہے تاکہ منہ کی بدبو سے لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔

باب جو شخص دوسرے کی مسواک استعمال کرے

(۸۹۰) ہم سے اسلمیل بن ابی اویس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سلیمان بن ہلال نے بیان کیا کہ ہشام بن عروہ نے کہا کہ مجھے میرے باپ عروہ بن زبیر نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے خبر دی۔ انہوں نے کہا کہ عبدالرحمن بن ابی بکر (ایک مرتبہ) آئے۔ ان کے ہاتھ میں مسواک تھی جسے وہ استعمال کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے بیماری کی حالت میں ان سے کہا عبدالرحمن یہ مسواک مجھے دے دے۔ انہوں نے دے دی۔ میں نے اس کے سرے کو پہلے توڑا یعنی اتنی لکڑی نکال دی جو عبدالرحمن اپنے منہ سے لگایا کرتے تھے، پھر اسے چبا کر رسول اللہ ﷺ کو دے دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دانت صاف کئے اور آپ اس وقت میرے سینے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

۹- بَابُ مَنْ تَسَوَّكَ بِسِوَاكِ غَيْرِهِ
۸۹۰- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي سَلِيمَانُ بْنُ هِلَالٍ قَالَ: قَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: (دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ وَمَعَهُ سِوَاكٌ يَسْتَنُّ بِهِ، فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَقُلْتُ لَهُ: أَعْطِنِي هَذَا السُّوَاكَ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ، فَأَعْطَانِيهِ، فَقَصَمْتُهُ ثُمَّ مَضَّغْتُهُ، فَأَعْطَيْتُهُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، فَاسْتَنَّ بِهِ وَهُوَ مُسْتَبِدٌّ إِلَيَّ صَدْرِي).
[أطرافه في: ۱۳۸۹، ۳۱۰۰، ۳۷۷۴، ۴۴۳۸، ۴۴۴۶، ۴۴۴۹، ۴۴۵۰، ۴۴۵۱، ۵۲۱۷، ۶۵۱۰].

تشریح اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دوسرے کی مسواک اس سے لے کر استعمال کی جاسکتی ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ دوسرا آدمی مسواک کو اپنے منہ سے چبا کر اپنے بھائی کو دے سکتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ بوقت ضرورت اپنے کسی بھائی سے جن پر ہم کو بھروسہ و اعتماد ہو کوئی ضرورت کی چیز اس سے طلب کر سکتے ہیں۔ تعاون باہمی کا یہی مفہوم ہے۔ اس حدیث سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت بھی ثابت ہوئی کہ مرض الموت میں ان کو آنحضرت ﷺ کی خصوصی خدمات کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ خدا کی مار ان بد شعاروں پر جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان اقدس میں کلمات گستاخی استعمال کر کے اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔

باب جمعہ کے دن نماز فجر میں کونسی سورۃ

پڑھی جائے؟

(۸۹۱) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے سعد بن ابراہیم کے واسطے سے بیان کیا، ان سے عبدالرحمن بن ہرمز نے، ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز میں الم تنزيل اور هل اتی علی الانسان پڑھا کرتے تھے۔

۱۰- بَابُ مَا يُقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ

يَوْمَ الْجُمُعَةِ

۸۹۱- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ - ابْنِ هُرْمَزٍ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ﴿الْمُتَزِيلُ﴾ السَّجْدَةَ وَ﴿هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ﴾)).

[طرفه في: ۱۰۶۸].

تشریح طبرانی کی روایت ہے کہ آپ ہمیشہ ایسا کیا کرتے تھے۔ ان سورتوں میں انسان کی پیدائش اور قیامت وغیرہ کا ذکر ہے اور یہ جمعہ کے دن ہی واقع ہوگی۔ اس حدیث سے مالکیہ کا رد ہوا جو نماز میں سجدہ والی سورت پڑھنا مکروہ جانتے ہیں۔ ابو داؤد کی روایت ہے کہ آپ نے ظہر کی نماز میں بھی سجدے کی سورت پڑھی اور سجدہ کیا (وحیدی) علامہ شوکانی اس بارے میں کئی احادیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ وهذه الاحادیث فیہا مشروعية قِراءة تنزیل السجدة وهل اتی علی الانسان قال العراقي وممن كان یفعله من الصحابة عبد الله بن عباس ومن التابعین ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف وهو مذهب الشافعی واحمد واصحاب الاحادیث (مثل الاوطار) یعنی ان احادیث سے ثابت ہوا کہ جمعہ کے دن فجر کی نماز کی پہلی رکعت میں الم تنزیل سجدہ اور دوسری میں هل اتی علی الانسان پڑھنا مشروع ہے، صحابہ میں سے حضرت عبد اللہ بن عباس اور تابعین میں سے ابراہیم بن عبد الرحمن کا یہی عمل تھا اور امام شافعی اور امام احمد اور اہل حدیث کا یہی مذہب ہے۔

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں والتعبیر بكان يشعر بمواظبته علیہ الصلوة والسلام علی القِراءة بهما فیہا یعنی حدیث مذکور میں لفظ کان بتلا رہا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جمعہ کے دن فجر کی نماز میں ان سورتوں پر مواظبت یعنی بیٹھتی فرمائی ہے۔ اگرچہ کچھ علماء مواظبت کو نہیں مانتے مگر طبرانی میں حضرت عبد اللہ بن مسعود سے یدیم بذالک لفظ موجود ہے یعنی آپ نے اس عمل پر مداومت فرمائی (قسطلانی) کچھ لوگوں نے دعویٰ کیا تھا کہ اہل مدینہ نے یہ عمل ترک کر دیا تھا، اس کا جواب علامہ ابن حجرؒ نے ان لفظوں میں دیا ہے واما دعواه ان الناس ترکوا العمل به فباطلة لان اکثر اہل العلم من الصحابة والتابعین قد قالوا به کما نقله ابن المنذر وغیرہ حتی انه ثابت عن ابراہیم ابن عوف والاسعد وهو من کبار التابعین من اہل المدینة انه ام الناس بالمدينة بهما فی الفجر يوم الجمعة اخرجه ابن ابی شیبہ باسناد صحیح الخ (فتح الباری) یعنی یہ دعویٰ کہ لوگوں نے اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا تھا باطل ہے۔ اس لئے کہ اکثر اہل علم صحابہ و تابعین اس کے قائل ہیں جیسا کہ ابن منذر وغیرہ نے نقل کیا ہے حتیٰ کہ ابراہیم ابن عوف سے بھی یہ ثابت ہے جو مدینہ کے کبار تابعین سے ہیں کہ انہوں نے جمعہ کے دن لوگوں کو فجر کی نماز پڑھائی اور ان ہی دو سورتوں کو پڑھا۔ ابن ابی شیبہ نے اسے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔

باب گاؤں اور شہر دونوں جگہ جمعہ

۱۱- بَابُ الْجُمُعَةِ فِي الْقَرْيَةِ

درست ہے

وَالْمَدَن

(۸۹۲) ہم سے محمد بن ثنیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو عامر عقدی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن لہمان نے بیان کیا، ان سے ابو جمرہ نصر بن عبد الرحمن صبیعی نے، ان سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے، آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے بعد سب سے پہلا جمعہ بنو عبد القیس کی مسجد میں ہوا جو بحرین کے ملک جواثی میں تھی۔

۸۹۲- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ الضُّبَيْعِيِّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: (إِنَّ أَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِعَتْ - بَعْدَ جُمُعَةِ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ - فِي مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَيْسِ بِجَوَاثِي مِنَ الْبَحْرَيْنِ).

[طرفہ فی : ۴۳۷۱]

(۸۹۳) ہم سے بشر بن محمد مروزی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا کہ ہمیں یونس بن یزید نے زہری سے خبر دی،

۸۹۳- حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ

انہیں سالم بن عبد اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ کہتے سنا کہ تم میں سے ہر شخص گنہگار ہے اور ریث نے اس میں یہ زیادتی کی کہ یونس نے بیان کیا کہ رزیق بن حکیم نے ابن شہاب کو لکھا۔ ان دنوں میں بھی وادی القری میں ابن شہاب کے پاس ہی تھا کہ کیا میں جمعہ پڑھا سکتا ہوں۔ رزیق (ایلہ کے اطراف میں) ایک زمین کاشت کروا رہے تھے۔ وہاں حبشہ وغیرہ کے کچھ لوگ موجود تھے۔ اس زمانہ میں رزیق ایلہ میں (حضرت عمر بن عبد العزیز کی طرف سے) حاکم تھے۔ ابن شہاب رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھوایا، میں وہیں سن رہا تھا کہ رزیق جمعہ پڑھائیں۔ ابن شہاب رزیق کو یہ خبر دے رہے تھے کہ سالم نے ان سے حدیث بیان کی کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک گنہگار ہے اور اس کے ماتحتوں کے متعلق اس سے سوال ہو گا۔ امام نگراں ہے اور اس سے سوال اس کی رعایا کے بارے میں ہو گا۔ انسان اپنے گھر کا نگراں ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگراں ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ خادم اپنے آقا کے مال کا نگراں ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ انسان اپنے باپ کے مال کا نگراں ہے اور اس کی رعیت کے بارے میں اس سے سوال ہو گا اور تم میں سے ہر شخص نگراں ہے اور سب سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔

عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((كُلُّكُمْ رَاعٍ)). وَزَادَ اللَّيْثُ قَالَ يُؤْنَسُ كَتَبَ رُزَيْقُ بْنُ حُكَيْمٍ إِلَيَّ ابْنُ شِهَابٍ - وَأَنَا مَعَهُ يَوْمَئِذٍ بِوَادِي الْقُرَى - : هَلْ تَرَى أَنْ أُجْعَ؟ وَرُزَيْقُ غَامِلٌ عَلَى أَرْضٍ يَعْمَلُهَا وَلَيْهَا جَمَاعَةٌ مِنَ السُّودَانِ وَغَيْرِهِمْ، وَرُزَيْقُ يَوْمِئِذٍ عَلَى أَيْلَةٍ، فَكَتَبَ ابْنُ شِهَابٍ - وَأَنَا أَسْمَعُ - بِأَمْرِهِ أَنْ يُجْمَعَ، يُخْبِرُهُ أَنْ سَالِمًا حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ: الْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَّةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ)) - قَالَ: وَحَسِبْتُ أَنْ قَدْ قَالَ: ((وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي مَالِ أَبِيهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ)).

[أطرافه في : ٢٤٠٩، ٢٥٥٤، ٢٧٥١، ٥١٨٨، ٥٢٠٠، ٧١٣٨].

نتیجہ مجتہد مطلق حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے ان لوگوں کا رد فرمایا ہے جو جمعہ کی صحت کے لئے شہر اور حاکم وغیرہ کی قیود لگاتے ہیں اور گاؤں میں جمعہ کے لئے انکار کرتے ہیں۔ حضرت مولانا وحید الزماں صاحب شارح بخاری فرماتے ہیں کہ اس سے امام بخاری نے ان لوگوں کا رد کیا جو جمعہ کے لئے شرک کی قید کرتے ہیں۔ اہل حدیث کا مذہب یہ ہے کہ جمعہ کی شرطیں جو حنفیوں نے لگائی ہیں وہ سب بے دلیل ہیں اور جمعہ دوسری نمازوں کی طرح ہے صرف جماعت اس میں شرط ہے یعنی امام کے سوا ایک آدمی

اور ہونا اور نماز سے پہلے دو خطبے پڑھنا سنت ہے باقی کوئی شرط نہیں ہے۔ دار الحرب اور کافروں کے ملک میں بھی حضرت امام نے باب میں لفظ قرئی اور دن استعمال فرمایا ہے قرئی قریہ کی جمع ہے جو عموماً گاؤں ہی پر بولا جاتا ہے اور دن مدینہ کی جمع ہے جس کا اطلاق شہر پر ہوتا ہے۔

علامہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں فی هذه الترجمة إشارة الى خلاف من خص الجمعة بالمدن دون القرى یعنی اس باب میں حضرت امام بخاریؒ نے ان لوگوں کے خلاف اشارہ فرمایا ہے جو جمعہ کو شہروں کے ساتھ خاص کر کے دیہات میں اقامت جمعہ کا انکار کرتے ہیں۔ آپ نے اس حدیث کو بطور دلیل پیش فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں مسجد نبوی کے بعد پہلا جمعہ عبدالقیس نامی قبیلہ کی مسجد میں قائم کیا گیا جو جوئی نامی گاؤں میں تھی اور وہ گاؤں علاقہ بحرین میں واقع تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ جمعہ آنحضرت ﷺ کی اجازت ہی سے قائم کیا گیا۔ صحابہؓ کی مجال نہ تھی کہ آنحضرت ﷺ کی اجازت کے بغیر وہ کوئی کام کر سکیں۔ جوئی اس وقت ایک گاؤں تھا۔ مگر حنفی حضرات فرماتے ہیں کہ وہ شہر تھا حالانکہ حدیث مذکور سے اس کا گاؤں ہونا ظاہر ہے جیسا کہ وکیع کی روایت میں صاف موجود ہے۔ انہا قریہ من قری البحرین یعنی جوئی بحرین کے دیہات میں ایک گاؤں تھا۔ بعض روایتوں میں قرئی عبدالقیس بھی آیا ہے کہ وہ قبیلہ عبدالقیس کا ایک گاؤں تھا (قططانی)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ممکن ہے بعد میں اس کی آبادی بڑھ گئی ہو اور وہ شہر ہو گیا ہو مگر اقامت جمعہ کے وقت وہ گاؤں ہی تھا۔ حضرت امامؒ نے مزید وضاحت کے لئے حضرت ابن شہابؒ کا فرمان ذکر فرمایا کہ انہوں نے رزق نامی ایک بزرگ کو جو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی طرف سے ایلہ کے گورنر تھے اور ایک گاؤں میں جہاں ان کی زمینداری تھی، سکونت پذیر تھے ان کو اس گاؤں میں جمعہ قائم کرنے کے لئے اجازت نامہ تحریر فرمایا۔

امام قططانی فرماتے ہیں واملاہ ابن شہاب من کاتبہ فسمعه یونس منہ یعنی ابن شہاب زہری نے اپنے کاتب سے اس اجازت نامے کو لکھوایا اور یونس نے ان سے اس وقت اسے سنا۔ اور ابن شہاب نے یہ حدیث پیش کر کے ان کو بتلایا کہ گو وہ گاؤں اور دیہات ہی میں ہے لیکن اس کو جمعہ پڑھنا چاہئے کیونکہ وہ اپنی رعایا کا جو وہاں رہتی ہے، اس طرح اپنے نوکر چاکروں کا نگہبان ہے جیسے بادشاہ نگہبان ہوتا ہے تو بادشاہ کی طرح اس کو بھی احکام شرعیہ قائم کرنا چاہئے جن میں سے ایک اقامت جمعہ بھی ہے۔ ابن شہاب زہری وادی قرئی میں تھے جو مدینہ منورہ کے قریب ایک گاؤں ہے جسے آنحضرت ﷺ نے ۷ھ بمابہ جمادی الاخریٰ میں فتح کیا تھا۔ فتح الباری میں ہے کہ زین بن مریر نے کہا کہ اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ بادشاہ کی اجازت کے بغیر بھی منعقد ہو جاتا ہے۔ جب کوئی جمعہ قائم کرنے کے قابل امام خطیب وہاں موجود ہو اور اس سے گاؤں میں بھی جمعہ کا صحیح ہونا ثابت ہوا۔

گاؤں میں جمعہ کی صحت کے لئے سب سے بڑی دلیل قرآن پاک کی آیت کریمہ ہے جس میں فرمایا۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ﴾ (الجمعة: ۹) یعنی اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لئے اذان دی جائے تو اللہ کو یاد کرنے کے لئے چلو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ اس آیت کریمہ میں ”ایمان والے“ عام ہیں وہ شہری ہوں یا دیہاتی سب اس میں داخل ہیں جیسا کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں الجمعة حق واجب علی کل مسلم فی جماعة الا ربعة عبد مملوک اوامراة اوصبی او مریض (رواہ ابو داؤد و الحاکم) یعنی جمعہ ہر مسلمان پر حق اور واجب ہے کہ وہ جماعت کے ساتھ ادا کرے مگر غلام، عورت، بچے اور مریض پر جمعہ فرض نہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے من کان یومن بالله والیوم الآخر فعليه الجمعة امریض او مسافر اوامراة اوصبی او مملوک فمن استغنی بلهو او تجارة استغنی الله عنه واللہ غنی حمید (رواہ الدار قطنی) یعنی جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہے اس پر جمعہ فرض ہے مگر مریض مسافر غلام اور بچے اور عورت پر جمعہ فرض نہیں ہے پس جو کوئی کھیل تماشہ یا تجارت کی وجہ سے بے پروائی کرے تو اللہ پاک بھی اس سے بے پروائی کرے گا کیونکہ اللہ بے نیاز اور محمود ہے۔

آیت شریفہ میں خرید و فروخت کے ذکر سے بعض دماغوں نے جمعہ کے لئے شر ہونا نکالا ہے حالانکہ یہ استدلال بالکل غلط ہے۔ آیت شریفہ میں خرید و فروخت کا اس لئے ذکر آیا کہ نزول آیت کے وقت ایسا واقعہ پیش آیا تھا کہ مسلمان ایک تجارتی قافلہ کے آ جانے سے جمعہ چھوڑ کر خرید و فروخت کے لئے دوڑ پڑے تھے۔ اس لئے آیت میں خرید و فروخت چھوڑنے کا ذکر آگیا اور اگر اس کو اسی طرح مان لیا جائے تو کونسا گاؤں آج ایسا ہے جہاں کم و بیش خرید و فروخت کا سلسلہ جاری نہ رہتا ہو پس اس آیت سے جمعہ کے لئے شر کا خاص کرنا بالکل ایسا ہے جیسا کہ کوئی ڈوبنے والا تنکے کا سہارا حاصل کرے۔

ایک حدیث میں صاف گاؤں کا لفظ موجود ہے چنانچہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں الجمعة واجبة علی کل قرية فیہا امام وان لم یکونوا الا اربعة رواہ الدار قطنی، ص: ۲۶ یعنی ہر ایسے گاؤں والوں پر جس میں نماز پڑھانے والا امام موجود ہو جمعہ واجب ہے اگرچہ چار ہی آدمی ہوں۔ یہ روایت گو قدرے کمزور ہے مگر پہلی روایتوں کی تائید و تقویت اسے حاصل ہے۔ لہذا اس سے بھی استدلال درست ہے اس میں ان لوگوں کا بھی رد ہے جو صحت جمعہ کے لئے کم از کم چالیس آدمیوں کا ہونا شرط قرار دیتے ہیں۔

اکابر صحابہ سے بھی گاؤں میں جمعہ پڑھنا ثابت ہے چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ ”تم جہاں کہیں ہو جمعہ پڑھ لیا کرو“ عطاء بن یمین ابو رافع سے روایت کرتے ہیں کہ ان ابابکرہ کتب الی عمر یسأله عن الجمعة وهو بالبحرین فکتب الیہم ان جمعا حیث ما کنتم اخرجه ابن خزيمة وصححه وابن ابی شیبہ والبیہقی وقال هذا الاثر اسنادہ حسن فتح الباری، ص: ۳۸۶ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بحرن سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس خط لکھ کر دریافت فرمایا تھا کہ بحرن میں جمعہ پڑھیں یا نہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ تم جہاں کہیں بھی ہو جمعہ پڑھ لیا کرو۔

اس کا مطلب حضرت امام شافعیؒ بیان فرماتے ہیں قال الشافعی معناه فی ای قرية کنتم لان مقامہم بالبحرین انما کان فی القرئ (التعلیق المغنی علی الدار قطنی) یعنی حیث ما کنتم کے یہ معنی ہیں کہ تم جس گاؤں میں بھی موجود ہو (جمعہ پڑھ لیا کرو) کیونکہ حضرت ابو ہریرہؓ (سوال کرنے والے) گاؤں میں ہی مقیم تھے اور حافظ ابن حجرؒ بیان فرماتے ہیں وهذا ما یשמعل المدن والقرئ (فتح الباری، ص: ۳۸۶) فاروقی حکم شہروں اور دیہاتوں کو برابر شامل ہے۔ حضرت عمرؓ خود گاؤں میں جمعہ پڑھنے کے نہ صرف قائل تھے بلکہ سب کو حکم دیتے تھے۔ چنانچہ لیث بن سعدؒ فرماتے ہیں۔ ان اهل الاسکندریة ومدائن مصر ومدائن سواحلہا کانوا یجمعون الجمعة علی عہد عمر بن الخطاب و عثمان بن عفان بامرہما وفیہما رجال من الصحابة (التعلیق المغنی علی الدار قطنی، جلد ۱/ ص: ۳۸۶) اسکندریہ اور مصر کے آس پاس والے حضرت عمرو عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ان دونوں کے ارشاد سے جمعہ پڑھا کرتے تھے حالانکہ وہیں صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت بھی موجود تھی اور ولید بن مسلمؒ فرماتے ہیں کہ سالت اللیث بن سعد (ای عن التجمیع فی القرئ) فقال کل مدینة او قرية فیہا جماعة امروا بالجمعة فان اهل مصر و سواحلہا کانوا یجمعون الجمعة علی عہد عمر و عثمان بامرہما وفیہما رجال من الصحابة (بیہقی والتعلیق المغنی علی الدار قطنی، ص: ۳۸۶ وفتح الباری، ص: ۳۸۶)

نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی گاؤں اور شہر کے باہر رہنے والوں پر جمعہ کی نماز فرض ہونے کے قائل تھے چنانچہ عبدالرزاق رحمہ اللہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہ کان یری اهل المیاء بین مکة والمدینة یجمعون فلا یعب علیہم (فتح الباری، ج: ۱/ ص: ۳۸۶ والتعلیق المغنی علی الدار قطنی، ص: ۳۸۶) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ مکہ و مدینہ کے درمیان پانی کے پاس اترتے ہوئے وہیں کے دیہاتی لوگوں کو جمعہ پڑھتے دیکھتے تو بھی ان کو نہ منع کرتے اور نہ ان کو برا کہتے اور ولید بن مسلمؒ روایت کرتے ہیں کہ یروی عن شیبان عن مولی لال سعید بن العاص انہ سال ابن عمر عن القرئ التی بین مکة والمدینة ماتری فی الجمعة قال نعم اذا کان علیہم امیر فلیجمع (رواہ البیہقی والتعلیق، ص: ۳۸۶)

سعید بن عاص کے مولیٰ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ان کے گاؤں کے بارہ میں دریافت کیا جو مکہ و مدینہ کے درمیان میں ہیں کہ

ان گاؤں میں جمعہ ہے یا نہیں؟ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کہ ہاں جب کوئی امیر (امام نماز پڑھانے والا) ہو تو جمعہ ان کو پڑھائے۔ نیز حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ بھی دیہات میں جمعہ پڑھنے کا حکم صادر فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ جعفر بن برقان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ کتب عمر بن عبدالعزیز الی عدی بن عدی الکندی انظر کل قرية اهل قرارا لیسو ہم باهل عمود یسقلون فامر علیہم امیرا ثم مره فلیجمع بهم (رواہ البیہقی فی المعرفة والتعلیق المغنی علی الدار فطنی ص: ۳۶) حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے عدی ابن عدی الکندی کے پاس لکھ کر بھیجا کہ ہر ایسے گاؤں کو دیکھو جہاں کے لوگ اسی جگہ مستقل طور پر رہتے ہیں۔ ستون والوں (خانہ بدوشوں) کی طرح ادھر ادھر پھرتے و منتقل نہیں ہوتے۔ اس گاؤں والوں پر ایک امیر (امام) مقرر کر دو کہ ان کو جمعہ پڑھاتا رہے۔

اور حضرت ابو زر (صحابی) رضی اللہ عنہ ربذہ گاؤں میں رہنے کے باوجود وہیں چند صحابہ کے ساتھ برابر جمعہ پڑھتے تھے۔ چنانچہ ابن حزم رضی اللہ عنہ مٹلی میں فرماتے ہیں کہ صحابہ انہ کان یعثمان عبد اسود امیر له علی الرید یصلی خلفه ابوذر رضی اللہ عنہ من الصحابة الجمعة وغیرہا (کبیری شرح منہ ص: ۵۱۲) صحیح سند سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک سیاہ غلام ربذہ میں حکومت کی طرف سے امیر (امام) تھا۔ حضرت ابوذر و دیگر صحابہ کرامؓ اس کے پیچھے جمعہ وغیرہ پڑھا کرتے تھے۔

نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ شہر بصرہ کے قریب موضع ”زاویہ“ میں رہتے تھے۔ کبھی تو جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے بصرہ آتے اور کبھی جمعہ کی نماز موضع زاویہ ہی میں پڑھ لیتے تھے۔ بخاری شریف، ج: ۱/ ص: ۱۲۳ میں ہے وکان انس فی قصر احیاناً یجمع و احیاناً لا یجمع و هو بالزاویة علی فوسخین اس عبارت کا مختصر مطلب یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ جمعہ کی نماز کبھی زاویہ ہی میں پڑھ لیتے اور کبھی زاویہ میں بھی نہیں پڑھتے تھے بلکہ بصرہ میں آکر جمعہ پڑھتے۔

حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ فتح الباری میں یہی مطلب بیان فرماتے ہیں قوله یجمع ای یصلی الجمعة بمن معه او یشہد الجمعة البصرة یعنی کبھی جمعہ کی نماز (مقام زاویہ میں) اپنے ساتھیوں کو پڑھاتے یا جمعہ کے لئے بصرہ تشریف لاتے۔ اور یہی مطلب علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاری، ص: ۲۷۴/ جلد: ۳ میں بیان فرمایا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ عید کی نماز بھی اسی زاویہ میں پڑھ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ بخاری شریف، ص: ۱۳۴ میں ہے کہ وامر انس بن مالک مولاه ابن ابی عتبۃ بالزاویة فجمع اہله وبنیہ و صلی کصلوة المصر و تکبیر ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے آزاد کردہ غلام ابن ابی عتبہ کو زاویہ میں حکم دیا اور اپنے تمام گھروالوں بیٹوں وغیرہ کو جمع کر کے شہر والوں کی طرح عید کی نماز پڑھی۔ علامہ عینی رضی اللہ عنہ نے بھی عمدۃ القاری، ص: ۴۰۰/ جلد: ۳ میں اسی طرح بیان فرمایا ہے۔ ان آثار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ جمعہ اور عیدین کی نماز شہر والوں کی طرح گاؤں میں بھی پڑھا کرتے تھے۔

نبی ﷺ نے خود گاؤں میں جمعہ پڑھا ہے:

رسول اللہ ﷺ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تھے تو بنی مالک کے گاؤں میں جمعہ کی نماز پڑھی تھی۔ ابن حزم رضی اللہ عنہ مٹلی میں فرماتے ہیں کہ ومن اعظم البرہان علی صححتہا فی القرئ ان النبی ﷺ اتی المدینۃ وانما ہی قریۃ صغار متفرقة فبنی مسجدہ فی بنی مالک بن نجار و جمع فیہ فی قریۃ لیست بالکبیرۃ والا معرہا لک (عون المعبود شرح ابی داود، ج: ۱/ ص: ۴۱۳) دیہات و گاؤں میں جمعہ پڑھنے کی صحت پر سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ جب مدینہ میں تشریف لائے تو اس وقت مدینہ کے چھوٹے چھوٹے الگ الگ گاؤں بے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے بنی مالک بن نجار میں مسجد بنائی اور اسی گاؤں میں جمعہ پڑھا جو نہ تو شہر تھا اور نہ بڑا گاؤں ہی تھا۔

اور حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ تلخیص الجبر، ص: ۱۳۲ میں فرماتے ہیں کہ وروی البیہقی فی المعرفة عن مغازی ابن اسحاق و موسى ابن عقبہ

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین ركب من بنی عمرو بن عوف فی ہجرتہ الی المدینۃ فمر علی بنی سالم وہی قریۃ بین قبا و المدینۃ فادركته الجمعة فصلی بهم الجمعة وكانت اول جمعة صلاھا حین قدم امام بیہقی رحمہ اللہ نے المعروف میں ابن اسحاق و موسیٰ بن عقبہ کے مغازی سے روایت کیا ہے کہ ہجرت کے وقت رسول اللہ ﷺ جس وقت بنی عمرو بن عوف (قبا) سے سوار ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو بنی سالم کے پاس سے آپ کا گزر ہوا وہ قبا و مدینہ کے درمیان ایک گاؤں تھا تو اسی جگہ جمعہ نے آپ کو پالیا یعنی جمعہ کا وقت ہو گیا تو سب کے ساتھ (اسی گاؤں میں) جمعہ کی نماز پڑھی۔ مدینہ تشریف لانے کے وقت سب سے پہلا یہی جمعہ آپ نے پڑھا ہے۔

خلاصۃ الوفاء ص ۱۹۶ میں ہے ولابن اسحاق فادركته الجمعة فی بنی سالم بن عوف فصلاھا فی بطن الوادی وادی ذی رانونا فكانت اول جمعة صلاھا بالمدینۃ اور سیرۃ ابن ہشام میں ہے کہ فادركت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجمعة فی بنی سالم بن عوف فصلاھا فی المسجد الذی فی بطن الوادی وادی رانونا یعنی وادی (میدان) رانونا کی مسجد میں آپ نے جمعہ کی نماز پڑھی۔

اور آپ کے ہجرت کرنے سے پہلے بعض وہ صحابہ کرام جو پہلے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تھے وہ اپنے اجتہاد سے بعض گاؤں میں جمعہ پڑھتے تھے۔ پھر حضور ﷺ نے ان کو منع نہیں فرمایا جیسے اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے ہزم النبت (گاؤں) میں جمعہ پڑھایا۔ ابو داؤد شریف میں ہے۔ لانه اول من جمع بنا فی ہزم النبت من حرہ بنی بیاضۃ فی نقیع یقال نقیع الخضعات (الحديث) حرہ بنی بیاضہ ایک گاؤں کا نام تھا جو مدینہ طیبہ سے ایک میل کے فاصلہ پر آباد تھا۔

حافظ ابن حجر تلخیص الجبر، ص: ۱۳۳ میں فرماتے ہیں۔ حرۃ بنی بیاضۃ قریۃ علی میل من المدینۃ اور خلاصۃ الوفاء میں ہے والصواب انه بهزم النبت من حرۃ بنی بیاضۃ وہی الحرۃ الغربیۃ التی بہا قریۃ بنی بیاضۃ قبل بنی سلمۃ ولذا قال النووی انه قریۃ بقرب المدینۃ علی میل من منازل بنی سلمۃ قالہ الامام احمد کما نقلہ الشیخ ابو حامد اس عبارت کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ حرہ بنی بیاضہ مدینہ کے قریب ایک میل کے فاصلہ پر گاؤں ہے۔ اسی گاؤں میں اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے جمعہ کی نماز پڑھائی تھی۔

اسی لئے امام خطابی رحمہ اللہ شرح ابی داؤد میں فرماتے ہیں وفي الحديث من الفقه ان الجمعة جوازها فی القرئی کجوازها فی المدن والامصار اس حدیث سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ دیہات میں جمعہ پڑھنا جائز ہے جیسے کہ شہروں میں جائز ہے۔

ان احادیث و آثار سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دیہات میں ہمیشہ جمعہ پڑھا کرتے تھے اور از خود حضور ﷺ نے پڑھایا اور پڑھنے کا حکم دیا ہے کہ الجمعة واجبة علی کل قریۃ (دار قطنی، ص: ۱۶۵) ہر گاؤں والوں پر جمعہ فرض ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی خلافت کے زمانہ میں دیہات میں جمعہ پڑھنے کا حکم دیا اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گاؤں میں جمعہ پڑھا کرتے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے بھی دیہات میں جمعہ پڑھنے کا حکم دیا۔

ان تمام احادیث و آثار کے ہوتے ہوئے بعض لوگ دیہات میں جمعہ بند کرانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں حالانکہ جمعہ تمام مسلمانوں کے لئے عید ہے خواہ شہری ہوں یا دیہاتی۔ ترغیب و ترہیب، ص: ۱۹۵ / ج: ۱ میں ہے کہ عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال عرضت الجمعة علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاء بها جبرئیل علیہ السلام فی کفة کالمرآۃ البیضاء فی وسطھا کالکتکۃ السوداء فقال ما هذا یا جبرئیل قال هذه الجمعة یعرضھا علیک ربک لتکون لک عیداً ولقومک من بعدک (الحديث رواه الطبرانی فی الاوسط باسناد جید ترغیب، ص: ۱۹۵ / ج: ۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جمعہ کو سفید آمین کی طرح ایک پلہ میں لا کر پیش فرمایا۔ اس کے درمیان میں ایک سیاہ نکتہ سا تھا۔ نبی ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اے جبرائیل! یہ کیا ہے؟ حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب دیا کہ یہ وہ جمعہ ہے جس کو آپ کا رب آپ کے سامنے پیش کرتا ہے تاکہ آپ کے اور آپ کی امت کے واسطے یہ عید ہو کر رہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ تمام امت محمدیہ کے لئے عید ہے، اس میں شہری و دیہاتی کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ اب دیہاتیوں کو اس عید (جمعہ) سے محروم رکھنا انصاف کے خلاف ہے۔ ایمان، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ جیسے دیہاتی پر برابر فرض ہیں اسی طرح جمعہ بھی دیہاتی و غیر دیہاتی پر برابر فرض ہے۔ اگر گاؤں والوں پر جمعہ فرض نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ علیحدہ کر کے خارج کر دیتے۔ جیسے مسافر و مریض وغیرہ کو خارج کیا گیا ہے حالانکہ کسی آیت یا حدیث مرفوع صحیح میں اس کا استثناء نہیں کیا گیا۔

مانعین جمعہ کی دلیل!

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر (قول) لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع مانعین کی سب سے بڑی دلیل ہے مگر یہ قول مذکورہ بالا احادیث و آثار کے معارض و مخالف ہونے کے علاوہ ان کا ذاتی اجتہاد ہے اور حرمت و وجوب اجتہاد سے ثابت نہیں ہوتے کیونکہ اس کے لئے نص قطعی ہونا شرط ہے۔ چنانچہ مجمع الانمار، ص: ۱۰۹ میں اس اثر کے بعد لکھا ہے۔ لکن هذا مشکل جدا لان الشرط هو فرض لا یثبت الا بقطعی

پھر مصر جامع کی تعریف میں اس قدر اختلاف ہے کہ اگر اس کو معتبر سمجھا جائے تو دیہات تو دیہات ہی ہے آج کل ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں بھی جمعہ پڑھا جانا ناجائز ہو جائے گا۔ کیونکہ مصر جامع کی تعریف میں امیر و قاضی و احکام شرعی کا نفاذ اور حدود کا جاری ہونا شرط ہے حالانکہ اس وقت ہندوستان میں نہ کوئی شرعی حاکم و قاضی ہے نہ حدود ہی کا اجراء ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ بلکہ اکثر اسلامی ملکوں میں بھی حدود کا نفاذ نہیں ہے تو اس قول کے مطابق شہروں میں بھی جمعہ نہ ہونا چاہیے اور ان شرطوں کا ثبوت نہ قرآن مجید سے ہے نہ صحیح حدیثوں سے ہے۔

اور لا جمعة الخ میں لا نفی کمال کا بھی ہو سکتا ہے یعنی کامل جمعہ شہری میں ہوتا ہے کیونکہ وہاں جماعت زیادہ ہوتی ہے اور شر کے اعتبار سے دیہات میں جماعت کم ہوتی ہے۔ اس لئے شہر کی حیثیت سے دیہات میں ثواب کم ملے گا۔ جیسے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے ۲۷ درجے زیادہ ثواب ملتا ہے اور تنہا پڑھنے سے اتنا ثواب نہیں ملتا تو لا جمعة الخ میں کمال اور زیادتی ثواب کی نفی ہے فرضیت کی نفی نہیں ہے۔

اگر بالفرض اس توجیہ کو تسلیم نہ کیا جائے تو دیہاتیوں کے لئے قربانی اور بقرعید کے دنوں کی تکبیریں وغیرہ بھی ناجائز ہونی چاہئیں کیونکہ قربانی نماز عید کے تابع و ماتحت ہے اور جب متبوع (نماز عید) ہی نہیں تو تابع (قربانی) کیسے جائز ہو سکتی ہے؟ جو لوگ دیہات میں جمعہ پڑھنے سے روکتے ہیں ان کو چاہئے کہ دیہاتیوں کو قربانی سے بھی روک دیں۔

اور اثر مذکور پر ان کا خود بھی عمل نہیں کیونکہ تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر امام کے حکم سے گاؤں میں مسجد بنائی جائے تو اسی کے حکم سے گاؤں میں جمعہ بھی پڑھ سکتے ہیں چنانچہ رد المحتار، جلد: اول / ص: ۵۳۷ میں ہے۔ اذا بنی مسجد فی الرستاق بامر الامام فهو امر بالجمعة اتفاقا علی ما قاله السرخسی والرستاق القران کما فی القاموس جب گاؤں میں امام کے حکم سے مسجد بنائی جائے تو وہاں باتفاق فقہاء جمعہ کی نماز پڑھی جائے گی۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے لئے مصر (شہر) ہونا ضروری نہیں بلکہ دیہات میں بھی جمعہ ہو سکتا ہے۔ امام محمدؒ بھی اسی صریح فرماتے ہیں۔ حتی لو بعث الی قریة نایبا لاقامة الحدود والقصاص تصیر مصرا فاذا غزله تلحق بالقری (یعنی شرح بخاری، ص: ۲۶) و کبیری شرح منیہ، ص: ۵۱۳) اگر کسی نائب کو حدود و قصاص جاری کرنے کے لئے کسی گاؤں میں بھیجے تو وہ گاؤں مصر (شہر) ہو جائے گا۔ جب نائب کو معزول (علیحدہ) کر دے گا تو وہ گاؤں کے ساتھ مل جائے گا یعنی پھر گاؤں ہو جائے گا۔

برکف جمعہ کے لئے مصر ہونا (شرعا) شرط نہیں ہے۔ بلکہ آبادی و بستی و جماعت ہونا ضروری ہے اور ہو سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول فی مصر جامع سے بستی ہی مراد ہو کیونکہ بستی شہر و دیہات دونوں کو شامل ہے اس لئے لفظ قریہ سے کبھی شہر اور کبھی

گاؤں مراد لیتے ہیں۔ لیکن اس کے اصلی معنی وہی بستی کے ہیں۔

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ شرح بخاری، جلد: دوم / ص: ۱۳۸ میں لکھتے ہیں والقریة واحدة القرى كل مكان اتصلت فيه الابنية واتخذ قرارا ويقع ذلك على المدن وغيرها اور لسان العرب، ص: ۶۳ ج میں ہے۔ والقرية من المساكن والابنية والضباع وقد تطلق على المدن في الحديث امرت بقرية تاكل القرى وهي مدينة الرسول صلى الله عليه وسلم اه ايضا وجاء في كل قار و بادی الذي ينزل القرية والبادی ان عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قریہ کے معنی مطلق بستی کے ہیں اور مصر جامع کے معنی بھی بستی کے ہیں۔ کیونکہ اہل لغت نے قریہ کی تفسیر میں لفظ مصر جامع اختیار کیا ہے۔

چنانچہ اسی لسان العرب میں ہے قال ابن سیدہ القرية والقرية لغتان المصر الجامع التهذيب الملسکورة یمانية ومن لم اجتماعوا فی جمعها علی القرى اور قاموس، ص: ۲۸۵ میں ہے القرية المصر المصرا الجامع اور المنجد، ص: ۶۶۱ میں ہے القرية والقرية الضبعة المصر الجامع۔

ان عبارتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قریہ اور مصر جامع دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ اور قریہ کے معنی بستی کے تو مصر جامع کے معنی بھی بستی کے ہیں اور بستی شہر و گاؤں دونوں کو شامل ہے۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اثر کا مطلب یہ ہوا کہ جمعہ بستی میں ہونا چاہئے۔ یعنی شہر و دیہات دونوں جگہ ہونا چاہئے۔

مناسب ہو گا۔ اس بحث کو ختم کرتے ہوئے حضرت مولانا عبید اللہ صاحب شیخ الحدیث مبارکپوری مدظلہ العالی کا فاضلانہ تبصرہ (آپ کی قاتل قدر کتاب مرعاة، جلد: ۲ / ص: ۲۸۸ سے) شائقین کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ حضرت موصوف فرماتے ہیں واختلفوا ايضا في محل اقامة الجمعة فقال ابو حنيفة واصحابه لا تصح الا في مصر جامع و ذهب الائمة الثلاثة الى جوازها و صحتها في المدن والقرى جميعا واستدل لابي حنيفة بماروى عن علي مرفوعا لا الجمعة ولا تشريق الا في مصر جامع وقد ضعف احمد وغيره رفعه و صحح ابن حزم وغيره وفقه وللاجتهاد فيه مسرح فلا ينتهض للاحتجاج به فضلا عن ان يخصص به عموم الاية او يقيد به اطلاقها مع ان الحنفية قد تخطوا في تحديد المصر الجامع وضبطه الى اقوال كثيرة متباينة متناقضة متخالفة جدا كما لا يخفى على من طالع كتب فروعهم وهذا يدل على انه لم يتعين عندهم معنى الحديث والراجح عندنا ماذهب اليه الائمة الثلاثة من عدم اشتراط المصر وجوازها في القرى لعموم الاية واطلاقها وعدم وجود ما يدل على تخصيصها ولا بد لمن يقيد ذلك بالمصر الجامع ان ياتي بدليل قاطع من كتاب او سنة متواترة اور خبر مشهور بالمعنى المصطلح عند المحدثين وعلى التنزيل بخبر واحد مرفوع صريح صحيح يدل على التخصيص بالمصر الجامع

خلاصہ اس عبارت کا یہ ہے کہ علماء نے محل اقامت جمعہ میں اختلاف کیا ہے چنانچہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے اصحاب کا قول ہے کہ جمعہ صرف مصر جامع ہی میں صحیح ہے اور ائمہ ثلاثہ حضرت امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ شہروں کے علاوہ گاؤں بستیوں میں بھی جمعہ ہر جگہ صحیح اور جائز ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے اس حدیث سے دلیل لی ہے جو مرفوعاً حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ جمعہ اور عید صحیح نہیں مگر مصر جامع میں۔ امام احمد وغیرہ نے اس روایت کے مرفوع ہونے کو ضعیف کہا ہے اور علامہ ابن حزم وغیرہ نے اس کا موقوف ہونا صحیح تسلیم کیا ہے چونکہ یہ موقوف ہے اور اس میں اجتہاد کے لئے کافی مجتہدین ہیں لہذا یہ احتیاج کے قائل نہیں ہے اور اس وجہ سے بھی کہ اس سے قرآن پاک کی آیت اذانودی للصلوة من يوم الجمعة فاسعوا الي ذکر اللہ جو مطلق ہے اس کا مقید ہونا لازم آتا ہے۔ پھر حنفیہ خود مصر کی تعریف میں بھی مختلف ہیں۔ جبکہ ان کے ہاں یہ سلسلہ تعریف مصر جامع اقوال بے حد متضاد اور متناقض نیز متباہن ہیں جیسا کہ ان کی کتب فروع کے مطالعہ کرنے والے حضرات پر محسوس نہیں ہے۔ یہ دلیل ہے کہ فی الحقیقت اس حدیث کے کوئی صحیح معنی ان کے ہاں بھی متعین نہیں ہیں پس ہمارے نزدیک یہی رائج ہے کہ تینوں ائمہ جہدہر گئے ہیں کہ جمعہ کے لئے مصر کی شرط نہیں ہے اور جمعہ شہر کی طرح گاؤں بستیوں میں بھی جائز سے یہی فتویٰ صحیح ہے۔ کیونکہ

قرآن مجید کی آیت مذکور جس سے جمعہ کی فرضیت ہر مسلمان پر ثابت ہوتی ہے (سوا ان کے جن کو شارع نے مستثنیٰ کر دیا ہے) یہ آیت عام ہے جو شہری دیہاتی جملہ مسلمانوں کو شامل ہے اور مصر جامع کی شرط کے لئے جو آیت کے عموم کو خاص کرے کوئی دلیل قاطع قرآن یا حدیث متواتر یا خبر مشہور جو محدثین کے نزدیک قابل قبول اور لائق استدلال ہو، نہیں ہے نیز کوئی خبر واحد مرفوع صریح صحیح بھی ایسی نہیں ہے جو آیت کو مصر جامع کے ساتھ خاص کر سکے۔

تعداد کے بارے میں حضرت مولانا شیخ الحدیث مدظلہ فرماتے ہیں۔ والراجح عندی ما ذهب الیہ اهل الظاهر انه تصح الجمعة باثنين لانه لم يقم دليل على اشتراط عدد مخصوص وقد صحت الجمعة في سائر الصلوات باثنين ولا فرق بينهما وبين الجمعة في ذلك ولم يات نص من رسول الله صص بان الجمعة لا تنعقد الا بكذا الخ (مروءة ج: ۲ / ص: ۲۸۸) یعنی اس بارے میں کہ جمعہ کے لئے نمازیوں کی کتنی تعداد ضروری ہے، میرے نزدیک اس کو ترجیح حاصل ہے جو اہل ظاہر کا فتویٰ ہے کہ بلائیک جمعہ دو نمازیوں کے ساتھ بھی صحیح ہے اس لئے کہ عدد مخصوص کے شرط ہونے کے بارے میں کوئی دلیل قائم نہیں ہو سکتی اور دوسری نمازوں کی جماعت بھی دو نمازیوں کے ساتھ صحیح ہے اور بخیر وقتہ نماز اور جمعہ میں اس بارے میں کوئی فرق نہیں ہے اور نہ کوئی نص صریح رسول کریم ﷺ سے اس بارے میں وارد ہوئی ہے کہ جمعہ کا انعقاد اتنی تعداد کے بغیر صحیح نہیں۔ اس بارے میں کوئی حدیث صحیح مرفوع رسول اللہ ﷺ سے منقول نہیں ہے۔

اس مقالہ کو اس لئے طول دیا گیا ہے کہ حالات موجودہ میں علمائے کرام غور کریں اور جہاں بھی مسلمانوں کی جماعت موجود ہو وہ قصبہ ہو یا شہر یا گاؤں ہر جگہ جمعہ قائم کرائیں کیونکہ شان اسلام اس کے قائم کرنے میں ہے اور جمعہ ترک کرانے میں بہت سے نقصانات ہیں جبکہ امامان ہدایت میں سے تینوں امام امام شافعی و امام مالک و امام احمد بن حنبل بھی گاؤں میں جمعہ کے حق میں ہیں پھر اس کے ترک کرانے پر زور دیکر اپنی تقلید جلد کا ثبوت دینا کوئی عقلمندی نہیں ہے۔

﴿والله يهدي من يشاء الى صراط مستقيم﴾

باب جو لوگ جمعہ کی نماز کے لئے نہ آئیں جیسے عورتیں

بچے، مسافر اور معذور وغیرہ ان پر غسل واجب

نہیں ہے۔ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا غسل اسی کو واجب ہے جس پر جمعہ واجب ہے

(۸۹۳) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھ سے سالم بن عبد اللہ نے بیان کیا، انہوں نے (اپنے والد) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ تم میں سے جو شخص جمعہ پڑھنے آئے تو غسل کرے۔

۱۲- بَابُ هَلْ عَلَى مَنْ لَمْ يَشْهَدْ الْجُمُعَةَ غُسْلٌ مِنَ النِّسَاءِ وَالصَّبِيَّانِ وَغَيْرِهِمْ؟

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: إِنَّمَا الْغُسْلُ عَلَى مَنْ تَجِبُ عَلَيْهِ الْجُمُعَةُ.

۸۹۴- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ : حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : ((مَنْ جَاءَ مِنْكُمْ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ)). [راجع: ۸۷۷]

(۸۹۵) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے صفوان بن سلیم نے، ان سے عطاء بن یسار

۸۹۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ

نے، ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بالغ کے اوپر جمعہ کے دن غسل واجب ہے۔

يَسَارُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ)).

[راجع: ۸۵۸]

(۸۹۶) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن طاؤس نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ طاؤس نے، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم (دنیا میں) تو بعد میں آئے لیکن قیامت کے دن سب سے آگے ہو گئے، فرق صرف یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کو کتاب ہم سے پہلے دی گئی اور ہمیں بعد میں۔ تو یہ دن (جمعہ) وہ ہے جس کے بارے میں اہل کتاب نے اختلاف کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ دن بتلادیا (اس کے بعد) دوسرا دن (ہفتہ) یہود کا دن ہے اور تیسرا دن (اتوار) نصاریٰ کا۔ آپ پھر خاموش ہو گئے۔

۸۹۶- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((نَحْنُ الْآخِرُونَ السَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، بَيَدِ أَنْهُمْ أَوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَأَوْتَيْنَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ، فَهَذَا الْيَوْمَ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ فَهَذَا نَا اللَّهُ لَهُ، فَغَدًا لِلْيَهُودِ، وَغَدًا غَدًا لِلنَّصَارَى)) فَسَكَتَ.

[راجع: ۲۳۸]

(۸۹۷) اس کے بعد فرمایا کہ ہر مسلمان پر حق ہے (اللہ تعالیٰ کا) ہر سات دن میں ایک دن جمعہ میں غسل کرے جس میں اپنے سراور بدن کو دھوئے۔

۸۹۷- ثُمَّ قَالَ: ((حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ أَنْ يَغْتَسِلَ فِي كُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ يَوْمًا يَغْتَسِلُ فِيهِ رَأْسُهُ وَجَسَدُهُ)).

[طرفاہ فی: ۸۹۸، ۳۴۸۷]

(۸۹۸) اس حدیث کی روایت ابان بن صالح نے مجاہد سے کی ہے، ان سے طاؤس نے، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ہر مسلمان پر حق ہے کہ ہر سات دن میں ایک دن (جمعہ میں) غسل کرے۔

۸۹۸- رَوَاهُ أَبَانُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لِلَّهِ تَعَالَى عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ حَقٌّ أَنْ يَغْتَسِلَ فِي كُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ يَوْمًا)).

[راجع: ۸۹۷]

یعنی یہ دن جمعہ کا وہ دن ہے جس کی تعظیم عبادت الہی کے لئے فرض کی گئی تھی۔ قسطلانی نے چند آثار ذکر کئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کو خاص دن اللہ کی عبادت کے لئے مقرر کیا تھا اور وہ جمعہ کا دن تھا لیکن بہ سبب نافرمانی کے اپنے اجتماع کو دخل دے کر اسے ترک کر دیا اور کہنے لگے کہ ہفتہ کا دن ایسا ہے کہ اس میں اللہ نے بعد پیدائش تمام کائنات کے آرام فرمایا تھا۔ پس ہم کو بھی مناسب ہے کہ ہم ہفتہ کو عبادت کا دن مقرر کریں اور نصاریٰ کہنے لگے کہ اتوار کے دن اللہ نے مخلوق کی پیدائش شروع کی۔ مناسب ہے کہ اس کو ہم اپنی عبادت کا دن ٹھہرا لیں۔ پس ان لوگوں نے اس میں اختلاف کیا اور ہم کو

تشریح

اللہ نے صراحتاً بتلادیا کہ جمعہ کا ہی کا دن بہترین ہے۔ ابن سیرین سے مروی ہے کہ مدینہ کے لوگ آنحضرت ﷺ کے آنے سے پہلے جبکہ ابھی سورہ جمعہ بھی نازل نہیں ہوئی تھی، ایک دن جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ یہود و نصاریٰ نے ایک ایک دن جمع ہو کر عبادت کے لئے مقرر کئے ہوئے ہیں، کیوں نہ ہم بھی ایک دن مقرر کر کے اللہ کی عبادت کیا کریں۔ سو انہوں نے عروبہ کا دن مقرر کیا اور اسعد بن زرارہ کو امام بنایا اور جمعہ ادا کیا۔ اس روز یہ آیت نازل ہوئی۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ﴾ (الجمعة: ۹) اس کو علامہ ابن حجر نے صحیح سند کے ساتھ عبدالرزاق سے نقل فرمایا ہے اور کہا ہے کہ اس کا شاہد اسناد حسن کے ساتھ احمد، ابوداؤد و ابن ماجہ نے نکالا۔

استاذنا و مولانا حضرت محدث عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں سمیت الجمعة لاجتماع الناس فيها وكان يوم الجمعة يسمى العروبة یعنی جمعہ اس لئے نام ہوا کہ لوگ اس میں جمع ہوتے ہیں اور عند جاہلیت میں اس کا نام یوم العروبہ تھا اس کی فعلیت کے بارے میں امام ترمذی یہ حدیث لائے ہیں۔ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خیر یوم طلعت فیہ الشمس یوم الجمعة فیہ خلق آدم و فیہ ادخل الجنة و فیہ اخرج منها ولا تقوم الساعة الا فی یوم الجمعة یعنی تمام دنوں میں بہترین دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے وہ جمعہ کا دن ہے۔ اس میں آدم پیدا ہوئے اور اس دن میں جنت میں داخل کئے گئے اور اس دن ان کا جنت سے خروج ہوا اور قیامت بھی اس دن قائم ہوگی۔

فضائل جمعہ پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں، یہ امت کی ہفتہ واری عید ہے۔ مگر صد افسوس کہ جن حضرات نے دیہات میں جمعہ بند کرانے کی تحریک چلائی اس سے کتنے ہی دیہات کے مسلمان جمعہ سے اس درجہ غافل ہو گئے کہ ان کو یہ بھی خبر نہیں کہ آج جمعہ کا دن ہے۔ اس کی ذمہ داری ان علماء پر عائد ہوتی ہے۔ کاش یہ لوگ حالات موجودہ کا جائزہ لے کر مفاد امت پر غور کر سکتے۔

باب

۱۳ - بَابُ

(۸۹۹) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شباب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ورقاء بن عمرو نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، ابن سے مجاہد نے، ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا عورتوں کو رات کے وقت مسجدوں میں آنے کی اجازت دے دیا کرو۔

(۹۰۰) ہم سے یوسف بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا کہ کہا ہم سے عبید اللہ ابن عمر نے بیان کیا۔ ان سے نافع نے، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے، انہوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی تھیں جو صبح اور عشاء کی نماز جماعت سے پڑھنے کے لئے مسجد میں آیا کرتی تھیں۔ ان سے کہا گیا کہ باوجود اس علم کے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بات کو مکروہ جانتے ہیں اور وہ غیر محسوس کرتے ہیں پھر آپ مسجد میں کیوں جاتی ہیں۔ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ

۸۹۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ قَالَ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ﴿اُذْنُوا لِلنِّسَاءِ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسَاجِدِ﴾. [راجع: ۸۶۵]

۹۰۰ - حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَتْ امْرَأَةٌ لِعُمَرَ تَشْهَدُ صَلَاةَ الصُّبْحِ وَالْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ فِي الْمَسْجِدِ. فَقِيلَ لَهَا: لِمَ تَخْرُجِينَ وَلَقَدْ تَغْلِبِينَ أَنْ عُمَرَ يَكْرَهُ ذَلِكَ وَتَغَارِ؟ قَالَتْ: وَمَا يَمْنَعُهُ أَنْ يَنْهَانِي؟ قَالَ:

پھر وہ مجھے منع کیوں نہیں کر دیتے۔ لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کی وجہ سے کہ اللہ کی بندوں کو اللہ کی مسجدوں میں آنے سے مت روکو۔

باب اگر بارش ہو رہی ہو تو جمعہ میں

حاضر ہونا واجب نہیں

(۹۰۱) ہم سے مسدود بن مسرہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے اسلعل بن علیہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں صاحب الزیادی عبد الحمید نے خبر دی، کہا کہ ہم سے محمد بن سیرین کے چچا زاد بھائی عبد اللہ بن حارث نے بیان کیا کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے مؤذن سے ایک دفعہ بارش کے دن کہا کہ اشد ان محمد رسول اللہ کے بعد حی علی الصلوٰۃ (نماز کی طرف آؤ) نہ کہنا بلکہ یہ کہنا کہ صلوٰۃ بیوتکم (اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو) لوگوں نے اس بات پر تعجب کیا تو آپ نے فرمایا کہ اسی طرح مجھ سے بہتر انسان (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے کیا تھا۔ بے شک جمعہ فرض ہے اور میں مکروہ جانتا ہوں کہ تمہیں گھروں سے باہر نکال کر مٹی اور کچڑ پھسلوان میں چلاؤں۔

يَمْنَعُهُ قَوْلُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ: ((لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللَّهِ مَسَاجِدَ اللَّهِ)). [راجع: ۸۶۵]

۱۴- بَابُ الرُّخْصَةِ إِنْ لَمْ يَخْضُرِ

الْجُمُعَةِ فِي الْمَطَرِ

۹۰۱- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ صَاحِبُ الزِّيَادِيِّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْحَارِثِ ابْنُ عَمِّ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِمُؤَذِّنِهِ فِي يَوْمٍ مَطِيرٍ: إِذَا قُلْتَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ فَلَا تَقُلْ: حَيٍّ عَلَى الصَّلَاةِ، قُلْ: صَلُّوا فِي بُيُوتِكُمْ. فَكَأَنَّ النَّاسَ اسْتَكْرَوْا، فَقَالَ: فَعَلَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي، إِنَّ الْجُمُعَةَ عَزْمَةٌ، وَإِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أُخْرِجَكُمْ فَمَشْتُونَ فِي الطِّينِ وَالذَّخَضِ.

[راجع: ۶۱۶]

حضرت ابن عباسؓ کا مطلب یہ تھا کہ بے شک جمعہ فرض ہے۔ مگر حالت بارش میں یہ عزیمت رخصت سے بدل جاتی ہے لہذا کیوں نہ اس رخصت سے تم کو فائدہ پہنچاؤں کہ تم کچڑ میں پھسلنے اور بارش میں بھیگنے سے بچ جاؤ۔

باب جمعہ کے لئے کتنی دور والوں کو آنا چاہئے اور کن

لوگوں پر جمعہ واجب ہے؟

کیونکہ خداوند تعالیٰ کا (سورہ جمعہ میں) ارشاد ہے ”جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان ہو (تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو) عطاء بن رباح نے کہا کہ جب تم ایسی بستی میں ہو جہاں جمعہ ہو رہا ہے اور جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو تمہارے لئے جمعہ کی نماز پڑھنے آنا واجب ہے۔ اذان سنی ہو یا نہ سنی ہو۔ اور حضرت انس ابن مالک رضی اللہ

۱۵- بَابُ مِنْ أَيْنَ تُؤْتَى الْجُمُعَةُ،

وَعَلَى مَنْ تَجِبُ؟

لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ﴾ [سُورَةُ الْجُمُعَةِ: ۹].
وَقَالَ عَطَاءٌ: إِذَا كُنْتَ فِي قَرْيَةٍ جَامِعَةٍ فَوْدِيَّ بِالصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَحَقُّ عَلَيْكَ أَنْ تَشْهَدَهَا، سَعِيَ النَّدَاءِ أَوْ لَمْ

(بصرہ سے) چھ میل دور مقام زاویہ میں رہتے تھے، آپ یہاں کبھی اپنے گھر میں جمعہ پڑھ لیتے اور کبھی یہاں جمعہ نہیں پڑھتے۔
(بلکہ بصرہ کی جامع مسجد میں جمعہ کے لئے تشریف لایا کرتے تھے)

تَسْمَعُهُ. وَكَانَ أَنَسٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي قَصْرِهِ أَحْيَانًا يُجْمَعُ، وَأَحْيَانًا لَا يُجْمَعُ، وَهُوَ بِالزَّوَايَةِ عَلَى فَرَسَخَيْنِ.

تشریح آیت مذکورہ سورہ جمعہ سے جمہور علماء نے یہ ثابت کیا ہے کہ جہاں تک اذان پہنچ سکتی ہو وہاں تک کے لوگوں کو جمعہ میں حاضر ہونا فرض ہے۔ امام شافعیؒ نے کہا کہ آواز پہنچنے سے یہ مراد ہے کہ مؤذن بلند آواز ہو اور کوئی غل نہ ہو ایسی حالت میں جتنی دور تک بھی آواز پہنچے۔ ابو داؤد میں حدیث ہے کہ جمعہ ہر اس شخص پر واجب ہے جو اذان سنے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ شہر ہو یا دیہات جہاں بھی مسلمان رہتے ہوں اور اذان ہوتی ہو وہاں جمعہ کی ادائیگی ضروری ہے (وحیدی) اذان کا سننا بطور شرط نہیں ہے قرآن میں لفظ اذان لودی ہے۔ فطکر۔

(۹۰۲) ہم سے احمد بن صالح نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عمرو بن حارث نے خبر دی، ان سے عبید اللہ بن ابی جعفر نے کہ محمد بن جعفر بن زبیر نے ان سے بیان کیا، ان سے عروہ بن زبیر نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کرم ﷺ کی زوجہ مطہرہ نے، آپ نے کہا کہ لوگ جمعہ کی نماز پڑھنے اپنے گھروں سے اور اطراف مدینہ گاؤں سے (مسجد نبوی میں) باری باری آیا کرتے تھے۔ لوگ گرد و غبار میں چلے آتے، گرد میں اٹے ہوئے اور پینہ میں شرابور۔ اس قدر پینہ ہوتا کہ تھمتا نہیں تھا۔ اسی حالت میں ایک آدمی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ اس دن (جمعہ میں) غسل کر لیا کرتے تو بہتر ہوتا۔

۹۰۲- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: كَانَ النَّاسُ يَتَّبِعُونَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ مَنَازِلِهِمْ وَالْعَوَالِي فَيَأْتُونَ فِي الْغُبَارِ يُصِيبُهُمُ الْغُبَارُ وَالْفَرْقُ، فَيَخْرُجُ مِنْهُمْ الْفَرْقُ، فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِنْسَانٌ مِنْهُمْ - وَهُوَ عِنْدِي - فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: (لَوْ أَنَّكُمْ تَطَهَّرْتُمْ لَيَوْمِكُمْ هَذَا).

تشریح جمعہ کے دن غسل کرنا موجب اجر و ثواب ہے مگر یہ غسل واجب ہے یا مستحب اس میں اختلاف ہے۔ بعض احادیث میں اس کے لئے لفظ واجب استعمال ہوا ہے اور بعض میں صیغہ امر بھی ہے جس سے اس کا وجوب ثابت ہوتا ہے مگر ایک روایت میں سرہ ابن جنذب سے ان لفظوں میں بھی مروی ہے۔ ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من تَوَضَّأَ لِلْجُمُعَةِ فِيهَا وَنَعْمَتٌ وَمِنْ اغْتَسَلَ فَذَلِكَ الْفَضْلُ (رواہ الخمسة الا ابن ماجہ) یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے لئے وضو کیا پس اچھا کیا اور بہت ہی اچھا کیا اور جس نے غسل بھی کر لیا پس یہ غسل افضل ہے۔ اس حدیث کو ترمذی نے حسن کہا ہے اسی بناء پر علامہ شوکانی فرماتے ہیں۔ قال النووي لِحُكْمِهِ وَجُوبُهُ عَنْ طَائِفَةٍ مِنَ السَّلَفِ حُكْمُهُ عَنْ بَعْضِ الصَّحَابَةِ وَبِهِ قَالَ أَهْلُ الظَّاهِرِ يَعْنِي (حدیث بخاری کے تحت) سلف میں سے ایک جماعت سے غسل جمعہ کا وجوب نقل ہوا ہے بعض صحابہ سے بھی یہ منقول ہے اور اہل ظاہر کا یہی فتویٰ ہے۔

مگر دوسری روایت کی بنا پر حضرت علامہ شوکانی فرماتے ہیں وذهب جمهور العلماء من السلف والخلف وفقهاء الامصار الى انها مستحب (تیل) یعنی سلف اور خلف سے جمہور علماء فقہاء امصار اس طرف گئے ہیں کہ یہ مستحب ہے جن روایات میں حق اور واجب کا لفظ آیا ہے اس سے مراد تاکید ہے اور وہ وجوب مراد نہیں ہے جن کے ترک سے گناہ لازم آئے (تیل) ہاں جن لوگوں کا یہ حال ہو وہ

ہفتہ بھر نہ مٹاتے ہوں اور ان کے جسم و لباس سے بدبو آ رہی ہو، ان کے لئے غسل جمعہ ضروری ہے۔ حضرت علامہ عبدالرحمن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ قلت قد جاء في هذا الباب احاديث مختلفة بعضها يدل على ان الغسل يوم الجمعة واجب وبعضها يدل على انه مستحب والظاهر عندی انه سنة مؤكدة وبهذا يحصل الجمع بين الاحاديث المختلفة والله تعالى اعلم (تحفة الاحوذی) یعنی میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں مختلف احادیث آئی ہیں بعض سے وجوب غسل ثابت ہوتا ہے اور بعض سے صرف استحباب اور میرے نزدیک ظاہر مسئلہ یہ ہے کہ غسل جمعہ سنت مؤکدہ ہے اور اسی طرح سے مختلف احادیث واردہ میں تطبیق دی جاسکتی ہے۔ احادیث مذکورہ سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اہل دیہات جمعہ کے لئے ضرور حاضر ہوا کرتے تھے کیونکہ نبی کریم ﷺ کی اقتداء ان کے لئے باعث صد فخر تھی اور وہ اہل دیہات بھی ایسے کہ اونٹ اور بکریوں کے چرانے والے، عزت کی زندگی گزارنے والے، بعض دفعہ غسل کے لئے موقع بھی نہ ملتا اور بدن کے پینوں کی بو آتی رہتی تھی۔

اگر اسلام میں اہل دیہات کے لئے جمعہ کی ادائیگی معاف ہوتی تو ضرور کبھی نہ کبھی آنحضرت ﷺ ان سے فرما دیتے کہ تم لوگ اس قدر محنت مشقت کیوں اٹھاتے ہو، تمہارے لئے جمعہ کی حاضری فرض نہیں ہے مگر آپ ﷺ نے ایک دفعہ بھی کبھی ایسا نہیں فرمایا جس سے صاف ظاہر ہے کہ جمعہ ہر مسلمان پر فرض ہے ہاں جن کو خود صاحب شریعت نے مستثنیٰ فرما دیا، ان پر فرض نہیں ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ غسل جمعہ بہر حال ہونا چاہئے کیونکہ اسلام میں صفائی ستھرائی کی بڑی تاکید ہے۔

قرآن مجید میں اللہ پاک نے فرمایا ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴾ (البقرة: ۲۲۲) ”بے شک اللہ پاک توبہ کرنے والوں اور پاکی حاصل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔“ غسل بھی پاکی حاصل کرنے کا اہم ذریعہ ہے، اسلام میں یہ اصول مقرر کیا گیا کہ بغیر پاکی حاصل کئے نمازی درست نہ ہوگی جس میں بوقت ضرورت استنجاء، غسل، وضو سب طریقے داخل ہیں۔

حجۃ المند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الطهور شرط الایمان۔ اقول المراد بالایمان ہنہائینہ نفسانیہ مرکبہ من نور الطہارۃ والاحیاء والاحسان اوضح منه فی هذا المعنی ولا شک ان الطہور شرطہ (حجۃ اللہ البالغہ) یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”طہارت نصف ایمان ہے“ میں کہتا ہوں کہ یہاں ایمان سے ایک ایسی ہیئت نفسانیہ مراد ہے جو نور طہارت اور خشوع سے مرکب ہے اور لفظ احسان اس معنی میں ایمان سے زیادہ واضح ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ طہارت اس کا نصف ہے۔

خلاصۃ المرام یہ کہ جمعہ کے دن خاص طور پر نماز دھو کر خوب پاک صاف ہو کر نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے جانا موجب صد اجر و ثواب ہے اور نہانے دھونے سے صفائی ستھرائی کا حصول صحت جسمانی کے لئے بھی مفید ہے۔ جو لوگ روزانہ غسل کے عادی ہیں ان کا تو ذکر ہی کیا ہے مگر جو لوگ کسی وجہ سے روزانہ غسل نہیں کر سکتے کم از کم جمعہ کے دن وہ ضرور ضرور غسل کر کے صفائی حاصل کریں۔ جمعہ کے دن غسل کے علاوہ بوقت جنابت مرد و عورت دونوں کے لئے غسل واجب ہے، یہ مسئلہ اپنی جگہ پر تفصیل سے آچکا ہے۔

۱۶- بَابُ وَقْتِ الْجُمُعَةِ إِذَا زَالَتْ

الشمسُ وَكَذَلِكَ يُذَكِّرُ عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ
وَالنُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ وَعَمْرٍو بْنِ حُرَيْثٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ.

باب جمعہ کا وقت سورج ڈھلنے سے شروع ہوتا ہے
اور حضرت عمر اور حضرت علی اور نعمان بن بشیر اور عمرو بن حریث
رضوان اللہ علیہم اجمعین اسی طرح مروی ہے۔

۹۰۳- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ
اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ أَنَّهُ سَأَلَ

(۹۰۳) ہم سے عبدان بن عثمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں
عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا کہ ہمیں یحییٰ بن سعید نے خبر دی

کہ انہوں نے عمرو بنت عبد الرحمن سے جمعہ کے دن غسل کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ لوگ اپنے کاموں میں مشغول رہتے اور جمعہ کے لئے اسی حالت (میل کچیل) میں چلے آتے، اس لئے ان سے کہا گیا کہ کاش تم لوگ (کبھی) غسل کر لیا کرتے۔

عَمْرَةَ عَنِ الْفَسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَتْ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: (كَانَ النَّاسُ مَهْنَةً أَنْفُسِهِمْ، وَكَانُوا إِذَا رَأَوْا إِلَى الْجُمُعَةِ رَأَوْا فِي هَيْئَتِهِمْ، فَقِيلَ لَهُمْ: لَوْ اغْتَسَلْتُمْ). [طرفہ فی : ۲۰۷۱]

شیخ باب اور حدیث میں مطابقت لفظ حدیث کا نوا اذا ارادوا الی الجمعة سے ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں لان الرواح لا يكون الا بعد الزوال امام بخاری نے اس سے ثابت فرمایا کہ صحابہ کرام جمعہ کی نماز کے لئے زوال کے بعد آیا کرتے تھے معلوم ہوا کہ جمعہ کا وقت بعد زوال ہوتا ہے۔

(۹۰۴) ہم سے سرتج بن نعمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے فلج بن سلیمان نے بیان کیا ان سے عثمان ابن عبد الرحمن بن عثمان تبی نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز اس وقت پڑھتے جب سورج ڈھل جاتا۔

۹۰۴ - حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عُثْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: (أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ حِينَ تَمِيلُ الشَّمْسُ).

(۹۰۵) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا کہ ہمیں حمید طویل نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے خبر دی۔ آپ نے فرمایا کہ ہم جمعہ سورے پڑھ لیا کرتے اور جمعہ کے بعد آرام کرتے تھے۔

۹۰۵ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ حَمْدَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: (كُنَّا نُبْكِرُ بِالْجُمُعَةِ، وَنَقِيلُ بَعْدَ الْجُمُعَةِ).

[طرفہ فی : ۹۴۰].

شیخ امام بخاری نے وہی مذہب اختیار کیا جو جمہور کا ہے کہ جمعہ کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے کیونکہ وہ ظہر کا قائم مقام ہے بعض احادیث سے جمعہ قبل الزوال بھی جائز معلوم ہوتا ہے یہاں لفظ بکرو بالجمعة یعنی صحابہ کہتے ہیں کہ ہم جمعہ کی نماز کے لئے جلدی جایا کرتے تھے (اس سے قبل الزوال کے لئے گنجائش نکلتی ہے) اس کے بارے میں علامہ امام شوکانی مرحوم فرماتے ہیں۔ ظاہر ذلک انہم کانوا یصلون الجمعة باکر النهار قال الحافظ لكن طريق الجمع اولی من دعوی التعارض وقد تقرر ان التبکیر یطلق علی فعل الشئ فی اول وقته او تقدیمه علی غیره وهو المراد ههنا المعنی انہم کانوا یدنون بالصلوۃ قبل القیلولة بخلاف ما جرت به عادتهم فی صلوۃ الظهر فی الحر فانہم کانوا یقیلون ثم یصلون لمشروعية الابراد

یعنی حدیث بلا سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جمعہ اول دن میں ادا کر لیا کرتے تھے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ہر دو احادیث میں تعارض پیدا کرنے سے بہتر یہ ہے کہ ان میں تطبیق دی جائے۔ یہ امر محقق ہے کہ تبکیر کا لفظ کسی کام کا اول وقت میں کرنے پر بولا جاتا ہے یا اس کا غیر پر مقدم کرنا۔ یہاں یہی مراد ہے معنی یہ ہوا کہ وہ قیلولہ سے قبل جمعہ کی نماز پڑھ لیا کرتے تھے بخلاف ظہر کے کیونکہ گرمیوں میں ان کی عادت یہ تھی کہ پہلے قیلولہ کرتے پھر ظہر کی نماز ادا کرتے تاکہ ٹھنڈا وقت کرنے کی مشروعیت پر عمل ہو۔

مگر لفظ حین تمیل الشمس (یعنی آنحضرت ﷺ سورج ڈھلنے پر جمعہ ادا فرمایا کرتے تھے) پر علامہ شوکانی فرماتے ہیں فیہ اشعار

بمواظبتہ صلی اللہ علیہ وسلم علی صلوٰۃ الجمعة اذا زالت الشمس یعنی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ہمیشہ زوال شمس کے بعد نماز جمعہ ادا فرمایا کرتے تھے امام بخاری اور جمہور کا مسلک یہی ہے، اگرچہ بعض صحابہ اور سلف سے زوال سے پہلے بھی جمعہ کا جواز منقول ہے مگر امام بخاری کے نزدیک ترجیح اسی مسلک کو حاصل ہے۔ ایسا ہی علامہ عبدالرحمن مبارکپوری فرماتے ہیں والظاهر المعول علیہ هو ما ذهب الیہ الجمهور من انه لا تجوز الجمعة الا بعد زوال الشمس واما ما ذهب الیہ بعضهم من انها تجوز قبل الزوال فلیس فیہ حدیث صحیح صریح واللہ اعلم (تحفة الاحوذی)

۱۷- بَابُ إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ يَوْمَ

الْجُمُعَةِ

۹۰۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ : حَدَّثَنَا حَزْمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو خَلْدَةَ - هُوَ خَالِدُ بْنُ دِينَارٍ - قَالَ : سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ : (كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا اشْتَدَّ الْبَرْدُ بَكَرَ بِالصَّلَاةِ. وَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ أَتَرَدَّ بِالصَّلَاةِ) يَعْنِي الْجُمُعَةَ. قَالَ يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ : أَخْبَرَنَا أَبُو خَلْدَةَ وَقَالَ : (بِالصَّلَاةِ) وَلَمْ يَذْكُرِ الْجُمُعَةَ. وَقَالَ بَشْرُ بْنُ ثَابِتٍ : حَدَّثَنَا أَبُو خَلْدَةَ قَالَ : (صَلَّى بَنَّا أَمِيرِ الْجُمُعَةِ، ثُمَّ قَالَ لَأَنَسَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الظُّهْرَ؟).

باب جمعہ جب سخت گرمی میں

آن پڑے

(۹۰۶) ہم سے محمد بن ابی بکر مقدمی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حرمی بن عمارہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو خلدہ جن کا نام خالد بن دینار ہے، نے بیان کیا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ اگر سردی زیادہ پڑتی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سویرے پڑھ لیتے۔ لیکن جب گرمی زیادہ ہوتی تو ٹھنڈے وقت نماز پڑھتے۔ آپ کی مراد جمعہ کی نماز سے تھی۔ یونس بن بکیر نے کہا کہ ہمیں ابو خلدہ نے خبر دی۔ انہوں نے صرف نماز کہا۔ جمعہ کا ذکر نہیں کیا اور بشر بن ثابت نے کہا کہ ہم سے ابو خلدہ نے بیان کیا کہ امیر نے ہمیں جمعہ کی نماز پڑھائی۔ پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز کس وقت پڑھتے تھے؟

تَشْرِیح | امیر سے حکم بن ابو عقیل ثقفی مراد ہیں جو حجاج بن یوسف کی طرف سے نائب تھے استدلال بہ ابن بطال علی ان وقت الجمعة وقت الظهر لان انسا سوی بینہما فی جوابہ للحکم المذكور حین قبل کیف کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الظهر (یعنی) اس سے ابن بطال نے استدلال کیا کہ جمعہ اور ظہر کا وقت ایک ہی ہے۔ کیونکہ حضرت انس نے جواب میں جمعہ اور ظہر کو برابر کیا جبکہ ان سے پوچھا گیا کہ حضور ﷺ ظہر کی نماز کس وقت ادا فرمایا کرتے تھے؟

باب جمعہ کی نماز کے لئے چلنے کا بیان

اور خداوند تعالیٰ نے (سورہ جمعہ) میں فرمایا کہ ”اللہ کے ذکر کی طرف تیزی کے ساتھ چلو“ اور اس کی تفسیر جس نے یہ کہا کہ ”سعی“ کے معنی عمل کرنا اور چلنا جیسے سورہ بنی اسرائیل میں ہے ”سعی لہا

۱۸- بَابُ الْمَشْنَى إِلَى الْجُمُعَةِ،

وَقَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ﴾ وَمَنْ قَالَ السَّعْيُ الْعَمَلُ وَالذَّهَابُ لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَسَعَى لَهَا سَعْيَهَا﴾.

سعیہا“ یہاں سعی کے یہی معنی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ خرید و فروخت جمعہ کی اذان ہوتے ہی حرام ہو جاتی ہے۔ عطاء نے کہا کہ تمام کاروبار اس وقت حرام ہو جاتے ہیں۔ ابراہیم بن سعد نے زہری کا یہ قول نقل کیا کہ جمعہ کے دن جب موذن اذان دے تو مسافر بھی شرکت کرے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : يَحْرُمُ الْبَيْعُ حِينَئِذٍ. وَقَالَ عَطَاءٌ : تَحْرُمُ الصَّنَاعَاتُ كُلُّهَا. وَقَالَ ابْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ : إِذَا أُذِّنَ الْمُؤَذِّنُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ مُسَافِرٌ فَلَعَلَّهِ أَنْ يَشْهَدَ.

یہاں سعی کے معنی عمل کے ہیں یعنی جس نے عمل کیا آخرت کے لئے وہ عمل جو درکار ہے۔ ابن منیر نے کہا کہ جب سعی کا حکم ہوا اور بیع منع ہوئی تو معلوم ہوا کہ سعی سے وہ محل مراد ہے جس میں خدا کی عبادت ہو۔ مطلوب آیت کا یہ ہے کہ جب جمعہ کی اذان ہو تو خدا کا کام کرو دنیا کا کام چھوڑ دو۔

(۹۰۷) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ولید بن مسلم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عباہ بن رافع بن رافع بن خدیج نے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ میں جمعہ کے لئے جا رہا تھا۔ راستے میں ابو عبس رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جس کے قدم خدا کی راہ میں غبار آلود ہو گئے اللہ تعالیٰ اسے دوزخ پر حرام کر دے گا۔

۹۰۷- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمٍ قَالَ : حَدَّثَنَا عَبَّاهُ بْنُ رَافِعَةَ قَالَ : أَذْرَكَنِي أَبُو عَبْسٍ وَأَنَا أَذْهَبُ إِلَى الْجُمُعَةِ فَقَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : ((مَنْ اغْتَبَرَتْ قَدَمَاهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَرَّمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ)).

[طرفہ فی : ۲۸۱۱]

حدیث اور ترجمہ میں مطابقت لفظ فی سبیل اللہ سے ہوتی ہے اس لئے جمعہ کے لئے چلنا فی سبیل اللہ ہی میں چلنا ہے گویا حضرت ابو عبس عبد الرحمن انصاری بدری صحابی مشہور نے جمعہ کو بھی جہاد کے حکم میں داخل فرمایا۔ پھر افسوس ہے ان حضرات پر جنہوں نے کتنے ہی دہشت میں جمعہ نہ ہونے کا فتویٰ دے کر دہشتی مسلمانوں کو جمعہ کے ثواب سے محروم کر دیا۔ دہشت میں بہت کم لوگ ایسے ہیں جو شہروں میں جمعہ ادا کرنے کے لئے جائیں۔ وہ نماز پنجوقتہ تک میں سستی کرتے ہیں۔ نماز جمعہ کے لئے ان حضرات علماء نے چھوٹ دے دی جس سے ان کو کافی سارا مل گیا۔ انا للہ

(۹۰۸) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن ابی ذب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زہری نے سعید اور ابو سلمہ سے بیان کیا، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اور ان سے نبی کریم ﷺ نے (دوسری سند سے بیان کیا) امام بخاری نے کہا اور ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے اور انہیں ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے خبر دی، وہ ابو ہریرہ سے روایت کرتے تھے کہ آپ

۹۰۸- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيدٍ وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَحَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ

نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب نماز کے لئے تکبیر کی جائے تو دوڑتے ہوئے مت آؤ بلکہ (اپنی معمولی رفتار سے) آؤ پورے اطمینان کے ساتھ پھر نماز کا جو حصہ (امام کے ساتھ) پالو اسے پڑھ لو اور جو رہ جائے تو اسے بعد میں پورا کرو۔

قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((إِذَا أَقِمْتَ الصَّلَاةَ فَلَا تَأْتُوهَا تَسْنُونَ، وَتَأْتُوهَا تَمْشُونَ وَعَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ، فَمَا أَذْرَحْتُمْ فَصَلُّوا، وَمَا فَاتَكُمْ فَلَابِسُوا)).

[راجع: ۶۳۶]

میں سے ترجمہ باب نکلتا ہے کیونکہ جمعہ کی نماز بھی ایک نماز ہے اور اس کے لئے دوڑنا منع ہو کر معمولی چال سے چلنے کا حکم ہوا کی ترجمہ باب ہے۔

(۹۰۹) ہم سے عمرو بن علی فلاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو قتیبہ بن قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے علی بن مبارک نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن ابی قتادہ نے --- (امام بخاری رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ مجھے یقین ہے کہ عبد اللہ نے اپنے باپ ابو قتادہ سے روایت کی ہے، وہ نبی کریم ﷺ سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا جب تک مجھے دیکھ نہ لو صف بندی کے لئے کھڑے نہ ہوا کرو اور آہستگی سے چلنا لازم کرلو۔

۹۰۹ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو قَتِيبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا تَقْرُمُوا حَتَّى تَوَظَّيْتُمْ وَعَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ. [راجع: ۶۳۷]

حضرت امام بخاریؒ نے احتیاط کی راہ سے اس میں شک کیا کہ یہ حدیث ابو قتادہ کے بیٹے عبد اللہ نے اپنے باپ سے موصول روایت کی یا عبد اللہ نے اس کو مرسل روایت کیا، شاید یہ حدیث انہوں نے اس کتاب میں اپنی یاد سے لکھی، اس وجہ سے ان کو شک رہا لیکن اسماعیلی نے اسی سند سے اس کو نکالا اس میں شک نہیں ہے عبد اللہ سے انہوں نے ابو قتادہ سے روایت کی موصول ایسے بہت سے بیانات سے واضح ہے کہ حضرت امام بخاریؒ روایت حدیث میں انتہائی احتیاط ملحوظ رکھتے تھے پھر تف ہے ان لوگوں پر جو صحیح مرفوع احادیث کا انکار کرتے ہیں ہداهم اللہ

باب جمعہ کے دن جہاں دو آدمی بیٹھے ہوئے ہوں ان کے بیچ میں نہ داخل ہو

۱۹ - بَابُ لَا يَفْرُقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

(۹۱۰) ہم سے عبد ان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی انہوں نے کہا کہ ہمیں ابن ابی ذئب نے خبر دی، انہیں سعید مقبری نے، انہیں ان کے باپ ابو سعید نے، انہیں عبد اللہ بن ودیعہ نے، انہیں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جمعہ کے دن غسل کیا اور خوب پاکی حاصل کی اور تیل یا خوشبو استعمال کی، پھر جمعہ کے

۹۱۰ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ عَنْ سَعِيدِ الْمُقْبَرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنِ بْنِ وَدِيعَةَ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَطَهَّرَ بِمَا اسْتَطَاعَ مِنْ طَهْرٍ، ثُمَّ أَذْهَنَ أَوْ مَسَّ مِنْ

لئے چلا اور دو آدمیوں کے بیچ میں نہ گھسا اور جتنی اس کی قسمت میں تھی، نماز پڑھی، پھر جب امام باہر آیا اور خطبہ شروع کیا تو خاموش ہو گیا، اس کے اس جمعہ میں سے دوسرے جمعہ تک کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

طَيْبٌ، ثُمَّ رَاحَ وَلَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَ اثْنَيْنِ فَصَلَّى مَا كُتِبَ لَهُ، ثُمَّ إِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ أَنْصَتَ، غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْآخِرَى))، [راجع: ۸۸۳]

نتیجہ آداب جمعہ میں سے ضروری ادب ہے کہ آنے والا نہایت ہی ادب و متانت کے ساتھ جہاں جگہ پائے بیٹھ جائے۔ کسی کی گردن پھلانگ کر آگے نہ بڑھے کیونکہ یہ شرعاً ممنوع اور معیوب ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ شریعت اسلامی میں کسی کو ایذا پہنچانا خواہ وہ ایذا بنام عبادت نماز ہی کیوں نہ ہو، وہ عند اللہ گناہ ہے۔ اسی مضمون کی اگلی حدیث میں مزید تفصیل آ رہی ہے۔

باب جمعہ کے دن کسی مسلمان بھائی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود وہاں نہ بیٹھے

۲۰- بَابُ لَا يُقِيمُ الرَّجُلُ أَخَاهُ يَوْمَ

الْجُمُعَةِ وَيَقْعُدُ فِي مَكَانِهِ

۹۱۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: سَمِعْتُ نَافِعًا قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُقِيمَ الرَّجُلُ أَخَاهُ مِنْ مَقْعَدِهِ وَيَجْلِسَ فِيهِ))، قُلْتُ لِنَافِعٍ: الْجُمُعَةُ؟ قَالَ: الْجُمُعَةُ وَغَيْرَهَا.

(۹۱۱) ہم سے محمد بن سلام یسکندی رحمہ اللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں مخلد بن یزید نے خبر دی، کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ میں نے نافع سے سنا، انہوں نے کہا میں نے حضرت عبداللہ بن عمر سے سنا، انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کو اٹھا کر اس کی جگہ خود بیٹھ جائے۔ میں نے نافع سے پوچھا کہ کیا یہ جمعہ کے لئے ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ جمعہ اور غیر جمعہ سب کے لئے یہی حکم ہے۔

[طرفہ فی : ۶۲۶۹، ۶۲۷۰]

تعب ہے ان لوگوں پر جو اللہ کی مساجد حتیٰ کہ کعبہ معظمہ اور مدینہ المنورہ میں ثواب کے لئے دوڑتے ہیں اور دوسروں کو تکلیف پہنچا کر ان کی جگہ پر قبضہ کرتے ہیں بلکہ بعض دفعہ جھگڑا فساد تک نوبت پہنچا کر پھر وہاں نماز پڑھتے اور اپنے نفس کو خوش کرتے ہیں کہ وہ عبادت الہی کر رہے ہیں۔ ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ انہوں نے عبادت کا صحیح مفہوم نہیں سمجھا بلکہ بعض نمازی تو ایسے ہیں کہ ان کو حقیقی عبادت کا پتہ نہیں ہے اللہم ارحم علی امۃ حبیبک صلی اللہ علیہ وسلم

یہاں مولانا وحید الزماں مرحوم فرماتے ہیں کہ مسجد خدا کی ہے کسی کے باوا دادا کی ملک نہیں جو نمازی پہلے آیا اور کسی جگہ بیٹھ گیا وہی اس جگہ کا حقدار ہے، اب بادشاہ یا وزیر بھی آئے تو اس کو اٹھانے کا حق نہیں رکھتا۔ (وحیدی)

باب جمعہ کے دن اذان کا بیان

۲۱- بَابُ الْأَذَانِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

(۹۱۲) ہم سے آدم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن ابی ذؤب نے زہری کے واسطے سے بیان کیا، ان سے سائب بن یزید نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ

۹۱۲- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذُؤَبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: (كَانَ النَّذَاءُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوَّلَهُ إِذَا

عثمان کے زمانے میں جمعہ کی پہلی اذان اس وقت دی جاتی تھی جب امام منبر پر خطبہ کے لئے بیٹھتے لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب مسلمانوں کی کثرت ہو گئی تو وہ مقام زوراء سے ایک اور اذان دلوانے لگے۔ ابو عبد اللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زوراء مدینہ کے بازار میں ایک جگہ ہے۔

جَلَسَ الْإِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا. فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. وَكَثُرَ النَّاسُ - زَادَ النِّدَاءُ الثَّلَاثَ عَلَى الزُّورَاءِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الزُّورَاءُ مَوْضِعٌ بِالسُّوقِ بِالْمَدِينَةِ. [أطرافه في: ٩١٣، ٩١٥، ٩١٦].

معلوم ہوا کہ اصل اذان جمعہ وہی تھی جو آنحضرت ﷺ و شیخین کے مبارک زمانوں میں امام کے منبر پر آنے کے وقت دی جاتی تھی۔ بعد میں حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو آگاہ کرنے کے لئے بازار میں ایک اذان کا اور اضافہ کر دیا۔ تاکہ وقت سے لوگ جمعہ کے لئے تیار ہو سکیں۔ حضرت عثمانؓ کی طرح بوقت ضرورت مسجد سے باہر کسی مناسب جگہ پر یہ اذان اگر اب بھی دی جائے تو جائز ہے مگر جہاں ضرورت نہ ہو وہاں سنت کے مطابق صرف خطبہ ہی کے وقت خوب بلند آواز سے ایک ہی اذان دینی چاہئے۔

باب جمعہ کے لئے ایک مؤذن

مقرر کرنا

(۹۱۳) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد العزیز بن ابوسلمہ مابشون نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے زہری نے بیان کیا، ان سے سائب بن یزید نے کہ جمعہ میں تیسری اذان حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے پڑھائی جبکہ مدینہ میں لوگ زیادہ ہو گئے تھے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ہی مؤذن تھے۔ (آپ کے دور میں) جمعہ کی اذان اس وقت دی جاتی جب امام منبر پر بیٹھتا۔

۲۲- بَابُ الْمُؤَذِّنِ الْوَاحِدِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

۹۱۳- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ الْمَاجِشُونُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ : (أَنَّ الَّذِي زَادَ الثَّلَاثِينَ الثَّلَاثَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - حِينَ كَثُرَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ - وَلَمْ يَكُنْ لِلنَّبِيِّ ﷺ مُؤَذِّنٌ غَيْرَ وَاحِدٍ، وَكَانَ الثَّلَاثِينَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حِينَ يَجْلِسُ الْإِمَامُ) يَعْنِي عَلَى الْمِنْبَرِ.

[راجع: ۹۱۲]

اس سے ان لوگوں کا رد ہوا جو کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب منبر پر جاتے تو تین مؤذن ایک کے بعد ایک اذان دیتے۔ ایک مؤذن کا مطلب یہ کہ جمعہ کی اذان خاص ایک مؤذن حضرت بلالؓ ہی دیا کرتے تھے ورنہ ویسے تو عہد نبوی میں کئی مؤذن مقرر تھے جو باری باری اپنے وقتوں پر اذان دیا کرتے تھے۔

باب امام منبر پر بیٹھے بیٹھے اذان سن کر

اس کا جواب دے

(۹۱۴) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں

۲۳- بَابُ يُجِيبُ الْإِمَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ

إِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ

۹۱۴- حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا

أَبُو بَكْرٍ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَهْلٍ بْنِ حَنِيْفٍ عَنْ أَبِي أَمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ بْنِ حَنِيْفٍ قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ وَهُوَ جَالِسٌ عَلَى الْمِنْبَرِ أَدْنُ الْمُؤَذِّنِ قَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، قَالَ مُعَاوِيَةُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ قَالَ مُعَاوِيَةُ: وَأَنَا. فَلَمَّا أَنْ قَضَى التَّأْذِينَ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَى هَذَا الْمَجْلِسِ - حِينَ أَدْنُ الْمُؤَذِّنِ - يَقُولُ مَا سَمِعْتُمْ مِنِّي مِنْ مَقَالَتِي. [راجع: ٦١٢]

عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں ابوبکر بن عثمان بن سہل بن حنیف نے خبر دی، انہیں ابوامامہ بن سہل بن حنیف نے، انہوں نے کہا میں نے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو دیکھا آپ منبر پر بیٹھے، مؤذن نے اذان دی ”اللہ اکبر اللہ اکبر“ معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ”اللہ اکبر اللہ اکبر“ مؤذن نے کہا ”اشہد ان لا الہ الا اللہ“ معاویہ نے جواب دیا وانا اور میں بھی محمد رسول اللہ“ معاویہ نے جواب دیا وانا ”اور میں بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں“ جب مؤذن اذان کہہ چکا تو آپ نے کہا حاضرین! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اسی جگہ یعنی منبر پر آپ بیٹھے تھے مؤذن نے اذان دی تو آپ یہی فرما رہے تھے جو تم نے مجھ کو کہتے

شا۔

اذان کے جواب میں سننے والے بھی وہی الفاظ کہتے جائیں جو مؤذن سے سنتے ہیں، اس طرح ان کو وہی ثواب ملے گا جو مؤذن کو ملتا ہے۔

باب جمعہ کی اذان ختم ہونے تک

امام منبر پر بیٹھا رہے

(۹۱۵) ہم سے یحییٰ بن کبیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یث بن سعد نے عقیل کے واسطے سے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے کہ سائب بن یزید نے انہیں خبر دی کہ جمعہ کی دوسری اذان کا حکم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس وقت دیا جب نمازی بہت زیادہ ہو گئے تھے اور جمعہ کے دن اذان اس وقت ہوتی جب امام منبر پر بیٹھا کرتا تھا۔

۲۴- بَابُ الْجُلُوسِ عَلَى الْمِنْبَرِ

عِنْدَ التَّأْذِينَ

۹۱۵- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كُبَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ أَخْبَرَهُ (أَنَّ التَّأْذِينَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَمَرَ بِهِ عُثْمَانُ - حِينَ كَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ - وَكَانَ التَّأْذِينَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حِينَ يَجْلِسُ الْإِمَامُ). [راجع: ۹۱۲]

صاحب تنقیح البخاری حنفی دیوبندی کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ جمعہ کی اذان کا طریقہ پنجوقتہ اذان سے مختلف تھا۔ اور دنوں میں اذان نماز سے کچھ پہلے دی جاتی تھی۔ لیکن جمعہ کی اذان کے ساتھ ہی خطبہ شروع ہو جاتا تھا اور اس کے بعد فوراً نماز شروع کر دی جاتی۔ یہ یاد رہے کہ آجکل جمعہ کا خطبہ شروع ہونے پر امام کے سامنے آہستہ سے مؤذن جو اذان دیتے ہیں یہ خلاف سنت ہے۔ خطبہ کی اذان بھی بلند جگہ پر بلند آواز سے ہونی چاہئے۔ لیکن منبر کہتے ہیں کہ امام بخاری نے اس حدیث سے کوفہ والوں کا رد کیا جو کہتے ہیں کہ خطبہ سے پہلے منبر پر بیٹھنا مشروع نہیں ہے۔

۲۵- بَابُ التَّادِیْنِ عِنْدَ الْخُطْبَةِ

۹۱۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ: ((إِنَّ الْأَذَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ كَانَ أَوَّلَهُ جِئْنَ يَجْلِسُ الْإِمَامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمَنْبَرِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فَلَمَّا كَانَ فِي خَلَافَةِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - وَكَثُرُوا - أَمَرَ عُثْمَانُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالْأَذَانِ الثَّلَاثِ، فَأَذَّنَ بِهِ عَلَى الزُّوْرَاءِ، فَتَبَتِ الْأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ)). [راجع: ۹۱۲]

باب جمعہ کی اذان خطبہ کے وقت دینا (۹۱۶) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہمیں عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم کو یونس بن یزید نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے یہ سنا تھا کہ جمعہ کی پہلی اذان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں اس وقت دی جاتی تھی جب امام منبر پر بیٹھتا۔ جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا دور آیا اور نمازیوں کی تعداد بڑھ گئی تو آپ نے جمعہ کے دن ایک تیسری اذان کا حکم دیا، یہ اذان مقام زوراء پر دی گئی اور بعد میں یہی دستور قائم رہا۔

تشریح تیسری اس کو اس لئے کہا کہ تکبیر بھی اذان ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد سے پھر یہی طریقہ جاری ہو گیا کہ جمعہ میں ایک پہلی اذان ہوتی ہے پھر جب امام منبر پر جاتا ہے تو دوسری اذان دیتے ہیں پھر نماز شروع کرتے وقت تیسری اذان یعنی تکبیر کہتے ہیں گو حضرت عثمانؓ کا فعل بدعت نہیں ہو سکتا اس لئے کہ وہ خلفائے راشدین میں سے ہیں۔ مگر انہوں نے یہ اذان ایک ضرورت سے بڑھائی کہ مدینہ کی آبادی دور دور تک پہنچ گئی تھی اور خطبہ کی اذان سب کے جمع ہونے کے لئے کافی نہ تھی، آتے آتے ہی نماز ختم ہو جاتی۔ مگر جماعہ یہ ضرورت نہ ہو وہاں بموجب سنت نبوی صرف خطبہ ہی کی اذان دینا چاہئے اور خوب بلند آواز سے نہ کہ جیسا جاہل لوگ خطبہ کے وقت آہستہ آہستہ اذان دیتے ہیں، اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ ابن ابی شیبہ نے عبد اللہ بن عمرؓ سے نکالا تیسری اذان بدعت ہے۔ یعنی ایک نئی بات ہے جو آنحضرت ﷺ کے عہد میں نہ تھی اب اس سنت نبوی کو سوائے اہل حدیث کے اور کوئی بجا نہیں لاتے۔ جماعہ دیکھو سنت عثمانی کا رواج ہے (مولانا وحید الزماں) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے جو اسے بدعت کہا اس کی توجیہ میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ فیحتمل ان یکون ذالک علی سبیل الانکار و یحتمل ان یرید انہ لم یکن فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکل ما لم یکن فی زمنہ یسمی بدعة (نیل الاوطار)

یعنی احتمال ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے انکار کے طور پر ایسا کہا ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ یہ اذان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں نہ تھی اور جو آپ کے زمانہ میں نہ ہو اس کو (لغوی حیثیت سے) بدعت یعنی نئی چیز کہا جاتا ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ بلغنی ان اهل المغرب الاذن الا لا تا ذین عندهم سوى مرة یعنی مجھے خبر پہنچی ہے کہ مغرب والوں کا عمل اب بھی صرف سنت نبوی یعنی ایک ہی اذان پر ہے۔

جمہور علمائے اہل حدیث کا مسلک بھی یہی ہے کہ سنت نبوی پر عمل بہتر ہے اور اگر حضرت عثمانؓ کے زمانے جیسی ضرورت محسوس ہو تو مسجد سے باہر کسی مناسب جگہ پر یہ اذان کہہ دی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ جن لوگوں نے اذان عثمانی کو بھی مسنون قرار دیا ان کا قول محل نظر ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا عبد الرحمن مبارک پوری مدظلہ نے

بڑی تفصیل سے اس امر پر روشنی ڈالی ہے۔ آخر میں آپ فرماتے ہیں ان الاستدلال علی کون الاذان الثالث ہو من مجتہدات عثمان امر! مسنوننا لیس بنام الاثری ان ابن حمیر قال الاذان الاول يوم الجمعة بدعة فلو كان هذا الاستدلال تاما وكان الاذان الثالث امرا مسنوننا لم يطلق عليه لفظ البدعة لاعلی سبیل الانکار ولا علی سبیل غیر الانکار فان الامر بالمستنون لا يجوز ان يطلق عليه لفظ البدعة بای معنی کان فتفکر (تحفة الاحوذی)

باب خطبہ منبر پر پڑھنا

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر خطبہ پڑھا۔

(۹۱۷) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یعقوب بن عبد الرحمن بن محمد بن عبد اللہ بن عبد القاری قرشی اسکندرائی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو حازم بن دینار نے بیان کیا کہ کچھ لوگ حضرت سہل بن سعد سعدی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ ان کا آپس میں اس پر اختلاف تھا کہ منبر نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی لکڑی کس درخت کی تھی۔ اس لئے سعد رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا۔ آپ نے فرمایا خدا گواہ ہے میں جانتا ہوں کہ منبر نبوی کس لکڑی کا تھا۔ پہلے دن جب وہ رکھا گیا اور سب سے پہلے جب اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تو میں اس کو بھی جانتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری کی فلاں عورت کے پاس جن کا حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے نام بھی بتایا تھا۔ آدمی بھیجا کہ وہ اپنے بڑھتی غلام سے میرے لئے لکڑی جوڑ دینے کے لئے کہیں۔ تاکہ جب مجھے لوگوں سے کچھ کہنا ہو تو اس پر بیٹھا کروں چنانچہ انہوں نے اپنے غلام سے کہا اور وہ غلبہ کے جھاؤ کی لکڑی سے اسے بنا کر لایا۔ انصاری خاتون نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہاں رکھوایا میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی پر (کھڑے ہو کر) نماز پڑھائی۔ اسی پر کھڑے کھڑے تکبیر کہی۔ اسی پر رکوع کیا۔ پھر اٹھے پاؤں لوٹے اور منبر کی جڑ میں سجدہ کیا اور پھر دوبارہ اسی طرح کیا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کو خطاب

۲۶- بَابُ الْخُطْبَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ

وَقَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: خَطَبَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ.

۹۱۷- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِيِّ الْقُرَشِيُّ الْإِسْكَنْدَرَانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ بْنُ دِينَارٍ: أَنَّ رَجُلًا أَتَا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ، وَقَدْ امْتَرَوْا فِي الْمِنْبَرِ مِمَّ غُودُهُ؟ فَسَأَلُوهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ: وَاللَّهِ لَا عَرَفُ مِمَّا هُوَ، وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ أَوَّلَ يَوْمٍ وَضِعَ، وَأَوَّلَ يَوْمٍ جَلَسَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى فُلَانَةٍ - امْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ قَدْ سَمَّاهَا سَهْلٌ - مَرِي غَلَامِكِ النَّجَارِ أَنْ يَعْمَلَ لِيْ غَوَاذًا أَجْلِسَ عَلَيْهِنَ إِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ، فَأَمَرْتُهُ فَعَمِلَهَا مِنْ طَرَفَائِ الْغَابَةِ، ثُمَّ جَاءَ بِهَا فَأَرْسَلْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَمَرَ بِهَا فَوَضِعَتْ هَا هُنَا. ثُمَّ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى عَلَيْهَا، وَكَبَّرَ وَهُوَ عَلَيْهَا، ثُمَّ رَكَعَ وَهُوَ عَلَيْهَا، ثُمَّ نَزَلَ الْفَهْقَرِيَّ فَسَجَدَ فِي أَصْلِ الْمِنْبَرِ. ثُمَّ عَادَ. فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: ((أَيُّهَا

النَّاسُ، إِنَّمَا صَنَعْتُ هَذَا لِتَأْتُمُوا بِهِ، فرمایا۔ لوگو! میں نے یہ اس لئے کیا کہ تم میری پیروی کرو اور میری
وَلَتَعْلَمُوا صَلَاحِي))۔ [راجع: ۳۷۷]

یعنی کھڑے کھڑے ان لکڑیوں پر وعظ کما کروں جب بیٹھنے کی ضرورت ہو تو ان پر بیٹھ جاؤں۔ پس ترجمہ باب نکل آیا بعضوں
لے کما کہ امام بخاریؒ نے یہ حدیث لا کر اس کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا جس کو طبرانی نے نکالا کہ آپ نے اس
منبر پر خطبہ پڑھا۔ غالبہ نامی ایک گاؤں مدینہ کے قریب تھا وہاں جماد کے درخت بہت تھے۔ آپؐ اس لئے اٹے پاؤں اترے تاکہ منہ قبلہ
ہی کی طرف رہے۔

۹۱۸- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ :
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي
يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي ابْنُ أَنَسٍ
أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : (كَانَ
جَذْعٌ يَقُومُ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ، فَلَمَّا وُضِعَ لَهُ
الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا لِلْجَذْعِ مِثْلَ أَصْوَاتِ
الْعِشَارِ، حَتَّى نَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ فَوَضَعَ يَدَهُ
عَلَيْهِ). قَالَ سُلَيْمَانُ عَنْ يَحْيَى أَخْبَرَنِي
حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ أَنَّ اللَّهَ بْنَ أَنَسٍ سَمِعَ جَابِرًا.
[راجع: ۴۴۹]

(۹۱۸) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کما کہ ہم سے محمد بن
جعفر بن ابی کثیر نے بیان کیا، کما کہ مجھے یحییٰ بن سعید نے خبر دی، کما کہ
مجھے حفص بن عبد اللہ بن انس نے خبر دی، انہوں نے جابر بن عبد اللہ
رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ایک کھجور کا تنہا تھا جس پر نبی کریم ﷺ ٹیک لگا کر
کھڑے ہو ا کرتے تھے۔ جب آپ کے لئے منبر بن گیا (آپ نے اس
تنے پر ٹیک نہیں لگایا) تو ہم نے اس سے رونے کی آواز سنی جیسے دس
مینے کی گابھن اونٹنی آواز کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے منبر سے اتر کر
اپنا ہاتھ اس پر رکھا (تب وہ آواز موقوف ہوئی) اور سلیمان نے یحییٰ
سے یوں حدیث بیان کی کہ مجھے حفص بن عبید اللہ بن انس نے خبر دی
اور انہوں نے جابر سے سنا۔

سلیمان کی روایت کو خود امام بخاریؒ نے علامات النبوة میں نکالا اس حدیث میں انس کے بیٹے کا نام مذکور ہے۔ یہ لکڑی
آنحضرت ﷺ کی جدائی میں رونے لگی جب آپ نے اپنا دست مبارک اس پر رکھا تو اس کو تسلی ہو گئی کیا مومنوں کو اس
لکڑی برابر بھی آنحضرت ﷺ سے محبت نہیں۔ جو آپ کے کلام پر دوسروں کی رائے اور قیاس کو مقدم سمجھتے ہیں (مولانا وحید الزماں
مرحوم) آنحضرت ﷺ کی جدائی میں اس لکڑی کا رونایہ معجزات نبوی میں سے ہے۔

۹۱۹- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ :
حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذُنْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ
سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ
يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ : ((مَنْ جَاءَ إِلَى
الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ)). [راجع: ۸۷۷]

(۹۱۹) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کما کہ ہم سے
ابن ابی ذنب نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے سالم نے، ان
سے ان کے باپ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا۔ آپؐ نے
منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جو جمعہ کے لئے آئے وہ پہلے غسل کر
لیا کرے۔

(اس حدیث سے منبر ثابت ہوا)

۲۷- بَابُ الْخُطْبَةِ قَائِمًا
وَقَالَ أَنَسٌ: بَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ قَائِمًا.
باب خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا
اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کما کہ نبی کریم ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دے

رہے تھے۔

(۹۲۰) ہم سے عبید اللہ بن عمر قواریری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے خالد بن حارث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبید اللہ بن عمر نے نافع سے بیان کیا، ان سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے، پھر بیٹھ جاتے اور پھر کھڑے ہوتے جیسے تم لوگ بھی آج کل کرتے ہو۔

۹۲۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ قَالَ : حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ قَائِمًا، ثُمَّ يَقْعُدُ، ثُمَّ يَقُومُ، كَمَا يَفْعَلُونَ الْآنَ.

[طرفہ فی : ۹۲۸].

شافعیہ نے کہا کہ قیام خطبہ کی شرط ہے کیونکہ قرآن شریف ﴿وَتَذْكُرُوا الْقَائِمًا﴾ (الجمعة: ۱۱) اور حدیثوں سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے ہمیشہ کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا۔ عبد الرحمن بن ابی الکھم بیٹھ کر خطبہ پڑھ رہا تھا تو کعب بن عجرہ صحابی نے اس پر اعتراض کیا۔

باب امام جب خطبہ دے تو لوگ

امام کی طرف منہ کر لیں اور عبد اللہ بن عمر اور انس رضی اللہ عنہما نے خطبہ میں امام کی طرف منہ کیا۔

(۹۲۱) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام دستوائی نے یحییٰ بن ابی کثیر سے بیان کیا، ان سے ہلال بن ابی میمونہ نے، انہوں نے کہا ہم سے عطاء بن یسار نے بیان کیا، انہوں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ ایک دن منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہم سب آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔

۲۸- بَابُ يَسْتَقْبِلُ الْإِمَامُ الْقَوْمَ،

وَاسْتَقْبَلَ النَّاسَ الْإِمَامُ إِذَا خَطَبُوا اسْتَقْبَلَ ابْنُ عُمَرَ وَأَنْسَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا الْإِمَامُ ۹۲۱- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ : حَدَّثَنَا هِشَامُ عَنْ يَحْيَى عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخَدْرِيَّ قَالَ : إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَلَسَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ.

[أطرافہ فی : ۱۴۶۵، ۲۸۴۲، ۶۴۲۷].

اور سب نے آپ کی طرف منہ کیا۔ باب کا یہی مطلب ہے۔ خطبہ کا اولین مقصد امام کے خطاب کو پوری توجہ سے سننا اور دل میں جگہ دینا اور اس پر عمل کرنے کا عزم کرنا ہے، اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ امام کا خطاب اس طور پر ہو کہ سامعین اسے سمجھ لیں۔ اسی سے سامعین کی مادری زبان میں خطبہ ہونا ثابت ہوتا ہے یعنی آیات و احادیث پڑھ پڑھ کر سامعین کی مادری زبان میں سمجھائی جائیں اور سامعین امام کی طرف منہ کر کے پوری توجہ سے سنیں۔

باب خطبہ میں اللہ کی حمد و ثناء کے بعد اما بعد کہنا

اس کو عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا انہوں نے آنحضرت ﷺ سے۔

(۹۲۲) اور محمود بن غیلان (امام بخاری کے استاذ) نے کہا کہ ہم سے ابو

۲۹- بَابُ مَنْ قَالَ فِي الْخُطْبَةِ بَعْدَ

النَّشَاءِ : أَمَّا بَعْدُ رَوَاهُ عِكْرِمَةُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

۹۲۲- وَقَالَ مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ

اسامہ نے بیان کیا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا کہ مجھے فاطمہ بنت منذر نے خبر دی، ان سے اسامہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی۔ لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے (اس بے وقت نماز پر تعجب سے پوچھا کہ) یہ کیا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سر سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے پوچھا کیا کوئی نشانی ہے؟ انہوں نے سر کے اشارہ سے ہاں کہا (کیونکہ سورج گمن ہو گیا تھا) اسماء نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک نماز پڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ مجھ کو غشی آنے لگی۔ قریب ہی ایک منگ میں پانی بھرا رکھا تھا۔ میں اسے کھول کر اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی۔ پھر جب سورج صاف ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے نماز ختم کر دی۔ اس کے بعد آپ نے خطبہ دیا۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی اس کی شان کے مناسب تعریف بیان کی۔ اس کے بعد فرمایا اما بعد! اتنا فرمانا تھا کہ کچھ انصاری عورتیں شور کرنے لگیں۔ اس لئے میں ان کی طرف بڑھی کہ انہیں چپ کراؤں (تاکہ رسول اللہ ﷺ کی بات اچھی طرح سن سکوں مگر میں آپ کا کلام نہ سن سکی) تو پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا؟ انہوں نے بتایا کہ آپ نے فرمایا کہ بہت سی چیزیں جو میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھی تھیں، آج اپنی اس جگہ سے میں نے انہیں دیکھ لیا۔ یہاں تک کہ جنت اور دوزخ تک میں نے آج دیکھی۔ مجھے وحی کے ذریعہ یہ بھی بتایا گیا کہ قبروں میں تمہاری ایسی آزمائش ہوگی جیسے کانے دجال کے سامنے یا اس کے قریب قریب۔ تم میں سے ہر ایک کے پاس فرشتہ آئے گا اور پوچھے گا کہ تو اس شخص کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتا تھا؟ مومن یا یہ کہما کہ یقین والا (ہشام کو شک تھا) کہ گاکہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں، ہمارے پاس ہدایت اور واضح دلائل لے کر آئے، اس لئے ہم ان پر ایمان لائے، ان کی دعوت قبول کی، ان کی اتباع کی اور ان کی تصدیق کی۔ اب اس سے کہا جائے گا کہ تو تو صالح ہے، آرام سے سو جا۔ ہم پہلے ہی جانتے تھے کہ تیرا ان پر ایمان ہے۔ ہشام نے شک کے اظہار کے ساتھ کہا کہ رہا منافق یا شک کرنے

قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي فَاطِمَةُ بِنْتُ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ، قُلْتُ: مَا شَأْنُ النَّاسِ؟ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا إِلَى السَّمَاءِ، فَقُلْتُ آيَةً؟ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا - أَيْ نَعَمْ - قَالَتْ: فَأَطَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ جِدًّا حَتَّى تَجَلَّيَ الْغَشْيُ وَإِلَى جَنِبِي قِرْبَةٌ فِيهَا مَاءٌ فَفَتَحْتُهَا، فَجَعَلْتُ أَصْبُ مِنْهَا عَلَى رَأْسِي، فَانْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَقَدْ تَجَلَّى الشَّمْسُ، فَخَطَبَ النَّاسَ وَحَمِدَ اللَّهُ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ: ((أَمَّا بَعْدُ)). قَالَتْ: وَلَقَطَ بَسُوَّةً مِنَ الْأَنْصَارِ، فَانْكَفَأَتْ إِلَيْهِمْ لَأَسْكَنَهُنَّ. فَقُلْتُ لِعَائِشَةَ: مَا قَالَ؟ قَالَتْ قَالَ: ((مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ أَكُنْ أَرِيئُهُ إِلَّا وَقَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هَذَا حَتَّى الْجَنَّةِ وَالنَّارِ. وَإِنَّهُ قَدْ أَوْحَى إِلَيَّ أَنَّكُمْ تَفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ مِثْلَ - أَوْ قَرِيبٍ مِنْ - فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ، يُؤْتِي أَحَدَكُمْ قِيَالَ لَهُ: مَا عَلِمَكَ بِهَذَا الرَّجُلِ؟ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ - أَوْ قَالَ: الْمُؤْمِنُ، شَكَّ هِشَامٌ - فَيَقُولُ هُوَ رَسُولُ اللَّهِ، هُوَ مُحَمَّدٌ ﷺ، جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى فَأَمَنَّا وَأَجَبْنَا، وَاتَّبَعْنَا وَصَدَّقْنَا، فَيَقَالَ لَهُ: نَمْ صَالِحًا، قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ إِنْ كُنْتَ لَتُؤْمِنُ بِهِ. وَأَمَّا الْمُنَافِقُ - أَوْ قَالَ: الْمُرْتَابُ، شَكَّ هِشَامٌ - فَيَقَالَ لَهُ: مَا عَلِمَكَ بِهَذَا

والا تو جب اس سے پوچھا جائے گا کہ تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا ہے تو وہ جواب دے گا کہ مجھے نہیں معلوم میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے سنا اسی کے مطابق میں نے بھی کہا۔ ہشام نے بیان کیا کہ فاطمہ بنت منذر نے جو کچھ کہا تھا۔ میں نے وہ سب یاد رکھا۔ لیکن انہوں نے قبر میں منافقوں پر سخت عذاب کے بارے میں جو کچھ کہا وہ مجھے یاد نہیں رہا۔

الرَّجُلِ؟ فَيَقُولُ: لَا أَدْرِي، سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا، فَقُلْتُ: قَالَ هِشَامٌ: فَلَقَدْ قَالَتْ لِي فَاطِمَةُ فَأَوْعَيْتُهُ، غَيْرَ أَنَّهُا ذَكَرَتْ مَا يُعْلَفُ عَلَيْهِ. [راجع: ۸۶]

یہ حدیث یہاں اس لئے لائی گئی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ آنحضور ﷺ نے اپنے خطبہ میں ابا بعد کا لفظ استعمال فرمایا۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ بتانا چاہتے ہیں کہ خطبہ میں ابا بعد کہنا سنت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ کہا تھا۔ آپ کا ”فصل خطاب“ بھی یہی ہے پہلے خداوند قدوس کی حمد و تعریف پھر نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ و سلام بھیجا گیا اور ابا بعد نے اس تمہید کو اصل خطاب سے جدا کر دیا۔ ابا بعد کا مطلب یہ ہے کہ حمد و صلوٰۃ کے بعد اب اصل خطبہ شروع ہو گا۔

(۹۲۳) ہم سے محمد بن معمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو عاصم نے جریر بن حازم سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے امام حسن بصری سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے عمرو بن تغلبہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ مال آیا یا کوئی چیز آئی۔ آپ نے بعض صحابہ کو اس میں سے عطا کیا اور بعض کو کچھ نہیں دیا۔ پھر آپ کو معلوم ہوا کہ جن لوگوں کو آپ نے نہیں دیا تھا انہیں اس کا رنج ہوا، اس لئے آپ نے اللہ کی حمد و تعریف کی پھر فرمایا ابا بعد! خدا کی قسم میں بعض لوگوں کو دیتا ہوں اور بعض کو نہیں دیتا لیکن میں جس کو نہیں دیتا وہ میرے نزدیک ان سے زیادہ محبوب ہیں جن کو میں دیتا ہوں۔ میں تو ان لوگوں کو دیتا ہوں جن کے دلوں میں بے صبری اور لالچ پاتا ہوں لیکن جن کے دل اللہ تعالیٰ نے خیر اور بے نیاز بنائے ہیں، میں ان پر بھروسہ کرتا ہوں۔ عمرو بن تغلبہ بھی ان ہی لوگوں میں سے ہیں۔ خدا کی قسم میرے لئے رسول اللہ ﷺ کا یہ ایک کلمہ سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہے۔

۹۲۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُولُ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنَبَى بِمَالٍ - أَوْ سَبِيٍّ - فَفَقَسَمَهُ، فَأَعْطَى رَجُلًا وَتَرَكَ رَجُلًا. قَبْلَهُ أَنَّ الَّذِينَ تَرَكَ عَتَبُوا، ((فَحَمِدَ اللَّهُ ثُمَّ أَتَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((أَمَّا بَعْدُ فَوَ اللَّهِ إِنِّي لَأَعْطِي الرَّجُلَ وَأَدْغُ الرَّجُلَ وَالَّذِي أَدْغُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الَّذِي أُعْطِيَ، وَلَكِنْ أُعْطِيَ أَقْوَامًا لَمَّا أَرَى فِي قُلُوبِهِمْ مِنَ الْجَزَعِ وَالْهَلَعِ، وَأَكِلَ أَقْوَامًا إِلَى مَا جَعَلَ اللَّهُ فِي قُلُوبِهِمُ الْغِنَى وَالْخَيْرَ، فَيَنْهَمُ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبٍ)) فَوَ اللَّهِ مَا أَحَبُّ إِلَيَّ بِكَلِمَةٍ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حُمْرَ النَّعَمِ.

[طرفاء فی : ۳۱۴۵، ۷۵۳۵].

سبحان اللہ صحابہ کے نزدیک آنحضرت ﷺ کا ایک حکم فرمانا، جس سے آپ کی رضامندی ہو، ساری دنیا کا مال دولت ملنے سے زیادہ پسند تھا، اس حدیث سے آنحضرت ﷺ کا مکمل خلق ثابت ہوا کہ آپ کسی کی ناراضگی پسند نہیں فرماتے تھے نہ کسی کی دل دشمنی۔ آپ نے ایسا خطبہ سنایا کہ جن لوگوں کو نہیں دیا تھا وہ ان سے بھی زیادہ خوش ہوئے جن کو دیا تھا (وحیدی) آپ نے

یہاں بھی لفظ اما بعد! استعمال فرمایا۔ یہی مقصود باب ہے۔

۹۲۴- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَزْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ لَيْلَةً مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ فَصَلَّى فِي الْمَسْجِدِ، فَصَلَّى رَجُلًا بِصَلَاتِهِ، فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوا، فَاجْتَمَعَ أَكْثَرُ مِنْهُمْ فَصَلُّوا مَعَهُ، فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوا، فَكَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّلَاثَةِ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَصَلُّوا بِصَلَاتِهِ. فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ أَهْلِهِ حَتَّى خَرَجَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ. فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ: ((أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ، لَكِنِّي خَشِيتُ أَنْ تَفْرُضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوا عَنْهَا)). تَابَعَهُ يُونُسُ.

[راجع: ۷۲۹]

(۹۲۴) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے عقیل سے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کے وقت اٹھ کر مسجد میں نماز پڑھی اور چند صحابہ بھی آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے۔ صبح کو ان صحابہ (رضوان اللہ علیہم) نے دوسرے لوگوں سے اس کا ذکر کیا چنانچہ (دوسرے دن) اس سے بھی زیادہ جمع ہو گئے اور آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ دوسری صبح کو اس کا چرچا اور زیادہ ہوا پھر کیا تیسری رات بڑی تعداد میں لوگ جمع ہو گئے اور جب رسول اللہ ﷺ اٹھے تو صحابہؓ نے آپ کے پیچھے نماز شروع کر دی۔ چوتھی رات جو آئی تو مسجد میں نمازیوں کی کثرت سے تل رکھنے کی بھی جگہ نہیں تھی۔ لیکن آج رات نبی کریم ﷺ نے یہ نماز نہ پڑھائی اور فجر کی نماز کے بعد لوگوں سے فرمایا، پہلے آپ نے کلمہ شہادت پڑھا پھر فرمایا۔ اما بعد! مجھے تمہاری اس حاضری سے کوئی ڈر نہیں لیکن میں اس بات سے ڈرا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے، پھر تم سے یہ ادا نہ ہو سکے۔ اس روایت کی متابعت یونس نے کی ہے۔

یہ حدیث کئی جگہ آئی ہے یہاں اس مقصد کے تحت لائی گئی کہ آنحضرت ﷺ نے وعظ میں لفظ اما بعد استعمال فرمایا۔

(۹۲۵) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ نے ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ نماز عشاء کے بعد کھڑے ہوئے۔ پہلے آپ نے کلمہ شہادت پڑھا، پھر اللہ تعالیٰ کے لائق اس کی تعریف کی، پھر فرمایا اما بعد! زہری کے ساتھ اس روایت کی متابعت ابو معاویہ اور ابو اسامہ نے ہشام سے کی، انہوں نے اپنے والد عروہ سے اس کی روایت کی، انہوں نے ابو حمید سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا اما بعد! اور ابو الیمان کے ساتھ اس حدیث کو محمد بن یحییٰ نے بھی سفیان سے روایت کیا۔ اس میں صرف اما بعد ہے۔

۹۲۵- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنِي شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَزْوَةُ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَامَ عَشِيَّةً بَعْدَ الصَّلَاةِ فَتَشَهَّدَ وَأَنْتَى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: ((أَمَّا بَعْدُ)). تَابَعَهُ أَبُو مُعَاوِيَةَ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَمَّا بَعْدُ)). تَابَعَهُ الْعَدَنِيُّ عَنْ سُفْيَانَ فِي ((أَمَّا بَعْدُ)).

[أطرافه في : ١٥٠٠، ٢٥٩٧، ٦٦٣٦،
٦٩٧٩، ٧١٧٤، ٧١٩٧].

یہ ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے جسے خود حضرت امامؑ نے ایمان اور نذور میں نکالا ہے۔ ہوا یہ کہ آنحضرت ﷺ نے ابن بقیہ نامی ایک صحابی کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا تھا جب وہ زکوٰۃ کا مال لایا تو بعض چیزوں کی نسبت کہنے لگا کہ یہ مجھ کو بطور تحفہ ملی ہیں، اس وقت آپ نے عشاء کے بعد یہ خطبہ سنایا اور بتایا کہ اس طرح سرکاری سفر میں تم کو ذاتی تحائف لینے کا حق نہیں ہے جو بھی ملا ہے وہ سب بیت المال میں داخل کرنا ہوگا۔

(۹۲۶) ہم ابو الیمان نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، کہا کہ مجھ سے علی بن حسین نے مسور بن مخزوم رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے۔ میں نے سنا کہ کلمہ شہادت کے بعد آپؐ نے فرمایا اما بعد! شعیب کے ساتھ اس روایت کی متابعت محمد بن ولید زبیدی نے زہری سے کی ہے۔

۹۲۶- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ: قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَسَمِعْتُهُ جِئَن تَشْهَدُ وَ يَقُولُ: ((أَمَّا بَعْدُ)). تَابَعَهُ الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

[أطرافه في : ٣١١٠، ٣٧١٤، ٣٧٢٩،
٣٧٦٧، ٥٢٣٠، ٥٢٧٨].

زبیدی کی روایت کو طبرانی نے شامیوں کی سند میں وصل کیا ہے۔

(۹۲۷) ہم سے اسماعیل بن ابان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن غبیل عبدالرحمن بن سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے۔ منبر پر یہ آپؐ کی آخری بیٹھک تھی۔ آپؐ دونوں شانوں سے چادر لپیٹے ہوئے تھے اور سر مبارک پر ایک پٹی باندھ رکھی تھی۔ آپؐ نے حمد و ثناء کے بعد فرمایا لوگو! میری بات سنو۔ چنانچہ لوگ آپؐ کی طرف کلام مبارک سننے کے لئے متوجہ ہو گئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا اما بعد! یہ قبیلہ انصار کے لوگ (آنے والے دور میں) تعداد میں بہت کم ہو جائیں گے پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا جو شخص بھی حاکم ہو اور اسے نفع و نقصان پہنچانے کی طاقت ہو تو انصار کے نیک لوگوں کی نیکی قبول کرے اور ان کے برے کی برائی سے درگزر کرے۔

۹۲۷- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْغُبَيْرِ قَالَ: حَدَّثَنَا عِكْرَمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الْمَنْبَرِ وَكَانَ آخِرَ مَجْلِسٍ جَلَسَهُ مُتَعَطِّفًا مَلْحَقَةً عَلَى مَنْكِبَيْهِ قَدْ عَصَبَ رَأْسَهُ بِعَصَابَةٍ دَسِمَةٍ، فَحَمِدَ اللَّهُ وَأَتَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي)) فَتَابُوا إِلَيْهِ. ثُمَّ قَالَ: ((أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ هَذَا الْخَمَى مِنَ الْأَنْصَارِ يَقُولُونَ وَيَكْتُمُونَ النَّاسَ. فَمَنْ وَلِيَ شَيْئًا مِنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ ﷺ فَاسْتَطَاعَ أَنْ يَصُرَ فِيهِ أَحَدًا أَوْ يَنْفَعُ فِيهِ أَحَدًا فَلْيَقْبَلْ مِنْ مُحْسِنِهِمْ، وَيَتَجَاوَزْ عَنْ

مُسْتَبْنِہُمْ)۔ [طرفاء فی: ۳۶۲۸، ۳۸۰۰]۔

تشریح یہ آپ کا مسجد نبوی میں آخری خطبہ تھا۔ آپ کی اس پشین گوئی کے مطابق انصار اب دنیا میں کمی میں ہی ملتے ہیں۔ دوسرے شیوخ عرب کی نسلیں تمام عالم اسلامی میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس شان کریمی پر قربان جائیے۔ اس احسان کے بدلے میں کہ انصار نے آپ کی اور اسلام کی کسمپرسی اور مصیبت کے وقت مدد کی تھی، آپ اپنی تمام امت کو اس کی تلقین فرما رہے ہیں کہ انصار کو اپنا محسن سمجھو۔ ان میں جو اچھے ہوں ان کے ساتھ حسن معاملت بڑھ چڑھ کر کرو اور یروں سے درگزر کرو کہ ان کے آباء نے اسلام کی بڑی کسمپرسی کے عالم میں مدد کی تھی۔ اس باب میں جتنی حدیثیں آئی ہیں یہاں ان کا ذکر صرف اسی وجہ سے ہوا ہے کہ کسی خطبہ وغیرہ کے موقع پر ابا بعد کا اس میں ذکر ہے۔ قطلانی نے کہا کہ حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انصار پر سے حدود شرعیہ اٹھادی جائیں حدود تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر امیر غریب سب پر قائم کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ یہاں انصار کی خفیف غلطیاں مراد ہیں کہ ان سے درگزر کیا جائے۔

حضرت امام الائمہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے تحت یہ مختلف احادیث روایت فرمائی ہیں۔ ان سب میں ترجمہ باب لفظ ابا بعد سے نکالا ہے۔ آنحضرت ﷺ اپنے ہر خطاب میں اللہ کی حمد و ثناء کے بعد لفظ ابا بعد کا استعمال فرمایا کرتے تھے۔ گزشتہ سے پیوستہ حدیث میں عشاء کے بعد آپ کے ایک خطاب عام کا ذکر ہے جس میں آپ نے لفظ ابا بعد استعمال فرمایا۔ آپ نے ابن ابیہ کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا تھا جب وہ اموال زکوٰۃ لے کر واپس ہوئے تو بعض چیزوں کے بارے میں وہ کہنے لگے کہ یہ مجھ کو بطور تحائف ملی ہیں۔ ان وقت آپ نے عشاء کے بعد یہ وعظ فرمایا اور اس پر سخت اظہار ناراضگی فرمایا کہ کوئی شخص سرکاری طور پر تحصیل زکوٰۃ کے لئے جائے تو اس کا کیا حق ہے کہ وہ اس سفر میں اپنی ذات کے لئے تحائف قبول کرے حالانکہ اس کو جو بھی ملے گا وہ سب اسلامی بیت المال کا حق ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری نے ایمان و نذور میں پورے طور پر نقل فرمایا ہے۔

غزشتہ حدیث میں آنحضرت ﷺ کے ایک آخری اور بالکل آخری خطاب عام کا تذکرہ ہے جو آپ نے مرض الموت کی حالت میں پیش فرمایا اور جس میں آپ نے حمد و ثناء کے بعد لفظ ابا بعد استعمال فرمایا۔ پھر انصار کے بارے میں وصیت فرمائی کہ مستقبل میں مسلمان ذی اقتدار لوگوں کا فرض ہو گا کہ وہ انصار کے حقوق کا خاص خیال رکھیں۔ ان میں اچھے لوگوں کو نگاہ احترام سے دیکھیں اور برے لوگوں سے درگزر کریں۔ فی الواقع انصار قیامت تک کے لئے امت مسلمہ میں اپنی خاص تاریخ کے مالک ہیں جس کو اسلام کا سنہری دور کہا جاسکتا ہے۔ یہ انصار ہی کی تاریخ ہے پس انصار کی عزت و احترام ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے۔

باب جمعہ کے دن دونوں خطبوں کے

۳۰ - بَابُ الْقَعْدَةِ بَيْنَ الْخُطْبَتَيْنِ

بیچ میں بیٹھنا

يَوْمَ الْجُمُعَةِ

(۹۲۸) ہم سے مسدود بن مسرہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے بشر بن مفضل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبید اللہ عمری نے نافع سے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ (جمعہ میں) دو خطبے دیتے اور دونوں کے بیچ میں بیٹھتے تھے۔

۹۲۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا بَشَرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ يَقْعُدُ بَيْنَهُمَا)).

(خطبہ جمعہ کے بیچ میں یہ بیٹھنا بھی مسنون طریقہ ہے)

[راجع: ۹۲۰]

باب جمعہ کے روز خطبہ کلن لگا کر

۳۱ - بَابُ الْإِسْتِمَاعِ إِلَى الْخُطْبَةِ

يَوْمَ الْجُمُعَةِ

سننا

۹۲۹- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْأَعْرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا كَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَقَفَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ يَكْتُبُونَ الْأَوَّلَ فَلِلْأَوَّلِ وَمَثَلُ الْمُهْجَرِ كَمَثَلِ الَّذِي يُهْدِي بَدَنَةً، ثُمَّ كَالَّذِي يُهْدِي بَقَرَةً، ثُمَّ كَبْشًا، ثُمَّ دَجَاجَةً، ثُمَّ بَيْضَةً. فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ طَوَرُوا صُحُفَهُمْ وَيَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ)).

[طرفہ فی : ۳۲۱۱]

(۹۲۹) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن عبد الرحمن بن ابی ذئب نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے ابو عبد اللہ سلیمان اعمر نے، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب جمعہ کا دن آتا ہے تو فرشتے جامع مسجد کے دروازے پر آنے والوں کے نام لکھتے ہیں، سب سے پہلے آنے والا اونٹ کی قربانی دینے والے کی طرح لکھا جاتا ہے۔ اس کے بعد آنے والا گائے کی قربانی دینے والے کی طرح پھر مینڈھے کی قربانی کا ثواب رہتا ہے، اس کے بعد مرغی کا، اس کے بعد انڈے کا۔ لیکن جب امام خطبہ دینے کے لئے باہر آ جاتا ہے تو یہ فرشتے اپنے دفاتر بند کر دیتے ہیں اور خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

تشریح اس حدیث میں یہ سلسلہ ذکر ثواب مختلف جانوروں کے ساتھ مرغی اور انڈے کا بھی ذکر ہے۔ اس کے متعلق حضرت مولانا شیخ الحدیث عبداللہ صاحب مبارک پوری فرماتے ہیں۔ والمشكل ذكر الدجاجة والبيضة لان الهدى لا يكون منهما واجيب بانه من باب المشاكلة اى من تسمية الشئ باسم قرينه والمراد بالاهداء هنا التصديق لمادل عليه لفظ قرب فى رواية اخرى وهو يجوز بهما (مرعاة : ج ۲ / ص ۲۹۳) یعنی مرغی اور انڈے کا بھی ذکر آیا حالانکہ ان کی قربانی نہیں ہوتی، اس کا جواب دیا گیا کہ یہاں یہ ذکر باب مشاکلہ میں ہے یعنی کسی چیز کا ایسا نام رکھ دینا جو اس کے قرین کا نام ہو یہاں قربانی سے مراد صدقہ کرنا ہے جس پر بعض روایات میں آمدہ لفظ قرب دلالت کرتا ہے اور قربت میں رضائے الہی حاصل کرنے کے لئے ان ہر دو چیزوں کو بھی خیرات میں دیا جاسکتا ہے۔ حضرت امام المحدثین نے اس حدیث سے یہ ثابت کیا کہ نمازیوں کو خطبہ کان لگا کر سننا چاہئے کیونکہ فرشتے بھی کان لگا کر خطبہ سنتے ہیں۔ شافعیہ کے نزدیک خطبہ کی حالت میں کلام کرنا مکروہ ہے لیکن حرام نہیں ہے۔ حنفیہ کے نزدیک خطبے کے وقت نماز اور کلام دونوں منع ہیں۔ بعضوں نے کہا کہ دنیا کا بے کار کلام منع ہے مگر ذکر یا دعا منع نہیں ہے اور امام احمد کا یہ قول ہے کہ جو خطبہ سنتا ہو یعنی خطبہ کی آواز اس کو پہنچتی ہو اس کو منع ہے جو نہ سنتا ہو اس کو منع نہیں۔ شوکانی نے ابجدیث کا مذہب یہ لکھا ہے کہ خطبے کے وقت خاموش رہے۔ سید علامہ نے کما تحیۃ المسجد مستثنیٰ ہے جو شخص مسجد میں آئے اور خطبہ ہو رہا ہو تو دو رکعت تحیۃ المسجد کی پڑھ لے۔ اسی طرح امام کا کسی ضرورت سے بات کرنا جیسے صحیح احادیث میں وارد ہے۔ مسلم کی روایت میں یہ زیادہ ہے کہ (تحیۃ المسجد) کی ہلکی پھلکی دو رکعتیں پڑھ لے۔ یہی ابجدیث اور امام احمد کی دلیل ہے کہ خطبہ کی حالت میں تحیۃ المسجد پڑھ لینا چاہئے۔ حدیث سے یہ نکلا کہ امام خطبہ کی حالت میں ضرورت سے بات کر سکتا ہے اور یہی ترجمہ باب ہے۔ ہلکی پھلکی کا مطلب یہ کہ قرأت کو طول نہ دے۔ یہ مطلب نہیں کہ جلدی جلدی پڑھ لے۔

باب امام خطبہ کی حالت میں کسی شخص کو جو آئے
دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھنے کا حکم

۳۲- بَابُ إِذَا رَأَى الْإِمَامَ رَجُلًا
جَاءَ وَهُوَ يَخْطُبُ أَمْرًا أَنْ يُصَلِّيَ

دے سکتا ہے

(۹۳۰) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، ان سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص آیا نبی کریم ﷺ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔ آپ نے پوچھا کہ اے فلاں! کیا تم نے (تحیۃ المسجد کی) نماز پڑھ لی۔ اس نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا اٹھ اور دو رکعت نماز پڑھ لے۔

رَكَعَتَيْنِ

۹۳۰- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ النَّاسَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ: ((أَصَلَّيْتَ يَا فُلَانُ؟)) فَقَالَ: لَا. قَالَ: ((قُمْ فَارْكَعْ)).

[طرفاہ فی: ۹۳۱، ۱۱۶۲]۔

باب جب امام خطبہ دے رہا ہو اور کوئی مسجد میں آئے تو بلکی سی دو رکعت نماز پڑھ لے

(۹۳۱) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے عمرو سے بیان کیا، انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ایک شخص جمعہ کے دن مسجد میں آیا۔ نبی کریم ﷺ خطبہ پڑھ رہے تھے۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نے (تحیۃ المسجد کی) نماز پڑھ لی ہے؟ آنے والے نے جواب دیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اٹھو اور دو رکعت نماز (تحیۃ المسجد) پڑھ لو۔

۳۳- بَابُ مَنْ جَاءَ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ

صَلَّى رَكَعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ

۹۳۱- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَمْعٍ جَابِرًا قَالَ: دَخَلَ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ فَقَالَ: ((أَصَلَّيْتَ؟)) قَالَ: لَا. قَالَ: ((فَصَلِّ رَكَعَتَيْنِ)).

[راجع: ۹۳۰]

جمعہ کے دن حالت خطبہ میں کوئی شخص آئے تو اسے خطبہ ہی کی حالت میں دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے بغیر نہیں بیٹھنا چاہئے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو حدیث جابر بن عبد اللہ سے --- جسے حضرت امام المحدثین نے یہاں نقل فرمایا ہے --- روز روشن کی طرح ثابت ہے۔ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے باب فی الرکعتین اذا جاء الرجل والامام یخطب کے تحت اسی حدیث کو نقل فرمایا ہے، آخر میں فرماتے ہیں کہ هذا حدیث حسن صحیح یہ حدیث بالکل حسن صحیح ہے، اس میں صاف بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کی ہی حالت میں ایک آنے والے شخص (سلیک نامی) کو دو رکعت پڑھنے کا حکم فرمایا تھا۔ بعض ضعیف روایتوں میں مذکور ہے کہ جس حالت میں اس شخص نے دو رکعت ادا کیں آنحضرت ﷺ نے اپنا خطبہ بند کر دیا تھا۔ یہ روایت سند کے اعتبار سے لائق حجت نہیں ہے اور بخاری شریف کی مذکورہ حدیث حسن صحیح ہے جس میں آنحضرت ﷺ کی حالت خطبہ ہی میں اس کے دو رکعت پڑھنے کا ذکر ہے۔ لہذا اس کے مقابلہ پر یہ روایت قابل حجت نہیں۔

دیوبندی حضرات فرماتے ہیں کہ آنے والے شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز کا حکم بے شک فرمایا مگر ابھی آپ نے خطبہ شروع ہی نہیں فرمایا تھا۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ حدیث کے راوی حضرت جابر بن عبد اللہ جو صاف لفظوں میں النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ شروع ہی نہیں فرمایا تھا۔ یہ کس قدر جرأت ہے کہ ایک صحابی رسول کو غلط بیانی کا اور ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ شروع ہی نہیں فرمایا تھا۔ یہ کس قدر جرأت ہے کہ ایک صحابی رسول کو غلط بیانی کا

مرتب گردانا جائے اور بعض ضعیف روایات کا سارا لے کر محدثین کرام کی نقاہت حدیث اور حضرت جابر بن عبد اللہ کے بیان کی نہایت بے باکی کے ساتھ تغلیط کی جائے۔ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس سلسلہ کی دوسری حدیث عبد اللہ بن ابی مسرح سے یوں نقل فرمائی ہے۔ ان ابا سعید الخدری دخل يوم الجمعة و مروان يخطب فقام يصلي فجاء الحرس ليجلسوه فابى حتى صلى فلما انصرف اتيناه فقلنا رحمك الله ان كادوا ليقعوا بك فقال ما كنت لاتر كهما بعد شئى رايته من رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم ذكر ان رجلا جاء يوم الجمعة فى هيئة بذة والنبي صلى الله عليه وسلم يخطب يوم الجمعة فامرہ فصلی ركعتين والنبي صلى الله عليه وسلم يخطب ليعنى ابو سعيد خدری رحمہ اللہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دن مسجد میں اس حالت میں آئے کہ مروان خطبہ دے رہا تھا یہ نماز (تیمم المسجد) پڑھنے کھڑے ہو گئے۔ یہ دیکھ کر سپاہی آئے اور ان کو زبردستی نماز سے باز رکھنا چاہا مگر یہ نہ مانے اور پڑھ کر ہی سلام پھیرا، عبد اللہ بن ابی مسرح کہتے ہیں کہ نماز کے بعد ہم نے حضرت ابو سعید خدری رحمہ اللہ سے ملاقات کی اور کہا کہ وہ سپاہی آپ پر حملہ آور ہونا ہی چاہتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں بھی ان دو رکعتوں کو چھوڑنے والا ہی نہیں تھا۔ خواہ سپاہی لوگ کچھ بھی کرتے کیونکہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے آپ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ ایک آدمی پریشان شکل میں داخل مسجد ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اسی حالت میں دو رکعت پڑھ لینے کا حکم فرمایا۔ وہ نماز پڑھتا رہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے۔

دو عادل گواہ! حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم ہر دو عادل گواہوں کا بیان قارئین کے سامنے ہے۔ اس کے بعد مختلف تاویلات یا کمزور روایات کا سارا لے کر ان ہر دو صحابیوں کی تغلیط کے درپے ہونا کسی بھی اہل علم کی شان کے خلاف ہے۔ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ آگے فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عبینہ اور حضرت ابو عبد الرحمن مقری ہر دو بزرگوں کا یہی معمول تھا کہ وہ اس حالت مذکورہ میں ان ہر دو رکعتوں کو ترک نہیں کیا کرتے تھے۔ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس سلسلے کی دیگر روایات کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے جن میں حضرت جابر کی ایک اور روایت طبرانی میں یوں مذکور ہے عن جابر قال دخل النعمان بن نوفل ورسول الله صلى الله عليه وسلم على المنبر يخطب يوم الجمعة فقال له النبي صلى الله عليه وسلم صلى ركعتين وتجاوز فيهما فاذا اتى احدكم يوم الجمعة والامام يخطب فليصل ركعتين وليخففهما كذا في قوت المعتزى وتحفة الاحوذى ج: ۲ / ص: ۲۶۳ یعنی ایک بزرگ نعمان بن نوفل نامی مسجد میں داخل ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ آپ نے ان کو حکم فرمایا کہ اٹھ کر دو رکعت پڑھ کر بیٹھیں اور ان کو ہلکا کر کے پڑھیں اور جب بھی کوئی تمہارا اس حالت میں مسجد میں آئے کہ امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ ہلکی دو رکعتیں پڑھ کر ہی بیٹھے اور ان کو ہلکا پڑھے۔ حضرت علامہ نووی شارح مسلم شریف فرماتے ہیں هذه الاحاديث كلها يعنى التي رواها مسلم صريحته فى الدلالة لمذهب الشافعى واحمد واسحق فقهاء المحدثين انه اذا دخل الجامع يوم الجمعة والامام يخطب يستحب له ان يصلى ركعتين تحية المسجد ويكره الجلوس قبل ان يصليهما وانه يستحب ان يتجاوز فيهما يسمع بعدهما الخطبة وحكى هذا المذهب عن الحسن البصرى وغيره من المتقدمين (تحفة الاحوذى) یعنی ان جملہ احادیث سے صراحت کے ساتھ ثابت ہے کہ امام جب خطبہ جمعہ دے رہا ہو اور کوئی آنے والا آئے تو اسے چاہئے کہ دو رکعتیں تیمم المسجد ادا کر کے ہی بیٹھے۔ بغیر ان دو رکعتوں کے اس کا بیٹھنا مکروہ ہے اور مستحب ہے کہ ہلکا پڑھے تاکہ پھر خطبہ سنے۔ یہی مسلک امام حسن بصری وغیرہ حنفیین کا ہے۔ حضرت امام ترمذی نے دوسرے حضرات کا مسلک بھی ذکر فرمایا ہے جو ان دو رکعتوں کے قائل نہیں ہیں پھر حضرت امام ترمذی نے اپنا فیصلہ ان لفظوں میں دیا ہے والقول الاول اصح یعنی ان ہی حضرات کا مسلک صحیح ہے جو ان دو رکعتوں کے پڑھنے کے قائل ہیں۔ اس تفصیل کے بعد بھی اگر کوئی شخص ان دو رکعتوں کو ناجائز تصور کرے تو یہ خود اس کی ذمہ داری ہے۔

آخر میں بحمد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کا ارشاد گرامی بھی سن لیجئے، آپ فرماتے ہیں فاذا جاء والامام يخطب فليركع ركعتين وليتجاوز فيهما رعاية لسنة الراتبه وادب الخطبة جميعا بقدر الامكان ولا تغتر فى هذه المسألة بما يلهج به اهل بلدك فان

الحديث صحيح واجب اتباعه (حجة الله البالغة جلد: دوم / ص: ۱۰۱) یعنی جب کوئی نمازی ایسے حال میں مسجد میں داخل ہو کہ امام خطبہ دے رہا ہو تو دو رکعت ہلکی خفیف پڑھ لے تاکہ سنت راتبہ اور ادب خطبہ ہر دو کی رعایت ہو سکے اور اس مسئلہ کے بارے میں تمہارے شہر کے لوگ جو شور کرتے ہیں (اور ان رکعتوں کے پڑھنے سے روکتے ہیں) ان کے دھوکا میں نہ آنا کیونکہ اس مسئلہ کے حق میں حدیث صحیح وارد ہے جس کا اتباع واجب ہے وباللہ التوفیق

باب خطبہ میں دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

(۹۳۲) ہم سے مسدود بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے عبدالعزیز بن انس نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے، (دوسری سند) اور حماد نے یونس سے بھی روایت کی عبدالعزیز اور یونس دونوں نے ثابت سے، انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص کھڑا ہو گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! موسیٰ اور بکریاں ہلاک ہو گئیں (بارش نہ ہونے کی وجہ سے) آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بارش برسائے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور دعا کی۔

۳۴- بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الْخُطْبَةِ

۹۳۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ، وَعَنْ يُونُسَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ أَنَسٍ قَالَ: ((بَيْنَمَا النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكَ الْكُرَاعُ هَلَكَ الشَّاءُ، فَاذْغُ اللَّهُ أَنْ يَسْتَفِينَا. فَمَدَّ يَدَيْهِ وَدَعَا)).

[أطرفه في : ۹۳۳، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۱، ۱۰۲۹، ۱۰۳۳، ۳۵۸۲، ۶۰۹۳، ۶۳۴۲].

باب جمعہ کے خطبہ میں بارش کے لئے

دعا کرنا

(۹۳۳) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ولید بن مسلم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے امام ابو عمرو اوزاعی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے بیان کیا، ان سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قحط پڑا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے کہ ایک دیہاتی نے کہا یا رسول اللہ! جانور مر گئے اور اہل و عیال دانوں کو ترس گئے۔ آپ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں۔ آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے

۳۵- بَابُ الْإِسْتِسْقَاءِ فِي الْخُطْبَةِ

يَوْمَ الْجُمُعَةِ

۹۳۳- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: أَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَبَيْنَمَا النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَلَكَ الْبَالُ، وَجَاعَ الْعِيَالُ، فَاذْغُ اللَّهُ لَنَا. ((فَرَفَعَ

اس وقت بادل کا ایک ٹکڑا بھی آسمان پر نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ابھی آپؐ نے ہاتھوں کو نیچے بھی نہیں کیا تھا کہ پھاڑوں کی طرح گھٹا اٹھ آئی اور آپؐ ابھی منبر سے اترے بھی نہیں تھے کہ میں نے دیکھا کہ بارش کا پانی آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے ریش مبارک سے ٹپک رہا تھا۔ اس دن اس کے بعد اور متواتر اگلے جمعہ تک بارش ہوتی رہی

(دوسرے جمعہ کو) یہی دیسائی پھر کھڑا ہوا یا کہا کہ کوئی دوسرا شخص کھڑا ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! عمارتیں منہدم ہو گئیں اور جانور ڈوب گئے۔ آپؐ ہمارے لئے اللہ سے دعا کیجئے۔ آپؐ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی کہ اے اللہ! اب دوسری طرف بارش برسا اور ہم سے روک دے۔ آپؐ ہاتھ سے بادل کے لئے جس طرف بھی اشارہ کرتے، ادھر مطلع صاف ہو جاتا۔ سارا مینہ تالاب کی طرح بن گیا تھا اور قنات کا ٹالا مینہ بھر بہتا رہا اور ارد گرد سے آنے والے بھی اپنے یہاں بھرپور بارش کی خبر دیتے رہے۔

يَذِيهِ) - وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً -
فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا وَضَعَهَا حَتَّى تَارَ
السَّحَابُ أَمْثَالَ الْجِبَالِ، ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ
عَنْ مَنبَرِهِ حَتَّى رَأَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلَى
لِحْيَتِهِ ﷺ. فَمَطَرْنَا يَوْمًا ذَلِكَ، وَمِنْ
الْغَدِ، وَبَعْدَ الْغَدِ، وَالَّذِي يَلِيهِ حَتَّى
الْجُمُعَةِ الْآخَرَى.

فَقَامَ ذَلِكَ الْأَعْرَابِيُّ - أَوْ قَالَ غَيْرُهُ -
فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ تَهْتَدُمُ الْبَنَاءُ، وَغَرِقَ
الْمَالُ، فَادْعُ اللَّهَ لَنَا. فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ:
(اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا)). فَمَا يُشِيرُ
بِيَدِهِ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ السَّحَابِ إِلَّا
انْفَرَجَتْ، وَصَارَتِ الْمَدِينَةُ مِثْلَ الْجَوْبَةِ.
وَسَالَ الْوَادِي قَنَاةً شَهْرًا، وَلَمْ يَجِيءْ
أَحَدٌ مِنَ نَاحِيَةٍ إِلَّا حَدَّثَ بِالْجَوْدِ).

[راجع: ۹۳۲]

تشیخ باب اور نقل کردہ حدیث سے ظاہر ہے کہ امام بوقت ضرورت جمعہ کے خطبہ میں بھی بارش کے لئے دعا کر سکتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی ایسی عوامی ضرورت کے لئے دعا کرنے کی درخواست بحالت خطبہ امام سے کی جاسکتی ہے اور یہ بھی کہ امام ایسی درخواست پر خطبہ ہی میں توجہ کر سکتا ہے۔ جن حضرات نے خطبہ کو نماز کا درجہ دے کر اس میں بوقت ضرورت تکلم کو بھی منع بتلایا ہے، اس حدیث سے ظاہر ہے کہ ان کا یہ خیال صحیح نہیں ہے۔

غلامہ شوکانی اس واقعہ پر لکھتے ہیں وفی الحدیث فوائد منها جواز المكالمة من الخطيب حال الخطبة وتكروا الدعاء و ادخال الاستسقاء فى خطبة والدعاء به على المنبر وترك تحويل الرءاء والاستقبال والاجتزاء بصلاة الجمعة عن صلاة الاستسقاء كما تقدم وفيه علم من اعلام النبوة فيه اجابة الله تعالى دعاء نبيه وامتنال السحاب امره كما وقع كثير من الروايات وغير ذلك من الفوائد (نبيل الاوطار) یعنی اس حدیث سے بہت سے مسائل نکلتے ہیں مثلاً حالت خطبہ میں خطیب سے بات کرنے کا جواز نیز دعا کرنا (اور اس کے لئے ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کرنا) اور خطبہ جمعہ میں استسقاء کی دعا اور استسقاء کے لئے ایسے موقع پر چادر اٹھنے پلٹنے کو چھوڑ دینا اور کعبہ رخ بھی نہ ہونا اور نماز جمعہ کو نماز استسقاء کے بدلے کافی سمجھنا اور اس میں آپؐ کی نبوت کی ایک اہم دلیل بھی ہے کہ اللہ نے آپؐ کی دعا قبول فرمائی اور بادلوں کو آپؐ کا فرمان تسلیم کرنے پر مامور فرما دیا اور بھی بہت سے فوائد ہیں۔ آپؐ نے کن لفظوں میں دعائے استسقاء کی۔ اس بارے میں بھی کئی روایات ہیں جن میں جامع دعائیں یہ ہیں۔ الحمد لله رب العلمين الرحمن الرحيم مالك يوم الدين لا اله الا الله يفعل الله ما

یرید اللہم انت اللہ لا الہ الا انت انت الغنی ونحن الفقراء انزل علينا الغیث ما انزلت لنا قوة و بلاغا الی حین۔ اللہم اسقنا غیثا مغیثا مرینا مرینا طبقا غدقا عاجلا غیر راث اللہم اسق عبادک وبہائمک وانشرحمتک و احی بلدک المیت یہ بھی امر شروع ہے کہ ایسے مواقع پر اپنے میں سے کسی نیک بزرگ کو دعا کے لئے آگے بڑھایا جائے اور وہ اللہ سے رو رو کر دعا کرے اور لوگ پیچھے سے آمین آمین کہہ کر تضرع و زاری کے ساتھ اللہ سے پانی کا سوال کریں۔

باب جمعہ کے دن خطبہ کے وقت

چپ رہنا

اور یہ بھی لغو حرکت ہے کہ اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص سے کوئی کہے کہ ”چپ رہ“ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم ﷺ سے نقل کیا کہ امام جب خطبہ شروع کرے تو خاموش ہو جانا چاہئے۔

(۹۳۴) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے عقیل سے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، انہوں نے کہا کہ مجھے سعید بن مسیب نے خبر دی اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام جمعہ کا خطبہ دے رہا ہو اور تو اپنے پاس بیٹھے ہوئے آدمی سے کہے کہ ”چپ رہ“ تو تو نے خود ایک لغو حرکت کی۔

باب جمعہ کے دن وہ گھڑی جس میں

دعا قبول ہوتی ہے

(۹۳۵) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ قسبی نے امام مالکؒ سے بیان کیا، ان سے ابو الزناد نے، ان سے عبد الرحمن اعرج نے، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے ذکر میں ایک دفعہ فرمایا کہ اس دن ایک ایسی گھڑی آتی ہے جس میں اگر کوئی مسلمان بندہ کھڑا نماز پڑھ رہا ہو اور کوئی چیز اللہ پاک سے مانگے تو اللہ پاک اسے وہ چیز ضرور دیتا ہے۔ ہاتھ کے اشارے سے آپ نے بتلایا کہ وہ ساعت بہت تھوڑی سی ہے۔

اس گھڑی کی تعیین میں اختلاف ہے کہ یہ گھڑی کس وقت آتی ہے بعض روایات میں اس کے لئے وہ وقت بتلایا گیا ہے جب امام نماز جمعہ شروع کرتا ہے۔ گویا نماز ختم ہونے تک درمیان میں یہ گھڑی آتی ہے بعض روایات میں طلوع فجر سے اس کا وقت بتلایا گیا ہے۔ بعض روایات میں عصر سے مغرب تک کا وقت اس کے لئے بتلایا گیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں

۳۶- بَابُ الْإِنْصَاتِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ

وَإِذَا قَالَ لِصَاحِبِهِ أَنْصِتْ فَقَدْ لَعَا. وَقَالَ سَلْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((يَنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الْإِمَامُ)).

۹۳۴- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ: أَنْصِتْ - وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ - فَقَدْ لَعَوْتَ)).

۳۷- بَابُ السَّاعَةِ الَّتِي فِي يَوْمِ

الْجُمُعَةِ

۹۳۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ذَكَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ: ((فِيهِ سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي يَسْأَلُ اللَّهَ شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ)) وَأَشَارَ بِيَدِهِ يُقَلِّلُهَا [طرفاه في: ۵۲۹۴، ۶۴۰۰].

بہت تفصیل کے ساتھ ان جملہ روایات پر روشنی ڈالی ہے اور اس بارے میں علمائے اسلام و فقہائے عظام کے ۴۳ اقوال نقل کئے ہیں۔ امام شوکانی نے علامہ ابن مزیر کا خیال ان لفظوں میں نقل فرمایا ہے قَالَ ابْنُ الْمُنِيرِ اِذَا عَلِمَ اَنْ فَائِدَةَ الْاِبْهَامِ لِهَذِهِ السَّاعَةِ وَلِلَّيْلَةِ الْقَدْرِ بَعَثَ الدَّوَاعِيَ عَلَى الْاِكْثَارِ مِنَ الصَّلَاةِ وَالدُّعَاءِ وَلَوْ وَقَعَ الْبَيَانُ لِاتِّكَلِ النَّاسِ عَلَى ذَالِكِ وَتَرَكَوْا مَا عَدَّاهَا فَالْعَجَبُ بَعْدَ ذَالِكِ مَعْنَى يَتَكَلَّفُ فِي طَلَبِ تَحْدِيدِهَا وَقَالَ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ يَحْسَنُ جَمْعُ الْاَقْوَالِ فَتَكُونُ سَاعَةُ الْاجَابَةِ وَاحِدَةً مِنْهَا لَا يَبْعَثُهَا فَيَصَادِفُهَا مِنْ اجْتِهَادِهَا فِي جَمِيعِهَا (نیل الاوطار) یعنی اس گھڑی کے پوشیدہ رکھنے میں اور اسی طرح لیلۃ القدر کے پوشیدہ ہونے میں فائدہ یہ ہے کہ ان کی تلاش کے لئے بکثرت نماز نفل ادا کی جائے اور دعائیں کی جائیں، اس صورت میں ضرور ضرور وہ گھڑی کسی نہ کسی ساعت میں اسے حاصل ہوگی۔ اگر ان کو ظاہر کر دیا جاتا تو لوگ بھروسہ کر کے بیٹھ جاتے اور صرف اس گھڑی میں عبادت کرتے۔ پس تعجب ہے اس شخص پر جو اسے محدود وقت میں پالینے پر بھروسہ کئے ہوئے ہے۔ بہتر ہے کہ مذکورہ بالا اقوال کو پائیں صورت جمع کیا جائے کہ اجابت کی گھڑی وہ ایک ہی ساعت ہے جسے معین نہیں کیا جاسکتا پس جو تمام اوقات میں اس کے لئے کوشش کرے گا وہ ضرور اسے کسی نہ کسی وقت میں پالے گا۔ امام شوکانی نے اپنا فیصلہ ان لفظوں میں دیا ہے وَالْقَوْلُ بِأَنَّهَا آخِرُ سَاعَةِ مِنَ الْيَوْمِ هُوَ اَرْجَحُ الْاَقْوَالِ وَالْيَهُ دَهَبُ الْجُمْهُورِ (من الصحابة والتابعين والائمة) الخ یعنی اس بارے میں رائج قول یہی ہے کہ وہ گھڑی آخر دن میں بعد عصر آتی ہے اور جمہور صحابہ و تابعین و ائمہ دین کا یہی خیال ہے۔

باب اگر جمعہ کی نماز میں کچھ لوگ امام کو چھوڑ کر چلے جائیں
تو امام اور باقی نمازیوں کی نماز
صحیح ہو جائے گی

۳۸- بَابُ إِذَا نَفَرَ النَّاسُ عَنِ الْإِمَامِ فِي صَلَاةِ الْجُمُعَةِ فَصَلَاةُ الْإِمَامِ وَمَنْ بَقِيَ جَائِزَةٌ

(۹۳۶) ہم سے معاویہ بن عمرو نے بیان کیا کہ کہا کہ ہم سے زائدہ نے حصین سے بیان کیا، ان سے سالم بن ابی جعد نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے، اتنے میں غلہ لاوے ہوئے ایک تجارتی قافلہ ادھر سے گزرا۔ لوگ خطبہ چھوڑ کر ادھر چل دیئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کل بارہ آدمی رہ گئے۔ اس وقت سورہ جمعہ کی یہ آیت اتری۔ ترجمہ ”اور جب یہ لوگ تجارت اور کھیل دیکھتے ہیں تو اس طرف دوڑ پڑتے ہیں اور آپ کو کھڑا چھوڑ دیتے ہیں۔“

۹۳۶- حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرِو قَالَ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ قَالَ: حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: بَيْنَمَا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ أَقْبَلَتْ عِيرٌ تَحْمِلُ طَعَامًا، فَالْتَفَعُوا إِلَيْهَا حَتَّى مَا بَقِيَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا. فَزَلَّتْ هَذِهِ الْآيَةُ: ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا﴾.

[أطرافه في: ۲۰۵۸، ۲۰۶۴، ۴۸۹۹].

تشریح ایک مرتبہ مدینہ میں غلہ کی سخت کی تھی کہ ایک تجارتی قافلہ غلہ لے کر مدینہ آیا، اس کی خبر سن کر کچھ لوگ جمعہ کے دن عین خطبہ کی حالت میں باہر نکل گئے، اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔ حضرت امام نے اس واقعہ سے یہ ثابت فرمایا کہ احتاف اور شوافع جمعہ کی صحت کے لئے جو خاص قید لگاتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے، اتنی تعداد ضرور ہو جسے جماعت کہا جاسکے۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ سے اکثر لوگ چلے گئے پھر بھی آپ نے نماز جمعہ ادا فرمائی۔ یہاں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ صحابہ کی شان خود قرآن میں

یوں ہے ﴿رَجُلًا لَا تُلْهِبُهُمْ بِجَارَةِ الْخَبَرِ﴾ (النور: ۳۷) یعنی میرے بندے تجارت وغیرہ میں غافل ہو کر میری یاد کبھی نہیں چھوڑ دیتے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ اس آیت کے نزول سے پہلے کا ہے بعد میں وہ حضرات اپنے کاموں سے رک گئے اور صحیح معنوں میں اس آیت کے مصداق بن گئے تھے ﴿يُحْسِنُونَ وَارِضَانَهُمْ﴾ (آئین)

باب جمعہ کے بعد اور اس سے پہلے

سنت پڑھنا

(۹۳۷) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے نافع سے خبر دی، ان سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے دو رکعت، اس کے بعد دو رکعت اور مغرب کے بعد دو رکعت اپنے گھر میں پڑھتے اور عشاء کے بعد دو رکعتیں پڑھتے اور جمعہ کے بعد دو رکعتیں جب گھر واپس ہوتے تب پڑھا کرتے تھے۔

وَقَبْلَهَا

۹۳۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ رَكَعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكَعَتَيْنِ، وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ رَكَعَتَيْنِ فِي بَيْتِهِ، وَبَعْدَ الْعِشَاءِ رَكَعَتَيْنِ. وَكَانَ لَا يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتَّى يَنْصَرِفَ فَيُصَلِّي رَكَعَتَيْنِ)).

[أطرافه في: ۱۱۶۵، ۱۱۷۲، ۱۱۸۰].

چونکہ ظہر کی جگہ جمعہ کی نماز ہے، اس لئے حضرت امام بخاریؒ نے ارشاد فرمایا کہ جو سنتیں ظہر سے پہلے اور پیچھے مسنون ہیں، وہی جمعہ کے پہلے اور پیچھے بھی مسنون ہیں، بعض دوسری احادیث میں ان سنتوں کا ذکر بھی آیا ہے جمعہ کے بعد کی سنتیں اکثر آپؐ گھر میں پڑھا کرتے تھے۔

باب اللہ عز و جل کا (سورہ جمعہ میں) یہ فرمانا کہ جب جمعہ کی نماز ختم ہو جائے تو اپنے کام کاج کے لئے زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل (روزی، رزق یا علم) کو ڈھونڈو

۴- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى:

﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ﴾

(۹۳۸) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو غسان محمد بن مطر مدنی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابو حازم سلمہ بن دینار نے سہل بن سعد کے واسطے سے بیان کیا۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہمارے یہاں ایک عورت تھی جو نالوں پر اپنے ایک کھیت میں چندر بوتی۔ جمعہ کا دن آتا تو وہ چندر اکھاڑا تیں اور اسے ایک ہانڈی میں پکاتیں پھر اوپر سے ایک مٹھی جو کا آٹا چھڑک دیتیں۔ اس طرح یہ چندر گوشت کی طرح ہو جاتے۔ جمعہ سے دایہ

۹۳۸- حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: كَانَتْ فِينَا امْرَأَةٌ تَجْعَلُ عَلَى أَرْبَعَاءٍ فِي مَزْرَعَةٍ لَهَا سِلْقًا، فَكَانَتْ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ تَنْزِعُ أَصُولَ السِّلْقِ فَتَجْعَلُهُ فِي قِنْدَرٍ ثُمَّ تَجْعَلُ عَلَيْهِ قَبْضَةً مِنْ شَعِيرٍ تَطْحَنُهَا فَتَكُونُ

میں ہم انہیں سلام کرنے کے لئے حاضر ہوتے تو یہی پکوان ہمارے آگے کر دیتیں اور ہم اسے چاٹ جاتے۔ ہم لوگ ہر جمعہ کو ان کے اس کھانے کے آرزو مند رہا کرتے تھے۔

أَصُولُ السُّنَنِ عَرَفَهُ. وَكُنَّا نَصْرِفُ مِنْ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ فَتُسَلِّمُ عَلَيْهَا، فَتَقْرُبُ ذَلِكَ الطَّعَامَ إِلَيْنَا فَلَنَعْقُهُ، وَكُنَّا نَتَمَنَّى يَوْمَ الْجُمُعَةِ لَطْعَامِهَا ذَلِكَ.

[أطرافه في : ٩٣٩، ٩٤١، ٩٣٤٩،

٥٣٠٤، ٦٢٤٨، ٦٢٧٩].

تشیخ باب کی مناسبت اس طرح پر ہے کہ صحابہ جمعہ کی نماز کے بعد رزق کی تلاش میں نکلتے اور اس عورت کے گھر پر اس امید پر آتے کہ وہاں کھانا ملے گا۔ اللہ اکبر۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں بھی صحابہ نے کسی تکلیف اٹھائی کہ چقدر کی جڑیں اور مٹی بھرجو کا آٹا غنیمت سمجھتے اور اسی پر قناعت کرتے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

(۹۳۹) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد العزیز بن ابی حازم نے بیان کیا اپنے باپ سے اور ان سے سہل بن سعد نے یہی بیان کیا اور فرمایا کہ دوپہر کا سونا اور دوپہر کا کھانا جمعہ کی نماز کے بعد رکھتے تھے۔

۹۳۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: مَا كُنَّا نَقِيلُ وَلَا نَتَغَدَّى إِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ. [راجع: ۹۳۸]

باب جمعہ کی نماز کے بعد سونا

(۹۴۰) ہم سے محمد بن عقبہ شیبانی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابواسحاق فزاری ابراہیم بن محمد نے بیان کیا، ان سے حمید طویل نے، انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ ہم جمعہ سویرے پڑھتے، اس کے بعد دوپہر کی نیند لیتے تھے۔

(۹۴۱) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو غسان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابو حازم نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، انہوں نے بتلایا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ جمعہ پڑھتے، پھر دوپہر کی نیند لیا کرتے تھے۔

۴۱- بَابُ الْقَائِلَةِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ ۹۴۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُقْبَةَ الشَّيْبَانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ: كُنَّا نُبْكَرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ نَقِيلُ. [راجع: ۹۰۵]

۹۴۱- حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: كُنَّا نَصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْجُمُعَةَ، ثُمَّ تَكُونُ الْقَائِلَةُ.

[راجع: ۹۳۸]

تشیخ حضرت امام شوکانی فرماتے ہیں۔ وظهر ذالک انهم كانوا يصلون الجمعة باكر النهار قال الحافظ تكن طريق الجمع اولی من دعوى التعارض وقد تقران التبکیر يطلق على جعل الشئ فی اول وقته و تقدیمه على غیره وهو المراد ههنا انهم كانوا يبدون الصلوة قبل القيلولة بخلاف ما جرت به عادتهم فی صلوة الظهر فی الحر كانوا يقیلون ثم يصلون لمشروعية الابراد والمراد بالقائلة المذكورة فی الحديث نوم نصف النهار (نیل الاوطار) یعنی ظاہر یہ کہ وہ صحابہ کرام جمعہ کی نماز پڑھتے ہوئے دن میں ادا کر لیتے تھے۔ ملاحظہ امن حجر فرماتے ہیں کہ تعارض پیدا کرنے سے بہتر ہے کہ ہر دو قسم کی احادیث میں تطبیق دی جائے اور یہ مقرر ہو چکا ہے کہ تبکیر

کا لفظ کسی کام کو اس کے اول وقت میں کرنے یا غیر پر اسے مقدم کرنے پر بولا جاتا ہے اور یہاں یہی مراد ہے کہ وہ صحابہ کرامؓ جمعہ کی نماز روزانہ کی عادت قیلولہ کے اول وقت میں پڑھ لیا کرتے تھے حالانکہ گرمیوں میں ان کی عادت تھی کہ وہ ٹھنڈا کرنے کے خیال سے پہلے قیلولہ کرتے بعد میں ظہر کی نماز پڑھتے مگر جمعہ کی نماز بعض دفعہ خلاف عادت قیلولہ سے پہلے ہی پڑھ لیا کرتے تھے، قیلولہ دوپہر کے سونے پر بولا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جمعہ کو بعد زوال اول وقت پڑھنا ان روایات کا مطلب اور منشا ہے۔ اس طرح جمعہ اول وقت اور آخر وقت ہر دو میں پڑھا جاسکتا ہے بعض حضرات قبل زوال بھی جمعہ کے قائل ہیں۔ مگر ترجیح بعد زوال ہی کو ہے اور یہی امام بخاریؒ کا مسلک معلوم ہوتا ہے۔ ایک طویل تفصیل کے بعد حضرت مولانا عبید اللہ صاحب شیخ الحدیث مد فیوضہم فرماتے ہیں وقہ ظہر بما ذکرنا انه ليس في صلوة الجمعة قبل الزوال حديث صحيح صريح فالقول الراجع هو ما قال به الجمهور قال شيخنا في شرح الترمذي والظاهر المعول عليه هو ما ذهب اليه الجمهور من انه لا تجوز الجمعة الا بعد زوال الشمس واما ما ذهب اليه بعضهم من تجوز قبل زوال فليس فيه حديث صحيح صريح انتهى (مرعاة: ج: ۲ / ص: ۲۰۳) خلاصہ یہ ہے کہ جمعہ زوال سے پہلے درست نہیں اسی قول کو ترجیح حاصل ہے۔ زوال سے پہلے جمعہ کے صحیح ہونے میں کوئی حدیث صحیح صریح وارد نہیں ہوئی پس جسور ہی کا مسلک صحیح ہے (واللہ اعلم بالصواب)

۱۲۔ کتاب الخوف

خوف کا بیان



باب خوف کی نماز کا بیان

۱ - بَابُ صَلَاةِ الْخَوْفِ

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ إِلَى قَوْلِهِ عَذَابًا مُهِينًا﴾ [النساء: ۱۰۱-۱۰۲].

اور اللہ پاک نے (سورہ نساء) میں فرمایا اور جب تم مسافر ہو تو تم پر گناہ نہیں اگر نماز کم کر دو۔ فرمان الہی ﴿عذابا مہینا﴾ تک۔

حضرت امام بخاریؒ نے اپنی روش کے مطابق صلوة الخوف کے اثبات کے لئے آیت قرآنی کو نقل فرما کر اشارہ کیا کہ

خوف کی نماز اس کو کہتے ہیں جو حالت جہاد میں ادا کی جاتی ہے جب اسلام اور دشمنان اسلام کی جنگ ہو رہی ہو اور فرض نماز کا وقت آجائے اور خوف ہو کہ اگر ہم نماز میں کھڑے ہوں گے تو دشمن پیچھے حملہ آور ہو جائے گا ایسی حالت میں خوف کی نماز ادا کرنا

جائز ہے اور اس کا جواز کتاب و سنت ہر دو سے ثابت ہے۔ اگر مقابلہ کا وقت ہو تو اس کی صورت یہ ہے کہ فوج دو حصے ہو جائے مجاہدین کا ہر حصہ نماز میں امام کے ساتھ شریک ہو اور آدمی نماز جدا پڑھ لے۔ جب تک دو سری جماعت دشمن کے مقابلہ پر رہے اور اس حالت نماز میں آمدورفت معاف ہے اور ہتھیار اور زہر اور سپر ساتھ رکھیں اور اگر اتنی بھی فرصت نہ ہو تو جماعت موقوف کریں تنہا پڑھ لیں، پیادہ پڑھیں یا سوار یا شدت جنگ ہو تو اشاروں سے پڑھ لیں اگر یہ بھی فرصت نہ ملے تو توقف کریں جب تک جنگ ختم ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں! فرض اللہ الصلوٰۃ علی نبیکم فی الحضر اربعاً و فی السفر رکعتین و فی الخوف رکعة (رواہ احمد و مسلم و ابو داؤد و الترمذی) یعنی اللہ نے ہمارے نبی ﷺ پر حضرتیں چار رکعت نماز فرض کی اور سفر میں دو رکعت اور خوف میں صرف ایک رکعت۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کے منقذہ باب میں وارد پوری آیات یہ ہیں ﴿وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ الْكَافِرِينَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُبِينًا ۖ وَإِذَا كُنْتُمْ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ﴾ (النساء: ۱۰۱-۱۰۲) یعنی جب تم زمین میں سفر کرنے کو جاؤ تو تمہیں نماز کا قصر کرنا جائز ہے اگر تمہیں ڈر ہو کہ کافر تم کو ستائیں گے۔ واقعی کافر لوگ تمہارے مرتد دشمن ہیں اور جب تو اسے نبی! ان میں ہو اور نماز خوف پڑھانے لگے تو چاہئے کہ ان حاضرین میں سے ایک جماعت تیرے ساتھ کھڑی ہو جائے اور اپنے ہتھیار بھی ساتھ لئے رہیں پھر جب پہلی رکعت کا دو سرا سجدہ کر چکیں تو تم سے پہلی جماعت پیچھے چلی جائے اور دوسری جماعت والے جنہوں نے ابھی نماز نہیں پڑھی وہ آجائیں اور تیرے ساتھ اکھ نماز پڑھ لیں اور اپنا ہتھیار اور ہتھیار ساتھ ہی رکھیں۔ کافروں کی یہ دلی آرزو ہے کہ کسی طرح تم اپنے ہتھیاروں اور سالمان سے غافل ہو جاؤ تو تم پر وہ ایک ہی دفعہ ٹوٹ پڑیں۔ آخر آیت تک۔

نماز خوف حدیثوں میں پانچ چھ طرح سے آئی ہیں جس وقت جیسا موقع ملے پڑھ لینی چاہئے۔ آگے حدیثوں میں ان صورتوں کا بیان آ رہا ہے۔ مولانا وحید الزماں فرماتے ہیں کہ اکثر علماء کے نزدیک یہ آیت قصر سفر کے بارے میں ہے بعضوں نے کہا خوف کی نماز کے باب میں ہے، امام بخاریؒ نے اس کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ عبد اللہ بن عمر سے پوچھا گیا کہ ہم خوف کا قصر تو اللہ کی کتاب میں پاتے ہیں مگر سفر کا قصر نہیں پاتے۔ انہوں نے کہا ہم نے اپنے پیغمبر ﷺ کو جیسا کرتے دیکھا ویسا ہی ہم بھی کرتے ہیں یعنی گویا یہ حکم اللہ کی کتاب میں نہ سہی پر حدیث میں تو ہے اور حدیث بھی قرآن شریف کی طرح واجب العمل ہے۔

حضرت ابن قیم نے زاد المعاد میں نماز خوف کی جملہ احادیث کا تجزیہ کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ان سے نماز چھ طریقہ کے ساتھ ادا کرنا معلوم ہوتا ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ جس طریق پر چاہیں اور جیسا موقع ہو یہ نماز اس طرح پڑھی جاسکتی ہے۔ کچھ حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ نماز خوف آنحضرت ﷺ کے بعد منسوخ ہو گئی مگر یہ غلط ہے۔ جمہور علمائے اسلام کا اس کی مشروعیت پر اتفاق ہے۔ آپ کے بعد بھی صحابہ مجاہدین نے کتنی مرتبہ میدان جنگ میں یہ نماز ادا کی ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مبارک پوری فرماتے ہیں فان الصحابة اجمعوا علی صلوٰۃ الخوف فروی ان علیاً صلی صلوٰۃ الخوف لیلة الہیری و صلاھا ابو موسیٰ الاشعری باصباحہان باصباحہ روی ان سعید بن العاص کان امیراً علی الجیش بطبرستان فقال ایکم صلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ الخوف فقال حذیفہ انا فقدمہ فصلی بہم قال الزبلی دلیل الجمہور وجوب الاتباع والناسی بالناسی صلی اللہ علیہ وسلم وقولہ صلوٰۃ کما راہتمونی اصلی الخ (مرعاۃ: ج: ۲ / ص: ۳۱۸) یعنی صلوٰۃ خوف پر صحابہ کا اجماع ہے جیسا کہ مروی ہے کہ حضرت علیؑ نے لیلۃ الریر میں خوف کی نماز ادا کی اور ابو موسیٰ اشعریؓ نے اصفہان کی جنگ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ خوف کی نماز پڑھی اور حضرت سعید بن عاص نے جو جنگ طبرستان میں امیر لشکر تھے، فوجیوں سے کہا کہ تم میں کوئی ایسا

بزرگ ہے جس نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ خوف کی نماز ادا کی ہو۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں میں موجود ہوں۔ پس ان ہی کو آگے بڑھا کر یہ نماز ادا کی گئی۔ زمیلی نے کہا کہ صلوٰۃ خوف پر جمہور کی دلیل یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی اتباع اور اقتداء واجب ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ جیسے تم نے مجھ کو نماز ادا کرتے دیکھا ہے ویسے ہی تم بھی ادا کرو پس ان لوگوں کا قول غلط ہے جو صلوٰۃ خوف کو اب منسوخ کہتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اول سب نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز کی نیت باندھی، دو صف ہو گئے۔ ایک صف تو آنحضرت ﷺ کے متصل، دوسری صف ان کے پیچھے اور یہ اس حالت میں ہے جب دشمن قلعے کی جانب ہو اور سب کا منہ قلعے ہی کی جانب ہو۔ خیر اب پہلی صف والوں نے آپ کے ساتھ رکوع اور سجدہ کیا اور دوسری صف والے کھڑے کھڑے ان کی حفاظت کرتے رہے، اس کے بعد پہلی صف والے رکوع اور سجدہ کر کے دوسری صف والوں کی جگہ پر حفاظت کے لئے کھڑے رہے اور دوسری صف والے ان کی جگہ پر آ کر رکوع اور سجدہ میں گئے۔ رکوع اور سجدہ کر کے قیام میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شریک ہو گئے اور دوسری رکعت کا رکوع اور سجدہ آنحضرت ﷺ کے ہمراہ کیا جب آپ التحیات پڑھنے لگے تو پہلی صف والے رکوع اور سجدہ میں گئے پھر سب نے ایک ساتھ سلام پھیرا جیسے ایک ساتھ نیت باندھی تھی۔ (شرح وحیدی)

(۹۴۲) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے زہری سے پوچھا کیا نبی کریم ﷺ نے صلوٰۃ خوف پڑھی تھی؟ اس پر انہوں نے فرمایا کہ ہمیں سالم نے خبر دی کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بتلایا کہ میں نجد کی طرف نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوہ (ذات الرقاع) میں شریک تھا۔ دشمن سے مقابلہ کے وقت ہم نے صفیں باندھیں، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خوف کی نماز پڑھائی (تو ہم میں سے) ایک جماعت آپ کے ساتھ نماز پڑھنے میں شریک ہو گئی اور دوسرا گروہ دشمن کے مقابلہ میں کھڑا رہا۔ پھر رسول کریم ﷺ نے اپنی اقتداء میں نماز پڑھنے والوں کے ساتھ ایک رکوع اور دو سجدے کئے۔ پھر یہ لوگ لوٹ کر اس جماعت کی جگہ آ گئے جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی تھی۔ اب دوسری جماعت آئی۔ ان کے ساتھ بھی آپ نے ایک رکوع اور دو سجدے کئے۔ پھر آپ نے سلام پھیر دیا۔ اس گروہ میں سے ہر شخص کھڑا ہوا اور اس نے اکیلے اکیلے ایک رکوع کیا اور دو سجدے ادا کئے۔

۹۴۲- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: سَأَلْتُهُ هَلْ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ - يَعْنِي صَلَاةَ الْخَوْفِ - قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: (غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَبْلَ نَجْدٍ، فَأَوَازِنَا الْعَدُوَّ فَصَافَقْنَا لَهُمْ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي لَنَا، فَقَامَتِ طَائِفَةٌ مَعَهُ، وَأَقْبَلَتِ طَائِفَةٌ عَلَى الْعَدُوِّ، وَرَكَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِمَنْ مَعَهُ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ انْصَرَفُوا مَكَانَ الطَّائِفَةِ الَّتِي لَمْ تُصَلِّ، فَجَاؤُوا فَرَكَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِهِمْ رَكْعَةً وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ، فَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ فَرَكَعَ لِنَفْسِهِ رَكْعَةً وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ).

[أطرافه في: ۹۴۳، ۴۱۳۲، ۴۱۳۲،

۴۵۳۵].

نجد لغت میں بلندی کو کہتے ہیں اور عرب میں یہ علاقہ وہ ہے جو تمامہ اور یمن سے لے کر عراق اور شام تک پھیلا ہوا ہے

تشریح

جہاد مذکورہ ۷ھ میں بنی غطفان کے کافروں سے ہوا تھا۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ فوج کے دو حصے کئے گئے اور ہر حصہ نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ ایک ایک رکعت باری باری ادا کی پھر دوسری رکعت انہوں نے اکیلے اکیلے ادا کی۔ بعض روایتوں میں یوں ہے کہ ہر حصہ ایک رکعت پڑھ کر چلا گیا اور جب دوسرا گروہ پوری نماز پڑھ گیا تو یہ گروہ دوبارہ آیا اور ایک رکعت اکیلے اکیلے پڑھ کر سلام پھیرا۔

فٹ پٹ ہو جائیں یعنی ہل جائیں صف باندھنے کا موقع نہ ملے تو جو جہاں کھڑا ہو وہیں نماز پڑھ لے۔ بعضوں نے کہا قیاماً کا لفظ یہاں (راوی کی طرف سے) غلط ہے صحیح قائماً ہے اور پوری عبارت یوں ہے اذا اختلطوا قائماً فانما هو الذکر والاشارة بالراس یعنی جب کافر اور مسلمان لڑائی میں غلط ملط ہو جائیں تو صرف زبان سے قرأت اور رکوع سجود کے بدل سر سے اشارہ کرنا کافی ہے (شرح وحیدی)

قال ابن قدامة يجوز ان يصلي صلاة الخوف على كل صفة صلاحها رسول الله صلى الله عليه وسلم قال احمد كل حديث يروى في ابواب صلاة الخوف فالعمل به جائز وقال ستة اوجه اوسعة يروى فيها كلها جائز (مرآة المصالح ج ۲ / ص ۳۱۹) یعنی ابن قدامہ نے کہا کہ جن جن طریقوں سے خوف کی نماز آنحضرت ﷺ سے نقل ہوئی ہے ان سب کے مطابق جیسا موقع ہو خوف کی نماز ادا کرنا جائز ہے۔ امام احمد نے بھی ایسا ہی کہا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ نماز چھ سات طریقوں سے جائز ہے جو مختلف احادیث میں مروی ہیں قال ابن عباس والحسن البصري وعطاء طائوس ومجاهد والحكم بن عتيبة وقنادة واسحاق والضحاك والثوري انها ركعة عند شدة القتال يومي ايماء (حوالہ مذکور) یعنی مذکورہ جملہ اکابر اسلام کہتے ہیں کہ شدت قتال کے وقت ایک رکعت بلکہ محض اشاروں سے بھی ادا کر لینا جائز ہے۔

۲- بَابُ صَلَاةِ الْخَوْفِ رِجَالًا

وَرُكْبَانًا رِجَالًا : قَائِمًا

قرآن شریف میں رجالاً راجل کی جمع ہے (یعنی پایادہ)

یعنی قرآنی آیت کریمہ ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ فِرْجَالًا وَرُكْبَانًا﴾ میں لفظ رجلا راجل کی جمع ہے نہ کہ رجل کی۔ راجل کے معنی پیدل چلنے والا اور رجل کے معنی مرد۔ اسی فرق کو ظاہر کرنے کے لئے حضرت امام نے تلا یا کہ آیت شریفہ میں رجلا راجل کی جمع ہے یعنی پیدل چلنے والے رجل بمعنی مرد کی جمع نہیں ہے۔

۹۴۳- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقُرَشِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ نَحْوًا مِنْ قَوْلِ مُجَاهِدٍ إِذَا اخْتَلَطُوا قِيَامًا. وَزَادَ ابْنُ عُمَرَ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ: ((وَأِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَلْيُصَلُّوا قِيَامًا وَرُكْبَانًا)).

۹۴۳ (ہم سے سعید بن یحییٰ بن سعید قرشی نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ یحییٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن جریج نے بیان کیا، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے، ان سے نافع نے، ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجاہد کے قول کی طرح بیان کیا کہ جب جنگ میں لوگ ایک دوسرے سے گٹھ جائیں تو کھڑے کھڑے نماز پڑھ لیں اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے اپنی روایت میں اضافہ اور کیا ہے کہ اگر کافر بہت سارے ہوں کہ مسلمانوں کو دم نہ لینے دیں تو کھڑے کھڑے اور سوار رہ کر (جس طور ممکن ہو) اشاروں سے ہی سہی مگر نماز پڑھ لیں۔

[راجع: ۹۴۲]

علامہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قبل مقصوده ان الصلوة لا تسقط عند العجز عن النزول ولا توخر عن وقتها

بل تصلی علی ای وجه حصلت القدرة علیه بدلیل الایة (فتح الباری) یعنی مقصود یہ ہے کہ نماز اس وقت بھی ساقط نہیں ہوتی جبکہ نمازی سواری سے اترنے سے عاجز ہو اور نہ وہ وقت سے مؤخر کی جاسکتی ہے بلکہ ہر حالت میں اپنی قدرت کے مطابق اسے پڑھنا ہی ہو گا جیسا کہ آیت بالا اس پر دال ہے۔

زمانہ حاضرہ میں ریلوں، موٹروں، ہوائی جہازوں میں بہت سے ایسے ہی مواقع آ جاتے ہیں کہ ان سے اترنا ناممکن ہو جاتا ہے بہر حال نماز جس طور بھی ممکن ہو وقت مقررہ پر پڑھ ہی لینی چاہئے۔ ایسی ہی دشواریوں کے پیش نظر شارع علیہ السلام نے دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے ادا کرنا جائز قرار دیا ہے اور سفر میں قصر اور بوقت جہاد اور بھی مزید رعایت دی گئی مگر نماز کو معاف نہیں کیا گیا۔

۳- بَابُ يَخْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي صَلَاةِ الْخَوْفِ

باب خوف کی نماز میں نمازی ایک دوسرے کی حفاظت کرتے ہیں

یعنی اگر ایک گروہ نماز پڑھے اور دوسرا ان کی حفاظت کرے پھر وہ گروہ نماز پڑھے اور پہلا گروہ ان کی جگہ آ جائے۔

۹۴۴- حَدَّثَنَا حَيَّوَةُ بْنُ شَرِيحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ الزُّبَيْدِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُثَيْبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ غُنَبَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَامَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ فَكَبَرُوا وَكَبَرُوا مَعَهُ، وَرَكَعَ وَرَكَعَ نَاسٌ مِنْهُمْ، ثُمَّ سَجَدَ وَسَجَدُوا مَعَهُ. ثُمَّ قَامَ لِلثَّانِيَةِ فَقَامَ الَّذِينَ سَجَدُوا وَخَرَسُوا إِخْوَانَهُمْ، وَأَتَتِ الطَّائِفَةُ الْأُخْرَى فَرَكَعُوا وَسَجَدُوا مَعَهُ، وَالنَّاسُ كُلُّهُمْ فِي صَلَاةٍ وَلَكِنْ يَخْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا

(۹۴۴) ہم سے حیوہ بن شریح نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن حرب نے زبیدی سے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود نے، ان سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور دوسرے لوگ بھی آپ کی اقتداء میں کھڑے ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کسی تو لوگوں نے بھی تکبیر کسی۔ آپ نے رکوع کیا تو لوگوں نے آپ کے ساتھ رکوع اور سجدہ کر لیا تھا وہ کھڑے کھڑے اپنے بھائیوں کی نگرانی کرتے رہے۔ اور دوسرا گروہ آیا۔ (جو اب تک حفاظت کے لئے دشمن کے مقابلہ میں کھڑا رہا بعد میں) اس نے بھی رکوع اور سجدے کئے۔ سب لوگ نماز میں تھے لیکن لوگ ایک دوسرے کی حفاظت کر رہے تھے۔

باب اس بارے میں کہ اس وقت (جب دشمن کے قلعوں کی فتح کے امکانات روشن ہوں اور جب دشمن سے مدد بھیڑ ہو رہی ہو تو اس وقت نماز پڑھے یا نہیں

اور امام اوزاعی نے کہا کہ جب فتح سامنے ہو اور نماز پڑھنی ممکن نہ رہے تو اشارہ سے نماز پڑھ لیں۔ ہر شخص اکیلے اکیلے اگر اشارہ بھی نہ کر سکیں تو لڑائی کے ختم ہونے تک یا امن ہونے تک نماز موقوف

وَقَالَ الْأَوْزَاعِيُّ : إِنْ كَانَ تَهِيًّا الْفَتْحُ وَلَمْ يَقْبِرُوا عَلَى الصَّلَاةِ صَلُّوا إِيْمَاءً كُلُّ امْرِئٍ لِنَفْسِهِ، فَإِنْ لَمْ يَقْبِرُوا عَلَى

۴- بَابُ الصَّلَاةِ عِنْدَ مُنَاهَضَةٍ الْحُصُونِ وَلِقَاءِ الْعَدُوِّ

رکھیں، اس کے بعد دو رکعتیں پڑھ لیں۔ اگر دو رکعت نہ پڑھ سکیں تو ایک ہی رکوع اور دو سجدے کر لیں اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو صرف تکبیر تحریرہ کافی نہیں ہے، امن ہونے تک نماز میں دیر کریں۔ مکحول تابعی کا یہی قول ہے

اور حضرت انس بن مالک نے کہا کہ صبح روشنی میں تستر کے قلعہ پر جب چڑھائی ہو رہی تھی اس وقت میں موجود تھا۔ لڑائی کی آگ خوب بھڑک رہی تھی تو لوگ نماز نہ پڑھ سکے۔ جب دن چڑھ گیا اس وقت صبح کی نماز پڑھی گئی۔ ابو موسیٰ اشعری بھی ساتھ تھے پھر قلعہ فتح ہو گیا۔ حضرت انسؓ نے کہا کہ اس دن جو نماز ہم نے پڑھی (گو وہ سورج نکلنے کے بعد پڑھی) اس سے اتنی خوشی ہوئی کہ ساری دنیا ملنے سے اتنی خوشی نہ ہوگی۔

تستر ابواز کے شہروں میں سے ایک شہر ہے۔ وہاں کا قلعہ سخت جنگ کے بعد خلافت فاروقی ۲۰ھ میں فتح ہوا۔ اس تعلق کو ابن سعد اور ابن ابی شیبہ نے وصل کیا۔ ابو موسیٰ اشعری اس فوج کے افسر تھے جس نے اس قلعہ پر چڑھائی کی تھی۔ اس نماز کی خوشی ہوئی تھی کہ یہ مجاہدوں کی نماز تھی نہ آجکل کے بزدل مسلمانوں کی نماز۔ بعضوں نے کہا کہ حضرت انسؓ نے نماز فوت ہونے پر افسوس کیا یعنی اگر یہ نماز وقت پر پڑھ لیتے تو ساری دنیا کے ملنے سے زیادہ مجھ کو خوشی ہوتی مگر پہلے معنی کو ترجیح ہے۔

(۹۳۵) ہم سے یحییٰ ابن جعفر نے بیان کیا کہ ہم سے وکیع نے علی بن مبارک سے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے، ان سے ابو سلمہ نے، ان سے جابر بن عبد اللہ انصاریؓ نے کہ حضرت عمرؓ غزوہ خندق کے دن کفار کو برا بھلا کہتے ہوئے آئے اور عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ! سورج ڈوبنے ہی کو ہے اور میں نے تواب تک عصر کی نماز نہیں پڑھی، اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخدا میں نے بھی ابھی تک نہیں پڑھی انہوں نے بیان کیا کہ پھر آپ بطحان کی طرف گئے (جو مدینہ میں ایک میدان تھا) اور وضو کر کے آپ نے وہاں سورج غروب ہونے کے بعد عصر کی نماز پڑھی، پھر اس کے بعد نماز مغرب پڑھی۔

الْإِيمَاءُ آخَرُوا الصَّلَاةَ حَتَّى يَنْكَشِفَ الْقِتَالُ أَوْ يَأْمَنُوا فَيَصَلُّوا رَكَعَتَيْنِ، فَإِنْ لَمْ يَقْدِرُوا صَلُّوا رَكَعَةً وَسَجْدَتَيْنِ فَإِنْ لَمْ يَقْدِرُوا لَا يُجْزِيهِمُ التَّكْبِيرُ، وَيُؤْخَرُونَهَا حَتَّى يَأْمَنُوا. بِهِ قَالَ مَكْحُولٌ.

وَقَالَ أَنَسٌ: حَضَرْتُ عِنْدَ مُنَاهِصَةِ حِصْنِ تُسْتَرٍ عِنْدَ إِصْأَةِ الْفَجْرِ - وَاشْتَدَّ اشْتِعَالُ الْقِتَالِ - فَلَمْ يَقْدِرُوا عَلَى الصَّلَاةِ، فَلَمْ نُصَلِّ إِلَّا بَعْدَ ارْتِفَاعِ النَّهَارِ، فَصَلَّيْنَاهَا وَنَحْنُ مَعَ أَبِي مُوسَى، فَفُتِحَ لَنَا. قَالَ أَنَسٌ وَمَا تَسْرُونِي بِتِلْكَ الصَّلَاةِ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا.

۹۴۵- حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: (جَاءَ عُمَرُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ وَيَقُولُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا صَلَّيْتُ الْعَصْرَ حَتَّى كَادَتْ الشَّمْسُ أَنْ تَغِيبَ. فَقَالَ: النَّبِيُّ ﷺ: ((وَأَنَا وَاللَّهِ مَا صَلَّيْتُهَا بَعْدُ)). قَالَ: فَزَلَّ إِلَى بَطْحَانَ فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَابَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ بَعْدَهَا).

[راجع: ۵۹۶]

باب کا ترجمہ اس حدیث سے نکلا کہ آنحضرتؐ کو لڑائی میں معروف رہنے سے بالکل نماز کی فرصت نہ ملی تھی تو آپ نے نماز

تَسْتَرٍ

میں دیر کی۔ قسطلانی نے کہا ممکن ہے کہ اس وقت تک خوف کی نماز کا حکم نہیں اُترا ہو گا۔ یا نماز کا آپ کو خیال نہ رہا ہو گا یا خیال ہو گا مگر طمّارت کرنے کا موقع نہ ملا ہو گا۔

قيل اخرها عمدا لانه كانت قبل نزول صلوة الخوف ذهب اليه الجمهور كما قال ابن رشد وبه جزم ابن القيم في الهدى والحافظ في الفتح والقرطبي في شرح مسلم وعباس في الشفاء والزيلعي في نصب الراية وابن القصار وهذا هو الراجح عندنا (مرعاة المفاتيح ج: ٢/ ص: ٣١٨) یعنی کہا گیا (شدت جنگ کی وجہ سے) آپ ﷺ نے عہد نماز عصر کو مؤخر فرمایا، اس لئے کہ اس وقت تک صلوة خوف کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ بقول ابن رشد جمہور کا یہی قول ہے اور علامہ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں اس خیال پر جزم کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اور قرطبی نے شرح مسلم میں اور قاضی عیاض نے شفاء میں اور زیلعی نے نصب الراية میں اور ابن قسار نے اسی خیال کو ترجیح دی ہے اور حضرت مولانا عبید اللہ صاحب شیخ الحدیث مؤلف مرعاة المفاتيح فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک بھی اسی خیال کو ترجیح حاصل ہے۔

باب جود شتمن کے پیچھے لگا ہوا یا دشمن اس کے پیچھے لگا ہو وہ
سوار رہ کر اشارے ہی سے نماز پڑھ لے

اور ولید بن مسلم نے کہا میں نے امام اوزاعی سے شرح بیل بن سمط اور ان کے ساتھیوں کی نماز کا ذکر کیا کہ انہوں نے سواری پر ہی نماز پڑھ لی، تو انہوں نے کہا ہمارا بھی یہی مذہب ہے جب نماز کے قضا ہونے کا ڈر ہو۔ اور ولید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اشارے سے دلیل لی کہ کوئی تم میں سے عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنی قریظہ کے پاس پہنچ کر۔

(۹۴۶) ہم سے عبد اللہ بن محمد بن اسماء نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جویریہ بن اسماء نے نافع سے، ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق سے فارغ ہوئے (ابو سفیان لوٹا) تو ہم سے آپ نے فرمایا کوئی شخص بنو قریظہ کے محلہ میں پہنچنے سے پہلے نماز عصر نہ پڑھے لیکن جب عصر کا وقت آیا تو بعض صحابہؓ نے راستہ ہی میں نماز پڑھ لی اور بعض صحابہؓ نے کہا کہ ہم بنو قریظہ کے محلہ میں پہنچنے پر نماز عصر پڑھیں گے اور کچھ حضرات کا خیال یہ ہوا کہ ہمیں نماز پڑھ لینی چاہئے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ نہیں تھا کہ نماز قضا کر لیں۔ پھر جب آپ سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے کسی پر بھی ملامت نہیں فرمائی۔

۵- بَابُ صَلَاةِ الطَّالِبِ وَالْمَطْلُوبِ
رَاكِبًا وَإِيمَاءً

وَقَالَ الْوَلِيدُ: ذَكَرْتُ لِلْأَوْزَاعِيِّ صَلَاةَ شَرَحْبِيلَ بْنِ السَّمْطِ وَأَصْحَابِهِ عَلَى ظَهْرِ الدَّائِبَةِ فَقَالَ: كَذَلِكَ الْأَمْرُ عِنْدَنَا إِذَا تُخَوِّفَ الْفُتُو. وَاحْتَجَّ الْوَلِيدُ بِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لَا يُصَلِّينَ أَحَدُ الْعَصْرِ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ)).

۹۴۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ أَسْمَاءَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عَمَرَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَنَا لَمَّا رَجَعَ مِنَ الْأَخْزَابِ: ((لَا يُصَلِّينَ أَحَدُ الْعَصْرِ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ)) فَأَذْرَكَ بَعْضُهُمُ الْعَصْرَ فِي الطَّرِيقِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا نُصَلِّي حَتَّى نَأْتِيَهَا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: بَلْ نُصَلِّي، لَمْ يُرَدْ مِنَّا ذَلِكَ. فَذَكَرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يُعْتَفَ أَحَدًا مِنْهُمْ.

[أطرافه في: ٤١١٩].

تشریح

طالب یعنی دشمن کی تلاش میں نکلنے والے، مطلوب یعنی جس کی تلاش میں دشمن لگا ہو۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب غزوہ احزاب ختم ہو گیا اور کفار ناکام چلے گئے تو آنحضرت ﷺ نے فوراً ہی مجاہدین کو حکم دیا کہ اسی حالت میں بنو قریظہ کے حملہ میں چلیں جہاں مدینہ کے یہودی رہتے تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو ان یہودیوں نے ایک معاہدہ کے تحت ایک دوسرے کے خلاف کسی جنگی کارروائی میں حصہ نہ لینے کا عہد کیا تھا۔ مگر خفیہ طور پر یہودی پہلے بھی مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے رہے اور اس موقع پر تو انہوں نے کھل کر کفار کا ساتھ دیا۔ یہود نے یہ سمجھ کر بھی اس میں شرکت کی تھی کہ یہ آخری اور فیصلہ کن لڑائی ہو گی اور مسلمانوں کی اس میں شکست یقینی ہے۔ معاہدہ کی رو سے یہودیوں کی اس جنگ میں شرکت ایک سنگین جرم تھا، اس لئے آنحضرت ﷺ نے چاہا کہ بغیر کسی مصلحت کے ان پر حملہ کیا جائے اور اسی لئے آپ نے فرمایا تھا کہ نماز عصر بنو قریظہ میں جا کر پڑھی جائے کیونکہ راستے میں اگر کہیں نماز کے لئے ٹھہرتے تو دیر ہو جاتی چنانچہ بعض صحابہؓ نے بھی اس سے یہی سمجھا کہ آپ کا مقصد صرف جلد تر بنو قریظہ پہنچنا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ بحالت مجبوری طالب اور مطلوب ہر دو سواری پر نماز اشارے سے پڑھ سکتے ہیں، امام بخاری کا یہی مذہب ہے اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک جس کے پیچھے دشمن لگا ہو وہ تو اپنے بچانے کے لئے سواری پر اشارے ہی سے نماز پڑھ سکتا ہے اور جو خود دشمن کے پیچھے لگا ہو تو اس کو درست نہیں اور امام مالکؒ نے کہا کہ اس کو اس وقت درست ہے جب دشمن کے نکل جانے کا ڈر ہو۔ ولید نے امام اوزاعیؒ کے مذہب پر حدیث لا یصلین احد العصر الخ سے دلیل لی کہ صحابہ بنو قریظہ کے طالب تھے یعنی ان کے پیچھے اور بنی قریظہ مطلوب تھے اور آنحضرت ﷺ نے نماز قضا ہو جانے کی ان کے لئے پرواہ نہ کی۔ جب طالب کو نماز قضا کر دینا درست ہوا تو اشارہ سے سواری پر پڑھ لینا بطریق اولیٰ درست ہو گا حضرت امام بخاریؒ کا استدلال اسی لئے اس حدیث سے درست ہے۔ بنو قریظہ پہنچنے والے صحابہؓ میں سے ہر ایک نے اپنے اجتہاد اور رائے پر عمل کیا بعضوں نے یہ خیال کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا یہ مطلب ہے کہ جلد جاؤ بیچ میں ٹھہرو نہیں تو ہم نماز کیوں قضا کریں، انہوں نے سواری پر پڑھ لی بعضوں نے خیال کیا کہ حکم بجالانا ضروری ہے نماز بھی خدا اور اس کے رسول کی رضامندی کے لئے پڑھتے ہیں تو آپ کے حکم کی تعمیل میں اگر نماز میں دیر ہو جائے گی تو ہم کچھ گنہگار نہ ہوں گے (الغرض) فریقین کی نیت بخیر تھی اس لئے کوئی ملامت کے لائق نہ ٹھہرا۔ معلوم ہوا کہ اگر مجتہد غور کرے اور پھر اس کے اجتہاد میں غلطی ہو جائے تو اس سے مواخذہ نہ ہو گا۔ نووی نے کہا اس پر اتفاق ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر مجتہد صواب پر ہے۔

باب حملہ کرنے سے پہلے صبح کی نماز اندھیرے میں جلدی پڑھ لینا اسی طرح لڑائی میں (طلوع فجر کے بعد فوراً ادا کر لینا)۔
(۹۴۷) ہم سے مسدد بن مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے عبدالعزیز بن صہیب اور ثابت بنانی نے، بیان کیا ان سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز اندھیرے ہی میں پڑھا دی، پھر سوار ہوئے (پھر آپ خیر پہنچ گئے اور وہاں کے یہودیوں کو آپ کے آنے کی اطلاع ہو گئی) اور فرمایا اللہ اکبر خیر پر بربادی آگئی۔ ہم تو جب کسی قوم کے آنگن میں اتر جائیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح

۶- بَابُ التَّكْبِيرِ وَالْغَلَسِ بِالصُّبْحِ،

وَالصَّلَاةِ عِنْدَ الْإِغَارَةِ وَالْحَرْبِ

۹۴۷- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ

بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ وَثَابِتِ

الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ

ﷺ صَلَّى الصُّبْحَ بِغَلَسٍ، ثُمَّ رَكِبَ فَقَالَ:

((اللَّهُ أَكْبَرُ، خَرَبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا

بَسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ)).

فَخَرَجُوا يَسْعَوْنَ لِيِ السَّكَلِ وَيَقُولُونَ:

منحوس ہو گی۔ اس وقت خیبر کے یہودی گلیوں میں یہ کہتے ہوئے بھاگ رہے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لشکر سمیت آگئے۔ راوی نے کہا کہ (روایت میں) لفظ خمیس لشکر کے معنی میں ہے۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح ہوئی۔ لڑنے والے جوان قتل کر دیئے گئے، عورتیں اور بچے قید ہوئے۔ اتفاق سے صفیہ حبیبہ کلبی کے حصہ میں آئیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو ملیں اور آپ نے ان سے نکاح کیا اور آزادی ان کا مہر قرار پایا۔ عبدالعزیز نے ثابت سے پوچھا ابو محمد! کیا تم نے انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تھا کہ حضرت صفیہ کا مہر آپ نے مقرر کیا تھا انہوں نے جواب دیا کہ خود انہیں کو ان کے مہر میں دے دیا تھا۔ کہا کہ ابو محمد اس پر مسکرا دیئے۔

مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ - قَالَ: وَالْخَمِيسُ الْجَيْشُ - فَظَهَرَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَقَتَلَ الْمُقَاتِلَةَ وَسَيَّ الدَّرَارِي، فَصَارَتْ صَفِيَّةُ بَدِيَّةَ الْكَلْبِيِّ، وَصَارَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ، ثُمَّ تَزَوَّجَهَا، وَجَعَلَ صَدَاقَهَا عِنَقَهَا. فَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ لِثَابِتٍ: يَا أَبَا مُحَمَّدٍ، أَنْتَ سَأَلْتَ أَنْسًا مَا أَمَهَرَهَا؟ فَقَالَ: أَمَرَهَا نَفْسَهَا. قَالَ فَتَبَسَّمَ. بَعُوهُ تَعَالَى تَمَّ الْخُزْءُ الْأَوَّلُ وَيَلِيهِ الْخُزْءُ الثَّانِي وَأَوَّلُهُ كِتَابُ الْغِيذَيْنِ. [راجع: ۳۷۱]

لشکر

ترجمہ باب اس سے نکلتا ہے کہ آپ نے صبح کی نماز سورے اندھیرے منہ پڑھ لی اور سوار ہوتے وقت نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ خمیس لشکر کو اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں پانچ ٹکڑیاں ہوتی ہیں مقدمہ، ساقہ، میمہ، میسرہ، قلب۔ صفیہ شاہزادی تھی آنحضرت ﷺ نے ان کی دلجوئی اور شرافت نسبی کی بنا پر انہیں اپنے حرم میں لے لیا اور آزاد فرما دیا ان ہی کو ان کے مہر میں دینے کا مطلب ان کو آزاد کر دینا ہے، بعد میں یہ خاتون ایک بہترین وفادار ثابت ہوئیں۔ امات المؤمنین میں ان کا بھی بڑا مقام ہے۔ رضی اللہ عنہا وارضاہا۔ علامہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ حضرت صفیہ حبیبہ جی بن اخطب کی بیٹی ہیں جو بنی اسرائیل میں سے تھیں اور ہارون ابن عمران علیہ السلام کے نواسہ تھے۔ یہ صفیہ کنانہ بن ابی الحقیق کی بیوی تھیں جو جنگ خیبر میں بماء محرم ۷ھ قتل کیا گیا اور یہ قید ہو گئیں تو ان کی شرافت نسبی کی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے حرم میں داخل فرمایا، پہلے حبیبہ بن خلیفہ کلبی کے حصہ غنیمت میں لگا دی گئی تھیں۔ بعد میں آنحضرت نے ان کا حال معلوم فرما کر سات غلاموں کے بدلہ ان کو حبیبہ کلبی سے حاصل فرمایا اس کے بعد یہ برضا و رغبت اسلام لے آئیں اور آنحضرت نے اپنی زوجیت سے ان کو مشرف فرمایا اور ان کو آزاد کر دیا اور ان کی آزادی ہی کو ان کا مہر مقرر فرمایا۔ حضرت صفیہ نے ۵۰ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں سپرد خاک کی گئیں۔ ان سے حضرت انس اور ابن عمر وغیرہ روایت کرتے ہیں جی میں یائے مہملہ کا پیش اور نیچے دو لفظوں والی یاء کا زبر اور دو سری یاء پر تشدید ہے۔

صلوة الخوف کے متعلق علامہ شوکانی نے بہت کافی تفصیلات پیش فرمائی ہیں اور چھ سات طریقوں سے اس کے پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔ علامہ فرماتے ہیں ﴿وقد اختلف فی عدد الانواع الواردة فی صلوة الخوف فقال ابن قسار المالکی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلاھا فی عشرة مواطن وقال النووي انه یبلغ مجموع انواع صلوة الخوف ستة عشر وجھا کلھا جائزہ وقال الخطابی صلوة الخوف انواع صلاھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ایام مختلفة واشکال متباينة یتحرى فی کلھا ما ہوا حوط للصلوة وابلغ فی الحراسة الخ (نیل الاوطار)

یعنی صلوة خوف کی قسموں میں اختلاف ہے جو وارد ہوئی ہیں ابن قسار مالکی نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے اسے دس جگہ پڑھا ہے اور نووی کہتے ہیں کہ اس نماز کی تمام قسمیں سولہ تک پہنچی ہیں اور وہ سب جائز درست ہیں۔ خطابی نے کہا کہ صلوة الخوف کو آنحضرت ﷺ نے ایام مختلفہ میں مختلف طریقوں سے ادا فرمایا ہے۔ اس میں زیادہ تر قاتل غور چیز کی رہی ہے کہ نماز کے لئے بھی ہر ممکن احتیاط

سے کام لیا جائے اور اس کا بھی خیال رکھا جائے کہ حفاظت اور نگہبانی میں بھی فرق نہ آنے پائے۔ علامہ ابن حزم نے اس کے چودہ طریقے بتلائے ہیں اور ایک مستقل رسالہ میں ان سب کا ذکر فرمایا ہے۔

الحمد للہ کہ اواخر محرم ۱۳۸۹ھ میں کتاب صلوٰۃ الخوف کی تیض سے فراغت حاصل ہوئی، اللہ پاک ان لغزشوں کو معاف فرمائے جو اس مبارک کتاب کا ترجمہ لکھنے اور تشریحات پیش کرنے میں مترجم سے ہوئی ہو گئی۔ وہ غلطیاں یقیناً میری طرف سے ہیں۔ اللہ کے حبیب ﷺ کے فرامین عالیہ کا مقام بلند و برتر ہے، آپ کی شان اوتیت جوامع الکلم ہے۔ اللہ سے مکرر دعا ہے کہ وہ میری لغزشوں کو معاف فرما کر اپنے دامن رحمت میں ڈھانپ لے اور اس مبارک کتاب کے جملہ قدر دانوں کو برکات دارین سے نوازے آمین یا رب العالمین۔

۱۳۔ کتاب العیدین

کتاب عیدین کے مسائل کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَشْرِیْحٌ عید کی وجہ تسمیہ کے بارے میں حضرت مولانا عبید اللہ صاحب شیخ الحدیث مبارک پوری دام فیضہ فرماتے ہیں واصل العید عود لانه مشتق من عاد يعود عودا وهو الرجوع قلبت الواو یاء لسكونها والكسار ما قبلها كما فی الميزان والمیقات وجمعه عیاد لزوم الیاء فی الواحد او للفرق بینہ و بین اعداد الخشب وسمی عیدین لكثرة عوائد الله تعالى فیهما اولانهم يعودون الیهما مرة بعد اخرى اولتكررهما وعودهما لكل عام او لعود السرور يعودهما قال فی الازهار کل اجتماع للسرور فهو عند العرب عید يعود السرور يعودی وقيل ان الله تعالى يعود علی العباد بالمغفرة والرحمة وقيل تفا لا يعودہ علی من ادركه كما سمیت القافلة تفاولا لرجوعها وقيل لعوده بعض المباحات فیهما واجبا كالفطر وقيل لانه یعاد فیهما التکبیرات والله تعالى اعلم (مرعاة: ج ۲/ ص: ۳۲۷)

یعنی عید کی اصل لفظ عود ہے جو عاد یعود سے مشتق ہے جس کے معنی رجوع کرنے کے ہیں، عود کا واؤ یاء سے بدل گیا ہے اس لئے کہ وہ ساکن ہے اور ما قبل اس کے کسرہ ہے جیسا کہ لفظ میزان اور میقات میں واؤ یاء سے بدل گیا ہے عید کی جمع عیاد ہے۔ اس لئے کہ واحد میں لفظ ”یاء“ کا ثبوت ہے یا لفظ عود، بمعنی لکڑی کی جمع اعداد سے فرق ظاہر کرنا مقصود ہے۔ ان کا عیدین نام اس لئے رکھا گیا کہ ان دونوں میں عنایات الہی بے پایاں ہوتی ہیں یا اس لئے ان کو عیدین کہا گیا کہ مسلمان ہر سال ان دنوں کی طرف لوٹتے رہتے ہیں یا یہ کہ یہ دونوں دن ہر سال لوٹ لوٹ کر مکرر آتے رہتے ہیں یا یہ کہ ان کے لوٹنے سے مسرت لوٹتی ہے۔ عربوں کی اصطلاح میں ہر وہ اجتماع جو خوشی اور مسرت کا اجتماع ہو عید کہلاتا تھا، اس لئے ان دنوں کو بھی جو مسلمان کے لئے انتہائی خوشی کے دن ہیں عیدین کہا

گیا۔ یا یہ بھی کہ ان دنوں میں اپنے بندوں پر اللہ اپنی بے شمار رحمتوں کا اعادہ فرماتا ہے یا اس لئے کہ جس طرح بطور نیک فال جانے والے گروہ کو قافلہ کہا جاتا ہے جس کے لفظی معنی آنے والے کے ہیں یا اس لئے بھی کہ ان میں بعض مباح کام وجوب کی طرف لوٹ جاتے ہیں جیسے کہ اس دن عید الفطر میں روزہ رکھنا واجب طور پر نہ رکھنے کی طرف لوٹ گیا ہے یا اس لئے کہ ان دنوں میں تکبیرات کو بار بار لوٹا لوٹا کر کہا جاتا ہے اس لئے ان کو لفظ عیدین سے تعبیر کیا گیا ہے ان دنوں کے مقرر کرنے میں کیا کیا فوائد اور مصالح ہیں اسی مضمون کو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب حجة الله البالغة میں بڑی تفصیل کے ساتھ احسن طور پر بیان فرمایا ہے۔ اس کو وہاں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نماز عیدین کے متعلق تکبیرات کی بابت کچھ نہیں بتلایا اگرچہ اس بارے میں اکثر احادیث و اقوال صحابہ موجود ہیں مگر وہ حضرت امام کی شرائط پر نہیں تھے۔ اس لئے آپ نے ان میں سے کسی کا بھی ذکر نہیں کیا۔ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے نیل الاوطار میں اس سلسلہ کے دس قول نقل کئے ہیں جن میں جسے ترجیح حاصل ہے وہ یہ ہے۔ احداہ انہ یکبر فی الاولی سبعا قبل القراءة وفى الثانية خمساً قبل القراءة قال العراقي وهو قول اكثر اهل العلم من الصحابة والتابعين والائمة قال وهو مروى عن عمرو بن ابی ہریرہ وابی سعید الخدیری یعنی پہلا قول یہ ہے کہ پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں کہی جائیں۔ صحابہ اور تابعین اور ائمہ کرام میں سے اکثر اہل علم کا یہی مسلک ہے، اس بارے جو احادیث مروی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان النبي صلى الله عليه وسلم كبر في عيد ثنتي عشرة تكبيرة سبعا في الاولى وخمسا في الاخرة ولم يصل قبلها ولا بعدها (رواه احمد و ابن ماجه قال احمد انا اذهب الى هذا)

یعنی حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے باپ سے، انہوں نے اپنے دادا سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید میں بارہ تکبیروں سے نماز پڑھائی پہلی رکعت میں آپؐ نے سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں کہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ میرا عمل بھی یہی ہے۔

وعن عمرو بن عوف المزني رضى الله عنه ان النبي صلى الله عليه وسلم كبر في العیدین فی الاولی سبعا قبل القراءة وفى الثانية خمساً

قبل القراءة رواه الترمذی وقال هو احسن شئ فی هذا الباب عن النبي صلى الله عليه وسلم
یعنی عمرو بن عوف مزنی سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدین کی پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات تکبیریں کہیں اور دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ کے بارے میں یہ بہترین حدیث ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ امام ترمذی نے کتاب العلل المفردة میں فرمایا سالت محمد بن اسماعیل (البخاری) عن هذا الحديث فقال ليس في هذا الباب شئ اصح منه وبه اقول انتهى

یعنی اس حدیث کے بارے میں میں نے حضرت امام بخاریؒ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اس مسئلہ کے متعلق اس سے زیادہ کوئی حدیث صحیح نہیں ہے اور میرا بھی یہی مذہب ہے، اس بارے میں اور بھی کئی احادیث مروی ہیں۔

حنفیہ کا مسلک اس بارے میں یہ ہے کہ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد قرأت سے پہلے تین تکبیریں کہی جائیں اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد تین تکبیریں۔ بعض صحابہ سے یہ مسلک بھی نقل کیا گیا ہے جیسا کہ نیل الاوطار، ص: ۲۹۹ پر منقول ہے مگر اس بارے کی روایات ضعف سے خالی نہیں ہیں جیسا کہ علامہ شوکانی نے تصریح فرمائی ہے فمن شاء فليرجع اليه حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب مبارک پوریؒ فرماتے ہیں واما ما ذهب اليه اهل الكوفة فلم يرد فيه حديث مرفوع غير حديث ابی موسى الاشعري وقد عرفت انه لا يصلح للاحتجاج (تحفة الاحوذی) یعنی کوفہ والوں کے مسلک کے ثبوت میں کوئی حدیث مرفوع وارد نہیں ہوئی صرف

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت کی گئی ہے جو قابلِ حجت نہیں ہے۔

حجۃ السنہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اسی بارے میں بہت ہی بہتر فیصلہ دیا ہے۔ چنانچہ آپ کے الفاظ مبارک یہ ہیں

یکبر فی الاولى سبعا قبل القراءة والثانية خمساً قبل القراءة وعمل الکوفین ان یکبر اربعاً کتکبیر الجنائز فی الاولى قبل القراءة وفی الثانية بعدها وهما سنتان وعمل الحرمین ارجح (حجۃ اللہ البالغہ، ج: ۲ / ص: ۱۵۶) یعنی پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں کہنی چاہئیں مگر کوفہ والوں کا عمل یہ ہے کہ پہلی رکعت میں تکبیرات جنازہ کی طرح قرأت سے پہلے چار تکبیر کی جائیں اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد یہ دونوں طریقے سنت ہیں۔ مگر حرمین شریفین یعنی مکہ مدینہ والوں کا عمل جو پہلے بیان ہوا ترجیح اس کو حاصل ہے (کوفہ والوں کا عمل مروج ہے)

عید کی نماز فرض ہے یا سنت اس بارے میں علماء مختلف ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جن پر جمعہ فرض ہے ان پر عیدین کی نماز فرض ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اسے سنت مؤکدہ قرار دیتے ہیں۔ اس پر حضرت مولانا عبداللہ صاحب شیخ الحدیث مبارک پوری فرماتے ہیں۔ والراجح عندی ما ذهب الیه ابو حنیفہ من انها واجبة علی الاعیان لقوله تعالیٰ فصل لربک وانحر والامر یقتضی الوجوب ولمداومة النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی فعلها من غیر ترک ولانها من اعلام الدین الظاهرة فکانت واجبة الخ (مرعاة، ج: ۲ / ص: ۳۷۷) یعنی میرے نزدیک ترجیح اسی خیال کو حاصل ہے جس کی طرف حضرت امام ابو حنیفہؒ گئے ہیں کہ یہ اعیان پر واجب ہے جیسا کہ اللہ پاک نے قرآن میں بصرہ امر فرمایا ﴿فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ﴾ (الکوثر: ۲) اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر۔“ صیغہ امر وجوب کو چاہتا ہے اور اس لئے بھی کہ نبی کریم ﷺ نے اس پر ہمیشگی فرمائی اور یہ دین کے ظاہر نشانوں میں سے ایک اہم ترین نشان ہے۔

۱ - بَابُ فِي الْعِيدَيْنِ وَالتَّجْمُلِ باب دونوں عیدوں کا بیان اور ان میں زیب و زینت کرنے

کا بیان

فینہما

(۹۴۸) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے سالم بن عبد اللہ نے خبر دی کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک موٹے ریشمی کپڑے کا چغہ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو بازار میں بک رہا تھا کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ آپ اسے خرید لیجئے اور عید اور وفود کی پذیرائی کے لئے اسے پن کر زینت فرمایا کیجئے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو وہ پننے گا جس کا (آخرت میں) کوئی حصہ نہیں۔ اس کے بعد جب تک خدا نے چاہا عمر رہی پھر ایک دن رسول اللہ ﷺ نے خود ان کے پاس ایک ریشمی چغہ تحفہ میں بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے لئے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ! آپ نے تو یہ فرمایا کہ اس کو وہ پننے گا جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں پھر آپ نے یہ

۹۴۸- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: أَخَذَ عُمَرُ جُبَّةً مِنْ إِسْتَبْرَقٍ تَبَاغَ فِي السُّوقِ فَأَخَذَهَا، فَاتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، ابْتَغْ هَذِهِ، تَجْمُلُ بِهَا لِلْعِيدِ وَالْوُفُودِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّمَا هَذِهِ لِبَاسٌ مِنْ لَا خَلَاقَ لَهُ)). فَلَبِثَ عُمَرُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَلْبَثَ، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِجُبَّةٍ دِينَاجٍ، فَأَقْبَلَ بِهَا عُمَرُ فَاتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّكَ قُلْتَ هَذِهِ

لِبَاسُ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ، وَأَرْسَلْتُ إِلَيَّ
بِهَذِهِ الْجُبَّةِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:
(تَبِعُهَا وَتُصِيبُ بِهَا حَاجَتَكَ)).
میرے پاس کیوں بھیجا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اسے
تیرے پہننے کو نہیں بھیجا بلکہ اس لئے کہ تم اسے بیچ کر اس کی قیمت
اپنے کام میں لاؤ۔

[راجع: ۸۸۶]

اس حدیث میں ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ جبہ آپ عید کے دن پہنا
کیجئے، اسی طرح وفود آتے رہتے ہیں ان سے ملاقات کے لئے بھی آپ اس کا استعمال کیجئے۔ لیکن وہ جبہ ریشمی تھا اس لئے
آنحضرت ﷺ نے اس سے انکار فرمایا کہ ریشم مردوں کے لئے حرام ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عید کے دن جائز لباسوں کے
ساتھ آرائش کرنی چاہئے اس سلسلے میں دوسری احادیث بھی آئی ہیں۔

مولانا وحید الزماں اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ سبحان اللہ! اسلام کی بھی کیا عمدہ تعلیم ہے کہ مردوں کو جھوٹا موٹا سوتی
اونی کپڑا کافی ہے ریشمی اور باریک کپڑے یہ عورتوں کو سزاوار ہیں۔ اسلام نے مسلمانوں کو مضبوط محنتی جھانکس سپاہی بننے کی تعلیم دی نہ
عورتوں کی طرح بناؤ سنگھار اور نازک بدن بننے کی۔ اسلام نے عیش و عشرت کا ناجائز اسباب مثلاً نشہ شراب خوری وغیرہ بالکل بند کر دیا
لیکن مسلمان اپنے پیغمبر کی تعلیم چھوڑ کر نشہ اور رندی بازی میں مشغول ہوئے اور عورتوں کی طرح چکن اور ملل اور گونا گونا گویاں کے
کپڑے پہننے لگے۔ ہاتھوں میں کڑے اور پاؤں میں مہندی، آخر اللہ تعالیٰ نے ان سے حکومت چھین لی اور دوسری مردانہ قوم کو عطا
فرمائی ایسے زمانے مسلمانوں کو ڈوب مرنے چاہئے بے غیرت بے حیا کم بخت (وحیدی) مولانا کا اشارہ ان مغل شہزادوں کی طرف ہے جو
عیش و آرام میں پڑ کر زوال کا سبب بنے، آج کل مسلمانوں کے کانچ زدہ نوجوانوں کا کیا حال ہے جو زنانہ بننے میں شاید مغل شہزادوں
سے بھی آگے بڑھنے کی کوششوں میں مصروف ہیں جن کا حال یہ ہے۔

نہ پڑھتے تو کھاتے سو طرح کا کر
وہ کھوئے گئے اگلے تعلیم پا کر

باب عید کے دن برہمچیوں اور ڈھالوں

سے کھیلنا

۲- بَابُ الْحِرَابِ وَالْذَّرْقِ يَوْمَ

الْعِيدِ

(۹۴۹) ہم سے احمد بن عیسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن
وہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عمرو بن حارث نے خبر دی کہ محمد بن
عبد الرحمن اسدی نے ان سے بیان کیا، ان سے عروہ نے، ان سے
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے، انہوں نے بتلایا کہ ایک دن نبی کریم ﷺ
میرے گھر تشریف لائے اس وقت میرے پاس (انصار کی) دو لڑکیاں
جنگ بعاث کے قصوں کی نظمیں پڑھ رہی تھیں، آپ بستر پر لیٹ گئے
اور اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لیا۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے
اور مجھے ڈانٹا اور فرمایا کہ یہ شیطانی باجہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

۹۴۹- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ
وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ حَارِثٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ
عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَسَدِيَّ حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ
عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: ((دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ
وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ تَغْنِيَانِ بِغَنَاءٍ بُعَاثَ،
فَاضْطَجَعَ عَلَى الْفِرَاشِ وَحَوْلَ وَجْهَهُ.
وَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ فَانْتَهَرَنِي وَقَالَ مِزْمَارَةُ
الشَّيْطَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُولُ

موجودگی میں؟ آخر نبی کریم ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ جانے دو خاموش رہو پھر جب حضرت ابو بکر دوسرے کام میں لگ گئے تو میں نے انہیں اشارہ کیا اور وہ چلی گئیں۔

اللہ ﷻ قَالَ: ((دَعَهُمَا)). فَلَمَّا غَفَلَ غَمَزْتُهُمَا فَعَرَجَتَا)).

[أطرافه في : ٩٥٢، ٩٨٧، ٢٩٠٧، ٢٩٠٨، ٣٥٣٠، ٣٩٣١].

(۹۵۰) اور یہ عید کا دن تھا۔ حبشہ سے کچھ لوگ ڈھالوں اور برچھوں سے کھیل رہے تھے۔ اب یا خود میں نے کہا یا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم یہ کھیل دیکھو گی؟ میں نے کہا جی ہاں۔ پھر آپ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر لیا۔ میرا رخسار آپ کے رخسار پر تھا اور آپ فرما رہے تھے کھیلو کھیلو اے بنی (ارفدہ) یہ حبشہ کے لوگوں کا لقب تھا پھر جب میں تھک گئی تو آپ نے فرمایا ”بس!“ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ۔

۹۵۰ - وَكَانَ يَوْمَ عِيدٍ يَلْعَبُ السُّودَانُ بِالذَّرْقِ وَالْحِرَابِ، لَمَّا سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَامَّا قَالَ: ((أَسْتَهْنَيْنِ تَنْظُرِينَ؟)) فَقُلْتُ: نَعَمْ. وَ أَقَامَنِي وَرَاءَهُ، خَذِي عَلَى خَدِّهِ وَهُوَ يَقُولُ: ((دُونَكُمْ يَا بَنِي أَرْفَدَةَ)). حَتَّى إِذَا مِلْتُ قَالَ: ((حَسْبُكَ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: ((فَاذْهَبِي)). [راجع: ٤٥٤]

بعض لوگوں نے کہا کہ حدیث اور ترجمہ - الباب میں مطابقت نہیں واجاب ابن المنیر فی الحاشیة بان مراد البخاری الاستدلال علی ان العید ينتظر فيه من الانبساط ما لا ينتظر فی غیره وليس فی الترجمة ایضا تقييده بحال الخروج الى العيد بل

الظاهر ان لعب الحبشة ان كان بعد رجوعه صلى الله عليه وسلم عن المصلى لانه كان يخرج اول النهار (فتح الباری)

یعنی ابن منیر نے یہ جواب دیا ہے کہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا استدلال اس امر کے لئے ہے کہ عید میں اس قدر مسرت ہوتی ہے جو اس کے غیر میں نہیں ہوتی اور ترجمہ میں حبشیوں کے کھیل کا ذکر عید سے قبل کے لئے نہیں ہے بلکہ ظاہر ہے کہ حبشیوں کا یہ کھیل عید گاہ سے واپسی پر تھا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شروع دن ہی میں نماز عید کے لئے نکل جایا کرتے تھے۔

۳- بَابُ سُنَّةِ الْعِيدَيْنِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ (الدُّعَاءُ فِي الْعِيدِ)

(۹۵۱) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہیں زبید بن حارث نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے شعبی سے سنا، ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا۔ آپ نے عید کے دن خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ پہلا کام جو ہم آج کے دن (عید الاضحیٰ) میں کرتے ہیں، یہ ہے کہ پہلے ہم نماز پڑھیں پھر واپس آکر قربانی کریں۔ جس نے اس طرح کیا وہ ہمارے طریق پر چلا۔

۹۵۱- حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنِي زُبَيْدٌ قَالَ: سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ فَقَالَ: ((إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ مِنْ يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنُحَرِّقَ، فَمَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا)).

[أطرافه في : ٩٥٥، ٩٦٥، ٩٦٨، ٩٧٦، ٩٨٣، ٥٥٤٥، ٥٥٥٦، ٥٥٥٧]

۹۵۲ - حَدَّثَنَا عُيَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أَسَمَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ مِنْ جَوَارِي الْأَنْصَارِ تُغْنِيَانِ بَمَا تَقَاوَلَتِ الْأَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثٍ، قَالَتْ: وَلَيْسَتَا بِمُغْنِيَتَيْنِ. فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَمَرَ امِيرُ الشَّيْطَانِ فِي بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ وَذَلِكَ فِي يَوْمٍ عِنْدِي، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((يَا أَبَا بَكْرٍ، إِنَّ كُلَّ قَوْمٍ عِيْدًا، وَهَذَا عِيْدُنَا)). [راجع: ۹۴۹]

(۹۵۲) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے باپ (عروہ بن زبیر) نے، ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے، آپ نے بتلایا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو میرے پاس انصار کی دو لڑکیاں وہ اشعار گا رہی تھیں جو انصار نے بعث کی جنگ کے موقع پر کہے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ یہ گانے والیاں نہیں تھیں، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں یہ شیطانی باجے اور یہ عید کا دن تھا آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر سے فرمایا اے ابو بکر! ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور آج یہ ہماری عید ہے۔

قال الخطابي يوم بعثت يوم مشهود من ايام العرب كانت فيه مقتلة عظيمة للاوس والخزرج ولقيت الحربة قائمة مائة وعشرين سنة ا لے الاسلام على ما ذكر ابن اسحق وغيره يعني خطابي نے کہا کہ یوم بعث تاریخ عرب میں ایک عظیم لڑائی کے نام سے مشہور ہے جس میں اوس اور خزرج کے دو بڑے قبائل کی جنگ ہوئی تھی جس کا سلسلہ نسلًا بعد نسل ایک سو بیس سال تک جاری رہا یہاں تک اسلام کا دور آیا اور یہ قبائل مسلمان ہوئے۔

دوسری روایت میں ہے کہ یہ گانا دف کے ساتھ ہو رہا تھا۔ بعث ایک قلعہ ہے جس پر اوس اور خزرج کی جنگ ایک سو بیس برس سے جاری تھی۔ اسلام کی برکت سے یہ جنگ موقوف ہو گئی اور دونوں قبیلوں میں الفت پیدا ہو گئی۔ اس جنگ کی مظلوم روداد تھی جو یہ بچیاں گا رہی تھیں جن میں ایک حضرت عبداللہ بن سلام کی لڑکی اور دوسری حسان بن ثابت کی لڑکی تھی (فتح الباری)

اس حدیث سے معلوم یہ ہوا کہ عید کے دن ایسے گانے میں مضائقہ نہیں کیونکہ یہ دن شرعاً خوشی کا دن ہے پھر اگر چھوٹی لڑکیاں کسی کی تعریف یا کسی کی ہمدردی کے اشعار خوش آواز سے پڑھیں تو جائز ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی رخصت دی۔ لیکن اس میں بھی شرط یہ ہے کہ گانے والی جواں عورت نہ ہو اور راگ کا مضمون شرع شریف کے خلاف نہ ہو اور صوفیوں نے جو اس باب میں خرافات اور بدعات نکالی ہیں ان کی حرمت میں بھی کسی کا اختلاف نہیں ہے اور نفوس شہوانیہ بہت صوفیوں پر غالب آ گئے یہاں تک کہ بہت صوفی دیوانوں اور بچوں کی طرح ناپتے ہیں اور ان کو تقرب الی اللہ کا وسیلہ جانتے ہیں اور نیک کام سمجھتے ہیں اور یہ بلا شک و شبہ زنادقہ کی علامت ہے اور بے ہودہ لوگوں کا قول۔ واللہ المستعان (تسہیل القاری، پ: ۴/ ص: ۳۶۲/ ۳۹)

بنو ارفدہ حبشیوں کا لقب ہے آپؐ نے ہجرچوں اور ڈھالوں سے ان کے جنگی کرتبوں کو ملاحظہ فرمایا اور ان پر خوشی کا اظہار کیا۔ حضرت امام بخاریؒ کا مقصد باب یہی ہے کہ عید کے دن اگر ایسے جنگی کرتب دکھائے جائیں تو جائز ہے۔ اس حدیث سے اور بھی بہت سی باتوں کا ثبوت ملتا ہے۔ مثلاً یہ کہ خاوند کی موجودگی میں باپ اپنی بیٹی کو ادب کی بات بتلا سکتا ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے بڑوں کے سامنے بات کرنے میں شرم کرنی مناسب ہے، یہ بھی ظاہر ہوا کہ شاگرد اگر استاذ کے پاس کوئی امر مکروہ دیکھے تو وہ از راہ ادب نیک نیتی سے اصلاح کا مشورہ دے سکتا ہے اور بھی کئی امور پر اس حدیث سے روشنی پڑتی ہے۔ جو معمولی غور و فکر سے واضح ہو سکتے ہیں۔

۴- بَابُ الْأَكْلِ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْلَ الْخُرُوجِ

۹۵۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ بْنُ أَنَسٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَغْدُو يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَأْكُلَ تَمْرَاتٍ)). وَقَالَ مُرْجَأُ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((يَأْكُلُهُنَّ وَتَرَا)).

کچھ کھالینا

(۹۵۳) ہم سے محمد بن عبد الرحیم نے بیان کیا کہ ہم کو سعید بن سلیمان نے خبر دی کہ ہمیں ہشیم بن بشیر نے خبر دی، کہا کہ ہمیں عبد اللہ بن ابی بکر بن انس نے خبر دی اور انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے، آپ نے بتلایا کہ رسول کریم ﷺ عید الفطر کے دن نہ نکلے جب تک کہ آپ چند کھجوریں نہ کھا لیتے اور مرثی بن رجاء نے کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن ابی بکر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے، پھر یہی حدیث بیان کی کہ آپ طاق عدد کھجوریں کھاتے تھے۔

معلوم ہوا کہ عید الفطر میں نماز کے لئے نکلنے سے پہلے چند کھجوریں اگر میسر ہوں تو کھا لینا سنت ہے۔

۵- بَابُ الْأَكْلِ يَوْمَ النِّحْرِ

باب بقر عید کے دن کھانا

اس باب میں حضرت امام بخاریؒ وہ صاف حدیث نہ لائے جو امام احمد اور ترمذی نے روایت کی ہے کہ بقر عید کے دن آپ لوٹ کر اپنی قربانی میں سے کھاتے۔ وہ حدیث بھی تھی مگر ان شرائط کے مطابق نہ تھی جو حضرت امام بخاریؒ کی شرائط ہیں، اسی لئے آپ اس کو نہ لائے۔

۹۵۴- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَيْرِينَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيَعِذْ)). فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: هَذَا يَوْمٌ يُشْتَهَى فِيهِ اللَّحْمُ، وَذَكَرَ مِنْ جِيزَانِهِ، فَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ صَدَقَهُ، قَالَ: وَعِنْدِي جَذَعَةٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شَاتِي لَحْمٍ. فَرَخَصَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ، فَلَا أَذْرِي أَبْلَغْتَ الرُّخْصَةَ مِنْ سِوَاهُ أَمْ لَا.

(۹۵۴) ہم سے مسدد بن مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن علیہ نے ایوب سختیانی سے، انہوں نے محمد بن سیرین سے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص نماز سے پہلے قربانی کر دے اسے دوبارہ کرنی چاہئے۔ اس پر ایک شخص (ابو بردہ) نے کھڑے ہو کر کہا کہ یہ ایسا دن ہے جس میں گوشت کی خواہش زیادہ ہوتی ہے اور اس نے اپنے پڑوسیوں کی تنگی کا حال بیان کیا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کو سچا سمجھا اس شخص نے کہا کہ میرے پاس ایک سال کی پٹھیا ہے جو گوشت کی دو بکریوں سے بھی مجھے زیادہ پیاری ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس پر اسے اجازت دے دی کہ وہی قربانی کرے۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ یہ اجازت دوسروں کے لئے بھی ہے یا نہیں۔

[أطرافه في: ۹۸۴، ۵۵۴۶، ۵۵۴۹، ۵۵۶۱]

[۵۵۶۱]

یہ اجازت خاص ابو بردہ کے لئے تھی جیسا کہ آگے آرہا ہے حضرت انسؓ کو ان کی خبر نہیں ہوئی، اس لئے انہوں نے ایسا کہا۔

۹۵۵ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النَّبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: خَطَبَنَا النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الْأَضْحَى بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَالَ: ((مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَقَدْ أَصَابَ النُّسْكَ، وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّهُ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَلَا نُسْكَ لَهُ)). فَقَالَ أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيَّارٍ خَالَ النَّبَرَاءِ: يَا رَسُولَ اللَّهِ فَإِنِّي نَسَكْتُ شَاتِي قَبْلَ الصَّلَاةِ وَعَرَفْتُ أَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ أَكْلٍ وَشَرْبٍ، وَأَحْبَبْتُ أَنْ تَكُونَ شَاتِي أَوَّلَ شَاةٍ تَذْبَحُ لِي بَنِي، فَذَبَحْتُ شَاتِي وَتَعَذَّيْتُ قَبْلَ أَنْ آتِيَ الصَّلَاةَ. قَالَ: ((شَاؤُكَ شَاةٌ لَحْمٍ)). قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ فَإِنَّ عِنْدَنَا عَنَاقًا لَنَا جَذْعَةً أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شَاتَيْنِ أَفَجْزِي عَنِّي؟ قَالَ: ((نَعَمْ. وَلَكِنْ تَجْزِي عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ)).

[راجع: ۹۵۱]

(۹۵۵) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے شعبی نے، ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہما نے، آپ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جس شخص نے ہماری نماز کی سی نماز پڑھی اور ہماری قربانی کی طرح قربانی کی اس کی قربانی صحیح ہوئی لیکن جو شخص نماز سے پہلے قربانی کرے وہ نماز سے پہلے ہی گوشت کھاتا ہے مگر وہ قربانی نہیں۔ براء کے ماموں ابو بردہ بن نیار یہ سن کر بولے کہ یا رسول اللہ! میں نے اپنی بکری کی قربانی نماز سے پہلے کر دی میں نے سوچا کہ یہ کھانے پینے کا دن ہے میری بکری اگر گھر کا پہلا ذبیحہ بنے تو بہت اچھا ہو۔ اس خیال سے میں نے بکری ذبح کر دی اور نماز سے پہلے ہی اس کا گوشت بھی کھا لیا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ پھر تمہاری بکری گوشت کی بکری ہوئی۔ ابو بردہ بن نیار نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک سال کی پٹھیا ہے اور وہ مجھے گوشت کی دو بکریوں سے بھی عزیز ہے، کیا اس سے میری قربانی ہو جائے گی؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں لیکن تمہارے بعد کسی کی قربانی اس عمر کے بچے سے کافی نہ ہوگی۔

مشترک کیونکہ قربانی میں منہ بکری ضروری ہے جو دوسرے سال میں ہو اور دانت نکال چکی ہو۔ بغیر دانت نکالے بکری قربانی کے لائق نہیں ہوتی۔ علامہ شوکانی نیل الاوطار میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں قوله الامسنة قال العلماء المسنة هي الشبية من كل شئ من الابل والبقر والغنم فما فوقها الخ مسجد میں ہے۔ کہ الشبية جمعه ثابا وهي اسنان مقدم الفم لثتان من فوق و لثتان من اسفل یعنی ثنثیہ کے سامنے کے اوپر نیچے دانت کو کہتے ہیں، اس لحاظ سے حدیث کے یہ معنی ہوئے کہ دانت والے جانوروں کو قربانی کرو اس سے لازم یہی نتیجہ نکلا کہ کھیرے کی قربانی نہ کرو اس لئے ایک روایت میں ہے بنفی من الضحایا التي لم تسنن قربانی کے جانوروں میں سے وہ جانور نکال ڈالا جائے گا جس کے دانت نہ اگے ہوں گے اگر مجبوری کی حالت میں منہ نہ طے مشکل و دشوار ہو تو جذعہ من الضان بھی کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ اسی حدیث کے آخر میں آپ نے فرمایا الا ان يعسر عليكم فذبحوا جذعة من الضان لغات الحديث میں لکھا ہے پانچویں برس میں جو اونٹ لگا ہو اور دوسرے برس میں جو گائے بکری لگی ہو اور چوتھے برس میں جو گھوڑا لگا ہو۔ بعضوں نے کہا جو گائے تیسرے برس میں لگی ہو اور جو بھیڑ ایک برس کی ہو گئی جیسا کہ حدیث میں ہے۔

ضحیٰ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالجذع من الضان والشی من المعز ہم نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ ایک برس کی بھیڑ اور دو برس کی (جو تیسرے میں لگی ہیں) بکری قربانی کی اور تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ بکری شئی وہ ہے جو دو سال گزار چکی ہو اور جذعہ

اسے کہتے ہیں جو سال بھر کا ہو گیا ہو۔

۶- بَابُ الْخُرُوجِ إِلَى الْمُصَلَّى

بَغْيَرٍ مُنْبَرٍ

۹۵۶- حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي زَيْدٌ عَنْ عِيَّاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى إِلَى الْمُصَلَّى، فَأَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَأُ بِهِ الصَّلَاةَ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُومُ مُقَابِلَ النَّاسِ - وَالنَّاسُ جُلُوسٌ عَلَى صُفُوفِهِمْ - فَيُعِظُهُمْ، وَيَأْمُرُهُمْ. فَإِنْ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَقْطَعَ بَعْثًا قُطْعَهُ أَوْ يَأْمُرَ بِشَيْءٍ أَمَرَ بِهِ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ)). فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: فَلَمْ يَزَلِ النَّاسُ عَلَى ذَلِكَ حَتَّى خَرَجَتْ مَعَ مَرْوَانَ - وَهُوَ أَمِيرُ الْمَدِينَةِ - فِي أَضْحَى أَوْ فِطْرٍ، فَلَمَّا أَتَيْنَا الْمُصَلَّى إِذَا مِنْبَرٌ بَنَاهُ كَثِيرُ بْنُ الصَّلْتِ، فَإِذَا مَرْوَانُ يُرِيدُ أَنْ يَرْتَفِعَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ، فَجَبَذَتْ بِثَوْبِهِ، فَجَبَذَنِي، فَارْتَفَعَ فَخَطَبَ قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَقُلْتُ لَهُ: غَيْرْتُمْ وَاللَّهِ، فَقَالَ: يَا أَبَا سَعِيدٍ قَدْ ذَهَبَ مَا تَعْلَمُ، فَقُلْتُ مَا أَغْلَمُ وَاللَّهِ خَيْرٌ مِمَّا لَا أَغْلَمُ. فَقَالَ: إِنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُونُوا يَجْلِسُونَ لَنَا بَعْدَ الصَّلَاةِ، فَجَعَلَهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ.

باب عید گاہ میں خالی جانا منبر

نہ لے جانا

(۹۵۶) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے زید بن اسلم نے خبر دی، انہیں عیاض بن عبد اللہ بن ابی سرح نے، انہیں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے، آپ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن (مدینہ کے باہر) عید گاہ تشریف لے جاتے تو سب سے پہلے آپ نماز پڑھاتے، نماز سے فارغ ہو کر آپ لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے۔ تمام لوگ اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے، آپ انہیں وعظ و نصیحت فرماتے، اچھی باتوں کا حکم دیتے۔ اگر جماد کے لئے کہیں لشکر بھیجنے کا ارادہ ہوتا تو اس کو الگ کرتے۔ کسی اور بات کا حکم دینا ہوتا تو وہ حکم دیتے۔ اس کے بعد شہر کو واپس تشریف لاتے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ لوگ برابر اسی سنت پر قائم رہے لیکن معاویہ کے زمانہ میں مروان جو مدینہ کا حاکم تھا پھر میں اس کے ساتھ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی نماز کے لئے نکلا، ہم جب عید گاہ پہنچے تو وہاں میں نے کثیر بن صلت کا بیٹا ہوا ایک منبر دیکھا۔ جاتے ہی مروان نے چاہا کہ اس پر نماز سے پہلے (خطبہ دینے کے لئے چڑھے) اس لئے میں نے ان کا دامن پکڑ کر کھینچا اور لیکن وہ جھٹک کر اوپر چڑھ گیا اور نماز سے پہلے خطبہ دیا۔ میں نے اس سے کہا کہ واللہ تم نے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو) بدل دیا۔ مروان نے کہا کہ اے ابو سعید! اب وہ زمانہ گزر گیا جس کو تم جانتے ہو۔ ابو سعید نے کہا کہ بخدا میں جس زمانہ کو جانتا ہوں اس زمانہ سے بہتر ہے جو میں نہیں جانتا۔ مروان نے کہا کہ ہمارے دور میں لوگ نماز کے بعد نہیں بیٹھتے، اس لئے میں نے نماز سے پہلے خطبہ کو کر دیا۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد باب یہ بتانا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے عہد میں عید گاہ میں منبر نہیں رکھا جاتا تھا اور نماز کے لئے کوئی خاص عمارت نہ تھی۔ میدان میں عید الفطر اور بقر عید کی نمازیں پڑھی جاتی تھیں۔ مروان جب مدینہ کا حاکم ہوا تو

تَشْنِیْجُ

اس نے عید گاہ میں خطبہ کے لئے منبر بھجوا دیا اور عیدین میں خطبہ نماز کے بعد دینا چاہئے تھا۔ لیکن مروان نے سنت کے خلاف پہلے ہی خطبہ شروع کر دیا۔ صد افسوس کہ اسلام کی فطری سادگی جلد ہی بدل دی گئی پھر ان میں دن بدن اضافے ہوتے رہے۔ علمائے احناف نے آج کل نیا اضافہ کر ڈالا کہ نماز اور خطبہ سے قبل کچھ وعظ کرتے ہیں اور گھنٹہ آدھ گھنٹہ اس میں صرف کر کے بعد میں نماز اور خطبہ محض رسمی طور پر چند منٹوں میں ختم کر دیا جاتا ہے۔ آج کوئی کثیر بن ملت نہیں جو ان اختراعات پر نوٹس لے۔

باب نماز عید کے لئے پیدل یا سوار ہو کر جانا

اور نماز کا خطبہ سے پہلے اذان

اور اقامت کے بغیر ہونا

۷- بَابُ الْمَشْيِ وَالرُّكُوبِ إِلَى

الْعِيدِ وَالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ

وَبَغَيْرِ أَذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ

۹۵۷ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ:

حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ

عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو (أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

كَانَ يُصَلِّي فِي الْأَضْحَى وَالْفِطْرِ، ثُمَّ

يَخْطُبُ بَعْدَ الصَّلَاةِ). [طرفہ فی: ۹۶۳].

(۹۵۷) ہم سے ابراہیم بن منذر حزامی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ

ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا، انہوں نے عبید اللہ بن عمر سے

بیان کیا، ان سے نافع نے، ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر یا عید الفطر کی نماز پہلے پڑھتے اور

خطبہ نماز کے بعد دیتے تھے۔

باب کی حدیثوں میں سے نہیں نکلا کہ عید کی نماز کے لئے سواری پر جانا یا پیدل جانا مگر امام بخاری نے سواری پر جانے کی ممانعت مذکور نہ ہونے سے یہ نکالا کہ سواری پر بھی جانا منع نہیں ہے گو پیدل جانا افضل ہے۔ شافعی نے کہا ہمیں زہری سے پہنچا کہ آنحضرت ﷺ عید میں یا جنازے میں کبھی سوار ہو کر نہیں گئے اور ترمذی نے حضرت علی سے نکالا کہ عید کی نماز کے لئے پیدل جانا سنت ہے (وحیدی)

اس باب کی روایات میں نہ پیدل چلنے کا ذکر ہے نہ سواری پر چلنے کی ممانعت ہے جس سے امام بخاری نے اشارہ فرمایا کہ ہر دو طرح سے عید گاہ جانا درست ہے، اگرچہ پیدل چلنا سنت ہے اور اسی میں زیادہ ثواب ہے کیونکہ زمین پر جس قدر بھی نقش قدم ہوں گے ہر قدم کے بدلے دس دس نیکیوں کا ثواب ملے گا لیکن اگر کوئی معذور ہو یا عید گاہ دور ہو تو سواری کا استعمال بھی جائز ہے۔ بعض شارحین نے آنحضرت ﷺ کے بلال رضی اللہ عنہ پر تکیہ لگانے سے سواری کا جواز ثابت کیا ہے۔ واللہ اعلم

(۹۵۸) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ہشام نے

خبر دی کہ ابن جریج نے انہیں خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے عطاء بن

ابی رباح نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے خبر دی کہ آپ کو میں نے یہ

کہتے ہوئے سنا کہ نبی کریم ﷺ عید الفطر کے دن عید گاہ تشریف لے

گئے اور پہلے نماز پڑھی پھر خطبہ سنایا۔

۹۵۸ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ:

أَخْبَرَنَا هِشَامُ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ:

أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ:

سَمِعْتُهُ يَقُولُ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمَ

الْفِطْرِ قَبْدًا بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ)).

[طرفہ فی: ۹۶۱، ۹۷۸].

(۹۵۹) پھر ابن جریج نے کہا کہ مجھے عطاء نے خبر دی کہ ابن عباس

رضی اللہ عنہما نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص کو اس زمانہ میں بھیجا جب

۹۵۹ - قَالَ: وَأَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّ ابْنَ

عَبَّاسٍ أَرْسَلَ إِلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ فِي أَوَّلِ مَا

(شروع شروع ان کی خلافت کا زمانہ تھا آپ نے کمایا کہ) عید الفطر کی نماز کے لئے اذان نہیں دی جاتی تھی اور خطبہ نماز کے بعد ہوتا تھا۔

(۹۶۰) اور مجھے عطاء نے ابن عباس اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے واسطے سے خبر دی کہ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی نماز کے لئے نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین کے عہد میں اذان نہیں دی جاتی تھی۔

(۹۶۱) اور جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ (عید کے دن) نبی کریم ﷺ کھڑے ہوئے، پہلے آپ نے نماز پڑھی پھر خطبہ دیا، اس سے فارغ ہو کر آپ ﷺ عورتوں کی طرف گئے اور انہیں نصیحت کی۔ آپ بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا سارا لئے ہوئے تھے اور بلالؓ نے اپنا کپڑا پھیلا رکھا تھا، عورتیں اس میں خیرات ڈال رہی تھیں۔ میں نے اس پر عطاء سے پوچھا کہ کیا اس زمانہ میں بھی آپ امام پر یہ حق سمجھتے ہیں کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد وہ عورتوں کے پاس آکر انہیں نصیحت کرے۔ انہوں نے فرمایا کہ بے شک یہ ان پر حق ہے اور سب کیا جو وہ ایسا نہ کریں۔

یزید بن معاویہ کی وفات کے بعد ۶۲ھ میں عبد اللہ بن زبیر کی بیعت کی گئی۔ اس سے بعضوں نے یہ نکالا ہے کہ امام بخاریؒ کا ترجمہ باب یوں ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بلالؓ پر ٹیکا دیا معلوم ہوا کہ بوقت ضرورت عید میں سوار ہو کر بھی جانا درست ہے۔ روایت میں عورتوں کو الگ وعظ بھی مذکور ہے، لہذا امام کو چاہئے کہ عید میں مردوں کو وعظ سنا کر عورتوں کو بھی دین کی باتیں سمجھائے اور ان کو نیک کاموں کی رغبت دلائے۔

عید میں نماز کے بعد خطبہ پڑھنا

(۹۶۲) ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا مجھے حسن بن مسلم نے خبر دی، انہیں طاؤس نے، انہیں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے، آپؐ نے فرمایا کہ میں عید کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم سب کے ساتھ گیا ہوں، یہ لوگ پہلے نماز پڑھتے، پھر خطبہ دیا کرتے تھے۔

بُويَع لَهُ: أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّنُ بِالصَّلَاةِ يَوْمَ الْفِطْرِ، وَإِنَّمَا الْخُطْبَةُ بَعْدَ الصَّلَاةِ

۹۶۰ - وَأَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّنُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَلَا يَوْمَ الْأَضْحَى.

۹۶۱ - وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ((إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَامَ فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ بَعْدَ، فَلَمَّا فَرَغَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ نَزَلَ فَأَتَى النِّسَاءَ فَلَذَّكَّرَهُنَّ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلَى يَدِ بِلَالٍ، وَبِلَالٌ بِاسِطٌ ثَوْبُهُ يُلْقِي فِيهِ النِّسَاءُ صَدَقَةً)) قَالَ: قُلْتُ لِعَطَاءٍ: أَتَرَى حَقًّا عَلَى الْإِمَامِ الْآنَ أَنْ يَأْتِيَ النِّسَاءَ فَيَذَّكَّرَهُنَّ حِينَ يَفْرُغُ؟ قَالَ: إِنَّ ذَلِكَ لَحَقٌّ عَلَيْهِمْ، وَمَا لَهُمْ أَنْ لَا يَفْعَلُوا؟ [راجع: ۹۵۸]

۸- بَابُ الْخُطْبَةِ بَعْدَ الْعِيدِ

۹۶۲ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: ((شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَا وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، فَكُلُّهُمْ كَانُوا يُصَلُّونَ قَبْلَ الْخُطْبَةِ)).

[راجع: ۹۸]

(۹۶۳) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم

۹۶۳ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ:

سے ابو اسامہ حماد بن ابواسامہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبید اللہ نے نافع سے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما عیدین کی نماز خطبہ سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔

[راجع: ۹۵۷]

(۹۶۳) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے، انہوں نے عدی بن ثابت سے، انہوں نے سعید بن جبیر سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ آنحضرت ﷺ نے عید الفطر کے دن دو رکعتیں پڑھیں نہ ان سے پہلے کوئی نفل پڑھا نہ ان کے بعد۔ پھر (خطبہ پڑھ کر) آپ عورتوں کے پاس آئے اور بلال آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے عورتوں سے فرمایا خیرات کرو، وہ خیرات دینے لگیں کوئی اپنی بالی پیش کرنے لگی کوئی اپنا ہار دینے لگی۔

[راجع: ۹۸]

(۹۶۵) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زید نے بیان کیا، کہا کہ میں نے شعبی سے سنا، ان سے براء بن عازب نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہم اس دن پہلے نماز پڑھیں گے پھر خطبہ کے بعد واپس ہو کر قربانی کریں گے۔ جس نے اس طرح کیا اس نے ہماری سنت کے مطابق عمل کیا اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کی تو اس کا ذبیحہ گوشت کا جانور ہے جسے وہ گھروالوں کے لئے لایا ہے، قربانی سے اس کا کوئی بھی تعلق نہیں۔ ایک انصاریؒ جن کا نام ابو بردہ بن نیار تھا بولے کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے تو (نماز سے پہلے ہی) قربانی کر دی لیکن میرے پاس ایک سال کی پٹھیا ہے جو دوندی ہوئی بکری سے بھی اچھی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اچھا اسی کو بکری کے بدلہ میں قربانی کر لو اور تمہارے بعد یہ کسی اور کے لئے کافی نہ ہوگی۔

حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا غُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يُصَلُّونَ الْعِيدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ)).

۹۶۴- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى يَوْمَ الْفِطْرِ رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا. ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ وَمَعَهُ بِلَالٌ، فَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ، فَجَعَلْنَ يُلْقِينَ، تُلْقِي الْمَرْأَةُ خُرْصَهَا وَسِخَابَهَا)).

۹۶۵- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا زُبَيْدٌ قَالَ: سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَتَنْحَرَ. فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ أَصَابَ سُنَّتَنَا، وَمَنْ نَحَرَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا هُوَ لَبِخٌ قَدَّمَهُ لِأَهْلِهِ، لَيْسَ مِنَ السُّنَنِ فِي شَيْءٍ)). فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يَقُولُ لَهُ أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ذَبَحْتُ وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُسْنَةٍ. قَالَ: ((اجْعَلْهُ مَكَانَهُ وَلَمْ تُؤْهِ - أَوْ تَجْزِي - عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ)). [راجع: ۹۵۱]

روایت میں لفظ اول ما نبدا فی یومنا ہذا سے ترجمہ باب نکلتا ہے کیونکہ جب پہلا کام نماز ہوا تو معلوم ہوا کہ نماز خطبے سے پہلے پڑھنی چاہئے۔

تشریح

۹- بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ حَمَلِ

السَّلَاحِ فِي الْعِيدِ وَالْحَرَمِ

وَقَالَ الْحَسَنُ: نَهَوْا أَنْ يَحْمِلُوا السَّلَاحَ يَوْمَ عِيدٍ، إِلَّا أَنْ يَخَافُوا عَدُوًّا.

۹۶۶- حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى أَبُو السُّكَيْنِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْمَحَارِبِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُوْفَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: ((كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ حِينَ أَصَابَهُ سِنَانُ الرُّمَحِ لِي أَخْمَصَ قَدَمَهُ، فَلَرِقْتُ قَدَمَهُ بِالرَّكَابِ، فَلَزْتُ فَتَرَعْتُهَا. وَذَلِكَ بِمِغْنَى - فَلَبَغَ الْحُجَّاجُ فَجَعَلَ يَبْعُودُهُ. فَقَالَ الْحُجَّاجُ: لَوْ نَعْلَمُ مَنْ أَصَابَكَ. فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: أَنْتَ أَصَبْتَنِي. فَقَالَ: وَكَيْفَ؟ قَالَ: حَمَلْتُ السَّلَاحَ فِي يَوْمٍ لَمْ يَكُنْ يُحْمَلُ فِيهِ، وَأَذْخَلْتُ السَّلَاحَ الْحَرَمَ، وَلَمْ يَكُنِ السَّلَاحُ يُدْخَلُ الْحَرَمَ)). [طرفه فی: ۹۶۷].

۹۶۷- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَغْفُوبَ قَالَ: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِي عَنْ أَبِيهِ قَالَ: ((دَخَلَ الْحُجَّاجُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ وَأَنَا عِنْدُهُ، فَقَالَ: كَيْفَ هُوَ؟ فَقَالَ: صَالِحٌ. فَقَالَ: مَنْ أَصَابَكَ؟ قَالَ: أَصَابَنِي مَنْ أَمَرَ بِحَمَلِ السَّلَاحِ فِي يَوْمٍ لَا يَحِلُّ فِيهِ حَمَلُهُ)) يَغْنِي الْحُجَّاجُ. [راجع: ۹۶۶]

سَمِعْتُ

باب عید کے دن اور حرم کے اندر

ہتھیار باندھنا مکروہ ہے

اور امام حسن بصریؒ نے فرمایا کہ عید کے دن ہتھیار لے جانے کی ممانعت تھی مگر جب دشمن کا خوف ہوتا

(۹۶۶) ہم سے زکریا بن یحییٰ ابو السکین نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالرحمن عماری نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن سوقة نے سعید بن جبیر سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں (حج کے دن) ابن عمرؓ کے ساتھ تھا جب نیزے کی انی آب کے تلوے میں چبھ گئی جس کی وجہ سے آپ کا پاؤں رکاب سے چپک گیا۔ تب میں نے اتر کر اسے نکالا۔ یہ واقعہ مٹی میں پیش آیا تھا۔ جب حجاج کو معلوم ہوا جو اس زمانہ میں ابن زبیرؓ کے قتل کے بعد حجاز کا امیر تھا تو وہ بیمار پرسی کے لئے آیا۔ حجاج نے کہا کہ کاش ہمیں معلوم ہو جاتا کہ کس نے آپ کو زخمی کیا ہے۔ اس پر ابن عمرؓ نے فرمایا کہ تو نے ہی تو مجھ کو نیزہ مارا ہے۔ حجاج نے پوچھا کہ وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا کہ تم اس دن ہتھیار اپنے ساتھ لائے جس دن پہلے کبھی ہتھیار ساتھ نہیں لایا جاتا تھا (عیدین کے دن) تم ہتھیار حرم میں لائے حالانکہ حرم میں ہتھیار نہیں لایا جاتا تھا۔

(۹۶۷) ہم سے احمد بن یعقوب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسحاق بن سعید بن عمرو بن سعید بن عاص نے اپنے باپ سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ حجاج عبداللہ بن عمرؓ کے پاس آیا میں بھی آپ کی خدمت میں موجود تھا۔ حجاج نے مزاج پوچھا عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ اچھا ہوں۔ اس نے پوچھا کہ آپ کو یہ برچھا کس نے مارا؟ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے اس شخص نے مارا جس نے اس دن ہتھیار ساتھ لے جانے کی اجازت دی جس دن ہتھیار ساتھ نہیں لے جایا جاتا تھا۔ آپ کی مراد حجاج ہی سے تھی۔

حجاج ظالم دل میں عبداللہ بن عمرؓ سے دشمنی رکھتا تھا۔ کیونکہ انہوں نے اس کو کعبہ پر تحقیق لگانے اور عبداللہ بن زبیرؓ قتل کرنے پر ملامت کی تھی۔ دوسرے عبدالملک بن مروان نے جو غلیفہ وقت تھا، حجاج کو یہ کہلا بھیجا تھا کہ عبداللہ بن عمرؓ

کی اطاعت کرتا رہے، یہ امر اس مردود پر شاق گزرا اور اس نے چپکے سے ایک شخص کو اشارہ کر دیا اس نے زہر آلود برچھا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں گھسیٹ دیا۔ خود ہی تو یہ شرارت کی اور خود ہی کیا مسکین بن کر عبد اللہ کی عیادت کو آیا۔ واہ رے مکار خدا کو کیا جواب دے گا۔ آخر عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جو اللہ کے بڑے مقبول بندے اور بڑے عالم اور عابد اور زاہد اور صحابی رسول تھے، ان کا مکر پہچان لیا اور فرمایا کہ تم نے ہی تو مارا ہے اور تو ہی کہتا ہے ہم مجرم کو پالیں تو اس کو سخت سزا دیں۔

جنا کروں و خود کشتی بہ تیغ ظلم مارا
ہمانہ میں برائے پرش پیاری آئی

(مولانا وحید الزماں مرحوم)

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دنیا دار مسلمانوں نے کس کس طرح سے علمائے اسلام کو تکالیف دی ہیں پھر بھی وہ مردان حق پرست امر حق کی دعوت دیتے رہے، آج بھی علماء کو ان بزرگوں کی اقتداء لازمی ہے۔

باب عید کی نماز کے لئے سویرے جانا

۱۰- بَابُ التَّنْكِيرِ إِلَى الْعِيدِ

وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُسَيْرٍ : إِنْ كُنَّا فَرَعْنَا فِي هَذِهِ السَّاعَةِ. وَذَلِكَ حِينَ التَّنْكِيرِ. اور عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ نے (ملک شام میں امام کے دیر سے نکلنے پر اعتراض کیا اور) فرمایا کہ ہم تو نماز سے اس وقت فارغ ہو جایا کرتے تھے۔ یعنی جس وقت نفل نماز پڑھنا درست ہوتا ہے۔

یعنی اشراق کی نماز۔ مطلب یہ ہے کہ سورج ایک نیزہ یا دو نیزہ ہو جائے بس یہی عید کی نماز کا افضل وقت ہے اور جو لوگ عید کی نماز میں دیر کرتے ہیں وہ بدعتی ہیں خصوصاً عید الاضحیٰ کی نماز اور جلد پڑھنا چاہئے تاکہ لوگ قربانی وغیرہ سے جلدی فارغ ہو جائیں اور سنت کے موافق قربانی میں سے کھائیں۔ حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ عید الفطر کی نماز اس وقت پڑھتے جب سورج دو نیزے بلند ہوتا اور عید الاضحیٰ کی نماز جب ایک نیزہ بلند ہو جاتا (مولانا وحید الزماں)

۹۶۸- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زَيْدِ بْنِ شُعْبَةَ عَنِ الثَّوْرِيِّ عَنْ عَازِبِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: خَطَبَنَا النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ النُّحْرِ فَقَالَ ((إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنُحَرَ، فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا، وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ عَجَلَةٌ لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ السَّنَةِ فِي شَيْءٍ)). فَقَامَ خَالِي أَبُو بَرْزَةَ بْنُ بَيَّارٍ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنَا ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أَصَلِّيَ، وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّةٍ. قَالَ: ((اجْعَلْنَاهَا مَكَانَهَا))

(۹۶۸) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے زہید سے بیان کیا، ان سے شعبی نے، ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے قربانی کے دن خطبہ دیا اور آپ نے فرمایا کہ اس دن سب سے پہلے ہمیں نماز پڑھنی چاہیے پھر (خطبہ کے بعد) واپس آکر قربانی کرنی چاہئے جس نے اس طرح کیا اس نے ہماری سنت کے مطابق کیا اور جس نے نماز سے پہلے ذبح کر دیا تو یہ ایک ایسا گوشت ہو گا جسے اس نے اپنے گھر والوں کے لئے جلدی سے تیار کر لیا ہے، یہ قربانی قطعاً نہیں۔ اس پر میرے ماموں ابو بردہ بن نیار نے کھڑے ہو کر کہا کہ یا رسول اللہ! میں نے تو نماز کے پڑھنے سے پہلے ہی ذبح کر دیا۔ البتہ میرے پاس ایک سال کی ایک پٹھیا ہے جو دانت نکل کر بکری سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ آنحضور نے فرمایا کہ اس کے

أَوْ قَالَ: ((اذْبَحْهَا - وَلَنْ تَعْزِيَّ بَدَلْهُ فِي أَسْجِدِ لَوِيَا يَهْ فَرَمَا يَه أَسْ ذَنْجْ كَر لَو اور تہمارے بعد یہ ایک سال کی پٹھیا کسی کے لئے کافی نہیں ہوگی۔ [راجع: ۹۵۱]

اس حدیث کی مطابقت ترجمہ باب سے یوں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس دن پہلے جو کام ہم کرتے ہیں وہ نماز ہے۔ اس سے یہ نکلا کہ عید کی نماز صبح سویرے پڑھنا چاہئے کیونکہ جو کوئی دیر کر کے پڑھے گا اور وہ نماز سے پہلے دوسرے کام کرے گا تو پہلا کام اس کا اس دن نماز نہ ہو گا۔ یہ استنباط حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی گہری بصیرت کی دلیل ہے (رحمہ اللہ)

اس صورت میں آپ نے خاص ان ہی ابو بردہ بن نیار نامی صحابی کے لئے جذعہ کی قربانی کی اجازت بخشی، ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ تیرے بعد یہ کسی اور کے لئے کافی نہ ہوگی۔ یہاں جذعہ سے ایک سال کی بکری مراد ہے لفظ جذعہ ایک سال کی بھیڑ بکری پر بولا جاتا ہے۔ حضرت علامہ شوکانی فرماتے ہیں الجذعة من الضان ماله سنة تامة هذا هو الاشهر عن اهل اللغة و جمهور اهل العلم من غيرهم یعنی جذعہ وہ ہے جس کی عمر پورا ایک سال گزر چکا ہو۔ اہل سنت اور جمہور اہل علم سے یہی منقول ہے۔ بعض چھ اور آٹھ اور دس ماہ کی بکری پر بھی لفظ جذعہ بولتے ہیں۔

دیوبندی تراجم بخاری میں اس مقام پر جگہ جگہ جذعہ کا ترجمہ چار مہینے کی بکری کا کیا گیا ہے۔ تفہیم البخاری میں ایک جگہ نہیں بلکہ متعدد مقامات پر چار مہینے کی بکری لکھا ہوا موجود ہے۔ علامہ شوکانی کی تصریح بالا کے مطابق یہ غلط ہے اسی لئے اہل حدیث تراجم بخاری میں ہر جگہ ایک سال کی بکری کے ساتھ ترجمہ کیا گیا ہے۔

لفظ جذعہ کا اطلاق مسلک حنفی میں بھی چھ ماہ کی بکری پر کیا گیا ہے دیکھو تہذیب القاری، پ: ۴/ ص: ۴۰۰ مگر چار ماہ کی بکری پر لفظ جذعہ یہ خود مسلک حنفی کے بھی خلاف ہے۔ قسطلانی شرح بخاری، ص: ۷۱ مطبوعہ نول کشور میں ہے ﴿جذعة من المعز ذات سنة﴾ یعنی جذعہ ایک سال کی بکری کو کہا جاتا ہے۔

باب ایام تشریق میں عمل کی فضیلت

کا بیان

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ (اس آیت) ”اور اللہ تعالیٰ کا ذکر معلوم دنوں میں کرو“ میں ایام معلومات سے مراد ذی الحجہ کے دس دن ہیں اور ایام معدودات سے مراد ایام تشریق ہیں۔ ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما ان دس دنوں میں بازار کی طرف نکل جاتے اور لوگ ان بزرگوں کی تکبیر سن کر تکبیر کہتے اور محمد بن باقر رضی اللہ عنہ نقل نمازوں کے بعد بھی تکبیر کہتے تھے۔

(۹۶۹) ہم سے محمد بن عرعہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے سلیمان کے واسطے سے بیان کیا، ان سے مسلم بن عیینہ نے، ان

۱۱- بَابُ فَضْلِ الْعَمَلِ فِي أَيَّامِ

التَّشْرِيقِ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَذَكَرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامِ مَعْلُومَاتٍ هُوَ يَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامِ مَعْلُومَاتٍ. أَيَّامُ الْعَشْرِ وَالْأَيَّامُ الْمَعْدُودَاتِ : أَيَّامُ التَّشْرِيقِ. وَكَانَ ابْنُ عَمْرٍ وَابُو هُرَيْرَةَ يَخْرُجَانِ إِلَى السُّوقِ فِي أَيَّامِ الْعَشْرِ يُكَبِّرَانِ وَيُكَبِّرُ النَّاسُ بِتَكْبِيرِهِمَا وَكَبَّرَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ خَلْفَ النَّافِلَةِ.

۹۶۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُرْعَرَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُسْلِمٍ

سے سعید بن جبیر نے، ان سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دنوں کے عمل سے زیادہ کسی دن کے عمل میں فضیلت نہیں۔ لوگوں نے پوچھا اور جہاد میں بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں جہاد میں بھی نہیں سوا اس شخص کے جو اپنی جان و مال خطرہ میں ڈال کر نکلا اور واپس آیا تو ساتھ کچھ بھی نہ لایا۔ (سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کر دیا)

الْبَطِينُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((مَا الْعَمَلُ فِي أَيَّامٍ أَفْضَلَ مِنْهَا فِي هَذَا الْعَشْرِ)) . قَالُوا : وَلَا الْجِهَادُ ؟ قَالَ : ((وَلَا الْجِهَادُ ، إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ)) .

اور ایک حنفی فقیہ! ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں عبادت سال کے تمام دنوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ کہا گیا ہے کہ ذی الحجہ کے دن تمام دنوں میں سب سے زیادہ افضل ہیں اور رمضان کی راتوں میں سے سب سے افضل ہیں۔ ذی الحجہ کے ان دس دنوں کی خاص عبادت جس پر سلف کا عمل تھا تکبیر کہنا اور روزے رکھنا ہے۔ اس عنوان کی تشریحات میں ہے کہ ابو ہریرہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما جب تکبیر کہتے تو عام لوگ بھی ان کے ساتھ تکبیر کہتے تھے اور تکبیر میں مطلوب بھی یہی ہے کہ جب کسی کہتے ہوئے کو سُنیں تو ارد گرد بھی آدمی ہوں سب بلند آواز سے تکبیر کہیں (تفہیم البخاری) عام طور پر برادرانِ احناف نويس تاريخ سے تکبیر شروع کرتے ہیں، ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ خود ان کے علماء کی تحقیق کے مطابق ان کا یہ طرز عمل سلف کے عمل کے خلاف ہے جیسا کہ یہاں صاحب تفہیم البخاری دیوبندی حنفی نے صاف لکھا ہے کہ ذی الحجہ کے ان دس دنوں میں تکبیر کہنا سلف کا عمل تھا (اللہ نیک توفیق دے) آمین۔ بلکہ تکبیروں کا سلسلہ ایام تشریق میں بھی جاری ہی رہنا چاہئے جو گیارہ سے تیرہ تاریخ تک کے دن ہیں۔ تکبیر کے الفاظ یہ ہیں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر اللہ اکبر واللہ الحمد اور یوں بھی مروی ہیں اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرة واصلا

باب تکبیر منیٰ کے دنوں میں اور جب نويس تاريخ کو عرفات میں جائے

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ منیٰ میں اپنے ڈیرے کے اندر تکبیر کہتے تو مسجد میں موجود لوگ اسے سنتے اور وہ بھی تکبیر کہنے لگتے پھر بازار میں موجود لوگ بھی تکبیر کہنے لگتے اور سارا منیٰ تکبیر سے گونج اٹھتا۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما منیٰ میں ان دنوں میں نمازوں کے بعد، بستر پر، خیمہ میں، مجلس میں، راستے میں اور دن کے تمام ہی حصوں میں تکبیر کہتے تھے اور ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا دسویں تاریخ میں تکبیر کہتی تھیں اور عورتیں ابان بن عثمان اور عبد العزیز کے پیچھے مسجد میں مردوں کے ساتھ تکبیر کہا کرتی تھیں۔

۱۲- بَابُ التَّكْبِيرِ فِي أَيَّامِ مِنَى، وَإِذَا غَدَا إِلَى عَرَفَةَ

وَكَانَ غَمْرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُكَبِّرُ فِي قُبَيْهِ بِمَنَى فَيَسْمَعُهُ أَهْلُ الْمَسْجِدِ فَيُكَبِّرُونَ وَيُكَبِّرُ أَهْلُ الْأَسْوَاقِ حَتَّى تَرْتَجَّ مِنَى تَكْبِيرًا. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُكَبِّرُ بِمَنَى تِلْكَ الْأَيَّامَ وَخَلْفَ الصَّلَوَاتِ وَعَلَى فِرَاشِهِ وَفِي فُسْطَاطِهِ وَمَجْلِسِهِ وَمَمَشَاهُ تِلْكَ الْأَيَّامَ جَمِيعًا. وَكَانَتْ مَيْمُونَةُ تُكَبِّرُ يَوْمَ النَّحْرِ، وَكُنَّ النِّسَاءُ يُكَبِّرْنَ خَلْفَ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ وَعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ لِيَأْتِيَ التَّشْرِيقَ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْمَسْجِدِ.

(۹۷۰) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک بن انس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے محمد بن ابی بکر ثقیفی نے بیان کیا، کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے تلبیہ کے متعلق دریافت کیا کہ آپ لوگ حضرت نبی کریم ﷺ کے عہد میں اسے کس طرح کہتے تھے۔ اس وقت ہم مٹی سے عرفات کی طرف جارہے تھے، انہوں نے فرمایا کہ تلبیہ کہنے والے تلبیہ کہتے اور تکبیر کہنے والے تکبیر۔ اس پر کوئی اعتراض نہ کرتا۔

۹۷۰- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الثَّقَفِيُّ قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسًا - وَنَحْنُ غَادِيَانِ مِنْ مِثْيَ إِلَى عَرَفَاتٍ - عَنِ التَّلْبِيَةِ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ؟ قَالَ: كَانَ يُلَبِّي الْمُلَبِّي لَا يُنْكِرُ عَلَيْهِ، وَيُكَبِّرُ الْمُكَبِّرُ فَلَا يُنْكِرُ عَلَيْهِ.

[طرفہ بی : ۱۶۵۹].

تشریح لفظ مٹی کی تحقیق حضرت علامہ قطلانی شارح بخاری کے لفظوں میں یہ ہے منا بکسر المیم مذکور و یوث فان قصد الموضوع لمذكر و يكتب بالالف و ينصرف و ان قصد البقعة لمونث ولا ينصرف و يكتب بالياء و المختار تذكيره ليعني لفظ منامیم کے زیر کے ساتھ اگر اس سے مٹا موضع مراد لیا جائے تو یہ ذکر ہے اور منصرف ہے اور یہ الف کے ساتھ (مٹا) لکھا جائے گا اور اگر اس سے مراد بقعہ (مقام خاص) لیا جائے تو پھر یہ مونث ہے اور لفظ یاء کے ساتھ مٹی لکھا جائے گا مگر مختار یہی ہے کہ یہ ذکر ہے اور مٹا کے ساتھ اس کی کتابت بہتر ہے۔ پھر فرماتے ہیں وسمی منی لما یعنی فیہ ای براق من اللعاء یعنی یہ مقام لفظ منی سے اس لئے موسوم ہوا کہ یہاں خون بہانے کا قصد ہوتا ہے۔

(۹۷۱) ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے عاصم بن سلیمان سے بیان کیا، ان سے حفصہ بنت سیرین نے، ان سے ام عطیہ نے، انہوں نے فرمایا کہ (آنحضرت کے زمانہ) میں ہمیں عید کے دن عید گاہ میں جانے کا حکم تھا۔ کنواری لڑکیاں اور حائضہ عورتیں بھی پردہ میں باہر آتی تھیں۔ یہ سب مردوں کے پیچھے پردہ میں رہتیں۔ جب مرد تکبیر کہتے تو یہ بھی کہتیں اور جب وہ دعا کرتے تو یہ بھی کرتیں۔ اس دن کی برکت اور پاکیزگی حاصل کرنے کی امید رکھتیں۔

۹۷۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عُمرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ عَاصِمِ بْنِ حَفْصَةَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ: كُنَّا نُوْمِرُ أَنْ نَخْرُجَ يَوْمَ الْعِيدِ، حَتَّى نَخْرُجَ الْبَكْرَ مِنْ خِذْرِهَا، حَتَّى نَخْرُجَ الْحَيْضَ فَيَكُنْ خَلْفَ النَّاسِ فَيَكْبِرْنَ بِتَكْبِيرِهِمْ وَيَذْعُونَ بِذَعَائِهِمْ، يَزْجُونَ بِرَكَّةِ ذَلِكَ الْيَوْمِ وَطَهْرَتِهِ. [راجع: ۳۲۴]

تشریح باب کی مطابقت اس سے ہوئی کہ عید کے دن عورتیں بھی تکبیریں کہتی تھیں اور مسلمانوں کے ساتھ دعاؤں میں بھی شریک ہوتی تھیں۔ درحقیقت عیدین کی روح ہی بلند آواز سے تکبیر کہنے میں مضمر ہے تاکہ دنیا والوں کو اللہ پاک کی بڑائی اور بزرگی سنائی جائے اور اس کی عظمت کا سکھ دل میں بٹھایا جائے۔ آج بھی ہر مسلمان کے لئے نعرۂ تکبیر کی روح کو حاصل کرنا ضروری ہے۔ مردہ قلوب میں زندگی پیدا ہوگی۔ تکبیر کے لفظ یہ ہیں اللہ اکبر اکبر والحمد لله اکثرا و سبحان الله بكرة واصيلا یا یوں کہتے اللہ

اکبر الله اکبر لا اله الا الله والله اکبر الله اکبر والله الحمد

باب عید کے دن بر چھی کو سترہ بنا کر نماز پڑھنا

۱۳ - بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الْحَرَبَةِ

(۹۷۲) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الوہاب ثقفی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد اللہ عمری نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز کیلئے بر جھی آگے آگے اٹھائی جاتی اور وہ عید گاہ میں آپ کے سامنے گاڑ دی جاتی آپ اسی کی آڑ میں نماز پڑھتے۔

کیونکہ عید میدان میں پڑھی جاتی تھی اور میدان میں نماز پڑھنے کے لئے سترہ ضروری ہے، اس لئے چھوٹا سائیزہ لے لیتے تھے جو سترہ کے لئے کافی ہو سکے اور اسے آنحضور ﷺ کے سامنے گاڑ دیتے تھے نیزہ اس لئے لیتے تھے کہ اسے گاڑنے میں آسانی ہوتی تھی۔ امام بخاری رحمہ اللہ اس سے پہلے لکھ آئے ہیں کہ عید گاہ میں ہتھیار نہ لے جانا چاہئے۔ یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ضرورت ہو تو لے جانے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سترہ کے لئے نیزہ لے جایا جاتا تھا (تفسیر البخاری)

باب امام کے آگے آگے عید کے دن

عنترہ یا حربہ لے کر چلنا

(۹۷۳) ہم سے ابراہیم بن منذر حزامی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ولید بن مسلم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو عمرو ازاعی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ عید گاہ جاتے تو برچھا (ڈنڈا جس کے نیچے لوہے کا پھل لگا ہوا ہو) آپ کے آگے آگے لے جایا جاتا تھا پھر یہ عید گاہ میں آپ کے سامنے گاڑ دیا جاتا اور آپ اس کی آڑ میں نماز پڑھتے۔

تشریح اوپر گزر چکی ہے اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ عیدین کی نماز جنگل (میدان) میں پڑھا کرتے تھے پس مسنون یہی ہے جو لوگ بلا عذر بارش وغیرہ مساجد میں عیدین کی نماز ادا کرتے ہیں وہ سنت کے ثواب سے محروم رہتے ہیں۔

باب عورتوں اور حیض والیوں کا

عید گاہ میں جانا

(۹۷۴) ہم سے عبد اللہ بن عبد الوہاب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے محمد نے، ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے، آپ نے فرمایا کہ ہمیں حکم تھا کہ پردہ والی دوشیزاؤں کو عید گاہ کے لئے نکالیں اور ایوب سختیانی نے حفصہؓ سے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔ حفصہؓ کی حدیث میں یہ زیادتی ہے کہ

۹۷۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُرَكِّزُ لَهُ الْخَرَبَةَ قُدَّامَهُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ، ثُمَّ يُصَلِّي. [راجع: ۴۹۴]

۱۴- بَابُ حَمَلِ الْعَنْزَةِ - أَوْ

الْخَرَبَةِ بَيْنَ يَدَيْ الْإِمَامِ يَوْمَ الْعِيدِ

۹۷۳- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرِو قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَغْدُو إِلَى الْمُصَلَّى وَالْعَنْزَةُ بَيْنَ يَدَيْهِ تُحْمَلُ وَتَنْصَبُ بِالْمُصَلَّى بَيْنَ يَدَيْهِ، فَيُصَلِّي إِلَيْهَا. [راجع: ۴۹۴]

۱۵- بَابُ خُرُوجِ النِّسَاءِ

وَالْحَيْضِ إِلَى الْمُصَلَّى

۹۷۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةٍ قَالَتْ: أَمَرْنَا أَنْ نُخْرِجَ الْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ. وَعَنْ أَيُّوبَ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ. وَزَادَ فِي حَدِيثِ

حَفْصَةُ قَالَتْ: أَوْ قَالَتْ: الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ، وَيَعْتَزِلْنَ الْحَيْضُ الْمُصَلَّى .
دو شیرائیں اور پردہ والیاں ضرور (عید گاہ جائیں) اور حائضہ نماز کی جگہ سے علیحدہ رہیں۔

[راجع: ۳۲۴]

تشیخ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے عورتوں کے عیدین میں شرکت کرنے کے متعلق تفصیل سے صحیح احادیث کو نقل فرمایا ہے جن میں کچھ قبل و قال کی گنجائش ہی نہیں۔ متعدد روایات میں موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی جملہ بیویوں اور صاحبزادیوں کو عیدین کے لئے نکالتے تھے۔ یہاں تک فرمادیا کہ حیض والی بھی نکلیں اور وہ نماز سے دور رہ کر مسلمانوں کی دعاؤں میں شرکت کریں اور وہ بھی نکلیں جن کے پاس چادر نہ ہو، چاہئے کہ ان کی ہم جو لیاں ان کو چادر یا دوپٹہ دے دیں۔ بہر حال عورتوں کا عید گاہ میں شرکت کرنا ایک اہم ترین سنت اور اسلامی شعار ہے۔ جس سے شوکت اسلام کا مظاہرہ ہوتا ہے اور مرد و عورت اور بچے میدان عید گاہ میں اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہو کر دعائیں کرتے ہیں۔ جن میں سے کسی ایک کی بھی دعا اگر قبولیت کا درجہ حاصل کر لے تو تمام حاضرین کے لئے باعث صد برکت ہو سکتی ہے۔

اس بارے میں کچھ لوگوں نے فرضی شکوک و شبہات اور مفروضہ خطرات کی بنا پر عورتوں کا عید گاہ میں جانا مکروہ قرار دیا ہے۔ مگر یہ جملہ مفروضہ باتیں ہیں جن کی شرعاً کوئی اصل نہیں ہے۔ عید گاہ کے منتظمین کا فرض ہے کہ وہ پردے کا انتظام کریں اور ہر فساد و خطرہ کے انداد کے لئے پہلے ہی سے بندوبست کر رکھیں۔

حضرت علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے اس بارے میں مفصل مدلل بحث کے بعد فرمایا ہے اما فی معناه من الاحادیث قاضیة بمشروعية خروج النساء فی العیدین الی المصلی من غیر فرق بین البکروالیب والشابة والعجوز والحائض وغیرھا ما لم تکن مغتدة اوکان فی خروجھا فتنۃ اوکان لها عذر یعنی احادیث اس میں فیصلہ دے رہی ہیں کہ عورتوں کو عیدین میں مردوں کے ساتھ عید گاہ میں شرکت کرنا مشروع ہے اور اس بارے میں شادی شدہ اور کنواری اور بوڑھی اور جوان اور حائضہ وغیرہ کا کوئی امتیاز نہیں ہے جب تک ان میں سے کوئی عدت میں نہ ہو یا ان کے نکلنے میں کوئی فتنہ کا ڈر نہ ہو یا کوئی اور عذر نہ ہو تو بلاشک جملہ مسلمان عورتوں کو عید گاہ میں جانا مشروع ہے پھر فرماتے ہیں والقول بکراهية الخروج علی الاطلاق رد للاحدیث الصحیحة بالاراء الفاسدة یعنی مطلقاً عورتوں کے لئے عید گاہ میں جانے کو مکروہ قرار دینا یہ اپنی فاسد رایوں کی بنا پر احادیث صحیحہ کو رد کرتا ہے۔

آج کل جو علماء عیدین میں عورتوں کی شرکت ناجائز قرار دیتے ہیں، ان کو اتنا غور کرنے کی توفیق نہیں ہوتی کہ یہی مسلمان عورتیں بے تحاشا بازاروں میں آتی جاتی، میلوں عرسوں میں شریک ہوتیں اور بہت سی غریب عورتیں جو محنت مزدوری کرتی ہیں۔ جب ان سارے حالات میں یہ مفاسد مفروضہ سے بالاتر ہیں تو عید گاہ کی شرکت میں جبکہ وہاں جانے کے لئے پارہ و بادب ہونا ضروری ہے کون سے فرضی خطرات کا تصور کر کے ان کے لئے عدم جواز کا فتویٰ لگایا جاسکتا ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد اللہ صاحب مبارک پوری دام فیضہ فرماتے ہیں، عورتوں کا عید گاہ میں عید کی نماز کے لئے جانا سنت ہے، شادی شدہ، ہوں یا غیر شادی شدہ جوان ہوں یا ادھیڑ یا بوڑھی۔ عن ام عطیة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یخرج الایہکار والعواتق وذوات الخدور والحیض فاما الحیض ليعتزلن المصلی ویشھدن دعوة المسلمین قالت احداھن یا رسول اللہ ان لم یکن لها جلباب قال فلتصرھا اختھا من جلبابھا (صحیحین وغیرہ) آنحضرت ﷺ عیدین میں دو شیرہ جوان کنواری حیض والی عورتوں کو عید گاہ جانے کا حکم دیتے تھے حیض والی عورتیں نماز سے الگ رہتیں اور مسلمانوں کی دعائیں شریک رہتیں۔ ایک عورت نے عرض کیا اگر کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو تو آپ نے فرمایا کہ اس کی مسلمان بہن اپنی چادر میں لے جائے۔ جو لوگ کراہت کے قائل ہیں یا جوان یا

بوڑھی کے درمیان فرق کرتے ہیں درحقیقت وہ صحیح حدیث کو اپنی فاسد اور باطل راویوں سے رد کرتے ہیں۔ حافظ نے فتح الباری میں اور ابن حزم نے اپنی محلی میں بالتفصیل مخالفین کے جوابات ذکر کئے ہیں عورتوں کو عید گاہ میں سخت پردہ کے ساتھ بغیر کسی قسم کی خوشبو لگائے اور بغیر بجنے والے زیوروں اور زینت کے لباس کے جانا چاہئے تاکہ قفسہ کا باعث نہ بنیں قال شیخنا فی شرح الترمذی لا دلیل علی منع الخروج الی العید للشواہب مع الامن من المفاسد مما حدثن فی هذا الزمان بل هو مشروع لهن وهو القول الراجح انتہی یعنی امن کی حالت میں جوان عورتوں کو شرکت عیدین سے روکنا اس کے متعلق مانعین کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ وہ مشروع ہے اور قول راجح یہی ہے۔

باب بچوں کا عید گاہ

جانا

(۹۷۵) ہم سے عمرو بن عباس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد الرحمن بن ممدی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے عبد الرحمن بن عباس سے بیان کیا، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے عید الفطریا عید الاضحیٰ کے دن نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ نے نماز پڑھنے کے بعد خطبہ دیا پھر عورتوں کی طرف آئے اور انہیں نصیحت فرمائی اور صدقہ کے لئے حکم فرمایا

باب امام عید کے خطبے میں لوگوں کی طرف

منہ کر کے کھڑا ہو

(۹۷۶) ہم سے ابو نعیم فضل بن دیکین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن طلحہ نے بیان کیا، ان سے زبید نے، ان سے شعبی نے، ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ عید الاضحیٰ کے دن بقیع کی طرف تشریف لے گئے اور دو رکعت عید کی نماز پڑھائیں۔ پھر ہماری طرف چہرہ مبارک کر کے فرمایا کہ سب سے مقدم عبادت ہمارے اس دن کی یہ ہے کہ پہلے ہم نماز پڑھیں پھر (نماز اور خطبے سے لوٹ) کر قربانی کریں، اس لئے جس نے اس طرح کیا اس نے ہماری سنت کے مطابق کیا اور جس نے نماز سے پہلے ذبح کر دیا تو وہ ایسی چیز ہے جسے اس نے اپنے گھروالوں کے کھلانے کے لئے جلدی سے مہیا کر دیا ہے اور اس کا قربانی سے کوئی تعلق نہیں۔ اس پر ایک

۱۶- بَابُ خُرُوجِ الصِّبْيَانِ إِلَى

المُصَلَّى

۹۷۵ - حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ : خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ فِطْرٍ أَوْ أَضْحَى، فَصَلَّى الْعِيدَ، ثُمَّ خَطَبَ، ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَرَهُنَّ، وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ. [راجع: ۹۸]

۱۷- بَابُ اسْتِقْبَالِ الْإِمَامِ النَّاسَ

فِي خُطْبَةِ الْعِيدِ

۹۷۶ - حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ عَنْ زُبَيْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ : خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ أَضْحَى إِلَى بَقِيعٍ فَصَلَّى الْعِيدَ رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ وَقَالَ : ((إِنْ أَوَّلَ نُسْكِنَا فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نَبْدَأَ بِالصَّلَاةِ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَتَخَرَّ. فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ وَافَقَ سُنَّتَنَا، وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ ذَلِكَ فَلَانَمَا هُوَ شَيْءٌ عَجَلَهُ لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النَّسْكِ فِي شَيْءٍ)). فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي ذَبَحْتُ

فحص نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے تو پہلے ہی ذبح کر دیا۔ لیکن میرے پاس ایک سال کی بٹھیا ہے اور وہ دوندی بکری سے زیادہ بہتر ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ خیر تم اسی کو ذبح کر لو لیکن تمہارے بعد کسی کی طرف سے ایسی بٹھیا جائز نہ ہوگی۔

وَعَنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُسْنَةٍ. قَالَ: ((اذْبَحْهَا، وَلَا تَفِي عَنْ أَحَدٍ بِغَذَلِك)).

[راجع: ۹۵۱]

سوال کرنے والے ابو بردہ بن نیار انصاری تھے۔ حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

باب عید گاہ میں نشان لگانا

یعنی کوئی اونچی چیز جیسے لکڑی وغیرہ اس سے یہ غرض تھی کہ عید گاہ کا مقام معلوم رہے۔

(۹۷۷) ہم سے مسدد بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے سفیان ثوری سے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبد الرحمن بن عابس نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا۔ ان سے دریافت کیا گیا تھا کہ کیا آپ نبی کریم ﷺ کے ساتھ عید گاہ گئے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں اور اگر باوجود کم عمری کے میری قدر و منزلت آپ کے یہاں نہ ہوتی تو میں جا نہیں سکتا تھا۔ آپ اس نشان پر آئے جو کثیر بن صلت کے گھر کے قریب ہے۔ آپ نے وہاں نماز پڑھائی پھر خطبہ سنایا۔ اس کے بعد عورتوں کی طرف آئے۔ آپ کے ساتھ بلالؓ بھی تھے۔ آپ نے انہیں وعظ اور نصیحت کی اور صدقہ کے لئے کہا۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ عورتیں اپنے ہاتھوں سے بلالؓ کے کپڑے میں ڈالے جا رہی تھیں۔ پھر آنحضرت ﷺ اور بلالؓ گھر واپس ہوئے۔

۹۷۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَابَسٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قِيلَ لَهُ: أَشْهَدْتَ الْعِيدَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَلَوْ لَا مَكَانِي مِنَ الصَّغَرِ مَا شَهِدْتُهُ، حَتَّى آتَى الْعَلَمَ الَّذِي عِنْدَ دَارِ كَثِيرِ بْنِ الصَّلْتِ فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ، ثُمَّ آتَى النِّسَاءَ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَرَأَيْتُهُنَّ يَهُونِينَ بِأَيْدِيهِنَّ يَقْلِقُنَّهُ فِي ثَوْبِ بِلَالٍ، ثُمَّ انْطَلَقَ هُوَ وَبِلَالٌ إِلَى بَيْتِهِ.

[راجع: ۹۸]

کثیر بن صلت کا مکان آنحضرت ﷺ کے بعد بنایا گیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لوگوں کو عید گاہ کا مقام بتانے کیلئے اس کا پتہ دیا۔

باب امام کا عید کے دن عورتوں کو

نصیحت کرنا

(۹۷۸) ہم سے اسحاق بن ابراہیم بن نصر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الرزاق نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے عطاء نے خبر دی کہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو میں نے یہ کہتے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر کی نماز پڑھی۔ پہلے آپ نے

۱۹- بَابُ مَوْعِظَةِ الْإِمَامِ النِّسَاءِ

يَوْمَ الْعِيدِ

۹۷۸ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ نَصْرِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُولُ: [قَامَ

نماز پڑھی اس کے بعد خطبہ دیا۔ جب آپ خطبہ سے فارغ ہو گئے تو اترے اور عورتوں کی طرف آئے۔ پھر انہیں نصیحت فرمائی۔ آپ اس وقت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا سارا لئے ہوئے تھے۔ بلالؓ نے اپنا کپڑا پھیلا رکھا تھا جس میں عورتیں صدقہ ڈال رہی تھیں۔ میں نے عطاء سے پوچھا کیا یہ صدقہ فطر دے رہی تھیں؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں بلکہ وہ صدقہ کے طور پر دے رہی تھیں۔ اس وقت عورتیں اپنے چھلے (وغیرہ) برابر ڈال رہی تھیں۔ پھر میں نے عطاء سے پوچھا کہ کیا آپ اب بھی امام پر اس کا حق سمجھتے ہیں کہ وہ عورتوں کو نصیحت کرے؟ انہوں نے فرمایا ہاں ان پر یہ حق ہے اور کیا وجہ ہے کہ وہ ایسا نہیں کرتے۔

(۹۷۹) ابن جریج نے کہا کہ حسن بن مسلم نے مجھے خبر دی، انہیں طاؤس نے، انہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے، انہوں نے فرمایا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ عید الفطر کی نماز پڑھنے گیا ہوں۔ یہ سب حضرات خطبہ سے پہلے نماز پڑھتے اور بعد میں خطبہ دیتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے، میری نظروں کے سامنے وہ منظر ہے، جب آپؐ لوگوں کو ہاتھ کے اشارہ سے بٹھا رہے تھے۔ پھر آپؐ صغوں سے گزرتے ہوئے عورتوں کی طرف آئے۔ آپ کے ساتھ بلال تھے۔ آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ”اے نبی! جب تمہارے پاس مومن عورتیں بیعت کے لئے آئیں“ الایہ۔ پھر جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ کیا تم ان باتوں پر قائم ہو؟ ایک عورت نے جواب دیا کہ ہاں۔ ان کے علاوہ کوئی عورت نہ بولی، حسن کو معلوم نہیں کہ بولنے والی خاتون کون تھیں؟ آپؐ نے خیرات کے لئے حکم فرمایا اور بلالؓ نے اپنا کپڑا پھیلا دیا اور کہا کہ لاؤ تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ چنانچہ عورتیں چھلے اور انگوٹھیاں بلالؓ کے کپڑے میں ڈالنے لگیں۔ عبدالرزاق نے کہا ”فتح“ بڑے (چھلے) کو کہتے ہیں جس کا جاہلیت کے زمانہ میں استعمال تھا۔

النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الْفِطْرِ لَفَصَلَّى، فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ ثُمَّ خَطَبَ. فَلَمَّا فَرَغَ نَزَلَ فَأَتَى النِّسَاءَ فَذَكَرَهُنَّ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلَى يَدِ بِلَالٍ، وَبِلَالٌ بَاسِطٌ ثَوْبَهُ يُلْقِي فِيهِ النِّسَاءُ الصَّدَقَةَ. قُلْتُ لِعَطَاءٍ: زَكَاةَ يَوْمِ الْفِطْرِ؟ قَالَ: لَا، وَلَكِنْ صَدَقَةٌ يَتَصَدَّقْنَ حِينَئِذٍ: تُلْقِي فَتَحَهَا وَيُلْقِينَ. قُلْتُ لِعَطَاءٍ أَتَرَى حَقًّا عَلَى الْإِمَامِ ذَلِكَ وَثَذَكُرُهُنَّ؟ قَالَ: إِنَّهُ لِحَقٌّ عَلَيْهِمْ، وَمَا لَهُمْ لَا يَفْعَلُونَهُ؟

[راجع: ۹۵۸]

۹۷۹- قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: وَأَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((شَهِدْتُ الْفِطْرَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ يُصَلُّونَهَا قَبْلَ الْخُطْبَةِ، ثُمَّ يُخْطَبُ بَعْدُ. خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ حِينَ يُجْلِسُ بِيَدِهِ. ثُمَّ أَقْبَلَ يَشْفُقُهُمْ حَتَّى أَتَى النِّسَاءَ مَعَ بِلَالٍ فَقَالَ: ((هِيَ أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعَنَّكَ)) الْآيَةُ. ثُمَّ قَالَ حِينَ فَرَغَ مِنْهَا: ((أَتَنْتَ عَلَى ذَلِكَ؟)) فَقَالَتْ امْرَأَةٌ وَاحِدَةً مِنْهُنَّ - لَمْ يُجِبْهُ غَيْرُهَا - : نَعَمْ. لَا يَذَرِي حَسَنٌ مِنْ هِيَ قَالَ: ((فَتَصَدَّقْنَ)) فَبَسَطَ بِلَالٌ ثَوْبَهُ ثُمَّ قَالَ: هَلُمَّ، لَكُنْ فِدَاءُ أَبِي وَأُمِّي. فَيُلْقِينَ الْفَتْخَ وَالْخَوَاتِيمَ فِي ثَوْبِ بِلَالٍ. قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: الْفَتْخُ: الْخَوَاتِيمُ الْعِظَامُ

كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ. [راجع: ٥٧]

اگرچہ عہد نبوی میں عید گاہ کے لئے کوئی عمارت نہیں تھی اور جہاں عیدین کی نماز پڑھی جاتی تھی وہاں کوئی منبر بھی نہیں تھا لیکن اس لفظ فلما فرغ نزل سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بلند جگہ تھی جس پر آپ خطبہ دیتے تھے۔ جب آنحضور ﷺ مردوں کے سامنے خطبہ دے چکے تو لوگوں نے سمجھا کہ اب خطبہ ختم ہو گیا ہے اور انہیں واپس جانا چاہئے، چنانچہ لوگ واپس کے لئے اٹھے لیکن نبی اکرم ﷺ نے انہیں ہاتھ کے اشارہ سے روکا کہ ابھی بیٹھے رہیں۔ کیونکہ آپ عورتوں کو خطبہ دینے جارہے تھے

دوسری روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جواب دینے والی خاتون اسماء بنت یزید تھیں جو اپنی فصاحت و بلاغت کی وجہ سے ”خطیبۃ النساء“ کے نام سے مشہور تھیں۔ انہیں کی ایک روایت میں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ عورتوں کی طرف آئے تو میں بھی ان میں موجود تھی۔ آپ نے فرمایا کہ عورتو! تم جنم کا ایندھن زیادہ بندگی۔ میں نے آپ کو پکار کر کہا کیونکہ میں آپ کے ساتھ بہت تھی کہ یا رسول اللہ! ایسا کیوں ہو گا؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ تم لوگ لعن طعن بہت زیادہ کرتی ہو اور اپنے شوہر کی ناشکری کرتی ہو۔

۲۰- بَابُ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ بَابُ اِگر کسی عورت کے پاس عید کے دن دوپٹہ

(یا چادر) نہ ہو

فِي الْعِيدِ

۹۸۰- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ قَالَتْ: ((كُنَّا نَمْنَعُ جَوَارِيَنَا أَنْ يَخْرُجْنَ يَوْمَ الْعِيدِ، فَجَاءَتِ امْرَأَةٌ فَزَلَّتْ قَصْرَ بَنِي خَلْفٍ، فَأَتَيْتُهَا، فَحَدَّثَتْ أَنَّ زَوْجَ أُخْتِهَا غَزَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً، فَكَانَتْ أُخْتُهَا مَعَهُ فِي سِتِّ غَزَوَاتٍ، قَالَتْ: فَكُنَّا نَقُومُ عَلَى الْمَرْضَى، وَنُدَاوِي الْكَلْمَى. فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، عَلَى إِحْدَانَا بَأْسٌ - إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ - أَنْ لَا تَخْرُجَ؟ فَقَالَ: ((لَتَلْبِسْنَهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا، فَلْيَشْهَدَنَّ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِينَ)). قَالَتْ حَفْصَةُ: فَلَمَّا قَدِمَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ أَتَيْتُهَا فَسَأَلْتُهَا: أَسَمِعْتَ فِي كَذَا وَكَذَا؟

۹۸۰- ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد الوارث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ایوب سختیانی نے حفصہ بنت سیرین کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم اپنی لڑکیوں کو عید گاہ جانے سے منع کرتے تھے۔ پھر ایک خاتون باہر سے آئی اور قصر بنو خلف میں قیام کیا میں ان سے ملنے کے لئے حاضر ہوئی تو انہوں نے بیان کیا کہ ان کی بہن کے شوہر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ لڑائیوں میں شریک رہے اور خود ان کی بہن اپنے شوہر کے ساتھ چھ لڑائیوں میں شریک ہوئی تھیں، ان کا بیان تھا کہ ہم مریضوں کی خدمت کیا کرتے تھے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتے تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! کیا ہم میں سے اگر کسی کے پاس چادر نہ ہو اور اس وجہ سے وہ عید کے دن (عید گاہ) نہ جا سکے تو کوئی حرج ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس کی سہیلی اپنی چادر کا ایک حصہ اسے اڑھا دے اور پھر وہ خیر اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوں۔ حفصہ نے بیان کیا کہ پھر جب ام عطیہ یہاں تشریف لائیں تو میں ان کی خدمت میں بھی حاضر ہوئی اور دریافت کیا کہ آپ نے

فلاں فلاں بات سنی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہاں میرے باپ آپ پر فدا ہوں۔ ام عطیہؓ جب بھی نبی کریم ﷺ کا ذکر کرتیں تو یہ ضرور کہتیں کہ میرے باپ آپ پر فدا ہوں، ہاں تو انہوں نے بتلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جوان پردہ والی یا جوان اور پردہ والی باہر نکلیں۔ شبہ ایوب کو تھا۔ البتہ حائضہ عورتیں عید گاہ سے علیحدہ ہو کر بیٹھیں انہیں خیر اور مسلمانوں کی دعا میں ضرور شریک ہونا چاہئے۔ حنفیہ نے کہا کہ میں نے ام عطیہؓ سے دریافت کیا کہ حائضہ عورتیں بھی؟ انہوں نے فرمایا کیا حائضہ عورتیں عرفات نہیں جاتیں اور کیا وہ فلاں فلاں جگہوں میں شریک نہیں ہوتیں۔

(پھر اجتماع عید ہی کی شرکت میں کون سی قباحت ہے)

[راجع: ۳۲۴]

حنفیہ کے سوال کی وجہ یہ تھی کہ جب حائضہ پر نماز ہی فرض نہیں اور نہ وہ نماز پڑھ سکتی ہے تو عید گاہ میں اس کی شرکت سے کیا فائدہ ہو گا۔ اس پر حضرت ام عطیہؓ نے فرمایا کہ جب حیض والی عرفات اور دیگر مقامات مقدسہ میں جا سکتی ہیں اور جاتی ہیں تو عید گاہ میں کیوں نہ جائیں، اس جواب پر آج کل کے ان حضرات کو غور کرنا چاہئے جو عورتوں کو عید گاہ میں جانا ناجائز قرار دیتے ہیں اور اس کے لئے سوخیلے بہانے تراشتے ہیں حالانکہ مسلمانوں کی عورتیں ملیوں میں اور فسق و فجور میں دھڑلے سے شریک ہوتی ہیں۔

خلاصہ یہ کہ حیض والی عورتوں کو بھی عید گاہ جانا چاہئے۔ وہ نماز سے الگ رہیں مگر دعاؤں میں شریک ہوں۔ اس سے مسلمانوں کی اجتماعی دعاؤں کی اہمیت بھی ثابت ہوتی ہے۔ بلاشبک دعا مومن کا ہتھیار ہے اور جب مسلمان مرد و عورت مل کر دعا کریں تو نہ معلوم کس کی دعا قبول ہو کر جملہ اہل اسلام کے لئے باعث برکت ہو سکتی ہے۔ بحالات موجودہ جبکہ مسلمان ہر طرف سے مصائب کا شکار ہیں بالضرور دعاؤں کا سارا ضروری ہے۔ امام عید کا فرض ہے کہ خشوع خضوع کے ساتھ اسلام کی سربلندی کے لئے دعا کرے، خاص طور پر قرآنی دعائیں زیادہ مؤثر ہیں پھر احادیث میں بھی بڑی پاکیزہ دعائیں وارد ہوئی ہیں۔ ان کے بعد سامعین کی بلوری زبانوں میں بھی دعا کی جاسکتی ہے۔ (وباللہ التوفیق)

باب حائضہ عورتیں عید گاہ سے

علیحدہ رہیں

(۹۸۱) ہم سے محمد بن ثنیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن ابراہیم ابن ابی عدی نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن عون نے بیان کیا، ان سے محمد بن سیرین نے کہا کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہمیں حکم تھا کہ حائضہ عورتوں، دوہیزاؤں اور پردہ والیوں کو عید گاہ لے جائیں۔۔۔ ابن عون نے کہا کہ یا (حدیث میں) پردہ دان

۲۱- بَابُ اغْتِزَالِ الْحَيْضِ

بِالْمُصَلِّي

۹۸۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ: قَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ: أَمَرْنَا أَنْ نَخْرُجَ فَنُخْرِجَ الْحَيْضَ وَالْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ - قَالَ ابْنُ عَوْنٍ: أَوْ الْعَوَاتِقَ

دو شیرائیں ہے۔۔۔۔۔ البتہ حائفہ عورتیں مسلمانوں کی جماعت اور دعاؤں میں شریک ہوں اور (نماز سے) الگ رہیں۔

باب عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ میں نحر اور ذبح کرنا

(۹۸۲) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تمیمی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یسٹ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے کثیر بن فرقہ نے نافع سے بیان کیا، ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ ہی میں نحر اور ذبح کیا کرتے۔

ذَوَاتِ الْغُثُورِ - فَأَمَّا الْحَيْضُ فَيُشْهَدْنَ
جَمَاعَةُ الْمُسْلِمِينَ وَذَعُوتُهُمْ وَيَغْتَزِلْنَ
مُصَلَّاهُمْ. [راجع: ۳۲۴]

۲۲- بَابُ النَّحْرِ وَالذَّبْحِ بِالْمُصَلَّى يَوْمَ النَّحْرِ

۹۸۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ:
حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي كَثِيرُ بْنُ فَرْقَدٍ
عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ
كَانَ يَنْحَرُ - أَوْ يَذْبَحُ - بِالْمُصَلَّى)).
[أطرافه في : ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۵۵۵۱، ۵۵۵۲].

نحر اونٹ کا ہوتا ہے ہلق جانوروں کو لٹا کر ذبح کرتے ہیں۔ اونٹ کو کھڑے کھڑے اس کے سینہ میں خنجر مار دیتے ہیں اس کا نام نحر ہے۔ قرہنی شعائر اسلام میں ہے۔ حسب موقع و محل بلاشبہ عید گاہ میں بھی نحر اور قرہانی مسنون ہے مگر بحالات موجودہ اپنے گھروں یا مقررہ مقامات پر یہ سنت ادا کرنی چاہئے، حالات کی مناسبت کے لئے اسلام میں گنجائش رکھی گئی ہے۔

باب عید کے خطبہ میں امام کا اور لوگوں کا باتیں کرنا

اور امام کا جواب دینا جب خطبہ میں اس سے کچھ پوچھا (۹۸۳) ہم سے مسدد بن مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو الاحوص سلام بن سلیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے منصور بن معتمر نے بیان کیا کہ ان سے عامر شعبی نے، ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے بقر عید کے دن نماز کے بعد خطبہ سنایا اور فرمایا کہ جس نے ہماری طرح کی نماز پڑھی اور ہماری طرح کی قرہانی کی، اس کی قرہانی درست ہوئی۔ لیکن جس نے نماز سے پہلے قرہانی کی تو وہ ذبیحہ صرف گوشت کھانے کے لئے ہوگا۔ اس پر ابو بردہ بن نیار نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ قسم اللہ کی میں نے تو نماز کے لئے آنے سے پہلے قرہانی کر لی میں نے یہ سمجھا کہ آج کا دن

۲۳- بَابُ كَلَامِ الْإِمَامِ وَالنَّاسِ فِي خُطْبَةِ الْعِيدِ

وَإِذَا سَمِعَ الْإِمَامُ عَنْ شَيْءٍ وَهُوَ يَخْطُبُ
۹۸۳- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو
الْأَخْوَصِ قَالَ: حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ
عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الثَّوْرِيِّ عَنِ عَازِبٍ قَالَ:
خَطَبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ بَعْدَ
الصَّلَاةِ وَ قَالَ: ((مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا،
وَسَكَتَ نُسُكًا، فَقَدْ أَصَابَ النُّسُكَ. وَمَنْ
نَسَكَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلَيْتَ شَأْنُ لَحْمٍ)).
فَقَامَ أَبُو بُرْزَةَ بْنُ بَيَّارٍ فَقَالَ: يَا رَسُولَ
اللَّهِ، وَاللَّهِ لَقَدْ نَسَكْتُ قَبْلَ أَنْ أَخْرُجَ

کھانے پینے کا دن ہے، اسی لئے میں نے جلدی کی اور خود بھی کھلایا اور گھروالوں کو اور پڑوسیوں کو بھی کھلایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بہر حال یہ گوشت (کھانے کا) ہوا (قریبانی نہیں) انہوں نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک بکری کا سال بھر کا بچہ ہے وہ دو بکریوں کے گوشت سے زیادہ بہتر ہے۔ کیا میری (طرف سے اس کی) قربانی درست ہوگی؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں مگر تمہارے بعد کسی کی طرف سے ایسے بچے کی قربانی کافی نہ ہوگی۔

اس سے یہ ثابت فرمایا کہ امام اور لوگ عید کے خطبہ میں مسائل کی بات کر سکتے ہیں اور آگے کے فقروں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خطبہ کی حالت میں اگر امام سے کوئی شخص مسئلہ پوچھے تو جواب دے۔

(۹۸۴) ہم سے حامد بن عمر نے بیان کیا، ان سے حماد بن زید نے، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے محمد بن انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقرعید کے دن نماز پڑھ کر خطبہ دیا آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے نماز سے پہلے جانور ذبح کر لیا اسے دوبارہ قربانی کرنی ہوگی۔ اس پر انصار میں سے ایک صاحب اٹھے کہ یا رسول اللہ! میرے کچھ غریب بھوکے پڑوسی ہیں یا یوں کہا وہ محتاج ہیں۔ اس لئے میں نے نماز سے پہلے ذبح کر دیا البتہ میرے پاس ایک سال کی ایک بچھیا ہے جو دو بکریوں کے گوشت سے بھی زیادہ مجھے پسند ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دے دی۔

(۹۸۵) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے اسود بن قیس نے، ان سے جندب نے، انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے بقرعید کے دن نماز پڑھنے کے بعد خطبہ دیا پھر قربانی کی۔ آپ نے فرمایا کہ جس نے نماز سے پہلے ذبح کر لیا ہو تو اسے دوسرا جانور بدلہ میں قربانی کرنا چاہئے اور جس نے نماز سے پہلے ذبح نہ کیا ہو وہ اللہ کے نام پر ذبح کرے۔

إِلَى الصَّلَاةِ، وَعَرَفْتُ أَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ، فَتَعَجَّلْتُ، وَأَكَلْتُ وَأَطْعَمْتُ أَهْلِي وَجِيرَانِي. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((بَلَّغْ شَاةَ لَحْمٍ)). قَالَ: فَإِنْ عِنْدِي عَنَاقٌ جَذَعَةٌ لَهَا خَيْرٌ مِنْ شَاتِي لَحْمٍ، لَهَلْ تَجْزِي عَنِّي؟ قَالَ: ((نَعَمْ، وَلَكِنْ تَجْزِي عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ)) [راجع: ۹۰۱].

۹۸۴ - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ عَنْ حَمَادِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ: ((إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى يَوْمَ النَّحْرِ، ثُمَّ خَطَبَ فَأَمَرَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ أَنْ يُعِيدَ ذَبْحَهُ. فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، جِيرَانُ لِي - إِمَّا قَالَ: بِهِمْ خَصَاصَةٌ، وَإِمَّا قَالَ: بِهِمْ فَقَرَّ - وَإِنِّي ذَبَحْتُ قَبْلَ الصَّلَاةِ، وَعِنْدِي عَنَاقٌ لِي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شَاتِي لَحْمٍ. فَوَرَّعَ لَهَا فِيهَا)). [راجع: ۹۰۴]

۹۸۵ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْأَسْوَدِ عَنْ جُنْدَبٍ قَالَ: ((صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ، ثُمَّ خَطَبَ، ثُمَّ ذَبَحَ وَقَالَ: مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَلْيَذْبَحْ أُخْرَى مَكَانَهَا، وَمَنْ لَمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ بِاسْمِ اللَّهِ)). [أطرافه في: ۵۰۰، ۵۰۶۲، ۶۶۷۴، ۷۴۰۰].

۲۴- بَابُ مَنْ خَالَفَ الطَّرِيقَ إِذَا

رَجَعَ يَوْمَ الْعِيدِ

۹۸۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو ثَمَلَةَ يَحْيَى بْنُ وَاصِحٍ عَنْ فُلَيْحِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا كَانَ يَوْمُ عِيدِ خَالَفَ الطَّرِيقَ)). تَابَعَهُ يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ فُلَيْحٍ عَنْ سَعِيدِ أَبِي هُرَيْرَةَ. وَحَدَّثَ جَابِرٌ أَصْحَابُهُ.

باب جو شخص عید گاہ کو ایک راستے سے جائے وہ گھر کو

دوسرے راستے سے آئے

(۹۸۶) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں ابو تمیلہ یحییٰ بن واضح نے خبر دی، انہیں فلیح بن سلیمان نے، انہیں سعید بن حارث نے، انہیں جابر رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن ایک راستے سے جاتے پھر دوسرا راستہ بذل کر آتے۔ اس روایت کی متابعت یونس بن محمد نے فلیح سے کی، ان سے سعید نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا لیکن جابر کی روایت زیادہ صحیح ہے۔

یعنی جو شخص سعید کا شیخ جابر کو قرار دیتا ہے اس کی روایت اس سے زیادہ صحیح ہے جو ابو ہریرہ کو سعید کا شیخ کہتا ہے۔ یونس کی اس روایت کو اسماعیل نے وصل کیا ہے۔

راستہ بدل کر آنا جانا بھی شرعی مصالح سے خالی نہیں ہے جس کا مقصد علماء نے یہ سمجھا کہ ہر دو راستوں پر عبادت الہی کے لئے نمازی کے قدم پڑیں گے اور دونوں راستوں کی زمینیں عند اللہ اس کے لئے گواہ ہوں گی (واللہ اعلم)

۲۵- بَابُ إِذَا فَاتَهُ الْعِيدُ يُصَلِّي

رَكَعَتَيْنِ

وَكَذَلِكَ النِّسَاءُ وَمَنْ كَانَ فِي الْبُيُوتِ وَالْقُرَى، لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((هَذَا عِيدُنَا يَا أَهْلَ الْإِسْلَامِ)). وَأَمَرَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ مَوْلَاهُمْ ابْنُ أَبِي عُثْبَةَ بِالزَّوَاوِيَةِ فَجَمَعَ أَهْلَهُ وَبَيْنَهُ وَصَلَّى كَصَلَاةِ أَهْلِ الْمَصْنَرِ وَتَكْبِيرِهِمْ. وَقَالَ عِكْرِمَةُ: أَهْلُ السَّوَادِ يَجْتَمِعُونَ فِي الْعِيدِ يُصَلُّونَ رَكَعَتَيْنِ كَمَا يَصْنَعُ الْإِمَامُ. وَقَالَ عَطَاءٌ: إِذَا فَاتَهُ الْعِيدُ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ.

باب اگر کسی کو جماعت سے عید کی نماز نہ ملے تو پھر دو

رکعت پڑھ لے

اور عورتیں بھی ایسا ہی کریں اور وہ لوگ بھی جو گھروں اور دیہاتوں وغیرہ میں ہوں اور جماعت میں نہ آسکیں (وہ بھی ایسا ہی کریں) کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ اسلام والو! یہ ہماری عید ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے غلام ابن ابی عتبہ زاویہ نامی گاؤں میں رہتے تھے۔ انہیں آپ نے حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھروالوں اور بچوں کو جمع کر کے شہر والوں کی طرح نماز عید پڑھیں اور تکبیر کہیں۔ عکرمہ نے شہر کے قرب و جوار میں آباد لوگوں کے لئے فرمایا کہ جس طرح امام کرتا ہے یہ لوگ بھی عید کے دن جمع ہو کر دو رکعت نماز پڑھیں۔ عطاء نے کہا کہ اگر کسی کی عید کی نماز (جماعت) چھوٹ جائے تو دو رکعت (تھا) پڑھ لے۔

امام بخاری نے یہاں یہ ثابت فرمایا ہے کہ عید کی نماز سب کو پڑھنا چاہئے خواہ گاؤں میں ہوں یا شہر میں اور اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ زاویہ بصرہ سے چھ میل پر ایک گاؤں تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنا مکان وہاں پر ہی بنوایا تھا۔

(۹۸۷) ہم سے یحییٰ بن کثیر نے بیان کیا، کہا کہ ان سے یثرب بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ نے، ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کے یہاں (مناکے دنوں میں) تشریف لائے اس وقت گھر میں دو لڑکیاں دف بجا رہی تھیں اور بعثت کی لڑائی کی نظمیں گا رہی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چہرہ مبارک پر کپڑا ڈالے ہوئے تشریف فرما تھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو ڈانٹا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹا کر فرمایا کہ ابو بکر جانے بھی دو یہ عید کے دن ہیں (اور وہ بھی منامیں)

(۹۸۸) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے (ایک دفعہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے مجھے چھپا رکھا تھا اور میں حبشہ کے لوگوں کو دیکھ رہی تھی جو مسجد میں تیروں سے کھیل رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں ڈانٹا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جانے دو اور ان سے فرمایا اے بنو ارفدہ! تم بے فکر ہو کر کھیل دکھاؤ۔

شاید امام بخاری نے اس حدیث سے باب کا مطلب یوں نکالا کہ جب ہر ایک شخص کے لئے یہ دن خوشی کے ہوئے تو ہر ایک کو عید کی نماز بھی پڑھنی ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحیٰ اور بعد کے ایام تشریق گیارہ، بارہ، تیرہ سب کو عید کے ایام فرمایا اور ارشاد ہوا کہ ایک تو عید کے دن خود خوشی کے دن ہیں اور پھر منیٰ میں ہونے کی اور خوشی ہے کہ اللہ نے حج نصیب فرمایا۔

باب عید گاہ میں عید کی نماز سے پہلے یا اس کے بعد نفل نماز

پڑھنا کیسا ہے

اور ابو معلیٰ یحییٰ بن میمون نے کہا کہ میں نے سعید سے سنا، وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے تھے کہ آپ عید سے پہلے نفل نماز پڑھنا مکروہ جانتے تھے۔

حافظ نے کہا کہ یہ اثر مجھ کو موصول نہیں ملا اور ابو المعلیٰ سے اس کتاب میں اس کے سوا اور کوئی روایت نہیں ہے۔

(۹۸۹) ہم سے ابو ولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عدی بن ثابت نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے سعید بن جبیر سے سنا، وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن نکلے اور (عید گاہ) میں دو رکعت نماز عید پڑھی۔

۹۸۷- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ: ((أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ فِي أَيَّامٍ مِنِّي تُدَلِّفَانِ وَتَضْرِبَانِ - وَالنَّبِيُّ ﷺ مُتَغَشٍّ بِثَوْبِهِ - فَانْتَهَرَهُمَا أَبُو بَكْرٍ فَكَشَفَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ: ((دَغَهُمَا يَا أَبَا بَكْرٍ، لِإِنِّهَا أَيَّامُ عِيدٍ. وَتِلْكَ الْأَيَّامُ أَيَّامُ مِنِّي)).

[راجع: ۹۴۹]

۹۸۸- وَقَالَتْ عَائِشَةُ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْتُرْنِي وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى الْحَبَشَةِ وَهُمْ يَلْعَبُونَ فِي الْمَسْجِدِ، فَوَجَرَهُمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((دَغَهُمْ. أَمَّا بَنِي أَرْفَدَةَ)) يَعْنِي مِنَ الْأَمْنِ. [راجع: ۴۵۴]

۲۶- بَابُ الصَّلَاةِ قَبْلَ الْعِيدِ

وَبَعْدَهَا

وَقَالَ أَبُو الْمُعَلَّى: سَمِعْتُ سَعِيدًا عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ كَرِهَ الصَّلَاةَ قَبْلَ الْعِيدِ.

۹۸۹- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلَّى

رَكَعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا، وَمَعَهُ
بَلَاءٌ))۔ آپؐ نے نہ اس سے پہلے نفل نماز پڑھی اور نہ اس کے بعد۔ آپؐ کے ساتھ بلالؓ بیٹھ بھی تھے۔

علامہ شوکانی فرماتے ہیں قولہ لم یصل قبلہا ولا بعدہا فیہ ولی بقیۃ احادیث الباب دلیل علی کراہۃ الصلوۃ قبل صلاۃ العید
وبعدہا الیہ ذهب احمد بن حنبل قال ابن قدامة وهو مذهب ابن عباس و ابن عمر الخ (نبیل الاوطار)

یعنی اس حدیث اور اس بارے میں دیگر احادیث سے ثابت ہوا کہ عید کی نماز کے پہلے اور بعد نفل نماز پڑھنی مکروہ ہے۔ امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مسلک ہے اور بقول ابن قدامہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت علی و حضرت عبداللہ بن مسعود اور بہت سے اکابر صحابہ و تابعین کا بھی یہی مسلک ہے۔ امام زہری فرماتے ہیں لم اسمع احدا من علماء نایذکر ان احد من سلف هذه الامة کان یصلی قبل تلك الصلوۃ ولا بعدہا (نبیل الاوطار)

یعنی اپنے زمانہ کے علماء میں میں نے کسی عالم سے نہیں سنا کہ سلف امت میں سے کوئی بھی عید سے پہلے یا بعد میں کوئی نفل نماز پڑھتا ہو۔ ہاں عید کی نماز پڑھ کر اور واپس گھر آ کر گھر میں دو رکعت نفل پڑھنا ثابت ہے جیسا کہ ابن ماجہ میں حضرت ابوسعیدؓ سے ثابت ہے، وہ فرماتے ہیں عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه کان لا یصلی قبل العید شیئا فاذا رجع الی منزله صلی رکعتین رواہ ابن ماجہ و احمد بمعناہ یعنی آنحضرت ﷺ نے عید سے پہلے کوئی نفل نماز نہیں پڑھی جب آپؐ اپنے گھر واپس ہوئے تو آپؐ نے دو رکعتیں ادا فرمائیں۔ اس کو ابن ماجہ اور احمد نے بھی اس کے قریب قریب روایت کیا ہے۔ علامہ شوکانی فرماتے ہیں وحديث ابی سعید اخرجه ايضا الحاكم وصححه وحسنه الحافظ فی الفتح وطی اسنادہ عبداللہ بن محمد بن عقیل وفيه مقال وفي الباب عن عبداللہ بن عمرو بن العاص عند ابن ماجہ بنحو حدیث ابن عباس الخ (نبیل الاوطار) یعنی ابوسعیدؓ والی حدیث کو حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور اس کو صحیح بتلایا ہے اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس کی تحسین کی ہے اور اس کی سند میں عبداللہ بن محمد بن عقیل ایک راوی ہے جن کے متعلق کچھ کہا گیا ہے اور اس مسئلہ میں عبداللہ بن عمرو بن العاص کی بھی ایک روایت حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت کی مانند ہے۔

خلاصہ یہ کہ عید گاہ میں صرف نماز عید اور خطبہ نیز دعا کرنا مسنون ہے عید گاہ مزید نفل نماز پڑھنے کی جگہ نہیں ہے۔ یہ تو وہ مقام ہے جس کی حاضری ہی اللہ کو اس قدر محبوب ہے کہ وہ اپنے بندوں اور بندوں کو میدان عید گاہ میں دیکھ کر اس قدر خوش ہوتا ہے کہ جملہ حالات جاننے کے باوجود اپنے فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ یہ میرے بندے اور بندیاں آج یہاں کیوں جمع ہوئے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں کہ یہ تیرے مزدور ہیں جنہوں نے رمضان میں تیرا فرض ادا کیا ہے، تیری رضا کے لئے روزے رکھے ہیں اور اب میدان میں تجھ سے مزدوری مانگتے آئے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے کہ اے فرشتو! گواہ رہو میں نے ان کو بخش دیا اور ان کے روزوں کو قبول کیا اور ان کی دعاؤں کو بھی شرف قبولیت تا قیامت عطا کیا۔ پھر اللہ کی طرف سے ندا ہوتی ہے کہ میرے بندو! جاؤ اس حال میں کہ تم بخش دیئے گئے۔

-۹۰-

خلاصہ یہ کہ عید گاہ میں بجز دو گانہ عید کے کوئی نماز نفل نہ پڑھی جائے یہی اسوہ حسنہ ہے اور اسی میں اجر و ثواب ہے۔

واللہ اعلم وعلہ اتم

۱۴- کتاب الوتر

نماز وتر کے مسائل کا بیان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اور وتر کے معنی طاق یعنی بے جوڑ کے ہیں۔ یہ ایک مستقل نماز ہے جو عشاء کے بعد سے فجر تک رات کے کسی حصہ میں پڑھی جاسکتی ہے۔ اس نماز کی کم سے کم ایک رکعت پھر تین، پانچ، سات، نو، گیارہ، تیرہ رکعت تک پڑھی جاسکتی ہیں۔ اہلحدیث اور امام احمد اور شافعی اور سب علماء کے نزدیک وتر سنت ہے اور امام ابوحنیفہؒ اس کو واجب کہتے ہیں حالانکہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علیؓ کے کلام سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وتر سنت ہے لیکن اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ نے ان دونوں صحابیوں کا بھی خلاف کیا ہے۔

باب وتر کا بیان

۱ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوُتْرِ

(۹۹۰) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے نافع اور عبداللہ ابن دینار سے خبر دی اور انہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رات میں نماز کے متعلق معلوم کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ رات کی نماز دو دو رکعت ہے پھر جب کوئی صبح ہو جانے سے ڈرے تو ایک رکعت پڑھ لے، وہ اس کی ساری نماز کو طاق بناوے گی۔

۹۹۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ صَلَاةِ اللَّيْلِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «(صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى، فَإِذَا خَشِيَ أَحَدُكُمْ الصُّبْحَ صَلَّى رَكْعَةً وَاحِدَةً يُؤْتِرُ لَهُ مَا قَدْ صَلَّى)». [راجع: ۴۷۲]

(۹۹۱) اور اسی سند کے ساتھ نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ نے وتر کی جب تین رکعتیں پڑھتے تو دو دو رکعت پڑھ کر سلام پھیرتے یہاں تک کہ ضرورت سے بات بھی کرتے۔

۹۹۱- وَعَنْ نَافِعٍ: أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يُسَلِّمُ بَيْنَ الرَّكْعَةِ وَالرَّكْعَتَيْنِ فِي الْوُتْرِ حَتَّى يَأْتُرَ بَعْضُ حَاجَتِهِ.

اس حدیث سے دو باتیں نکلیں ایک یہ کہ رات کی نماز دو رکعت کر کے پڑھنا چاہئے یعنی ہر دو گانہ کے بعد سلام پھیرے، دوسرے وتر کی ایک رکعت بھی پڑھ سکتا ہے اور حنفیہ نے اس میں خلاف کیا ہے اور ان کی دلیل ضعیف ہے۔ صحیح

حدیثوں سے وتر کی ایک رکعت پڑھنا ثابت ہے اور تفصیل امام محمد بن نصر مرحوم کی کتاب الوتر والنوافل میں ہے (مولانا وحید الرحمن)

۹۹۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبِ بْنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ ((أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُونَةَ - وَهِيَ خَالَتُهُ - فَأَضْطَجَعْتُ فِي غَرْضٍ وَسَادَةٍ - وَأَضْطَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَهْلُهُ فِي طُولِهَا، فَلَنَامَ حَتَّى انْتَصَفَ اللَّيْلُ أَوْ قَرَيْبًا مِنْهُ، فَاسْتَيْقَظَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ قَرَأَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ آلِ عِمْرَانَ، ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى شَنْ مَعْلَقَةٍ فَتَوَضَّأَ فَأَخْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي، فَصَنَعَتْ مِثْلَهُ، فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ، فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي وَأَخَذَ بَأُذُنِي يَفْتِلُهَا، ثُمَّ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ أَوْتَرَ. ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ)).

ترجمہ

(۹۹۲) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے مخرمہ بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے کرب بن انیس حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ آپ ایک رات اپنی خالہ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے یہاں سوئے (آپؐ نے کہا کہ) میں بستر کے عرض میں لیٹ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی بیوی لہائی میں لیٹیں، آپؐ سو گئے جب آدمی رات گزر گئی یا اس کے لگ بھگ تو آپؐ بیدار ہوئے، نیند کے اثر کو چہرہ مبارک پر ہاتھ پھیر کر آپؐ نے دور کیا۔ اس کے بعد آل عمران کی دس آیتیں پڑھیں۔ پھر ایک پرانی مشک پانی کی بھری ہوئی لٹک رہی تھی۔ آپؐ اس کے پاس گئے اور اچھی طرح وضو کیا اور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ میں نے بھی ایسا ہی کیا۔ آپؐ پیار سے اپنا دھانا ہاتھ میرے سر رکھ کر اور میرا کان پکڑ کر اسے ملنے لگے۔ پھر آپؐ نے دو رکعت نماز پڑھی پھر دو رکعت پھر دو رکعت پھر دو رکعت پھر دو رکعت سب بارہ رکعتیں پھر ایک رکعت وتر پڑھ کر آپؐ لیٹ گئے، یہاں تک کہ مؤذن صبح صادق کی اطلاع دینے آیا تو آپؐ نے پھر کھڑے ہو کر دو رکعت سنت نماز پڑھی۔ پھر باہر تشریف لائے اور صبح کی نماز پڑھائی۔

بعض محدثین نے لکھا ہے کہ چونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بچے تھے اس لئے لاعلمی کی وجہ سے بائیں طرف کھڑے ہو گئے۔ آنحضور ﷺ نے آپؐ کا کان بائیں طرف سے دائیں طرف کرنے کے لئے پکڑا تھا۔ اس تفصیل کے ساتھ بھی روایتوں میں ذکر ہے۔ لیکن ایک دوسری روایت میں ہے کہ میرا کان پکڑ کر آپؐ اس لئے ملنے لگے تھے تاکہ رات کی تاریکی میں آپؐ کے دست مبارک سے میں مانوس ہو جاؤں اور گھبراہٹ نہ ہو، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں روایتیں الگ ہیں۔ آپؐ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا کان بائیں سے دائیں طرف کرنے کے لئے بھی پکڑا تھا اور پھر تاریکی میں انہیں مانوس کرنے کے لئے آپؐ کا کان ملنے بھی لگے تھے۔ آپؐ کو آپؐ کے والد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آنحضور ﷺ کے گھر سونے کے لئے بھیجا تھا تاکہ آپؐ کی رات کے وقت کی عبادت کی تفصیل ایک یعنی شاہد کے ذریعہ معلوم کریں چونکہ آپؐ بچے تھے اور پھر آنحضورؐ کی ان کے یہاں سونے کی باری تھی۔ آپؐ بے تکلفی کے ساتھ چلے گئے اور وہیں رات بھر رہے۔ بچنے کے باوجود انتہائی ذکی فہیم تھے۔ اس لئے ساری تفصیلات یاد رکھیں (تفہیم البخاری)

یہ نماز تہجد تھی جس میں آپؐ نے دو دو رکعت کر کے بارہ رکعت کی تکمیل فرمائی پھر ایک رکعت وتر پڑھا۔ اس طرح آپؐ نے تہجد کی تیرہ رکعتیں ادا کیں مطابق بیان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپؐ کی رات کی نماز گیارہ اور تیرہ سے کبھی زیادہ نہیں ہوئی۔ رمضان شریف میں اس کو تراویح کی شکل میں ادا کیا گیا، اس کی بھی ہمیشہ آٹھ رکعت سنت تین وتر یعنی کل گیارہ رکعات کا ثبوت ہے جیسا کہ

پارہ میں مفصل گزر چکا ہے۔

۹۹۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُمَرُو بْنُ حَارِثٍ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((صَلَاةُ اللَّيْلِ مَشْيُ مَشْيٍ، فَإِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَنْصَرِفَ فَارْكَعْ رَكْعَةً تُؤْتِرُ لَكَ مَا صَلَّيْتَ)). قَالَ الْقَاسِمُ: وَرَأَيْنَا أَنَا وَمَنْ أَذْرَكُنَا يُوتِرُونَ بِثَلَاثٍ، وَإِنْ كُنَّا لَوَاسِعَ، أَرْجُو أَنْ لَا يَكُونَ بِشَيْءٍ مِنْهُ بَأْسٌ. [راجع: ۴۷۲]

(۹۹۳) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں عمرو بن حارث نے خبر دی، ان سے عبد الرحمن بن قاسم نے اپنے باپ قاسم سے بیان کیا اور ان سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، رات کی نمازیں دودو رکعتیں ہیں اور جب تو ختم کرنا چاہے تو ایک رکعت وتر پڑھ لے جو ساری نماز کو طاق بنا دے گی۔ قاسم بن محمد نے بیان کیا کہ ہم نے بہت سوں کو تین رکعت وتر پڑھتے بھی پایا ہے اور تین یا ایک سب جائز اور مجھ کو امید ہے کہ کسی میں قباحت نہ ہوگی۔

یہ قاسم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے۔ بڑے عالم اور فقیہ تھے۔ ان کے کلام سے اس شخص کی غلطی معلوم ہو گئی ہے جو ایک رکعت وتر کو نادرست جانتا ہے اور مجھ کو حیرت ہے کہ صحیح حدیثیں دیکھ کر پھر کوئی مسلمان یہ کیسے کہے گا کہ ایک رکعت وتر نادرست ہے۔

اس روایت سے گو عبد اللہ بن عمر کا تین رکعتیں وتر پڑھنا ثابت ہوتا ہے مگر حنفیہ کے لئے کچھ بھی مفید نہیں کیونکہ اس میں یہ نہیں ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ وتر کی تین ہی رکعتیں پڑھتے۔ علاوہ بھی اس کے دو سلام سے تین رکعتیں وتر کی ثابت ہیں اور حنفیہ ایک سلام سے کہتے ہیں (م وحیدی) یہی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں جن سے صحیح مسلم شریف ص ۲۵۷ میں صراحتاً ایک رکعت وتر ثابت ہے۔ عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الوتر ركعة من آخر الليل رواه مسلم حضرت عبد اللہ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ وتر پچھلی رات میں ایک رکعت ہے۔ دوسری حدیث میں مزید وضاحت موجود ہے عن ايوب رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الوتر حق على كل مسلم ومن احب ان يوتر بخمس فليفعل ومن احب ان يوتر بثلاث فليفعل ومن احب ان يوتر بواحدة فليفعل (رواه ابو داود والنسائي او ابن ماجه) یعنی حضرت ابو ایوبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وتر کی نماز حق ہے جو ہر مسلم کے لئے ضروری ہے اور جو چاہے پانچ رکعات وتر پڑھ لے جو چاہے تین رکعات اور جو چاہے ایک رکعت وتر ادا کر لے۔ اور بھی اس قسم کی کئی روایات مختلفہ کتب احادیث میں موجود ہیں۔ اسی لئے حضرت مولانا عبید اللہ شیخ الحدیث بذیل حدیث حضرت عائشہ صدیقہ لفظ و یوتر بواحدة (آپ ایک رکعت وتر پڑھتے) فرماتے ہیں فیہ ان اقل الوتر ركعة وان الركعة الفردة صلوة صحيحة وهو مذهب الائمة الثلاثة وهو الحق وقال ابو حنيفة لا يصح الابتار بواحدة فلا تكون الركعة الواحدة صلوة قط قال النووي والاحاديث الصحيحة ترد عليه (مرعاة ج: ۲ / ص: ۱۵۸) یعنی اس حدیث میں دلیل ہے کہ وتر کی کم از کم ایک رکعت ہے اور یہ کہ ایک رکعت پڑھنا بھی نماز صحیح ہے، ائمہ ثلاثہ کا یہی مذہب ہے اور یہی حق ہے (ائمہ ثلاثہ سے حضرت امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ مراد ہیں) حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رکعت وتر صحیح نہیں کیونکہ ایک رکعت نماز ہی نہیں ہوتی۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ احادیث صحیحہ سے حضرت امام کے اس قول کی تردید ہوتی ہے۔

وتر کے واجب فرض سنت ہونے کے متعلق بھی اختلاف ہے، اس بارے میں حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں والحق ان الوتر سنة هو اوكد السنن بينه على وابن عمر و عبادة ابن الصامت رضى الله عنهم اور حق یہ ہے کہ نماز وتر سنت ہے اور وہ سب سنتوں سے زیادہ مؤکد ہیں۔ حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہم نے ایسا ہی بیان فرمایا ہے (حجۃ البلاء، ج: ۲/ ص: ۶۳)

وتر تین رکعت پڑھنے کی صورت میں پہلی رکعت میں سورۃ سبح اسم ربک الاعلیٰ اور دوسری میں قل یاہیا الکفرون اور تیسری میں قل ہو اللہ اجد پڑھنا مسنون ہے۔ وتر کے بعد باوازا بلند تین مرتبہ سبحان الملک القدوس کا لفظ ادا کرنا بھی مسنون ہے۔ ایک رکعت وتر کے بارے میں مزید تفصیلات حضرت نواب صدیق حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب ہدایۃ السائل الی ادلة المسائل مطبوعہ بمبئی، ص: ۲۵۵ پر ملاحظہ کی جاسکتی ہیں

(۹۹۳) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عروہ بن زبیر نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعتیں (وتر اور تہجد کی) پڑھتے تھے، آپ کی یہی نماز تھی۔ مراد ان کی رات کی نماز تھی۔ آپ کا سجدہ ان رکعتوں میں اتنا لمبا ہوتا تھا کہ سر اٹھانے سے پہلے تم میں سے کوئی شخص بھی پچاس آیتیں پڑھ سکتا اور فجر کی نماز فرض سے پہلے آپ سنت دو رکعتیں پڑھتے تھے اس کے بعد (ذرا دیر) داہنے پہلو پر لیٹ رہتے یہاں تک کہ مؤذن بلانے کے لئے آپ کے پاس آتا۔

۹۹۴ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً كَانَتْ بِلَيْلِهِ صَلَاتُهُ - تَغْيِي بِاللَّيْلِ - فَيَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذَلِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَأُ أَحَدُكُمْ خَمْسِينَ آيَةً قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ، وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ، ثُمَّ يَضْطَجِعُ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلصَّلَاةِ)).

[راجع: ۶۲۶]

پس گیارہ رکعتیں اتنا ہیں۔ وتر کی دوسری حدیث میں ہے کہ آنحضرتؐ رمضان یا غیر رمضان میں کبھی گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ اب ابن عباس کی حدیث میں جو تیرہ رکعتیں مذکورہ ہیں تو اس کی رو سے بعضوں نے اتنا وتر کی تیرہ رکعت قرار دی ہیں۔ بعضوں نے کہا ان میں دو رکعتیں عشاء کی سنت تھیں تو وتر کی وہی گیارہ رکعتیں ہوئیں۔ غرض وتر کی ایک رکعت سے لے کر تین پانچ نو گیارہ رکعتوں تک منقول ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان گیارہ رکعتوں میں آٹھ تہجد کی تھیں اور تین وتر کی اور صحیح یہ ہے کہ تراویح تہجد وتر صلوۃ اللیل سب ایک ہی ہیں (وحید الزماں)

باب وتر پڑھنے کے اوقات کا بیان

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت فرمائی کہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کرو۔

(۹۹۵) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے انس بن سیرین نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابن

۲- بَابُ سَاعَاتِ الْوُتْرِ

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: أَوْصَانِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْوُتْرِ قَبْلَ النَّوْمِ.

۹۹۵ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ

سَبْرِينَ قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عَمَرَ: أَرَأَيْتَ
الرَّكَعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ أَطِيلُ فِيهِمَا
الْقِرَاءَةَ؟ فَقَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي
مِنَ اللَّيْلِ مَتْنِي مَتْنِي، وَيُتَوَرَّعُ بِرُكْعَةٍ،
وَيُصَلِّي الرَّكَعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ وَكَانَ
الْأَذَانُ بِأَذْنِهِ)) قَالَ حَمَّادٌ: أُمِّي بِسُرْعَةٍ.

[راجع: ۴۷۲]

عمر بن خطابؓ سے پوچھا کہ نماز صبح سے پہلے کی دو رکعتوں کے متعلق آپ کا
کیا خیال ہے؟ کیا میں ان میں لمبی قرأت کر سکتا ہوں؟ انہوں نے
فرمایا کہ نبی کریم ﷺ تورات کی نماز (تہجد) دو دو رکعت کر کے پڑھتے
تھے پھر ایک رکعت پڑھ کر ان کو طاق بنا لیتے اور صبح کی نماز سے پہلے
کی دو رکعتیں (سنت فجر تو) اس طرح پڑھتے گویا اذان (اقامت) کی
آواز آپ کے کان میں پڑ رہی ہے۔ حماد کی اس سے مراد یہ ہے کہ
آپ جلدی پڑھ لیتے۔

تشریح

اس سلسلے کی احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ عشاء کے بعد ساری رات وتر کیلئے ہے۔ طلوع صبح صارق سے پہلے جس وقت بھی
چاہے پڑھ سکتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا معمول آخر شب میں صلوٰۃ میل کے بعد اسے پڑھنے کا تھا۔ ابو بکرؓ کا آخر شب
میں اٹھنے کا پوری طرح یقین نہیں ہوا تھا، اسلئے وہ عشاء کے بعد ہی پڑھ لیتے تھے اور عمرؓ کا معمول آخر شب میں پڑھنے کا تھا۔

اس حدیث کے ذیل میں علامہ شوکانی فرماتے ہیں والحديث يدل على مشروعية الايتار برکعة واحدة عند مخافة هجوم الصبح
وساكن مايدل على مشروعية ذلك من غير تقييد وقد ذهب الى ذلك الجمهور قال العراقي ومن كان يوتر برکعة من الصحابة الخلفاء
الاربعة الخ يعني اس حدیث سے ایک رکعت وتر مشروع ثابت ہوا جب صبح کی پوچھنے کا ڈر ہو اور عنقریب دوسرے دلائل آرہے ہیں
جن سے اس قید کے بغیر ہی ایک رکعت وتر کی مشروعیت ثابت ہے اور ایک رکعت وتر پڑھنا خلفاء اربعہ (حضرت ابو بکر صدیقؓ، عمر
فاروق عثمان غنی و علی المرتضیٰ) اور سعد بن ابی وقاصؓ میں صحابہ کرام سے ثابت ہے، یہاں علامہ شوکانی نے سب کے نام تحریر فرمائے
ہیں اور تقریباً بیس ہی تابعین و تبع تابعین وائمہ دین کے نام بھی تحریر فرمائے ہیں جو ایک رکعت وتر پڑھا کرتے تھے۔

حنفیہ کے دلائل! علامہ نے حنفیہ کے ان دلائل کا جواب دیا ہے جو ایک رکعت وتر کے قائل نہیں جن کی پہلی دلیل
حدیث یہ ہے ﴿عن محمد بن كعب ان النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن البتراء﴾ یعنی رسول کریم ﷺ نے بتیراء نماز سے منع فرمایا
لفظ (بتیراء) دم کئی نماز کو کہتے ہیں۔ عراقی نے کہا یہ حدیث مرسل اور ضعیف ہے۔ علامہ ابن حزم نے کہا کہ حضرت ﷺ سے نماز
بتیراء کی نہی ثابت نہیں اور کہا کہ محمد بن کعب کی حدیث باوجودیکہ استدلال کے قائل نہیں مگر اس میں بھی بتیراء کا بیان نہیں ہے
بلکہ ہم نے عبدالرزاق سے، انہوں نے سفیان بن عیینہ سے، انہوں نے اعمش سے، انہوں نے سعید بن جبیر سے، انہوں نے ابن عباس
سے بیان کیا کہ بتیراء تین رکعت وتر بھی بتیراء (یعنی دم کئی) نماز ہے فعاد البتراء على المحتج بالخبر الكاذب فيها

حنفیہ کی دوسری دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود کا یہ قول ہے انہ قال ما اجزأت ركعة قط یعنی ایک رکعت نماز کبھی بھی کافی نہیں
ہوتی۔ امام نووی شرح منہب میں فرماتے ہیں کہ یہ اثر عبداللہ بن مسعود سے ثابت نہیں ہے اگر اس کو درست بھی مانا جائے تو اس کا
تعلق حضرت ابن عباس کے اس قول کی تردید کرنا تھا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ حالت خوف میں چار فرض نماز میں ایک ہی رکعت کافی ہے۔
اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ ایک رکعت کافی نہیں ہے! الغرض اس قول سے استدلال درست نہیں اور اس کا تعلق
صلوٰۃ خوف کی ایک رکعت سے ہے۔ ابن ابی شیبہ میں ہے ایک مرتبہ ولید بن عقبہ امیر مکہ کے ہاں حضرت حذیفہ اور حضرت عبداللہ بن
مسعود کافی دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ جب وہاں سے وہ نکلے تو انہوں نے نماز (وتر) ایک ایک رکعت ادا کی (نیل الاوطار)

بڑی مشکل! یہاں بخاری شریف میں جن جن روایات میں ایک رکعت وتر کا ذکر آیا ہے ایک رکعت وتر کے ساتھ ان کا
ترجمہ کرنے میں ان حنفی حضرات کو جو آج کل بخاری شریف کے ترجمے شائع فرما رہے ہیں، بڑی مشکل پیش آئی ہے اور انہوں نے

پوری کوشش کی ہے کہ ترجمہ اس طرح کیا جائے کہ ایک رکعت وتر پڑھنے کا لفظ ہی نہ آئے پائے بائیں طور کہ اس سے ایک رکعت وتر کا ثبوت ہو سکے اس کوشش کے لئے ان کی محنت قاتل داد ہے اور اہل علم کے مطالعہ کے قاتل، مگر ان بزرگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ تصنع و تکلف و عبارت آرائی سے حقیقت پر پردہ ڈالنا کوئی دانشمندی نہیں ہے۔

۹۹۶ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ: (۹۹۶) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: میرے باپ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، حَدَّثَنِي مُسْلِمٌ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَ: ((كُلُّ اللَّيْلِ أَوْتَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَنْتَهَى وَتَوَهُ إِلَى السَّحَرِ))۔ کما کہ مجھ سے مسلم بن کيسان نے بیان کیا، ان سے مسروق نے، ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کے ہر حصہ میں بھی وتر پڑھی ہے اور اخیر میں آپ کا وتر صبح کے قریب پہنچا۔

دوسری روایتوں میں ہے کہ آپ نے وتر اول شب میں بھی پڑھی اور درمیان شب میں بھی اور آخر شب میں بھی۔ گویا عشاء کے بعد سے صبح صادق کے پہلے تک وتر پڑھنا آپ سے ثابت ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ مختلف حالات میں آپ نے وتر مختلف اوقات میں پڑھے۔ غالباً تکلیف اور مرض وغیرہ میں اول شب میں پڑھتے تھے اور مسافرت کی حالت میں درمیان شب میں لیکن عام معمول آپ کا اسے آخر شب ہی میں پڑھنے کا تھا (تفہیم البخاری)

رسول کریم ﷺ نے امت کی آسانی کے لئے عشاء کے بعد رات میں جب بھی ممکن ہو وتر ادا کرنا جائز قرار دیا۔

باب وتر کے لئے نبی کریم ﷺ کا گھر والوں

۳- بَابُ إِنْقَاطِ النَّبِيِّ ﷺ أَهْلَهُ

کو جگانا

بِالْوَتْرِ

(۹۹۷) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا نبی کریم ﷺ (تجد کی) نماز پڑھتے رہتے اور میں آپ کے بستر پر عرض میں لیٹی رہتی۔ جب وتر پڑھنے لگتے تو مجھے بھی جگادیتے اور میں بھی وتر پڑھ لیتی۔

۹۹۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي وَأَنَا رَاقِدَةٌ مُغْتَرِصَةً عَلَى فِرَاشِهِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُوتِرَ أَقْظَنِي فَأَوْتَرْتُ))۔ [راجع: ۳۸۲]

باب نماز وتر رات کی تمام نمازوں کے بعد پڑھی جائے

۴- بَابُ لِيَجْعَلَ آخِرَ صَلَاتِهِ وَتَرَا

(۹۹۸) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ عمری نے ان سے نافع نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا اور ان سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ وتر رات کی تمام نمازوں کے بعد پڑھا کرو۔

۹۹۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اجْعَلُوا آخِرَ صَلَاتِكُمْ بِاللَّيْلِ وَتَرَا))۔

باب نماز وتر سواری پر پڑھنے کا بیان

۵- بَابُ الْوَتْرِ عَلَى الدَّابَّةِ

(۹۹۹) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے امام مالک

۹۹۹ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي

نے بیان کیا، انہوں نے ابو بکر بن عمر بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن عمر بن خطاب سے بیان کیا اور ان کو سعید بن یسار نے بتلایا کہ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ کے راستے میں تھا۔ سعید نے کہا کہ جب راستے میں مجھے طلوع فجر کا خطرہ ہوا تو سواری سے اتر کر میں نے وتر پڑھ لیا اور پھر عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جا ملا۔ آپ نے پوچھا کہ کہاں رک گئے تھے؟ میں نے کہا کہ اب صبح کا وقت ہونے ہی والا تھا اس لئے میں سواری سے اتر کر وتر پڑھنے لگا۔ اس پر حضرت عبد اللہ بن عمر نے فرمایا کہ کیا تمہارے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اچھا نمونہ نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا کیوں نہیں بے شک ہے۔ آپ نے بتلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو اونٹ ہی پر وتر پڑھ لیا کرتے تھے۔

مَالِكٌ عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ قَالَ: ((كُنْتُ أَسِيرُ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بِطَرِيقِ مَكَّةَ، فَقَالَ سَعِيدٌ: فَلَمَّا خَشِيتُ الصُّبْحَ نَزَلْتُ فَأَوْتَرْتُ ثُمَّ لَحِقْتُهُ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ: أَيْنَ كُنْتُ؟ فَقُلْتُ: خَشِيتُ الصُّبْحَ فَتَزَلْتُ فَأَوْتَرْتُ. فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: أَلَيْسَ لَكَ فِي رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَسْوَأُ حَسَنَةً؟ فَقُلْتُ: بَلَى وَاللَّهِ قَالَ: فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُوتِرُ عَلَى الْبَعِيرِ)).

[أطرافه في : ١٠٠٠، ١٠٩٥، ١٠٩٦،

١٠٩٨، ١١٠٥].

معلوم ہوا کہ رسول کریم ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہی بہر حال قاتل اقتداء اور باعث صد برکات ہے۔

باب نماز وتر سفر میں بھی پڑھنا

(۱۰۰۰) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جویریہ بن اسماء نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ سفر میں اپنی سواری ہی پر رات کی نماز اشاروں سے پڑھ لیتے تھے خواہ سواری کا رخ کسی طرف ہو جاتا آپ اشاروں سے پڑھتے رہتے مگر فرائض اس طرح نہیں پڑھتے تھے اور وتر اپنی اونٹنی پر پڑھ لیتے۔

٦- بَابُ الْوُتْرِ فِي السَّفَرِ
١٠٠٠ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي فِي السَّفَرِ عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ يَوْمِيءَ إِيْمَاءَ صَلَاةِ اللَّيْلِ إِلَّا الْفَرَائِضَ، وَيُوتِرُ عَلَى رَاحِلَتِهِ)).

[راجع: ٩٩٩]

باب (وتر اور ہر نماز میں) قنوت رکوع سے پہلے اور رکوع

کے بعد پڑھ سکتے ہیں

(۱۰۰۱) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ابوبختیانی نے ان سے محمد بن سیرین نے، انہوں نے

٧- بَابُ الْقُنُوتِ قَبْلَ الرُّكُوعِ

وَبَعْدَهُ

١٠٠١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ:

کہا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں قوت پڑھا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں پھر پوچھا گیا کہ کیا رکوع سے پہلے؟ تو آپ نے فرمایا کہ رکوع کے بعد تھوڑے دنوں تک۔

((سَيَلَّ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَقْنَتَ النَّبِيَّ ﷺ فِي الصُّبْحِ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَقِيلَ لَهُ أَوْقَنْتَ قَبْلَ الرُّكُوعِ؟ قَالَ: بَعْدَ الرُّكُوعِ يَسِيرًا)).

[أطرافه في: ١٠٠٢، ١٠٠٣، ١٣٠٠،

٢٨٠١، ٢٨١٤، ٣٠٦٤، ٣١٧٠،

٤٠٨٨، ٤٠٩٠، ٤٠٩١، ٤٠٩٢،

٤٠٩٣، ٤٠٩٤، ٤٠٩٥، ٤٠٩٦،

٦٣٩٤، ٧٣٤١].

صبح کی نماز میں قوت پڑھنا شافعیہ کے ہاں ضروری ہے اس لئے وہ اس کے ترک ہونے پر سجدہ سو کرتے ہیں۔ حنفیہ کے ہاں صبح کی نماز میں قوت پڑھنا مکروہ ہے، ابھیڑ کے ہاں گہے گہے قوت پڑھ لینا بھی جائز اور ترک بھی جائز۔ اسی لئے مسلک ابھیڑ افراط و تفرات سے ہٹ کر ایک صراط مستقیم کا نام ہے۔ اللہ پاک ہم کو سچا ابھیڑ بنائے (آمین)

(۱۰۰۲) ہم سے مسدود بن مسدد نے بیان کیا کہ ہم سے عبدالواحد

بن زیاد نے بیان کیا کہ ہم سے عاصم بن سلیمان نے بیان کیا کہ

انہوں نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے قوت کے بارے

میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ دعائے قوت (حضور اکرم ﷺ کے دور

میں) پڑھی جاتی تھی۔ میں نے پوچھا کہ رکوع سے پہلے یا اس کے بعد؟

آپ نے فرمایا کہ رکوع سے پہلے۔ عاصم نے کہا کہ آپ ہی کے حوالہ

سے فلاں شخص نے خبر دی ہے کہ آپ نے رکوع کے بعد فرمایا تھا۔

اس کا جواب حضرت انس نے یہ دیا کہ انہوں نے غلط سمجھا۔ رسول

اللہ ﷺ نے رکوع کے بعد صرف ایک مہینہ دعائے قوت پڑھی

تھی۔ ہوا یہ تھا کہ آپ نے صحابہ میں سے ستر قاریوں کے قریب

مشرکوں کی ایک قوم (بنی عامر) کی طرف سے ان کو تعلیم دینے کے لئے

بھیجے تھے، یہ لوگ ان کے سوا تھے جن پر آپ نے بددعا کی تھی۔ ان

میں اور آنحضرت ﷺ کے درمیان عہد تھا، لیکن انہوں نے عہد شکنی

کی (اور قاریوں کو مار ڈالا) تو آنحضرت ﷺ ایک مہینہ تک (رکوع

کے بعد) قوت پڑھتے رہے ان پر بددعا کرتے رہے۔

(۱۰۰۳) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا کہ ہم سے زائدہ نے

١٠٠٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَنْهُ

الْوَّاحِدِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَاصِمٌ قَالَ: سَأَلْتُ

أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الْقُتُوبِ لَقَالَ: قَدْ كَانَ

الْقُتُوبُ. قُلْتُ: قَبْلَ الرُّكُوعِ أَوْ بَعْدَهُ؟

قَالَ: قَبْلَهُ. قَالَ: فَإِنْ فَلَانًا أَخْبَرَنِي عَنْكَ

أَنَّكَ قُلْتَ: بَعْدَ الرُّكُوعِ. فَقَالَ: كَذَبَ،

إِنَّمَا قَنَّتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْرًا، أَرَاهُ كَانَ بَعَثَ

قَوْمًا يَقَالُ لَهُمُ الْقُرَاءُ زُهَاءَ سَبْعِينَ رَجُلًا

إِلَى قَوْمٍ مُشْرِكِينَ دُونَ أَوْلِيكَ، وَكَانَ

بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ عَهْدٌ، فَقَنَّتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا يَدْعُو عَلَيْهِمْ)).

[راجع: ١٠٠١]

١٠٠٣ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ:

بیان کیا، ان سے تمہی نے، ان سے ابو جاز نے، ان سے انس بن مالک
 رضی اللہ عنہ کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مہینہ تک دعا قوت پڑھی اور اس میں
 قبائل رعل و ذکوان پر بددعا کی تھی۔

حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنِ النِّعَمِيِّ عَنْ أَبِي مَجْلَزٍ
 عَنْ أَنَسٍ قَالَ: ((قَلَّتِ النَّبِيُّ ﷺ شَهْرًا
 يَدْعُو عَلَى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ)).

[راجع: ۱۰۰۱]

(۱۰۰۴) ہم سے مسدود بن مسرہ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں اسماعیل بن
 علیہ نے خبر دی، کہا کہ ہمیں خالد حذاء نے خبر دی، انہیں ابو قلابہ نے،
 انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے، آپ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے عہد میں
 قوت مغرب اور فجر میں پڑھی جاتی تھی۔

۱۰۰۴ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا
 إِسْمَاعِيلُ قَالَ: أَخْبَرَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ
 عَنْ أَنَسٍ قَالَ: ((كَانَ الْقُتُوبُ فِي
 الْمَغْرِبِ وَالْفَجْرِ)).

مگر ان حدیثوں میں جو امام بخاری اس باب میں لائے خاص و تر میں قوت پڑھنے کا ذکر نہیں ہے مگر جب فرض نمازوں میں
 قوت پڑھنا جائز ہوا تو تر میں بطریق اولیٰ جائز ہو گا اور بعضوں نے کہا مغرب دن کا تر ہے۔ جب اس میں قوت پڑھنا
 ثابت ہوا تو رات کے تر میں بھی ثابت ہوا۔ حاصل یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے یہ باب لا کر ان لوگوں کا رد کیا جو قوت کو بدعت کہتے
 ہیں گزشتہ حدیث کے ذیل مولانا وحید الزماں صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یعنی ایک مہینہ تک۔ اہل حدیث کا مذہب یہ ہے کہ قوت رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دونوں طرح درست ہے اور صبح کی نماز
 میں اور اسی طرح ہر نماز میں جب مسلمانوں پر کوئی آفت آئے، قوت پڑھنا چاہئے۔ عبدالرزاق اور حاکم نے اسناد صحیح روایت کیا کہ
 آنحضرت ﷺ صبح کی نماز میں قوت پڑھتے رہے پہل تک کہ دنیا سے تشریف لے گئے۔ شافعیہ کہتے ہیں کہ قوت ہمیشہ رکوع کے بعد پڑھے
 اور حنفیہ کہتے ہیں ہمیشہ رکوع سے پہلے پڑھے اور اہل حدیث سب سنتوں کا مزا لوٹتے ہیں۔ گزشتہ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کافروں
 اور ظالموں پر نماز میں بددعا کرنے سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا۔ آپ نے ان قاریوں کو نجد والوں کی طرف بھیجا تھا، راہ میں بڑ
 معونہ پر یہ لوگ اترے تو عامر بن طفیل نے رعل اور ذکوان اور عصبہ کے لوگوں کو لے کر ان پر حملہ کیا حالانکہ آنحضرت ﷺ سے اور
 ان سے عہد تھا۔ لیکن انہوں نے دعا کی۔

قوت کی صحیح دعا یہ ہے جو حضرت حسن رضی اللہ عنہ و تر میں پڑھا کرتے تھے:

اللهم اهدني فيمن هديت وعافني فيمن عافيت وتولني فيمن توليت وبارك لي فيما اعطيت وفقني شر ما قضيت فانك تقضي ولا
 يقضي عليك وانه لا يذل من واليت ولا يعز من عاديت تباركت ربنا وتعاليت نستغفرك ونتوب اليك وصلي الله على النبي محمد
 یہ دعا بھی منقول ہے:

اللهم اغفر لنا وللمؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات اللهم الف بين قلوبهم واصلح ذات بينهم وانصرهم على عدوك
 وعدوهم اللهم العن الكفرة الذين يصدون عن سبيلك ويقاتلون اولياتك اللهم خالف بين كلمتهم وزلزل اقدامهم وانزل بهم بأسك الذي
 لا تدره عن القوم المعجزين اللهم انج المستضعفين من المؤمنين اللهم اشدد وطأتك على فلان واجعلها عليهم سنين كسني يوسف
 فلان کی جگہ اس شخص کا یا اس قوم کا نام لے جس پر بددعا کرنا منظور ہو۔ (مولانا وحید الزماں)

۱۵۔ کتاب استسقاء

استسقاء یعنی پانی مانگنے کے ابواب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تشریح استسقاء کی تشریح میں حضرت مولانا عبید اللہ صاحب شیخ الحدیث مدظلہ فرماتے ہیں۔ وهو لغة طلب سقى الماء من الغير للنفس او لغير و شرعا طلبه من الله عند حصول الجذب على الوجه المبين فى الاحاديث قال الجزرى فى النهاية هو استعمال من طلب السقى اى انزال الغيث على البلاد والعباد يقال سقى الله عباده الغيث واسقاهم والاسم السقياء بالضم واستسقيت فلانا اذا طلبت منه ان يسقيك انتهى قال القسطلانى الاستسقاء ثلاثة انواع احدها وهو (ادناها) ان يكون بالدعاء مطلقا اى من غير صلوة فرادى او مجتمعين وثانيها (وهو افضل من الاول) ان يكون بالدعاء خلف الصلوات ولوناقله كما فى البيان وغيره عن الاصحاب خلافا لما وقع فى شرح مسلم من تقييده بالفرائض وفى خطبة الجمعة وثالثها (وهو اكملها وافضلها) ان يكون بصلوة ركعتين والخطبتين قال النووى يتأهب قبله لصدقة وصيام وتوبة واقبال على الخير ومجانبة الشر ونحو ذلك من طاعة الله قال الشاه ولي الله الدهلوى قد استسقى النبى صلى الله عليه وسلم لامته مرات على انحاء كثيرة لكن الوجه الذى سنه لامته ان خرج الناس الى المصلى مبتذلا متواضعا متضرعا فصرى بهم ركعتين جهر فيهما بالقراءة ثم خطب واستقبل فيها القبلة يدعوا ويرفع يديه وحول رداءه وذلك لان لاجتماع المسلمين فى مكان واحد راغبين فى شئ واحد باقصى همهم واستغفارهم وفعلهم الخيرات اثر فى استجابة الدعاء والصلوة اقرب احوال العبد من الله ورفع اليدين حكاية من التضرع التام والابتهال العظيم تنبه النفس على التخشع وتحويل ردائه حكاية عن تقلب احوالهم كما يفعل المستفت بحضرة الملوك انتهى (مرعاة ج: ۲/ ص: ۲۹۰)

خلاصہ اس عبارت کا یہ ہے کہ استسقاء لغت میں کسی سے اپنے لئے یا کسی غیر کے لئے پانی طلب کرنا اور شریعت میں قحط سالی کے وقت اللہ سے بارش کی دعا کرنا جن جن طریقوں سے احادیث میں وارد ہے۔ امام جزری نے نمایہ میں کہا کہ شہروں اور بندوں کے لئے اللہ سے بارش کی دعا کرنا۔ محاورہ ہے اللہ اپنے بندوں کو بارش سے سیراب فرمائے۔ قسطلانی نے کہا کہ استسقاء شرعی کے تین طریقے ہیں۔ اول طریقہ جو ادنیٰ ترین ہے یہ کہ مطلقاً بارش کی دعا کی جائے ان لفظوں میں اللھم اسق عبادک وبھیمتک وانشر رحمتک واحی بلدک المیت یا اللہ! اپنے بندوں کو اور اپنے جانوروں کو بارش سے سیراب فرما دے اور اپنی باران رحمت کو پھیلا اور مردہ کھیتوں کو ہرا بھرا سرسبز و شاداب کر دے۔ ”یہ دعا نمازوں کے بعد ہو یا بغیر نمازوں کے تمام دعا کی جائے یا اجتماعی حالت میں بہر حال پہلی صورت یہ ہے دوسری صورت جو اول سے افضل ہے یہ کہ نفل و فرض نمازوں کے بعد اور خطبہ جمعہ میں دعا کی جائے اور تیسری کامل ترین

صورت یہ کہ امام جملہ مسلمانوں کو ہمراہ لے کر میدان میں جائے اور وہاں دو رکعت اور دو خطبوں سے فارغ ہو کر دعا کی جائے اور مناسب ہے کہ اس سے قبل کچھ صدقہ خیرات توبہ اور نیک کام کئے جائیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ مرحوم فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کے لئے کئی طریقوں سے بارش کی دعا فرمائی ہے لیکن جو طریقہ اپنی امت کے لئے مستنون قرار دیا وہ یہ کہ امام لوگوں کو ہمراہ لے کر نہایت ہی فقیری مسکینی حالت میں خشوع و خضوع کی حالت میں عید گاہ جائے وہاں دو رکعت جبری پڑھائے اور خطبہ کے پھر قبلہ رخ ہو کر ہاتھوں کو بلند اٹھا کر دعا کرے اور چادر کو الٹے۔ اس طرح مسلمانوں کے جمع ہونے اور استغفار وغیرہ کرنے میں قبولیت دعا کے لئے ایک خاص اثر ہے اور نماز وہ چیز ہے جس سے بندہ کو اللہ سے حد درجہ قرب حاصل ہوتا ہے اور ہاتھوں کا اٹھانا تضرع تام خشوع و خضوع کے لئے نفس کی ہوشیاری کی دلیل ہے اور چادر کا الٹنا حالات کے تبدیل ہونے کی دلیل ہے جیسا کہ فریادی بادشاہوں کے سامنے کیا کرتے ہیں۔ مزید تفصیلات آگے آ رہی ہیں۔

باب پانی مانگنا اور نبی کریم ﷺ کا پانی کے لئے

(جنگل میں) نکلنا

(۱۰۰۵) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے عبد اللہ بن ابی بکر سے بیان کیا۔ ان سے عباد بن تمیم نے اور ان سے ان کے چچا عبد اللہ بن زید نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پانی کی دعا کرنے کے لئے تشریف لے گئے اور اپنی چادر الٹائی۔

۱ - بَابُ الْإِسْتِسْقَاءِ وَخُرُوجِ

النَّبِيِّ ﷺ فِي الْإِسْتِسْقَاءِ

۱۰۰۵ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَبَادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ: ((خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ يَسْتَسْقِي وَحَوْلَ رِذَاءَةٍ)).

[أطرافه في: ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۲۳،

۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷،

۱۰۲۸، ۶۳۴۳].

چادر الٹنے کی کیفیت آگے آئے گی اور ابجدیٹ اور اکثر فقہاء کا یہ قول ہے کہ امام استفتاء کے لئے نکلے تو دو رکعت نماز پڑھے پھر دعا اور استغفار کرے۔

باب نبی کریم ﷺ کا قریش کے کافروں پر بددعا کرنا کہ الہی

ان کے سال ایسے کر دے جیسے یوسف علیہ السلام کے سال (قحط) کے گزرے ہیں

۲ - بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ ﷺ ((اجْعَلْهَا

عَلَيْهِمْ مِثْلَ مِثْلٍ كَسَنِي يُونُسَ))

(۱۰۰۶) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے مغیرہ بن عبد الرحمن نے بیان کیا، ان سے ابو الزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے بیان کیا، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سر مبارک آخری رکعت (کے رکوع) سے اٹھاتے تو یوں فرماتے کہ یا اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو چھوڑ دے۔

۱۰۰۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُغِيرَةُ

بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكْعَةِ الْآخِرَةِ يَقُولُ: ((اللَّهُمَّ أَنْجِ عِيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ، اللَّهُمَّ

یا اللہ سلمہ بن ہشام کو چھوڑا دے۔ یا اللہ ولید بن ولید کو چھوڑا دے۔ یا اللہ بے بس ناتواں مسلمانوں کو چھوڑا دے۔ یا اللہ معز کے کافروں کو سخت پکڑ۔ یا اللہ ان کے سال یوسف علیہ السلام کے سے سال کر دے۔ اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا غفار کی قوم کو اللہ نے بخش دیا اور اسلم کی قوم کو اللہ نے سلامت رکھا۔
ابن ابی الزناد نے اپنے باپ سے صبح کی نماز میں یہی دعا نقل کی۔

أَنْجِ سَلَمَةَ بْنِ هِشَامٍ، اللَّهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ، اللَّهُمَّ أَنْجِ الْمُسْتَغْفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ. اللَّهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ، اللَّهُمَّ اجْعَلْهَا مِيزَانَ يُوسُفَ. وَأَنْ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((غِفَارٌ غَفَرَ اللَّهُ لَهَا، وَأَسْلَمٌ سَأَلَهَا اللَّهُ)).
قَالَ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيهِ هَذَا كَلَّهُ فِي الصُّبْحِ. [راجع: ۷۹۷]

(۱۰۰۷) ہم سے امام حمیدیؒ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے سلیمان اعلمش نے، ان سے ابو الضحیٰ نے، ان سے مسروق نے، ان سے عبد اللہ بن مسعود نے (دوسری سند) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر بن عبد الحمید نے منصور بن مسعود بن معتمر سے بیان کیا اور ان سے ابو الضحیٰ نے، ان سے مسروق نے، انہوں نے بیان کیا کہ ہم عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے جب کفار قریش کی سرکشی دیکھی تو آپؐ نے بد دعا کی کہ اے اللہ! سات برس کا قحط ان پر بھیج جیسے یوسفؑ کے وقت میں بھیجا تھا چنانچہ ایسا قحط پڑا کہ ہر چیز تباہ ہو گئی اور لوگوں نے چمڑے اور مردار تک کھا لئے۔ بھوک کی شدت کا یہ عالم تھا کہ آسمان کی طرف نظر اٹھائی جاتی تو دھویں کی طرح معلوم ہوتا تھا آخر مجبور ہو کر ابو سفیان حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ اے محمد (ﷺ)! آپ لوگوں کو اللہ کی اطاعت اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ اب تو آپ ہی کی قوم برباد ہو رہی ہے، اس لئے آپ خدا سے ان کے حق میں دعا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس دن کا انتظار کر جب آسمان صاف دھواں نظر آئے گا آیت انکم عاتلون تک (نیز) جب ہم سختی سے ان کی گرفت کریں گے (کفار کی) سخت گرفت بدر کی لڑائی میں ہوئی۔ دھویں کا بھی معاملہ گزر چکا (جب سخت قحط پڑا تھا) جس میں پکڑ اور قید کا ذکر ہے وہ سب ہو چکے اسی

۱۰۰۷- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي الضَّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا رَأَى مِنَ النَّاسِ إِذْبَارًا قَالَ: ((اللَّهُمَّ سَنِّعْ كَسْبَ يُوسُفَ)). فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَصَّتْ كُلُّ شَيْءٍ، حَتَّى أَكَلُوا الْجُلُودَ وَالْمَيْتَةَ وَالْجَنَفَ، وَنَظَرُوا أَحَدُهُمْ إِلَى السَّمَاءِ فَبَرَى الدُّخَانَ مِنَ الْجُوعِ. فَأَتَاهُ أَبُو سَفْيَانَ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، إِنَّكَ تَأْمُرُ بِطَاعَةِ اللَّهِ وَبِصِلَةِ الرَّحِمِ، وَإِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوا، فَاذْغِ اللَّهُ لَهُمْ. قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ﴾ - إِلَى قَوْلِهِ - ﴿عَائِدُونَ. يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى﴾ فَاَلْبَطْشَةُ يَوْمَ بَدْرٍ، وَقَدْ مَضَتْ الدُّخَانُ وَالْبَطْشَةُ وَاللَّزَامُ وَآيَةُ الرُّومِ.

[أطرافه في : ۱۰۲۰، ۴۶۹۳، ۴۷۶۷،

۴۷۷۴، ۴۸۰۹، ۴۸۲۰، ۴۸۲۱،

طرح سورہ روم کی آیت میں جو ذکر ہے وہ بھی ہو چکا۔

[۴۸۲۲، ۴۸۲۳، ۲۸۲۴، ۴۸۲۵]۔

نتیجہ یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ مکہ میں تشریف رکھتے تھے۔ قحط کی شدت کا یہ عالم تھا کہ قحط زدہ علاقے دیرانے بن گئے تھے۔ ابوسفیان نے اسلام کی اخلاقی تعلیمات اور صلہ رحمی کا واسطہ دے کر رحم کی درخواست کی۔ حضور اکرم ﷺ نے پھر دعا فرمائی اور قحط ختم ہوا یہ حدیث امام بخاریؒ استفتاء میں اس لئے لائے کہ جیسے مسلمانوں کے لئے بارش کی دعا کرنا مسنون ہے اسی طرح کافروں پر قحط کی بد دعا کرنا جائز ہے۔ روایت میں جن مسلمان مظلوموں کا ذکر ہے یہ سب کافروں کی قید میں تھے۔ آپ کی دعا کی برکت سے اللہ نے ان کو چھوڑا دیا اور وہ مدینہ میں آپ کے پاس آ گئے۔ سات سال تک حضرت یوسفؑ کے زمانہ میں قحط پڑا تھا جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ غفار اور اسلم یہ دو قومیں مدینہ کے ارد گرد رہتی تھیں۔ غفار قدیم سے مسلمان تھے اور اسلم نے آپؐ سے صلہ کر لی تھی۔

پوری آیت کا ترجمہ یہ ہے ”اس دن کا شہرہ جس دن آسمان کھلا ہوا دھواں لے کر آئے گا جو لوگوں کو گھیرے گا۔ یہی تکلیف کا عذاب ہے اس وقت لوگ کہیں گے مالک ہمارے! یہ عذاب ہم پر سے اٹھا دے ہم ایمان لاتے ہیں“ آخر تک۔ یہی سورہ دخان میں مٹش اور دخان کا ذکر ہے۔

اور سورہ فرقان میں ﴿فَسَوْفَ يَنْكُزُونَ لَأَمَّا﴾ (الفرقان: ۷۷) لزام یعنی کافروں کے لئے قید ہونے کا ذکر ہے۔ یہ تینوں باتیں آپ کے عہد میں ہی پوری ہو گئی تھیں۔ دخان سے مراد قحط تھا جو اہل مکہ پر نازل ہوا جس میں بھوک کی وجہ سے آسمان دھواں نظر آتا تھا اور ﴿بَطْشَةُ الْكِبْرَى﴾ (بڑی پکڑ) سے کافروں کا جنگ بدر میں مارا جانا مراد ہے اور لزام ان کا قید ہونا۔ سورہ روم کی آیت میں یہ بیان تھا کہ رومی کافر ایرانیوں سے مغلوب ہو گئے لیکن چند سال میں رومی پھر غالب ہو جائیں گے۔ یہ بھی ہو چکا۔ آئندہ حدیث میں شعر (سستی انعام الخ) ابو طالب کے ایک طویل قصیدے کا ہے جو قصیدہ ایک سو دس (۱۰۰) اشعار پر مشتمل ہے جسے ابو طالب نے آنحضرت ﷺ کی شان میں کہا تھا۔

باب قحط کے وقت لوگ امام سے پانی کی دعا کرنے کے لئے

کہہ سکتے ہیں

(۱۰۰۸) ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالرحمن بن عبداللہ بن دینار نے، ان سے ان کے والد نے، کہا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ابو طالب کا یہ شعر پڑھتے سنا تھا (ترجمہ) گورا ان کا رنگ ان کے منہ کے واسطے سے بارش کی (اللہ سے) دعا کی جاتی ہے۔ قیہوں کی پناہ اور بیواؤں کے سارے“

۳- بَابُ مُؤَالِ النَّاسِ الْإِمَامَ

الْإِمْسِقَاءُ إِذَا قَحَطُوا

۱۰۰۸- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو قَتِيبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَتَمَثَّلُ بِشِعْرِ أَبِي طَالِبٍ: وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْفَقَامُ بِوَجْهِهِ لِمَالِ الْيَتَامَى عِصْمَةً لِلْأَرْحَامِ.

[طرفہ ۳: ۱۰۰۹]۔

(۱۰۰۹) اور عمر بن حمزہ نے بیان کیا کہ ہم سے سالم نے اپنے والد سے بیان کیا وہ کہا کرتے تھے کہ اکثر مجھے شاعر (ابوطالب) کا شعر یاد آ جاتا ہے۔ میں نبی کریم ﷺ کے منہ کو دیکھ رہا تھا کہ آپ دعاء استقاء (منبر پر) کر رہے تھے اور ابھی (دعا سے فارغ ہو کر) اترے بھی نہیں تھے کہ تمام نالے لبریز ہو گئے۔

وابيض يستسقى الغمام بوجهه
ثمال اليتامى عصمة للارامل

یہ ابوطالب کا شعر ہے جس کا ترجمہ ہے کہ ”گورا رنگ ان کا“ وہ حامی یتیموں پیواؤں کے ”لوگ پانی مانگتے ہیں ان کے منہ کے“

(۱۰۱۰) ہم سے حسن بن محمد بن صباح نے بیان کیا کہ کہا کہ ہم سے محمد بن عبد اللہ بن ثنیٰ انصاری نے بیان کیا کہ کہا کہ مجھ سے میرے باپ عبد اللہ بن ثنیٰ نے بیان کیا کہ ان سے ثمامہ بن عبد اللہ بن انسؓ نے ان سے انس بن مالکؓ نے کہ جب کبھی حضرت عمرؓ کے زمانہ میں قحط پڑتا تو عمرؓ حضرت عباس بن عبد المطلبؓ کے وسیلہ سے دعا کرتے اور فرماتے کہ اے اللہ! پہلے ہم تیرے پاس اپنے نبی ﷺ کا وسیلہ لایا کرتے تھے۔ تو تو پانی برساتا تھا۔ اب ہم اپنے نبی کریم ﷺ کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں تو تو ہم پر پانی برسا۔ انسؓ نے کہا کہ چنانچہ بارش خوب ہی برتی۔

۱۰۱۰ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُثَنَّى عَنْ ثَمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسٍ: ((أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ إِذَا قَحَطُوا اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ: اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَاسْتَقِينَا، وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِينَا فَاسْتَقِينَا. قَالَ: فَيُسْقَوْنَ)).

[طرفہ فی : ۳۷۱].

خیر القرون میں دعا کا یہی طریقہ تھا اور سلف کا عمل بھی اسی پر رہا کہ مردوں کو وسیلہ بنا کر وہ دعائیں کرتے تھے کہ انہیں تو عام حالات میں دعا کا شعور بھی نہیں ہوتا بلکہ کسی زندہ مقرب بارگاہ ایزدی کو آگے بڑھا دیتے تھے۔ آگے بڑھ کر وہ دعا کرتے جاتے اور لوگ ان کی دعا پر آمین کہتے جاتے۔

حضرت عباسؓ کے ذریعے اس طرح توسل کیا گیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر موجود یا مردوں کو وسیلہ بنانے کی کوئی صورت حضرت عمرؓ کے سامنے نہیں تھی۔ سلف کا یہی معمول تھا۔ اور حضرت عمرؓ کا طرز عمل اس مسئلہ میں بہت زیادہ واضح ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے حضرت عباسؓ کی دعا بھی نقل کی ہے آپ نے استقاء کی دعا اس طرح کی تھی ”اے اللہ! آفت اور مصیبت بغیر گناہ کے نازل نہیں ہوتی اور توبہ کے بغیر نہیں چھٹی۔ آپ کے نبی کے یہاں میری قدر و منزلت تھی اس لئے قوم مجھے آگے بڑھا کر تیری بارگاہ میں حاضر ہوئی ہے۔ یہ ہمارے ہاتھ ہیں جن سے ہم نے گناہ کئے تھے اور توبہ کے لئے ہماری پیشانیاں سجدہ ریز ہیں، بارانِ رحمت سے سیراب کیجئے۔“ دوسری روایتوں میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس موقع پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایسا معاملہ تھا جیسے بیٹے کا باپ کے ساتھ ہوتا ہے۔ پس لوگو! رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کرو اور خدا کی بارگاہ میں ان کے چچا کو وسیلہ بناؤ۔ چنانچہ دعاء استسقاء کے بعد اس زور کی بارش ہوئی کہ تاحد نظر پانی ہی پانی تھا۔ (مخلص)

باب استسقاء میں

چادر الٹنا

(۱۰۱۱) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے وہب بن جریر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعبہ نے خبر دی، انہیں محمد بن ابی بکر نے، انہیں عباد بن تمیم نے، انہیں عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء استسقاء کی تو اپنی چادر کو بھی الٹا۔

(۱۰۱۲) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے عبد اللہ بن ابی بکر سے بیان کیا، انہوں نے عباد بن تمیم سے سنا، وہ اپنے باپ سے بیان کرتے تھے کہ ان سے ان کے چچا عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ عید گاہ گئے۔ آپ نے وہاں دعائے استسقاء قبلہ رو ہو کر کی اور آپ نے چادر بھی پلٹی اور دو رکعت نماز پڑھی۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری) کہتے ہیں کہ ابن عیینہ کہتے تھے کہ (حدیث کے یہ راوی عبد اللہ بن زید) وہی ہیں جنہوں نے اذان خواب میں دیکھی تھی لیکن یہ ان کی غلطی ہے کیونکہ یہ عبد اللہ ابن زید بن عاصم مازنی ہے جو انصار کے قبیلہ مازن سے تھے۔

یہ مضمون احادیث کی اور کتابوں میں بھی موجود ہے کہ دعائے استسقاء میں آنحضرت ﷺ نے چادر کا نیچے کا کونا پکڑ کر اس کو الٹا اور چادر کو دائیں جانب سے گھما کر بائیں طرف ڈال لیا۔ اس میں اشارہ تھا کہ اللہ اپنے فضل سے ایسے ہی قحط کی حالت کو بدل دے گا۔ اب بھی دعائے استسقاء میں اہلحدیث کے ہاں یہی مسنون طریقہ معمول ہے مگر احتلاف اس کے قائل نہیں ہیں اسی حدیث میں استسقاء کی نماز دو رکعت کا بھی ذکر ہے۔ استسقاء کی نماز بھی عید کی طرح ہے۔

باب جب لوگ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں

کا خیال نہیں رکھتے تو اللہ تعالیٰ قحط بھیج کر

ان سے بدلہ لیتا ہے

۴- بَابُ تَحْوِيلِ الرِّدَاءِ فِي

الِاسْتِسْقَاءِ

۱۰۱۱- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عِبَادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اسْتَسْقَى فَقَلَّبَ رِدَاءَهُ)). [راجع: ۱۰۰۵]

۱۰۱۲- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانٌ قَالَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ إِنَّهُ سَمِعَ عِبَادَ بْنَ تَمِيمٍ يُحَدِّثُ أَبَاهُ عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى فَاسْتَسْقَى فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، وَقَلَّبَ رِدَاءَهُ، وَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ كَانَ ابْنُ عُيَيْنَةَ يَقُولُ: هُوَ صَاحِبُ الْأَذَانِ، وَلَكِنَّهُ وَهَمٌ لِأَنَّ هَذَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ بْنُ عَاصِمٍ الْمَازِنِيُّ مَازِنُ الْأَنْصَارِ. [راجع: ۱۰۰۵]

۵- بَابُ انتِقَامِ الرَّبِّ جَلَّ وَعَزَّ

مِنْ خَلْقِهِ بِالْقَحْطِ إِذَا اتَّهَكَ

مَحَارِمُ اللَّهِ

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس ترجمہ باب میں کوئی حدیث بیان نہیں کی شاید کوئی حدیث یہاں لکھنا چاہتے ہوں گے مگر موقع

نہیں ملا بعض نسخوں میں یہ عبارت بالکل نہیں ہے۔ باب کا مضمون اس حدیث سے نکلتا ہے جو اوپر مذکور ہوئی کہ قریش کے کفار پر آنحضرت ﷺ کی نافرمانی کی وجہ سے عذاب آیا۔

۶۷ - بَابُ الْإِسْتِسْقَاءِ فِي الْمَسْجِدِ

الْجَامِع

۱۰۱۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو صَمْرَةَ أَنَسُ بْنُ عِيَّاضٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَعْمٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَذْكُرُ ((أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ بَابٍ كَانَ وَجَاهُ الْمُنْبَرِ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَائِمٌ يَخْطُبُ، فَاسْتَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَائِمًا فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكْتَ الْمَوَاشِي، وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ، فَادْعُ اللَّهَ أَنْ يُعِثَّنَا. قَالَ: فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَيْهِ فَقَالَ: ((اللَّهُمَّ اسْقِنَا، اللَّهُمَّ اسْقِنَا، اللَّهُمَّ اسْقِنَا)). قَالَ: أَنَسٌ: فَلَا وَاللَّهِ مَا نَرَى فِي السَّمَاءِ مِنْ سَحَابٍ وَلَا قُرْعَةٍ وَلَا شَيْئًا، وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ مِنْ يَبْتٍ وَلَا دَارٍ. قَالَ: فَطَلَعَتْ مِنْ وَرَائِهِ سَحَابَةٌ مِثْلُ التُّرْسِ. فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ السَّمَاءَ انْتَشَرَتْ، ثُمَّ امْطَرَتْ - قَالَ: وَاللَّهِ مَا رَأَيْنَا الشَّمْسَ سِتًّا. ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ ذَلِكَ الْبَابِ فِي الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ - وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَائِمٌ يَخْطُبُ - فَاسْتَقْبَلَهُ قَائِمًا فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَلَكْتَ الْأَنْوَالُ، وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ، فَادْعُ اللَّهَ أَنْ يُنْسِكَهَا. قَالَ: فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((اللَّهُمَّ حَوِّالِنَا وَلَا عَلَيْنَا، اللَّهُمَّ

باب جامع مسجد میں استسقاء

یعنی پانی کی دعا کرنا

(۱۰۱۳) ہم سے محمد بن مرحوم بیکندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو صمرہ انس بن عیاض نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر نے بیان کیا کہ انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے ایک شخص (کعب بن مرہ یا ابو سفیان) کا ذکر کیا جو منبر کے سامنے والے دروازہ سے جمعہ کے دن مسجد نبوی میں آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے، اس نے بھی کھڑے کھڑے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ! (بارش نہ ہونے سے) جانور مر گئے اور راستے بند ہو گئے، آپ اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا فرمائیے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہتے ہی ہاتھ اٹھادیئے آپ نے دعا کی کہ اے اللہ! ہمیں سیراب کر۔ اے اللہ! ہمیں سیراب کر۔ اے اللہ! ہمیں سیراب کر۔ انس بن مالک نے کہا بخدا کہیں دور دور تک آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا نظر نہیں آتا تھا اور نہ کوئی اور چیز (ہوا وغیرہ جس سے معلوم ہو کہ بارش آئے گی) اور ہمارے اور سلع پہاڑ کے درمیان کوئی مکان بھی نہ تھا (کہ ہم بادل ہونے کے باوجود نہ دیکھ سکتے ہوں) پہاڑ کے پیچھے سے ڈھال کے برابر بادل نمودار ہوا اور بیچ آسمان تک پہنچ کر چاروں طرف پھیل گیا اور بارش شروع ہو گئی، خدا کی قسم ہم نے سورج ایک ہفتہ تک نہیں دیکھا۔ پھر ایک شخص دوسرے جمعہ کو اسی دروازے سے آیا۔ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے، اس شخص نے پھر آپ کو کھڑے کھڑے ہی مخاطب کیا کہ یا رسول اللہ! (بارش کی کثرت سے) مال و منال پر تباہی آگئی اور راستے بند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ بارش روک دے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی کہ یا اللہ اب

ہمارے ارد گرد بارش برسا ہم سے اسے روک دے۔ ٹیلوں پہاڑوں پہاڑیوں وادیوں اور باغوں کو سیراب کر۔ انہوں نے کہا کہ اس دعا سے بارش ختم ہو گئی اور ہم نکلے تو دھوپ نکل چکی تھی۔ شریک نے کہا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ یہ وہی پہلا شخص تھا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں۔

سُئِلَ مَدِينَةُ كَافِرًا - مطلب یہ کہ کسی بلند مکان یا گھر کی آڑ بھی نہ تھی کہ ابر ہو اور ہم اسے نہ دیکھ سکیں بلکہ آسمان شیشے کی طرح صاف تھا، برسات کا کوئی نشان نہ تھا۔ اس حدیث سے حضرت امامؑ نے یہ ثابت فرمایا کہ جمعہ میں بھی استقاء یعنی پانی کی دعا مانگنا درست ہے۔ نیز اس حدیث سے کئی ایک معجزات نبویؐ کا ثبوت ملتا ہے کہ آپؐ نے اللہ پاک سے بارش کے لئے دعا فرمائی تو وہ فوراً قبول ہوئی اور بارش شروع ہو گئی۔ پھر جب کثرت باراں سے نقصان شروع ہوا تو آپؐ نے بارش بند ہونے کی دعا فرمائی اور وہ بھی فوراً قبول ہوئی۔ اس سے آپؐ کے عند اللہ درجہ قبولیت و صداقت پر روشنی پڑتی ہے۔ صلے اللہ علیہ وسلم

باب جمعہ کا خطبہ پڑھتے وقت جب منہ قبلہ کی طرف نہ ہو پانی کے لئے دعا کرنا

(۱۰۱۴) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے شریک نے بیان کیا، ان سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہوا۔ اب جہاں دار القضاء ہے اسی طرف کے دروازے سے وہ آیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے، اس نے بھی کھڑے کھڑے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا۔ کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جانور مر گئے اور راستے بند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ہم پر پانی برسائے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی اے اللہ! ہم پر پانی برسا۔ اے اللہ! ہمیں سیراب کر۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم آسمان پر بادل کا کیں نشان بھی نہ تھا اور ہمارے اور سلع پہاڑ کے بیچ میں مکانات بھی نہیں تھے، اتنے میں پہاڑ کے پیچھے سے بادل نمودار ہوا ڈھال کی طرح اور آسمان کے بیچ میں پہنچ کر چاروں طرف پھیل گیا اور برسنے لگا۔ خدا کی قسم ہم نے ایک ہفتہ تک سورج نہیں دیکھا۔ پھر دوسرے جمعہ کو ایک شخص اسی

عَلَى الْإِسْكَامِ وَالْجِبَالِ وَالْطَّرَابِ وَالْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ)). قَالَ: فَأَنْقَطَعْتُ، وَخَرَجْنَا نَمْشِي فِي الشَّمْسِ. قَالَ شَرِيكَ: فَسَأَلْتُ أَنَسًا: أَهُوَ الرَّجُلُ الْأَوَّلُ؟ قَالَ: لَا أَذْرِي؟ [راجع: ۹۳۲]

۶ - بَابُ الْإِسْتِغْنَاءِ فِي خُطْبَةِ

الْجُمُعَةِ غَيْرَ مُسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةِ

۱۰۱۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شَرِيكَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ((أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ يَوْمَ جُمُعَةٍ مِنْ بَابٍ كَانَ نَحْوَ دَارِ الْقَضَاءِ - وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَائِمٌ يَخْطُبُ - فَاسْتَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَائِمًا ثُمَّ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ، وَأَنْقَطَعَتِ السُّبُلُ، فَادْعُ اللَّهَ يُعِينَنَا. فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((اللَّهُمَّ اغْنِنَا، اللَّهُمَّ اغْنِنَا، اللَّهُمَّ اغْنِنَا)). قَالَ: أَنَسٌ: وَلَا وَاللَّهِ مَا تَرَى فِي السَّمَاءِ مِنْ سَحَابٍ وَلَا قَرَعَةٍ، وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سُلْعٍ مِنْ يَتَبَرٍّ وَلَا دَارٍ. وَقَالَ فَطَلَعَتْ مِنْ وَرَائِهِ سَحَابَةٌ مِثْلُ التُّرْسِ. فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ السَّمَاءَ انْتَشَرَتْ، ثُمَّ أَمْطَرَتْ، فَلَا وَاللَّهِ مَا رَأَيْنَا

دروازے سے داخل ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے خطبہ دے رہے تھے، اس لئے اس نے کھڑے کھڑے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! (کثرت بارش سے) جانور تباہ ہو گئے اور راستے بند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ بارش بند ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی اے اللہ! ہمارے اطراف میں بارش برسا (جہاں ضرورت ہے) ہم پر نہ برسا۔ اے اللہ! ٹیلوں پہاڑیوں وادیوں اور باغوں کو سیراب کر۔ چنانچہ بارش کا سلسلہ بند ہو گیا اور ہم باہر آئے تو دھوپ نکل چکی تھی۔ شریک نے بیان کیا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا یہ پہلا ہی شخص تھا؟ انہوں نے جواب دیا مجھے معلوم نہیں۔

الشمس سبتاً. ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ ذَلِكَ الْبَابِ فِي الْجُمُعَةِ - وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَائِمٌ يَخْطُبُ - فَاسْتَقْبَلَهُ قَائِمًا فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ، وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ، فَادْعُ اللَّهَ يُمَسِّكْهَا غِنًا. قَالَ: فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا، اللَّهُمَّ عَلَى الْإِكَامِ وَالظَّرَابِ وَبُطُونِ الْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ)). قَالَ: فَأَقْلَعَتْ وَخَرَجْنَا نَمْشِي فِي الشَّمْسِ. قَالَ شَرِيكَ: فَسَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ: أَهُوَ الرَّجُلُ الْأَوَّلُ؟ قَالَ: مَا

أَدْرِي؟ [راجع: ۹۳۲]

تشریح سلح مینہ کی مشہور پہاڑی ہے ادھر ہی سمندر تھا۔ راوی یہ کہنا چاہتے ہیں کہ بادل کا کہیں نام و نشان بھی نہیں تھا۔ سلح کی طرف بادل کا امکان ہو سکتا تھا۔ لیکن اس طرف بھی بادل نہیں تھا۔ کیونکہ پہاڑی صاف نظر آ رہی تھی درمیان میں مکانات وغیرہ بھی نہیں تھے اگر بادل ہوتے تو ضرور نظر آتے اور حضور اکرم ﷺ کی دعا کے بعد بادل ادھر ہی سے آئے۔ دار القضاء ایک مکان تھا جو حضرت عمرؓ نے بنوایا تھا۔ جب حضرت عمرؓ کا انتقال ہونے لگا تو آپ نے وصیت فرمائی کہ یہ مکان بیچ کر میرا قرض ادا کر دیا جائے جو بیت المال سے میں نے لیا ہے۔ آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ نے اسے حضرت معاویہؓ کے ہاتھ بیچ کر آپ کا قرض ادا کر دیا، اس وجہ سے اس گھر کو دار القضاء کہنے لگے یعنی وہ مکان جس سے قرض ادا کیا گیا۔ یہ حال تھا مسلمانوں کے خلیفہ کا کہ دنیا سے رخصتی کے وقت ان کے پاس کوئی سرمایہ نہ تھا۔

باب منبر پر پانی کے لئے دعا کرنا

(۱۰۱۵) ہم سے مسدود بن مسرہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! پانی کا قحط پڑ گیا ہے، اللہ سے دعا کیجئے کہ ہمیں سیراب کر دے۔ آپ نے دعا کی اور بارش اس طرح شروع ہوئی کہ گھروں تک پہنچنا مشکل ہو گیا، دوسرے جمعہ تک برابر بارش ہوتی رہی۔ انس نے کہا کہ پھر

۸- بَابُ الْإِسْتِقَاءِ عَلَى الْمِنْبَرِ

۱۰۱۵- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: ((بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ قَحْطُ الْمَطَرِ، فَادْعُ اللَّهَ أَنْ يَسْقِيَنَا. فَدَعَا، فَمَطَرْنَا، فَمَا كِدْنَا أَنْ نَصِلَ إِلَى مَنَازِلِنَا، فَمَا رَلْنَا نُمْطَرُ إِلَى الْجُمُعَةِ

(دوسرے جمعہ میں) وہی شخص یا کوئی اور کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ﷺ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ بارش کا رخ کسی اور طرف موڑ دے۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ ہمارے ارد گرد بارش برسا ہم پر نہ برسا۔ انس نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ بادل ٹکڑے ٹکڑے ہو کر دائیں بائیں طرف چلے گئے پھر وہاں بارش شروع ہو گئی اور مدینہ میں اس کا سلسلہ بند ہوا۔

الْمُقْبَلَةِ. قَالَ فَقَامَ ذَلِكَ الرَّجُلُ - أَوْ غَيْرُهُ - فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَدْعُ اللَّهَ أَنْ يَصْرِفَهُ عَنَّا. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا)). قَالَ: فَلَقَدْ رَأَيْتُ السَّحَابَ يَنْقَطِعُ يَمِينَنَا وَشِمَالَنَا، يُمَطَّرُونَ وَلَا يُمَطَّرُ أَهْلُ الْمَدِينَةِ)).

[راجع: ۹۳۲]

اس حدیث میں بظاہر منبر کا ذکر نہیں ہے آپ کے خطبہ جمعہ کا ذکر ہے جو آپ منبری پر دیا کرتے تھے کہ اس سے منبر ثابت ہو گیا۔

باب پانی کی دعا کرنے میں جمعہ کی نماز کو کافی سمجھنا (یعنی علیحدہ استسقاء کی نماز نہ پڑھنا اور اس کی نیت کرنا یہ بھی استسقاء کی ایک شکل ہے)

۹- بَابُ مَنْ اكْتَفَى بِصَلَاةِ الْجُمُعَةِ فِي الْإِسْتِسْقَاءِ

(۱۰۱۶) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ قعنی نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر نے، ان کو انس رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ ایک آدمی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ جانور ہلاک ہو گئے اور راستے بند ہو گئے۔ آپ نے دعا کی اور ایک ہفتہ تک بارش ہوتی رہی پھر ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ (بارش کی کثرت سے) گھر گر گئے، راستے بند ہو گئے۔ چنانچہ آپ نے پھر کھڑے ہو کر دعا کی کہ اے اللہ! بارش ٹیلوں، پہاڑیوں، وادیوں اور باغوں میں برسا (دعا کے نتیجے میں) بادل مدینہ سے اس طرح پھٹ گئے جیسے کپڑا پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔

۱۰۱۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ شَرِيكَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي نَمْرٍ قَالَ: ((جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: هَلَكَتِ الْمَوَاشِي، وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ، فَدَعَا، فَمَطَرْنَا مِنَ الْجُمُعَةِ إِلَى الْجُمُعَةِ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: تَهَدَّمَتِ الْبُيُوتُ، وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ، وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِي، فَقَامَ ﷺ فَقَالَ: ((اللَّهُمَّ عَلَى الْإِكَامِ وَالطَّرَابِ وَالْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ)). فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِينَةِ انْجِيَابَ الْغُوبِ

[راجع: ۹۳۲]

باب اگر بارش کی کثرت سے راستے بند ہو جائیں تو پانی تھمنے کی دعا کر سکتے ہیں

۱۰- بَابُ الدُّعَاءِ إِذَا تَقَطَّعَتِ

السُّبُلُ مِنْ كَثَرَةِ الْمَطَرِ

(۱۰۱۷) ہم سے اسماعیل بن ابی ایوب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ

۱۰۱۷- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي

مجھ سے امام مالکؒ نے بیان کیا، انہوں نے شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر کے واسطے سے بیان کیا، ان سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! موسیٰ ہلاک ہو گئے اور راستے بند ہو گئے، آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک بارش ہوتی رہی پھر دوسرے جمعہ کو ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! (کثرت باران سے بہت سے) مکانات گر گئے، راستے بند ہو گئے اور موسیٰ ہلاک ہو گئے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! پہاڑوں ٹیلوں وادیوں اور باغات کی طرف بارش کا رخ کر دے۔ (جہاں بارش کی کمی ہے)۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے بادل کپڑے کی طرح پھٹ گیا۔

[راجع: ۹۳۲]

اور پانی پروردگار کی رحمت ہے، اس کے بالکل بند ہو جانے کی دعا نہیں فرمائی بلکہ یوں فرمایا کہ جہاں مفید ہے وہاں برے۔

باب جب نبی کریم ﷺ نے جمعہ کے دن

مسجد ہی میں پانی کی

دعا کی تو چادر نہیں الٹائی

(۱۰۱۸) ہم سے حسن بن بشر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے معانی بن عمران نے بیان کیا کہ ان سے امام اوزاعی نے، ان سے اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ نے، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے (قحط سے) مال کی بربادی اور اہل و عیال کی بھوک کی شکایت کی۔ چنانچہ آپؐ نے دعائے استسقاء کی۔ راوی نے اس موقع پر نہ چادر پلٹنے کا ذکر کیا اور نہ قبلہ کی طرف منہ کرنے کا۔

معلوم ہوا کہ چادر الٹانا اس استسقاء میں سنت ہے جو میدان میں نکل کر کیا جائے اور نماز پڑھی جائے۔

باب جب لوگ امام سے دعائے استسقاء کی درخواست

مَالِكٌ عَنْ شَرِيكَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ ((جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَلَكَتِ الْمَوَاشِي، وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللَّهَ. فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَمُطِرُوا مِنْ جُمُعَةٍ إِلَى جُمُعَةٍ. فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، تَهَدَّمَتِ الْبُيُوتُ، وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ، وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِي. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((اللَّهُمَّ عَلَى رُؤُوسِ الْجِبَالِ وَالْأَكَامِ، وَبُطُونِ الْأَوْدِيَةِ، وَمَنَايِبِ الشَّجَرِ)). فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِينَةِ أَنْجِيَابُ الْقَوْبِ.

۱۱- بَابُ مَا قِيلَ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ

يُحَوِّلَ رِدَاءَهُ فِي الْإِسْتِسْقَاءِ يَوْمَ

الْجُمُعَةِ

۱۰۱۸- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عِمْرَانَ عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ((أَنَّ رَجُلًا شَكََا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ هَلَكَ الْمَالُ وَجَهَدَ الْعِيَالُ، فَدَعَا اللَّهَ يَسْتَنْقِي. وَلَمْ يَذْكُرْ أَنَّهُ حَوَّلَ رِدَاءَهُ، وَلَا اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ)). [راجع: ۹۳۲]

۱۲- بَابُ إِذَا اسْتَشْفَعُوا إِلَى الْإِمَامِ

لَيْسَتْ سَقِي لَّهُمْ لَمْ يَرُدُّهُمْ

۱۰۱۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ شَرِيكَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ: ((جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَلَكْتَ الْمَوَاشِي، وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ، فَادْعُ اللَّهَ. فَدَعَا اللَّهَ فَمَطَرْنَا مِنَ الْجُمُعَةِ إِلَى الْجُمُعَةِ فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، تَهْدَمَتِ الْبُيُوتُ، وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ، وَهَلَكْتَ الْمَوَاشِي. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((اللَّهُمَّ عَلَى ظُهُورِ الْجِبَالِ وَالْإِكَامِ وَبُطُونِ الْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ)). فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِينَةِ أَنْجِيَابُ الثَّوْبِ.

۱۳- بَابُ إِذَا اسْتَشْفَعَ الْمُشْرِكُونَ بِالْمُسْلِمِينَ عِنْدَ الْقَحْطِ

۱۰۲۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ وَالْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي الصُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ: أَتَيْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ فَقَالَ: إِنَّ قُرَيْشًا أَبْطَلُوا عَنِ الْإِسْلَامِ، فَدَعَا عَلَيْهِمُ النَّبِيُّ ﷺ، فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَتَّى هَلَكُوا فِيهَا، وَأَكَلُوا الْمَيْتَةَ وَالْعِظَامَ. فَجَاءَهُ أَبُو سُفْيَانَ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، جَنَّتْ تَأْمُرُ بِصِلَةِ الرَّجَمِ، وَإِنْ

کریں تو رونہ کرے

(۱۰۱۹) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالکؒ نے شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر کے واسطے سے خبر دی اور انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا یا رسول اللہ! (قحط سے) جانور ہلاک ہو گئے اور راستے بند، اللہ سے دعا کیجئے۔ چنانچہ آپؐ نے دعا کی اور ایک جمعہ سے اگلے جمعہ تک ایک ہفتہ تک بارش ہوتی رہی۔ پھر ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (بارش کی کثرت سے) راستے بند ہو گئے اور مویشی ہلاک ہو گئے۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! بارش کا رخ پہاڑوں ٹیلوں وادیوں اور باغات کی طرف موڑ دے، چنانچہ بادل مدینہ سے اس طرح چھٹ گیا جیسے کپڑا پھٹ جایا کرتا ہے۔

باب اس بارے میں کہ اگر قحط میں مشرکین مسلمانوں سے دعا کی درخواست کریں؟

اگر قحط پڑے اور غیر مسلم مسلمانوں سے دعا کے طالب ہوں تو بلا دروغ دعا کرنی چاہئے کیونکہ کسی بھی غیر مسلم سے انسانی سلوک کرنا اور ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرنا اسلام کا عین منشا ہے اور اسلام کی عزت بھی اسی میں ہے۔

(۱۰۲۰) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، ان سے سفیان ثوری نے، انہوں نے بیان کیا کہ ہم سے منصور اور اعمش نے بیان کیا، ان سے ابو الصُّحی نے، ان سے مسروق نے، آپؐ نے کہا کہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ قریش کا اسلام سے اعراض بڑھتا گیا تو نبی کریم ﷺ نے ان کے حق میں بددعا کی۔ اس بددعا کے نتیجے میں ایسا قحط پڑا کہ کفار مرنے لگے اور مردار اور ہڈیاں کھانے لگے۔ آخر ابو سفیان آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے محمد! (ﷺ) آپ صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں لیکن آپ کی قوم

قَوْمَكَ هَلَكُوا، فَادْعُ اللَّهَ تَعَالَى. فَقَرَأَ:
﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُحَانٍ مُبِينٍ﴾
ثُمَّ عَادُوا إِلَى كُفْرِهِمْ، فَلَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى:
﴿يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى﴾ يَوْمَ بَدْرٍ -
وَزَادَ اسْبَاطُ عَنْ مَنْصُورٍ: - فَدَعَا رَسُولُ
اللَّهِ ﷺ فَسَقُوا الْغَيْثَ، فَأَطْبَقَتْ عَلَيْهِمْ
سَبْعًا. وَشَكَا النَّاسُ كَثْرَةَ الْمَطَرِ قَالَ:
«اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا». فَانْحَدَرَتِ
السَّحَابَةُ عَنْ رَأْسِهِ، فَسَقُوا النَّاسُ
حَوَالَهُمْ. [راجع: ۱۰۰۷]

مر رہی ہے۔ اللہ عزوجل سے دعا کیجئے۔ آپ نے اس آیت کی تلاوت
کی (ترجمہ) اس دن کا انتظار کر جب آسمان پر صاف کھلا ہوا دھواں
نمودار ہو گا (آیہ) (خیر آپ نے دعا کی بارش ہوئی قحط جاتا رہا) لیکن وہ پھر
کفر کرنے لگے اس پر اللہ پاک کا یہ فرمان نازل ہوا (ترجمہ) جس دن
ہم انہیں سختی کے ساتھ پکڑ کریں گے اور یہ پکڑ بدر کی لڑائی میں ہوئی
اور اسباط بن محمد نے منصور سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے
دعائے استسقاء کی (مدینہ میں) جس کے نتیجے میں خوب بارش ہوئی کہ
سات دن تک وہ برابر جاری رہی۔ آخر لوگوں نے بارش کی زیادتی کی
شکایت کی تو حضور اکرم نے دعا کی کہ اے اللہ! ہمارے اطراف
و جوانب میں بارش برسا، مدینہ میں بارش کا سلسلہ ختم کر۔ چنانچہ بادل
آسمان سے چھٹ گیا اور مدینہ کے ارد گرد خوب بارش ہوئی۔

تشریح شروع میں جو واقعہ بیان ہوا، اس کا تعلق مکہ سے ہے۔ کفار کی سرکشی اور نافرمانی سے عاجز آکر حضور اکرم ﷺ نے جب
بد دعا کی اور اس کے نتیجے میں سخت قحط پڑا تو ابوسفیان جو ابھی تک کافر تھے، حاضر خدمت ہوئے اور کہا کہ آپ صلہ رحمی کا
حکم دیتے ہیں۔ لیکن خود اپنی قوم کے حق میں اتنی سخت بد دعا کر دی۔ اب کم از کم آپ کو دعا کرنی چاہئے کہ قوم کی یہ پریشانی دور ہو۔
حدیث میں اس کی تصریح نہیں ہے کہ آپ نے ان کے حق میں دوبارہ دعا فرمائی لیکن حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے
دعا کی تھی جیسی تو قحط کا سلسلہ ختم ہوا لیکن قوم کی سرکشی برابر جاری رہی اور پھر یہ آیت نازل ہوئی ﴿يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى﴾
(الدخان: ۲۴) یہ پیش کبریٰ بدر کی لڑائی میں وقوع پذیر ہوئی۔ جب قریش کے بہترین افراد لڑائی میں کام آئے اور انہیں بری طرح پپا
ہونا پڑا۔ دمیاطی نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے بد دعا حضور اکرم نے اس وقت کی تھی جب کفار نے حرم میں سجدہ کی حالت میں آپ پر
ادھمڑی ڈال دی تھی اور پھر خوب اس ”کارنامے“ پر خوش ہوئے اور قہقہے لگائے تھے۔ قوم کی سرکشی اور فساد اس درجہ بڑھ گیا تو
حضور اکرم ﷺ جیسے حلیم الطبع اور بردبار اور صابر نبی کی زبان سے بھی بد دعا نکل گئی۔ جب ایمان لانے کی کسی درجہ میں بھی امید نہیں
ہوتی بلکہ قوم کا وجود دنیا میں صرف شر و فساد کا باعث بن کر رہ جاتا ہے تو اس شر کو ختم کرنے کی آخری تدبیر بد دعا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے پھر بھی کبھی ایسی بد دعا نہیں نکلی جو ساری قوم کی تباہی کا باعث ہوتی کیونکہ عرب کے
اکثر افراد کا ایمان مقدر تھا۔ اس روایت میں اسباط کے واسطے سے جو حصہ بیان ہوا ہے اس کا تعلق مکہ سے نہیں بلکہ مدینہ سے ہے۔

اسباط نے منصور کے واسطے سے جو حدیث نقل کی ہے اس کی تفصیل اس سے پہلے متعدد ابواب میں گزر چکی ہے۔ مصنف نے دو
حدیثوں کو ملا کر ایک جگہ بیان کر دیا، یہ غلط کسی راوی کا نہیں بلکہ جیسا کہ دمیاطی نے کہا ہے خود مصنف کا ہے (تفہیم البیاری)

پیغمبروں کی شخصیت بہت ہی ارفع و اعلیٰ ہوتی ہے، وہ ہر مشکل کو ہر دکھ کو ہنس کر برداشت کر لیتے ہیں مگر جب قوم کی سرکشی حد
سے گزرنے لگے اور وہ ان کی ہدایت سے مایوس ہو جائیں تو وہ اپنا آخری ہتھیار بد دعا بھی استعمال کر لیتے ہیں۔ قرآن مجید میں ایسے
مواقع پر بہت سے نبیوں کی دعائیں منقول ہیں۔ ہمارے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی مایوس کن مواقع پر بد دعا کی ہے جن کے نتائج
بھی فوراً ہی ظاہر ہوئے ان ہی میں سے ایک یہ واقعہ مذکورہ بھی ہے (واللہ اعلم)

باب جب بارش حد سے زیادہ ہو تو اس بات کی دعا کہ
ہمارے یہاں بارش بند ہو جائے اور ارد گرد بر سے

(۱۰۲۱) مجھ سے محمد بن ابی بکر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معتمر بن سلیمان نے عبید اللہ عمری سے بیان کیا، ان سے ثابت نے، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں لوگوں نے کھڑے ہو کر غل چلیا، کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! بارش کے نام بوند بھی نہیں درخت سرخ ہو چکے (یعنی تمام پتے خشک ہو گئے) اور جانور تباہ ہو رہے ہیں، آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ہمیں سیراب کرے۔ آپ نے دعا کی اے اللہ! ہمیں سیراب کر۔ دو مرتبہ آپ نے اس طرح کہا۔ قسم خدا کی اس وقت آسمان پر بادل کہیں دور دور نظر نہیں آتا تھا لیکن دعا کے بعد اچانک ایک بادل آیا اور بارش شروع ہو گئی۔ آپ منبر سے اترے اور نماز پڑھائی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو بارش ہو رہی تھی اور دوسرے جمعہ تک بارش برابر ہوتی رہی پھر جب حضور اکرم دوسرے جمعہ میں خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے تو لوگوں نے بتایا کہ مکانات منہدم ہو گئے اور راستے بند ہو گئے، اللہ سے دعا کیجئے کہ بارش بند کر دے۔ اس پر نبی کریم ﷺ مسکرائے اور دعا کی اے اللہ! ہمارے اطراف میں اب بارش برسا، مدینہ میں اس کا سلسلہ بند کر۔ آپ کی دعا سے مدینہ سے بادل چھٹ گئے اور بارش ہمارے ارد گرد ہونے لگی۔ اس شان سے کہ اب مدینہ میں ایک بوند بھی نہ پڑتی تھی میں نے مدینہ کو دیکھا ابر تاج کی طرح گردا گرد تھا اور مدینہ اس کے بیچ میں۔

باب استسقاء میں کھڑے ہو کر خطبہ میں

دعا مانگنا

(۱۰۲۲) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، ان سے زہیر نے، ان سے ابو اسحاق نے کہ عبد اللہ بن یزید انصاری رضی اللہ عنہ استسقاء کے لئے باہر نکلے۔ ان کے ساتھ براء بن عازب اور زید بن

۱۴- بَابُ الدُّعَاءِ إِذَا كَثُرَ الْمَطَرُ
(حَوَالِنَا وَلَا عَلَيْنَا))

۱۰۲۱- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ثَابِتِ بْنِ أَنَسٍ قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ يَوْمَ جُمُعَةٍ، فَلَقَامَ النَّاسُ فَصَاخُوا فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ فَحَطَّ الْمَطَرُ، وَاحْمَرَّتِ الشَّجَرُ، وَهَلَكَتِ الْبَهَائِمُ، فَادْعُ اللَّهَ أَنْ يَسْقِيَنَا. فَقَالَ: ((اللَّهُمَّ اسْقِنَا)) (مَوْتِنِ). وَابِمْ اللَّهُ مَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَرَعَةً مِنْ سَحَابٍ، فَشَأَتْ سَحَابَةٌ وَأَمْطَرَتْ، وَنَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ فَصَلَّى. فَلَمَّا انْصَرَفَ لَمْ تَزَلْ تُمَطِّرُ إِلَى الْجُمُعَةِ الَّتِي تَلِيهَا. فَلَمَّا قَامَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ صَاخُوا إِلَيْهِ: تَهَدَّمَتِ الْبُيُوتُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ، فَادْعُ اللَّهَ يُخَسِّسْهَا عَلَيْنَا. فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ قَالَ: ((اللَّهُمَّ حَوَالِنَا وَلَا عَلَيْنَا)). وَتَكَثَّرَتْ الْمَدِينَةُ، فَجَعَلَتْ تُمَطِّرُ حَوْلَهَا، وَ مَا تُمَطِّرُ بِالْمَدِينَةِ قَطْرَةً، فَنَظَرْتُ إِلَى الْمَدِينَةِ وَإِنَّهَا لَفِي مِثْلِ الْإِكْلِيلِ)). [راجع: ۹۳۲]

۱۵- بَابُ الدُّعَاءِ فِي الْإِسْتِسْقَاءِ

قَائِمًا

۱۰۲۲- وَقَالَ لَنَا أَبُو نُعَيْمٍ عَنْ زُهَيْرٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ((خَرَجَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيُّ وَخَرَجَ مَعَهُ الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ

ارقم رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ انہوں نے پانی کے لئے دعا کی تو پاؤں پر کھڑے رہے، منبر نہ تھا۔ اسی طرح آپ نے دعا کی پھر دو رکعت نماز پڑھی جس میں قرأت بلند آواز سے کی، نہ اذان کی اور نہ اقامت۔ ابو اسحاق نے کہا عبد اللہ بن یزید نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔

وہ صحابی تھے اور ان کا یہ واقعہ ۶۳ھ سے تعلق رکھتا ہے جبکہ وہ عبد اللہ بن زہری کی طرف سے کوفہ کے حاکم تھے۔

(۱۰۲۳) ہم سے ابو الیمان حکیم بن نافع نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عباد بن تیم نے بیان کیا کہ ان کے چچا عبد اللہ بن زید نے جو صحابی تھے، انہیں خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو ساتھ لے کر استسقاء کے لئے نکلے اور آپ کھڑے ہوئے اور کھڑے ہی کھڑے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے اپنی چادر پٹی چنانچہ بارش خوب ہوئی۔

باب استسقاء کی نماز میں بلند آواز سے

قرأت کرنا

(۱۰۲۳) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے زہری سے بیان کیا، ان سے عباد بن تیم نے اور ان سے ان کے چچا (عبد اللہ بن زید) نے کہ نبی کریم ﷺ استسقاء کے لئے باہر نکلے تو قبلہ رو ہو کر دعا کی۔ پھر اپنی چادر پٹی اور دو رکعت نماز پڑھی۔ نماز میں آپ نے قرأت قرآن بلند آواز سے کی۔

باب استسقاء میں نبی کریم ﷺ نے لوگوں کی طرف پشت

مبارک کس طرح موڑی تھی؟

(۱۰۲۵) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے زہری سے بیان کیا، ان سے عباد بن تیم نے، ان سے ان کے چچا عبد اللہ بن زید نے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ

وَزَيْدُ بْنُ أَرْقَمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فَاسْتَسْقَى، فَقَامَ بِهِمْ عَلَى رِجْلَيْهِ عَلَى غَيْرِ مَنْبَرٍ، فَاسْتَفْقَرْتُ ثُمَّ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ يَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ، وَلَمْ يُؤَذِّنْ وَلَمْ يَقُمْ. قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ: وَرَأَى عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ النَّبِيَّ ﷺ)).

۱۰۲۳- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبَادُ بْنُ تَمِيمٍ أَنَّ عَمَّهُ - وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ - أَخْبَرَهُ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ بِالنَّاسِ يَسْتَسْقِي لَهُمْ، فَقَامَ لَدَعَا اللَّهَ قَائِمًا، ثُمَّ تَوَجَّهَ قِبَلَ الْقِبْلَةِ وَحَوْلَ رِذَاءَةٍ فَأَسْقَوْا)). [راجع: ۱۰۰۵]

۱۶- بَابُ الْجَهْرِ بِالْقِرَاءَةِ فِي

الِاسْتِسْقَاءِ

۱۰۲۴- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ عَبَادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ: ((خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ يَسْتَسْقِي، فَتَوَجَّهَ إِلَى الْقِبْلَةِ يَدْعُو، وَحَوْلَ رِذَاءَةٍ، ثُمَّ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ يَجْهَرُ فِيهِمَا بِالْقِرَاءَةِ)).

[راجع: ۱۰۰۵]

۱۷- بَابُ كَيْفِ حَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ

ظَهَرَهُ إِلَى النَّاسِ

۱۰۲۵- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ عَبَادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ: ((رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا خَرَجَ

علیہ وسلم کو جب آپ استسقاء کے لئے باہر نکلے دیکھا تھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ آپ نے اپنی پیٹھ صحابہ کی طرف کردی اور قبلہ رخ ہو کر دعا کی۔ پھر چادر پٹلی اور دو رکعت نماز پڑھائی جس کی قرأت قرآن میں آپ نے جبر کیا تھا۔

يَسْتَسْقِي، قَالَ: فَحَوَّلَ إِلَى النَّاسِ ظَهْرَهُ
وَأَسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ يَذْعُو، ثُمَّ حَوَّلَ رِدَاءَهُ،
ثُمَّ صَلَّى لَنَا رَكَعَتَيْنِ جَهَرَ فِيهِمَا
بِالْقِرَاءَةِ)). [راجع: ۱۰۰۵]

باب استسقاء کی نماز دو رکعتیں

۱۸- بَابُ صَلَاةِ الْإِسْتِسْقَاءِ

پڑھنا

رَكَعَتَيْنِ

(۱۰۲۶) مجھ سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے عبد اللہ بن ابی بکر سے بیان کیا، ان سے عباد بن حمیم نے، ان سے ان کے چچا عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے استسقاء کی تو دو رکعت نماز پڑھی اور چادر پٹلی۔

۱۰۲۶- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ:
حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ
عَنْ عُبَادِ بْنِ حَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ: ((أَنَّ النَّبِيَّ
ﷺ اسْتَسْقَى فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ، وَقَلَّبَ
رِدَاءَهُ)). [راجع: ۱۰۰۵]

تشریح استسقاء کی دو رکعت نماز سنت ہے۔ امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور جمہور کا یہی قول ہے حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ استسقاء کے لئے نماز ہی نہیں تسلیم کرتے مگر صاحبین نے اس بارے میں حضرت امام کی مخالفت کی ہے اور صلوٰۃ استسقاء کے سنت ہونے کا اقرار کیا ہے۔

صاحب عرف الثذی نے اس بارے میں تفصیل سے لکھا ہے۔ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب شیخ الحدیث مدظلہ العالی جملہ اختلافات کی تشریح کے بعد فرماتے ہیں:

وقد عرفت بما ذكرنا من وجه تخطب الحنفية في بيان مذهب امامهم وهو انه قد نفى الصلوة في الاستسقاء معلقاً كما هو مصرح في كلام ابي يوسف و محمد في بيان مذهب ابي حنيفة ولا شك ان قوله هذا مخالف و منا بد للسنّة الصحيحة الثابتة الصريحة فاضطربت الحنفية لذلك و تخطبوا في تشریح مذهبه و تعليله حتى اضطرب بعضهم الى الاعتراف بان الصلوة في الاستسقاء بجماعة سنة و قال لم ينكر ابو حنيفة سنيتها و استحبابها و انما انكر كونها سنة متوكدة و هذا كما ترى من باب توجيه الكلام بما لا يرضى به فائله لانه لو كان الامر كذلك لم يكن بينه وبين صاحبيه خلاف مع انه قد صرح جميع الشراح و غيرهم ممن كتب في اختلاف الائمة بالخلاف بينه وبين الجمهور في هذه المسئلة قال شيخنا في شرح الترمذی قول الجمهور وهو الصواب و الحق لانه قد ثبت صلوة صلى الله عليه و سلم ركعتين في الاستسقاء من احاديث كثيرة صحيحة (مرعاة ج: ۲ / ص: ۳۹۰)

خلاصہ یہ کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے مطلقاً صلوٰۃ استسقاء کا انکار کیا ہے تم پر واضح ہو گیا ہو گا کہ اس بارے میں حنفیہ کو کس قدر پریشان ہونا پڑا ہے حالانکہ حضرت امام ابو یوسفؒ و حضرت امام محمدؒ کے کلام سے صراحتاً ثابت ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کا یہی مذہب ہے اور کوئی شک نہیں کہ آپ کا یہ قول سنت صحیحہ کے صراحتاً خلاف ہے۔ اس لئے اس کی تاویل اور تشریح اور تعلیل بیان کرنے میں علمائے احناف کو بڑی مشکل پیش آئی ہے حتیٰ کہ بعض نے اعتراف کیا ہے کہ نماز استسقاء جماعت کے ساتھ سنت ہے اور حضرت امام ابو حنیفہؒ نے صرف سنت مؤکدہ ہونے کا انکار کیا ہے۔ یہ قائل کے قول کی ایسی توجیہ ہے جو خود قائل کو بھی پسند نہیں ہے۔ اگر حقیقت یہی ہوتی تو صاحبینؒ اپنے امام سے اختلاف نہ کرتے۔ اختلافات ائمہ بیان کرنے والوں نے اپنی کتابوں میں صاف لکھا ہے کہ۔

صلوۃ استقاء کے بارے میں حضرت امام ابو حنیفہؒ کا قول جمہور امت کے خلاف ہے۔ ہمارے شیخ حضرت مولانا عبدالرحمن مبارک پوری فرماتے ہیں کہ جمہور کا قول ہی درست ہے اور یہی حق ہے کہ نماز استقاء کی دو رکعتیں رسول کریم ﷺ کی سنت ہیں جیسا کہ بہت سی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے پھر حضرت مولانا مرحوم نے اس سلسلہ کی بیشتر احادیث کو تفصیل سے ذکر فرمایا ہے، شائقین مزید تحفۃ الاحوذی کا مطالعہ فرمائیں۔ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک استقاء کی دو رکعتیں عیدین کی نمازوں کی طرح تکبیرات زوائد کے ساتھ ادا کی جائیں مگر جمہور کے نزدیک اس نماز میں تکبیرات زوائد نہیں ہیں بلکہ ان کو اسی طرح ادا کیا جائے جس طرح دیگر نمازیں ادا کی جاتی ہیں، قول جمہور کو ہی ترجیح حاصل ہے۔ نماز استقاء کے خطبہ کے لئے منبر کا استعمال بھی مستحب ہے جیسا کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں صراحت کے ساتھ موجود ہے جسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے اس میں صاف فقہ علی المنبر کے لفظ موجود ہیں۔

باب عید گاہ میں بارش کی دعا کرنا

(۱۰۲۷) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے عبداللہ ابن ابی بکر سے بیان کیا، انہوں نے عباد بن تمیم سے سنا اور عباد اپنے چچا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعائے استقاء کے لئے عید گاہ کو نکلے اور قبلہ رخ ہو کر دو رکعت نماز پڑھے پھر چادر پٹی۔ سفیان ثوری نے کہا مجھے عبدالرحمن بن عبداللہ مسعودی نے ابوبکر کے حوالے سے خبر دی کہ آپ نے چادر کا داہنا کونا بائیں کندھے پر ڈالا۔

افضل تو یہ ہے کہ جنگل میدان میں استقاء کی نماز پڑھے کیونکہ وہاں سب آسکتے ہیں اور عید گاہ اور مسجد میں بھی درست ہے۔

باب استقاء میں قبلہ کی طرف

منہ کرنا

(۱۰۲۸) ہم سے محمد بن سلام بیکندی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبدالوہاب ثقفی نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں یحییٰ بن سعید انصاری نے حدیث بیان کی، کہا کہ مجھے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے خبر دی کہ عباد بن تمیم نے انہیں خبر دی اور انہیں عبداللہ بن زید انصاری نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ (استقاء کے لئے) عید گاہ کی طرف نکلے وہاں نماز پڑھنے کو جب آپ دعا کرنے لگے یا راوی نے یہ کہا دعا کا ارادہ کیا تو قبلہ رو ہو کر چادر مبارک پٹی۔ ابو عبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی عبداللہ بن زید مازنی ہیں اور

۱۹- بَابُ الْإِسْتِقَاءِ فِي الْمُصَلَّى

۱۰۲۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ سَمِعَ عَبَادَ بْنَ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ: ((خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى الْمُصَلَّى يَسْتَقْفِي، وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ، وَقَلْبَ رِءَاءَهُ- قَالَ سُفْيَانُ: وَأَخْبَرَنِي الْمَسْعُودِي عَنْ أَبِي بَكْرٍ قَالَ - جَعَلَ الْيَمِينَ عَلَى الشَّمَالِ)). [راجع: ۱۰۰۵]

۲۰- بَابُ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ فِي

الْإِسْتِقَاءِ

۱۰۲۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرٍ بْنُ مُحَمَّدٍ أَنَّ عَبَادَ بْنَ تَمِيمٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ أَخْبَرَهُ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى يُصَلِّي، وَأَنَّهُ لَمَّا دَعَا - أَوْ أَرَادَ أَنْ يَدْعُو - اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَحَوْلَ رِءَاءَهُ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: ابْنُ زَيْدٍ هَذَا

اس سے پہلے باب الدعائی الاستسقاء میں جن کا ذکر گزرا وہ عبد اللہ بن زید ہیں کوفہ کے رہنے والے۔

باب استسقاء میں امام کے ساتھ لوگوں کا بھی ہاتھ اٹھانا

(۱۰۲۹) ایوب بن سلیمان نے کہا کہ مجھ سے ابو بکر بن ابی اویس نے بیان کیا، انہوں نے سلیمان بن بلال سے بیان کیا کہ یحییٰ بن سعید نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے کہا کہ ایک بدوی (گاؤں کا رہنے والا) جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! بھوک سے موٹی تباہ ہو گئے، اہل و عیال اور تمام لوگ مر رہے ہیں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھائے۔ اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ اپنے ہاتھ اٹھائے، دعا کرنے لگے، انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابھی ہم مسجد سے باہر نکلے بھی نہ تھے کہ بارش شروع ہو گئی اور ایک ہفتہ برابر بارش ہوتی رہی۔ دوسرے جمعہ میں پھر وہی شخص آیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! (بارش بہت ہونے سے) مسافر گھبرا گئے اور راستے بند ہو گئے (بشق بمعنی مل)

(۱۰۳۰) عبد العزیز اویسی نے کہا کہ مجھ سے محمد بن جعفر نے بیان کیا ان سے یحییٰ بن سعید اور شریک نے، انہوں نے کہا کہ ہم نے انس بن جعفر سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے استسقاء میں دعا کرنے کے لئے اس طرح ہاتھ اٹھائے کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھ لی۔

باب امام کا استسقاء میں دعا کے لئے

ہاتھ اٹھانا

(۱۰۳۱) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان اور محمد بن ابراہیم بن عدی بن عروبہ نے بیان کیا، ان

مَازِی، وَالْأَوَّلُ كُوفِي هُوَ ابْنُ يَزِيدَ.

[راجع: ۱۰۰۵]

۲۱- بَابُ رَفْعِ النَّاسِ أَيْدِيَهُمْ مَعَ

الإمام في الاستسقاء

۱۰۲۹- قَالَ أَيُّوبُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ: ((أَتَى رَجُلٌ أَغْرَابِيٌّ مِنْ أَهْلِ الْبَدْوِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكَتِ الْمَاشِيَةُ، هَلَكَ الْبَيْتَالُ، هَلَكَ النَّاسُ: فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَيْهِ يَدْعُو، وَرَفَعَ النَّاسُ أَيْدِيَهُمْ مَعَهُ يَدْعُونَ. قَالَ: فَمَا خَرَجْنَا مِنَ الْمَسْجِدِ حَتَّى مُطَرْنَا، فَمَا زِلْنَا نُمْطَرُ حَتَّى كَانَتِ الْجُمُعَةُ الْآخَرَى، فَأَتَى الرَّجُلُ إِلَى نَبِيِّ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ بَشَقَ الْمَسَافِرُ، وَنُفِعَ الطَّرِيقُ)).

[راجع: ۹۳۲]

۱۰۳۰- وَقَالَ الْأَوْسِيُّ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ وَشَرِيكِ سَمِعَا أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ((أَنَّهُ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى رَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطَيْهِ)).

۲۲- بَابُ رَفْعِ الْإِمَامِ يَدَهُ فِي

الاستسقاء

۱۰۳۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى وَابْنُ عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ

سے سعید نے، ان سے قتادہ اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعائے استسقاء کے سوا اور کسی دعا کے لئے ہاتھ (زیادہ) نہیں اٹھاتے تھے اور استسقاء میں ہاتھ اتنا اٹھاتے کہ بظلوں کی سفیدی نظر آجاتی۔

قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنْ دُعَائِهِ إِلَّا فِي الْإِسْتِسْقَاءِ، وَإِنَّهُ يَرْفَعُ حَتَّى يُرَى بَيَاضُ إِبْطِيهِ)).

[طرفا في: ٤٥٦٥، ٦٣٤١].

تشیخ ابو داؤد کی مرسل روایتوں میں یہی حدیث اسی طرح ہے کہ ”استسقاء کے سوا پوری طرح آپ کسی دعا میں بھی ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بخاری کی اس روایت میں ہاتھ اٹھانے کے انکار سے مراد یہ ہے کہ بمبالغہ ہاتھ نہیں اٹھاتے اس روایت سے یہ کسی بھی طرح ثابت نہیں ہو سکا کہ آپ دعاؤں میں ہاتھ ہی نہیں اٹھاتے تھے۔ خود امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الدعوات میں اس کے لئے ایک باب قائم کیا ہے۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ استسقاء کی دعا میں آپ نے پھٹی کی پشت آسمان کی طرف کی اور شافعیہ نے کہا کہ قحط وغیرہ بلیات کے رفع کرنے کے لئے اس طرح دعا کرنا سنت ہے (قططانی) علامہ نووی فرماتے ہیں هذا الحديث يوهم ظاهره انه لم يرفع صص الا في الاستسقاء وليس الامر كذلك بل قد ثبت رفع يديه صص في مواطن غير الاستسقاء وهي اكثر من ان تحصر وقد جمعت منها نحواً من ثلاثين حديثاً من الصحيحين واحدهما وذكرتها في اواخر باب صفة الصلوة من شرح المذهب ويتناول هذا الحديث على انه لم يرفع الرفع البالغ بحيث ترى بياض ابطيه الا في الاستسقاء واما المراد لم اراه رفع وقد رأى غيره رفع فيقدم المحدثون في مواضع كثيرة وجماعات على واحد يحضر ذلك ولا بد من تاويله كما ذكرناه والله اعلم (نووی: ج ١: ص: ٢٩٣)

خلاصہ یہ کہ اس حدیث میں اٹھانے سے مبالغہ کے ساتھ ہاتھ اٹھانا مراد ہے استسقاء کے علاوہ دیگر مقامات پر بھی ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ثابت ہے۔ میں نے اس بارے میں تیس احادیث جمع کی ہیں دیگر آنکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے صرف اپنی روایت کا ذکر کیا ہے جبکہ ان کے علاوہ بہت سے صحابہ سے یہ ثابت ہے۔

باب مینہ برستے وقت کیا کے

۲۳- بَابُ مَا يُقَالُ إِذَا أَمْطَرَتْ

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (سورہ بقرہ میں) کصیب (کے لفظ صیب) سے مینہ کے معنی لئے ہیں اور دوسروں نے کہا ہے کہ صیب صاب بصوب سے مشتق ہے اسی سے ہے اصاب۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿كَصَيْبٌ﴾: الْمَطَرُ. وَقَالَ غَيْرُهُ: صَابٌ وَأَصَابَ يَصُوبُ.

تشیخ باب کی حدیث میں صیب کا لفظ آیا ہے اور قرآن شریف میں بھی یہ لفظ آیا ہے۔ اس لئے حضرت امام نے اپنی عادت کے موافق اس کی تفسیر کر دی، اس کو طبری نے علی بن ابی طلحہ کے طریق سے وصل کیا، انہوں نے ابن عباس سے جن کے قول سے آپ نے صیب کے معنی بیان کر دیئے اور دوسروں کے اقوال سے صیب کا اشتقاق بیان کیا کہ یہ کلمہ اجوف واوی ہے اس کا مجرد صاب بصوب اور مزید اصاب ہے۔

۱۰۳۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَلِيشَةَ: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا رَأَى الْمَطَرَ

(۱۰۳۲) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا کہ ہمیں عبید اللہ عمری نے نافع سے خبر دی، انہیں قاسم بن محمد نے، انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بارش ہوتی دیکھتے تو یہ دعا کرتے اے اللہ! نفع بخشے والی

بارش برسا۔

اس روایت کی متابعت قاسم بن یحییٰ نے عبید اللہ عمری سے کی اور اس کی روایت اوزاعی اور عقیل نے نافع سے کی ہے۔

باب اس شخص کے بارے میں جو بارش میں قصداً اتنی دیر ٹھہرا کہ بارش سے اس کی داڑھی (بھگ گئی اور اس) سے

پانی بنے لگا

(۱۰۳۳) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام اوزاعی نے خبر دی، کہا کہ ہم سے اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ انصاری نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں پر ایک دفعہ قحط پڑا۔ انہی دنوں آپ ﷺ جمعہ کے دن منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ ایک دیہاتی نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ! جانور مر گئے اور بال بچے فالقے پر فالقے کر رہے ہیں، اللہ سے دعا کیجئے کہ پانی برسائے۔ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر دعا کے لئے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے۔ آسمان پر دور دور تک ابر کا پتہ تک نہیں تھا۔ لیکن (آپ کی دعا سے) پہاڑوں کے برابر بادل گر جتے ہوئے آ گئے ابھی حضور اکرم ﷺ منبر سے اترے بھی نہیں تھے کہ میں نے دیکھا کہ بارش کا پانی آپ کی داڑھی سے بہہ رہا ہے۔ انس نے کہا کہ اس روز بارش دن بھر ہوتی رہی۔ دوسرے دن تیسرے دن بھی اور برابر اسی طرح ہوتی رہی۔ اس طرح دوسرا جمعہ آ گیا۔ پھر یہی بدوی یا کوئی دوسرا شخص کھڑا ہوا اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! (کثرت باراں سے) عمارتیں گر گئیں اور جانور ڈوب گئے، ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی کہ اے اللہ! ہمارے اطراف میں برسا اور ہم پر نہ برسا۔ حضرت انس نے کہا کہ حضور اکرم

قَالَ: ((اللَّهُمَّ صَيِّبًا نَافِعًا)).

تَابَعَهُ الْقَاسِمُ بْنُ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ. وَرَوَاهُ الْأَوْزَاعِيُّ وَعَقِيلٌ عَنْ نَافِعٍ.

۲۴ - بَابُ مَنْ تَمَطَّرَ فِي الْمَطَرِ

حَتَّى يَتَحَادَرَ عَلَى لِحْيَتِهِ

۱۰۳۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ: ((أَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَبَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَامَ أَغْرَابِيٌّ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَلَكَ الْمَالُ، وَجَاعَ الْعِيَالُ، فَادْعُ اللَّهَ لَنَا أَنْ يَسْقِيَنَا. قَالَ: فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَيْهِ وَمَا فِي السَّمَاءِ قَرَعَةٌ. قَالَ: فَكَارَ السَّحَابُ أَشْثَالَ الْجِبَالِ، ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِهِ حَتَّى رَأَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلَى لِحْيَتِهِ. قَالَ: فَمَطَرْنَا يَوْمَئِذٍ ذَلِكَ وَفِي الْغَدِ وَمِنْ بَعْدِ الْغَدِ وَالَّذِي يَلِينِي إِلَى الْجُمُعَةِ الْآخَرَى. فَقَامَ ذَلِكَ الْأَغْرَابِيُّ أَوْ رَجُلٌ غَيْرُهُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، تَهْتَمُّ الْبَنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ، فَادْعُ اللَّهَ لَنَا، فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَيْهِ وَقَالَ: ((اللَّهُمَّ حَوَاتِنَا وَلَا عَلَيْنَا)). قَالَ: فَمَا جَعَلَ يُشِيرُ بِيَدِهِ إِلَى

اپنے ہاتھوں سے آسمان کی جس طرف بھی اشارہ کر دیتے ابراہیم سے پھٹ جاتا، اب مدینہ حوض کی طرح بن چکا تھا اور اسی کے بعد وادی قنات کا نالہ ایک مہینہ تک بہتا رہا۔ حضرت انس نے بیان کیا کہ اس کے بعد مدینہ کے ارد گرد سے جو بھی آیا اس نے خوب سیرابی کی خبر نائی

نَاجِيَةً مِنَ السَّمَاءِ إِلَّا تَفَرَّجَتْ، حَتَّى صَارَتْ الْمَدِينَةُ فِي مِثْلِ الْجَوْبَةِ، حَتَّى سَالَ الْوَادِي - وَادِي قَنَافَ - شَهْرًا، قَالَ: فَلَمْ يَجِبْ أَحَدٌ مِنَ نَاجِيَةٍ إِلَّا حَدَّثَ

بِالْجَوْدِ)). [راجع: ۹۳۲]

حضرت امام بخاریؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے بارانِ رحمت کا پانی اپنی ریش مبارک پر سلیا۔ مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ ایک دفعہ آپ نے بارش میں اپنا کپڑا کھول دیا اور یہ پانی اپنے جسد اطہر پر لگایا اور فرمایا کہ انہ حدیث عہد بروہ یہ پانی ابھی ابھی تازہ تیارہ اپنے پروردگار کے ہاں سے آیا ہے۔ معلوم ہوا کہ بارش کا پانی اس خیال سے جسم پر لگانا سنت نبوی ہے۔ اس حدیث سے خطبہ الجمعہ میں بارش کے لئے دعا کرنا بھی ثابت ہوا۔

باب جب ہوا چلتی

۲۵- بَابُ إِذَا هَبَّتِ الرِّيحُ

(۱۰۳۳) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی، انہوں نے کہا مجھے حمید طویل نے خبر دی اور انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے بیان کیا کہ جب تیز ہوا چلتی تو حضور اکرم ﷺ کے چہرہ مبارک پر ڈور محسوس ہوتا تھا۔

۱۰۳۴- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي حُمَيْدٌ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: ((كَانَتِ الرِّيحُ الشَّدِيدَةُ إِذَا هَبَّتْ عُرِفَ ذَلِكَ فِي وَجْهِ النَّبِيِّ ﷺ)).

آندھی کے بعد چونکہ اکثر بارش ہوتی ہے، اس مناسبت سے حضرت امام بخاریؒ نے اس حدیث کو یہاں بیان کیا۔ قوم عاد پر آندھی کا عذاب آیا تھا۔ اس لئے آندھی آنے پر آپ عذاب الہی کا تصور فرما کر گھبرا جاتے۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ جب آندھی چلتی تو آپ ان لفظوں میں دعا فرماتے اللھم انی اسئلک خیرھا وخیر ما فیھا واعوذیک من شرھا وشر ما فیھا وخیر ما ارسلت بہ وشر ما ارسلت بہ یعنی ”یا اللہ میں اس آندھی میں تجھ سے خیر کا سوال کرتا ہوں اور اس کے نتیجہ میں بھی خیر ہی چاہتا ہوں اور یا اللہ میں تجھ سے اس کی اندر کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور جو شریہ لے کر آئی ہے اس سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں۔“ ایک روایت میں ہے کہ جب آپ آندھی دیکھتے تو دو زانوں ہو کر بیٹھ جاتے اور یہ دعا فرماتے اللھم اجعلھا ریحاً ولا تجعلھا ریحاً یعنی یا اللہ اس ہوا کو قائمہ کی ہوا بنانہ کہ عذاب کی ہوا۔ لفظ ریح رحمت کی ہوا اور ریح عذاب کی ہوا پر بولا گیا ہے جیسا کہ قرآن مجید کی متعدد آیات میں وارد ہوا ہے۔

باب نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان کہ پروا ہوا کے ذریعہ مجھے مدد

پہنچائی گئی

(۱۰۳۵) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے حکم سے بیان کیا، ان سے مجاہد نے، ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پروا

۲۶- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ ((نُصِرْتُ

بِالصَّبَا))

۱۰۳۵- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْحَكَمِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((نُصِرْتُ بِالصَّبَا، وَأَهْلِكْتُ

عَادَ بِالذَّبْرِ)).
[أطرافه في: ٣٢٠٥، ٣٣٤٣، ٤١٠٥].
تھی۔

جنگ خندق میں بارہ ہزار کافروں نے مدینہ کو ہر طرف سے گھیر لیا تھا آخر اللہ نے پروا ہوا بھیجی، اس زور کے ساتھ کہ ان کے ڈیرے اکھڑ گئے، آگ بجھ گئی، آنکھوں میں خاک گھس گئی جس پر کافر پریشان ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ آپ کا یہ اشارہ اسی ہوا کی طرف ہے۔

باب بھونچال اور قیامت کی نشانیوں

کے بیان میں

(۱۰۳۶) ہم سے ابو الیمان حکم بن نافع نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، کہا کہ ہم سے ابو الزناد (عبداللہ بن ذکوان) نے بیان کیا۔ ان سے عبدالرحمن بن ہرمز اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک علم دین نہ اٹھ جائے گا اور زلزلوں کی کثرت نہ ہو جائے گی اور زمانہ جلدی جلدی نہ گزرے گا اور فتنے فساد پھوٹ پڑیں گے اور ”ہرج“ کی کثرت ہو جائے گی اور ہرج سے مراد قتل ہے۔ قتل اور تمہارے درمیان دولت و مال کی اتنی کثرت ہوگی کہ وہ ابل پڑے گا۔

سخت آندھی کا ذکر آیا تو اس کے ساتھ بھونچال کا بھی ذکر کر دیا، دونوں آئیں ہیں۔ بھونچال یا گرج یا آندھی یا زمین دھنسنے میں ہر شخص کو دعا اور استغفار کرنا چاہئے اور زلزلے میں نماز بھی پڑھنا بہتر ہے لیکن اکیلے اکیلے۔ جماعت اس میں مسنون نہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ زلزلے میں انہوں نے جماعت سے نماز پڑھی تو یہ صحیح نہیں ہے (مولانا وحید الزماں مرحوم)۔

(۱۰۳۷) مجھ سے محمد بن ثنی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حسین بن حسن نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن عون نے بیان کیا، ان سے نافع نے بیان کیا، ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اے اللہ! ہمارے شام اور یمن پر برکت نازل فرما۔ اس پر لوگوں نے کہا اور ہمارے نجد کے لئے بھی برکت کی دعا کیجئے لیکن آپ نے پھر وہی کہا ”اے اللہ! ہمارے شام اور یمن پر برکت نازل فرما“ پھر لوگوں نے کہا اور ہمارے نجد میں؟ تو آپ نے فرمایا کہ وہاں تو زلزلے اور فتنے ہوں گے اور شیطان کا

۲۷۔ بَابُ مَا قِيلَ فِي الزَّلَازِلِ

وَالْآيَاتِ

۱۰۳۶ - حَدَّثَنَا أَبُو الِیْمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُفْبَضَ الْعِلْمُ، وَتُكْثَرَ الزَّلَازِلُ، وَيَتَقَارَبَ الزَّمَانُ، وَتُظْهَرَ الْفِتْنُ، وَيَكْثُرَ الْهَرْجُ - وَهُوَ الْقَتْلُ الْقَتْلُ - حَتَّى يَكْثُرَ فِيكُمْ الْمَالُ فَيَفِضُ)). [راجع: ۸۵]

۱۰۳۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُثْمَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: ((اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا وَفِي يَمِينِنَا)). قَالَ: قَالُوا: وَفِي نَجْدِنَا. قَالَ: قَالَ: ((اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا وَفِي يَمِينِنَا)). قَالَ: قَالُوا: وَفِي نَجْدِنَا. قَالَ: قَالَ: ((هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتْنُ، وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ

سینگ وہیں سے طلوع ہو گا۔

[[الشَّيْطَانُ]]: [طرفہ فی: ۷۰۹۴]۔

نجد عرب حجاز سے مشرق کی طرف واقع ہے خاص وہ علاقہ مراد نہیں ہے جو کہ آج کل نجد کہلاتا ہے بلکہ نجد سے تمام ممالک شرقہ مراد ہیں۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں وہو تھامہ وکل کما ارتفع من بلاد تھامہ الی ارض العراق یعنی نجد سے تمام کا علاقہ مراد ہے جو بلاد تھامہ سے ارض عراق تک سطح مرتفع میں پھیلا ہوا ہے۔ درحقیقت یہ اشارہ نبوی ارض عراق کیلئے تھا جہاں بڑے بڑے فتنے پیدا ہوئے اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو اس علاقے سے مسلمانوں کا افتراق و انتشار شروع ہوا جو آج تک موجود ہے اور شاید ابھی عرصہ تک یہ انتشار باقی رہے گا، یہ سب ارض عراق کی پیداوار ہے۔ یہ روایت یہاں موقوفاً بیان ہوئی ہے اور درحقیقت مرفوع ہے۔ ازہر سہاں نے اس کو مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اسی کتاب یعنی بخاری شریف کتاب الفتن میں یہ حدیث آئے گی اور وہاں اس پر مفصل تبصرہ کیا جائے گا ان شاء اللہ۔ صاحب فضل الباری ترجمہ بخاری حنفی تحریر فرماتے ہیں شام کا ملک مدینہ کے اتر کی طرف ہے اور یمن دکن کی طرف اور نجد کا ملک پورب کی طرف ہے۔ آپ نے شام کو اپنی طرف اس واسطے منسوب کیا کہ وہ مکہ تھامہ کی زمین ہے اور تھامہ یمن سے متعلق ہے۔ آنحضرتؐ نے یہ حدیث اس وقت فرمائی تھی کہ ابھی تک نجد کے لوگ مسلمان نہیں ہوئے تھے اور آنحضرتؐ کے ساتھ فتنہ و فساد میں مشغول تھے جب وہ لوگ اسلام لائے اور آپ کی طرف صدقہ بھیجا تو آپ نے صدقہ کو دیکھ کر فرمایا ہذا صدقہ قومی یہ میری قوم کا صدقہ ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ قومی نسبت شامنا و یمننا کی نسبت سے قومی تر ہے۔

سینگ شیطان سے مراد اس کا گروہ ہے، یہ الفاظ آپ نے اسی واسطے فرمائے کہ وہ ہمیشہ آپ کے ساتھ فساد کیا کرتے تھے اور کما کعب نے کہ عراق سے یعنی بس طرف سے دجال نکلے گا (فضل الباری، ص: ۳۵۳/پ: ۳)۔ اس دور آخر بدردہ نجد سے وہ تحریک اٹھی جس نے زمانہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور بعد خلفائے راشدین کی یاد کو تازہ کر دیا جس سے مجدد اسلام حضرت الشیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی دہلی کی تحریک مراد ہے جنہوں نے از سر نو مسلمانوں کو اصل اسلام کی دعوت دی اور شرک و بدعات کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ نجدیوں سے قبل حجاز کی حالت جو کچھ تھی وہ تاریخ کے اوراق پر ثبت ہے۔ جس دن سے وہاں نجدی حکومت قائم ہوئی ہر طرح کا امن و امان قائم ہوا اور آج تو حکومت سعودیہ نجدیہ نے حرمین شریفین کی خدمات کے سلسلے میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں جو ساری دنیائے اسلام میں ہمیشہ یاد رہیں گے۔ ایدہم اللہ بنصرہ العزیز (آمین)

باب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تشریح

۲۸- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ:

﴿وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنْكُمْ تَكْذِبُونَ﴾

﴿وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنْكُمْ تَكْذِبُونَ﴾

یعنی تمہارا شکر یہی ہے کہ تم اللہ کو جھٹلاتے ہو (یعنی تمہارے حصہ میں جھٹلانے کے سوا اور کچھ آیا ہی نہیں) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہمارے رزق سے مراد شکر ہے۔

[الواقعة: ۸۲]

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: شُكْرُكُمْ.

اس کو عبد بن منصور اور ابن مردویہ نے نکالا مطلب یہ ہے کہ جب اللہ کے فضل و کرم سے پانی برے تو تم کو اس کا شکر ادا کرتا چاہئے لیکن تم تو شکر کے بدلے یہ کرتے ہو کہ اللہ کو تو جھٹلاتے ہو جس نے پانی برسایا اور ستاروں کو مانتے ہو، کہتے ہو ان کی گردش سے پانی پڑا۔ اس آیت کی مناسبت باب استقاء سے ظاہر ہو گئی۔ اب زید بن خالد کی حدیث جو اس باب میں لائے وہ بھی بارش سے متعلق ہے۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ کے عہد میں بارش ہوئی۔ پھر آپ نے یہی فرمایا جو حدیث میں ہے۔ پھر

سورۃ واقعہ سے یہ آیت پڑھی ﴿فَلَا اقْسَمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ﴾ سے لے کر ﴿وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ اَنْتُمْ تَكْذِبُونَ﴾ تک (وحیدی)

(۱۰۳۸) ہم سے اسماعیل بن ایوب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، انہوں نے صالح بن کیسان سے بیان کیا، ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود نے بیان کیا ان سے زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں ہم کو صبح کی نماز پڑھائی۔ رات کو بارش ہو چکی تھی نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا معلوم ہے تمہارے رب نے کیا فیصلہ کیا ہے؟ لوگ بولے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پروردگار فرماتا ہے آج میرے دو طرح کے بندوں نے صبح کی۔ ایک مومن ہے ایک کافر۔ جس نے کہا اللہ کے فضل و رحم سے پانی پڑا وہ تو مجھ پر ایمان لایا اور ستاروں کا منکر ہوا اور جس نے کہا فلاں تارے کے فلاں جگہ آنے سے پانی پڑا اس نے میرا کفر کیا، تاروں پر ایمان لایا۔

باب اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو معلوم نہیں کہ بارش کب ہوگی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا پانچ چیزیں ایسی ہیں جنہیں اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

(۱۰۳۹) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن دینار نے بیان کیا اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیب کی پانچ کتبیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ کسی کو نہیں معلوم کہ کل کیا ہونے والا ہے، کوئی نہیں جانتا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے (لڑکا یا لڑکی) کل کیا کرنا ہوگا، اس کا کسی کو علم نہیں۔ نہ کوئی یہ جانتا ہے کہ

۱۰۳۸- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ عُثَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّهُ قَالَ: ((صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْحَدَنِيَّةِ عَلَى ابْنِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلَةِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: ((هَلْ تَذَرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟)) قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَغْلَمُ، قَالَ: ((أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ، فَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطَرَّنَا بِفَضْلِ اللَّهِ وَرَحْمَتِهِ فَلَذَلِكَ مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ بِالْكَوَاكِبِ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطَرَّنَا بِنَوْءٍ كَذًا وَكَذَا فَلَذَلِكَ كَافِرٌ بِي مُؤْمِنٌ بِالْكَوَاكِبِ)). [راجع: ۸۴۶]

۲۹- بَابُ لَا يَذَرِي مَتَى يَجِيءُ الْمَطَرُ إِلَّا اللَّهُ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ)).

۱۰۳۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مِفْتَاحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللَّهُ: لَا يَعْلَمُ أَحَدٌ مَا يَكُونُ فِي غَدٍ، وَلَا يَعْلَمُ أَحَدٌ مَا يَكُونُ فِي الْأَرْحَامِ، وَلَا يَعْلَمُ نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا، وَمَا تَذَرِي نَفْسٌ بَأَيِّ أَرْضٍ

تَمُوتُ، وَمَا يَذَرِي أَحَدٌ مِّنِي يَحْيَا ۖ
[أطرافہ فی: ۴۶۲۷، ۴۶۹۷، گ۔
۴۷۷۸، ۷۳۷۹۔]

تفسیر جب اللہ تعالیٰ نے صاف قرآن میں اور پیغمبر صاحب نے حدیث میں فرما دیا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو یہ علم نہیں ہے کہ برسات کب پڑے گی تو جس شخص میں ذرا بھی ایمان ہو گا وہ ان دھوٹی بند پنڈتوں کی بات کیوں مانے گا اور جو مانے اور ان پر اعتقاد رکھے معلوم ہوا وہ دائرۃ ایمان سے خارج ہے اور کافر ہے۔ لطف یہ ہے کہ رات دن پنڈتوں کا جھوٹ اور بے شکاپن دیکھتے جاتے ہیں اور پھر ان کا پیچھا نہیں چھوڑتے اگر کافر لوگ ایسا کریں تو چنداں تعجب نہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ باوجود دعویٰ اسلام مسلمان بادشاہ اور امیر نجومیوں کی باتیں سنتے ہیں اور آئندہ واقعات پوچھتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ ان نام کے مسلمانوں کی عقل کہاں تشریف لے گئی ہے۔ صدہا مسلمان بادشاہیں انہی نجومیوں پہ اعتقاد رکھنے سے تباہ اور برباد ہو چکی ہیں اور اب بھی مسلمان بادشاہ اس حرکت سے باز نہیں آتے جو کفر صریح ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العظیم (مولانا وحید الزماں)

آیت کریمہ میں غیب کی پانچ کنجیوں کو بیان کیا گیا ہے جو خاص اللہ ہی کے علم میں ہیں اور علم غیب خاص اللہ ہی کو حاصل ہے۔ جو لوگ انبیاء اولیاء کے لئے غیب دانی کا عقیدہ رکھتے ہیں، وہ قرآن و حدیث کی رو سے صریح کفر کا ارتکاب کرتے ہیں۔

پوری آیت شریفہ یہ ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيُعَلِّمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَذَرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَذَرِي نَفْسٌ مَّا أَزْوَاجٌ تَمُوتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ (القمان: ۳۳) یعنی ”بے شک قیامت کب قائم ہوگی یہ علم خاص اللہ پاک ہی کو ہے اور وہی بارش اتارتا ہے (کسی کو صحیح علم نہیں کہ بالضرور فلاں وقت بارش ہو جائے گی) اور صرف وہی جانتا ہے کہ مادہ کے پیٹ میں نہ رہے یا مادہ، اور کوئی نفس نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا اور یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ کونسی زمین پر انتقال کرے گا، بے شک اللہ ہی جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے، یہ غیب کی پانچ کنجیاں ہیں جن کا علم سوائے اللہ پاک کے اور کسی کو حاصل نہیں ہے۔“

قیامت کی علامات تو احادیث اور قرآن میں بہت کچھ بتلائی گئی ہیں اور ان میں سے اکثر نشانیاں ظاہر بھی ہو رہی ہیں مگر خاص دن تاریخ وقت یہ علم خاص اللہ پاک ہی کو حاصل ہے، اسی طرح بارش کے لئے بہت سی علامات ہیں جن کے ظہور کے بعد اکثر بارش ہو جاتی ہے پھر بھی خاص وقت نہیں بتلایا جاسکتا۔ اس لئے کہ بعض دفعہ بہت سی علامتوں کے باوجود بارش ٹل جایا کرتی ہے اور ماں کے پیٹ میں نہ رہے یا مادہ اس کا صحیح علم بھی کسی حکیم ڈاکٹر کو حاصل ہے نہ کسی کاہن نجومی پنڈت ملا کو یہ خاص اللہ پاک ہی جانتا ہے، اسی طرح ہم کل کیا کام کریں گے یہ بھی خاص اللہ ہی کو معلوم ہے جبکہ ہم روزانہ اپنے کاموں کا نقشہ بناتے ہیں مگر بیشتر اوقات وہ جملہ نقشے فیل ہو جاتے ہیں اور یہ بھی کسی کو معلوم نہیں کہ اس کی قبر کہاں بننے والی ہے۔ الغرض علم غیب جزوی اور کلی طور پر صرف اللہ پاک ہی کو حاصل ہے ہاں وہ جس قدر چاہتا ہے کبھی کبھار اپنے محبوب بندوں کو کچھ چیزیں بتلا دیا کرتا ہے مگر اس کو غیب نہیں کہا جاسکتا تو اللہ کا عطیہ ہے وہ جس قدر چاہے اور جب چاہے اس کو بخش دے۔ اس کو غیب دانی کہنا بالکل جھوٹ ہے۔ حضرت امام بخاریؒ نے یہاں باب کی مناسبت سے اس حدیث کو نقل فرما کر ثابت فرمایا کہ بارش ہونے کا صحیح علم صرف اللہ پاک ہی کو حاصل ہے اور کوئی نہیں بتلا سکتا کہ یقینی طور پر فلاں دن فلاں وقت بارش ہو جائے گی۔

۱۶- کتاب الکسوف

سورج گرہن کے متعلق ابواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تشیخ کسوف لغت میں سیاہ ہو جانے کو کہتے ہیں۔ جس شخص کی حالت متغیر جائے اور منہ پر سیاہی آجائے اس کے لئے عربی محاورہ یہ ہے فلان کسف وجہہ وحالہ یعنی فلاں کا چہرہ اور اس کی حالت سیاہ ہو گئی۔ اور سورج گرہن کے وقت بولتے ہیں کسف الشمس (سورج سیاہ ہو گیا) چاند اور سورج کے ظاہری اسباب کچھ بھی ہوں مگر حقیقت میں یہ غافلوں کے لئے قدرت کی طرف سے تنبیہ ہے کہ وہ خدا کے عذاب سے نڈر نہ ہوں اللہ پاک جس طرح چاند اور سورج جیسے اجرام فلکی کو متحرک دیتا ہے ایسے ہی گنہگاروں کے دلوں کو بھی کالا کر دیتا ہے اور اس پر بھی تنبیہ ہے کہ چاند اور سورج اپنی ذات میں خود مختار نہیں ہیں بلکہ یہ بھی مخلوق ہیں اور اپنے خالق کے تابع ہیں پھر بھلا یہ عبادت کے لائق کیسے ہو سکتے ہیں۔ گرہن کے وقت نماز کے مشروع ہونے پر جملہ علمائے اسلام کا اتفاق ہے جمہور اس کے سنت ہونے کے قائل ہیں اور فضلاء حنفیہ نے اسے سنت گردانا ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ! احناف کا مسلک اس نماز کے بارے میں یہ ہے کہ عام نمازوں کی طرح پڑھی جائے گی مگر یہ مسلک صحیح نہیں ہے جس کی تفصیل علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ کے لفظوں میں یہ ہے جسے صاحب تنقیم البخاری نے نقل کیا ہے کہ سورج گرہن سے متعلق روایتیں متعدد اور مختلف ہیں۔ بعض روایتوں میں ہے کہ آپ نے اس نماز میں بھی عام نمازوں کی طرح ایک رکوع کیا۔

بہت سی روایتوں میں ہر رکعت میں دو رکوع کا ذکر ہے اور بعض میں تین اور پانچ تک بیان ہوئے ہیں۔ علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس باب کی تمام روایتوں کا جائزہ لینے کے بعد صحیح روایت وہی معلوم ہوتی جو بخاری میں موجود ہے یعنی آپ نے ہر رکعت میں دو رکوع کئے تھے۔ آگے چل کر صاحب تنقیم البخاری نے علامہ مرحوم کی یہ تفصیل نقل کی ہے۔

انتہائی نامناسب بات! جن روایتوں میں متعدد رکوع کا ذکر ہے اس کے متعلق بعض احناف نے یہ کہا ہے کہ چونکہ آپ نے طویل رکوع کیا تھا اور اسی وجہ سے صحابہ کرامؓ رکوع سے سراٹھا اٹھا کر یہ دیکھتے تھے کہ آنحضرتؐ کھڑے ہو گئے یا نہیں اور اسی طرح بعض صحابہ نے جو پیچھے تھے یہ سمجھ لیا کہ کئی رکوع کئے گئے ہیں۔ شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ یہ بات انتہائی نامناسب اور متاخرین کی ایجاد ہے (تنقیم البخاری، پ: ۴/ صفحہ: ۱۳۵)

صحابہ کرامؓ کی شان میں ایسا کہنا ان کی انتہائی تحفیف ہے۔ بھلا وہ مسلمان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو سراپا خشوع و

خسوف سے نماز پڑھا کرتے تھے ان کے بارے میں حاشا وکلا ایسا گمان کیا جاسکتا ہے ہرگز نہیں۔

لفظ کسوف اور خسوف کے بارے میں علامہ قسطلانی فرماتے ہیں الكسوف هو التغير الى السواد ومنه كسف وجهه اذا تغير والخسوف بالخاء المعجمة النقصان قاله الاصمعي والخسف ايضا الدل والجمهور على انهما يكونان لذهاب ضوء الشمس والقمر بالكلية وقيل بالكاف في الابتداء والخفاء في الانتهاء وزعم بعض علماء الهيئة ان كسوف الشمس لا حقيقة له فانها لا تتغير في نفسها وانما القمر يحول بيننا وبينها ونورها باق واما كسوف القمر فحقيقة فان ضوءه من ضوء الشمس وكسوفه بحيلولة ظل الارض من بين الشمس وبينه بنقطة التقاطع فلا يبقى فيه ضوء البتة فخسوفه ذهاب ضوءه حقيقة انتهى الخ

قال الحافظ عبد العظيم المنذرى ومن قبله القاضي ابوبكر بن العربي حديث الكسوف رواه عن النبي صلى الله عليه وسلم سبعة عشر نفسا رواه جماعة منهم بالكاف وجماعة بالخاء وجماعة باللفظين جميعا انتهى ولا ريب ان مدلول الكسوف لغة غير مدلول الخسوف لان الكسوف بالكاف التغير الى سواد والخسوف بالخاء النقص والزوال يعني كسوف کے معنی سیاہی کی طرف متغیر ہو جانا ہے جب کسی کا چہرہ متغیر ہو جائے تو لفظ کسف وجہہ بولا کرتے ہیں اور خسوف خائے معمہ کے ساتھ نقصان کو کہتے ہیں اور لفظ خسف ذلت کے معنی میں بولا گیا ہے یہ بھی کہا گیا کہ گرہن کی ابتدائی حالت پر کسوف اور انتہائی حالت پر خسوف بولا گیا ہے بعض علمائے ہیئت کا ایسا خیال ہے کہ کسوف شمس کی کوئی حقیقت نہیں کیونکہ وہ اپنی ذات میں متغیر نہیں ہوتا چاند اس کے اور ہمارے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور اس کا نور باقی رہتا ہے (یہ علمائے ہیئت کا خیال ہے کہ کوئی شرعی بات نہیں ہے حقیقت حال سے اللہ ہی واقف ہے) کسوف قمر کی حقیقت ہے اس کی روشنی سورج کی روشنی ہے جب زمین اس کے اور چاند کے درمیان حائل ہو جاتی ہے تو اس میں روشنی نہیں رہتی۔

حافظ عبد العظيم منذرى اور قاضی ابوبکر نے کہا کہ حدیث کسوف کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سترہ صحابیوں نے روایت کیا ہے۔ ایک جماعت نے ان میں سے کاف کے ساتھ یعنی لفظ کسوف کے ساتھ اور ایک جماعت نے خاء لفظ خسوف کے ساتھ اور ایک جماعت نے ہر دو لفظوں کے ساتھ۔ لغوی اعتبار سے ہر دو لفظوں کا مدلول الگ الگ ہے کسوف سیاہی کی طرف متغیر ہونا۔ اور خسوف نقص اور زوال کی طرف متغیر ہونا۔ بہر حال اس بارے میں شارع ﷺ کا جامع ارشاد کافی ہے کہ ہر دو اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں جن کے ذریعہ اللہ پاک اپنے بندوں دکھاتا ہے کہ یہ چاند اور سورج بھی اس کے قبضے میں ہیں اور عبادت کے لائق صرف وہی اللہ تبارک وتعالیٰ ہے جو لوگ چاند سورج کی پرستش کرتے ہیں وہ بھی انتہائی حماقت میں مبتلا ہیں کہ خالق کو چھوڑ کر مخلوق کو معبود بناتے ہیں، سچ ہے لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ (فصلت: ۳۷) یعنی ”چاند اور سورج کو سجدہ نہ کرو۔ بلکہ اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان کو پیدا کیا ہے اگر تم خاص اس اللہ ہی کی عبادت کرتے ہو۔“ معلوم ہوا کہ ہر قسم کے سجدے خاص اللہ ہی کے لئے کرنے ضروری ہیں۔

باب سورج گرہن کی نماز

۱ - بَابُ الصَّلَاةِ فِي كُسُوفِ

الشمس

۱۰۴۰- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ يُونُسَ عَنْ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ

ہم سے عمرو بن عون نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے خالد بن عبد اللہ نے یونس سے بیان کیا، ان سے امام حسن بصری نے بیان کیا، ان سے ابوبکرہ نفیع بن حارث رضی اللہ عنہ نے کہ ہم نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ سورج کو گرہن لگنا شروع ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (اٹھ کر جلدی میں) چادر گھسیٹتے ہوئے مسجد میں گئے۔ ساتھ ہی ہم بھی گئے، آپ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی تا آنکہ سورج صاف ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ سورج اور چاند میں گرہن کسی کی موت و ہلاکت سے نہیں لگتا لیکن جب تم گرہن دیکھو تو اس وقت نماز اور دعا کرتے رہو جب تک گرہن کھل نہ جائے۔

﴿فَانْكَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَجْرُو رِدَاءَهُ حَتَّى دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَدَخَلْنَا، فَصَلَّى بِنَا رَكَعَتَيْنِ حَتَّى انْجَلَتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَصَلُّوا وَادْعُوا حَتَّى يَنْكَشِفَ مَا بَكُمْ))﴾۔ [أطرافه في: ١٠٤٨، ١٠٦٢، ١٠٦٣، ٥٧٨٥]۔

(۱۰۴۱) ہم سے شہاب بن عباد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں ابراہیم بن حمید نے خبر دی، انہیں اسماعیل بن ابی خالد نے، انہیں قیس بن ابی حازم نے اور انہوں نے کہا کہ میں نے ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورج اور چاند میں گرہن کسی شخص کی موت سے نہیں لگتا۔ یہ دونوں تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ اس لئے اسے دیکھتے ہی کھڑے ہو جاؤ اور نماز پڑھو۔

١٠٤١- حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ عَبْدِ قَالَ: أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُودٍ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ، وَلَكِنَّهُمَا آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَقُومُوا فَصَلُّوا))۔

[طرفاه في: ١٠٥٧، ٣٢٠٤]۔

تَشْرِيحُ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گرہن کی نماز کا وقت وہی ہے جب گرہن لگے خواہ وہ کسی وقت ہو اور خفیوں نے اوقات مکروہہ کو مستثنیٰ کیا ہے اور امام احمد سے بھی مشہور روایت یہی ہے اور مالکیہ کے نزدیک اس وقت سورج کے نکلنے سے آفتاب کے ڈھلنے تک ہے اور اہل حدیث نے اول مذہب کو اختیار کیا ہے اور وہی رائج ہے (وحیدی)

(۱۰۴۲) ہم سے اصمغ بن فرح نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عبد اللہ بن وہب نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے عمرو بن حارث نے عبد الرحمن بن قاسم سے خبر دی، انہیں ان کے باپ قاسم بن محمد نے اور انہیں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر دی کہ آپ نے فرمایا سورج اور چاند میں گرہن کسی کی موت و زندگی سے نہیں لگتا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، اس لئے جب تم یہ دیکھو تو نماز پڑھو۔

١٠٤٢- حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عَمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يُخْبِرُ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ: ((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، وَلَكِنَّهُمَا آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ، فَإِذَا

رَأَيْتُمُوهَا فَصَلُّوا)).

[اُطرفہ فی: ۳۲۰۱].

۱۰۴۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ فَقَالَ النَّاسُ: كَسَفَتِ الشَّمْسُ لِمَوْتِ إِبْرَاهِيمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَكْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ فَصَلُّوا وَادْعُوا اللَّهَ)).

[اُطرفہ فی: ۱۰۶۰، ۶۱۹۹].

(۱۰۴۳) ہم سے عبد اللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہاشم بن قاسم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے معاویہ نے بیان کیا، ان سے زیاد بن علاقہ نے بیان کیا، ان سے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن اس دن لگا جس دن (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے) حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا بعض لوگ کہنے لگے کہ گرہن حضرت ابراہیم کی وفات کی وجہ سے لگا ہے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گرہن کسی کی موت و حیات سے نہیں لگتا۔ البتہ تم جب اسے دیکھو تو نماز پڑھا کرو اور دعا کیا کرو۔

نتیجہ اتفاق سے جب حضرت ابراہیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے گزر گئے تو سورج گرہن لگا۔ بعض لوگوں نے سمجھا کہ ان کی موت سے یہ گرہن لگا ہے، آپ ﷺ نے اس اعتقاد کا رد فرمایا۔ جاہلیت کے لوگ ستاروں کی تاثیر زمین پر پڑنے کا اعتقاد رکھتے تھے ہماری شریعت نے اسے باطل قرار دیا۔ حدیث مذکورہ سے معلوم ہوا کہ گرہن کی نماز کا وقت وہی ہے جب بھی گرہن لگے خواہ کسی وقت ہو، یہی مذہب رائج ہے۔ یہاں گرہن کو اللہ کی نشانی قرار دیا گیا ہے۔ مسند امام احمد اور نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ میں اتنا زیادہ منقول ہے کہ اللہ عزوجل جب کسی چیز پر تجلی کرتا ہے تو وہ عاجزی سے اطاعت کرتی ہے۔ تجلی کا اصل مفہوم و مطلوب اللہ ہی کو معلوم ہے۔ یہ خیال کہ گرہن ہمیشہ چاند یا زمین کے حائل ہونے سے ہوتا ہے یہ علمائے ہیئت کا خیال ہے اور یہ علم یقینی نہیں ہے۔ حکیم دیو جالنس کہی کا یہ حال تھا کہ جب اس کے سامنے کوئی علم ہیئت کا مسئلہ بیان کرتا تو وہ کہتا کہ کیا آپ آسمان سے اترے ہیں۔ بہر حال بقول حضرت مولانا وحید الزماں مرحوم علمائے ہیئت جو کہتے ہیں کہ زمین یا چاند حائل ہو جانے سے گرہن ہوتا ہے، یہ حدیث کے خلاف نہیں ہے پھر بھی آیت من آیات اللہ کا اطلاق اس پر صحیح ہے۔ روایت میں جس واقعہ کا ذکر ہے وہ ۱۰ھ میں بمابہ ربیع الاول یا ماہ رمضان میں ہوا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

صاحب تسہیل القاری لکھتے ہیں کہ اگر ایسا ہوتا جیسے کفار کا اعتقاد تھا تو گرہن سورج اور چاند کا اپنے مقررہ وقت پر نہ ہوتا بلکہ جب دنیا میں کسی بڑے کی موت کا حادثہ پیش آتا یا کوئی بڑا آدمی پیدا ہوتا، گرہن لگا کرتا۔ حالانکہ اب کالمین علم ہیئت نے سورج اور چاند کے گرہن کے اوقات ایسے دریافت کئے ہیں کہ ایک منٹ ان سے آگے پیچھے گرہن نہیں ہوتا اور سال بھر کی بیشتر چیزوں میں لکھ دیتے ہیں کہ اس سال سورج گرہن فلاں تاریخ اور فلاں وقت ہو گا اور چاند گرہن فلاں تاریخ اور فلاں وقت میں اور یہ بھی لکھ دیتے ہیں کہ سورج یا چاند کی کئی گرہن سے کل چھپ جائے گی یا ان کا اتنا حصہ۔ اور یہ بھی لکھ دیتے ہیں کہ کس ملک میں کس قدر گرہن لگے گا۔

بہر حال یہ دونوں اللہ کی قدرت کی اہم نشانیاں ہیں اور قرآن پاک میں اللہ نے فرمایا ہے ﴿وَمَا تَوْسِیْتَ بِالْأُنْبِیَآءِ﴾ (نبی اسرائیل: ۵۹) کہ ہم اپنی قدرت کی کتنی ہی نشانیاں لوگوں کو ڈرانے کے لئے بھیجتے ہیں جو اہل ایمان ہیں وہ ان سے اللہ کے وجود برحق پر دلیل لے کر اپنا ایمان مضبوط کرتے ہیں اور جو الحاد و دہریت کے شکار ہیں وہ ان کو مادی عینک سے دیکھ کر اپنے الحاد و دہریت میں ترقی کرتے ہیں مگر حقیقت یہی ہے کہ ﴿وَفِی كُلِّ شَیْءٍ لِّہٖ اٰیۃٌ تَدُلُّ عَلٰی اَنِّہٗ وَاحِدٌ﴾ یعنی کائنات کی ہر چیز میں اس امر کی نشانی موجود ہے کہ اللہ پاک اکیلا ہے علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ وفی هذا الحدیث ابطال ماکان اهل الجاہلیۃ یعتقدونہ من تاثیر الکواکب قال الخطابی کانوا فی الجاہلیۃ یعتقدون ان الکسوف یوجب حدوث تغیر الارض من موت او ضرر فاعلم النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ اعتقاد باطل وان الشمس والقمر خلقان مسخران للہ تعالیٰ لیس لہما سلطان فی غیرہما ولا قدرۃ علی الدفع عن انفسہما (نیل الاوطار) یعنی عمد جاہلیت والے ستاروں کی تاثیر کا جو اعتقاد رکھتے تھے اس حدیث میں اس کا ابطال ہے۔ خطابی نے کہا کہ جاہلیت کے لوگ اعتقاد رکھتے تھے کہ گرہن سے زمین پر موت یا اور کسی نقصان کا حادثہ ہوتا ہے۔ حضور ﷺ نے بتلایا کہ یہ اعتقاد باطل ہے اور سورج اور چاند اللہ پاک کی دو مخلوق جو اللہ پاک ہی کے تابع ہیں ان کو اپنے غیر میں کوئی اختیار نہیں اور نہ وہ اپنے ہی نفسوں سے کسی کو دفع کر سکتے ہیں۔ آج کل بھی عوام الناس جاہلیت جیسا ہی عقیدہ رکھتے ہیں، اہل اسلام کو ایسے غلط خیال سے بالکل دور رہنا چاہئے اور جاننا چاہئے کہ ستاروں میں کوئی طاقت قدرت نہیں ہے۔ ہر قسم کی قدرت صرف اللہ پاک ہی کو حاصل ہے۔ واللہ اعلم۔

باب سورج گرہن میں صدقہ خیرات کرنا

(۱۰۴۴) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ قبضی نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، ان سے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا تو آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ پہلے آپ کھڑے ہوئے تو بڑی دیر تک کھڑے رہے، قیام کے بعد رکوع کیا اور رکوع میں بہت دیر تک رہے۔ پھر رکوع سے اٹھنے کے بعد دیر تک دوبارہ کھڑے رہے لیکن آپ کے پہلے قیام سے کچھ کم، پھر رکوع کیا تو بڑی دیر تک رکوع میں رہے لیکن پہلے سے مختصر، پھر سجدہ میں گئے اور دیر میں سجدہ کی حالت میں رہے۔ دوسری رکعت میں بھی آپ نے اسی طرح کیا۔ جب آپ فارغ ہوئے تو گرہن کھل چکا تھا۔ اس کے بعد آپ نے خطبہ دیا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ سورج اور چاند دونوں اللہ کی نشانیاں ہیں اور کسی کی موت و حیات سے ان میں گرہن نہیں لگتا۔ جب تم گرہن لگا ہوا دیکھو تو اللہ سے دعا کرو تکبیر کو اور نماز پڑھو اور صدقہ کرو۔ پھر آپ نے فرمایا

۲- بَابُ الصَّدَقَةِ فِی الْکُسُوفِ

۱۰۴۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ غَرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: ((خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِی عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالنَّاسِ فَقَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ، ثُمَّ قَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ - وَهُوَ ذُو الْقِيَامِ الْأَوَّلِ - ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ وَهُوَ ذُو الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُودَ، ثُمَّ فَعَلَ فِی الرُّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ مَا فَعَلَ فِی رُكْعَةِ الْأَوَّلَى، ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدْ نَجَلَتِ الشَّمْسُ، فَخَطَبَ النَّاسَ، فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَا يَنْخَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ فَادْعُوا اللَّهَ وَكَبِّرُوا وَصَلُّوا

اے محمدؐ کی امت کے لوگو! دیکھو اس بات پر اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت اور کسی کو نہیں آتی کہ اس کا کوئی بندہ یا بندی زنا کرے۔ اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم! واللہ جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تمہیں بھی معلوم ہو جائے تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ۔

وَتَصَدَّقُوا)) ثُمَّ قَالَ: ((يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ، وَاللَّهِ مَا مِنْ أَحَدٍ غَيْرٍ مِنَ اللَّهِ أَنْ يَزْنِيَ عَبْدُهُ أَوْ تَزْنِيَ أَمَتُهُ. يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ، وَاللَّهِ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَصَحَحْتُمْ قَلِيلًا وَلَكِنْتُمْ كَثِيرًا)).

[أطرافه في: ١٠٤٦، ١٠٤٧، ١٠٥٠، ١٠٥٦، ١٠٥٨، ١٠٦٤، ١٠٦٥، ١٠٦٦، ١٢١٢، ٣٢٠٣، ٤٦٢٤، ٥٢٢١، ٦٦٣١].

تشبیح یعنی ہر رکعت میں دو دو رکوع کئے اور دو دو قیام اگرچہ بعض روایتوں میں تین تین رکوع اور بعض میں چار چار اور بعض میں پانچ پانچ ہر رکعت میں وارد ہوئے ہیں۔ مگر دو دو رکوع کی روایتیں صحت میں بڑھ کر ہیں اور ابجدیث اور شافعی کا اس پر عمل ہے اور حنفیہ کے نزدیک ہر رکعت میں ایک ہی رکوع کرے۔ امام ابن قیمؒ نے کہا ایک رکوع کی روایتیں صحت میں دو دو رکوع کی روایتوں کے برابر نہیں ہیں اب جن روایتوں میں دو رکوع سے زیادہ منقول ہیں یا تو وہ راویوں کی غلطی ہے یا کسوف کا واقعہ کئی بار ہوا ہو گا۔ بعض علماء نے یہی اختیار کیا ہے کہ جن جن طرحوں سے کسوف کی نماز منقول ہے ان سب طرحوں سے پڑھنا درست ہے۔

قتلانی نے پچھلے متکلمین کی طرح غیرت کی تاویل کی ہے اور کہا ہے کہ غیرت غصے کے جوش کو کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے تغیرات سے پاک ہے۔ اہل حدیث کا یہ طریق نہیں، اہل حدیث اللہ تعالیٰ کی ان سب صفات کو جو قرآن و حدیث میں وارد ہیں اپنے ظاہری معنی پر محمول رکھتے ہیں اور ان میں تاویل اور تحریف نہیں کرتے جب غضب اللہ تعالیٰ صفات میں سے ہے تو غیرت بھی اس کی صفات میں سے ہوگی غضب زائد اور کم ہو سکتا ہے اور تغیر اللہ کی ذات اور صفات حقیقیہ میں نہیں ہوتا لیکن صفات افعال میں تو تغیر ضرور ہے مثلاً گناہ کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے پھر توبہ کرنے سے راضی ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کلام کرتا اور کبھی کلام نہیں کرتا کبھی اترتا ہے کبھی چڑھتا ہے غرض صفات افعالیہ کا حدوث اور تغیر ابجدیث کے نزدیک جائز ہے (مولانا وحید الزماں مرحوم)

باب گرہن کے وقت یوں پکارنا کہ نماز کے لئے اکٹھے ہو جاؤ

۳- بَابُ النَّدَاءِ بِالصَّلَاةِ جَامِعَةً فِي

جماعت سے نماز پڑھو

الْكُسُوفِ

(۱۰۴۵) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں یحییٰ بن صالح نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم سے معاویہ بن سلام بن ابی سلام رحمہم اللہ تعالیٰ حبشی دمشقی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف زہری نے خبر دی، ان سے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں سورج

۱۰۴۵- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَامٍ بْنُ أَبِي سَلَامٍ الْهَبَشِيُّ الدَّمَشَقِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ الزُّهْرِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو

گر ہن لگا تو یہ اعلان کیا گیا کہ نماز ہونے والی ہے۔

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((لَمَّا كُسِفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ نُودِيَ (بِالصَّلَاةِ جَامِعَةً)). [طرفہ فی: ۱۰۵۱]۔

مقصد باب یہ ہے کہ گر ہن کی نماز کے لئے اذان نہیں دی جاتی مگر لوگوں میں اس طور اعلان کرنا کہ یہ نماز گر ہن جماعت سے ادا کی جانے والی ہے لہذا لوگوں کو شرکت کے لئے تیار ہو جاؤ اس طرح پر اعلان کرانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ ایسا اعلان کرنا حدیث ذیل سے ثابت ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گر ہن کی نماز خاص اہتمام جماعت کے ساتھ پڑھنی چاہئے۔

باب گر ہن کی نماز میں امام کا خطبہ پڑھنا

اور حضرت عائشہ اور اسماء رضی اللہ عنہما نے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن میں خطبہ سنایا۔

۴- بَابُ خُطْبَةِ الْإِمَامِ فِي الْكُسُوفِ وَقَالَتْ عَائِشَةُ وَأَسْمَاءُ: خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(۱۰۴۶) ہم سے یحییٰ بن کبیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے یسٹ بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے (دوسری سند) اور مجھ سے احمد بن صالح نے بیان کیا کہ ہم سے عبثہ بن خالد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یونس بن یزید نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عروہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں سورج گرہن لگا، اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے۔ انہوں نے بیان کیا کہ لوگوں نے حضور اکرم کے پیچھے صف باندھی آپ نے تکبیر کی اور بہت دیر قرآن مجید پڑھتے رہے پھر تکبیر کی اور بہت لمبا رکوع کیا پھر سمع اللہ لمن حمد کہہ کر کھڑے ہو گئے اور سجدہ نہیں کیا (رکوع سے اٹھنے کے بعد) پھر بہت دیر تک قرآن مجید پڑھتے رہے۔ لیکن پہلی قرأت سے کم، پھر تکبیر کے ساتھ رکوع میں چلے گئے اور دیر تک رکوع میں رہے، یہ رکوع بھی پہلے رکوع سے کم تھا۔ اب سمع اللہ لمن حمد اور ربنا ولک الحمد کہا پھر سجدہ میں گئے۔ آپ نے دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کیا (ان دونوں رکعتوں میں) پورے چار رکوع اور چار سجدے کئے۔ نماز بے فرق ہونے سے پہلے ہی سورج صاف ہو چکا تھا۔ نماز کے بعد آپ نے

۱۰۴۶- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كُبَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ح. وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْسَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي غُرُورٌ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ ﷺ، فَخَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَصَفَّ النَّاسَ وَرَأَاهُ، فَكَبَّرَ، فَأَقْرَأَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قِرَاءَةً طَوِيلَةً، ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكِعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، ثُمَّ قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقَامَ وَلَمْ يَسْجُدْ وَقَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيلَةً هِيَ أَذْنَى مِنَ الْقِرَاءَةِ الْأُولَى، ثُمَّ كَبَّرَ وَرَكِعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ أَذْنَى مِنَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ قَالَ فِي الرُّكْعَةِ الْآخِرَةِ مِثْلَ ذَلِكَ فَاسْتَكْمَلَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي أَرْبَعِ سَجَدَاتٍ، وَانْجَلَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَنْصَرِفَ. ثُمَّ قَامَ فَأَتَنِي

کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا اور پہلے اللہ تعالیٰ کی اس کی شان کے مطابق تعریف کی پھر فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ کی دو نشانیاں ہیں ان میں گرہن کسی کی موت و حیات کی وجہ سے نہیں لگتا لیکن جب تم گرہن دیکھا کرو تو فوراً نماز کی طرف لپکو۔ زہری نے کہا کہ کثیر بن عباس اپنے بھائی عبد اللہ بن عباس سے روایت کرتے تھے وہ سورج گرہن کا قصہ اس طرح بیان کرتے تھے جیسے عروہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا۔ زہری نے کہا میں نے عروہ سے کہا تمہارے بھائی عبد اللہ بن زبیر نے جس دن مدینہ میں سورج گرہن ہوا صبح کی نماز کی طرح دو رکعت پڑھی اور کچھ زیادہ نہیں کیا۔ انہوں نے کہا ہاں مگر وہ سنت کے طریق سے چوک گئے۔

عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ)) ثُمَّ قَالَ: ((هُمَا آيَاتَانِ مِنَ آيَاتِ اللَّهِ لَا يَنْخَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَافْرَعُوا إِلَى الصَّلَاةِ)). وَكَانَ يُحَدِّثُ كَثِيرُ بْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ يُحَدِّثُ يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ بِمِثْلِ حَدِيثِ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ، فَقُلْتُ لِعُرْوَةَ: إِنَّ أَخَاكَ يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ بِالْمَدِينَةِ لَمْ يَزِدْ عَلَى رَكْعَتَيْنِ مِثْلَ الصُّبْحِ، قَالَ: أَجَلْ، لِأَنَّهُ أَخْطَأَ السُّنَّةَ.

[راجع: ۱۰۴۴]

ان کو حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث نہ پہنچی ہو گی حالانکہ عبد اللہ بن زبیر صحابیؓ تھے اور عروہ تابعی ہیں مگر عروہ نے آنحضرت ﷺ کی حدیث نقل کی اور حدیث کی پیروی سب پر مقدم ہے۔ اس روایت سے یہ بھی نکلا کہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابی جیسے عبد اللہ بن زبیر اور عبد اللہ بن عباس ہیں ان سے بھی غلطی ہو جاتی تھی تو اور مجتہدوں سے جیسے امام ابو حنیفہؒ یا امام شافعیؒ ہیں غلطی کا ہونا کچھ بعید نہیں اور اگر منصف آدمی امام ابن قیمؒ کی اعلا مالموقعین انصاف سے دیکھے تو اس کو ان مجتہدوں کی غلطیاں بخوبی معلوم ہو سکتی ہیں (وحیدی)

باب سورج کا کسوف و خسوف

دونوں کہہ سکتے ہیں

اور اللہ تعالیٰ نے (سورۃ قیامہ میں) فرمایا

”وَخَسَفَ الْقَمَرَ“

۵- بَابُ هَلْ يَقُولُ: كَسَفَتِ

الشَّمْسُ أَوْ خَسَفَتِ؟

وَقَالَ اللَّهُ غُرُوجًا: ﴿وَخَسَفَ الْقَمَرَ﴾

[القيامة : ۸]

اس باب سے امام بخاریؒ کا مطلب یہ ہے کہ لفظ کسوف اور خسوف چاند اور سورج دونوں کے گرہن میں مستعمل ہوتے ہیں اور جن لوگوں نے سورج گرہن کو کسوف یا خسوف کہنے سے منع کیا ہے ان کا قول صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح جن لوگوں نے چاند گرہن کو خسوف کہنے سے کیونکہ اللہ نے خود سورۃ قیامہ میں چاند گرہن کو خسوف فرمایا (وحیدی)

(۱۰۴۷) ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یسٹ بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی اور انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ

۱۰۴۷- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ حَدَّثَنِي عَقِيلٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ ((أَنَّ رَسُولَ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ جس دن سورج میں خسوف (گرہن) لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی آپ کھڑے ہوئے تکبیر کی پھر دیر تک قرآن مجید پڑھتے رہے۔ لیکن اس کے بعد ایک طویل رکوع کیا۔ رکوع سے سر اٹھایا تو کما سمع اللہ لمن حمدہ پھر آپ پہلے ہی کی طرح کھڑے ہو گئے اور دیر تک قرآن مجید پڑھتے رہے لیکن اس مرتبہ کی قرأت پہلے سے کچھ کم تھی۔ پھر آپ سجدہ میں گئے اور بہت دیر تک سجدہ میں رہے پھر دوسری رکعت میں بھی آپ نے اسی طرح کیا پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو سورج صاف ہو چکا تھا۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ سورج اور چاند کا ”کسوف“ (گرہن) اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی ہے اور ان میں ”خسوف“ (گرہن) کسی کی موت و زندگی پر نہیں لگتا۔ لیکن جب تم اسے دیکھو تو فوراً نماز کے لئے لپکو۔

اللَّهُ صَلَّى يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ فَكَبَّرَ فَقَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيلَةً، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، وَقَامَ كَمَا هُوَ، ثُمَّ قَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيلَةً وَهِيَ أَذْنَى مِنَ الْقِرَاءَةِ الْأُولَى، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهِيَ أَذْنَى مِنَ الرُّكُوعَةِ الْأُولَى، ثُمَّ سَجَدَ سُجُودًا طَوِيلًا، ثُمَّ فَعَلَ فِي الرُّكُوعَةِ الْآخِرَةِ مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ سَلَّمَ - وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ - فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ: ((إِنَّهُمَا آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَا يَخْصِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَانْفِرُوا إِلَى الصَّلَاةِ)). [راجع: ۱۰۴۴]

ہر دو کے گرہن پر آپ نے کسوف اور خسوف ہر دو لفظ استعمال فرمائے۔ پس باب کا مطلب ثابت ہوا۔

باب نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو سورج گرہن کے ذریعہ ڈراتا ہے۔

۶- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((يُخَوِّفُ اللَّهُ عِبَادَهُ بِالْكَسُوفِ))

یہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے

قَالَ أَبُو مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ:

(۱۰۴۸) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے یونس بن عبید نے، ان سے امام حسن بصری نے، ان سے ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سورج اور چاند دونوں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں اور کسی کی موت و حیات سے ان میں گرہن نہیں لگتا بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ عبدالوارث، شعبہ، خالد بن عبد اللہ اور حماد بن سلمہ ان سب حافظوں نے یونس سے یہ جملہ کہ ”اللہ ان کو گرہن کر کے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے“ بیان نہیں کیا اور یونس کے ساتھ اس حدیث کو موسیٰ نے مبارک بن فضالہ سے، انہوں نے امام حسن بصری سے

۱۰۴۸- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ، وَلَكِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُخَوِّفُ بِهَا عِبَادَهُ)). لَمْ يَذْكُرْ عَبْدُ الْوَارِثِ وَشُعْبَةُ وَخَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ يُونُسَ: ((يُخَوِّفُ اللَّهُ بِهَا عِبَادَهُ)). وَتَابَعَهُ مُوسَى

روایت کیا۔ اس میں یوں ہے کہ ابو بکرؓ نے آنحضرت ﷺ سے سن کر مجھ کو خبر دی کہ اللہ تعالیٰ ان کو گرجا بن کر کے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے اور یونس کے ساتھ اس حدیث کو اشعث بن عبداللہ نے بھی امام حسن بصری سے روایت کیا۔

عَنْ مُبَارَكٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((يُخَوِّفُ اللَّهُ بِهِمَا عِبَادَهُ)). وَتَابَعَهُ الْأَشْعَثُ عَنْ الْحَسَنِ. [راجع: ۱۰۴۰]

تشریح اس کو خود امام بخاری نے آگے چل کر وصل کیا گو کسوف یا خسوف زمین یا چاند کے حائل ہونے سے ہو جس میں اب کچھ شک نہیں رہا۔ یہاں تک کہ منجمن اور اہل ہیئت خسوف اور کسوف کا ٹھیک وقت اور یہ کہ وہ کس ملک میں کتنا ہو گا پہلے ہی بتا دیتے ہیں اور تجربہ سے وہ بالکل ٹھیک نکلتا ہے، اس میں سرمو فرق نہیں ہوتا مگر اس سے حدیث کے مطلب میں کوئی خلل نہیں آیا کیونکہ خداوند کریم اپنی قدرت اور طاقت دکھلاتا ہے کہ چاند اور سورج کیسے بڑے اور روشن اجرام کو وہ دم بھر میں تاریک کر دیتا ہے۔ اس کی عظمت اور طاقت اور ہیئت سے بندوں کو ہر دم قہرانا چاہئے اور جس نے چاند اور سورج گرجا بن کے عادی اور حسابی ہونے کا انکار کیا ہے وہ عقلاء کے نزدیک ہنسی کے قاتل ہے۔ (مولانا وحید الزماں مرحوم)

باب سورج گرجا بن میں عذاب قبر سے خدا کی پناہ مانگنا

(۱۰۴۹) ہم سے عبداللہ بن مسلمہؒ نے بیان کیا، ان سے امام مالکؒ نے، ان سے یحییٰ بن سعید نے، ان سے عمرو بنت عبدالرحمن نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ ایک یہودی عورت ان کے پاس مانگنے کے لئے آئی اور اس نے دعادی کہ اللہ آپ کو قبر کے عذاب سے بچائے۔ حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کیا لوگوں کو قبر میں عذاب ہو گا؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی اس سے پناہ مانگتا ہوں۔

۷- بَابُ التَّعَوُّذِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فِي الْكُسُوفِ

۱۰۴۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ: ((أَنَّ يَهُودِيَّةً جَاءَتْ تَسْأَلُهَا فَقَالَتْ لَهَا: أَعَاذُكَ اللَّهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. فَسَأَلَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ: أَيْعَذَّبُ النَّاسُ فِي قُبُورِهِمْ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: غَائِبًا بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ)).

[طراحہ فی: ۱۰۵۵، ۱۲۷۲، ۶۳۶۶].

(۱۰۵۰) پھر ایک مرتبہ صبح کو (کیس جانے کے لئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے، اس کے بعد سورج گرجا بن لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن چڑھے واپس ہوئے اور اپنی بیویوں کے حجروں سے گزرتے ہوئے (مسجد میں) نماز کے لئے کھڑے ہو گئے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی آپ کی اقتدا میں نیت باندھ لی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت ہی لمبا قیام کیا پھر رکوع بھی بہت طویل کیا، اس کے بعد

۱۰۵۰- ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ عِدَاةٍ مُرَكَّبًا فَخَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَوَجَعَ نَحْيِي. فَمَرَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ ظَهْرَانِي خَجَرَ. ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي، وَقَامَ النَّاسُ وَرَاءَهُ نَدَدَ قِيَامًا طَوِيلًا، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، ثُمَّ رَفَعَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ ذُوْنُ الْقِيَامِ

کھڑے ہوئے اور اب کی دفعہ قیام پھر لہا کیا لیکن پہلے سے کچھ کم۔ پھر رکوع کیا اور اس دفعہ بھی دیر تک رکوع میں رہے لیکن پہلے رکوع سے کچھ کم، پھر رکوع سے سر اٹھایا اور سجدہ میں گئے۔ اب آپ پھر دوبارہ کھڑے ہوئے اور بہت دیر تک قیام کیا لیکن پہلے قیام سے کچھ کم۔ پھر ایک لہار رکوع کیا لیکن پہلے رکوع سے کچھ کم، پھر رکوع سے سر اٹھایا اور قیام میں اب کی دفعہ بھی بہت دیر تک رہے لیکن پہلے سے کم دیر تک (چوتھی مرتبہ) پھر رکوع کیا اور بہت دیر تک رکوع میں رہے لیکن پہلے سے مختصر۔ رکوع سے سر اٹھایا تو سجدہ میں چلے گئے آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح نماز پوری کر لی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جو چاہا آپ نے فرمایا اسی خطبہ میں آپ نے لوگوں کو ہدایت فرمائی کہ عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگیں۔

الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ ذُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ، ثُمَّ قَامَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ ذُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ ذُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ ذُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ ذُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ وَانصَرَفَ فَقَالَ : مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ، ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَتَوَعَّدُوا مِنْ

عَذَابِ الْقَبْرِ)). [راجع: ۱۰۴۴]

تشیخ بعض روایتوں میں ہے کہ جب یودیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عذاب قبر کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا چلو! قبر کا عذاب یودیوں کو ہو گا مسلمانوں کا اس سے کیا تعلق لیکن اس یودیہ کے ذکر پر انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اور آپ نے اس کا حق ہونا بتایا۔ اسی روایت میں ہے کہ آنحضور ﷺ نے صحابہ کرام کو عذاب قبر سے پناہ مانگنے کی ہدایت فرمائی اور یہ نماز کسوف کے خطبہ کا واقعہ ۹ھ میں ہوا۔

حدیث کے آخری جملہ سے ترجمہ باب نکلتا ہے اس یودیوں کو شاید اپنی کتابوں سے قبر کا عذاب معلوم ہو گیا ہو گا۔ ابن حبان: میں سے کہ آیت کریمہ میں لفظ ﴿مَغِيضَةً ضَنْجًا﴾ (طہ: ۳۳) اس سے عذاب قبر مراد ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم کو عذاب قبر کی تحقیق اس وقت ہوئی جب آیت کریمہ ﴿حَتَّىٰ زُذْتُمُ الْمَقَابِرَ﴾ (الأنعام: ۲) نازل ہوئی اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور قتادہ اور ربیع نے آیت ﴿سَنُعَذِّبُهُمْ مُّزْنَيْنِ﴾ (التوبہ: ۱۰۱) کی تفسیر میں کہا کہ ایک عذاب دنیا کا اور دوسرا عذاب قبر کا مراد ہے۔ اب اس حدیث میں جو دوسری رکعت میں دونوں قیام الاول ہے اس کے مطلب میں اختلاف ہے کہ دوسری رکعت کا قیام اول مراد ہے یا اگلے کل قیام مراد ہیں بعضوں نے کہا چار قیام اور چار رکوع ہیں اور ہر ایک قیام اور رکوع اپنے مابقی سے کم ہوتا تو ثانی اول سے کم اور ثالث ثانی سے کم اور رابع ثالث سے کم واللہ اعلم۔

یہ جو کسوف کے وقت عذاب قبر سے ڈرایا اس کی مناسبت یہ ہے کہ جیسے کسوف کے وقت دنیا میں اندھیرا ہو جاتا ہے ایسے ہی گنہگار کی قبر میں جس پر عذاب ہو گا اندھیرا چھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے۔ قبر کا عذاب حق ہے، حدیث اور قرآن سے ثابت ہے جو لوگ عذاب قبر سے انکار کرتے ہیں وہ قرآن و حدیث کا انکار کرتے ہیں لہذا ان کو اپنے ایمان کے بارے میں فکر کرنا چاہئے۔

باب گرہن کی نماز میں

لمساجدہ کرنا

۸- بَابُ طَوْلِ السُّجُودِ فِي

الْكُسُوفِ

(۱۰۵۱) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین کو فی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شیبان بن عبدالرحمن نے یحییٰ ابن ابی کثیر سے بیان کیا، ان سے ابو سلمہ بن عبدالرحمن بن عوف نے، ان سے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورج کو گرہن لگا تو اعلان ہوا کہ نماز ہونے والی ہے (اس نماز میں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت میں دو رکوع کئے اور پھر دوسری رکعت میں بھی دو رکوع کئے، اس کے بعد آپ بیٹھے رہے (تعدہ میں) یہاں تک کہ سورج صاف ہو گیا۔ عبداللہ نے کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے اس سے زیادہ لمبا سجدہ اور کبھی نہیں کیا۔

سجدہ میں بندہ اللہ پاک کے بہت ہی زیادہ قریب ہو جاتا ہے، اس لئے اس میں جس قدر خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ کو یاد کر لیا جائے اور جو کچھ بھی اس سے مانگا جائے کم ہے۔ سجدہ میں اس کیفیت کا حصول خوش بختی کی دلیل ہے۔

باب سورج گرہن کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے زمزم کے چبوترہ میں لوگوں کو یہ نماز پڑھائی تھی اور علی بن عبداللہ بن عباس نے اس کے لئے لوگوں کو جمع کیا اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نماز پڑھائی۔

یہ علی بن عبداللہ تابعی ہیں۔ عبداللہ بن عباس کے بیٹے ہیں اور خلفائے عباسیہ ان کی اولاد ہیں ان کو سجاوکتے تھے کیونکہ یہ ہر روز ہزار سجدے کیا کرتے تھے جس رات حضرت علی مرتضیٰ شہید ہوئے اسی رات کو یہ پیدا ہوئے، اس لئے ان کا نام بطور یادگار علی بن رکھا گیا۔ اس روایت کو ابن شیبہ نے موصولاً ذکر کیا ہے (قططانی)

(۱۰۵۲) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے زید بن اسلم نے بیان کیا، ان سے عطاء بن یسار نے بیان کیا، ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورج کو گرہن لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا لمبا قیام کیا کہ اتنی دیر میں سورہ بقرہ پڑھی جاسکتی تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع لمبا کیا اور اس کے بعد کھڑے ہوئے تو اب کی مرتبہ بھی قیام بہت لمبا تھا لیکن پہلے سے کچھ کم پھر ایک دوسرا

۱۰۵۱- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّهُ قَالَ: ((لَمَّا كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ نُودِيَ: إِنَّ الصَّلَاةَ جَامِعَةٌ. فَرَكَعَ النَّبِيُّ ﷺ رَكَعَتَيْنِ فِي سَجْدَةٍ، ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ رَكَعَتَيْنِ فِي سَجْدَةٍ، ثُمَّ جَلَسَ، حَتَّى جُلِيَ عَنِ الشَّمْسِ. قَالَ: وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: مَا سَجَدْتُ سُجُودًا قَطُّ كَانَ أَطْوَلَ مِنْهَا)). [راجع: ۱۰۴۵]

۹- بَابُ صَلَاةِ الْكُسُوفِ جَمَاعَةً وَصَلَّى ابْنُ عَبَّاسٍ بِهِمْ فِي صُفَّةِ زَمْزَمَ. وَجَمَعَ عَلَيْهِ بَنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ وَصَلَّى ابْنُ عُمَرَ.

۱۰۵۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((انْخَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا نَحْوًا مِنْ قِرَاءَةِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ ذُوْنُ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ،

ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ ذُو الرُّكُوعِ
 الْأَوَّلِ، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ
 ذُو الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا
 وَهُوَ ذُو الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ لِقَامِ
 قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ ذُو الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ
 رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ ذُو الرُّكُوعِ
 الْأَوَّلِ، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدْ تَحَلَّتِ
 الشَّمْسُ، فَقَالَ ﷺ: ((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ
 آيَاتَانِ مِنَ آيَاتِ اللَّهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتٍ
 أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمَا ذَلِكَ فَادْكُرُوا
 اللَّهَ)). قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ، رَأَيْنَاكَ
 تَنَاولْتَ شَيْئًا فِي مَقَامِكَ، ثُمَّ رَأَيْنَاكَ
 كَفَعْتَ. قَالَ ﷺ: ((إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ،
 فَتَنَاولْتُ عُقُودًا وَلَوْ أَصْبَنَهُ لَأَكَلْتُمُ مِنْهُ مَا
 بَقِيََتِ الدُّنْيَا. وَارْبَيْتُ النَّارَ فَلَمْ أَرْ مَنْظَرًا
 كَأَلِيمٍ قَطُّ أَفْطَحَ. وَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا
 النِّسَاءَ)). قَالُوا: بِسْمِ يَارَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ:
 ((بِكُفْرِهِنَّ)). قِيلَ: يَكْفُرْنَ بِاللَّهِ؟ قَالَ:
 ((يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ، وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ، لَوْ
 أَحْسَنْتَ إِلَى إِخْدَاهُنَّ الذَّهْرَ كُلَّهُ ثُمَّ رَأَتْ
 مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا
 قَطُّ)).

لبارکوع کیا جو پہلے رکوع سے کچھ کم تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم
 سجدہ میں گئے، سجدہ سے اٹھ کر پھر لبا قیام کیا لیکن پہلے قیام کے
 مقابلے میں کم لبا تھا پھر ایک لبار رکوع کیا۔ یہ رکوع بھی پہلے رکوع
 کے مقابلہ میں کم تھا۔ رکوع سے سر اٹھانے کے بعد پھر آپ صلی اللہ
 علیہ وسلم بہت دیر تک کھڑے رہے اور یہ قیام بھی پہلے سے مختصر تھا۔
 پھر (چوتھا) رکوع کیا یہ بھی بہت لبا تھا لیکن پہلے سے کچھ کم۔ پھر آپ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور نماز سے فارغ ہوئے تو سورج
 صاف ہو چکا تھا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں
 فرمایا کہ سورج اور چاند دونوں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں اور کسی کی
 موت و زندگی کی وجہ سے ان میں گرہن نہیں لگتا اس لئے جب تم کو
 معلوم ہو کہ گرہن لگ گیا ہے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ صحابہ رضی اللہ
 عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے دیکھا کہ (نماز میں) اپنی
 جگہ سے آپ کچھ آگے بڑھے اور پھر اس کے بعد پیچھے ہٹ گئے۔
 آپ نے فرمایا کہ میں نے جنت دیکھی اور اس کا ایک خوشہ توڑنا چاہا
 تھا اگر میں اسے توڑ سکتا تو تم اسے رہتی دنیا تک کھاتے اور مجھے جہنم
 بھی دکھائی گئی میں نے اس سے زیادہ بھیانک اور خوفناک منظر کبھی
 نہیں دیکھا۔ میں نے دیکھا اس میں عورتیں زیادہ ہیں۔ کسی نے پوچھا یا
 رسول اللہ ﷺ! اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اپنے کفر
 (انکار) کی وجہ سے پوچھا گیا۔ کیا اللہ تعالیٰ کا کفر (انکار) کرتی ہیں؟ آپ
 نے فرمایا کہ شوہر کا اور احسان کا کفر کرتی ہیں۔ زندگی بھر تم کسی عورت
 کے ساتھ حسن سلوک کرو لیکن کبھی اگر کوئی خلاف مزاج بات آگئی تو
 فوراً یہی کہہ گی کہ میں نے تم سے کبھی بھلائی نہیں دیکھی۔

یہ حدیث اس سے قبل بھی گزر چکی ہے، دوزخ اور جنت کی تصویریں آپ کو دکھلا دیں، اس حدیث میں عورتوں کا بھی ذکر
 ہے جس میں ان کے کفر سے ناشکری مراد ہے۔ بعضوں نے کہا کہ آپ نے اصل جنت اور دوزخ کو دیکھا کہ پردہ درمیان
 سے اٹھ گیا یا یہ مراد ہے کہ دوزخ اور جنت کا ایک ایک ٹکڑا بطور نمونہ آپ کو دکھلایا گیا۔ بہر حال یہ عالم برزخ کی چیز ہے جس طرح
 حدیث میں آگیا ہمارا ایمان ہے، تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ جنت کے خوشے کے لئے آپ نے جو فرمایا وہ اس لئے کہ جنت
 اور نعمائے جنت کے لئے فنا نہیں ہے اس لئے وہ خوشہ اگر آجاتا تو وہ یہاں دنیا کے قائم رہنے تک رہتا مگر یہ عالم دنیا اس کا محل نہیں

اس لئے اس کا آپ کو معائنہ کرایا گیا۔ اس روایت میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر رکعت میں دو رکوع کرنے کا ذکر ہے جس کے پیش نظر برادرانِ احناف نے بھی بہر حال اپنے مسلک کے خلاف اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے جو قتلِ حمین ہے چنانچہ صاحبِ تنہیم البھاری کے الفاظ ملاحظہ ہوں آپ فرماتے ہیں اس باب کی تمام احادیث میں قتلِ غوربات یہ ہے کہ راویوں نے اس پر خاص طور سے زور دیا ہے کہ آپ نے ہر رکعت میں دو رکوع کئے تھے چنانچہ قیام پھر رکوع پھر قیام اور پھر رکوع کی کیفیت پوری تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں لیکن سجدہ کا ذکر جب آیا تو صرف اسی پر اکتفا کیا کہ آپ نے سجدہ کیا تھا اس کی کوئی تفصیل نہیں کہ سجدے کتنے تھے کیونکہ راویوں کے پیش نظر اس نماز کے امتیازات کو بیان کرنا ہے اس سے بھی یہی سمجھ میں آتا ہے کہ رکوع ہر رکعت میں آپ نے دو کئے تھے اور جن میں ایک رکوع کا ذکر ہے ان میں اختصار سے کام لیا گیا ہے۔

باب سورج گرہن میں عورتوں کا مردوں کے ساتھ

نماز پڑھنا

(۱۰۵۳) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تمیمی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں ہشام بن عروہ نے، انہیں ابی یوی فاطمہ بنت منذر نے، انہیں اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے، انہوں نے کہا کہ جب سورج کو گرہن لگا تو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئی۔ اچانک لوگ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور عائشہ بیٹھ بھی نماز میں شریک تھی میں نے پوچھا کہ لوگوں کو بات کیا پیش آئی؟ اس پر آپ نے آسمان کی طرف اشارہ کر کے سبحان اللہ کہا۔ پھر میں نے پوچھا کیا کوئی نشانی ہے؟ اس کا آپ نے اشارہ سے ہل میں جواب دیا۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر میں بھی کھڑی ہو گئی لیکن مجھے چکر آ گیا اس لئے میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ وہ چیزیں جو کہ میں نے پہلے نہیں دیکھی تھیں اب انہیں میں نے اپنی اسی جگہ سے دیکھ لیا۔ جنت اور دوزخ تک میں نے دیکھی اور مجھے وحی کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ تم قبر میں دجال کے فتنہ کی طرح یا (یہ کہا کہ) دجال کے فتنہ کے قریب ایک فتنہ میں مبتلا ہو گے۔ مجھے یاد نہیں کہ اسماء بیٹھنے نے کیا کہا تھا آپ نے فرمایا کہ تمہیں لایا جائے گا اور پوچھا جائے گا کہ اس شخص (مجھ صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں تم کیا جانتے ہو۔ مومن یا یہ کہا

۱۰۔ بَابُ صَلَاةِ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ

فِي الْكُسُوفِ

۱۰۵۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ قَالَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أُمِّهِ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَهَا قَالَتْ : ((أَتَيْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَانِيَّ ﷺ - حِينَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ - فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ يُصَلُّونَ، وَإِذَا هِيَ قَائِمَةٌ تُصَلِّي. فَقُلْتُ: مَا لِلنِّسَاءِ؟ فَأَشَارَتْ بِيَدِهَا إِلَى السَّمَاءِ وَقَالَتْ: مَبْحَانُ اللَّهِ. فَقُلْتُ: آيَةٌ؟ فَأَشَارَتْ أَيْ نَعَمْ. قَالَتْ: فَقُمْتُ حَتَّى تَجَلَّيَ الْفَيْسُ، فَجَعَلْتُ أَصْبُ فَوْقَ رَأْسِي الْمَاءَ. فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَمِدَ اللَّهُ وَأَتَانِي عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ لَمْ أَرَهُ إِلَّا وَقَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هَذَا، حَتَّى الْجَنَّةِ وَالنَّارِ. وَلَقَدْ أَوْحَى إِلَيَّ أَنْكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ مِثْلَ - أَوْ قَرِيبًا مِنْ - فِتْنَةِ الدَّجَالِ (لَا أَذْرِي أَيْتُهُمَا قَالَتْ أَسْمَاءُ)، يُؤْتَى أَحَدُكُمْ فَيَقَالُ

کہ یقین کرنے والا (مجھے یاد نہیں کہ ان صحابہوں میں سے حضرت اسماءؓ نے کوئی بات کہی تھی) تو کہے گا یہ محمد ﷺ ہیں آپ نے ہمارے سامنے صحیح راستہ اور اس کے دلائل پیش کئے اور ہم آپ پر ایمان لائے تھے اور آپ کی بات قبول کی اور آپ کا اتباع کیا تھا۔ اس پر اس سے کہا جائے گا کہ تو مرد صالح ہے پس آرام سے سو جاؤ ہمیں تو پہلے ہی معلوم تھا کہ تو ایمان و یقین والا ہے۔ منافق یا شک کرنے والا (مجھے معلوم نہیں کہ حضرت اسماءؓ نے کیا کہا تھا) وہ یہ کہے گا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں میں نے لوگوں سے ایک بات سنی تھی وہی میں نے بھی کہی (آگے مجھ کو کچھ حقیقت معلوم نہیں)

اس حدیث سے بہت سے امور پر روشنی پڑتی ہے جن میں سے صلوٰۃ کسوف میں عورت کی شرکت کا مسئلہ بھی ہے اور اس میں عذاب قبر اور امتحان قبر کی تفصیلات بھی شامل ہیں یہ بھی کہ ایمان والے قبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق اور آپ کی اتباع کا اظہار کریں گے اور بے ایمان لوگ وہاں پکڑ میں پڑ کر صحیح جواب نہ دے سکیں گے اور دوزخ کے مستحق ہوں گے۔ اللہ ہر مسلمان کو قبر میں ثابت قدمی عطا فرمائے (آمین)

باب جس نے سورج گرہن میں غلام آزاد کرنا پسند کیا (اس نے اچھا کیا)

(۱۰۵۳) ہم سے ربیع بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زائدہ نے ہشام سے بیان کیا، ان سے فاطمہ نے، ان سے اسماء رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن میں غلام آزاد کرنے کا حکم فرمایا۔

باب کسوف کی نماز مسجد میں

پڑھنی چاہئے

(۱۰۵۵) ہم سے اسلمیل بن عبد اللہ بن ابی اویس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے یحییٰ بن سعید انصاری سے بیان کیا، ان سے عمرہ بنت عبد الرحمن نے، ان سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ ایک یہودی عورت ان کے پاس کچھ مانگنے آئی۔ اس نے کہا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ قبر کے عذاب سے بچائے، انہوں نے نبی

لہ : مَا عَلِمْتُ بِهَذَا الرَّجُلِ؟ فَلَمَّا الْمُؤْمِنُ - أَوْ قَالَ الْمُؤْمِنُ - (لَا أَذْرِي أَمِي ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ) يَقُولُ: مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى فَاجْتَبَيْنَا وَأَمْنًا وَاتَّبَعْنَا، يَقَالُ لَهُ: نَمْ صَلَاحًا، فَقَدْ عَلِمْنَا إِنْ كُنْتَ لَمُؤْمِنًا. وَأَمَّا الْمُنَافِقُ - أَوْ الْمُرْتَابُ - (لَا أَذْرِي أَتِيَهُمَا قَالَتْ أَسْمَاءُ) يَقُولُ: لَا أَذْرِي، سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا فَقُلْتُ)). [راجع: ۸۶]

۱۱- بَابُ مَنْ أَحَبَّ الْعَتَاةَ فِي

كُسُوفِ الشَّمْسِ

۱۰۵۴- حَدَّثَنَا رِبْعُ بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ: ((أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْعَتَاةِ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ)). [راجع: ۸۶]

۱۲- بَابُ صَلَاةِ الْكُسُوفِ فِي

الْمَسْجِدِ

۱۰۵۵- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ((أَنَّ يَهُودِيَّةً جَاءَتْ تَسْأَلُهَا فَقَالَتْ: أَعَاذَكَ اللَّهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. فَسَأَلَتْ

کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا قبر میں بھی عذاب ہو گا؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سن کر) فرمایا کہ میں خدا کی اس سے پناہ مانگتا ہوں۔

(۱۰۵۶) پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن صبح کے وقت سوار ہوئے (کہیں جانے کے لئے) ادھر سورج گرہن لگ گیا اس لئے آپ واپس آگئے، ابھی چاشت کا وقت تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے حجروں سے گزرے اور (مسجد میں) کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی صحابہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں صف باندھ کر کھڑے ہو گئے آپ نے قیام بہت لمبا کیا رکوع بھی بہت لمبا کیا پھر رکوع سے سر اٹھانے کے بعد دوبارہ لمبا قیام کیا لیکن پہلے سے کم اس کے بعد رکوع بہت لمبا لیکن پہلے رکوع سے کچھ کم۔ پھر رکوع سے سر اٹھا کر آپ سجدہ میں گئے اور لمبا سجدہ کیا۔ پھر لمبا قیام کیا اور یہ قیام بھی پہلے سے کم تھا۔ پھر لمبا رکوع کیا اگرچہ یہ رکوع بھی پہلے کے مقابلے میں کم تھا پھر آپ رکوع سے کھڑے ہو گئے اور لمبا قیام کیا لیکن یہ قیام پھر پہلے سے کم تھا اب (چوتھا) رکوع کیا اگرچہ یہ رکوع بھی پہلے رکوع کے مقابلے میں کم تھا۔ پھر سجدہ کیا بہت لمبا لیکن پہلے سجدہ کے مقابلے میں کم۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ پھر لوگوں کو سمجھایا کہ قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگیں۔

عَائِشَةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ: ((أَبْعَذَبُ النَّاسِ فِي قُبُورِهِمْ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَائِذَا بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ)). [راجع: ۱۰۴۹]

۱۰۵۶- ((لَمْ رَكِبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، ذَاتَ غَدَاةٍ مَرَكَبًا فَكَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَجَعَلَ ضَحَى لَمَرَّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ ظَهْرَانِي الْحَجَرِ، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى، أَقَامَ النَّاسُ وَرَاءَهُ، فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ ذُوْن الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ ذُوْن الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ سُجُودًا طَوِيلًا، ثُمَّ قَامَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ ذُوْن الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ ذُوْن الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ ذُوْن الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ ذُوْن الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ سَجَدَ وَهُوَ ذُوْن السُّجُودِ الْأَوَّلِ. ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ، ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَتَعَوَّذُوا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ)).

اس حدیث اور دیگر احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قبر کا عذاب و ثواب برحق ہے۔ اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے عذاب قبر سے پناہ مانگنے کا حکم فرمایا۔ اس بارے میں شارحین بخاری لکھتے ہیں لعظم هو له وايضا فان ظلمة الكسوف اذا غمت الشمس تناسب ظلمة القبور الشئ يذكر فيخاف من هذا كما يخاف من هذا وما يستنبط منه انه يدل على ان عذاب القبر حق واهل السنة مجمعون على الايمان به والتصديق به ولا ينكروه الامتدع (حاشیہ بخاری)

یعنی اس کی ہولناک کیفیت کی وجہ سے آپ نے ایسا فرمایا اور اس لئے بھی کہ سورج گرہن کی کیفیت جب اس کی روشنی غائب ہو جائے قبر کے اندھیرے سے مناسبت رکھتی ہے۔ اسی طرح ایک چیز کا ذکر دوسری چیز کے ذکر کی مناسبت سے کیا جاتا ہے اور اس سے ڈرایا جاتا ہے اور اس سے ثابت ہوا کہ قبر کا عذاب حق ہے اور جملہ اہل سنت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے جو عذاب قبر کا انکار کرے وہ بدعتی ہے۔ (التمحی)

باب سورج گرہن کسی کے مرنے یا پیدا ہونے سے نہیں لگتا

اس کو ابوبکر، مغیرہ، ابو موسیٰ اشعری، ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے۔

(۱۰۵۷) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ قطان نے اسماعیل بن ابی خالد سے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے قیس نے بیان کیا، ان سے ابو مسعود عقبہ بن عامر انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سورج اور چاند میں گرہن کسی کی موت کی وجہ سے نہیں لگتا البتہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں، اس لئے جب تم گرہن دیکھو تو نماز پڑھو۔

(۱۰۵۸) ہم سے عبد اللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں معمر نے خبر دی، انہیں زہری اور ہشام بن عروہ نے، انہیں عروہ بن زبیر نے، انہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں سورج کو گرہن لگا تو آپ کھڑے ہوئے اور لوگوں کے ساتھ نماز میں مشغول ہو گئے۔ آپ نے لمبی قرأت کی۔ پھر رکوع کیا اور یہ بھی بہت لمبا تھا۔ پھر سر اٹھایا اور اس مرتبہ بھی دیر تک قرأت کی مگر پہلی قرأت سے کم۔ اس کے بعد آپ نے (دوسری مرتبہ) رکوع کیا بہت لمبا لیکن پہلے کے مقابلہ میں مختصر پھر رکوع سے سر اٹھا کر آپ سجدہ میں چلے گئے اور دو سجدے کئے پھر کھڑے ہوئے اور دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کیا جیسے پہلی رکعت میں کر چکے تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ سورج اور چاند میں گرہن کسی کی موت و حیات سے نہیں لگتا۔ البتہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دکھاتا ہے، اس لئے جب تم انہیں دیکھو تو فوراً نماز کے لئے دوڑو۔

۱۳- بَابُ لَا تَنْكَسِفُ الشَّمْسُ

لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ

رَوَاهُ أَبُو بَكْرَةَ وَالْمَغِيرَةُ وَأَبُو مُوسَى وَابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ.

۱۰۵۷- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنِي قَيْسٌ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، وَلَكِنَّهُمَا آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَصَلُّوا)).

[راجع: ۱۰۴۱]

۱۰۵۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنَا مُعَمَّرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَهِشَامِ بْنِ غَزْوَةَ عَنْ غَزْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَسَفَتْ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَصَلَّى بِالنَّاسِ فَأَطَالَ الْقِرَاءَةَ، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَأَطَالَ الْقِرَاءَةَ، وَهِيَ ذُونُ قِرَاءَتِهِ فِي الْأَوَّلَى، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ ذُونُ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ قَامَ فَصَنَعَ فِي الرُّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ قَامَ فَقَالَ: ((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، وَلَكِنَّهُمَا آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ يُرِيهِمَا عِبَادَهُ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ فَافْرَعُوا

إِلَى الصَّلَاةِ). [راجع: ۱۰۴۴]

حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

۱۴- بَابُ الذِّكْرِ فِي الْكُسُوفِ،

رَوَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا

۱۰۵۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ بْنُ بُرَيْدٍ بْنُ هَبْدٍ اللَّهُ عَنْ أَبِي بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: خَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَرَعَا يَخْشَى أَنْ تَكُونَ السَّاعَةُ، فَاتَى الْمَسْجِدَ فَصَلَّى بِأَطْوَلِ قِيَامٍ وَزَكُوعٍ وَسُجُودٍ مَا رَأَيْتُهُ قَطُّ يَفْعَلُهُ وَقَالَ: ((هَذِهِ آيَاتُ اللَّهِ يُرْسِلُ اللَّهُ لَا تَكُونُ لِمَوْتٍ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، وَلَكِنْ يُخَوِّفُ اللَّهُ بِهِ عِبَادَهُ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ فَافِرُّوا إِلَى ذِكْرِهِ وَدُعَائِهِ وَاسْتِغْفَارِهِ)).

باب سورج گرہن میں اللہ کو یاد کرنا

اس کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا

(۱۰۵۹) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، ان سے برید بن عبد اللہ نے، ان سے ابو بردہ نے، ان سے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہ ایک دفعہ سورج گرہن ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہت گھبرا کر اٹھے اس ڈر سے کہ کہیں قیامت نہ قائم ہو جائے۔ آپ نے مسجد میں آکر بہت ہی لمبا قیام لمبا رکوع اور لمبے سجدوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ میں نے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے نہیں دیکھا تھا۔ آپ نے نماز کے بعد فرمایا کہ یہ نشانیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے یہ کسی کی موت و حیات کی وجہ سے نہیں آتیں بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے اس لئے جب تم اس طرح کی کوئی چیز دیکھو تو فوراً اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس سے استغفار کی طرف لپکو۔

تفسیر قیامت کی کچھ علامات ہیں جو پہلے ظاہر ہوں گی اور پھر اس کے بعد قیامت برپا ہوگی۔ اس حدیث میں ہے کہ آنحضور ﷺ اپنی حیات میں ہی قیامت ہو جانے سے ڈرے حالانکہ اس وقت قیامت کی کوئی علامت نہیں پائی جاسکتی تھی۔ اس لئے اس حدیث کے کلمے کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ آپ اس طرح کھڑے ہوئے جیسے ابھی قیامت آجائے گی گویا اس سے آپ کی خشت و خوف کی حالت کو بتانا مقصود ہے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو دیکھ کر ایک خاشع و خاضع کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ اگر کبھی گھٹنا دیکھتے یا آندھی چل پڑتی تو آپ کی اس وقت بھی یہی کیفیت ہو جاتی تھی۔ یہ صحیح ہے کہ قیامت کی ابھی علامتیں ظہور پذیر نہیں ہوئی تھیں لیکن جو اللہ تعالیٰ کی شان جلالی و قہاری میں گم ہوتا ہے وہ ایسے مواقع پر غور و فکر سے کام نہیں لے سکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خود آنحضور ﷺ کے ذریعہ جنت کی بشارت دی گئی تھی لیکن آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر حشر میں میرا معاملہ برابر برابر ختم ہو جائے تو میں اسی پر راضی ہوں۔ اس کی وجہ بھی یہی تھی۔ الغرض یہ نظر غور و تدبر و انصاف اگر دیکھا جائے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا چاند اور سورج گرہن کی حقیقت آپ نے ایسے جامع لفظوں میں بیان فرما دی کہ سائنس کی موجودہ معلومات اور آئندہ کی ساری معلومات اسی ایک جملہ کے اندر مدغم ہو کر رہ گئی ہیں۔ بلاشبہ جملہ اختراعات جدید اور ایجادات موجودہ معلومات سائنسی سب اللہ پاک کی قدرت کی نشانیاں ہیں سب کا اولین موجد وہی ہے جس نے انسان کو ان ایجادات کے لئے ایک بیش قیمت دماغ عطا فرمایا ہے انشاء اللہ

احسن الخالقین و الحمد لله رب العالمین

قال الكرمانی هذا تمثيل من الراوى كانه فرع كالخاشى ان يكون القيامة والافكان النبى صلى الله عليه وسلم عالما بان الساعة

لا تقوم وهو بين اظهرهم وقد وعد الله اعلاء دينه على الاديان كلها ولم يبلغ الكتاب اجله يعني کہانی نے کہا کہ یہ تمثیل راوی کی طرف سے ہے گویا آپ ایسے گہرائے جیسے کوئی قیامت کے آنے سے ڈر رہا ہو۔ ورنہ آنحضرت ﷺ تو جانتے تھے کہ آپ کی موجودگی میں قیامت قائم نہیں ہوگی، اللہ نے آپ سے وعدہ کیا ہے کہ قیامت سے پہلے آپ کا دین جملہ ادیان پر غالب آکر رہے گا اور آپ کو یہ بھی معلوم تھا کہ ابھی قیامت کے بارے میں اللہ کا نوشتہ اپنے وقت کو نہیں پہنچا ہے واللہ اعلم بالصواب وما علينا الا البلاغ

باب سورج گرہن میں دعا کرنا

اس کو ابو موسیٰ اور عائشہ رضی اللہ عنہما نے بھی نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

(۱۰۶۰) ہم سے ابو الولید طرابلسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے زائدہ بن قدامہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے زیادہ بن علاقہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انہوں نے کہا کہ جس دن ابراہیم علیہ السلام کی موت ہوئی سورج گرہن بھی اسی دن لگا۔ اس پر بعض لوگوں نے کہا کہ گرہن ابراہیم علیہ السلام (آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے) کی وفات کی وجہ سے لگا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشان ہیں۔ ان میں گرہن کسی کی موت و حیات کی وجہ سے نہیں لگتا۔ جب اسے دیکھو تو اللہ پاک سے دعا کرو اور نماز پڑھو تاکہ سورج صاف ہو جائے۔

باب گرہن کے خطبہ میں امام کا

امابعد کرنا

(۱۰۶۱) اور ابو اسامہ نے بیان کیا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے فاطمہ بنت منذر نے خبر دی، ان سے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب سورج صاف ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے اور آپ نے خطبہ دیا۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق اس کی تعریف کی اس کے بعد فرمایا ”امابعد“

باب چاند گرہن کی نماز پڑھنا

۱۵- بَابُ الدُّعَاءِ فِي الْكُسُوفِ

قَالَ أَبُو مُوسَى وَعَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ ﷺ

۱۰۶۰- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ : حَدَّثَنَا زَائِدَةُ قَالَ : حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عَلَاقَةَ قَالَ : سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ يَقُولُ : انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ، فَقَالَ النَّاسُ انْكَسَفَتْ لِمَوْتِ إِبْرَاهِيمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ، لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَادْعُوا اللَّهَ وَصَلُّوا حَتَّى يَنْجِلِيَا)).

[راجع: ۱۰۴۳]

۱۶- بَابُ قَوْلِ الْإِمَامِ فِي خُطْبَةِ

الْكُسُوفِ: أَمَّا بَعْدُ.

۱۰۶۱- وَقَالَ أَبُو أَسَامَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ: أَخْبَرَنِي فَاطِمَةُ بِنْتُ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ: ((فَانْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ، فَخُطِبَ فَحَمِدَ اللَّهُ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: ((أَمَّا بَعْدُ)). [راجع: ۸۶]

۱۷- بَابُ الصَّلَاةِ فِي كُسُوفِ الْقَمَرِ

۱۰۶۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ يُونُسَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ)).

[راجع: ۱۰۴۰]

(۱۰۶۲) ہم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سعید بن عامر نے بیان کیا اور ان سے شعبہ نے، ان سے یونس نے، ان سے امام حسن بصری نے اور ان سے ابوبکر بن ہشام نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں سورج کو گرہن لگا تو آپ نے دو رکعت نماز پڑھی تھی۔

تَشْرِیح

یہاں یہ اعتراض ہوا ہے کہ یہ حدیث ترجمہ باب سے مطابقت نہیں رکھتی اس میں تو چاند کا ذکر تک نہیں ہے اور جواب یہ ہے کہ یہ روایت مختصر ہے اس روایت کی جو آگے آئی ہے اس میں صاف چاند کا ذکر ہے تو مقصود وہی دوسری روایت ہے اور اس کو اس لئے ذکر کر دیا کہ معلوم ہو جائے کہ روایت مختصر بھی مروی ہوئی ہے بعضوں نے کہا صحیح بخاری کے ایک نسخہ میں اس حدیث میں یوں ہے انکسف القمر دوسرے ممکن ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کے اس طریق کی طرف اشارہ کیا ہو جس کو ابن ابی شیبہ نے نکالا اس میں یوں ہے انکسف الشمس والقمر امام بخاری کی عادت ہے کہ ایک حدیث بیان کر کے اس کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور باب کا مطلب اس سے نکالتے ہیں (وحیدی)

سیرت ابن حبان میں ہے کہ ۵۵ھ میں بھی چاند گرہن بھی ہوا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں بھی نماز پاجامعت ادا کی تھی۔ معلوم ہوا کہ چاند گرہن اور سورج گرہن ہر دو کا ایک ہی حکم ہے مگر ہمارے محترم برادران احتاف چاند گرہن کی نماز کے لئے نماز پاجامعت کے قائل نہیں ہیں، اس کو تما پڑھنے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ اس باب میں ان کے پاس بجز رائے قیاس کوئی دلیل پختہ نہیں ہے مگر ان کو اس پر اصرار ہے لیکن سنت رسول کے شیدائیوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طور طریقہ ہی سب سے بہتر عہدہ چیز ہے۔ الحمد للہ علی ذلک۔

۱۰۶۳- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ: ((خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَخَرَجَ يَجْرُ رِدَاءَهُ حَتَّى انْتَهَى إِلَى الْمَسْجِدِ، وَقَابَ النَّاسُ إِلَيْهِ فَصَلَّى بِهِمْ رَكَعَتَيْنِ، فَأَنْجَلَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ: ((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ، وَإِنْهُمَا لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ، فَإِذَا كَانَ ذَلِكَ فَصَلُّوا وَادْعُوا حَتَّى يَكْشَفَ مَا بَكُمْ)). وَذَلِكَ أَنَّ أَبَا لَيْسَى ﷺ مَاتَ يُقَالُ

(۱۰۶۳) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یونس نے بیان کیا، ان سے امام حسن بصری نے، ان سے ابوبکر نے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سورج گرہن لگا تو آپ اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے (بڑی تیزی سے) مسجد میں پہنچے۔ صحابہ بھی جمع ہو گئے۔ پھر آپ نے انیس دو رکعت نماز پڑھائی، گرہن بھی ختم ہو گیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں اور ان میں گرہن کسی کی موت پر نہیں لگتا اس لئے جب گرہن لگے تو اس وقت تک نماز اور دعائیں مشغول رہو جب تک یہ صاف نہ ہو جائے۔ یہ آپ نے اس لئے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے ایک صاحبزادے ابراہیم ہشام کی وفات (اسی دن) ہوئی تھی اور بعض لوگ ان کے متعلق کہنے لگے تھے (کہ

لَهُ إِبْرَاهِيمُ، فَقَالَ النَّاسُ لِي ذَالِكَ)).
گرہن ان کی موت پر لگا ہے

[راجع: ۱۰۴۰]

اس حدیث میں صاف چاند گرہن کا ذکر موجود ہے اور یہی مقصد باب ہے۔

بَابُ صَبِّ الْمَرْأَةِ عَلَى رَأْسِهَا الْمَاءَ إِذَا طَالَ الْإِمَامُ الْقِيَامَ فِي الرَّسْعَةِ الْأُولَى
باب جب امام گرہن کی نماز میں پہلی رکعت لمبی کر دے اور کوئی عورت اپنے سر پر پانی ڈالے

اس باب میں حضرت امام بخاریؒ نے کوئی حدیث بیان نہیں کی بعض نسخوں میں یہ ترجمہ باب نہیں ہے تو شاید ایسا ہوا کہ یہ باب قائم کر کے امام بخاریؒ اس میں کوئی حدیث لکھنے والے تھے مگر ان کو موقع نہ ملا یا ان کو خیال نہ رہا اور اوپر جو حدیث حضرت اسماءؓ سے آئی ہے کئی بار گزری اس سے اس باب کا مطلب نکل آتا ہے۔ (وحیدی)

۱۸- بَابُ الرَّسْعَةِ الْأُولَى فِي

باب گرہن کی نماز میں پہلی رکعت

کالمبا کرنا

الْكُسُوفِ أَطْوَلُ

(۱۰۶۳) ہم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو احمد محمد بن عبد اللہ زبیری نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن سعید انصاری نے، ان سے عمرو نے، ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ نے سورج گرہن کی دو رکعتوں میں چار رکوع کئے اور پہلی رکعت دو سری رکعت سے لمبی تھی۔

۱۰۶۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى بِهِمْ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي سَجْدَتَيْنِ، الْأُولَى وَالْأُولَى أَطْوَلُ)). [راجع: ۱۰۴۴]

سورج اور چاند گرہن میں نماز باجماعت مسنون ہے مگر خفیہ چاند گرہن میں نماز باجماعت کے قائل نہیں۔ خدا جانے ان کو یہ فرق کرنے کی ضرورت کیسے محسوس ہوئی کہ سورج گرہن میں تو نماز باجماعت جائز ہو اور چاند گرہن میں ناجائز۔ اس فرق کے لئے کوئی واضح دلیل ہونی چاہئے تھی ہر حال خیال اپنا اپنا نظر اپنی اپنی۔

باب گرہن کی نماز میں بلند آواز سے

قرأت کرنا

۱۹- بَابُ الْجَهْرِ بِالْقِرَاءَةِ فِي

الْكُسُوفِ

(۱۰۶۵) ہم سے محمد بن مہران نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ولید بن سلم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبد الرحمن بن نمر نے بیان کیا، انہوں نے ابن شہاب سنا، انہوں نے عروہ سے اور عروہ نے (اپنی خالہ) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گرہن کی نماز میں قرأت بلند آواز سے

۱۰۶۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ سَمِعَ ابْنَ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((جَهَرَ النَّبِيُّ ﷺ فِي صَلَاةِ الْكُسُوفِ بِقِرَاءَتِهِ، لِذَا فَرَّغَ مِنْ

کی، قرأت سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہہ کر رکوع میں چلے گئے جب رکوع سے سر اٹھایا تو سمع اللہ لمن حمد ربنا و لک الحمد کہا پھر دوبارہ قرأت شروع کی۔ غرض گرہن کی دو رکعتوں میں آپ نے چار رکوع اور چار سجدے کئے۔

(۱۰۶۶) اور امام اوزاعی رحمہم اللہ نے کہا کہ میں نے زہری سے سنا، انہوں نے عروہ سے اور عروہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی کریم ﷺ کے عہد میں سورج گرہن لگا تو آپ نے ایک آدمی سے اعلان کر دیا کہ نماز ہونے والی ہے پھر آپ نے دو رکعتیں چار رکوع اور چار سجدوں کے ساتھ پڑھیں۔ ولید بن مسلم نے بیان کیا کہ مجھے عبدالرحمن بن نمر نے خبر دی اور انہوں نے ابن شہاب سے سنا، اسی حدیث کی طرح زہری (ابن شہاب) نے بیان کیا کہ اس پر میں نے (عروہ سے) پوچھا کہ پھر تمہارے بھائی عبداللہ بن زبیر نے جب مدینہ میں کسوف کی نماز پڑھائی تو کیوں نے ایسا کیا کہ جس طرح صبح کی نماز پڑھی جاتی ہے اسی طرح یہ نماز کسوف بھی انہوں نے پڑھائی۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں انہوں نے سنت کے خلاف کیا۔ عبدالرحمن بن نمر کے ساتھ اس حدیث کو سلیمان بن کثیر اور سفیان بن حصین نے بھی زہری سے روایت کیا، اس میں بھی پکار کر قرأت کرنے کا بیان ہے۔

یعنی سنت یہ تھی کہ گرہن کی نماز میں ہر رکعت میں دو رکوع کرتے دو قیام مگر عبداللہ بن زبیر نے جو صبح کی نماز کی طرح اس میں ہر رکعت میں ایک رکوع کیا اور ایک ہی قیام تو یہ ان کی غلطی ہے وہ چوک گئے طریقہ سنت کے خلاف کیا۔ عبدالرحمن بن نمر کے بارے میں لوگوں نے کلام کیا ہے گو زہری وغیرہ نے اس کو ثقہ کہا ہے مگر یحییٰ بن معین نے اس کو ضعیف کہا ہے تو امام بخاری نے اس روایت کا ضعف رفع کرنے کے لئے یہ بیان فرما کر کہ عبدالرحمن کی متابعت سلیمان بن کثیر اور سفیان بن حصین نے بھی کی ہے مگر متابعت سے حدیث قوی ہو جاتی ہے۔ حافظ نے کہا کہ ان کے سوا عقیل اور اسحاق بن راشد نے بھی عبدالرحمن بن نمر متابعت کی ہے۔ سلیمان بن کثیر کی روایت کو امام احمد نے اور سفیان بن حصین کی روایت کو ترمذی اور طحاوی نے، عقیل کی روایت کو بھی طحاوی نے اور اسحاق بن راشد کی روایت کو دارقطنی نے وصل کیا ہے (مولانا وحید الرحمن مرحوم)

وقد ورد الجهر فيها عن علي مرفوعاً أخرجه ابن خزيمة وغيره وبه قال صاحب ابی حنيفة واجمده واسحاق وابن خزيمة وابن المنذر وغيرهما من الشافعية وابن العربي (فتح الباری)

یعنی کسوف میں جری قرأت کے بارے میں حضرت علی سے بھی مرفوعاً اور موقوفاً ابن خزيمة نے روایت کی ہے اور حضرت امام ابو

قراءته كبر فركع، وإذا رفع من الركعة قال: ((سمع الله لمن حمده، ربنا ولك الحمد)). ثم يعاود القراءة في صلاة الكسوف أربع ركعات في ركعتين وأربع سجّدت)). [راجع: ۱۰۴۴]

۱۰۶۶- وَقَالَ الْأَوْزَاعِيُّ وَغَيْرُهُ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ((أَنَّ الشَّمْسَ خَسَفَتْ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَبَعَثَ مُنَادِيًا: الصَّلَاةَ جَامِعَةً، فَتَقَدَّمَ فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي رَكَعَتَيْنِ وَأَرْبَعَ سَجَّدَاتٍ)). قَالَ الْوَلِيدُ: وَأَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ نَعْرِ سَمِعَ ابْنَ شِهَابٍ مِثْلَهُ. قَالَ الزُّهْرِيُّ: فُلَقْنَا مَا صَنَعَ أَخُوكَ ذَلِكَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّهَيْرِ مَا صَلَّى إِلَّا رَكَعَتَيْنِ مِثْلَ الصُّبْحِ إِذَا صَلَّى بِالْمَدِينَةِ. قَالَ: أَجَلٌ، إِنَّهُ أَخْطَأَ السَّنَةَ. تَابَعَهُ سَلِيمَانُ بْنُ كَثِيرٍ وَسَفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ فِي الْجَهْرِ [راجع: ۱۰۴۴]

خفیہ کے دونوں شاگرد امام محمد اور امام ابو یوسف بھی اسی کے قائل ہیں اور احمد اور اسحاق اور ابن خزیمہ اور ابن منذر اور ابن عربی وغیرہ بھی جبر کے قائل ہیں۔ واللہ اعلم۔

حدیث عائشہؓ جہر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صلوٰۃ الکسوف بقرائتہ کے ذیل میں حضرت مولانا عبید اللہ صاحب شیخ الحدیث مدظلہ العالی فرماتے ہیں ﴿ہذا نص فی ان قرائتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی صلوٰۃ کسوف الشمس کانت جہرا لاسرا وھو یدل علی ان السنۃ فی صلوٰۃ الکسوف ھی الجہر بالقراۃ لا الاسرار ویدل للک ایضا حدیث اسماء عند البخاری قال الزیلعی فی نصب الرایۃ ص: ۲۳۲ / ج: ۲﴾ (الحافظ فی الدررۃ ص: ۱۷۰ وابن الہمام فی فتح القدیر والمعنی فی النہایۃ واللبخاری من حدیث اسماء بنت ابی بکر قالت جہر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صلوٰۃ الکسوف انتہی ویدل لہ ایضا لہ ما روی ابن خزیمۃ والطحاوی عن علی مرفوعا و موقوفا من الجہر بالقراءۃ فی صلوٰۃ الکسوف قال الطحاوی بعد رواۃ الحدیث عن علی موقوفا ولولم یجہر النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین صلی علی معہ لما جہر علی ایضا لانہ علم انہ السنۃ فلم ینکر الجہر واللہ اعلم (مرعاۃ ج: ۲ / ص: ۳۵۵) یعنی یہ حدیث اس امر پر نص ہے کہ کسوف شمس کی نماز میں آنحضرت ﷺ کی قرأت جبری تھی سری نہ تھی اور یہ دلیل ہے کہ صلوٰۃ کسوف میں جبری قرأت سنت ہے نہ کہ سری اور اس پر حضرت اسماء کی حدیث بھی دلیل ہے۔ زیلعی نے اپنی کتاب نصب الرایۃ ج: ۲ / ص: ۲۳۲ پر اور حافظ نے درایۃ ص: ۱۳۷ پر اور ابن ہمام نے فتح القدیر میں اور معنی نے نلیہ میں لکھا ہے کہ امام بخاری کے لئے حدیث اسماء بنت ابی بکر بھی دلیل ہے جس میں ان کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کسوف کی نماز میں جبری قرأت کی تھی اور ابن خزیمہ اور طحاوی میں بھی حضرت علی کی سند سے مرفوعا اور موقوفاً ہر دو طرح سے نماز کسوف کی نماز میں قرأت کی دلیل موجود ہے۔ حضرت علیؓ کی اس روایت کو ذکر فرما کر امام طحاوی نے فرمایا کہ جس وقت حضرت علیؓ نے آنحضرت ﷺ کے ہمراہ کسوف کی نماز ادا کی تھی اس وقت اگر آنحضرت ﷺ جبری قرأت نہ فرماتے تو حضرت علیؓ بھی اپنی نماز میں جبری قرأت نہ کرتے۔ وہ بلاشبک جانتے تھے کہ جبری سنت ہے، اس لئے انہوں نے اسے ترک نہیں کیا اور سنت نبوی کے مطابق جبری قرأت کے ساتھ اسے ادا فرمایا۔

اس بارے میں کچھ علمائے حق دین نے اختلافات بھی کئے ہیں مگر دلائل قویہ کی رو سے ترجیح جبری قرأت ہی کو حاصل ہے وقال فی السیل الجرار رواۃ الجہر اصح واكثر وراوی الجہر مثبت وھو مقدم علی النافی وتناول بعض الحنفیۃ حدیث عائشہ بانہ صلی اللہ علیہ وسلم جہر بابۃ او آیتین قال فی البدائع نحمل ذلک علی انہ جہر ببعضھا اتفاقا کما روی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یسمع الآیۃ والایتین فی صلوٰۃ الظہر حیثا انتہی وھذا تاویل باطل لان عائشۃ کانت تصلی فی حجرتها قریبا من القبلة وکذا اختہا اسماء ومن کان کذلک لا یخفی علیہ قرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلو کانت قرائتہ سزا وکان یجہر بابۃ و آیتین حیثا کما فعل کذلک فی صلوٰۃ الظہر لما عبرت عن ذلک بانہ کان جہر بالقراۃ فی صلوٰۃ الکسوف کما لم یقل احد ممن روی قرائتہ فی صلوٰۃ الظہر انہ جہر فیہا بالقراۃ حوالہ مذکورہ یعنی سبیل جبر میں کما کہ جبر کی روایت صحیح اور اکثر ہیں اور جبر کی روایت کرنے والا راوی مثبت ہے جو نفی کرنے والے پر اصولاً مقدم ہے بعض خفیہ یہ تاویل کی ہے کہ آپؐ نے بعض آیات کو جبر سے پڑھ دیا تھا جیسا کہ آپؐ بعض دفعہ ظہر کی نماز میں بھی بعض آیات جبر سے پڑھ دیا کرتے تھے پس حدیث عائشہؓ میں جبری سے یہی مراد ہے اور یہ تاویل بالکل باطل ہے کیونکہ حضرت عائشہؓ اور ان کی بہن اسماء قبلہ کے قریب اپنے جبروں میں نماز پڑھتی تھیں اور جو ایسا ہو اس پر آنحضرت ﷺ کی قرأت مخفی رہ سکتی ہے پس اگر آپؐ کی قرأت کسوف کی نماز میں سری ہوتی اور آپؐ کبھی کبھار کوئی آیت ظہر کی طرح پڑھ دیا کرتے تو عائشہؓ حضرت اسماءؓ سے جبری قرأت سے نہ تعبیر کرتیں جیسا کہ آپؐ کے نماز ظہر میں بعض آیات کو جبری پڑھ دینے سے کسی نے بھی اس کو جبری قرأت پر محمول نہیں کیا۔

۱۷۔ کتاب سجود القرآن تجوّد قرآن کے مسائل



باب سجده تلاوت اور اس کے سنت
ہونے کا بیان

۱ - بَابُ مَا جَاءَ فِي سُجُودِ الْقُرْآنِ
وَسُنَّتِهَا

تَشْرِیح سجده تلاوت اکثر ائمہ کے نزدیک سنت ہے اور حضرت امام ابو حنیفہ کے ہاں واجب ہے۔ اہلحدیث کے نزدیک قرآن شریف میں پندرہ جگہ سجده تلاوت ہے۔ سورہ حج میں دو سجدے ہیں امام شافعی کے نزدیک سورہ جن میں سجده نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک سورہ حج میں ایک ہی سجده ہے حالانکہ صاف روایت موجود ہے کہ سورہ حج میں دو سجدے ہیں جو یہ دو سجده نہ کرے وہ اس سورہ کو نہ پڑھے۔ بہر حال اپنا اپنا خیال اور اپنی اپنی ذمہ داری ہے۔ سجده تلاوت میں یہ دعا ماثور ہے۔ سَجَدَ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهِ وَقُوَّتِهِ

(۱۰۶۷) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا کہ ہم سے غندر محمد بن جعفر نے بیان کیا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا اور ان سے ابو اسحاق نے اسوں نے کہا کہ میں نے اسود سے سنا انہوں نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ مکہ میں نبی کریم ﷺ نے سورہ النجم کی تلاوت کی اور سجده تلاوت کیا آپ کے پاس جتنے آدمی تھے (مسلمان اور کافر) ان سب نے بھی آپ کے ساتھ سجده کیا البتہ ایک بوڑھا شخص (امیہ بن خلف) اپنے ہاتھ میں کنکری یا مٹی اٹھا کر اپنی پیشانی تک لے گیا اور کہا میرے لیے یہی کافی ہے میں نے دیکھا کہ بعد میں وہ بوڑھا کافر ہی رہ کر مارا گیا۔

۱۰۶۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ الْأَسَدَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((قَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ النِّجْمَ بِمَكَّةَ فَسَجَدَ فِيهَا وَسَجَدَ مَنْ مَعَهُ، غَيْرُ شَيْخٍ أَحَدٌ كَفَا مِنْ حَصَى أَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَهُ إِلَى جَنَهِتِهِ وَقَالَ: يَكْفِينِي هَذَا. فَرَأَيْنَاهُ بَعْدَ ذَلِكَ قِيلَ كَافِرًا)).

[أطرافه في: ۱۰۷۰، ۳۸۵۳، ۳۹۷۲، ۴۸۶۳]

تَشْرِیح شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نے سورہ نجم کی تلاوت کی تو مشرکین اس درجہ مقہور و مغلوب ہو گئے کہ آپ نے آیت سجده پر سجده کیا تو مسلمانوں کے ساتھ وہ بھی سجده میں چلے گئے۔ اس باب میں یہ تاویل سب سے زیادہ مناسب اور واضح ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھی اسی طرح کا واقعہ پیش آیا تھا۔ قرآن مجید میں ہے کہ جب فرعون کے بلائے ہوئے جادوگروں کے مقابلہ میں آپ کا عصا سانپ ہو گیا اور ان کے شعبدوں کی حقیقت کھل گئی تو سارے جادوگروں نے سجده میں پڑ گئے۔ یہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ سے مدہوش و مغلوب ہو گئے تھے۔ اس وقت انہیں اپنے اوپر قابو نہ رہا تھا

اور سب بیک زبان بول اٹھے تھے کہ انا بوب موسیٰ و ہارون یہی کیفیت مشرکین مکہ کی ہو گئی تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آں حضور ﷺ آیت سجدہ پر پہنچے تو آپ نے سجدہ کیا اور ہم نے سجدہ کیا۔ دار قطنی کی روایت میں ہے کہ جن و انس تک نے سجدہ کیا۔ جس بوڑھے نے سجدہ نہیں کیا تھا وہ امیہ بن خلف تھا۔

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں و اما المصنف فی رواية اسرائيل ان النجم اول سورة انزلت فيها سجدة وهذا هو السر في بدء المصنف في هذه الابواب بهذا الحديث یعنی مصنف نے روایت اسرائیل میں بتایا کہ سورہ نجم پہلی سورہ ہے جس میں سجدہ نازل ہوا یہاں بھی ان ابواب کو اسی حدیث سے شروع کرنے میں یہی بعید ہے یوں تو سجدہ سورہ اترام میں اس سے پہلے بھی نازل ہو چکا تھا آنحضرت ﷺ نے جس کا کمال کر اعلان فرمایا وہ یہی سورہ نجم ہے اور اس میں یہ سجدہ ہے ان المراد اول سورة فيها سجدة ثلاثها جهرًا على المشركين (فتح الباری)

باب سورۃ الم تنزیل میں سجدہ کرنا

(۱۰۶۸) ہم سے محمد بن یوسف قریابی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، انہوں نے سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف سے بیان کیا، ان سے عبد الرحمن بن ہرمز اعرج نے، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں الم تنزیل السجدہ اور هل اتی علی الانسان (سورہ دھر) پڑھا کرتے تھے۔

۲- بَابُ سَجْدَةِ تَنْزِيلِ السَّجْدَةِ

۱۰۶۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: (كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْجُمُعَةِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ ﴿الْم تَنْزِيلُ﴾ السَّجْدَةِ وَ﴿هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ﴾).

[راجع: ۸۹۱]

سُجْدَةُ

یہ حدیث ترجمہ باب کے مطابق نہیں ہے مگر حضرت امامؒ نے اپنی وسعت نظری کی بنا پر اس حدیث کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کر دیا جسے طبرانی نے معجم صغیر میں نکالا ہے کہ آں حضرت ﷺ نے فجر کی نماز میں سورہ الم تنزیل کی تلاوت فرمائی اور سجدہ تلاوت کیا یہ روایت حضرت امام کے شرائط پر نہ تھی۔ اس لیے یہاں صرف یہ روایت لائے جس میں خالی پہلی رکعت میں الم تنزیل پڑھنے کا ذکر ہے اس میں بھی یہ اشارہ ہے کہ اگرچہ احادیث میں سجدہ تلاوت کا ذکر نہیں مگر اس میں سجدہ تلاوت ہے لہذا اعلاناً آپ نے سجدہ بھی کیا ہو گا۔

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں لم ادق في شئ من الطريق التصريح بانه صلى الله عليه وسلم سجد لما قرأ سورة تنزيل السجدة في هذا المحلل الا في كتاب الشريعة لابن ابي داود من طريق اخرى عن سعيد بن جبیر عن ابن عباس قال غدت على النبي صلى الله عليه وسلم يوم الجمعة في صلاة الفجر فقرأ سورة فيها سجدة فسجد الحديث وفي اسناده من ينظر في حاله و للطبرانی فی الصغیر من حدیث علی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سجد فی صلاة الصبح فی تنزيل السجدة لکن فی اسناده ضعف یعنی میں نے صراحتاً کسی روایت میں یہ نہیں پایا کہ آنحضرت ﷺ نے جب اس مقام پر (یعنی نماز فجر میں) سورہ الم تنزیل سجدہ کو پڑھا آپ نے یہاں سجدہ کیا ہو یا آیت الشریعة ابن ابی داؤد میں ابن عباس سے مروی ہے کہ میں نے ایک جمعہ کے دن فجر کی نماز آنحضرت ﷺ کے پیچھے ادا کی اور آیت سجدہ والی سورہ پڑھی اور سجدہ کیا۔ طبرانی میں حدیث علیؒ میں یہ وضاحت موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فجر کی نماز میں یہ سورہ تلاوت کی اور سجدہ کیا۔ ان سورتوں کے فجر کی نماز میں جمعہ کے دن بلاتمام پڑھنے میں بعید یہ ہے کہ ان میں پیدائش آدمؑ پھر قیامت کے واقعہ سے

کا ذکر ہے۔ آدم کی پیدائش جمعہ کے ہی دن ہوئی اور قیامت بھی جمعہ کے ہی دن قائم ہوگی جمعہ کے دن نماز فجر میں ان ہر دو سورتوں کو پیشگی کے ساتھ پڑھنا آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے اور یہ بھی ثابت شدہ امر ہے کہ سورہ الم تنزل میں سجدہ تلاوت ہے پس یہ ممکن نہیں کہ آل حضرت ﷺ اس سورہ شریفہ کو پڑھیں اور سجدہ تلاوت نہ کریں۔ پھر طبرانی وغیرہ میں صراحت کے ساتھ اس امر کا ذکر بھی موجود ہے اس تفصیل کے بعد علامہ ابن حجر نے جو نئی فرمائی ہے وہ اسی حقیقت بیان کردہ کی روشنی میں مطالعہ کرنی چاہیے۔

۳- بَابُ مَسْجِدَةِ ص

باب سورہ ص میں سجدہ کرنا

۱۰۶۹- حَدَّثَنَا سَلِيمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو النُّعْمَانِ قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((ص لَيْسَ مِنْ عَزَائِمِ السُّجُودِ، وَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْجُدُ فِيهَا)). [طرفه في: ۳۴۲۲].

ہم سے سلیمان بن حرب اور ابو النعمان بن فضل نے بیان کیا، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ سورہ ص کا سجدہ کچھ تاکید سجدوں میں سے نہیں ہے اور میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔

نسائی میں ہے کہ نبی ﷺ نے سورہ ص میں سجدہ کیا اور فرمایا کہ یہ سجدہ داؤد علیہ السلام نے توبہ کے لیے کیا تھا ہم شکر کے طور پر یہ سجدہ کرتے ہیں اس حدیث میں "لیس من عزائم السجود" کا بھی یہی مطلب ہے کہ سجدہ تو داؤد علیہ السلام کا تھا اور انہیں کی سنت پر ہم بھی شکر کے لیے یہ سجدہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول کر لی تھی۔

والمراد بالعزائم ما وردت العزيمة على فعله كصيغة الامر الخ (فتح الباری) یعنی عزائم سے مراد وہ جن کے لیے صیغہ امر کے ساتھ تاکید وارد ہوئی ہو۔ سورہ ص کا سجدہ ایسا نہیں ہے ہاں بطور شکر سنت ضرور ہے۔

۴- بَابُ مَسْجِدَةِ النُّجْمِ

باب سورہ نجم میں سجدہ کا بیان

اس کو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ ﷺ.

۱۰۷۰- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غَمَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَرَأَ سُورَةَ النَّجْمِ فَسَجَدَ بِهَا، فَمَا بَقِيَ أَحَدٌ مِنَ الْقَوْمِ إِلَّا سَجَدَ، فَأَخَذَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ كَفًّا مِنْ حَصَى أَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَهُ إِلَى وَجْهِهِ وَقَالَ: يَكْفِينِي هَذَا. فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدَ قَلِيلٍ كَافِرًا)). [راجع: ۱۰۶۷]

ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے، ابو اسحاق سے بیان کیا، ان سے اسود نے، ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے سورہ النجم کی تلاوت کی اور اس میں سجدہ کیا اس وقت قوم کا کوئی فرد (مسلمان اور کافر) بھی ایسا نہ تھا جس نے سجدہ نہ کیا ہو۔ البتہ ایک شخص نے ہاتھ میں کنکری یا مٹی لے کر اپنے چہرہ تک اٹھائی اور کہا کہ میرے لیے یہی کافی ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بعد میں میں نے دیکھا کہ وہ کفر کی حالت ہی میں قتل ہوا (یہ امیہ بن خلف تھا)

اس حدیث سے سورہ والنجم میں سجدہ تلاوت بھی ثابت ہوا۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں للعلل جميع من وفق للسجود يومئذ ختم له بالحسنی فاسلم لبركة السجود یعنی جن جن لوگوں نے اس دن آنحضرت ﷺ کے ساتھ سجدہ کر لیا (خواہ ان میں سے کافروں کی نیت کچھ بھی ہو بہر حال) ان کو سجدہ کی برکت سے اسلام لانے کی توفیق ہوئی اور ان کا خاتمہ اسلام پر ہوا۔ بعد کے واقعات سے ثابت ہے کہ کفار مکہ بڑی تعداد میں مسلمان ہو گئے تھے جن میں یقیناً اس موقع پر یہ سجدہ کرنے والے بھی شامل ہیں۔ مگر امیہ بن خلف نے آج بھی سجدہ نہیں کیا بلکہ رسا مٹی کو ہاتھ میں لے کر سر سے لگایا اس تکبر کی وجہ سے اس کو اسلام نصیب نہیں ہوا۔ آخر کفر کی ہی حالت میں وہ مارا گیا۔

خلاصہ یہ کہ سورہ نجم میں بھی سجدہ ہے اور یہ عزائم الہجود میں شمار کر لیا گیا ہے یعنی جن سجدوں کا ادا کرنا ضروری ہے وعن علی ماورد الامر لہ بالسجود عزيمة یعنی حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ جن آیات میں سجدہ کرنے کا حکم صادر ہوا ہے وہ سجدے ضروری ہیں (ف) مگر ضروری کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ وہ فرض واجب ہوں جب کہ سجدہ تلاوت سنت کے درجہ میں ہے یہ امر علیحدہ ہے کہ ہر سنت نبویؐ پر عمل کرنا ہر ایک مسلمان کے لیے سعادت دارین کا واحد وسیلہ ہے۔ واللہ اعلم وسلمہ اتم۔

۵- بَابُ سُجُودِ الْمُسْلِمِينَ مَعَ الْمُشْرِكِينَ، وَالْمُشْرِكُ نَجَسٌ لَيْسَ لَهُ وُضُوءٌ

باب مسلمانوں کا مشرکوں کے ساتھ سجدہ کرنا

حالا نکہ مشرک ناپاک ہے۔

اس کو وضو کہاں سے آیا

وَكَانَ ابْنُ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَسْجُدُ عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بے وضو سجدہ کیا کرتے تھے۔

اس کو ابن ابی شیبہ نے نکالا ہے کہ ابن عمرؓ سواری سے اتر کر استیجا کرتے پھر سوار ہوتے اور تلاوت کا سجدہ بے وضو کرتے۔ قتلابی نے کہا کہ سجدہ کی سوا اور کوئی ابن عمر کے ساتھ اس مسئلہ میں موافق نہیں ہوا بہر حال حضرت امام بخاری کا مسلک ثابت ہوا کہ بغیر وضو یہ سجدہ کیا جاسکتا ہے استدلال بذالک علی جواز السجود بلا وضوء عند وجود المشقة بالهاء بالوضوء (ف) الباری یعنی جب وضو کرنا مشکل ہو تو یہ سجدہ بغیر وضو جائز ہے۔

۱۰۷۱- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَنْهُ عَنِ الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَجَدَ بِالنَّجْمِ، وَسَجَدَ مَعَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُشْرِكِينَ، وَالْجِنِّ وَالْإِنْسِ)). وَرَوَاهُ ابْنُ طَهْمَانَ عَنْ أَيُّوبَ.

(۱۰۷۱) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، کہا ہم سے ایوب سختیانی نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما : ((اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَجَدَ بِالنَّجْمِ، وَسَجَدَ مَعَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُشْرِكِينَ، وَالْجِنِّ وَالْإِنْسِ)). وَرَوَاهُ ابْنُ طَهْمَانَ عَنْ أَيُّوبَ.

[طرفہ فی : ۴۸۶۲]۔

ظاہر ہے کہ مسلمان بھی اس وقت سب با وضو نہ ہوں گے اور مشرکوں کے وضو کا تو کوئی سوال ہی نہیں پس بے وضو سجدہ کرنے کا جواز نکلا اور امام بخاریؒ کا بھی یہی قول ہے۔

۶- بَابُ مَنْ قَرَأَ السُّجْدَةَ وَلَمْ

باب سجدہ کی آیت پڑھ کر

يَسْجُدُ

۱۰۷۲- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو
الرَّبِيعِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ
قَالَ: أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ خُصَيْفَةَ عَنْ ابْنِ
قُسَيْطٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ:
«أَنَّهُ سَأَلَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
فَزَعَمَ أَنَّهُ قَرَأَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَالنَّجْمِ فَلَمْ
يَسْجُدْ فِيهَا»۔ [طرفہ فی: ۱۰۷۳]۔

سجدہ نہ کرنا

(۱۰۷۲) ہم سے سلیمان بن داؤد ابو الربیع نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں یزید بن خصیفہ نے خبر دی، انہیں (یزید بن عبد اللہ) ابن قسیط نے، اور انہیں عطاء بن یسار نے کہ انہوں نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سوال کیا۔ آپ نے یقین کے ساتھ اس امر کا اظہار کیا کہ نبی ﷺ کے سامنے سورہ النجم کی تلاوت آپ نے کی تھی اور آنحضور ﷺ نے اس میں سجدہ نہیں کیا۔

آپ کے اس وقت سجدہ نہ کرنے کی کئی وجوہ ہیں۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں او ترک حبسہ لبیان الجواز و هذا ارجح الاحتمالات و بہ جزم الشافعی (فتح) یعنی آپ نے سجدہ اس لیے نہیں کیا کہ اس کا ترک بھی جائز ہے اسی تاویل کو ترجیح حاصل ہے امام شافعی کا یہ خیال ہے۔

۱۰۷۳- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ:
حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُسَيْطٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ
عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: «قَرَأْتُ عَلَى
النَّبِيِّ ﷺ وَالنَّجْمِ، فَلَمْ يَسْجُدْ فِيهَا»۔

(۱۰۷۳) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن ابی ذنب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن عبد اللہ بن قسیط نے بیان کیا، ان سے عطاء بن یسار نے، ان سے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے سورہ النجم کی تلاوت کی اور آپ نے اس میں سجدہ نہیں کیا۔

اس باب سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ سجدہ تلاوت کچھ واجب نہیں ہے بعضوں نے کہا کہ اس کا رد منظور ہے جو کہتا ہے کہ مفصل سورتوں میں سجدہ نہیں ہے کیونکہ سجدہ کرنا فوراً واجب نہیں تو سجدہ ترک کرنے سے یہ نہیں نکلا کہ سورہ والنجم میں سجدہ نہیں ہے۔ جو لوگ سجدہ تلاوت کو واجب کہتے ہیں وہ بھی فوراً سجدہ کرنا ضروری نہیں جانتے۔ ممکن ہے آپ نے بعد کو سجدہ کر لیا ہو۔ بزار اور دار قطنی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نکلا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سجدہ والنجم میں سجدہ کیا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا۔

۷- بَابُ سَجْدَةِ ﴿إِذَا﴾

السَّمَاءِ انْشَقَّتْ ﴿﴾

۱۰۷۴- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ بْنُ أَبِرَاهِيمٍ وَمَعَاذُ
بْنُ فَصَّالَةَ قَالَا: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى
عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: «رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَرَأَ: ﴿إِذَا السَّمَاءُ

باب سورة اذا السماء انشقت

میں سجدہ کرنا

(۱۰۷۴) ہم سے مسلم ابن ابراہیم اور معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام بن ابی عبد اللہ دستوائی نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے، ان سے ابو سلمہ نے کہا کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو سورہ اذا السماء انشقت پڑھتے دیکھا۔ آپ نے اس میں سجدہ

کیا میں نے کہا کہ یا ابا ہریرہ! کیا میں نے آپ کو سجدہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہے۔ آپ نے کہا کہ اگر میں نبی کریم ﷺ کو سجدہ کرتے نہ دیکھتا تو میں بھی نہ کرتا۔

باب سننے والا اسی وقت سجدہ کرے جب پڑھنے والا کرے اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تمیم بن حذلم سے کہا۔۔۔ کہ وہ لڑکا تھا اس نے سجدے کی آیت پڑھی۔۔۔ سجدہ کر۔ کیونکہ تو اس سجدے میں ہمارا امام ہے۔

مطلب یہ ہے کہ سننے والے کو جب سجدہ کرنا چاہیے کہ پڑھنے والا بھی کرے اگر سجدہ پڑھنے والا نہ کرے تو سننے والے پر بھی لازم نہیں ہے۔ امام بخاریؒ کا شاید یہ مذہب ہے اور جمہور علماء کا یہ قول ہے کہ سننے والے پر ہر طرح سجدہ ہے اگرچہ پڑھنے والا بے وضو یا نابالغ یا کافر یا عورت یا تارک الصلوٰۃ ہو یا نماز پڑھ رہا ہو (وحیدی)

(۱۰۷۵) ہم سے مسدود بن مسرہ نے بیان کیا کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا۔ کہا کہ ہم سے عبید اللہ عمری نے بیان کیا کہا کہ ہم سے نافع نے بیان کیا ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم ﷺ ہماری موجودگی میں آیت سجدہ پڑھتے اور سجدہ کرتے تو ہم بھی آپ کے ساتھ (ہجوم کی وجہ سے) اس طرح سجدہ کرتے کہ پیشانی رکھنے کی جگہ بھی نہ ملتی جس پر سجدہ کرتے۔

باب امام جب سجدہ کی آیت پڑھے اور لوگ ہجوم کریں تو بہر حال سجدہ کرنا چاہیے۔

(۱۰۷۶) ہم سے بشر بن آدم نے بیان کیا کہا کہ ہم سے علی بن مسرہ نے بیان کیا کہا کہ ہمیں عبید اللہ عمری نے خبر دی، انہیں نافع نے اور نافع کو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ آیت سجدہ کی تلاوت اگر ہماری موجودگی میں کرتے تو آپ کے ساتھ ہم بھی سجدہ کرتے تھے۔ اس وقت اتنا اڑھام ہو جاتا کہ سجدہ کے لیے پیشانی رکھنے کی جگہ بھی نہ ملتی جس پر سجدہ کرنے والا سجدہ کر سکے۔

انْشَقَّتْ لَكَ فَسَجَدَ بِهَا، فَقُلْتُ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، أَلَمْ أَرَكَ تَسْجُدُ؟ قَالَ: لَوْ لَمْ أَرَ النَّبِيَّ ﷺ سَجَدَ، لَمْ أَسْجُدَ)).

۸- بَابُ مَنْ سَجَدَ بِسُجُودِ الْقَارِئِ وَقَالَ ابْنُ مَسْوُودٍ لَتَمِمْ بْنِ حَذَلَمٍ - وَهُوَ غُلَامٌ - فَقَرَأَ عَلَيْهِ سَجْدَةً فَقَالَ: اسْجُدْ، فَإِنَّكَ إِمَامُنَا فِيهَا.

۱۰۷۵- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ عَلَيْنَا السُّورَةَ الَّتِي فِيهَا السَّجْدَةُ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ حَتَّى مَا يَجِدُ أَحَدُنَا مَوْضِعَ جَبْهَتِهِ)).

[طرفہ فی: ۱۰۷۶، ۱۰۷۹]

۹- بَابُ اِزْدِحَامِ النَّاسِ إِذَا قَرَأَ الْإِمَامُ السَّجْدَةَ

۱۰۷۶- حَدَّثَنَا بَشَرُ بْنُ أَدَمَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ السَّجْدَةَ وَنَحْنُ عِنْدَهُ، فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ مَعَهُ، فَتَزْدَحِمُ حَتَّى مَا يَجِدُ أَحَدُنَا لَجَبْهَتِهِ مَوْضِعًا يَسْجُدُ عَلَيْهِ)).

[راجع: ۱۹۷۵]

اسی حدیث سے بعضوں نے یہ نکالا کہ جب پڑھنے والا سجدہ کرے تو سننے والا بھی کرے گویا اس سجدے میں سننے والا مقتدی ہے

اور پڑھنے والا امام ہے۔ بیہقی نے حضرت عمرؓ سے روایت کیا جب لوگوں کا بہت جھوم ہو تو تم میں کوئی اپنے بھائی کی پشت پر بھی سجدہ کر سکتا ہے۔ قطلانی نے کہا جب جھوم کی حالت میں فرض نماز میں پیٹھ پر سجدہ کرنا جائز ہو تو تلاوت قرآن پاک کا سجدہ ایسی حالت میں بطریق اولیٰ جائز ہو گا۔

۱۰۔ بابُ مَنْ رَأَى أَنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ
لَمْ يُوجِبِ السُّجُودَ

وَقِيلَ لِعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ: الرَّجُلُ يَسْمَعُ
السُّجْدَةَ وَلَمْ يَجْلِسْ لَهَا. قَالَ: أَرَأَيْتَ لَوْ
قَعَدَ لَهَا. كَأَنَّهُ لَا يُوجِبُهُ عَلَيْهِ. وَقَالَ
سَلْمَانُ: مَا لِهَذَا غَدَوْنَا. وَقَالَ عُثْمَانُ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: إِنَّمَا السُّجْدَةُ عَلَى مَنْ
هَوَا يَهُدَى كَـ حضرت سلمان فارسی کچھ لوگوں پر سے گزرے جو بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے سجدہ کی آیت پڑھی اور سجدہ کیا سلمان نے
نہیں کیا تو لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تب انہوں نے یہ کہا (رواہ عبدالرزاق)
اسْتَمَعَهَا. وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: لَا يَسْجُدُ إِلَّا أَنْ
يَكُونَ طَاهِرًا، فَإِذَا سَجَدَتْ وَلَا سَفَرٍ
وَأَنْتَ فِي حَضَرٍ فَاسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ، فَإِنْ
كُنْتَ رَاكِبًا فَلَا عَلَيْكَ حَيْثُ كَانَ
وَجْهُكَ. وَكَانَ السَّائِبُ بْنُ يَزِيدَ لَا
يَسْجُدُ لِسُجُودِ الْقَاصِّ.

باب اس شخص کی دلیل جس کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے سجدہ
تلاوت کو واجب نہیں کیا

اور عمران بن حصین صحابی سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت
کیا گیا جو آیت سجدہ سنتا ہے مگر وہ سننے کی نیت سے نہیں بیٹھا تھا تو کیا
اس پر سجدہ واجب ہے۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا اگر وہ اس
نیت سے بیٹھا بھی ہو تو کیا (گویا انہوں نے سجدہ تلاوت کو واجب نہیں
سمجھا) سلمان فارسی نے فرمایا کہ ہم سجدہ تلاوت کے لیے نہیں آئے۔
ہوایہ کہ حضرت سلمان فارسی کچھ لوگوں پر سے گزرے جو بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے سجدہ کی آیت پڑھی اور سجدہ کیا سلمان نے
نہیں کیا تو لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تب انہوں نے یہ کہا (رواہ عبدالرزاق)

عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سجدہ ان کے لیے ضروری ہے
جنہوں نے آیت سجدہ قصد سے سنی ہو۔ زہری نے فرمایا کہ سجدہ کے
لیے طہارت ضروری ہے اگر کوئی سفر کی حالت میں نہ ہو بلکہ گھر پر ہو
تو سجدہ قبلہ رو ہو کر کیا جائے گا اور سواری پر قبلہ رو ہونا ضروری نہیں
جدھر بھی رخ ہو (اسی طرف سجدہ کر لینا چاہیے)
سائب بن یزید واعظوں و قصہ خوانوں کے سجدہ کرنے پر سجدہ نہ
کرتے۔

۱۰۷۷۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ:
أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ
أَخْبَرَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي
مُؤَيْتَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ النَّسَبِيِّ
عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْهَدْبَرِ النَّسَبِيِّ
- قَالَ أَبُو بَكْرٍ: وَكَانَ رَبِيعَةُ مِنْ خِيَارِ
النَّاسِ - عَمَّا حَضَرَ رَبِيعَةُ مِنْ عُمَرُ بْنُ
الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَرَأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

(۱۰۷۷) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ
ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی اور انہیں ابن جریج نے خبر دی،
انہوں نے کہا کہ مجھے ابوبکر بن ابی ملیکہ نے خبر دی، انہیں عثمان بن
عبدالرحمن تمیمی نے اور انہیں ربیعہ بن عبد اللہ بن ہدیر تمیمی نے کہا
کہ ---- ابوبکر بن ابی ملیکہ نے بیان کیا کہ ربیعہ بہت اچھے لوگوں
میں سے تھے ---- ربیعہ نے وہ حال بیان کیا جو حضرت عمر بن خطاب
رضی اللہ عنہ کی مجلس میں انہوں نے دیکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
نے جمعہ کے دن منبر پر سوئے نکل پڑھی جب سجدہ کی آیت ﴿وَلِلَّهِ

يَسْجُدُ مَا فِي السَّمُوتِ ﴿﴾ آخر تک پہنچے تو منبر پر سے اترے اور سجدہ کیا تو لوگوں نے بھی ان کے ساتھ سجدہ کیا۔ دوسرے جمعہ کو پھر یہی سورت پڑھی جب سجدہ کی آیت پر پہنچے تو کہنے لگے لوگو! ہم سجدہ کی آیت پڑھتے چلے جاتے ہیں پھر جو کوئی سجدہ کرے اس نے اچھا کیا اور جو کوئی نہ کرے تو اس پر کچھ گناہ نہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سجدہ نہیں کیا اور نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے سجدہ تلاوت فرض نہیں کیا ہماری خوشی پر رکھا۔

عَلَى الْجَبْرِ بِسُورَةِ النُّحْلِ، حَتَّى إِذَا جَاءَ السَّجْدَةَ نَزَلَ فَسَجَدَ وَسَجَدَ النَّاسُ، حَتَّى إِذَا كَانَتِ الْجُمُعَةُ الْقَابِلَةُ قَرَأَ بِهَا حَتَّى إِذَا جَاءَ السَّجْدَةَ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّا نَمُرُّ بِالسُّجُودِ، فَمَنْ سَجَدَ فَقَدْ أَصَابَ، وَمَنْ لَمْ يَسْجُدْ فَلَا إِنَّمِ عَلَيْهِ. وَلَمْ يَسْجُدْ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. وَزَادَ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَفْرِضِ السُّجُودَ إِلَّا أَنْ نَشَاءَ)).

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں و اقوى الادلة على نفى الوجوب حديث عمر المذكور فى هذا الباب يعنى اس بات کی قوی دلیل کہ سجدہ تلاوت واجب نہیں یہ حضرت عمرؓ کی حدیث ہے جو یہاں اس باب میں مذکور ہوئی اکثر ائمہ و فقہاء اسی کے قائل ہیں کہ سجدہ تلاوت ضروری نہیں بلکہ صرف سنت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

باب جس نے نماز میں آیت سجدہ تلاوت کی اور نماز ہی میں سجدہ کیا

۱۱- بَابُ مَنْ قَرَأَ السَّجْدَةَ فِي الصَّلَاةِ فَسَجَدَ بِهَا

امام بخاری کی غرض اس باب سے مالکیہ پر رد کرنا ہے جو سجدہ کی آیت نماز میں پڑھنا مکرمہ جانتے ہیں۔

(۱۰۷۸) ہم سے مسدود بن مسہد نے بیان کیا۔ کہا کہ ہم سے معتمر بن سلیمان نے بیان کیا کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا کہا کہ ہم سے بکر بن عبداللہ مزنی نے بیان کیا ان سے ابو رافع نے کہا کہ میں نے ابو ہریرہؓ کے ساتھ نماز عشاء پڑھی۔ آپ نے اذا السماء انشقت کی تلاوت کی اور سجدہ کیا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ نے یہ کیا کیا؟ انہوں نے اسکا جواب دیا کہ میں نے اس میں ابو القاسمؓ کی اقتداء میں سجدہ کیا تھا اور ہمیشہ سجدہ کرتا رہوں گا تا آنکہ آپ سے جا ملوں۔

۱۰۷۸- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْتَمِرٌ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا بَكْرٌ عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ: ((صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ، فَقَرَأَ: ﴿إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ﴾ فَسَجَدَ، فَقُلْتُ: مَا هَذِهِ؟ قَالَ: سَجَدْتُ بِهَا خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ ؓ، فَلَا أَرَأَى أَنْ سَجُدَ فِيهَا حَتَّى أَلْقَاهُ)).

باب جو شخص ہجوم کی وجہ سے

۱۲- بَابُ مَنْ لَمْ يَجِدْ مَوْضِعًا

سجدہ تلاوت کی جگہ نہ پائے

لِلسُّجُودِ مِنَ الزَّحَامِ

(۱۰۷۹) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ نے، ان سے نافع نے، اور ان سے

۱۰۷۹- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ کسی ایسی سورۃ کی تلاوت کرتے جس میں سجدہ ہوتا پھر آپ سجدہ کرتے اور ہم بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے یہاں تک کہ ہم میں کسی کو اپنی پیشانی رکھنے کی جگہ نہ ملتی۔ (معلوم ہوا کہ ایسی حالت میں سجدہ نہ کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے) واللہ اعلم۔

ابنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ السُّورَةَ الَّتِي فِيهَا السَّجْدَةُ، فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ، حَتَّى مَا يَجِدُ أَحَدُنَا مَكَانًا لِمَوْضِعِ جَبْهَتِهِ)). [راجع: ۱۰۷۹]

۱۸۔ کتاب تفصیر الصلوۃ

نماز میں قصر کرنے کا بیان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۱۔ بابُ مَا جَاءَ فِي التَّقْصِيرِ، وَكَمْ يَقِيمُ حَتَّى يَقْصُرَ باب نماز میں قصر کرنے کا بیان اور اقامت کی حالت میں کتنی مدت تک قصر کر سکتا ہے۔

ترجمہ قصر کے معنی کم کرنا یہاں حالت سفر میں چار رکعت والی فرض نماز کو کم کر کے دو رکعت پر دھنا مراد ہے ہجرت کے چوتھے سال قصر کی اجازت نازل ہوئی مغرب اور فجر کی فرض نمازوں میں قصر نہیں ہے اور ایسے سفر میں قصر جائز نہیں جو سفر گناہ کی نیت سے کیا جائے کوئی مسلمان ہو کر چوری کرنے یا زنا کرنے کے لیے سفر کرے تو اس کے لیے قصر کی اجازت نہیں ہے۔ امام شافعی اور امام احمد اور امام مالک اور علماء کا یہی فتویٰ ہے دیکھو تبسیل القاری ص ۶۷۸

قرآن مجید میں قصر نماز کا ذکر ان لفظوں میں ہے فَلْيَنْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحُ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الْوَيْلُ كَفَرُوا الْاِيه یعنی اگر حالت سفر میں تم کو کافروں کی طرف سے خوف ہو تو اس وقت نماز قصر کرنے میں تم پر گناہ نہیں اس کے متعلق یہ روایت وضاحت کے لیے کافی ہے۔ عن يعلى بن امية قال قلت لعمر بن خطاب رضي الله عنه ليس عليك جناح ان تقصروا من الصلوة ان خفت من يفتنكم الذين كفروا فقد امن الناس عن ذلك فقال عجب مما عجب منه فسلات رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال صدقة تصدق الله عليكم فاقبلوا صدقته (رواه مسلم) یعنی يعلى ابن امية کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے اس آیت مذکورہ کے بارے میں کہا اب تو

لوگ امن میں ہیں پھر قصر کا کیا معنی اس پر آپ نے بتلایا کہ مجھے بھی تم جیسا تردد ہوا تھا تو میں نے رسول کریم ﷺ سے پوچھا آپ نے فرمایا کہ اب سفر میں نماز قصر کرنا یہ اللہ کی طرف سے تمہارے لیے صدقہ ہے پس مناسب ہے کہ اس کا صدقہ قبول کرو اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ اب نماز قصر کرنے کے سفر میں دشمن سے خوف کی قید نہیں ہے آنحضرت ﷺ نے بسا اوقات حالت سفر میں جبکہ آپ کو امن حاصل تھا نماز فرض قصر کر کے پڑھائی پس ارشاد باری ہے لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة یعنی تمہارے لیے رسول کریم ﷺ کا عمل بہترین نمونہ ہے نیز اللہ نے فرمایا یرید اللہ بکم البسر ولا یرید بکم العسر یعنی اللہ پاک تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے دشواری نہیں چاہتا۔

امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ سفر میں نماز قصر کے واجب یا سنت ہونے میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام شافعی اور مالک بن انس اور اکثر علماء نے قصر کرنے اور پوری پڑھنے ہر دو کو جائز قرار دیا ہے ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ قصر افضل ہے ان حضرات کی دلیل بت سی احادیث مشہور ہیں جو صحیح مسلم وغیرہ میں ہیں جن میں مذکور ہے کہ صحابہ کرام رسول کریم ﷺ کے ساتھ سفر کرتے ان میں بعض لوگ قصر کرتے بعض نماز پوری ادا کرتے بعض ان میں روزہ رکھتے بعض روزہ چھوڑ دیتے اور ان میں آپس میں کوئی ایک دوسرے پر اعتراض نہ کرتا۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت عائشہؓ سے بھی سفر میں پوری نماز ادا کرنا منقول ہے۔

بعض علماء قصر کو واجب جانتے ہیں ان میں حضرت عمر حضرت علی اور جابر اور ابن عباس داخل ہیں اور حضرت امام مالک اور حضرت امام ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔ الحدیث الکبیر حضرت مولانا عبدالرحمن مبارکپوری فرماتے ہیں قلت من شان متبعی السنن النبویة و مقتضى الانذار المصطفویہ ان یلازموا القصر فی السفر کما لازمه صلی اللہ علیہ وسلم ولو کان القصر غیر واجب فاتباع السنة فی القصر فی السفر هو المتعین ولا حاجة لهم ان يتموا فی السفر و يتناولوا کما تناولت عائشة و تناول عثمان رضی اللہ عنہما هذا ما عندی واللہ اعلم (تحفة الاحوذی ص ۳۸۳)

یعنی سنن نبوی کے فداؤوں کے لیے ضروری ہے کہ سفر میں قصر ہی کو لازم پکڑیں۔ اگرچہ یہ غیر واجب ہے پھر بھی اتباع سنت کا تقاضا یہی ہے کہ سفر میں قصر کیا جائے اور اتمام نہ کیا جائے اور کوئی تاویل اس بارے میں مناسب نہیں ہے۔ جیسے حضرت عائشہ صدیقہ و حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے تاویلات کی ہیں۔ میرا یہی خیال ہے۔

یہ بھی ایک طویل بحث ہے کہ کتنے میل کا سفر ہو جہاں سے قصر جائز ہے اس سلسلہ میں بعض روایات میں تین میل کا بھی ذکر آیا ہے۔ قال النووی الی ان اقل مسانة القصر ثلاثة امیال و کانهم احتجوا فی ذلک بما رواه مسلم و ابو داود من حدیث انس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا خرج مسيرة ثلاثة امیال او فراسخ قصر الصلوة قال الحافظ وهو اصح حدیث ورد فی بیان ذلک و اصرحه و قد حملہ من خالفه ان المراد به المسافة التي یبتدا منها القصر لا غایة السفر (یعنی انہ اراد بہ اذا سافر سفرا طویلا قصر اذا بلغ ثلاثة امیال کما قال فی لفظہ الاخر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی بالمدينة اربعاً و بذی الحلیفة رکعتین (مرعاة ج ص ۲۵۶)

یعنی امام نووی نے کہا کہ قصر کی کم ترین مدت تین میل ہے انہوں نے حدیث انسؓ سے دلیل لی ہے۔ جس میں ہے کہ جب رسول کریم ﷺ تین میل یا تین فرسخ نکلے تو نماز قصر کرتے۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ قصر کے متعلق صحیح ترین حدیث یہ ہے جن لوگوں نے تین میل کو نہیں مانا انہوں نے اس حدیث کو غایت سفر نہیں بلکہ ابتداء سفر پر محمول کیا ہے۔ یعنی یہ مراد ہے کہ جب مسافر کا سفر طویل کے لیے ارادہ ہو اور وہ تین میل پہنچ جائے اور نماز کا وقت آجائے تو وہ قصر کر لے جیسا کہ حدیث میں دو سری جگہ یہ بھی ہے کہ رسول کریم ﷺ جب سفر جرج کے لیے نکلے تو آپ نے مدینہ میں چار رکعتیں پڑھیں اور ذی الحلیفہ میں پہنچ کر دو رکعت ادا کیں اس بارے میں طویل مباحثہ کے بعد آخری فیصلہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ صاحب مدظلہ کے لفظوں میں یہ ہے والراجع عندی ماذهب الیہ الائمة الثلاثة انہ لا یقصر الصلوة فی اقل من

ثمانية و اربعين ميلا بالهاشمي و ذلك اربعة برداي ستة عشر فرسخا و هي مسيرة يوم و ليلة بالسير الحديث و ذهب اكثر علماء اهل الحديث في عصرنا مسافة القصر ثلاثة فراسخ مستدلين لذلك الحديث انس المقدم في كلام الحافظ (مرعاة ج ٢ ص ٢٥٢)

میرے نزدیک ترجیح اسی کو حاصل ہے جدھر ائمہ تلاش گئے ہیں۔ وہ یہ کہ اڑتالیس میل ہاشمی سے کم میں قصر نہیں اور یہ چار برد ہوتے ہیں یعنی سولہ فرسخ اور رات اور دن کے تیز سفر کی یہی حد ہوتی ہے اور ہمارے زمانے میں اکثر علماء اہل حدیث اسی طرف گئے ہیں کہ قصر کی مسافت تین فرسخ ہیں۔ (جس کے اڑتالیس میل ہوتے ہیں) ان کی دلیل حضرت انسؓ کی وہی حدیث ہے جس کا پہلے بیان ہوا اور ابن قدامہ کا رجحان ظاہریہ کے قول کی طرف ہے جو کہتے ہیں کہ ہر سفر خواہ وہ قصر یا طویل ہو۔ اس میں قصر جائز ہے، مگر اجماع کے یہ خلاف ہے (واللہ اعلم بالصواب)

۱۰۸۰- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَاصِمٍ وَخُصَيْنٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((أَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ تِسْعَةَ عَشَرَ يَفْصُرُ، فَتَحْنُ إِذَا سَافَرْنَا تِسْعَةَ عَشَرَ قَصْرْنَا، وَإِنْ رَزْنَا أَتَمْنَا)).

(۱۰۸۰) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو عوانہ وضاح شکاری نے بیان کیا، ان سے عاصم احول اور حصین سلمیٰ نے، ان سے عکرمہ نے، اور ان سے ابن عباسؓ نے کہ نبی کریم ﷺ (مکہ میں فتح مکہ کے موقع پر) انیس دن ٹھہرے اور برابر قصر کرتے رہے۔ اس لیے انیس دن کے سفر میں ہم بھی قصر کرتے رہتے ہیں اور اس سے اگر زیادہ ہو جائے تو پوری نماز پڑھتے ہیں۔

[طرفاء فی ۴۲۹۸، ۴۲۹۹]۔

اس ترجمہ میں دو باتیں بیان ہوئی ہیں ایک یہ کہ سفر میں چار رکعت نماز کو قصر کرے یعنی دو رکعتیں پڑھے دوسرے مسافر اگر کہیں ٹھہرنے کی نیت کر لے تو جتنے دن تک ٹھہرنے کی نیت کرے وہ قصر کر سکتا ہے۔

امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ جب کہیں چار دن ٹھہرنے کی نیت کرے تو پوری نماز پڑھے۔ حنفیہ کے نزدیک پندرہ سے کم میں قصر کرے۔ زیادہ کی نیت ہو تو پوری پڑھے امام احمد اور داؤد کا مذہب یہ ہے کہ چار دن سے زیادہ دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو پوری پڑھے۔ اسحاق بن راہویہ انیس دن سے کم قصر بتاتے ہیں اور زیادہ کی صورت میں نماز پوری پڑھنے کا فتویٰ دیتے ہیں۔

حضرت امام بخاریؒ کا بھی مذہب یہی معلوم ہوتا ہے حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مبارکپوری مدظلہ العالی نے امام احمد کے مسلک کو ترجیح دی ہے۔ (مرعاة ج ۲ ص ۲۵۶)

۱۰۸۱- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي اسحاق قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ: ((خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ، فَكَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ، حَتَّى رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ، قُلْتُ: أَقَمْتُمْ بِمَكَّةَ شَيْئًا؟ قَالَ: أَقَمْنَا بِهَا عَشْرًا)).

(۱۰۸۱) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن ابی اسحاق نے بیان کیا، انہوں نے انسؓ کو یہ کہتے سنا کہ ہم مکہ کے ارادہ سے مدینہ سے نکلے تو برابر نبی کریم ﷺ دو دو رکعت پڑھتے رہے یہاں تک کہ ہم مدینہ واپس آئے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کا مکہ میں کچھ دن قیام بھی رہا تھا؟ تو اس کا جواب انسؓ نے یہ دیا کہ دس دن تک ہم وہاں ٹھہرے تھے۔

[طرفہ فی : ۴۲۹۷]۔

۲- بَابُ الصَّلَاةِ بِمَنَى

۱۰۸۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُثَيْدٍ أَنَّ اللَّهَ قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِمَنَى رَكَعَتَيْنِ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَمَعَ عُثْمَانَ صَدْرًا مِنْ إِمَارَتِهِ، ثُمَّ أَتَمَّهَا)). [طرفہ فی : ۱۶۵۵]۔

۱۰۸۳- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَنبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهَبٍ قَالَ: ((صَلَّى بِنَا النَّبِيِّ ﷺ آمَنَ مَا كَانَ بِعِنَى رَكَعَتَيْنِ)). [طرفہ فی : ۱۶۵۶]۔

۱۰۸۴- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ: ((صَلَّى بِنَا عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِمَنَى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، فَقِيلَ ذَلِكَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ قَالَ: ((صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِمَنَى رَكَعَتَيْنِ، وَصَلَّيْتُ مَعَ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِمَنَى رَكَعَتَيْنِ، وَصَلَّيْتُ مَعَ عُمرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِمَنَى رَكَعَتَيْنِ، فَلَيْتَ حَظِّي مِنْ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ رَكَعَتَانِ

باب منیٰ میں نماز قصر کرنے کا بیان

(۱۰۸۲) ہم سے مسدد بن مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ نے عبد اللہ عمری سے بیان کیا، کہا کہ مجھے نافع نے خبر دی اور انہیں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت (یعنی چار رکعت والی نمازوں میں) قصر پڑھی۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی ان کے دور خلافت کے شروع میں دو ہی رکعت پڑھی تھیں لیکن بعد میں آپؐ نے پوری پڑھی تھیں۔

(۱۰۸۳) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ابو اسحاق نے خبر دی، انہوں نے حارثہ سے سنا اور انہوں نے وہب رضی اللہ عنہ سے کہ آپؐ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے منیٰ میں امن کی حالت میں ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی تھی۔

(۱۰۸۴) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد الواحد بن زیاد نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم نخعی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے عبد الرحمن بن یزید سے سنا، وہ کہتے تھے کہ ہمیں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھائی تھی لیکن جب اس کا ذکر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ پھر کہنے لگے میں نے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی ہے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی میں نے دو رکعت ہی پڑھی ہیں اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی دو ہی رکعت پڑھی تھی کاش میرے حصہ میں ان چار رکعتوں کے بجائے دو مقبول رکعتیں ہوتیں۔

مُقَبَّلَتَانِ)). [طرفہ فی: ۱۶۵۷]۔

تشریح حضور اکرم ﷺ اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی منی میں نماز کا ذکر اس وجہ سے کیا کہ آپ حضرات حج کے ارادہ سے جاتے اور حج کے ارکان ادا کرتے ہوئے منی میں بھی قیام کیا ہوتا۔ یہاں سفر کی حالت میں ہوتے تھے اس لیے قصر کرتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا ہمیشہ یہی معمول تھا کہ منی میں قصر کرتے تھے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی ابتدائی دور خلافت میں قصر کیا لیکن بعد میں جب پوری چار رکعتیں آپ نے پڑھیں تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس پر سخت ناگواری کا اظہار فرمایا۔ دوسری روایتوں میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی پوری چار رکعت پڑھنے کا عذر بیان کیا تھا جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

باب حج کے موقعہ پر نبی کریم ﷺ نے کتنے دن قیام کیا تھا؟

۳- بَابُ كَمْ أَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فِي حَجَّتِهِ؟

(۱۰۸۵) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا کہا کہ ہم سے ایوب نے بیان کیا ان سے ابوالعالیہ براء نے ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ صحابہ کو ساتھ لے کر تبلیہہ کہتے ہوئے ذی الحجہ کی چوتھی تاریخ کو (مکہ میں) تشریف لائے پھر آپ نے فرمایا کہ جن کے پاس ہدی نہیں ہے وہ بجائے حج کے عمرہ کی نیت کر لیں اور عمرہ سے فارغ ہو کر حلال ہو جائیں پھر حج کا احرام باندھیں۔ اس حدیث کی متابعت عطاء نے جابر سے کی ہے۔

۱۰۸۵- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ الْبَرَاءِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ لَصُحْبٍ رَابِعَةٍ يُلْبُونَ بِالْحَجِّ، فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً، إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ)). تَابَعَهُ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ.

[أطرافہ فی: ۱۵۶۴، ۲۵۰۵، ۳۸۳۲]۔

تشریح کیونکہ آپ چوتھی ذی الحجہ کو مکہ معظمہ پہنچے تھے اور چودھویں کو مراجعت فرمائے مدینہ ہوئے تو مدت اقامت کل دس دن ہوئی اور مکہ میں صرف چار دن رہنا ہوا باقی ایام منی وغیرہ میں صرف ہوئے اسی لیے امام شافعیؒ نے کہا کہ جب مسافر کسی مقام میں چار دن سے زیادہ رہنے کی نیت کرے تو پوری نماز پڑھے چار دن تک قصر کرتا رہے اور امام احمد نے کہا اکیس نمازوں تک (مولانا وحید الزماں مرحوم) جھیلی روایت جس میں آپ کا قیام اکیس دن مذکور ہے اس میں یہ قیام فتح مکہ سے متعلق ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے مغازی میں دوسرے طریق سے اقامت کا مقام مکہ بیان فرمایا ہے جہاں آپ نے انیس دن قیام فرمایا اور آپ نماز قصر کرتے رہے معلوم ہوا کہ قصر کے لیے یہ آخری حد ہے اگر اس سے زیادہ ٹھہرنے کا فیصلہ ہو تو نماز پوری پڑھنی ہوگی اور اگر کوئی فیصلہ نہ کر سکے اور تردد میں آج کل آج کل کرتا رہ جائے تو وہ جب تک اس حالت میں ہے قصر کر سکتا ہے جیسا کہ زاد المعاد میں علامہ ابن قیم نے بیان فرمایا ہے و منها انه صلى الله عليه وسلم اقام بتبوك عشرين يوما يقصر الصلوة ولم يقل للامة لا يقصر الرجل الصلوة اذا اقام اكثر من ذلك ولكن انفق اقامته هذه المدة وهذه الاقامة في حالة السفر لا تخرج عن حكم السفر سواء طالت او قصرت اذا كان غير متوطن ولا عازم على الاقامة بذلك الموضع. یعنی رسول اللہ ﷺ تبوک میں بیس دن تک مقیم رہے اور نماز قصر فرماتے رہے اور آپ نے امت کے لیے نہیں فرمایا کہ امت میں سے اگر کسی کا اس سے بھی زیادہ کہیں (حالت سفر میں) اقامت کا موقعہ آجائے تو وہ قصر نہ کرے۔ ایسا آپ نے کہیں نہیں فرمایا پس جب کوئی شخص سفر میں کسی جگہ بہ حیثیت وطن کے نہ اقامت کرے اور نہ وہاں اقامت کا عزم ہو مگر آج کل میں تردد رہے تو اس کی مدت اقامت کم ہو یا زیادہ وہ بہر حال سفر کے حکم میں

ہے اور نماز قصر کر سکتا ہے۔

حافظ نے کہا کہ بعض لوگوں نے احمد سے امام احمد بن حنبل کو سمجھایا بالکل غلط ہے کیونکہ امام احمد نے عبد اللہ بن مبارک

سے نہیں سنا۔ (وحیدی)

باب نماز کتنی مسافت میں قصر کرنی چاہیے

نبی کریم ﷺ نے ایک دن اور ایک رات کی مسافت کو بھی سفر کہا ہے اور عبد اللہ ابن عمر اور عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم چار برد (تقریباً اڑتالیس میل کی مسافت) پر قصر کرتے اور روزہ بھی افطار کرتے تھے۔ چار برد میں سولہ فرسخ ہوتے ہیں (اور ایک فرسخ میں تین میل)

۴- بَابُ فِي كَمْ تَقْصُرُ الصَّلَاةَ؟

وَسَمَّى النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا وَلَيْلَةً، سَفَرًا وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقْصُرَانِ فِي أَرْبَعَةِ بُرُودٍ، وَهُوَ مِئَةُ عَشْرٍ فَرَسَخًا.

اس ترجمہ میں دو باتیں بیان ہوئی ہیں ایک یہ کہ سفر میں چار رکعت نماز کو قصر کرے یعنی دو رکعت پڑھے دوسرے مسافر اگر کہیں زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے وہ قصر کر سکتا ہے امام شافعی اور امام احمد و مالک کا یہ مذہب ہے کہ جب کہیں چار دن ٹھہرنے کی نیت کرے تو نماز پوری پڑھے اور چار دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو تو قصر کرتا رہے اور حنفیہ کے نزدیک پندرہ دن سے کم میں قصر کرے پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت ہو تو پوری نماز پڑھے اور اسحاق بن راہویہ کا مذہب یہ ہے کہ انیس دن سے کم میں قصر کرتا رہے انیس دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت ہو تو پوری نماز پڑھے امام بخاری کا بھی یہی مذہب معلوم ہوتا ہے۔

ابن المنذر نے کہا کہ مغرب اور فجر کی نماز میں بالاجماع قصر نہیں ہے (مولانا وحید الزماں مرحوم)

ترجمہ باب میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو حدیث صحیح لائے ہیں اس سے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہی کے مسلک کی تائید ہوتی ہے گویا امام رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ اس حدیث پر ہے۔ یہاں کا انیس روز کا قیام فتح مکہ کے موقع پر ہوا تھا بعض راویوں نے اس قیام کو صرف سترہ دن بتلایا ہے گویا انہوں نے آنے اور جانے کے دو دن چھوڑ کر سترہ دن کا شمار کیا اور جنہوں نے ہر دو دنوں کو شمار کیا انہوں نے انیس روز بتلائے۔

اس سے امام بخاری نے یہ نکالا کہ سفر کے لیے کم سے کم ایک دن رات کی راہ ضروری ہے۔ حنفیہ نے تین دن کی مسافت کو سفر کہا ہے اس مسئلہ میں کوئی بیس قول ہیں۔ ابن منذر نے ان کو نقل کیا ہے صحیح اور مختار مذہب اہل حدیث کا ہے کہ ہر سفر میں قصر کرنا چاہیے جس کو عرف میں سفر کہیں اس کی کوئی حد مقرر نہیں امام شافعی اور امام مالک اور امام اوزاعی کا یہ قول ہے کہ دو منزل سے کم میں قصر جائز نہیں دو منزل اڑتالیس میل ہوتے ہیں ایک میل چھ ہزار ہاتھ کا ایک ہاتھ چوبیس انگل چھ جو کا (وحیدی) فتح الباری میں جہور کا مذہب یہ نقل ہوا ہے کہ جب اپنے شہر سے باہر ہو جائے اس کا قصر شروع ہو جاتا ہے۔

امام نووی نے شرح مسلم میں فقہائے اہل حدیث کا بھی یہی مسلک نقل کیا ہے کہ سفر میں دو منزلوں سے کم میں قصر جائز نہیں اور دو منزلوں کے اڑتالیس میل ہائشی ہوتے ہیں۔

داؤد ظاہری اور دیگر اہل ظاہر کا مسلک یہ ہے کہ قصر کرنا ہر حال جائز ہے سفر دراز ہو یا کم یہاں تک کہ اگر تین میل کا سفر ہو تب بھی یہ حضرات قصر جائز کہتے ہیں تفصیل گزر چکی ہے۔

(۱۰۸۶) ہم سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا انہوں نے ابو اسامہ

۱۰۸۶- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي

سے، میں نے پوچھا کہ کیا آپ سے عبید اللہ عمری نے نافع سے یہ

أَسَامَةُ: حَدَّثَكُمْ عُيَيْنَةُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ

حدیث بیان کی تھی کہ ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا تھا کہ عورتیں تین دن کا سفر ذی رحم محرم کے بغیر نہ کریں (ابو اسامہ نے کہا ہاں)

ابنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ)). [طرفہ فی: ۱۰۸۷]۔

محرم وہ جن سے عورت کیلئے نکاح حرام ہے اگر ان میں سے کوئی نہ ہو تو عورت کیلئے سفر کرنا جائز نہیں۔ یہاں تین دن کی قید کا مطلب ہے کہ اس مدت پر لفظ سفر کا اطلاق کیا گیا اور ایک دن اور رات کو بھی سفر کہا گیا ہے تقریباً اڑتالیس میل پر اکثر اتفاق ہے کہ

(۱۰۸۷) ہم سے مسدد بن مسرہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے، عبید اللہ عمری سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں نافع نے خبر دی، انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے خبر دی کہ آپ نے فرمایا عورت تین دن کا سفر اس وقت تک نہ کرے جب تک اس کے ساتھ کوئی محرم رشتہ دار نہ ہو۔ اس روایت کی متابعت احمد نے ابن مبارک سے کی ان سے عبید اللہ عمری نے ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے:

۱۰۸۷- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ ثَلَاثًا إِلَّا مَعَ ذُو مَحْرَمٍ)). تَابَعَهُ أَحْمَدُ عَنْ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ۱۰۸۷]

(۱۰۸۸) ہم سے آدم نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعید مقبری نے اپنے باپ سے بیان کیا، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی خاتون کے لیے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتی ہو، جائز نہیں کہ ایک دن رات کا سفر بغیر کسی ذی رحم محرم کے کرے۔ اس روایت کی متابعت یحییٰ بن ابی کثیر، سہیل اور مالک نے مقبری سے کی۔ وہ اس روایت کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے تھے۔

۱۰۸۸- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا يَحِلُّ لِمَرْأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ لَيْسَ مَعَهَا حُرْمَةٌ)). تَابَعَهُ يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ وَسُهَيْلٌ وَمَالِكٌ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.

تشریح عورت کے لیے پہلی احادیث میں تین دن کے سفر کی ممانعت وارد ہوئی ہے جبکہ اس کے ساتھ کوئی ذی محرم نہ ہو اور اس حدیث میں ایک دن اور ایک رات کی مدت کا ذکر آیا۔ دن سے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد لفظ سفر کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ حد بتلانا مقصود ہے یعنی ایک دن رات کی مدت سفر کو شرعی سفر کا ابتدائی حصہ اور تین دن کے سفر کو آخری حصہ قرار دیا ہے پھر اس سے جس قدر بھی زیادہ ہو پہلے بتلایا جا چکا ہے کہ الہدیث کے ہاں قصر کرنا سنت ہے فرض واجب نہیں ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ قصر اللہ کی طرف کا ایک مدۃ ہے جسے قبول کرنا ہی مناسب ہے۔

۵- بَابُ يَقْصُرُ إِذَا خَرَجَ مِنْ بَابِ جَبِ آدَمِ سَفَرِ كِي نِيَتِ سِي اِنِي سِي نَكْلِ جَائِي تَو

مَوَاضِعِهِ

قصر کرے

وَخَرَجَ عَلَيَّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
لِقَصْرِ وَهُوَ يَرَى الْبُيُوتَ، فَلَمَّا رَجَعَ قِيلَ
لَهُ: هَذِهِ الْكُوفَةُ قَالَ: لَا، حَتَّى نَدْخُلَهَا.

اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (کوفہ سے سفر کے ارادہ سے) نکلے تو
نماز قصر کرنی اسی وقت سے شروع کر دی جب ابھی کوفہ کے مکانات
دکھائی دے رہے تھے اور پھر واپسی کے وقت بھی جب آپ کو بتایا گیا
کہ یہ کوفہ سامنے ہے تو آپ نے فرمایا کہ جب تک ہم شہر میں داخل
نہ ہو جائیں نماز پوری نہیں پڑھیں گے۔

۱۰۸۹- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا
سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ وَإِبْرَاهِيمَ
بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:
(صَلَّيْتُ الظُّهْرَ سَعِ رَسُولِ
اللَّهِ ﷺ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا وَالْعَصْرَ وَبَلَدِي
الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ)).

(۱۰۸۹) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان
نے، محمد بن منکدر اور ابراہیم بن میسرۃ سے بیان کیا، ان سے انس بن
مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ مدینہ منورہ میں ظہر کی چار رکعت پڑھی اور ذوالحلیفہ میں عصر کی
دو رکعت پڑھی۔

۱۰۵۰۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵،

۲۹۵۱، ۲۹۸۶۔

[أطرافه في : ۱۰۵۴۶، ۱۰۵۴۷، ۱۰۵۴۸]

تَشْرِيْحُ

دیکر روایتوں میں ہے کہ حضرت علیؓ شام کے ارادہ سے نکلے تھے۔ کوفہ چھوڑتے ہی آپ نے قصر شروع کر دیا تھا۔ اسی طرح
واپسی میں کوفہ کے مکانات دکھائی دے رہے تھے۔ لیکن آپ نے اس وقت بھی قصر کیا۔ جب آپ سے کہا گیا کہ اب تو کوفہ
کے قریب آگئے! تو فرمایا کہ ہم پوری نماز اس وقت تک نہ پڑھیں گے جب تک ہم کوفہ میں داخل نہ ہو جائیں۔ رسول کریم ﷺ ہرج
کے ارادہ سے مکہ معظمہ جا رہے تھے ظہر کے وقت تک آپ مدینہ میں تھے اس کے بعد سفر شروع ہو گیا پھر آپ ذوالحلیفہ میں پہنچے تو
عصر کا وقت ہو چکا تھا اور وہاں آپ نے عصر چار رکعت کی بجائے صرف دو رکعت پڑھی۔ ذوالحلیفہ مدینہ سے چھ میل پر ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسافر جب اپنے مقام سے نکل جائے تو قصر شروع کر دے باب کا یہی مطلب ہے۔

(۱۰۹۰) ہم سے عبد اللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے
سفیان بن عیینہ نے زہری سے بیان کیا، ان سے عروہ نے اور ان سے
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پہلے نماز دو رکعت فرض ہوئی تھی بعد
میں سفر کی نماز تو اپنی اسی حالت پر رہ گئی البتہ حضر کی نماز پوری (چار
رکعت) کر دی گئی۔ زہری نے بیان کیا کہ میں نے عروہ سے پوچھا کہ پھر
خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیوں نماز پوری پڑھی تھی انہوں نے اس
کا جواب یہ دیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی جو تاویل کی تھی وہی انہوں

۱۰۹۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ:
حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ
عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ:
(الصَّلَاةُ أَوَّلُ مَا فُرِضَتْ رَكْعَتَانِ، فَأَقْرَبَتْ
صَلَاةَ السَّفَرِ، وَأَبْمَتُ صَلَاةَ الْحَضَرِ)
قَالَ الزُّهْرِيُّ : فَقُلْتُ لِعُرْوَةَ: مَا بَالُ
عَائِشَةَ تُبِمُ؟ قَالَ: تَأَوَّلْتُ مَا تَأَوَّلَ عُثْمَانُ.

نے بھی کی۔

[راجع: ۳۵۰]

حضرت عثمانؓ نے جب منیٰ میں پوری نماز پڑھی تو فرمایا کہ میں نے یہ اس لیے کیا کہ بہت سے عوام مسلمان جمع ہیں ایسا نہ ہو کہ وہ نماز کی دو ہی رکعت سمجھ لیں۔ حضرت عائشہؓ نے بھی حج کے موقع پر نماز پوری پڑھی اور قصر نہیں کیا حالانکہ آپ مسافر تھیں۔ اس لیے آپ کو نماز قصر کرنی چاہیے تھی۔ مگر آپ سفر میں پوری نماز پڑھنا بہتر جانتی تھیں اور قصر کو رخصت سمجھتی تھیں۔

باب مغرب کی نماز سفر میں بھی تین ہی

۶- بَابُ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ ثَلَاثًا فِي

رکعت ہیں

السَّفَرِ

(۱۰۹۱) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، زہری سے انہوں نے کہا کہ مجھے سالم نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے خبر دی آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب سفر میں چلنے کی جلدی ہوتی تو آپ مغرب کی نماز دیر سے پڑھتے یہاں تک کہ مغرب اور عشاء ایک ساتھ ملا کر پڑھتے۔ سالم نے کہا کہ عبد اللہ بن عمرؓ کو بھی جب سفر میں جلدی ہوتی تو اس طرح کرتے۔

۱۰۹۱- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ حَتَّى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَاءِ)). قَالَ سَالِمٌ: وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَفْعَلُهُ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ.

[أطرافه في: ۱۰۹۲، ۱۱۰۶، ۱۱۰۹،

۱۶۶۸، ۱۶۷۳، ۱۸۰۵، ۳۰۰۰].

(۱۰۹۲) لیث بن سعد نے اس روایت میں اتنا زیادہ کیا کہ مجھ سے یونس نے ابن شہاب سے بیان کیا، کہ سالم نے بیان کیا کہ ابن عمرؓ مزلفہ میں مغرب اور عشاء ایک ساتھ جمع کر کے پڑھتے تھے۔ سالم نے کہا کہ ابن عمرؓ نے مغرب کی نماز اس دن دیر میں پڑھی تھی جب انہیں ان کی بیوی صفیہ بنت ابی عبید کی سخت بیماری کی اطلاع ملی تھی (چلتے ہوئے) میں نے کہا کہ نماز! (یعنی وقت ختم ہوا چاہتا ہے) لیکن آپ نے فرمایا کہ چلے چلو پھر دوبارہ میں نے کہا کہ نماز! آپ نے پھر فرمایا کہ چلے چلو اس طرح جب ہم دو یا تین میل نکل گئے تو آپ اترے اور نماز پڑھی پھر فرمایا کہ میں نے خود دیکھا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ سفر میں تیزی کے ساتھ چلنا چاہتے تو اسی طرح کرتے تھے عبد اللہ بن عمرؓ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے خود دیکھا کہ جب نبی کریم ﷺ (منزل مقصود تک) جلدی پہنچنا چاہتے تو پہلے مغرب کی تکبیر

۱۰۹۲- وَزَادَ اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَالِمٌ: (كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمُزْدَلِفَةِ) قَالَ سَالِمٌ: (وَأَخَّرَ ابْنُ عُمَرَ الْمَغْرِبَ، وَكَانَ اسْتَصْرَحَ عَلَى أَمْرِهِ صَفِيَّةُ بِنْتُ أَبِي غَنِيْدٍ، فَقُلْتُ لَهُ: الصَّلَاةُ. فَقَالَ: سِرْ. فَقُلْتُ لَهُ: الصَّلَاةُ، فَقَالَ: سِرْ. حَتَّى سَارَ مِائِينَ أَوْ ثَلَاثَةَ، ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ). وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: (رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ يَقِيمُ الْمَغْرِبَ فَيُصَلِّيُهَا

کھواتے اور آپ اس کی تین رکعت پڑھا کر سلام پھیرتے۔ پھر تھوڑی دیر ٹھہر کر عشاء پڑھاتے اور اس کی دو ہی رکعت پر سلام پھیرتے۔ عشاء کے فرض کے بعد آپ سنتیں وغیرہ نہیں پڑھتے تھے آدھی رات کے بعد کھڑے ہو کر نماز پڑھتے۔

باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔ آپ ﷺ نے سفر میں مغرب کی تین رکعت فرض نماز ادا کی۔

باب نفل نماز سواری پر اگرچہ سواری کا رخ کسی طرف ہو

ثَلَاثًا ثُمَّ يُسَلِّمُ، ثُمَّ قَلَمًا يَلْبَثُ حَتَّى يُقِيمَ الْعِشَاءَ فَيُصَلِّيْهَا رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ يُسَلِّمُ، وَلَا يُسَبِّحُ بَعْدَ الْعِشَاءِ حَتَّى يَقُومَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ)). [راجع: ۱۰۹۱]

۷- بَابُ صَلَاةِ التَّطَوُّعِ عَلَى الدَّوَابِّ، وَحَيْثُمَا تَوَجَّهَتْ

(۱۰۹۳) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد الاعلیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معمر نے زہری سے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن عامر نے اور ان سے ان کے باپ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ اونٹنی پر نماز پڑھتے رہتے خواہ اس کا منہ کسی طرف ہو۔

۱۰۹۳- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ غَامِرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: ((رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ)). [طرفاه فی: ۱۰۹۷، ۱۱۰۴]

ثابت ہوا کہ نفل سواری پر درست ہیں اسی طرح وتر بھی۔ امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد اور اہل حدیث کا یہی قول ہے اور حضرت امام ابو غنیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وتر سواری پر پڑھنے درست نہیں۔

(۱۰۹۴) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شیبان نے کہا، ان سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے محمد بن عبد الرحمن نے بیان کیا، کہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نفل نماز اپنی اونٹنی پر غیر قبلہ کی طرف منہ کر کے بھی پڑھتے تھے۔

۱۰۹۴- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَهُ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي التَّطَوُّعَ وَهُوَ رَاكِبٌ لِي غَيْرِ الْقِبْلَةِ)). [راجع: ۴۰۰]

یہ واقعہ غزوہ انمار کا ہے قبلہ وہاں جانے والوں کے لیے بائیں طرف رہتا ہے سواری اونٹ اور ہر جانور کو شامل ہے۔

(۱۰۹۵) ہم سے عبد الاعلیٰ بن حماد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نفل نماز سواری پر پڑھتے تھے، اسی طرح وتر بھی۔ اور فرماتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا کرتے تھے۔

۱۰۹۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: ((كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ وَيُخْبِرُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَفْعَلُ)). [راجع: ۹۹۹]

باب سواری پر اشارے سے نماز پڑھنا

(۱۰۹۶) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد العزیز بن مسلم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن دینار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں اپنی اونٹنی پر نماز پڑھتے خواہ اس کا منہ کسی طرف ہوتا۔ آپ اشاروں سے نماز پڑھتے۔ آپ کا بیان تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے۔

۸- بَابُ الْإِيمَاءِ عَلَى الدَّابَّةِ

۱۰۹۶- حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ: ((كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يُصَلِّي فِي السَّفَرِ عَلَى رَاحِلَتِهِ أَيْمًا تَوَجَّهَتْ بِهِ يَوْمِيًّا. وَذَكَرَ عَبْدُ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَفْعَلُهُ)).

[راجع: ۹۹۹]

باب نمازی فرض نماز کے لیے سواری سے اتر جائے

(۱۰۹۷) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ نے کہا کہ عامر بن ربیعہ نے انہیں خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹنی پر نماز نفل پڑھتے دیکھا۔ آپ سر کے اشاروں سے پڑھ رہے تھے اس کا خیال کئے بغیر کہ سواری کا منہ کدھر ہوتا ہے لیکن فرض نمازوں میں آپ اس طرح نہیں کرتے تھے۔

۹- بَابُ يَنْزِلُ لِلْمَكْتُوبَةِ

۱۰۹۷- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرٍ بْنِ رَبِيعَةَ أَنَّ عَامِرَ بْنَ رَبِيعَةَ أَخْبَرَهُ قَالَ: ((رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ عَلَى الرَّاحِلَةِ يُسَبِّحُ، يَوْمِيًّا بِرَأْسِهِ قَبْلَ أَيِّ وَجْهِ تَوَجَّهَ، وَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَصْنَعُ ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ)). [راجع: ۱۰۹۳]

(۱۰۹۸) اور یث بن سعد نے بیان کیا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا، انہوں نے ابن شہاب کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ سالم نے بیان کیا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں رات کے وقت اپنے جانور پر نماز پڑھتے کچھ پرواہ نہ کرتے کہ اس کا منہ کس طرف ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اونٹنی پر نفل نماز پڑھا کرتے چاہے اس کا منہ کدھر ہی ہو اور تو بھی سواری پر پڑھ لیتے تھے البتہ فرض اس پر نہیں پڑھتے تھے۔

۱۰۹۸- وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: قَالَ سَالِمٌ: كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يُصَلِّي عَلَى دَابَّتِهِ مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُسَافِرٌ، مَا يَبَالِي حَيْثُ كَانَ وَجْهُهُ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ: وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُسَبِّحُ عَلَى الرَّاحِلَةِ قَبْلَ أَيِّ وَجْهِ تَوَجَّهَ، وَيُؤَيِّرُ عَلَيْهَا، غَيْرَ أَنَّهُ لَا يُصَلِّي عَلَيْهَا الْمَكْتُوبَةَ.

[راجع: ۹۹۹]

ترجمہ باب اسی فقرے سے نکلتا ہے معلوم ہوا فرض نماز کے لیے جانور سے اترنے کیونکہ وہ سواری پر درست نہیں ہے اس پر جمعہ کا اجتماع ہے۔ سواری سے اونٹ، گھوڑے، چمڑ وغیرہ مراد ہیں۔ ریل میں نماز درست ہے۔

۱۰۹۹- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَصَّالَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ثَوْبَانَ قَالَ: ((حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلِهِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُصَلِّيَ الْمَكْتُوبَةَ نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ)).

۱۰۹۹) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا کہا کہ ہم سے ہشام نے یحییٰ سے بیان کیا ان سے محمد بن عبد الرحمن بن ثوبان نے بیان کیا انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ اپنی اونٹنی پر مشرق کی طرف منہ کئے ہوئے نماز پڑھتے تھے اور جب فرض پڑھتے تو سواری سے اتر جاتے اور پھر قبلہ کی طرف رخ کر کے پڑھتے۔

[راجع: ۴۰۰]

تفسیر صحیح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو سواری اپنے اختیار میں ہو بہر حال اسے روک کر فرض نماز نیچے زمین ہی پر پڑھنی چاہیے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

خاتمہ

لِلَّهِ الْخَلْقُ وَالْمِثْقَالُ شب و روز مسلسل سفر و حضر کی محنت شاقہ کے نتیجہ میں آج بخاری شریف کے پارہ چہارم کی تسوید سے فراغت حاصل کر رہا ہوں یہ محض اللہ کا فضل ہے کہ مجھ جیسا ناچیز انسان اس عظیم اسلامی مقدس کتاب کی یہ خدمت انجام دیتے ہوئے اس کا با محاورہ ترجمہ و جامع ترین تشریحات اپنے قدر دانوں کی خدمت میں پیش کر رہا ہے اپنی بے بضاعتی و ہرگزوری کی بنا پر خدای بہتر جانتا ہے کہ اس سلسلہ میں کمال کیا کیا لغزشیں مجھ سے ہوئی ہوں گی۔ اللہ پاک میری ان جملہ لغزشوں کو معاف فرمائے اور اس خدمت کو قبول فرمائے اور اسے نہ صرف میرے لیے بلکہ میرے اولدین مرحومین و جملہ متعلقین و میرے جملہ اساتذہ کرام پھر جملہ قدر دانوں کے لیے جن کا مجھے داسے درے سنے تعاون حاصل رہا ان سب کے لیے اس کو وسیلہ نجات آخرت بنائے اور توفیق دے کہ ہم سب مل کر اس کتاب مقدس کے تیس پاروں کی اشاعت اس بیخ پر کر کے اردو داں دین پسند طبقہ کے لیے ایک بہترین ذخیرہ معلومات دین میا کر دیں۔ اس سلسلہ میں اپنے اساتذہ کرام اور جمیع علمائے عظام سے بھی پر زور و پر خلوص درخواست کروں گا کہ ترجمہ و تشریحات میں اپنی ذمہ داریوں کے پیش نظر پورے طور پر میں نے ہر ممکن تحقیق کی کوشش کی ہے مسائل خلافہ میں ہر ممکن تفصیلات کو کام میں لاتے ہوئے مخالفین و موافقین سب ہی کو اچھے لفظوں میں یاد کیا ہے اور مسلک محدثین رحمہم اللہ اجماع کے بیان کے لیے عمدہ سے عمدہ الفاظ لائے گئے ہیں۔ پھر بھی مجھ کو اپنی بھول چوک پر ندامت ہے اگر آپ حضرات کو کہیں بھی علمی اخلاقی کوئی خالی نظر آئے تو اللہ اس پر خادم کو از راہ اخلاص آگاہ فرمائیں شکریہ کے ساتھ آپ کے مشورہ پر توجہ دی جائے گی اور طبع ثانی میں ہر ممکن اصلاح کی کوشش کی جائے گی۔ اپنا مقصد خالصتاً فرامین رسالت ماحص کو ان کے اصل منشاء کے تحت زبان اردو میں منتقل کرنا ہے اور اس کے لیے یہ کتاب یعنی صحیح بخاری شریف مستند و معتد کتاب ہے جس کی صحت پر بیشتر کابر امت کا اتفاق ہے۔

آخر میں اپنے محترم اراکین ٹرسٹ بورڈ جامع اہل حدیث (مسجد چار میٹار) بنگلور شہر کا شکر گزار ہوں اور ان کی ترقی داریں کے لیے دعاگو ہوں کہ ان حضرات کی پر خلوص دعوت پر مجھے امسال بھی رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ میں جامع الہدیث میں گزرنے کا موقع ملا اور پر سکون ماحول میں یہاں اس پارے کی تسوید کا کام انجام کو پہنچا الحمد للہ الذی بنعمته تتم الصالحات والصلوة والسلام علی سید المرسلین و علی الہ و اصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

غرض نقشے است کرنا یاد ماند کہ ہستی رانی بنیم بقائے

خادم حدیث نبوی محمد داؤد راز دہلوی عفی عنہ (وارد حال) جامع الہدیث کینٹ بنگلور ۲۳ رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

پانچواں پارہ

۱۰۔ باب صَلَاةِ التَّطَوُّعِ عَلَى

الْحِمَارِ

۱۱۰۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَبَّانُ قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ سِيرِينَ قَالَ: اسْتَقْبَلَنَا أَنَسَا حِينَ قَدِمَ مِنَ الشَّامِ، فَلَقَيْنَاهُ بِعَيْنِ الثَّمَرِ، فَرَأَيْنَهُ يُصَلِّي عَلَى حِمَارٍ وَوَجْهُهُ مِنْ ذَا الْجَانِبِ - يَغْنِي عَنْ يَسَارِ الْقِبْلَةِ - فَقُلْتُ: ((رَأَيْتُكَ تُصَلِّي لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ، فَقَالَ: لَوْ لَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَفْعَلُهُ لَمْ أَفْعَلْهُ)). وَرَوَاهُ ابْنُ طَهْمَانَ عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

تَسْبِيحُ

(۱۱۰۰) ہم سے احمد بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حبان بن ہلال نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمام بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے انس بن سیرین نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ انس رضی اللہ عنہ شام سے جب (حجاج کی خلیفہ سے شکایت کر کے) واپس ہوئے تو ہم ان سے عین التمر میں ملے۔ میں نے دیکھا کہ آپ گدھے پر سوار ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کا منہ قبلہ سے بائیں طرف تھا۔ اس پر میں نے کہا کہ میں نے آپ کو قبلہ کے سوا دوسری طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اگر میں رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے نہ دیکھتا تو میں بھی نہ کرتا۔ اس روایت کو ابراہیم ابن طہمان نے بھی حجاج سے، انہوں نے انس بن سیرین سے، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے بیان کیا ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ بصرہ سے شام میں خلیفہ وقت عبدالملک بن مروان کے ہاں حجاج بن یوسف ظالم ثقفی کی شکایت لے کر گئے تھے۔ جب لوٹ کر بصرہ آئے تو انس بن سیرین آپ کے استقبال کو گئے اور آپ کو دیکھا کہ گدھے پر نفل نماز اشاروں سے ادا کر رہے ہیں اور منہ بھی غیر قبلہ کی طرف ہے۔ آپ سے پوچھا گیا فرمایا کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو بھی سواری پر نفل نماز ایسے ہی پڑھتے دیکھا ہے۔ یہ روایت مسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یوں ہے روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بصلی علی حمار وهو متوجه الی خیبر کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا آپ (NFL نماز) گدھے پر ادا فرما رہے تھے اور آپ کا چہرہ مبارک خیبر کی طرف تھا۔

حضرت امام بخاریؒ نے اس روایت کو ابراہیم بن طہمان کی سند سے نقل فرمایا۔ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں مجھ کو یہ حدیث ابراہیم بن

طہمان کے طریق سے موصول نہیں ملی، البتہ سراج نے عمرو بن عامر سے، انہوں نے حجاج سے، اس لفظ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی اونٹنی پر نماز پڑھتے چاہے جدھر وہ منہ کرتی تو حضرت انسؓ نے گدھے پر نماز پڑھنے کو اونٹنی کے اوپر پڑھنے پر قیاس کیا اور سراج نے یحییٰ بن سعید سے روایت کیا، انہوں نے حضرت انسؓ سے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو گدھے پر نماز پڑھتے دیکھا اور آپ خیر کی طرف منہ کئے ہوئے تھے۔ علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنا بالاجماع فرض ہے۔ مگر جب آدمی عاجز ہو یا خوف ہو یا نفل نماز ہو تو ان حالات میں یہ فرض اٹھ جاتا ہے۔ نفل نماز کے لئے بھی ضروری ہے کہ شروع کرتے وقت نیت باندھنے پر منہ قبلہ رخ ہو بعد میں وہ سواری جدھر بھی رخ کرے نماز نفل ادا کرنا جائز ہے۔ عین التمر ایک گاؤں ملک شام میں عراق کی طرف واقع ہے۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ کسی ظالم حاکم کی شکایت بڑے حاکم کو پہنچانا معیوب نہیں ہے اور یہ کہ کسی بزرگ کے استقبال کے لئے چل کر جانا عین ثواب ہے اور یہ بھی کہ بڑے لوگوں سے چھوٹے آدمی مسائل کی تحقیق کر سکتے ہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ دلیل پیش کرنے میں رسول کریم ﷺ کی حدیث بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ مومن کے لئے اس سے آگے گنجائش نہیں۔ اس لئے بالکل سچ کہا گیا ہے۔

اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داشت
پس حدیث مصطفیٰ بر جاں مسلم داشت

یعنی دین کی بنیاد ہی یہ ہے کہ قرآن مجید کو حد درجہ قابل تعظیم کہا جائے اور پس احادیث نبوی کو دل و جان سے تسلیم کیا جائے۔

باب سفر میں جس نے فرض نماز سے پہلے اور پیچھے سنتوں کو
۱۱- بَابُ مَنْ لَمْ يَتَطَوَّعْ فِي
السَّفَرِ ذُبِرَ الصَّلَاةَ وَقَبِلَهَا
نہیں پڑھا

(۱۱۰۱) ہم سے یحییٰ بن سلیمان کو فی نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن وہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عمر بن محمد بن یزید نے بیان کیا کہ حفص بن عاصم بن عمر نے ان سے بیان کیا کہ میں نے سفر میں سنتوں کے متعلق عبد اللہ بن عمرؓ سے پوچھا آپ نے فرمایا کہ میں نبی کریم ﷺ کی صحبت میں رہا ہوں۔ میں نے آپ کو سفر میں کبھی سنتیں پڑھتے نہیں دیکھا اور اللہ جل ذکرہ کا ارشاد ہے کہ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔

۱۱۰۱- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّزٍ أَنَّ حَفْصَ بْنَ عَاصِمٍ حَدَّثَهُ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَقَالَ: صَحِبْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَلَمْ أَرَهُ يُسَبِّحُ فِي السَّفَرِ، وَقَالَ اللَّهُ جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾.

[طرفہ فی: ۱۱۰۲].

معلوم ہوا کہ سفر میں خالی فرض نماز کی دو رکعتیں ظہر و عصر میں کافی ہیں سنت نہ پڑھنا بھی خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

(۱۱۰۲) ہم سے مسدد بن مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قحطان نے بیان کیا، ان سے عیسیٰ بن حفص بن عاصم نے، انہوں نے

۱۱۰۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عَيْسَى بْنِ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ:

کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے سنا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا ہوں، آپ سفر میں دو رکعت (فرض) سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔ ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ: صَحِبْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، فَكَانَ لَا يَزِيدُ فِي السَّفَرِ عَلَى رَكْعَتَيْنِ، وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ كَذَلِكَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ)).

[راجع: ۱۱۰۱]

دوسری روایت مسلم شریف میں یوں ہے صحبت ابن عمر فی طریق مکة فصلی بنا الظہر رکعتین ثم اقبل واقبلنا معہ حتی جاء رحله وجلسنا معہ فحانت منه التفاتة فری ناسا قیاما فقال ما یصنع هؤلاء قلت یسبحون قال لو کنت مسبحا لا تمت (قسطانی) حفص بن عاصم کہتے ہیں کہ میں مکہ شریف کے سفر میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا۔ آپ نے ظہر کی دو رکعت فرض نماز قصر پڑھائی پھر کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ سنت پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں سنتیں پڑھوں تو پھر فرض ہی کیوں نہ پورے پڑھ لوں۔ اگلی روایت میں مزید وضاحت موجود ہے کہ رسول کریم ﷺ اور ابو بکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم سب کا یہی عمل تھا کہ وہ سفر میں نماز قصر کرتے اور ان دو رکعتوں فرض کے علاوہ کوئی سنت نماز نہیں پڑھتے تھے۔ بہت سے ناواقف بھائیوں کو سفر میں دیکھا جاتا ہے کہ وہ اہل حدیث کے اس عمل پر تعجب کیا کرتے ہیں۔ بلکہ بعض تو اظہار نفرت سے بھی نہیں چوکتے، ان لوگوں کو خود اپنی ناواقفی پر افسوس کرنا چاہئے اور معلوم ہونا چاہئے کہ حالت سفر میں جب فرض نماز کو قصر کیا جا رہا ہے پھر اس وقت سنت نمازوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

باب فرض نمازوں کے بعد اور اول کی سنتوں کے علاوہ اور دوسرے نفل سفر میں پڑھنا اور نبی کریم ﷺ نے سفر میں فجر کی سنتوں کو پڑھا ہے

۱۲- بَابُ مَنْ تَطَوَّعَ فِي السَّفَرِ فِي غَيْرِ دُبْرِ الصَّلَوَاتِ وَقَبْلَهَا وَرَكَعَ النَّبِيُّ ﷺ رَكَعَتَيِ الْفَجْرِ فِي السَّفَرِ

(۱۱۰۳) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن مرہ نے، ان سے ابن ابی لیلیٰ نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں کسی نے یہ خبر نہیں دی کہ رسول اللہ ﷺ کو انہوں نے چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا ہاں ام ہانی رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ فتح مکہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر غسل کیا تھا اور اس کے بعد آپ نے آٹھ رکعتیں پڑھی تھیں، میں نے آپ کو کبھی اتنی ہلکی چٹکی نماز پڑھتے نہیں دیکھا البتہ آپ رکوع اور سجدہ پوری طرح کرتے تھے۔

۱۱۰۳- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ: مَا أَنْبَأَنَا أَحَدٌ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى الصُّحَى، غَيْرُ أُمَّ هَانِيَةَ ذَكَرَتْ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ اغْتَسَلَ فِي بَيْنِهَا فَصَلَّى ثَمَانِ رَكَعَاتٍ، فَمَا رَأَيْتُهُ صَلَّى صَلَاةً أَخْفَ مِنْهَا، غَيْرَ أَنَّهُ يُنْمُ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ)).

[طرفاء فی: ۱۱۷۶، ۴۲۹۲۔]

(۱۱۰۴) اور یسٹ بن سعد نے کہا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا، ان

۱۱۰۴- وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُونُسُ

سے ابن شہاب نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ نے بیان کیا کہ انہیں ان کے باپ نے خبر دی کہ انہوں نے خود دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ (رات میں) سفر میں نفل نمازیں سواری پر پڑھتے تھے، وہ جدھر آپ کو لے جاتی ادھر ہی سی۔

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرٍ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى السُّبْحَةَ بِاللَّيْلِ فِي السَّفَرِ عَلَى ظَهْرِ رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ).

[راجع: ۱۰۹۳]

اس سے آنحضرت ﷺ کا سفر میں نفل پڑھنا ثابت ہوا نیز چاشت کی نماز بھی ثابت ہوئی اگر حضور سے عمر بھر کوئی کام صرف ایک ہی دفعہ کرنا ثابت ہو تو وہ بھی امت کے لئے سنت ہے اور چاشت کے لئے تو اور بھی ثبوت موجود ہیں۔ حضرت ام ہانی نے صرف اپنے دیکھنے کا حال بیان کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت ام ہانی کو ہر وقت آپ کے معمولات دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔

(۱۱۰۵) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے اور انہیں سالم بن عبد اللہ بن عمر نے اپنے باپ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی کی پیٹھ پر خواہ اس کا منہ کسی طرف ہوتا نفل نماز سر کے اشاروں سے پڑھتے تھے۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

۱۱۰۵ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُسَبِّحُ عَلَى ظَهْرِ رَاحِلَتِهِ حَيْثُ كَانَ وَجْهَهُ، يُؤْمِيءُ بِرَأْسِهِ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ)).

[راجع: ۹۹۹]

تَشْرِيحُ مطلب امام بخاریؒ کا یہ ہے کہ سفر میں آنحضرت ﷺ نے فرض نمازوں کے اول اور بعد کی سنن راتبہ نہیں پڑھی ہیں ہاں اور قسم کے نوافل جیسے اشراق وغیرہ سفر میں پڑھنا منقول ہے اور فجر کی سنتوں کا سفر میں ادا کرنا بھی ثابت ہے۔

قال ابن القيم في الهدى وكان من هديه صلى الله عليه وسلم في سفره الاقتصار على الفرض ولم يحفظ عنه انه صلى الله عليه وسلم صلى سنة الصلاة قبلها ولا بعدها الا ما كان من سنة الوتر والفجر فانه لم يكن يدعها حضرا ولا سفرا انتهى (نيل الاوطار) يعني علامه ابن قيم نے اپنی مشہور کتاب زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی سیرت مبارکہ سے یہ بھی ہے کہ حالت سفر میں آپ صرف فرض کی قصر رکعتوں پر اکتفا کرتے تھے اور آپ سے ثابت نہیں کہ آپ نے سفر میں وتر اور فجر کی سنتوں کے سوا اور کوئی نماز ادا کی ہو۔ آپ ان ہردو کو سفر اور حضر میں برابر پڑھا کرتے تھے۔ پھر علامہ ابن قیم نے ان روایات پر روشنی ڈالی ہے جن سے آنحضرت ﷺ کا حالت سفر میں نماز نوافل ادا کرنا ثابت ہوتا ہے۔

وقد سنل الامام احمد عن التطوع في السفر فقال ادجوان لا يكون بالتطوع في السفر باس يعني امام احمد بن حنبلؒ سے سفر میں نوافل کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ سفر میں نوافل ادا کرنے میں کوئی برائی نہیں ہے مگر سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کرنا بہتر اور مقدم ہے۔

پس ہردو امور ثابت ہوئے کہ ترک میں بھی کوئی برائی نہیں اور ادائیگی میں بھی کوئی ہرج نہیں۔ وقال الله تعالى ما جعل عليكم

في الدين من حرج والحمد لله على نعمانه الكاملة

باب سفر میں مغرب اور عشاء ایک ساتھ

۱۳ - بَابُ الْجَمْعِ فِي السَّفَرِ بَيْنَ

ملا کر پڑھنا

(۱۱۰۶) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے زہری سے سنا، انہوں نے سالم سے اور انہوں نے اپنے باپ عبد اللہ بن عمر سے کہ نبی اکرم ﷺ کو اگر سفر میں جلد چلنا منظور ہوتا تو مغرب اور عشاء ایک ساتھ ملا کر پڑھتے۔

(۱۱۰۷) اور ابراہیم بن ہمان نے کہا کہ ان سے حسین معلم نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ ملا کر پڑھتے۔ اسی طرح مغرب اور عشاء کی بھی ایک ساتھ ملا کر پڑھتے تھے۔

(۱۱۰۸) اور ابن ہمان ہی نے بیان کیا کہ ان سے حسین نے، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے، ان سے حفص بن عبد اللہ بن انسؓ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا نبی کریم ﷺ سفر میں مغرب اور عشاء ایک ساتھ ملا کر پڑھتے تھے۔ اس روایت کی متابعت علی بن مبارک اور حرب نے یحییٰ سے کی ہے۔ یحییٰ حفص سے اور حفص انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے (مغرب اور عشاء) ایک ساتھ ملا کر پڑھی تھیں۔

المغرب والعشاء

۱۱۰۶ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ)). [راجع: ۱۰۹۱]

۱۱۰۷ - وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ الْحُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عِكْرَمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ إِذَا كَانَ عَلَى ظَهْرِ سَيْرٍ، وَيَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ)).

۱۱۰۸ - حَدَّثَنَا وَعَنْ حُسَيْنٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ فِي السَّفَرِ)).

وَتَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ وَحَرْبٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ حَفْصِ بْنِ أَنَسٍ ((جَمَعَ النَّبِيُّ ﷺ)).

[طرفہ فی: ۱۱۱۰]

تشریح امام بخاری جمع کا مسئلہ قصر کے ابواب میں اس لئے لائے کہ جمع بھی گویا ایک طرح کا قصر ہی ہے۔ سفر میں ظہر عصر اور مغرب عشاء کا جمع کرنا اہلحدیث اور امام احمدؒ اور امام شافعیؒ اور ثوریؒ اور اسحاق سب کے نزدیک جائز ہے خواہ جمع تقدیم کرے یعنی ظہر کے وقت عصر اور مغرب کے وقت عشاء پڑھ لے خواہ جمع تاخیر کرے یعنی عصر کے وقت ظہر اور عشاء کے وقت مغرب بھی پڑھ لے۔ اس بارے میں مزید تفصیل مندرجہ ذیل احادیث سے معلوم ہو سکتی ہے۔

عن معاذ بن جبل رضى الله عنه قال قال كان النبي صلى الله عليه وسلم في غزوة تبوك اذا زاغت الشمس قبل ان يوتحل جمع بين الظهر والعصر وان ارتحل قبل ان تزغ الشمس اخر الظهر حتى ينزل للعصر وفي المغرب مثل ذلك اذا غابت الشمس قبل ان يوتحل

جمع بین المغرب والعشاء وان ارتحل قبل ان تغيب الشمس اخر المغرب حتى ينزل للعشاء ثم يجمع بينهما۔ رواہ ابو داود و الترمذی وقال هذا حديث حسن غریب یعنی معاذ بن جبل کہتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی دن کوچ کرنے سے پہلے سورج ڈھل جاتا تو آپ ظہر اور عصر ملا کر پڑھ لیتے (جسے جمع تقدیم کہا جاتا ہے) اور اگر کبھی آپ کا سفر سورج ڈھلنے سے پہلے ہی شروع ہو جاتا تو ظہر اور عصر ملا کر پڑھتے (جسے جمع تاخیر کہا جاتا ہے) مغرب میں بھی آپ کا یہی عمل تھا اگر کوچ کرتے وقت سورج غروب ہو چکا ہو تا تو آپ مغرب اور عشاء ملا کر پڑھ لیتے اور اگر سورج غروب ہونے سے قبل ہی سفر شروع ہو جاتا تو پھر مغرب کو مؤخر کر کے عشاء کے ساتھ ملا کر ادا کرتے۔ مسلم شریف میں بھی یہ روایت مختصر مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ غزوہ تبوک میں ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء ملا کر پڑھ لیا کرتے تھے۔

ایک اور حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں مطلق سفر کا ذکر ہے اور ساتھ ہی حضرت انس رضی اللہ عنہ یہ بھی بیان فرماتے ہیں کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ارتحل قبل ان تریغ الشمس اخر الظهر الى وقت العصر الحديث یعنی سفر میں آنحضرت ﷺ کا یہی معمول تھا کہ اگر سفر سورج ڈھلنے سے قبل شروع ہوتا تو آپ ظہر کو عصر میں ملا لیا کرتے تھے اور اگر سورج ڈھلنے کے بعد آپ سفر کرتے تو ظہر کے ساتھ عصر ملا کر سفر شروع کرتے تھے۔

مسلم شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایسا ہی مروی ہے اس میں مزید یہ ہے کہ قال سعید فقلت لابن عباس ما حملہ علی ذلک قال اراد ان لا یحوج امته (رواہ مسلم ص: ۲۳۶) یعنی سعید نے حضرت ابن عباسؓ سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا آپ ﷺ نے یہ اس لئے کیا تاکہ امت تنگی میں نہ پڑ جائے۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں حضرت علی اور ابن عمر اور انس اور عبداللہ بن عمر اور حضرت عائشہ اور ابن عباس اور اسامہ بن زید اور جابر رضی اللہ عنہم سے بھی مرویات ہیں اور امام شافعی اور احمد اور اسحاق رضی اللہ عنہم بھی یہی کہتے ہیں کہ سفر میں دو نمازوں کا جمع کرنا خواہ جمع تقدیم ہو یا تاخیر بلا خوف و خطر جائز ہے۔

علامہ نوویؒ نے شرح مسلم میں امام شافعیؒ اور اکثر لوگوں کا قول نقل کیا ہے کہ سفر طویل میں جو ۲۸ میل باہمی پر بولا جاتا ہے جمع تقدیم و جمع تاخیر ہر دو طور پر جمع کرنا جائز ہے اور چھوٹے سفر کے بارے میں امام شافعیؒ کے دو قول ہیں اور ان میں بہت صحیح قول یہ ہے کہ جس سفر میں نماز کا قصر کرنا جائز نہیں اس میں جمع بھی جائز نہیں ہے۔ علامہ شوکانی درالبیہ میں فرماتے ہیں کہ مسافر کے لئے جمع تقدیم اور جمع تاخیر ہر دو طور پر جمع کرنا جائز ہے۔ خواہ اذان اور اقامت سے ظہر میں عصر کو ملائے یا عصر کے ساتھ ظہر ملائے۔ اس طرح مغرب کے ساتھ عشاء پڑھے یا عشاء کے ساتھ مغرب ملائے۔ حنفیہ کے ہاں سفر میں جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے۔ ان کی دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت ہے جسے بخاری اور مسلم اور ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے کہ میں نے مزدلفہ کے سوا کہیں نہیں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ نے دو نمازیں ملا کر ادا کی ہوں۔

اس کا جواب صاحب مسک الختم نے یوں دیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ بیان ہمارے مقصود کے لئے ہرگز معسر نہیں ہے کہ یہی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے اس بیان کے خلاف بیان دے رہے ہیں جیسا کہ محدث سلام اللہ نے محلی شرح مؤطا امام مالکؒ میں مسند ابی سے نقل کیا ہے کہ ابو قیس ازدی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ سفر میں دو نمازوں کو جمع فرمایا کرتے تھے۔ اب ان کے پہلے بیان میں نفی ہے اور اس میں اثبات ہے اور قاعدہ مقررہ کی رو سے نفی پر اثبات مقدم ہوتا ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ ان کا پہلا بیان محض نسیان کی وجہ سے ہے۔ دوسری دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اللہ پاک نے قرآن مجید میں فرمایا ﴿ان الصلوة کانت علی المومنین کتابا موقوتا﴾ (النساء: ۱۰۳) یعنی نماز مومنوں پر وقت مقررہ میں فرض ہے اس کا جواب یہ کہ آنحضرت ﷺ قرآن مجید کے مفسر اول ہیں اور آپ کے عمل سے نماز میں جمع ثابت ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ جمع بھی وقت موقت ہی میں

داخل ہے ورنہ آیت کو اگر مطلق مانا جائے تو پھر مزدلفہ میں بھی جمع کرنا جائز نہیں ہو گا۔ حالانکہ وہاں کے جمع پر حنفی، شافعی اور اہلحدیث سب کا اتفاق ہے۔ بہر حال امر ثابت یہی ہے کہ سفر میں جمع تقدیم و جمع تاخیر ہر دو صورتوں میں جائز ہے۔

وقد روی مسلم عن جابر انه صلى الله عليه وسلم جمع بين الظهر والعصر بعرفة في وقت الظهر فلو لم يرد من فعله الا هذا لكان ادل دليل على جواز جمع التقديم في السفر (قسطلانی، ج: ۲ / ص: ۲۳۹) یعنی امام مسلم نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ظہر اور عصر کی نمازوں کو عرفہ میں ظہر کے وقت میں جمع کر کے ادا فرمایا۔ پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف اسی موقع پر صحیح روایت سے جمع ثابت ہوا۔ یہی بہت بڑی دلیل ہے کہ جمع تقدیم سفر میں جائز ہے۔

علامہ قسطلانی نے امام زہری کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے سالم سے پوچھا کہ سفر میں ظہر اور عصر کا جمع کرنا کیسا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ بلاشبہ جائز ہے تم دیکھتے نہیں کہ عرفات میں لوگ ظہر اور عصر ملا کر ادا کرتے ہیں۔

پھر علامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ جمع تقدیم کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اول والی نماز پڑھی جائے مثلاً ظہر و عصر کو ملانا ہے تو پہلے ظہر ادا کی جائے اور یہ بھی ضروری ہے کہ نیت بھی پہلے ظہر ادا کرنے کی جائے اور یہ بھی ضروری ہے کہ ان ہر دو نمازوں کو پے در پے پڑھا جائے درمیان میں کسی سنت راتبہ وغیرہ سے فصل نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ نے جب نہرہ میں ظہر اور عصر کو جمع فرمایا تو والی بینہما وترك الرواتب واقام الصلوة بینہما ورواہ الشیخان آپ نے ان کو ملا کر پڑھا درمیان میں کوئی سنت نماز نہیں پڑھی اور درمیان میں تکبیر کسی۔ اسے بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہے (حوالہ مذکور)

اس بارے میں علامہ شوکانی نے یوں باب منعقد فرمایا ہے۔ باب الجمع باذان واقامین من غیر تطوع بینہما یعنی نماز کو ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ جمع کرنا اور ان کے درمیان کوئی نفل نماز نہ ادا کرنا۔ پھر آپ اس بارے میں بطور دلیل حدیث ذیل کو لائے ہیں۔

عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی المغرب والعشاء بالمزدلفة جميعا کل واحدة منهما باقامة ولم یسبح بینہما ولا علی الواحدۃ منهما رواہ البخاری والنسائی یعنی حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ مزدلفہ میں آنحضرت ﷺ نے مغرب اور عشاء کو الگ الگ اقامت کے ساتھ جمع فرمایا اور نہ آپ نے ان کے درمیان کوئی نفل نماز ادا کی اور نہ ان کے آگے بیچھے۔ جابر کی روایت سے مسلم اور احمد اور نسائی میں اتنا اور زیادہ ہے لم اضطجع حتی طلع الفجر پھر آپ لیٹ گئے یہاں تک کہ فجر ہو گئی۔

۱۴ - بَابُ هَلْ يُؤْذَنُ أَوْ يُقِيمُ، إِذَا جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ؟
باب جب مغرب اور عشاء ملا کر پڑھے تو کیا ان کے لئے اذان و تکبیر کی جائے گی؟

(۱۱۰۹) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے سالم نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے خبر دی۔ آپ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو جب جلدی سفر طے کرنا ہوتا تو مغرب کی نماز مؤخر کر دیتے۔ پھر اسے عشاء کے ساتھ ملا کر پڑھتے تھے۔ سالم نے بیان کیا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اگر سفر سرعت کے ساتھ طے کرنا چاہتے تو اسی طرح کرتے تھے۔ مغرب کی تکبیر پہلے کی جاتی اور آپ تین رکعت مغرب کی نماز پڑھ کر سلام پھیر دیتے۔ پھر

۱۱۰۹ - حَدَّثَنَا أَبُو الِیْمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ صَلَاةَ الْمَغْرِبِ حَتَّى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَاءِ. قَالَ سَالِمٌ: وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَفْعَلُهُ إِذَا أَعْجَلَهُ

معمولی سے توقف کے بعد عشاء کی تکبیر کی جاتی اور آپ اس کی دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیتے۔ دونوں نمازوں کے درمیان ایک رکعت بھی سنت وغیرہ نہ پڑھتے اور اسی طرح عشاء کے بعد بھی نماز نہیں پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ درمیان شب میں آپ اٹھتے (اور تہجد ادا کرتے)

السَّيْرِ، وَيَقِيمُ الْمَغْرِبَ فَيُصَلِّيَهَا فَلَا تَأْتِي ثُمَّ يُسَلِّمُ، ثُمَّ قَلَمًا يَلْتَمِسُ حَتَّى يَقِيمَ الْعِشَاءَ فَيُصَلِّيَهَا رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ يُسَلِّمُ، وَلَا يُسَبِّحُ بَيْنَهُمَا بِرُكْعَةٍ وَلَا بَعْدَ الْعِشَاءِ بِسُجْدَةٍ حَتَّى يَقُومَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ)).

[راجع: ۱۰۹۱]

(۱۱۰) ہم سے اسحاق نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالصمد بن عبدالوارث نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حرب بن سداد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے حفص بن عبید اللہ بن انس نے بیان کیا کہ انس رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دو نمازوں یعنی مغرب اور عشاء کو سفر میں ایک ساتھ ملا کر پڑھا کرتے تھے۔

۱۱۱۰ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا حَرْبُ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ فِي السَّفَرِ، يَعْنِي الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ)). [راجع: ۱۱۰۸]

باب مسافر جب سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ کرے تو ظہر کی نماز میں عصر کا وقت آنے تک دیر کرے۔ اس کو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

۱۵ - بَابُ يُؤَخَّرُ الظُّهْرُ إِلَى الْعَصْرِ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ، فِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

(۱۱۱) ہم سے حسان واسطی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے مفضل بن فضالہ نے بیان کیا، ان سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگر سورج ڈھلنے سے پہلے سفر شروع کرتے تو ظہر کی نماز عصر تک نہ پڑھتے پھر ظہر اور عصر ایک ساتھ پڑھتے اور اگر سورج ڈھل چکا ہوتا تو پہلے ظہر پڑھ لیتے پھر سوار ہوتے۔

۱۱۱۱ - حَدَّثَنَا حَسَّانُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ عَنْ عَقِيلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ أُخَّرَ الظُّهْرُ إِلَى وَقْتِ الْعَصْرِ، ثُمَّ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا، وَإِذَا زَاغَتْ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ)).

باب سفر اگر سورج ڈھلنے کے بعد شروع ہو تو پہلے ظہر پڑھ لے پھر سوار ہو

۱۶ - بَابُ إِذَا ارْتَحَلَ بَعْدَ مَا زَاغَتِ الشَّمْسُ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ

(۱۱۲) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے

۱۱۱۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا

مفضل بن فضالہ نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ جب سورج ڈھلنے سے پہلے سفر شروع کرتے تو ظہر عصر کا وقت آنے تک نہ پڑھتے۔ پھر کہیں (راستے میں) ٹھہرتے اور ظہر اور عصر ملا کر پڑھتے لیکن اگر سفر شروع کرنے سے پہلے سورج ڈھل چکا ہو تا تو پہلے ظہر پڑھتے پھر سوار ہوتے۔

باب نماز بیٹھ کر پڑھنے کا بیان

(۱۱۱۳) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے باپ عروہ نے، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار تھے اس لئے آپ نے اپنے گھر میں بیٹھ کر نماز پڑھائی، بعض لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھنے لگے۔ لیکن آپ نے انہیں اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا کہ امام اس لئے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، اس لئے جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ۔

(۱۱۱۴) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے زہری سے بیان کیا اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر پڑے اور اس کی وجہ سے آپ کے دائیں پہلو پر زخم آگئے۔ ہم مزاج پرسی کے لئے گئے تو نماز کا وقت آگیا۔ آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ ہم نے بھی بیٹھ کر آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ نے اسی موقع پر فرمایا تھا کہ امام اس لئے ہے تاکہ اس کی پیروی کی جائے۔ اس لئے جب وہ تکبیر کے تو تم بھی تکبیر کرو، جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو، جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کے تو تم اللہم ربنا ولک الحمد کہو۔

ہر دو احادیث میں مقتدیوں کے لئے بیٹھے کا حکم پہلے دیا گیا تھا۔ بعد میں آخری نماز مرض الموت میں جو آپ نے پڑھائی اس میں

الْمُفَضَّلُ بْنُ فَصَّالَةَ عَنْ عَقِيلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ آخَرَ الظُّهْرِ إِلَى وَقْتِ الْعَصْرِ، ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا، فَإِنْ زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَرْتَحِلَ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكَبَ)).

۱۷- بَابُ صَلَاةِ الْقَاعِدِ

۱۱۱۳- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: ((صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي بَيْتِهِ وَهُوَ شَاكٍ، فَصَلَّى جَالِسًا وَصَلَّى وَرَاءَ قَوْمٍ قِيَامًا، فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنْ اجْلِسُوا. فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: ((إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا)).

[راجع: ۶۸۸]

۱۱۱۴- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((سَقَطَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ فَرَسٍ فَخُذِشَ - أَوْ فَجَحِشَ - شِقُّهُ الْأَيْمَنِ، فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ نَعُوذُهُ، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى قَاعِدًا فَصَلَّيْنَا قُعُودًا وَقَالَ: ((إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا: اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ)). [راجع: ۳۷۸]

آپ بیٹھے ہوئے تھے اور صحابہ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔ اس سے پہلا حکم منسوخ ہو گیا۔

۱۱۱۵- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا حُسَيْنٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَأَلَ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ. وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ عَنْ ابْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ - وَكَانَ مَبْسُورًا - قَالَ: ((سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ صَلَاةِ الرَّجُلِ قَاعِدًا فَقَالَ: ((إِنْ صَلَّى قَائِمًا فَهُوَ أَفْضَلُ، وَمَنْ صَلَّى قَاعِدًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ، وَمَنْ صَلَّى نَائِمًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَاعِدِ)). [طرفاه فی ۱۱۱۶، ۱۱۱۷].

(۱۱۱۵) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں روح بن عبادہ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں حسین نے خبر دی، انہیں عبد اللہ بن بریدہ نے، انہیں عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا (دوسری سند) اور ہمیں اسحاق بن منصور نے خبر دی، کہا کہ ہمیں عبد الصمد نے خبر دی، کہا کہ میں نے اپنے باپ عبد الوارث سے سنا، کہا کہ ہم سے حسین نے بیان کیا اور ان سے ابن بریدہ نے کہا کہ مجھ سے عمران بن حصین نے بیان کیا، وہ بواسیر کے مریض تھے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کسی آدمی کے بیٹھ کر نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ افضل یہی ہے کہ کھڑے ہو کر پڑھے کیونکہ بیٹھ کر پڑھنے والے کو کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے آدھا ثواب ملتا ہے اور لیٹے لیٹے پڑھنے والے کو بیٹھ کر پڑھنے والے سے آدھا ثواب ملتا ہے۔

تشریح اس حدیث میں ایک اصول بتایا گیا ہے کہ کھڑے ہو کر بیٹھ کر اور لیٹ کر نمازوں کے ثواب میں کیا تفاوت ہے۔ یہی صورت مسئلہ کہ لیٹ کر نماز جائز بھی ہے یا نہیں اس سے کوئی بحث نہیں کی گئی ہے اس لئے اس حدیث پر یہ سوال نہیں ہو سکتا کہ جب لیٹ کر نماز جائز ہی نہیں تو حدیث میں اس پر ثواب کا کیسے ذکر ہو رہا ہے؟ مصنف رحمہ اللہ نے بھی ان احادیث پر جو عنوان لگایا ہے اس کا مقصد اسی اصول کی وضاحت ہے۔ اس کی تفصیلات دوسرے مواقع پر شارع سے خود ثابت ہیں۔ اس لئے عملی حدود میں جواز اور عدم جواز کا فیصلہ انہیں تفصیلات کے پیش نظر ہو گا۔ اس باب کی پہلی دو احادیث پر بحث پہلے گزر چکی ہے کہ آنحضور ﷺ عذر کی وجہ سے مسجد میں نہیں جاسکتے تھے اس لئے آپ نے فرض اپنی قیامگاہ پر ادا کئے۔ صحابہ نماز سے فارغ ہو کر عیادت کے لئے حاضر ہوئے اور جب آپ کو نماز پڑھتے دیکھا تو آپ کے پیچھے انہوں نے بھی اقتداء کی نیت باندھ لی۔ صحابہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اس لئے آپ نے انہیں منع کیا کہ نفل نماز میں امام کی حالت کے اس طرح خلاف مقتدیوں کے لئے کھڑا ہونا مناسب نہیں ہے۔ (تفہیم البخاری، پ: ۵/ ص: ۱۳) جو مریض بیٹھ کر بھی نماز نہ پڑھ سکے وہ لیٹ کر پڑھ سکتا ہے۔ جس کے جواز میں کوئی شک نہیں۔ امام کے ساتھ مقتدیوں کا بیٹھ کر نماز پڑھنا بعد میں منسوخ ہو گیا۔

باب بیٹھ کر اشاروں سے نماز پڑھنا

(۱۱۱۶) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الوارث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حسین معلم نے بیان کیا اور ان سے عبد اللہ بن بریدہ نے کہ عمران بن حصین نے جنہیں بواسیر کا مرض تھا۔ اور کبھی

۱۸- بَابُ صَلَاةِ الْقَاعِدِ بِالْإِيمَاءِ

۱۱۱۶- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ الْمُعَلَّمُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ

ابو عمر نے یوں کہا کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیٹھ کر نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنا افضل ہے لیکن اگر کوئی بیٹھ کر نماز پڑھے تو کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے اسے آدھا ثواب ملے گا اور لیٹ کر پڑھنے والے کو بیٹھ کر پڑھنے والے سے آدھا ثواب ملے گا۔ ابو عبد اللہ (حضرت امام بخاری) فرماتے ہیں کہ حدیث کے الفاظ میں ناٹم مضطجع کے معنی میں ہے یعنی لیٹ کر نماز پڑھنے والا۔

باب جب بیٹھ کر بھی نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو کروش کے بل لیٹ کر پڑھے

اور عطاء رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر قبلہ رخ ہونے کی بھی طاقت نہ ہو تو جس طرف اس کا رخ ہو ادھر ہی نماز پڑھ سکتا ہے۔

(۱۱۷) ہم سے عبدان نے بیان کیا، ان سے امام عبد اللہ بن مبارک نے، ان سے ابراہیم بن طہمان نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے حسین مکتب نے (جو بچوں کو لکھنا سکھاتا تھا) بیان کیا، ان سے ابن بریدہ نے اور ان سے عمران بن حصین رحمہ اللہ نے کہا کہ مجھے بوا سیر کا مرض تھا۔ اس لئے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھا کرو اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر اور اگر اس کی بھی نہ ہو تو پہلو کے بل لیٹ کر پڑھ لو۔

باب اگر کسی شخص نے نماز بیٹھ کر شروع کی لیکن دوران نماز میں وہ تندرست ہو گیا یا مرض میں کچھ کمی محسوس کی تو باقی نماز کھڑے ہو کر پوری کرے اور امام حسن بصریؒ نے کہا کہ مریض دور رکعت بیٹھ کر اور دور رکعت کھڑے ہو کر پڑھ سکتا ہے

(۱۱۸) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تیشی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہیں ہشام بن عروہ نے،

حُصَيْنٍ وَكَانَ رَجُلًا مَبْسُورًا. وَقَالَ أَبُو مَعْمَرٍ مَرَّةً: عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: ((سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ صَلَاةِ الرَّجُلِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَقَالَ: ((مَنْ صَلَّى قَائِمًا فَهُوَ أَفْضَلُ، وَمَنْ صَلَّى قَاعِدًا فَلَهُ يَنْصَفُ أَجْرُ الْقَائِمِ، وَمَنْ صَلَّى نَائِمًا فَلَهُ يَنْصَفُ أَجْرِ الْقَاعِدِ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: نَائِمًا عِنْدِي مُضْطَجِعًا هَاهُنَا. [راجع: ۱۱۱۵]

۱۹- بَابُ إِذَا لَمْ يُطِيقْ قَاعِدًا صَلَّى عَلَى جَنْبٍ

وَقَالَ عَطَاءٌ: إِنْ لَمْ يَقْدِرْ عَلَى أَنْ يَتَّخِذَ إِلَى الْقِبْلَةِ صَلَّى حَيْثُ كَانَ وَجْهَهُ.

۱۱۱۷- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ طَهْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي الْحُسَيْنُ الْمُكْبِيُّ عَنْ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَتْ بِي بَوَاسِيرٌ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الصَّلَاةِ فَقَالَ: ((صَلِّ قَائِمًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ لِقَاعِدًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ)).

[راجع: ۱۱۱۵]

۲۰- بَابُ إِذَا صَلَّى قَاعِدًا ثُمَّ صَحَّ، أَوْ وَجَدَ خِفَةً، تَمَّمَ مَا بَقِيَ

وَقَالَ الْحَسَنُ: إِنْ شَاءَ الْمَرِيضُ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ قَاعِدًا، وَرَكَعَتَيْنِ قَائِمًا.

۱۱۱۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ غَزْوَةَ عَنْ

انہیں ان کے باپ عروہ بن زبیر نے اور انہیں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بیٹھ کر نماز پڑھتے نہیں دیکھا البتہ جب آپ ضعیف ہو گئے تو قرأت قرآن نماز میں بیٹھ کر کرتے تھے، پھر جب رکوع کا وقت آتا تو کھڑے ہو جاتے اور پھر تقریباً تیس یا چالیس آیتیں پڑھ کر رکوع کرتے۔

أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ ((أَنَّهَا لَمْ تَرَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي صَلَاةَ اللَّيْلِ قَاعِدًا قَطُّ حَتَّى أَسْنُ، لَكَانَ يَقْرَأُ قَاعِدًا حَتَّى إِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ قَامَ فَقَرَأَ نَحْوًا مِنْ ثَلَاثِينَ آيَةً أَوْ أَرْبَعِينَ آيَةً ثُمَّ رَكَعَ)).

[أطرافه في : ١١١٩، ١١٤٨، ١١٦١،

١١٦٨، ٤٨٣٧].

(۱۱۱۹) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تیمیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے عبد اللہ بن یزید اور عمر بن عبید اللہ کے غلام ابو النضر سے خبر دی، انہیں ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف نے، انہیں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز بیٹھ کر پڑھنا چاہتے تو قرأت بیٹھ کر کرتے۔ جب تقریباً تیس یا چالیس آیتیں پڑھنی باقی رہ جاتیں تو آپ انہیں کھڑے ہو کر پڑھتے۔ پھر رکوع اور سجدہ کرتے پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کرتے۔ نماز سے فارغ ہونے پر دیکھتے کہ میں جاگ رہی ہوں تو مجھ سے باتیں کرتے لیکن اگر میں سوتی ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی لیٹ جاتے۔

١١١٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ وَأَبِي النُّضَرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي جَالِسًا قَائِمًا وَهُوَ جَالِسٌ، فَإِذَا بَقِيَ مِنْ قِرَاءَتِهِ نَحْوُ مِنْ ثَلَاثِينَ أَوْ أَرْبَعِينَ آيَةً فَقَامَ فَقَرَأَهَا وَهُوَ قَائِمٌ، ثُمَّ يَرْكَعُ، ثُمَّ سَجَدَ، يَفْعَلُ فِي الرُّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذَلِكَ، فَإِذَا قَضَى صَلَاتَهُ نَظَرَ فَإِنْ كُنْتُ يَقْطِي تَحَدَّثَ مَعِي، وَإِنْ كُنْتُ نَائِمَةً اضْطَجَعَ)). [راجع: ١١١٨]

۱۹- کتاب العمجد

تہجد کا بیان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۱ - بَابُ التَّهَجُّدِ بِاللَّيْلِ، وَقَوْلُهُ
عَزَّ وَجَلَّ

﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ﴾

۱۱۲۰- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ أَبِي مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتَهَجَّدُ قَالَ: ((اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قِيمَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ مَلِكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ الْحَقُّ، وَوَعْدُكَ الْحَقُّ، وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ، وَقَوْلُكَ حَقٌّ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالنَّبِيُّونَ حَقٌّ، وَمُحَمَّدٌ ﷺ حَقٌّ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، اللَّهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ، وَبِكَ آمَنْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَإِلَيْكَ أُنَبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ، فَاعْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ، وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا

باب رات میں تہجد پڑھنا اور اللہ عزوجل نے (سورہ بنی اسرائیل میں) فرمایا ”اور رات کے ایک حصہ میں تہجد پڑھ، یہ آپ کے لئے زیادہ حکم ہے“

(۱۱۲۰) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سلیمان بن ابی مسلم نے بیان کیا، ان سے طاووس نے اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ جب رات میں تہجد کے لئے کھڑے ہوتے تو یہ دعا پڑھتے۔ (جس کا ترجمہ یہ ہے) ”اے میرے اللہ! ہر طرح کی تعریف تیرے ہی لئے زیبا ہے، تو آسمان اور زمین اور ان میں رہنے والی تمام مخلوق کا سنبھالنے والا ہے اور حمد تمام کی تمام بس تیرے ہی لئے مناسب ہے۔ آسمان و زمین اور ان کی تمام مخلوقات پر حکومت صرف تیرے ہی لئے ہے اور تعریف تیرے ہی لئے ہے، تو آسمان اور زمین کا نور ہے اور تعریف تیرے ہی لئے زیبا ہے، تو سچا ہے، تیرا وعدہ سچا، تیری ملاقات سچی، تیرا فرمان سچا ہے، جنت سچ ہے، دوزخ سچ ہے، انبیاء سچے ہیں، محمد ﷺ سچے ہیں اور قیامت کا ہونا سچ ہے۔ اے میرے اللہ! میں تیرا ہی فرمان بردار ہوں اور تجھی پر ایمان رکھتا ہوں، تجھی پر بھروسہ ہے، تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں، تیرے ہی عطا کئے ہوئے دلائل کے ذریعہ بحث کرتا ہوں اور تجھی کو حکم بناتا ہوں۔ پس جو خطائیں مجھ سے پہلے ہوئیں اور جو بعد میں ہوں گی ان سب کی مغفرت فرما، خواہ وہ

ظاہر ہوئی ہوں یا پوشیدہ۔ آگے کرنے والا اور پیچھے رکھنے والا تو ہی ہے۔ معبود صرف تو ہی ہے۔ یا (یہ کہا کہ) تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔“ ابو سفیان نے بیان کیا کہ عبدالکریم ابو امیہ نے اس دعائیں یہ زیادتی کی ہے ﴿لا حول ولا قوة الا بالله﴾ سفیان نے بیان کیا کہ سلیمان بن مسلم نے طاؤس سے یہ حدیث سنی تھی، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

أَعْلَنْتُ، أَنْتَ الْمَقْدُمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخَّرُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَوْ لَا إِلَهَ غَيْرُكَ)). قَالَ سُفْيَانُ: وَزَادَ عَبْدُ الْكَرِيمِ أَبُو أُمَيَّةَ ((وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ)). قَالَ سُفْيَانُ قَالَ سَلِيمَانُ بْنُ أَبِي مُسْلِمٍ سَمِعَهُ مِنْ طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[أطرافه في : ٦٣١٧ ، ٧٣٨٥ ، ٧٤٤٢ ، ٧٤٩٩]

[٧٤٩٩]

منہوں ہے کہ تہجد کی نماز کے لئے اٹھنے والے خوش نصیب مسلمان اٹھتے ہی پہلے یہ دعا پڑھ لیں۔ لفظ تہجد باب تفعل کا مصدر ہے اس کا مادہ ہجود ہے۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں۔ اصلہ ترک الہجود وهو النوم قال ابن فارس المتجد المصلی لیلۃ فتجد بہ ای اترک الہجود للصلوة یعنی اصل اس کا یہ ہے کہ رات کو سونا نماز کے لئے ترک کر دیا جائے۔ پس اصطلاحی معنی تہجد کے مصلیٰ (نمازی) کے ہیں، رات میں اپنی نیند کو خیر باد کہہ کر نماز میں مشغول ہو جائے۔ اصطلاح میں رات کی نماز کو نماز تہجد سے موسوم کیا گیا۔ آیت شریفہ کے جملہ ﴿نافلک﴾ کی تفسیر میں علامہ قسطلانی لکھتے ہیں۔ فربضة زائدة لك على الصلوات المفروضة خصصت بها من بین امتک روی الطبرانی باسناد ضعیف عن ابن عباس ان النافلة للنبي صلى الله عليه وسلم خاصة لانه امر بقيام الليل وكتب عليه دون امته یعنی تہجد کی نماز آنحضرت ﷺ کے لئے نماز ہجنگانہ کے علاوہ فرض کی گئی اور آپ کو اس بارے میں امت سے ممتاز قرار دیا گیا کہ امت کے لئے یہ فرض نہیں مگر آپ پر فرض ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی لفظ ﴿نافلک﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ خاص آپ کے لئے بطور ایک فرض نماز کے ہے۔ آپ رات کی نماز کے لئے مامور کئے گئے اور امت کے علاوہ آپ پر اسے فرض قرار دیا گیا۔ لیکن امام نوویؒ نے بیان کیا کہ بعد میں آپ کے اوپر سے بھی اس کی فرضیت کو منسوخ کر دیا گیا تھا۔

بہر حال نماز تہجد فرائض ہجنگانہ کے بعد بڑی اہم نماز ہے جو پچھلی رات میں ادا کی جاتی ہے اور اسکی گیارہ رکعات ہیں جن میں آٹھ رکعتیں دو دو کر کے سلام سے ادا کی جاتی ہیں اور آخر میں تین وتر پڑھے جاتے ہیں۔ یہی نماز رمضان میں تراویح سے موسوم کی گئی۔

باب رات کی نماز کی فضیلت کا بیان

(۱۱۳۱) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام بن یوسف صنعانی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے معمر نے حدیث بیان کی (دوسری سند) اور مجھ سے محمود بن غیلان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں سالم نے، انہیں ان کے باپ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ

۲- بَابُ فَضْلِ قِيَامِ اللَّيْلِ

۱۱۲۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ. ح. وَحَدَّثَنِي مَحْمُودٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ: عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ الرَّجُلُ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ ﷺ إِذَا رَأَى رُؤْيَا

علیہ وسلم کی زندگی میں جب کوئی خواب دیکھتا تو آپ سے بیان کرتا (آپ تعبیر دیتے) میرے بھی دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں بھی کوئی خواب دیکھتا اور آپ سے بیان کرتا۔ میں ابھی نوجوان تھا اور آپ کے زمانہ میں مسجد میں سوتا تھا۔ چنانچہ میں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے مجھے پکڑ کر دوزخ کی طرف لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ دوزخ پر کنویں کی طرح بندش ہے (یعنی اس پر کنویں کی سی منڈیر بنی ہوئی ہے) اس کے دو جانب تھے۔ دوزخ میں بہت سے ایسے لوگوں کو دیکھا جنہیں میں پہچانتا تھا۔ میں کہنے لگا دوزخ سے خدا کی پناہ! انہوں نے بیان کیا کہ پھر ہم کو ایک فرشتہ ملا اور اس نے مجھ سے کہا ڈرو نہیں۔

(۱۱۲۲) یہ خواب میں نے (اپنی بہن) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو سنایا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو۔ تعبیر میں آپ نے فرمایا کہ عبد اللہ بہت خوب لڑکا ہے۔ کاش رات میں نماز پڑھا کرتا۔ (راوی نے کہا کہ آپ کے اس فرمان کے بعد) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رات میں بہت کم سوتے تھے۔ (زیادہ عبادت ہی کرتے رہتے)

قَصَّهَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَتَمَنَّتْ أَنْ أَرَى رُؤْيَا فَأَقْصِيهَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَكُنْتُ غَلَامًا شَابًا، وَكُنْتُ أَنَا فِي الْمَسْجِدِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَرَأَيْتُ فِي النَّوْمِ كَأَنِّي مَلَكَئِي أَحَدَانِي فَلَذَّهَبَا بِي إِلَى النَّارِ، فَإِذَا هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ النَّبْرِ، وَإِذَا لَهَا قَرْنَانِ، وَإِذَا فِيهَا أَنَاسٌ قَدْ عَرَفْتُهُمْ، فَجَعَلْتُ أَقُولُ: أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ النَّارِ. قَالَ فَلَقِينَا مَلَكًا آخَرَ فَقَالَ لِي: لَمْ تُرْغَ). [راجع: ۴۴۰]

۱۱۲۲- فَقَصَّصْتُهَا عَلَى حَفْصَةَ، فَقَصَّصْتُهَا حَفْصَةَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((نَعَمْ الرَّجُلُ عَبْدُ اللَّهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ. فَكَانَ بَعْدَ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَلِيلًا.

[أطرافه في: ۱۱۵۷، ۳۷۳۹، ۳۷۵۷]

۳۷۴۱، ۷۰۱۶، ۷۰۲۹، ۷۰۳۱۔]

تشیخ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس خواب کو آنحضرت ﷺ نے ان کی رات میں غفلت کی غیند پر محمول فرمایا اور ارشاد ہوا کہ وہ بہت ہی اچھے آدمی ہیں مگر اتنی کسر ہے کہ رات کو نماز تہجد نہیں پڑھتے۔ اس کے بعد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نماز تہجد کو اپنی زندگی کا معمول بنا لیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز تہجد کی بے حد فضیلت ہے۔ اس بارے میں کئی احادیث مروی ہیں۔ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ علیکم بقیام اللیل فانہ داب الصالحین قبلکم یعنی اپنے لئے نماز تہجد کو لازم کر لو یہ تمام صالحین نیکو کار بندوں کا طریقہ ہے۔ حدیث سے یہ بھی نکلتا ہے کہ رات میں تہجد پڑھنا دوزخ سے نجات پانے کا باعث ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ان دن والدہ نے نصیحت فرمائی تھی رات بہت سونا اچھا نہیں جس سے آدمی قیامت کے دن محتاج ہو کر رہ جائے گا۔

باب رات کی نمازوں میں لمبے

سجدے کرنا

(۱۱۲۳) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے عروہ نے خبر دی اور

۳- بَابُ طَوْلِ السُّجُودِ فِي قِيَامِ اللَّيْلِ

۱۱۲۳- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ

انہیں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رات میں) گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ آپ کی یہی نماز تھی۔ لیکن اس کے سجدے اتنے لمبے ہوا کرتے کہ تم میں سے کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اٹھانے سے قبل پچاس آیتیں پڑھ سکتا تھا (اور طلوع فجر ہونے پر) فجر کی نماز سے پہلے آپ دو رکعت سنت پڑھتے۔ اس کے بعد دائیں پہلو پر لیٹ جاتے۔ آخر مؤذن آپ کو نماز کے لئے بلائے آتا۔

أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، كَانَتْ بِلَاكَ صَلَاتِهِ، يَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذَلِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَأُ أَحَدُكُمْ خَمْسِينَ آيَةً قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ، وَيَتَوَكَّعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ. ثُمَّ يَضْطَجِعُ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمُنَادِي لِلصَّلَاةِ)). [راجع: ۶۶۶]

نتیجہ فجر کی سنتوں کے بعد تھوڑی دیر کے لئے داہنی کروٹ پر لیٹنا آنحضرت ﷺ کا معمول تھا۔ جس قدر روایات فجر کی سنتوں کے بارے میں مروی ہیں ان سے بیشتر میں اس "اصطلاح" کا ذکر ملتا ہے، اسی لئے ابجدیٹ کا یہ معمول ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی ہر سنت اور آپ کی ہر مبارک عادت کو اپنے لئے سرمایہ نجات جانتے ہیں۔ پچھلے کچھ متعصب و متشدد قسم کے بعض حنفی علماء نے اس لینے کو بدعت قرار دے دیا تھا مگر آج کل سنجیدگی کا دور ہے اس میں کوئی اوٹ پٹانگ بات ہانک دینا کسی بھی اہل علم کے لئے زیبا نہیں، اسی لئے آج کل کے سنجیدہ علمائے احناف نے پہلے متشدد خیال والوں کی تردید کی ہے اور صاف لفظوں میں آنحضرت ﷺ کے اس فعل کا اقرار کیا ہے۔ چنانچہ صاحب تفسیر البغاری کے یہاں یہ الفاظ ہیں:

"اس حدیث میں سنت فجر کے بعد لینے کا ذکر ہے، احناف کی طرف اس مسئلے کی نسبت غلط ہے کہ ان کے نزدیک سنت فجر کے بعد لیٹنا بدعت ہے۔ اس میں بدعت کا کوئی سوال ہی نہیں۔ یہ تو حضور ﷺ کی عادت تھی، عبادات سے اس کا کوئی تعلق ہی نہیں البتہ ضروری سمجھ کر فجر کی سنتوں کے بعد لیٹنا پسندیدہ نہیں خیال کیا جاسکتا، اس حیثیت سے کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عادت تھی اس میں اگر آپ کی اتباع کی جائے تو ضرور اجر و ثواب ملے گا"

فاضل موصوف نے بہر حال اس عادت نبوی پر عمل کرنے والوں کے لئے اجر و ثواب کا فتویٰ دے ہی دیا ہے۔ باقی یہ کہنا کہ عبادات سے اس کا کوئی تعلق نہیں غلط ہے، موصوف کو معلوم ہو گا کہ عبادت ہر وہ کام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی امور میں تقرب الی اللہ کے لئے انجام دیا۔ آپ کا یہ لینا بھی تقرب الی اللہ ہی کے لئے ہوتا تھا کیونکہ دوسری روایات میں موجود ہے کہ آپ اس وقت لیٹ کر یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ اللھم اجعل فی قلبی نوراً وفی بصری نوراً وفی سمعی نوراً وعن یمینی نوراً وعن یشاری نوراً وفوقی نوراً وتحتی نوراً وامامی نوراً وخلفی نوراً واجعل لی نوراً وفی لسانی نوراً وفی عصبی نوراً ولحمی نوراً ودمی نوراً وشعری نوراً وبشری نوراً واجعل فی نفسی نوراً واعظم لی نوراً اللھم اعطنی نوراً (صحیح مسلم) اس دعا کے بعد کون ذی عقل کہہ سکتا ہے کہ آپ کا یہ کام محض عادت ہی سے متعلق تھا اور بالفرض آپ کی عادت ہی سہی بہر حال آپ کے سچے فدا یوں کے لئے آپ کی ہر ادا آپ کی ہر عادت آپ کا ہر طور طریقہ زندگی باعث صد فخر و مباہلت ہے۔ اللہ عمل کی توفیق بخشے آمین۔

یہ مصطفیٰ برسل خویش را کہ دین ہمہ اوست

وگر با و نہ رسیدی تمام بولبی است

آپ سجدے میں یہ بار بار کہا کرتے سبحک اللھم ربنا وبحمدک اللھم اغفر لی ایک روایت میں یوں ہے سبحک لا الہ الا انت سلف صالحین بھی آنحضرت ﷺ کی پیروی میں لمبا سجدہ کرتے۔ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اتنی دیر تک سجدہ میں رہے کہ چڑیاں اتر کر ان کی

پیٹھ پر بیٹھ جائیں اور سمجھیں کہ یہ کوئی دیوار ہے (وحیدی)

۴- بَابُ تَرْكِ الْقِيَامِ لِلْمَرِيضِ

۱۱۲۴- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ الْأَسْوَدِ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدُبًا يَقُولُ: ((اشْتَكَى النَّبِيُّ ﷺ، فَلَمْ يَقُمْ لَيْلَةً أَوْ لَيْلَتَيْنِ)). [أطرافه في : ۱۱۲۵، ۴۹۵۰، ۴۹۸۳].

۱۱۲۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((وَاحْتَسَبَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَتْ امْرَأَةٌ مِنْ قُرَيْشٍ أَبْطَأَ عَلَيْهِ شَيْطَانُهُ))، فَزَلَّتْ: ﴿وَالضُّحَى﴾ وَاللَّيْلُ إِذَا سَجَى، مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَى)).

[راجع: ۱۱۲۴]

ترجمہ یہ ہے قسم ہے چاشت کے وقت کی اور قسم ہے رات کی جب وہ ڈھانپ لے تیرے مالک نے نہ تجھ کو چھوڑا نہ تجھ سے غمے ہوا۔ اس حدیث کی مناسبت ترجمہ باب سے مشکل ہے اور اصل یہ ہے کہ یہ حدیث اگلی حدیث کا تتمہ ہے جب آپ بیمار ہوئے تھے تو رات کا قیام چھوڑ دیا تھا۔ اسی زمانہ میں حضرت جبرائیل نے بھی آنا موقوف کر دیا اور شیطان ابولسب کی پیروی (ام جمیل بنت حرب اخت ابی سفیان امراة ابی لب حمالة الحلب) نے یہ فقرہ کہا۔ چنانچہ ابن ابی حاتم نے جندبؓ سے روایت کیا کہ آپ کی انگلی کو پتھر کی مار لگی آپ نے فرمایا اهل انت الا اصبع دمیت وفي سبیل الله ما لقیقت تو ہے کیا ایک انگلی ہے اللہ کی راہ میں تجھ کو مار لگی خون آلودہ ہوئی۔ اسی تکلیف سے آپ دو تین روز تہجد کے لئے بھی نہ اٹھ سکے تو ایک عورت (مذکورہ ام جمیل) کہنے لگی میں سمجھتی ہوں اب تیرے شیطان نے تجھ کو چھوڑ دیا۔ اس وقت یہ سورۃ اتزی ﴿والضحی واللیل اذا سجدی ما ودعک ربک وما قلی﴾ (الضحیٰ: ۱-۳) (وحیدی)

احادیث گذشتہ کو بخاری شریف کے بعض نسخوں میں لفظ ح سے نقل کر کے ہر دو کو ایک ہی حدیث شمار کیا گیا ہے۔

۵- بَابُ تَخْرِیضِ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى

قِيَامِ اللَّيْلِ وَالنَّوَافِلِ مِنْ غَيْرِ إِنْجَابٍ وَطَرَقَ النَّبِيُّ ﷺ فَاطِمَةَ وَعَلِيًّا

باب مریض بیماری میں تہجد ترک کر سکتا ہے

(۱۱۲۳) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے اسود بن قیس سے بیان کیا، کہا کہ میں نے جندبؓ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ بیمار ہوئے تو ایک یا دو رات تک (نماز کے لئے) نہ اٹھ سکے۔

(۱۱۲۵) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں سفیان ثوری نے اسود بن قیس سے خبر دی، ان سے جندب بن عبد اللہؓ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام (ایک مرتبہ چند دنوں تک) نبی کریم ﷺ کے پاس (وحی لے کر) نہیں آئے تو قریش کی ایک عورت (ام جمیل ابولسب کی بیوی) نے کہا کہ اب اس کے شیطان نے اس کے پاس آنے سے دیر لگائی۔ اس پر یہ سورت اتزی۔ ﴿والضحی واللیل اذا سجدی ما ودعک ربک وما قلی﴾

باب نبی کریم ﷺ کا رات کی نماز اور نوافل پڑھنے کے لئے ترغیب دلانا لیکن واجب نہ کرنا۔ ایک رات نبی کریم ﷺ حضرت فاطمہ اور حضرت علیؓ کے پاس رات کی نماز

عَلَيْهِمَا السَّلَامُ لَيْلَةَ لِلصَّلَاةِ

کے لئے جگانے آئے تھے۔

(۱۱۲۶) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں ہند بنت حارث نے اور انہیں ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ ایک رات جاگے تو فرمایا سبحان اللہ! آج رات کیا کیا بلائیں اتری ہیں اور ساتھ ہی (رحمت اور عنایت کے) کیسے خزانے نازل ہوئے ہیں۔ ان حجرے والیوں (ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن) کو کوئی جگانے والا ہے افسوس! کہ دنیا میں بہت سی کپڑے پہننے والی عورتیں آخرت میں ننگی ہوں گی۔

۱۱۲۶ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدِ بِنْتِ الْحَارِثِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اسْتَيْقَظَ لَيْلَةً فَقَالَ: ((سُبْحَانَ اللَّهِ، مَاذَا أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتْنَةِ، مَاذَا أُنْزِلَ مِنَ الْخَزَائِنِ، مَنْ يَوْقِظُ صَوَاجِبَ الْحُجُرَاتِ؟ يَا رَبُّ كَاسِيَةً فِي الدُّنْيَا عَارِيَةً فِي الْآخِرَةِ.

[راجع: ۱۱۵]

(۱۱۲۷) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، کہا کہ مجھے حضرت زین العابدین علی بن حسین نے خبر دی اور انہیں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ ایک رات ان کے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، آپ نے فرمایا کہ کیا تم لوگ (تہجد کی) نماز نہیں پڑھو گے؟ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! ہماری روحیں خدا کے قبضہ میں ہیں، جب وہ چاہے گا ہمیں اٹھا دے گا۔ ہماری اس عرض پر آپ واپس تشریف لے گئے۔ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن واپس جاتے ہوئے میں نے سنا کہ آپ رات پر ہاتھ مار کر (سورہ کف کی یہ آیت پڑھ رہے تھے) آدمی سب سے زیادہ جھگڑا لو ہے۔ ﴿وَمَا كَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شُنًى جَدَلًا﴾

۱۱۲۷ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ طَرَفَهُ وَفَاطِمَةَ بِنْتَ النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةً فَقَالَ: ((أَلَا تَصَلِّيَانِ؟)) فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْفُسَنَا بِيَدِ اللَّهِ، فَإِذَا شَاءَ أَنْ يَنْعَثَنَا بَعَثْنَا. فَانْصَرَفَ حِينَ قُلْنَا ذَلِكَ وَلَمْ يَزِجْ إِلَيْنَا شَيْئًا، ثُمَّ سَمِعْتُهُ وَهُوَ مُوَلِّ يَضْرِبُ فَخُذَهُ وَهُوَ يَقُولُ: ﴿وَمَا كَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شُنًى جَدَلًا﴾.

[أطرافه في: ۴۷۲۴، ۷۳۴۷، ۷۴۶۵].

تہجد یعنی آپ نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کو رات کی نماز کی طرف رغبت دلائی لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عذر سن کر آپ چپ ہو گئے۔ اگر نماز فرض ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عذر قاتل قبول نہیں ہو سکتا تھا۔ البتہ جاتے ہوئے تاسف کا اظہار ضرور کر دیا۔

مولانا وحید الزماں لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب فی الحقیقت درست تھا مگر اس کا استعمال اس موقع پر درست نہ تھا کیونکہ دنیا دار کو تکلیف ہے اس میں نفس پر زور ڈال کر تمام اوامر الہی کو بجالانا چاہئے۔ تقدیر پر تکیہ کر لینا اور عبادت سے قاصر ہو کر بیٹھنا اور

جب کوئی اچھی بات کا حکم کرے تو تقدیر پر حوالہ کرنا کج بجٹی اور جھگڑا ہے۔ تقدیر کا اعتقاد اس لئے نہیں ہے کہ آدمی اپنا بچ ہو کر بیٹھ رہے اور تدبیر سے غافل ہو جائے۔ بلکہ تقدیر کا مطلب یہ ہے کہ سب کچھ محنت اور مشقت اور اسباب حاصل کرنے میں کوشش کرے مگر یہ سمجھے رہے کہ ہو گا وہی جو اللہ نے قسمت میں لکھا ہے۔ چونکہ رات کا وقت تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ سے چھوٹے اور داماد تھے لہذا آپ نے اس موقع پر تطویل بحث اور سوال جواب کو نامناسب سمجھ کر کچھ جواب نہ دیا مگر آپ کو اس جواب سے افسوس ہوا۔

(۱۱۲۸) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ

ہم سے امام مالک نے ابن شہاب زہری سے بیان کیا، ان سے عروہ نے، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کام کو چھوڑ دیتے اور آپ کو اس کا کرنا پسند ہوتا۔ اس خیال سے ترک کر دیتے کہ دوسرے صحابہ بھی اس پر (آپ کو دیکھ کر) عمل شروع کر دیں اور اس طرح وہ کام ان پر فرض ہو جائے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے چاشت کی نماز کبھی نہیں پڑھی لیکن میں پڑھتی ہوں۔

۱۱۲۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ

: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((إِنَّ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيَدْعُ الْعَمَلَ وَهُوَ يُحِبُّ أَنْ يَعْمَلَ بِهِ خَشْيَةً أَنْ يَعْمَلَ بِهِ النَّاسُ فَيَفْرَضَ عَلَيْهِمْ، وَمَا سَبَّحَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ سُبْحَةَ الصُّحَى قَطُّ، وَإِنِّي لَأَسْبَحُهَا)).

[طرفہ فی: ۱۱۷۷]۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو شاید وہ قصہ معلوم نہ ہو گا جس کو ام ہانی نے نقل کیا کہ آپ نے فتح مکہ کے دن چاشت کی نماز پڑھی۔ باب کا مطلب حدیث سے یوں نکلتا ہے کہ چاشت کی نفل نماز کا پڑھنا آپ کو پسند تھا۔ جب پسند ہوا تو گویا آپ نے اس پر ترغیب دلائی اور پھر اس کو واجب نہ کیا۔ کیونکہ آپ نے خود اس کو نہیں پڑھا، بعضوں نے کہا آپ نے کبھی چاشت کی نماز نہیں پڑھی، اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے بیٹھی کے ساتھ کبھی نہیں پڑھی کیونکہ دوسری روایت سے آپ کا یہ نماز پڑھنا ثابت ہے۔

(۱۱۲۹) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ

ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب زہری نے، انہیں عروہ بن زبیر نے، انہیں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات مسجد میں نماز پڑھی۔ صحابہ نے بھی آپ کے ساتھ یہ نماز پڑھی، دوسری رات بھی آپ نے یہ نماز پڑھی تو نمازیوں کی تعداد بہت بڑھ گئی تیسری یا چوتھی رات تو پورا اجتماع ہی ہو گیا تھا۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس رات نماز پڑھانے تشریف نہیں لائے۔ صبح کے وقت آپ نے فرمایا کہ تم لوگ جتنی بڑی تعداد میں جمع ہو گئے تھے میں نے اسے دیکھا لیکن مجھے باہر آنے سے یہ خیال مانع رہا کہ کہیں تم پر یہ نماز فرض نہ ہو جائے۔ یہ رمضان کا واقعہ تھا۔

۱۱۲۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ

قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَصَلَّى بِصَلَاتِهِ نَاسٌ، ثُمَّ صَلَّى مِنَ الْقَابِلَةِ فَكَثُرَ النَّاسُ، ثُمَّ اجْتَمَعُوا مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّلَاثَةِ أَوْ الرَّابِعَةِ فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ: ((قَدْ رَأَيْتُ الَّذِي صَنَعْتُمْ، وَلَمْ يَمْنَعْنِي مِنَ الْخُرُوجِ إِلَيْكُمْ إِلَّا أَنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ، وَذَلِكَ فِي

رَمَضَانَ)). [راجع: ۷۲۹]

تشریح اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند راتوں میں رمضان کی نفل نماز صحابہ کرامؓ کو جماعت سے پڑھائی، بعد میں اس خیال سے کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے آپؐ نے جماعت کا اہتمام ترک فرما دیا۔ اس سے رمضان شریف میں نماز تراویح باجماعت کی مشروعیت ثابت ہوئی۔ آپؐ نے یہ نفل نماز گیارہ رکعات پڑھائی تھی۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے۔ چنانچہ علامہ شوکانی فرماتے ہیں:

واما العدد الثابت عنه صلى الله عليه وسلم في صلواته في رمضان فاخرج البخاري وغيره عن عائشة انها قالت ما كان النبي صلى الله عليه وسلم يزيد في رمضان ولا في غيره على إحدى عشرة ركعة واخرج ابن حبان في صحيحه من حديث جابر انه صلى الله عليه وسلم صلى بهم ثمان ركعات ثم اوتر (نیل الاوطار) اور رمضان کی اس نماز میں آنحضرت ﷺ سے جو عدد صحیح سند کے ساتھ ثابت ہیں وہ یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ آپؐ نے رمضان اور غیر رمضان میں اس نماز کو گیارہ رکعات سے زیادہ ادا نہیں فرمایا اور مسند ابن حبان میں بسند صحیح مزید وضاحت یہ موجود ہے کہ آپؐ نے آٹھ رکعتیں پڑھائیں پھر تین و تر پڑھائے۔ پس ثابت ہوا کہ آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو رمضان میں تراویح باجماعت گیارہ رکعات پڑھائی تھیں اور تراویح و تجد میں یہی عدد منون ہے، باقی تفصیلات اپنے مقام پر آئیں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

باب آنحضرت ﷺ رات کو نماز میں اتنی دیر تک کھڑے

رہتے کہ پاؤں سوج جاتے

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپؐ کے پاؤں پھٹ جاتے تھے۔ فطور کے معنی عربی زبان میں پھٹنا اور قرآن شریف میں لفظ انفطرت اسی سے ہے یعنی جب آسمان پھٹ جائے۔ (۱۱۳۰) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معمر نے بیان کیا، ان سے زیاد بن علاقہ نے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ نبی ﷺ اتنی دیر تک کھڑے ہو کر نماز پڑھتے رہتے کہ آپؐ کے قدم یا (یہ کہا کہ) پنڈلیوں پر ورم آجاتا، جب آپؐ سے اس کے متعلق کچھ عرض کیا جاتا تو فرماتے ”کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ ہوں؟“۔

۶- بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ ﷺ بِاللَّيْلِ حَتَّى

تَرَمَ قَدَمَاهُ

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: كَانَ يَقُومُ حَتَّى تَفْطَرُ قَدَمَاهُ: وَالْفُطُورُ: الشَّقُوقُ. انْفَطَرَتْ: انشَقَّتْ. ۱۱۳۰- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْنَرٌ عَنْ زِيَادٍ قَالَ: سَمِعْتُ الْمَغِيرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: إِنْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَيَقُومُ أَوْ لَيَصْلِي حَتَّى تَرَمَ قَدَمَاهُ - أَوْ سَأَاهُ - فَيَقَالَ لَهُ، فَيَقُولُ: ((أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا؟)).

[طرفاء فی: ۴۸۳۶، ۶۴۷۱]۔

سورہ مزمل کے شروع نزول کے زمانہ میں آپؐ کا یہی معمول تھا کہ رات کے اکثر حصوں میں آپؐ عبادت میں مشغول رہتے تھے۔

باب جو شخص سحر کے وقت سو گیا

(۱۱۳۱) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عمرو بن دینار نے بیان کیا کہ عمرو بن

۷- بَابُ مَنْ نَامَ عِنْدَ السَّحْرِ

۱۱۳۱- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ

اوس نے انہیں خبر دی اور انہیں عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ سب نمازوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ نماز داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور روزوں میں بھی داؤد علیہ السلام ہی کا روزہ۔ آپ آدمی رات تک سوتے، اس کے بعد تہائی رات نماز پڑھنے میں گزارتے۔ پھر رات کے چھٹے حصے میں بھی سو جاتے۔ اسی طرح آپ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔

أَنَّ عَمْرَو بْنَ أَوْسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو بْنَ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَهُ: ((أَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللَّهِ صَلَاةُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَأَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللَّهِ صِيَامُ دَاوُدَ، وَكَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُومُ ثُلُثَهُ وَيَنَامُ سُدُسَهُ، وَيَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا)).

[أطرافه في : ١١٥٢، ١١٥٣، ١٩٧٤،

١٩٧٥، ١٩٧٦، ١٩٧٧، ١٩٧٨،

١٩٧٩، ١٩٨٠، ٣٤١٨، ٣٤١٩،

٣٤٢٠، ٥٠٥٢، ٥٠٥٣، ٥٠٥٤،

٥١٩٩، ٦١٣٤، ٦٢٧٧].

رات کے بارہ گھنٹے ہوتے ہیں تو پہلے چھ گھنٹے میں سو جاتے، پھر چار گھنٹے عبادت کرتے، پھر دو گھنٹے سو رہتے۔ گویا سحر کے وقت

سوتے ہوتے یہی ترجمہ باب ہے۔

(۱۱۳۲) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا کہ مجھے میرے باپ عثمان بن جبلة نے شعبہ سے خبر دی، انہیں اشعث نے، اشعث نے کہا کہ میں نے اپنے باپ (سلیم بن اسود) سے سنا اور میرے باپ نے مسروق سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ کو کون سا عمل زیادہ پسند تھا؟ آپ نے جواب دیا کہ جس پر بیشک کی جائے (خواہ وہ کوئی بھی نیک کام ہو) میں نے دریافت کیا کہ آپ (رات میں نماز کے لئے) کب کھڑے ہوتے تھے؟ آپ نے فرمایا کہ جب مرغ کی آواز سنتے۔ ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ابو الاحوص سلام بن سلیم نے خبر دی، ان سے اشعث نے بیان کیا کہ مرغ کی آواز سنتے ہی آپ کھڑے ہو جاتے اور نماز پڑھتے۔

١١٣٢- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَشْعَثَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ سَمِعْتُ مَسْرُوقًا قَالَ ((سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَيُّ الْعَمَلِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ؟ قَالَتْ: الدَّائِمُ قُلْتُ: مَتَى كَانَ يَقُومُ؟ قَالَتْ: يَقُومُ إِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ)). حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو الْأَخْوَصِ عَنْ الْأَشْعَثِ قَالَ: ((إِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ قَامَ فَصَلَّى)).

[أطرافه في : ٦٤٦١، ٦٤٦٢، ٦٤٦٣].

کہتے ہیں کہ پہلے پھل مرغ آدمی رات کے وقت بانگ دیتا ہے۔ احمد اور ابو داؤد میں ہے کہ مرغ کو برا مت کہو وہ نماز کے لئے جگاتا ہے۔ مرغ کی عادت ہے کہ فجر طلوع ہوتے ہی اور سورج کے ڈھلنے پر بانگ دیا کرتا ہے۔ یہ خدا کی فطرت ہے۔ پہلے حضرت امام بخاریؒ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی شب بیداری کا حال بیان کیا۔ پھر ہمارے پیغمبر ﷺ کا بھی عمل اس کے مطابق ثابت کیا

تو ان دونوں حدیثوں سے یہ نکلا کہ آپ اول شب میں آدمی رات تک سوتے رہتے پھر مرغ کی بانگ کے وقت یعنی آدمی رات پر اٹھتے۔ پھر آگے کی حدیث سے یہ ثابت کیا کہ سحر کو آپ سوتے ہوتے۔ پس آپ کا اور حضرت داؤد کا عمل یکساں ہو گیا۔ عراقی نے اپنی کتاب سیرت میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ایک سفید مرغ تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۱۱۳۳- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ (۱۱۳۳) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، کہا کہ میرے باپ سعد بن ابراہیم نے اپنے چچا ابو سلمہ سے بیان کیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ انہوں نے اپنے یہاں سحر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ لیٹے ہوئے پایا۔

عادت مبارکہ تھی کہ تہجد سے فارغ ہو کر آپ قبل فجر سحر کے وقت تھوڑی دیر آرام فرمایا کرتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہی بیان فرما رہی ہیں۔

باب اس بارے میں جو سحری کھانے کے بعد صبح کی نماز پڑھنے تک نہیں سویا

۸- بَابُ مَنْ تَسَحَّرَ فَلَمْ يَنْمَ حَتَّى صَلَّى الصُّبْحَ

(۱۱۳۴) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے روح بن عبادہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سعید بن ابی عروبہ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے، ان سے انس بن مالک نے کہ نبی کریم ﷺ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ دونوں نے مل کر سحری کھائی، سحری سے فارغ ہو کر آپ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور دونوں نے نماز پڑھی۔ ہم نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ سحری سے فراغت اور نماز شروع کرنے کے درمیان کتنا فاصلہ رہا ہو گا؟ آپ نے جواب دیا کہ اتنی دیر میں ایک آدمی پچاس آیتیں پڑھ سکتا ہے۔

۱۱۳۴- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ((أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تَسَحَّرَا. فَلَمَّا فَرَّغَا مِنْ سَحُورِهِمَا قَامَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلَّى. قُلْنَا لِأَنَسٍ: كَمْ كَانَ بَيْنَ فَرَائِهِمَا مِنْ سَحُورِهِمَا وَدُخُولِهِمَا فِي الصَّلَاةِ؟ قَالَ: كَقَدْرِ مَا يَقْرَأُ الرَّجُلُ خَمْسِينَ آيَةً)).

[راجع: ۵۷۶]

شرح امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس سے پہلے جو احادیث بیان ہوئی ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ تہجد پڑھ کر لیٹ جاتے تھے اور پھر مؤذن صبح کی نماز کی اطلاع دینے آتا تھا لیکن یہ بھی آپ سے ثابت ہے کہ آپ اس وقت لیٹتے نہیں تھے بلکہ صبح کی نماز پڑھتے تھے۔ آپ کا یہ معمول رمضان کے مہینہ میں تھا کہ سحری کے بعد تھوڑا سا توقف فرماتے پھر فجر کی نماز اندھیرے میں ہی شروع کر دیتے تھے (تفہیم البخاری) پس معلوم ہوا کہ فجر کی نماز غلغلے میں پڑھنا سنت ہے جو لوگ اس سنت کا انکار کرتے اور فجر کی نماز ہمیشہ سورج نکلنے کے قریب پڑھتے ہیں وہ یقیناً سنت کے خلاف کرتے ہیں۔

باب رات کے قیام میں نماز کو لمبا کرنا (یعنی قرأت بہت کرنا) (۱۱۳۵) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے اعمش سے بیان کیا، ان سے ابو وائل نے اور ان سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک مرتبہ رات میں نماز پڑھی۔ آپ نے اتنا لمبا قیام کیا کہ میرے دل میں ایک غلط خیال پیدا ہو گیا۔ ہم نے پوچھا کہ وہ غلط خیال کیا تھا تو آپ نے بتایا کہ میں نے سوچا کہ بیٹھ جاؤں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ دوں۔

یہ ایک وسوسہ تھا جو حضرت مسعودؓ کے دل میں آیا تھا مگر وہ فوراً سنبھل کر اس وسوسہ سے باز آ گئے۔ حدیث سے یہ نکلا کہ رات کی نماز میں آپ بہت لمبی قرأت کیا کرتے تھے۔

(۱۱۳۶) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد بن عبد اللہ نے بیان کیا، ان سے حصین بن عبد الرحمن نے ان سے ابو وائل نے اور ان سے حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ جب رات میں تہجد کے لئے کھڑے ہوتے تو پہلے اپنا منہ مسواک سے خوب صاف کرتے۔

۹- بَابُ طُولِ الصَّلَاةِ فِي قِيَامِ اللَّيْلِ
۱۱۳۵- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةً، فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتَّى هَمَمْتُ بِأَمْرِ سَوْءٍ. قُلْنَا: وَمَا هَمَمْتَ؟ قَالَ: هَمَمْتُ أَنْ أَفْعُدَ وَأَذَرَ النَّبِيَّ ﷺ)).

۱۱۳۶- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا قَامَ لِلتَّهَجُّدِ مِنَ اللَّيْلِ يَشْوِصُ فَاةً بِالسَّوَاكِ)).

[راجع: ۲۴۵]

تہجد کے لئے مسواک کا خاص اہتمام اس لئے تھا کہ مسواک کر لینے سے نیند کا خمار بخوبی اتر جاتا ہے۔ آپ اس طرح نیند کا خمار اتار کر طول قیام کے لئے اپنے کو تیار فرماتے۔ یہاں اس حدیث اور باب میں یہی وجہ مطابقت ہے۔

باب نبی کریم ﷺ کی رات کی نماز کی کیا کیفیت تھی؟ اور رات کی نماز کیوں کر پڑھنی چاہئے؟

(۱۱۳۷) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعبہ نے زہری سے خبر دی، کہا کہ مجھے سالم بن عبد اللہ نے خبر دی کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک شخص نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ! رات کی نماز کس طرح پڑھی جائے؟ آپ نے فرمایا دو دو رکعت اور جب طلوع صبح ہونے کا اندیشہ ہو تو ایک رکعت وتر پڑھ کر اپنی ساری نماز کو طاق بنالے۔

۱۰- بَابُ كَيْفِ صَلَاةِ اللَّيْلِ وَكَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ؟

۱۱۳۷- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ غُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((إِنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ صَلَاةُ اللَّيْلِ؟ قَالَ: ((مَثْنَى، مَثْنَى، فَإِذَا خِفَتِ الصُّبْحُ فَأَوْتِرَ

[راجع: ۴۷۲] بَوَاحِدَةً)).

رات کی نماز کی کیفیت بتلائی کہ وہ دو رکعت پڑھی جائے۔ اس طرح آخر میں ایک رکعت وتر پڑھ کر اسے طاق بنالیا جائے۔ اسی بنا پر رات کی نماز کو جس کا نام غیر رمضان میں تہجد ہے اور رمضان میں تراویح، گیارہ رکعت پڑھنا مسنون ہے جس میں آٹھ رکعتیں دو دو رکعت کے سلام سے پڑھی جائیں گی پھر آخر میں تین رکعات وتر ہوں گے یا دس رکعات ادا کر کے آخر میں ایک رکعت وتر پڑھ لیا جائے اور اگر فجر قریب ہو تو پھر جس قدر بھی رکعتیں پڑھی جا چکی ہیں ان پر اکتفا کرتے ہوئے ایک رکعت وتر پڑھ کر ان کو طاق بنالیا جائے۔ اس حدیث سے صاف ایک رکعت وتر ثابت ہے۔ مگر حنفی حضرات ایک رکعت وتر کا انکار کرتے ہیں۔

اس حدیث کے ذیل علامہ قسطلانی فرماتے ہیں: وهو حجة للشافعية على جواز الايتار برکعة واحدة قال النووي وهو مذهب الجمهور وقال ابو حنيفة لا يصح بواحدة ولا تكون الركعة الواحدة صلوة قط والاحاديث الصحيحة ترد عليه۔

یعنی اس حدیث سے ایک رکعت وتر کا صحیح ہونا ثابت ہو رہا ہے اور جمہور کا یہی مذہب ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اس کا انکار کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک رکعت کوئی نماز ہی نہیں ہے حالانکہ احادیث صحیحہ ان کے اس خیال کی تردید کر رہی ہیں۔

۱۱۳۸- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو جَمْرَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ صَلَاةَ النَّبِيِّ ﷺ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً يَغْنِي بِاللَّيْلِ)).

۱۱۳۸- ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے کہا کہ مجھ سے ابو حمزہ نے بیان کیا اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کی رات کی نماز تیرہ رکعت ہوتی تھی۔

۱۱۳۹- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا عُيَيْنَةُ اللَّهِ بْنِ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنِي إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي حُصَيْنٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ وَثَّابٍ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ ((سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِاللَّيْلِ فَقَالَتْ: سَبْعٌ وَتَسَعٌ وَإِخْدَى عَشْرَةٌ، مِوَى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ)).

۱۱۳۹- ہم سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں اسرائیل نے خبر دی، انہیں ابو حصین عثمان بن عاصم نے، انہیں یحییٰ بن وثاب نے، انہیں مسروق بن اجدع نے، آپ نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کی رات کی نماز کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ آپ سات نو اور گیارہ تک رکعتیں پڑھتے تھے۔ فجر کی سنت اس کے سوا ہوتی۔

رات کی نماز سے مراد غیر رمضان میں نماز تہجد اور رمضان میں نماز تراویح ہے۔

۱۱۴۰- حَدَّثَنَا عُيَيْنَةُ اللَّهِ بْنِ مُوسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا حَظَلَّةٌ عَنْ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً، مِنْهَا الْوُتْرُ وَرَكْعَتَا الْفَجْرِ)).

۱۱۴۰- ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں حنظلہ بن ابی سفیان نے خبر دی، انہیں قاسم بن محمد نے اور انہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے، آپ نے بتلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات میں تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ وتر اور فجر کی دو سنت رکعتیں اسی میں ہوتیں۔

ترسمیت یعنی دس رکعتیں تہجد کی دو دو کر کے پڑھتے۔ پھر ایک رکعت پڑھ کر سب کو طاق کر لیتے۔ یہ گیارہ تہجد اور وتر کی تہجدیں اور دو فجر کی سنتیں ملا کر تیرہ رکعتیں ہوتیں۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ آپؐ رمضان یا غیر رمضان میں کبھی گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ جن روایات میں آپؐ کا بیس رکعات تراویح پڑھنا مذکور ہے وہ سب ضعیف اور ناقابل احتجاج ہیں۔

باب آنحضرت ﷺ کی نماز رات میں اور سو جانا اور رات

کی نماز میں سے جو منسوخ ہوا (اس کا بیان)

اور اللہ تعالیٰ نے اسی باب میں (سورہ مزل میں) فرمایا اے کپڑا لپیٹنے والے! رات کو (نماز میں) کھڑا رہ آدھی رات یا اس سے کچھ کم مسبحا طویلاً تک۔ اور فرمایا کہ اللہ پاک جانتا ہے کہ تم رات کی اتنی عبادت کو نباہ نہ سکو گے تو تم کو معاف کر دیا۔ واستغفروا اللہ ان اللہ غفوراً رحیم تک۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا قرآن میں جو لفظ ناشئۃ اللیل ہے تو نشا کے معنی حبشی زبان میں کھڑا ہوا اور وطاً کے معنی موافق ہونا یعنی رات کا قرآن کان اور آنکھ اور دل کو ملا کر پڑھا جاتا ہے۔

اس کو بھی عبد بن حمید نے وصل کیا یعنی رات کو بوجہ سکوت اور خاموشی کے قرآن پڑھنے میں دل اور زبان اور کان اور آنکھ سب اسی کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ ورنہ دن کو آنکھ کسی طرف پڑتی ہے، کان کہیں لگتا ہے، دل کہیں ہوتا ہے۔

(۱۱۴۱) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، ان سے حمید طویل نے، انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینہ میں روزہ نہ رکھتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ اب آپؐ اس مہینہ میں روزہ ہی نہیں رکھیں گے اور اگر کسی مہینہ میں روزہ رکھنا شروع کرتے تو خیال ہوتا کہ اب آپؐ کا اس مہینہ کا ایک دن بھی بغیر روزہ کے نہیں رہ جائے گا اور رات کو نماز تو ایسی پڑھتے تھے کہ تم جب چاہتے آپؐ کو نماز پڑھتے دیکھ لیتے اور جب چاہتے سوتا دیکھ لیتے۔ محمد بن جعفر کے ساتھ اس حدیث کو سلیمان اور ابو خالد نے بھی حمید سے روایت کیا ہے۔

۱۱ - بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ ﷺ بِاللَّيْلِ وَنَوْمِهِ، وَمَا نُسِخَ مِنْ قِيَامِ اللَّيْلِ وَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُ قُمْ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا، نَصْفَهُ إِلَى قَوْلِهِ سَبْحًا طَوِيلًا﴾. وَقَوْلُهُ: ﴿عَلِمَ أَنْ لَنْ تُحْصَوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ﴾، إِلَى قَوْلِهِ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: نَشَأَ قَامَ بِالْحَبَشَةِ. وَطَاءَ مَوَاطَاةَ الْقُرْآنِ، أَشَدُّ مَوَافَقَةً لِسَمْعِهِ وَبَصَرِهِ وَقَلْبِهِ. لِيُوَاطِنُوا: لِيُوَافِقُوا.

۱۱۴۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتَّى نَظُنَّ أَنْ لَا يَصُومَ مِنْهُ، وَيَصُومُ حَتَّى نَظُنَّ أَنْ لَا يُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا. وَكَانَ لَا تَشَاءُ أَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا إِلَّا رَأَيْتَهُ، وَلَا نَائِمًا إِلَّا رَأَيْتَهُ)). تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ وَأَبُو خَالِدٍ الْأَخْمَرِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ.

[أطرافه في: ۱۹۷۲، ۱۹۷۳، ۳۵۶۱].

اس کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ ساری رات سوتے بھی نہیں تھے اور ساری رات جاگتے اور عبادت بھی نہیں کرتے تھے۔ ہر

رات میں سوتے اور عبادت بھی کرتے تو جو شخص آپ کو جس حال میں دیکھنا چاہتا دیکھ لیتا۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ساری رات جاگنا اور عبادت کرنا یا ہمیشہ روزہ رکھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت سے بڑھ کر ہے۔ ان کو اتنا شعور نہیں کہ ساری رات جاگتے رہنے سے یا ہمیشہ روزہ رکھنے سے نفس کو عادت ہو جاتی ہے پھر اس کو عبادت میں کوئی تکلیف نہیں رہتی۔ مشکل یہی ہے کہ رات کو سونے کی عادت بھی رہے اسی طرح دن میں کھانے پینے کی اور پھر نفس پر زور ڈال کر جب ہی چاہے اس کی عادت توڑے۔ مٹھی نیند سے منہ موڑے۔ پس جو آنحضرت ﷺ نے کیا وہی افضل اور وہی اعلیٰ اور وہی مشکل ہے۔ آپ کی نوبتیاں تھیں آپ ان کا حق بھی ادا فرماتے، اپنے نفس کا بھی حق ادا کرتے۔ اپنے عزیز و اقارب اور عام مسلمانوں کے بھی حقوق ادا فرماتے۔ اس کے ساتھ خدا کی بھی عبادت کرتے، کئے اس کے لئے کتنا بڑا دل اور جگر چاہئے۔ ایک سوٹا لے کر لگوت ہاندھ کر اکیلے دم بیٹھ رہتا اور بے فکری سے ایک طرف کے ہو جاتا یہ نفس پر بہت سہل ہے۔

باب جب آدمی رات کو نماز نہ پڑھے تو شیطان کا گدی پر گرہ لگاتا

۱۲- بَابُ عَقْدِ الشَّيْطَانِ عَلَى قَافِيَةِ الرَّأْسِ إِذَا لَمْ يُصَلِّ بِاللَّيْلِ

(۱۱۴۲) ہم سے عبد اللہ بن یوسف ثمالی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں ابو الزناد نے، انہیں اعرج نے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان آدمی کے سر کے پیچھے رات میں سوتے وقت تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ پر یہ افسوس پھونک دیتا ہے کہ سو جا ابھی رات بہت باقی ہے پھر اگر کوئی بیدار ہو کر اللہ کی یاد کرنے لگا تو ایک گرہ کھل جاتی ہے پھر جب وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر اگر نماز (فرض یا نفل) پڑھے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے۔ اس طرح صبح کے وقت آدمی چاق و چوبند خوش مزاج رہتا ہے۔ ورنہ ست اور بد باطن رہتا ہے۔

۱۱۴۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((يَعْقُدُ الشَّيْطَانُ عَلَى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ إِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عَقَدٍ، يَضْرِبُ عَلَى مَكَانِ كُلِّ عَقْدَةٍ: عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيلٌ فَارْقُدْ. فَإِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللَّهَ انْحَلَّتْ عَقْدَةٌ. فَإِنِ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عَقْدَةٌ، فَإِنِ صَلَّى انْحَلَّتْ عَقْدُهُ، فَأَصْبَحَ نَشِيطًا طَيِّبَ النَّفْسِ، وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيثَ النَّفْسِ كَسَلَانًا)). [طرفہ بی: ۳۲۶۹]۔

حدیث میں جو آیا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے۔ حقیقت میں شیطان گرہیں لگاتا ہے اور یہ گرہیں ایک شیطانی دھاگے میں ہوتی ہیں وہ دھاگہ گدی پر رہتا ہے۔ امام احمد کی روایت میں صاف یہ ہے کہ ایک رسی سے گرہ لگاتا ہے بعضوں نے کہا گرہ لگانے سے یہ مقصود ہے کہ شیطان جادو گر کی طرح اس پر اپنا افسوس چلاتا ہے اور اسے نماز سے غافل کرنے کے لئے تھک تھک کر سلا دیتا ہے۔

(۱۱۴۳) ہم سے مؤمل بن ہشام نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسلمیل بن علیہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عوف اعرابی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو رجاء نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سمروہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب بیان

۱۱۴۳- حَدَّثَنَا مُؤَمِّلُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي

الرُّؤْيَا قَالَ : (أَمَّا الَّذِي يُفْلَعُ رَأْسُهُ بِالْحَجَرِ فَإِنَّهُ يَأْخُذُ الْقُرْآنَ فَيَرْفُضُهُ وَيَنَامُ عَنِ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ). [راجع: ۸۴۵]

کرتے ہوئے فرمایا کہ جس کا سر پتھر سے چکلا جا رہا تھا وہ قرآن کا حافظ تھا مگر وہ قرآن سے غافل ہو گیا تھا اور فرض نماز پڑھے بغیر سو جایا کرتا تھا۔

یعنی عشاء کی نماز نہ پڑھتا نہ فجر کے لئے اٹھتا حالانکہ اس نے قرآن پڑھا تھا مگر اس پر عمل نہیں کیا بلکہ اس کو بھلا بیٹھا۔ آج دوزخ میں اس کو یہ سزا مل رہی ہے۔ یہ حدیث تفصیل کے ساتھ آگے آئے گی۔

۱۳- بَابُ إِذَا نَامَ وَلَمْ يُصَلِّ بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أَذْنِهِ

باب جو شخص سوتا رہے اور (صبح کی) نماز نہ پڑھے، معلوم ہوا کہ شیطان نے اس کے کانوں میں پیشاب کر دیا ہے۔

۱۱۴۴- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَخْوَصِ قَالَ: حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ذَكَرَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ فَقِيلَ: مَا زَالَ نَائِمًا حَتَّى أَصْبَحَ، مَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ فَقَالَ: ((بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أَذْنِهِ)).

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو الاخوص سلام بن سلیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے منصور بن معتمر نے ابو وائل سے بیان کیا اور ان سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک شخص کا ذکر آیا کہ وہ صبح تک پڑا سوتا رہا اور فرض نماز کے لئے بھی نہیں اٹھا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ شیطان نے اس کے کان میں پیشاب کر دیا ہے۔

[طرفہ بی: ۳۲۷۰]

جب شیطان کھاتا پیتا ہے تو پیشاب بھی کرتا ہو گا۔ اس میں کوئی امر قیاس کے خلاف نہیں ہے۔ بعضوں نے کہا پیشاب کرنے سے یہ مطلب ہے کہ شیطان نے اس کو اپنا محکوم بنالیا اور کان کی تخصیص اس وجہ سے کی ہے کہ آدمی کان ہی سے آواز سن کر بیدار ہوتا ہے۔ شیطان نے اس میں پیشاب کر کے اس کے کان بھر دیئے۔ قال القرطبی وغیرہ لا مانع من ذلك الا احالة فيه لانه ثبت ان الشيطان ياكل ويشرب وينكح فلا مانع من ان يبول (فصح الباری) یعنی قرطبی وغیرہ نے کہا کہ اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ جب یہ ثابت ہے کہ شیطان کھاتا پیتا اور شادی بھی کرتا ہے تو اس کا ایسے غافل بے نمازی آدمی کے کان میں پیشاب کر دینا کیا بعید ہے۔

باب آخر رات میں دعا اور نماز کا بیان

اور اللہ تعالیٰ نے (سورۃ والذاریات میں) فرمایا کہ

رات میں وہ بہت کم سوتے اور سحر کے وقت

استغفار کرتے تھے۔ بھجوع کے معنی سونا۔

۱۱۴۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَأَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْأَعْمَرِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((يَنْزِلُ رَبُّنَا

ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ قعنی نے بیان کیا، ان سے امام مالکؒ نے، ان سے ابن شہابؒ نے، ان سے ابو سلمہ عبد الرحمنؒ اور ابو عبد اللہ اغمر نے اور ان دونوں حضرات سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا پروردگار بلند

۱۴- بَابُ الدُّعَاءِ وَالصَّلَاةِ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ وَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿كَانُوا قَلِيلًا مِنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ﴾ أَيْ مَا يَنَامُونَ ﴿وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾

۱۱۴۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَأَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْأَعْمَرِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((يَنْزِلُ رَبُّنَا

تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلُّ لَيْلَةٍ إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا حَتَّى يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرِ يَقُولُ: مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ، مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ، مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ)).

برکت والا ہر رات کو اس وقت آسمان دنیا پر آتا ہے جب رات کا آخری تہائی حصہ رہ جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کوئی مجھ سے دعا کرنے والا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں، کوئی مجھ سے مانگنے والا ہے کہ میں اسے دوں کوئی مجھ سے بخشش طلب کرنے والا ہے کہ میں اس کو بخش دوں۔

[طرفہ فی: ۶۳۲۱، ۷۴۹۴]۔

تَشْرِیح

بلا تاویل و بلا تکلیف اللہ پاک رب العالمین کا عرش معلیٰ سے آسمان دنیا پر اترنا برحق ہے۔ جس طرح اس کا عرش عظیم پر مستوی ہونا برحق ہے۔ اہل الحدیث کا ازاوّل تا آخر یہی عقیدہ ہے۔ قرآن مجید کی سات آیات میں اللہ کا عرش پر مستوی ہونا بیان کیا گیا ہے۔ چونکہ آسمان بھی سات ہی ہیں لہذا ان ساتوں کے اوپر عرش عظیم اور اس پر اللہ کا استواء اسی لئے سات آیات میں مذکور ہوا۔ پہلی آیت سورہ اعراف میں ہے: ﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ﴾ (الاعراف: ۵۴) تمہارا رب وہ ہے جس نے چھ ایام میں آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔ پھر وہ عرش پر مستوی ہوا۔ دوسری آیت سورہ یونس میں ہے ﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ يُذِيقُ الْآمَنُ﴾ (یونس: ۳) بے شک تمہارا رب وہ ہے جس نے چھ دنوں میں زمین و آسمان کو بنایا پھر وہ عرش پر قائم ہوا۔ تیسری آیت سورہ رد میں ہے ﴿اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ﴾ (الرعد: ۲) اللہ وہ ہے جس نے بغیر ستونوں کے اونچے آسمان بنائے جن کو تم دیکھ رہے ہو پھر وہ عرش پر قائم ہوا۔ چوتھی آیت سورہ ط میں ہے ﴿تَنزِيلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالسَّمَوَاتِ الْعُلَى الْأَرْضُ وَالْعَرْشُ اسْتَوَى﴾ (ط: ۲۰) یعنی اس قرآن کا نازل کرنا اس کا کام ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا پھر وہ رحمن عرش کے اوپر مستوی ہوا۔ پانچویں آیت سورہ فرقان میں ہے ﴿الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ﴾ (الفرقان: ۵۹) وہ اللہ جس نے زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے سب کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر قائم ہوا۔ چھٹی آیت سورہ سجدہ میں ہے ﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ﴾ (السجدہ: ۴) اللہ وہ ہے جس نے زمین و آسمانوں کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے چھ دنوں میں بنایا وہ پھر عرش پر قائم ہوا۔ ساتویں آیت سورہ حدید میں ہے ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَخْرُجُ فِيهَا وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ (الحدید: ۳) یعنی اللہ وہ ذات پاک ہے جس نے چھ دنوں میں زمین و آسمانوں کو بنایا وہ پھر عرش پر قائم ہوا ان سب چیزوں کو جانتا ہے جو زمین میں داخل ہوتی ہیں اور جو کچھ اس سے باہر نکلتی ہیں اور جو چیزیں آسمان سے اترتی ہیں اور جو کچھ آسمان کی طرف چڑھتی ہیں وہ سب سے واقف ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو اور اللہ پاک تمہارے سارے کاموں کو دیکھنے والا ہے۔

ان سات آیتوں میں صراحت کے ساتھ اللہ پاک کا عرش عظیم پر مستوی ہونا مذکور ہے۔ آیات قرآنی کے علاوہ پندرہ احادیث نبوی ایسی ہیں جن میں اللہ پاک کا آسمانوں کے اوپر عرش اعظم پر ہونا مذکور ہے اور جن سے اس کے لئے جہت فوق ثابت ہے۔ اس حقیقت کے بعد اس باری تعالیٰ و تقدس کا عرش عظیم سے آسمان دنیا پر نزول فرمانا یہ بھی برحق ہے۔

حضرت علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس بارے میں ایک مستقل کتاب بنام نزول الرب الی السماء الدنیا تحریر فرمائی ہے جس میں بدلائل واضح اس کا آسمان دنیا پر نازل ہونا ثابت فرمایا ہے۔

حضرت علامہ وحید الزماں صاحب کے لفظوں میں خلاصہ یہ ہے یعنی وہ خود اپنی ذات سے اترتا ہے جیسے دوسری روایت میں ہے

نزل بذاہ اب یہ تاویل کرنا کہ اس کی رحمت اترتی ہے، محض فاسد ہے۔ علاوہ اس کے اس کی رحمت اتر کر آسمان تک رہ جانے سے ہم کو فائدہ ہی کیا ہے، اس طرح یہ تاویل کہ ایک فرشتہ اس کا اترتا ہے یہ بھی فاسد ہے کیونکہ فرشتہ یہ کیسے کہہ سکتا ہے جو کوئی مجھ سے دعا کرے میں قبول کروں گا، منہ بخش دوں گا۔ دعا قبول کرنا یا گناہوں کا بخش دینا خاص پروردگار کا کام ہے۔ اہل حدیث نے اس قسم کی حدیثوں کو جن میں صفات الہی کا بیان ہے، بہ دل و جان قبول کیا ہے اور ان کے اپنے ظاہری معنی پر محمول رکھا ہے۔ مگر یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس کی صفات مخلوق کی صفات کے مشابہ نہیں ہیں اور ہمارے اصحاب میں سے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اس حدیث کی شرح میں ایک کتاب لکھی ہے جو دیکھنے کے قاتل ہے اور مخالفوں کے تمام اعتراضوں اور شبہوں کا جواب دیا ہے۔

اس حدیث پر روشنی ڈالتے ہوئے الحدیث الکبیر حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب مبارکپوریؒ فرماتے ہیں: ومنہم من اجراء علی ماورد مومنا بہ علی طریق الاجمال منزہا اللہ تعالیٰ من الکیفیۃ والتشبیہ وہم جمہور السلف ونقلہ البیہقی وغیرہ عن الانمۃ الاربعۃ السیفانیین والحمادیین والاوزاعی واللیث وغیرہم وهذا القول ہوالحق فعلیک اتباع جمہور السلف وایاک ان تکون من اصحاب التاویل واللہ تعالیٰ اعلم (تحفۃ الاحوذی) یعنی سلف صالحین وائمہ اربعہ اور بیشتر علمائے دین اسلاف کرام کا یہی عقیدہ ہے کہ وہ بغیر تاویل اور کیفیت اور تشبیہ کے کہ اللہ اس سے پاک ہے جس طرح سے یہ صفات باری تعالیٰ وارد ہوئی ہیں، ان پر ایمان رکھتے ہیں اور یہی حق اور صواب ہے۔ پس سلف کی اتباع لازم پڑ لے اور تاویل والوں میں سے مت ہو کہ یہی حق ہے۔ واللہ اعلم۔

باب جو شخص رات کے شروع میں سو جائے

اور اخیر میں جاگے

۱۵- بَابُ مَنْ نَامَ أَوَّلَ اللَّيْلِ

وَأَخَّرَ آخِرَهُ

اور حضرت سلمان فارسی نے ابو درداء (رضی اللہ عنہما) سے فرمایا کہ شروع رات میں سو جا اور آخر رات میں عبادت کر۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا تھا کہ سلمان نے بالکل سچ کہا

وَقَالَ سَلْمَانُ لِأَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: نَمْ. فَلَمَّا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ قَالَ: قُمْ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((صَدَقَ سَلْمَانُ)).

(۱۱۳۶) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، (دوسری سند) اور مجھ سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ابو اسحاق عمرو بن عبد اللہ نے، ان سے اسود بن یزید نے، انہوں نے بتلایا کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات میں نماز کیونکر پڑھتے تھے؟ آپ نے بتلایا کہ شروع رات میں سو رہتے اور آخر رات میں بیدار ہو کر تہجد کی نماز پڑھتے۔ اس کے بعد بستر پر آ جاتے اور جب مؤذن اذان دیتا تو جلدی سے اٹھ بیٹھتے۔ اگر غسل کی ضرورت ہوتی تو غسل کرتے ورنہ وضو کر کے باہر تشریف لے جاتے۔

۱۱۴۶- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ - ح وَحَدَّثَنِي سَلْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ - عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ ((سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: كَيْفَ صَلَاةُ النَّبِيِّ ﷺ بِاللَّيْلِ؟ قَالَتْ كَانَ يَنَامُ أَوَّلَهُ، وَيَقُومُ آخِرَهُ فَيُصَلِّي، ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى فِرَاشِهِ، فَإِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ وَتَبَّ، فَإِنْ كَانَتْ بِهِ حَاجَةٌ اغْتَسَلَ، وَإِلَّا تَوَضَّأَ وَخَرَجَ)).

طلب یہ کہ نہ ساری رات سوتے ہی رہتے نہ ساری رات نماز ہی پڑھتے رہتے بلکہ درمیانی راستہ آپ کو پسند تھا اور یہی

منوں ہے۔

۱۶- بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ ﷺ بِاللَّيْلِ فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ

۱۱۴۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبَرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ((كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ فِي رَمَضَانَ؟ فَقَالَتْ: مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةِ رَكْعَةٍ: يُصَلِّي أَرْبَعًا، فَلَا تَسْأَلُ عَنْ حُسَيْنٍ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا، فَلَا تَسْأَلُ عَنْ حُسَيْنٍ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُؤْتَبَرَ؟ فَقَالَ: ((يَا عَائِشَةُ إِنَّ عَيْنِي تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي)).

[طرفہ فی: ۲۰۱۳، ۳۵۶۹۔]

باب نبی کریم ﷺ کا رمضان اور غیر رمضان میں رات کو نماز پڑھنا

(۱۱۴۷) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالکؒ نے خبر دی، انہیں سعید بن ابوسعید مقبری نے خبر دی، انہیں ابوسلمہ بن عبد الرحمن نے خبر دی کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے انہوں نے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں (رات کو) کتنی رکعتیں پڑھتے تھے۔ آپ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رات میں) گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ خواہ رمضان کا مہینہ ہوتا کہ یا کوئی اور۔ پہلے آپ چار رکعت پڑھتے۔ ان کی خوبی اور لمبائی کا کیا پوچھنا۔ پھر آپ چار رکعت اور پڑھتے ان کی خوبی اور لمبائی کا کیا پوچھنا۔ پھر تین رکعتیں پڑھتے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ وتر پڑھنے سے پہلے ہی سو جاتے ہیں؟ اس پر آپ نے فرمایا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔

ان ہی گیارہ رکعتوں کو تراویح قرار دیا گیا ہے اور آنحضرت ﷺ سے رمضان اور غیر رمضان میں بروایات صحیحہ ہی گیارہ رکعات ثابت ہیں۔ رمضان شریف میں یہ نماز تراویح کے نام سے موسوم ہوئی اور غیر رمضان میں تہجد کے نام سے پکاری گئی۔ پس سنت نبوی صرف آٹھ رکعات تراویح اس طرح کل گیارہ رکعات ادا کرنی ثابت ہیں۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث سے مزید وضاحت ہوتی ہے۔

عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان ثمان رکعات والوتر علامہ محمد بن نصر مروزی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو رمضان میں آٹھ رکعات تراویح اور وتر پڑھا دیا (یعنی کل گیارہ رکعات)

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کہ رسول اللہ ﷺ ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علیٰ احدى عشرة رکعة رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔

بعض لوگوں کو اس سے غلط فہمی ہو گئی۔ ہے کہ یہ تہجد کے بارے میں ہے تراویح کے بارے میں نہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ رسول

اللہ ﷺ نے رمضان میں تراویح اور تہجد الگ دو نمازیں قائم نہیں کیں وہی قیام رمضان (تراویح) یا بالفاظ دیگر تہجد گیارہ رکعت پڑھتے اور قیام رمضان (تراویح) کو حدیث شریف میں قیام اللیل (تہجد) بھی فرمایا ہے۔

رمضان میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ کو تراویح پڑھا کر فرمایا ”مجھ کو خوف ہوا کہ تم پر صلوٰۃ اللیل (تہجد) فرض نہ ہو جائے“ دیکھئے آپؐ نے تراویح کو تہجد فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ رمضان میں قیام رمضان (تراویح) اور صلوٰۃ اللیل (تہجد) ایک ہی نماز ہے۔

تراویح و تہجد کے ایک ہونے کی دوسری دلیل! عن ابی در قال صمنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان فلم یقم بنا شیئا منہ حتی بقی سبع لیل فقام بنا لیلۃ السابعة حتی مضی نحو من ثلث اللیل ثم كانت اللیلۃ السادسة التي تليها فلم یقم بناحتی كانت خامسة التي تليها قام بناحتی مضی نحو من شطر اللیل فقلت یارسول اللہ لو نفلتنا بقیة لیلتنا هذه فقال انه من قام مع الامام حتی ینصرف فانه يعدل قیام اللیلۃ ثم كانت الرابعة التي تليها فلم یقمها حتی كانت الثالثة التي تليها قال فجمع نسانه واهله واجتمع الناس قال فقام بناحتی خشینا ان یفوتنا الفلاح قبل وما الفلاح قال السحور ثم لم یقم بنا شیئا من بقیة الشهر رواه ابن ماجه حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہم نے رمضان کے روزے رکھے، آپؐ نے ہم کو آخر کے ہفتے میں تین طاق راتوں میں تراویح اس ترتیب سے پڑھائیں کہ پہلی رات کو اول وقت میں، دوسری رات کو نصف شب میں، پھر نصف بقیہ سے۔ سوال ہوا کہ اور نماز پڑھائیے! آپؐ نے فرمایا کہ جو امام کے ساتھ نماز ادا کرے اس کا پوری رات کا قیام ہو گا۔ پھر تیسری رات کو آخر شب میں اپنے اہل بیت کو جمع کر کے سب لوگوں کی جمیعت میں تراویح پڑھائیں، یہاں تک کہ ہم ڈرے کہ جماعت ہی میں سحری کا وقت نہ چلا جائے۔ اس حدیث کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور بخاری شریف میں یہ حدیث مختصر لفظوں میں کئی جگہ نقل ہوئی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپؐ نے اسی ایک نماز تراویح کو رات کے تین حصوں میں پڑھایا ہے اور اس تراویح کا وقت بعد عشاء کے اخیر رات تک اپنے فعل (اسوۃ حسنہ) سے بتا دیا جس میں تہجد کا وقت آگیا۔ پس فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو گیا کہ بعد عشاء کے آخر رات تک ایک ہی نماز ہے۔

نیز اس کی تائید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہوتی ہے جو آپؐ نے فرمایا والنہی تنامون عنها الفضل من النہی تقومون ”یہ تراویح پچھلی شب میں کہ جس میں تم سوتے ہو پڑھنے بہتر ہے اول وقت پڑھنا سے“۔ معلوم ہوا کہ نماز تراویح و تہجد ایک ہی ہے اور یہی مطلب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث کا ہے۔

نیز اسی حدیث پر امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب باندھا ہے کہ باب فضل من قام رمضان اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے حدیث مذکور پر یوں باب منعقد کیا ہے۔ باب مادی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان اور اسی طرح امام محمد شاگرد امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ نے باب قیام شہر رمضان کے تحت حدیث مذکور کو نقل کیا ہے۔ ان سب بزرگوں کی مراد بھی حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تراویح ہی ہے اور اوپر مفصل گزر چکا کہ اول رات سے آخر رات تک ایک ہی نماز ہے۔ اب رہا کہ ان تین راتوں میں کتنی رکعتیں پڑھائی تھیں؟ سو عرض ہے کہ علاوہ و تر آئندہ ہی رکعتیں پڑھائی تھیں۔ اسی کے ثبوت میں کئی روایات صحیحہ آئی ہیں جو ہدیہ ناظرین ہیں۔

علماء و فقہائے حنفیہ نے فرمادیا کہ آٹھ رکعت تراویح سنت نبوی ہے!

(۱) علامہ یعنی حنفی رحمہ اللہ عمدة القاری (جلد: ۳ / ص: ۵۹۷) میں فرماتے ہیں: فان قلت لم یبین فی الروایات المذكورة عدد

لصلوة التي صلها رسول الله صلى الله عليه وسلم في تلك الليالي قلت رواه ابن خزيمة وابن حبان من حديث جابر قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم في رمضان ثمان ركعات ثم اوتر ”اگر تو سوال کرے کہ جو نماز آپؐ نے تین راتوں میں پڑھائی تھی اس میں تعداد کا ذکر نہیں تو میں اس کے جواب میں کہوں گا کہ ابن خزيمة اور ابن حبان نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ

علیہ وسلم نے علاوہ وتر آٹھ رکعتیں پڑھائی تھیں۔“

(۲) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری (جلد: ۱/ ص: ۵۹۷) میں فرماتے ہیں کہ لم اری فی شئی من طرقہ بیان عدد صلواتہ فی تلک اللیالی لکن رواہ ابن خزیمة وابن حبان من حدیث جابر قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان ثمان رکعات ثم اوتر ”میں نے حدیث مذکورہ بالا کی کسی سند میں یہ نہیں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ نے ان تین راتوں میں کتنی رکعت پڑھائی تھیں۔ لیکن ابن خزیمة اور ابن حبان نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے علاوہ وتر آٹھ رکعت پڑھائی تھیں۔

(۳) علامہ زمعلی حنفی رحمہ اللہ نے نصب الرایہ فی تخریج احادیث المداہیہ (جلد: ۱/ ص: ۲۹۳) میں اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ عند ابن حبان فی صحیحہ عن جابر ابن عبد اللہ انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام صلیہم بہم ثمان رکعات والوتر ابن حبان نے اپنی صحیح میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے صحابہؓ کو آٹھ رکعت اور وتر پڑھائے یعنی کل گیارہ رکعات۔

(۴) امام محمد شاگرد امام اعظم رضی اللہ عنہ اپنی کتاب مؤطا امام محمد (ص: ۹۳) میں باب تراویح کے تحت فرماتے ہیں عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمن انہ سال عائشۃ کیف كانت صلوة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت ما کان رسول اللہ یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے مروی ہے کہ انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز کیونکر تھی تو بتلایا رمضان وغیر رمضان میں آپ گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ رمضان وغیر رمضان کی تحقیق پہلے گزر چکی ہے۔ پھر امام محمدؒ اس حدیث شریف کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں محمد وبہذا ناخذ کلمۃ یعنی ہمارا بھی ان سب حدیثوں پر عمل ہے، ہم ان سب کو لیتے ہیں۔

(۵) ہدایہ جلد اول کے حاشیہ پر ہے السنۃ ما واطب علیہ الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) فحسب فعلی هذه التعریف یکون السنۃ هو ذلک القدر المذكور وما زاد علیہ یکون مستحبا سنت وہی ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ کیا ہو۔ پس اس تعریف کے مطابق صرف مقدار مذکور (آٹھ رکعت ہی) سنت ہوگی اور جو اس سے زیادہ ہو وہ نماز مستحب ہوگی۔

(۶) امام ابن المہامی حنفی رحمہ اللہ فتح القدر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں ﴿فتحصل من هذا كله ان قيام رمضان سنة احدى عشرة ركعة بالوتر في جماعة فعلة صلى الله عليه وسلم﴾ ان تمام کا خلاصہ یہ ہے کہ رمضان کا قیام (تراویح) سنت مع وتر گیارہ رکعت باجماعت رسول اللہ ﷺ کے فعل (اسوۂ حسنہ) سے ثابت ہے۔

(۷) علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ اپنی کتاب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں ان التراویح فی الاصل احدى عشرة ركعة فعلة رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم نكرة لعذر دراصل تراویح رسول اللہ ﷺ کے فعل سے گیارہ ہی رکعت ثابت ہے۔ جن کو آپؐ نے پڑھا بعد میں عذر کی وجہ سے چھوڑ دیا۔

(۸) مولانا عبدالمجلی حنفی کھنوی رحمہ اللہ تعلیق المجد شرح مؤطا امام محمدؒ میں فرماتے ہیں واخرج ابن حبان فی صحیحہ من حدیث جابر انہ صلی بہم ثمان رکعات ثم اوتر وهذا اصح اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں جابرؓ کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو علاوہ وتر آٹھ رکعتیں پڑھائیں۔ یہ حدیث بہت صحیح ہے۔

ان حدیثوں سے صاف ثابت ہوا کہ رسول اکرم ﷺ آٹھ رکعت تراویح پڑھتے اور پڑھاتے تھے۔ جن روایات میں آپؐ کا بیس رکعات پڑھنا مذکور ہے وہ سب ضعیف اور ناقابل استدلال ہیں۔

صحابہؓ اور صحابیاتؓ کا حضور ﷺ کے زمانہ میں آٹھ رکعت تراویح پڑھنا!

(۹) امام محمد بن نصر مروزی نے قیام اللیل میں حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے جاء ابی ابن کعب فی رمضان فقال یا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کان اللیلة شئی قال وما ذاک یا ابی قال نسوة داری قلن انا لا نقرء القرآن فصلی خلفک بصلو تک فصلیت بہن لمان رکعات والوتر فسکت عنہ شبہ الرضاء ابی بن کعبؓ رمضان میں رسول خدا ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آج رات کو ایک خاص بات ہو گئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا اے ابی! وہ کیا بات ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میرے گھرانے کی عورتوں نے کہا کہ ہم قرآن نہیں پڑھتی ہیں اس لئے تمہارے پیچھے نماز (تراویح) تمہاری اقتدا میں پڑھیں گی۔ تو میں نے ان کو آٹھ رکعت اور وتر پڑھا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر سکوت فرمایا۔ گویا اس بات کو پسند فرمایا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صحابہؓ آپؐ کے زمانہ میں آٹھ رکعت (تراویح) پڑھتے تھے۔

حضرت عمر خلیفہؓ ثانی رضی اللہ عنہ کی نماز تراویح مع وتر گیارہ رکعت!

(۱۰) عن مساب ابن یزید قال امر عمر ابی ابن کعب و تمیما الداری ان یقوما للناس فی رمضان احدى عشرة رکعة الخ سائب بن یزید نے کہا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعبؓ اور تمیم داریؓ کو حکم دیا کہ رمضان شریف میں لوگوں کو گیارہ رکعت پڑھائیں (موطا امام مالک)

واضح ہوا کہ آٹھ اور گیارہ میں وتر کا فرق ہے اور علاوہ آٹھ رکعت تراویح کے وتر ایک تین اور پانچ پڑھنے حدیث شریف میں آئے ہیں اور میں تراویح کی روایت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں اور جو روایت ان سے نقل کی جاتی ہے وہ منقطع السند ہے۔ اس لئے کہ میں کا راوی یزید بن رومان ہے۔ اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔ چنانچہ علامہ عینی حنفی و علامہ زحلی حنفی رحمہما اللہ عمدة القاری اور نصب الراية میں فرماتے ہیں کہ یزید ابن رومان لم یدرک عمرؓ ”یزید بن رومان نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا“ اور جن لوگوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو پایا ہے ان کی روایات باتفاق گیارہ رکعت کی ہیں، ان میں حضرت سائب رضی اللہ عنہ کی روایت اوپر گزر چکی ہے۔

اور حضرت اعرجؓ ہیں جو کہتے ہیں کان القاری یقرء سورة البقرة فی ثمانی رکعات قاری سورہ بقرہ آٹھ رکعت میں ختم کرتا تھا (موطا امام مالک) فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب و تمیم داری اور سلیمان بن ابی حشہ رضی اللہ عنہ کو مع وتر گیارہ رکعت پڑھانے کا حکم دیا تھا (مصنف ابن ابی شیبہ) غرض حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ حکم حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہے۔ لہذا علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين سے بھی گیارہ پر عمل کرنا ثابت ہوا۔

فقہاء سے آٹھ کا ثبوت اور بیس کا ضعف!

(۱۱) علامہ ابن العمام حنفی رحمہ اللہ فتح القدیر شرح ہدایہ (جلد ۱: ص ۲۰۵) میں فرماتے ہیں میں رکعت تراویح کی حدیث ضعیف ہے۔ انہ مخالف للحديث الصحيح عن ابی سلمة ابن عبد الرحمن انه سال عائشة الحديث علاوہ بریں یہ (میں کی روایت) صحیح حدیث کے بھی خلاف ہے جو ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان وغیرہ رمضان میں گیارہ رکعت سے زائد نہ پڑھتے تھے۔

(۱۲) شیخ عبدالحق صاحب حنفی محدث دہلوی رحمہ اللہ فتح سر المنان میں فرماتے ہیں ولم یثبت رواية عشرين منه صلى الله عليه وسلم كما هو المتعارف الان الا فی رواية ابن ابی شیبہ وهو ضعيف وقد عارضه حديث عائشة وهو حديث صحيح جو میں تراویح مشہور و معروف ہیں آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں اور جو ابن ابی شیبہ میں ہیں کی روایت ہے وہ ضعیف ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحیح حدیث کے بھی مخالف ہے (جس میں مع وتر گیارہ رکعت ثابت ہیں)

(۱۳) شیخ عبدالحق حنفی محدث دہلوی رضی اللہ عنہ اپنی کتاب ما ثبت بالسنة (ص ۲۱۷) میں فرماتے ہیں والصحيح ما روتہ عائشة انه صلى الله عليه وسلم صلى احدى عشرة ركعة كما هو عادته فی قيام الليل وروی انه كان بعض السلف فی عهد عمر ابن عبدالعزيز يصلون

احدی عشرۃ رکعة قصدا تشبیہا برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحیح حدیث وہ ہے جس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے کہ آپؐ گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔ جیسا کہ آپؐ کی قیام اللیل کی عادت تھی اور روایت ہے کہ بعض سلف امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت میں گیارہ رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے تاکہ آنحضرت ﷺ کی سنت سے مشابہت پیدا کریں۔

اس سے معلوم ہوا کہ شیخ صاحبؒ خود آٹھ رکعت تراویح کے قائل تھے اور سلف صالحین میں بھی یہ مشہور تھا کہ آٹھ رکعت تراویح سنت نبویؐ ہے اور کیوں نہ ہو جب کہ خود جناب پیغمبر خدا ﷺ نے آٹھ رکعت تراویح پڑھیں اور صحابہ کرامؓ کو پڑھائیں۔ نیز ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو آٹھ رکعت تراویح پڑھائیں تو حضور اکرم ﷺ نے پسند فرمایا۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مع وثر گیارہ رکعت تراویح پڑھنے کا حکم تھا اور لوگ اس پر عمل کرتے تھے نیز حضرت عمر بن عبدالعزیز کے وقت میں لوگ آٹھ رکعت تراویح پر سنت رسولؐ سمجھ کر عمل کرتے تھے۔ اور امام مالک رضی اللہ عنہ نے بھی مع وثر گیارہ رکعت ہی کو سنت کے مطابق اختیار کیا ہے چنانچہ

(۱۴) علامہ یعنی حنفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ احدی عشرۃ رکعة وهو اختیار مالک لنفسه ”گیارہ رکعت کو امام مالک رحمہ اللہ نے اپنے لئے اختیار کیا ہے۔“

اسی طرح فقہاء و علماء مثل علامہ یعنی حنفی، علامہ زمہلی حنفی، حافظ ابن حجر، علامہ محمد بن نصر مروزی، شیخ عبدالحی صاحب حنفی محدث دہلوی، مولانا عبدالحق حنفی لکھنوی، رحمہ اللہ وغیرہم نے علاوہ وتر کے آٹھ رکعت تراویح کو صحیح اور سنت نبویؐ فرمایا ہے جن کے حوالے پہلے گزر چکے۔ اور امام محمد شامی، رشید امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہما نے تو فرمایا کہ وبهذا نأخذ کلمہ ”ہم ان سب حدیثوں کو لیتے ہیں“ یعنی ان گیارہ رکعت کی حدیثوں پر ہمارا عمل ہے۔ فاللہم للہ کہ مع وثر گیارہ رکعت تراویح کی مسنونیت ثابت ہو گئی۔

اس کے بعد سلف امت میں کچھ ایسے حضرات بھی ملتے ہیں جو بیس رکعات اور تیس رکعات اور چالیس رکعات تک بطور نفل نماز تراویح پڑھا کرتے تھے لہذا یہ دعویٰ کہ بیس رکعات پر اجماع ہو گیا، باطل ہے۔ اصل سنت نبویؐ آٹھ رکعت تراویح تین وتر کل گیارہ رکعات ہیں۔ نفل کے لئے ہر وقت اختیار ہے کوئی جس قدر چاہے پڑھ سکتا ہے۔ جن حضرات نے ہر رمضان میں آٹھ رکعات تراویح کو خلاف سنت کہنے کا مشغلہ بنا لیا ہے اور ایسا لکھنا یا کہنا ان کے خیال میں ضروری ہے وہ سخت غلطی میں مبتلا ہیں بلکہ اسے بھی ایک طرح سے تلبیس ابلیس کہا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو نیک سمجھ عطا کرے، آمین۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے جو رات کے نوافل چار چار رکعت ملا کر پڑھنا افضل کہا ہے، وہ اسی حدیث سے دلیل لیتے ہیں۔ حالانکہ اس سے استدلال صحیح نہیں کیونکہ اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ آپؐ چار چار کے بعد سلام پھیرتے۔ ممکن ہے کہ پہلے آپؐ چار رکعات (دو سلام کے ساتھ) بہت لمبی پڑھتے ہوں پھر دوسری چار رکعتیں (دو سلاموں کے ساتھ) ان سے لمبی پڑھتے ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے اس طرح ان چار چار رکعتوں کا علیحدہ علیحدہ ذکر فرمایا اور یہ بھی ممکن ہے کہ چار رکعتوں کا ایک سلام کے ساتھ پڑھنا مراد ہو۔ اسی لئے علامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ واما ما سبق من انه كان يصلي مثنى مثنى ثم واحدة لمحمول على وقت اخر فالامران جائزان یعنی جھلی روایات میں جو آپؐ کا دو دو رکعت پڑھنا مذکور ہوا ہے۔ پھر ایک رکعت وتر پڑھنا تو وہ دوسرے وقت پر محمول ہے اور یہ چار چار کر کے پڑھنا پھر تین وتر پڑھنا دوسرے وقت پر محمول ہے اس لئے ہر دو امر جائز ہیں۔

۱۱۴۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: (۱۱۳۸) ہم سے محمد بن شفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ هِشَامٍ قَالَ: بن سعید قسطلان نے بیان کیا اور انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام عروہ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا نے بیان کیا کہ مجھے میرے باپ عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کی کسی نماز میں بیٹھ کر قرآن پڑھتے نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ آپ بوڑھے ہو گئے تو بیٹھ کر قرآن پڑھتے تھے لیکن جب تیس چالیس آیتیں رہ جاتیں تو کھڑے ہو جاتے پھر ان کو پڑھ کر رکوع کرتے تھے۔

باب دن اور رات میں با وضو رہنے کی فضیلت اور وضو کے بعد رات اور دن میں نماز پڑھنے کی فضیلت کا بیان۔

(۱۱۴۹) ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو اسامہ حماد بن اسابہ نے بیان کیا، ان سے ابو حیان یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے ابو زرعہ نے بیان کیا اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فجر کے وقت پوچھا کہ اے بلال! مجھے اپنا سب سے زیادہ امید والا نیک کام بتاؤ جسے تم نے اسلام لانے کے بعد کیا ہے کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے تمہارے جوتوں کی چاپ سنی ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں نے تو اپنے نزدیک اس سے زیادہ امید کا کوئی کام نہیں کیا کہ جب میں نے رات یا دن میں کسی وقت بھی وضو کیا تو میں اس وضو سے نفل نماز پڑھتا رہتا جتنی میری تقدیر لکھی گئی تھی۔

یعنی جیسے تو بہشت میں چل رہا ہے اور تیری جوتیوں کی آواز نکل رہی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھلایا جو نظر آیا وہ ہونے والا تھا۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بہشت میں بیداری کے عالم میں اس دنیا میں رہ کر آنحضرت ﷺ کے سوا اور کوئی نہیں گیا، آپ معراج کی شب میں وہاں تشریف لے گئے۔ اسی طرح دوزخ میں اور یہ جو بعض فقراء سے منقول ہے کہ ان کا خادم حقہ کی آگ لینے کے لئے دوزخ میں گیا محض غلط ہے۔ بلالؓ دنیا میں بھی بطور خادم کے آنحضرت ﷺ کے آگے سامان وغیرہ لے کر چلا کرتے، ویسا ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو دکھلایا کہ بہشت میں بھی ہو گا۔ اس حدیث سے بلالؓ کی فضیلت نکلی اور ان کا جنتی ہونا ثابت ہوا (وحیدی)

باب عبادت میں بہت سختی اٹھانا

مکروہ ہے

(۱۱۵۰) ہم سے ابو معمر عبد اللہ بن عمرو نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے

قَالَتْ: ((مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ فِي شَيْءٍ مِنْ صَلَاةِ اللَّيْلِ جَالِسًا، حَتَّى إِذَا كَبَّرَ قَرَأَ جَالِسًا، فَإِذَا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنَ السُّورَةِ ثَلَاثُونَ أَوْ أَرْبَعُونَ آيَةً قَامَ فَقَرَأَهُنَّ، ثُمَّ رَكَعَ)). [راجع: ۱۱۱۸]

۱۷- بَابُ فَضْلِ الصَّلَاةِ بَعْدَ

الْوُضُوءِ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

۱۱۴۹- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ أَبِي حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِبَلَالٍ عِنْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ: ((يَا بَلَالُ حَدِّثْنِي بِأَرْجَى عَمَلٍ عَمِلْتَهُ فِي الْإِسْلَامِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ ذَكَرَ نَعْلِكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ)). قَالَ: مَا عَمِلْتُ عَمَلًا أَرْجَى عِنْدِي أَنِّي لَمْ أَتَطَهَّرْ طَهْرًا فِي سَاعَةِ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ إِلَّا صَلَّيْتُ بِذَلِكَ الطَّهْوَرِ مَا كُتِبَ لِي أَنْ أَصَلِّيَ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: ذَكَرَ نَعْلِكَ، يَعْنِي تَحْرِيرَكَ.

یعنی جیسے تو بہشت میں چل رہا ہے اور تیری جوتیوں کی آواز نکل رہی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھلایا جو نظر آیا وہ ہونے والا تھا۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بہشت میں بیداری کے عالم میں اس دنیا میں رہ کر آنحضرت ﷺ کے سوا اور کوئی نہیں گیا، آپ معراج کی شب میں وہاں تشریف لے گئے۔ اسی طرح دوزخ میں اور یہ جو بعض فقراء سے منقول ہے کہ ان کا خادم حقہ کی آگ لینے کے لئے دوزخ میں گیا محض غلط ہے۔ بلالؓ دنیا میں بھی بطور خادم کے آنحضرت ﷺ کے آگے سامان وغیرہ لے کر چلا کرتے، ویسا ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو دکھلایا کہ بہشت میں بھی ہو گا۔ اس حدیث سے بلالؓ کی فضیلت نکلی اور ان کا جنتی ہونا ثابت ہوا (وحیدی)

۱۸- بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّشْدِيدِ فِي

الْعِبَادَةِ

۱۱۵۰- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ

عبدالوارث بن سعد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن صہیب نے بیان کیا، ان سے انس بن مالکؓ نے کہ نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے۔ آپ کی نظر ایک رسی پر پڑی جو دو ستونوں کے درمیان تھی ہوئی تھی۔ دریافت فرمایا کہ یہ رسی کیسی ہے؟ لوگوں نے عرض کی کہ یہ حضرت زینبؓ نے باندھی ہے جب وہ نماز میں کھڑی کھڑی تھک جاتی ہیں تو اس سے لٹکی رہتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نہیں یہ رسی نہیں ہونی چاہئے اسے کھول ڈالو، تم میں ہر شخص کو چاہئے جب تک دل لگے نماز پڑھے، تھک جائے تو بیٹھ جائے۔

(۱۱۵۱) اور امام بخاریؒ نے فرمایا کہ ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنی نے بیان کیا، ان سے مالکؓ نے، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے حضرت عائشہؓ بھی بیٹھنے نے فرمایا کہ میرے پاس بنو اسد کی ایک عورت بیٹھی تھی، نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو ان کے متعلق پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ میں نے کہا کہ یہ فلاں خاتون ہیں جو رات بھر نہیں سوتیں۔ ان کی نماز کا آپؐ کے سامنے ذکر کیا گیا۔ لیکن آپؐ نے فرمایا کہ بس تمہیں صرف اتنا ہی عمل کرنا چاہئے جتنے کی تم میں طاقت ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو (ثواب دینے سے) تھکتا ہی نہیں تم ہی عمل کرتے کرتے تھک جاؤ گے۔

الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : ((دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ فَإِذَا حَبْلٌ مَمْدُودٌ بَيْنَ السَّائِرَتَيْنِ، فَقَالَ : ((مَا هَذَا الْحَبْلُ؟)) قَالُوا : هَذَا حَبْلٌ لِرَئِيسَةٍ، فَإِذَا فَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((لَا، خُلُوهُ، لِيَصِلَ أَحَدُكُمْ نَشَاطَهُ، فَإِذَا فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ)).

۱۱۵۱- قَالَ: وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَتْ عِنْدِي امْرَأَةٌ مِنْ بَنِي أَسَدٍ، فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((مَنْ هَذِهِ؟)) قُلْتُ: فُلَانَةٌ، لَا تَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ- فَذَكَرَ مِنْ صَلَاحِهَا- فَقَالَ: ((مَنْ، عَلَيْكُمْ مَا تُطِيقُونَ مِنَ الْأَعْمَالِ، فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَمَلُ حَتَّى تَمْلُؤُوا)).

[راجع: ۴۳]

تَسْبِيحِ اس لئے حدیث انسؓ اور حدیث عائشہؓ میں مروی ہے کہ اذا نِمَسَ احَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَنِمْ حَتَّى يَعْلَمَ مَا يَقْرَأُ، یعنی جب نماز میں کوئی سونے لگے تو اسے چاہئے کہ پہلے سو لے پھر نماز پڑھے تاکہ وہ سمجھ لے کہ کیا پڑھ رہا ہے۔ یہ لفظ بھی ہیں فلیرقد حتی يذهب عنه النوم (فتح الباری) یعنی سو جائے تاکہ اس سے نیند چل جائے۔

باب جو شخص رات کو عبادت کیا کرتا تھا وہ اگر اسے چھوڑ دے تو اس کی یہ عادت مکروہ ہے۔

۱۹- بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ تَرْكِ قِيَامِ اللَّيْلِ لِمَنْ كَانَ يَقُومُهُ

(۱۱۵۲) ہم سے عباس بن حسین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے مبشر بن اسماعیل جلی نے، اوزاعی سے بیان کیا (دوسری سند) اور مجھ سے محمد بن مقاتل ابو الحسن نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے

۱۱۵۲- حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْحُسَيْنِ قَالَ حَدَّثَنَا مُبَشَّرٌ عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ ح. وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ

خبر دی، انہیں امام اوزاعی نے خبر دی کہا کہ مجھ سے یحییٰ ابن ابی کثیر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبد اللہ! فلاں کی طرح نہ ہو جانا وہ رات میں عبادت کیا کرتا تھا پھر چھوڑ دی۔ اور ہشام بن عمار نے کہا کہ ہم سے عبد الحمید بن ابو العشرین نے بیان کیا، ان سے امام اوزاعی نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن حکم بن ثوبان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے، اسی طرح پھر یہی حدیث بیان کی۔ ابن ابی العشرین کی طرح عمرو بن ابی سلمہ نے بھی اس کو امام اوزاعی سے روایت کیا۔

قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((يَا عَبْدَ اللَّهِ، لَا تَكُنْ مِثْلَ فَلَانٍ كَانَ يَقُومُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ)). وَقَالَ هِشَامٌ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الْعَشْرِينَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ بْنِ ثَوْبَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ مِثْلَهُ وَتَابَعَهُ عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ. [راجع: ۱۱۳۱]

تشریح عباس بن حسین سے امام بخاریؒ نے اس کتاب میں ایک یہ حدیث اور ایک جہاد کے باب میں روایت کی، پس دوسری حدیثیں۔ یہ بغداد کے رہنے والے تھے۔ ابن ابی العشرین یہ امام اوزاعی کا فقی تھا اس میں محدثین نے کلام کیا ہے مگر امام بخاریؒ اس کی روایت متابعتاً لائے۔ ابو سلمہ بن عبد الرحمن کی سند کو امام بخاریؒ اس لئے لائے کہ اس میں یحییٰ بن ابی کثیر اور ابو سلمہ میں ایک شخص کا واسطہ ہے یعنی عمرو بن حکم کا اور اگلی سند میں یحییٰ کہتے ہیں کہ مجھ سے خود ابو سلمہ نے بیان کیا تو شاید یحییٰ نے یہ حدیث عمرو کے واسطے سے اور بلا واسطہ دونوں طرح ابو سلمہ سے سنی (وحیدی)

(۱۱۵۳) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، ان سے ابو العباس سائب بن فروخ نے کہ میں نے عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ سے سنا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ کیا یہ خبر صحیح ہے کہ تم رات بھر عبادت کرتے ہو اور پھر دن میں روزے رکھتے ہو؟ میں نے کہا کہ ہاں حضور میں ایسا ہی کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ لیکن اگر تم ایسا کرو گے تو تمہاری آنکھیں (بیداری کی وجہ سے) بیٹھ جائیں گی اور تیری جان ناتواں ہو جائے گی۔ یہ جان لو کہ تم پر تمہارے نفس کا بھی حق ہے اور بیوی بچوں کا بھی۔ اس لئے کبھی روزہ بھی رکھو اور

۱۱۵۳- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ ((أَلَمْ أُخْبِرْ أَنَّكَ تَقُومُ اللَّيْلَ وَتَصُومُ النَّهَارَ؟)) قُلْتُ: إِنِّي أَفْعَلُ ذَلِكَ. قَالَ: ((فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ هَجَمْتَ عَيْنَكَ، وَنَفَقَتْ نَفْسُكَ، وَإِنَّ لِنَفْسِكَ حَقًّا وَلِلْهَلِكِ حَقًّا فَصُمْ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ)).

[راجع: ۱۱۳۱]

کبھی بلاروزے کے بھی رہو، عبادت بھی کرو اور سوؤ بھی۔

گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے سخت مجاہدہ سے منع کیا۔ اب جو لوگ ایسا کریں وہ آنحضرت ﷺ کی سنت کے خلاف چلتے ہیں، اس سے نتیجہ کیا؟ عبادت تو اسی لئے ہے کہ اللہ اور رسول راضی ہوں۔

۲۱- بَابُ فَضْلِ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّى

باب جس شخص کی رات کو آنکھ کھلے پھر وہ نماز پڑھے، اس کی فضیلت

(۱۱۵۴) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ولید بن مسلم نے امام اوزاعی سے خبر دی، کہا کہ مجھ کو عمیر بن ہانی نے بیان کیا۔ کہا کہ مجھ سے جنادہ بن ابی امیہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عباده بن صامت نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص رات کو بیدار ہو کر یہ دعا پڑھے (ترجمہ) ”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ملک اسی کیلئے ہے اور تمام تعریفیں بھی اسی کے لئے ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، اللہ کی ذات پاک ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ کی مدد کے بغیر نہ کسی کو گناہوں سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی ہمت۔“ پھر یہ پڑھے (ترجمہ) ”اے اللہ! میری مغفرت فرما۔“ یا (یہ کہا کہ) کوئی دعا کرے تو اسکی دعا قبول ہوتی ہے۔ پھر اگر اس نے وضو کیا (اور نماز پڑھی) تو نماز بھی مقبول ہوتی ہے۔

۱۱۵۴- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ هُوَ ابْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَيْرُ بْنُ هَانِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنِي جَنَادَةُ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ. ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي - أَوْ دَعَا - اسْتَجِيبَ. فَإِنْ تَوَضَّأَ قُبِلَتْ صَلَاتُهُ)).

تہجد

ابن بطال رحمہ اللہ نے اس حدیث پر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان پر یہ وعدہ فرماتا ہے کہ جو مسلمان بھی رات میں اس طرح بیدار ہو کہ اس کی زبان پر اللہ تعالیٰ کی توحید، اس پر ایمان و یقین، اس کی کبریائی اور سلطنت کے سامنے تسلیم اور بندگی، اس کی نعمتوں کا اعتراف اور اس پر اس کا شکر و حمد اور اس کی ذات پاک کی تنزیہ و تقدیس سے بھرپور کلمات زبان پر جاری ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو بھی قبول کرتا ہے اور اس کی نماز بھی بارگاہ رب العزت میں مقبول ہوتی ہے۔ اس لئے جس شخص تک بھی یہ حدیث پہنچے، اسے اس پر عمل کو غنیمت سمجھنا چاہئے اور اپنے رب کے لئے تمام اعمال میں نیت خالص پیدا کرنی چاہئے کہ سب سے پہلی شرط قبولیت یہی خلوص ہے۔ (تقسیم البخاری)

(۱۱۵۵) ہم سے یحییٰ بن کبیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے یونس نے، ان سے ابن شہاب نے، انہوں نے کہا کہ مجھ کو یثیم بن ابی سنان نے خبر دی کہ انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ اپنے وعظ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر

۱۱۵۵- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كُبَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي الْيَثِيمُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ رِزَّةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - وَهُوَ

رہے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تمہارے بھائی نے (اپنے نعتیہ اشعار میں) یہ کوئی غلط بات نہیں کہی۔ آپ کی مراد عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اشعار سے تھی جن کا ترجمہ یہ ہے:

”ہم میں اللہ کے رسول موجود ہیں، جو اس کی کتاب اس وقت ہمیں سناتے ہیں جب فجر طلوع ہوتی ہے۔ ہم تو اندھے تھے آپ نے ہمیں گمراہی سے نکال کر صحیح راستہ دکھایا۔ ان کی باتیں اسی قدر یقینی ہیں جو ہمارے دلوں کے اندر جا کر بیٹھ جاتی ہیں اور جو کچھ آپ نے فرمایا وہ ضرور واقع ہو گا۔ آپ رات بستر سے اپنے کو الگ کر کے گزارتے ہیں جبکہ مشرکوں سے ان کے بستر بوجھل ہو رہے ہوتے ہیں۔“

یونس کی طرح اس حدیث کو عقیل نے بھی زہری سے روایت کیا اور زبیدی نے یوں کہا سعید بن مسیب اور اعرج سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔

يَقْصُصُ فِي قَصَصِهِ - وَهُوَ يَذْكُرُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ: ((إِنْ أَحَا لَكُمْ لَا يَقُولُ الرَّفَثَ)).
يَعْنِي بِذَلِكَ عَبْدَ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ: وَفِينَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَتْلُو كِتَابَهُ إِذَا انْشَقَّ مَعْرُوفٌ مِنَ الْفَجْرِ سَاطِعٌ أَرَانَا الْهَدَى بَعْدَ الْعُمَى فَقُلُوبُنَا بِهِ مُوقِنَاتٌ أَنْ مَا قَالَ وَاقِعٌ يَبِينُ يَجَافِي حَبَّةَ عَنْ فِرَاشِهِ إِذَا اسْتَنَقَلَتْ بِالْمُشْرِكِينَ الْمَضَاجِعَ تَابَعَهُ غَفِيلٌ.
وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيدٍ، وَالْأَعْرَجُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.

[طرفہ فی : ۶۱۵۱].

تشریح

زبیدی کی روایت کو امام بخاری نے تاریخ میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں نکالا۔ امام بخاری کی غرض اس بیان سے یہ ہے کہ زہری کے شیخ میں راویوں کا اختلاف ہے۔ یونس اور عقیل نے یثیم بن ابی سنان کہا ہے اور زبیدی نے سعید بن مسیب اور اعرج اور ممکن ہے کہ زہری نے ان تینوں سے اس حدیث کو سنا ہو۔ حافظ نے کہا کہ امام بخاری کے نزدیک پہلا طریق راجح ہے کیونکہ یونس اور عقیل دونوں نے بالاتفاق زہری کا شیخ یثیم کو قرار دیا ہے (وحیدی)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مجالس وعظ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کا نظم و نثر میں ذکر کرنا درست اور جائز ہے۔ سیرت کے سلسلہ میں آپ کی ولادت باسعادت اور حیات طیبہ کے واقعات کا ذکر کرنا باعث ازادی ایمان ہے لیکن محافل میلاد مروجہ کا انعقاد کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں۔ عمد صحابہ و تابعین و تبع تابعین و ائمہ مجتہدین و جملہ محدثین کرام میں ایسی محافل کا نام و نشان بھی نہیں ملتا۔ پورے چھ سو سال گزر گئے دنیا اسلام محفل میلاد کے نام سے بھی آشنا نہ تھی۔ تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ اس محفل کا موجد اول ایک بادشاہ ابو سعید مظفر الدین نامی تھا جو نزد موصل اربل نامی شہر کا حاکم تھا۔ علمائے راسخین نے اسی وقت سے اس نو ایجاد محفل کی مخالفت فرمائی۔ مگر صمد افسوس کہ نام نہاد فدا ایمان رسول کریم ﷺ آج بھی بڑے ظننے سے ایسی محافل کرتے ہیں جن میں نہایت غلط سلسلہ روایات بیان کی جاتی ہیں، چراغ اعلیٰ اور شیرینی کا اہتمام خاص ہوتا ہے اور اس عقیدہ سے قیام کر کے سلام پڑھا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی روح مبارک خود اس محفل میں تشریف لائی ہے۔ یہ جملہ امور غلط بے ثبوت ہیں جن کے کرنے سے بدعت کا ارتکاب لازم آتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے صاف فرما دیا کہ من احدث فی امرنا هذا ما لیس منہ فہو رد جو ہمارے دین میں کوئی نئی بات ایجاد کرے، جس کا ثبوت اولہ شرعیہ سے نہ ہو وہ مردود ہے۔

(۱۱۵۶) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے نافع نے، ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے زمانے میں یہ خواب

۱۱۵۶ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَتْ ((رَأَيْتُ

دیکھا کہ گویا ایک گاڑھے ریشی کپڑے کا ایک ٹکڑا میرے ہاتھ ہے۔ جیسے میں جنت میں جس جگہ کا بھی ارادہ کرتا ہوں تو یہ ادھر اڑا کے مجھ کو لے جاتا ہے اور میں نے دیکھا کہ جیسے دو فرشتے میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھے دوزخ کی طرف لے جانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ ایک فرشتہ ان سے آکر ملا اور (مجھ سے) کہا کہ ڈرو نہیں (اور ان سے کہا کہ) اسے چھوڑ دو۔

(۱۱۵۷) میری بہن (ام المؤمنین) حفصہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا ایک خواب بیان کیا۔ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبد اللہ بڑا ہی اچھا آدمی ہے کاش رات میں بھی نماز پڑھا کرتا۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ اس کے بعد ہمیشہ رات میں نماز پڑھا کرتے تھے۔

(۱۱۵۸) بہت سے صحابہ رضوان اللہ علیہم نے نبی کریم ﷺ سے اپنے خواب بیان کئے کہ شب قدر (رمضان کی) ستائیسویں رات ہے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم سب کے خواب رمضان کے آخری عشرے میں (شب قدر کے ہونے پر) متفق ہو گئے ہیں اس لئے جسے شب قدر کی تلاش ہو وہ رمضان کے آخری عشرے میں ڈھونڈے۔

عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ كَانَ بِيَدِي قِطْعَةٌ اسْتَبْرَقَ فَكَأَنِّي لَا أُرِيدُ مَكَانًا مِنَ الْجَنَّةِ إِلَّا طَارَتْ إِلَيْهِ. وَرَأَيْتُ كَأَنَّ اثْنَيْنِ أَتَانِي أَرَادَ أَنْ يَذْهَبَا بِي إِلَى النَّارِ، فَتَلَقَاهُمَا مَلَكَ فَقَالَ: لَمْ تُرْعَ، خَلِيَا عَنْهُ).

[راجع: ۴۴۰]

۱۱۵۷- فَقَصَّتْ حَفْصَةُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ إِحْدَى رُؤْيَايَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((نَعَمْ الرَّجُلُ عَبْدُ اللَّهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ)). فَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ. [راجع: ۱۱۲۲]

۱۱۵۸- ((وَكُنَّا لَا يَزَالُونَ يَقْضُونَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ الرُّؤْيَا أَنَّهَا فِي اللَّيْلِ السَّابِعَةِ مِنَ الْعَشْرِ الْآخِرِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَرَى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ، فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّبَهَا فَلْيَتَحَرَّهَا مِنَ الْعَشْرِ الْآخِرِ)).

[طرفہ فی: ۲۰۱۵، ۶۹۹۱]

حافظ ابن حجر کتاب الصیام میں باب تحریر لیلۃ القدر کے تحت میں فرماتے ہیں فی هذه الترجمة إشارة الى رجحان كون ليلة القدر منحصرة في رمضان ثم في العشر الاخير منه ثم في اوتاره لا في ليلة منها بعينها وهذا هو الذي يدل عليه مجموع الاخبار الواردة فيها (فتح) یعنی لیلۃ القدر رمضان میں منحصر ہے اور وہ آخری عشرہ کی کسی ایک طاق رات میں ہوتی ہے جملہ احادیث جو اس باب میں وارد ہوئی ہیں ان سب سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ باقی تفصیل کتاب الصیام میں آئے گی۔ طاق راتوں سے ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷ کی راتیں مراد ہیں۔ ان میں سے وہ کسی رات کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ احادیث سے یہی ثابت ہوا ہے۔

باب فجر کی سنتوں کو ہمیشہ

پڑھنا

(۱۱۵۹) ہم سے عبد اللہ بن یزید نے بیان کیا کہ ہم سے سعید بن ابی ایوب نے بیان کیا کہ ہم سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا، ان سے

۲۲- بَابُ الْمُدَاوِمَةِ عَلَى رَكَعَتَيِ

الْفَجْرِ

۱۱۵۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ هُوَ ابْنُ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ: حَدَّثَنِي

جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الْعِشَاءَ، ثُمَّ صَلَّى ثَمَانِ رَكَعَاتٍ، وَرَكَعَتَيْنِ بَيْنَ النَّدَائَيْنِ، وَلَمْ يَكُنْ يَدْعُهُمَا أَبَدًا)). [راجع: ۶۱۹]

۲۳- بَابُ الصُّجْعَةِ عَلَى الشَّقِّ

الْأَيْمَنِ بَعْدَ رَكَعَتَيِ الْفَجْرِ

۱۱۶۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُزَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا صَلَّى رَكَعَتَيِ الْفَجْرِ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ)).

[راجع: ۶۲۶]

شرح

فجر کی سنت پڑھ کر تھوڑی دیر کے لئے دائیں کروٹ پر لیٹنا مسنون ہے، اس بارے میں کئی جگہ لکھا جا چکا ہے۔ یہاں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق یہ باب منعقد فرمایا ہے اور حدیث عائشہؓ سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ فجر کی سنتوں کے بعد تھوڑی دیر کے لئے دائیں کروٹ پر لیٹا کرتے تھے۔ علامہ شوکانی نے اس بارے میں علماء کے چھ قول نقل کئے ہیں۔ المحدث الکبیر علامہ عبدالرحمن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الاول انه مشروع على سبيل الاستحباب كما حكاه الترمذی عن بعض اهل العلم وهو قول ابی موسی الاشعری ورافع بن خدیج و انس بن مالک و ابی هريرة قال الحافظ ابن القيم في زاد المعاد قد ذكر عبدالرزاق في المصنف عن معمر عن ايوب عن ابن سيرين ان ابا موسی ورافع بن خدیج و انس بن مالک كانوا يضطجعون بعد ركعتي الفجر ويامرون بذلك وقال العراقي ممن كان يفعل ذلك او يفتي به من الصحابة ابو موسى الاشعري ورافع بن خدیج و انس بن مالک و ابو هريرة انتهى و ممن قال به من التابعين محمد بن سيرين و عروة ابن الزبير كما في شرح المنتقى وقال ابو محمد علي بن حزم في المحلى و ذكر عبدالرحمن بن زيد في كتاب السبعة انهم يعني سعيد بن المسيب و القاسم بن محمد بن ابی بكر و عروة ابن الزبير و ابا بكر هي ابن عبدالرحمن و خارجه بن زيد بن ثابت و عبدالله بن عبد الله بن عتبة بن سليمان بن يسار كانوا يضطجعون على ايمانهم بين ركعتي الفجر و صلوة الصبح انتهى و ممن قال به من الائمة من الشافعي و اصحابه قال العيني في عمدة القاري ذهب الشافعي و اصحابه الى انه سنة انتهى (تحفة الاحوذی)

یعنی اس لینے کے بارے میں پہلا قول یہ ہے کہ یہ مستحب ہے جیسا کہ امام ترمذی نے بعض اہل علم کا مسلک یہی نقل فرمایا ہے اور ابو موسیٰ اشعری اور رافع بن خدیج اور انس بن مالک اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کا یہی عمل تھا، یہ سب سنت فجر کے بعد لیٹنا کرتے اور لوگوں

عراک بن مالک نے، ان سے ابو سلمہ نے، ان سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر رات کو اٹھ کر آپ نے تجد کی آٹھ رکعتیں پڑھیں اور دو رکعتیں صبح کی اذان و اقامت کے درمیان پڑھیں جن کو آپ کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔ (فجر کی سنتوں پر مداومت ثابت ہوئی)

باب فجر کی سنتیں پڑھ کر

دائیں کروٹ پر لیٹ جانا

(۱۱۶۰) ہم سے عبداللہ بن یزید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعید بن ابی ایوب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابو الاسود محمد بن عبدالرحمن نے بیان کیا، ان سے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اور ان سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے، انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو سنت رکعتیں پڑھنے کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے۔

کو بھی اس کا حکم فرمایا کرتے تھے جیسا کہ علامہ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں نقل فرمایا ہے اور علامہ عراقی نے ان جملہ مذکورہ صحابہ کے نام لکھے ہیں کہ یہ اس کے لئے فتویٰ دیا کرتے تھے، تابعین میں سے محمد بن سیرین اور عروہ بن زبیر کا بھی یہی عمل تھا۔ جیسا کہ شرح مستقی میں ہے اور علامہ ابن حزم نے محلی میں نقل فرمایا ہے کہ سعید بن مسیب، قاسم بن محمد بن ابی بکر، عروہ بن زبیر، ابو بکر بن عبدالرحمن، خارج بن زید بن ثابت اور عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن سلیمان بن یسار، ان جملہ تابعین کا یہی مسلک تھا کہ یہ فجر کی سنتیں پڑھ کر دائیں کروٹ پر لیٹا کرتے تھے۔ امام شافعی اور ان کے شاگردوں کا بھی یہی مسلک ہے کہ یہ لیٹنا سنت ہے۔

اس بارے میں دوسرا قول علامہ ابن حزم کا ہے جو اس لینے کو واجب کہتے ہیں۔ اس بارے میں علامہ عبدالرحمن مبارکپوریؒ فرماتے ہیں: قلت قد عرفت ان الامر الوارد في حديث ابی هريرة محمود على الاستحباب لانه صلى الله عليه وسلم لم يكن يداوم على الاضطجاع فلا يكون واجب فضلا عن ان يكون شرطاً لصحة صلاة الصبح یعنی حدیث ابو ہریرہ میں اس بارے میں جو بصیغہ امر وارد ہوا ہے جو کہ محض فجر کی سنتوں کو پڑھے اس کو چاہئے کہ اپنی دائیں کروٹ پر لیٹے۔ (رواہ الترمذی) یہ امر استحباب کے لئے ہے۔ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ سے اس پر مداومت منقول نہیں ہے بلکہ ترک بھی منقول ہے۔ پس یہ بائیں طور واجب نہ ہو گا کہ نماز صبح کی صحت کے لئے یہ شرط ہو۔

بعض بزرگوں سے اس کا انکار بھی ثابت ہے مگر صحیح حدیثوں کے مقابلے پر ایسے بزرگوں کا قول قابل حجت نہیں ہے۔ اتباع رسول کریم ﷺ بہر حال مقدم اور موجب اجر و ثواب ہے۔ پچھلے صفحات میں علامہ انور شاہ صاحب دیوبند مرحوم کا قول بھی اس بارے میں نقل کیا جا چکا ہے۔ بحث کے خاتمہ پر علامہ عبدالرحمن مبارکپوریؒ فرماتے ہیں۔ والقول الراجح المعمول علیہ هو ان الاضطجاع بعد سنة الفجر مشروع على طريق الاستحباب والله تعالى اعلم یعنی قول راجح یہی ہے کہ یہ لیٹنا بطور استحباب مشروع ہے۔

باب فجر کی سنتیں پڑھ کر بائیں کرنا

اور نہ لیٹنا

۲۴- بَابُ مَنْ تَحَدَّثَ بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ

وَلَمْ يَضْطَجِعْ

(۱۱۶۱) ہم سے بشر بن حکم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے سالم ابو النضر نے ابو سلمہ بن عبدالرحمن سے بیان کیا اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی سنتیں پڑھ چکے تو اگر میں جاگتی ہوتی تو آپ مجھ سے باتیں کرتے ورنہ لیٹ جاتے جب تک نماز کی اذان ہوتی۔

۱۱۶۱- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنِي سَالِمٌ أَبُو النَّضْرِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا صَلَّى فَإِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِي وَإِلَّا اضْطَجَعْتُ حَتَّى يُؤْذَنَ بِالصَّلَاةِ)).

[راجع: ۱۱۱۸]

معلوم ہوا کہ اگر لیٹنے کا موقع نہ ملے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ مگر اس لینے کو برا جاننا فعل رسول کی تنقیص کرنا ہے۔

باب نفل نمازیں دو دو رکعتیں

کر کے پڑھنا

۲۵- بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّطَوُّعِ مَثْنَى

مَثْنَى

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اور عمار اور انس رضی اللہ عنہ

قَالَ مُحَمَّدٌ وَيَذْكُرُ ذَلِكَ عَنْ عَمَارٍ وَأَبِي

صحابیوں سے بیان کیا، اور جابر بن زید، عکرمہ اور زہری رحمۃ اللہ علیہم تابعیوں سے ایسا ہی منقول ہے اور یحییٰ بن سعید انصاری (تابعی) نے کہا کہ میں نے اپنے ملک (مدینہ طیبہ) کے عالموں کو یہی دیکھا کہ وہ نوافل میں (دن کو) ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرا کرتے تھے۔

ذَرَّ وَأَنَسَ وَجَابِرُ بْنُ زَيْدٍ وَعِكْرِمَةُ وَالزُّهْرِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ. وَقَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ: مَا أَذْرَكْتُ لَفَقَهَاءَ أَرْضِنَا إِلَّا يُسَلِّمُونَ فِي كُلِّ اثْنَتَيْنِ مِنَ النَّهَارِ.

حافظ نے کہا عمار اور ابوذر رضی اللہ عنہما کی حدیثوں کو ابن ابی شیبہ نے نکالا اور انس کی حدیث تو اسی کتاب میں گزری کہ آنحضرت ﷺ نے ان کے گھر جا کر دو دو رکعتیں نفل پڑھیں اور جابر بن زید کا اثر مجھ کو نہیں ملا اور عکرمہ کا اثر ابن ابی شیبہ نے نکالا اور یحییٰ بن سعید کا اثر مجھ کو نہیں ملا (وحیدی)

(۱۱۶۲) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالرحمن بن ابی الموالم نے بیان کیا، ان سے محمد بن منکدر نے اور ان سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں اپنے تمام معاملات میں استخارہ کرنے کی اسی طرح تعلیم دیتے تھے جس طرح قرآن کی کوئی سورت سکھاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ جب کوئی اہم معاملہ تمہارے سامنے ہو تو فرض کے علاوہ دو رکعت نفل پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھے (ترجمہ) ”اے میرے اللہ! میں تجھ سے تیرے علم کی بدولت خیر طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت کی بدولت تجھ سے طاقت مانگتا ہوں اور تیرے فضل عظیم کا طلبگار ہوں کہ قدرت تو ہی رکھتا ہے اور مجھے کوئی قدرت نہیں۔ علم تجھ ہی کو ہے اور میں کچھ نہیں جانتا اور تو تمام پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے۔ اے میرے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام جس کے لئے استخارہ کیا جا رہا ہے میرے دین، دنیا اور میرے کام کے انجام کے اعتبار سے میرے لئے بہتر ہے یا (آپ نے یہ فرمایا کہ) میرے لئے وقتی طور پر اور انجام کے اعتبار سے یہ (خیر ہے) تو اسے میرے لئے نصیب کر اور اس کا حصول میرے لئے آسان کر اور پھر اس میں مجھے برکت عطا کر اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین، دنیا اور میرے کام کے انجام کے اعتبار سے برا ہے

۱۱۶۲- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الْمَوَالِمِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُعَلِّمُنَا الاسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُورِ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ يَقُولُ: ((إِذَا هُمْ أَحَدُكُمْ بِالْأَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكَعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيضَةِ. ثُمَّ لِيَقُلْ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ، وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ. اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أُمْرِي - أَوْ قَالَ: عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ - فَافْزِرْهُ لِي، وَيَسِّرْهُ لِي، ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ: وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أُمْرِي - أَوْ قَالَ: فِي

یا (آپؐ نے یہ کہا کہ) میرے معاملہ میں وقتی طور پر اور انجام کے اعتبار سے (برا ہے) تو اسے مجھ سے ہٹا دے اور مجھے بھی اس سے ہٹا دے۔ پھر میرے لئے خیر مقدر فرمادے، جہاں بھی وہ ہو اور اس سے میرے دل کو مطمئن بھی کر دے۔“ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کام کی جگہ اس کام کا نام لے۔

عَاجِلٍ أَمْرِي وَآجِلِهِ - فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ، وَافْتَدِزْ لِي الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ، ثُمَّ أَرْضِنِي بِهِ قَالَ : وَيَسْمِي حَاجَتَهُ)).

[طرفاہ فی: ۶۳۸۲، ۷۳۹۰]۔

نتیجہ استخارہ سے کاموں میں برکت پیدا ہوتی ہے، یہ ضروری نہیں کہ استخارہ کرنے کے بعد کوئی خواب بھی دیکھا جائے یا کسی دوسرے ذریعہ سے یہ معلوم ہو جائے کہ پیش آمدہ معاملہ میں کون سی روش مناسب ہوگی۔ اس طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ طبعی رجحان ہی کی حد تک کوئی بات استخارہ سے دل میں پیدا ہو جائے۔ حدیث میں استخارہ کے یہ فوائد کیسے بیان نہیں ہوئے ہیں اور واقعات سے بھی پتہ چلتا ہے کہ استخارہ کے بعد بعض اوقات ان میں سے کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ استخارہ کا مقصد صرف طلب خیر ہے۔ جس کام کا ارادہ ہے یا جس معاملہ میں آپ الجھے ہوئے ہیں گویا استخارہ کے ذریعہ آپ نے اسے خدا کے علم اور قدرت پر چھوڑ دیا اور اس کی بارگاہ میں حاضر ہو کر پوری طرح اس پر توکل کا وعدہ کر لیا۔ ”میں تیرے علم کے واسطے سے تجھ سے خیر طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت کے واسطے سے تجھ سے طاقت مانگتا ہوں اور تیرے فضل کا خواستگار ہوں۔“ یہ توکل اور تفویض نہیں تو اور کیا چیز ہے؟ اور پھر دعا کے آخری الفاظ ”میرے لئے خیر مقدر فرما دیجئے جہاں بھی وہ ہو اور اس پر میرے قلب کو مطمئن بھی کر دیجئے۔“ یہ ہے رضا بالقضاء کی دعا کہ اللہ کے نزدیک معاملہ کی جو نوعیت صحیح ہے، کام اسی کے مطابق ہو اور پھر اس پر بندہ اپنے لئے ہر طرح اطمینان کی بھی دعا کرتا ہے کہ دل میں اللہ کے فیصلہ کے خلاف کئی قسم کا خطرہ بھی نہ پیدا ہو۔ دراصل استخارہ کی اس دعا کے ذریعہ بندہ اول تو توکل کا وعدہ کرتا ہے اور پھر ثابت قدمی اور رضا بالقضاء کی دعا کرتا ہے کہ خواہ معاملہ کا فیصلہ میری خواہش کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، ہو وہ خیر ہی اور میرا دل اس سے مطمئن اور راضی ہو جائے۔ اگر واقعی کوئی خلوص دل سے اللہ کے حضور میں یہ دونوں باتیں پیش کر دے تو اس کے کام میں اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم سے برکت یقیناً ہوگی۔ استخارہ کا صرف یہی فائدہ ہے اور اس سے زیادہ اور کیا چاہئے؟ (تقسیم البخاری) حضرت امام بخاری رحمہ اللہ یہاں اس حدیث کو اس لئے لائے کہ اس میں نفل نماز دو رکعت پڑھنے کا ذکر ہے اور یہی ترجمہ باب ہے۔

(۱۱۶۳) ہم سے علی بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن سعید نے، ان سے غامر بن عبد اللہ بن زبیر نے بیان کیا، انہوں نے عمرو بن سلیم زرقی سے، انہوں نے ابو قتادہ بن ربعی انصاری صحابیؓ سے سنا، انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی تم میں سے مسجد میں آئے تو نہ بیٹھے جب تک دو رکعت (تحیۃ المسجد کی) نہ پڑھ لے۔

۱۱۶۳ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرْقِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا قَتَادَةَ بْنَ رِبْعِيٍّ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا يَجْلِسْ حَتَّى يَصَلِّيَ

رَكَعَتَيْنِ)). [راجع: ۴۴۴]

(۱۱۶۴) ہم سے عبد اللہ بن یوسف ثنیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ نے اور انہیں

۱۱۶۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے (ہمارے گھر میں جب دعوت میں آئے تھے) دو رکعت نماز پڑھائی اور پھر واپس تشریف لے گئے۔

(۱۱۶۵) ہم سے یحییٰ بن کبیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یث نے عقیل سے بیان کیا، عقیل سے ابن شہاب نے، انہوں نے کہا کہ مجھے سالم نے خبر دی اور انہیں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے، آپ نے بتلایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ظہر سے پہلے دو رکعت سنت پڑھی اور ظہر کے بعد دو رکعت اور جمعہ کے بعد دو رکعت اور مغرب کے بعد دو رکعت اور عشاء کے بعد بھی دو رکعت (نماز سنت) پڑھی ہے۔

(۱۱۶۶) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعبہ نے خبر دی، انہیں عمرو بن دینار نے خبر دی، کہا کہ میں نے جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کا خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص بھی (مسجد میں) آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو یا خطبہ کے لئے نکل چکا ہو تو وہ دو رکعت نماز (تہجد) مسجد کی) پڑھ لے۔

(۱۱۶۷) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سیف بن سلیمان نے بیان کیا کہ میں نے مجاہد سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (مکہ شریف میں) اپنے گھر آئے۔ کسی نے کہا بیٹھے کیا ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ آگئے بلکہ کعبہ کے اندر بھی تشریف لے جا چکے ہیں۔ عبد اللہ نے کہا یہ سن کر میں آیا۔ دیکھا تو آنحضرت ﷺ کعبہ سے باہر نکل چکے ہیں اور بلالؓ دروازے پر کھڑے ہیں، میں نے ان سے پوچھا کہ اے بلال! رسول اللہ ﷺ نے کعبہ میں نماز پڑھی؟ انہوں نے کہا کہ ہاں پڑھی تھی۔ میں نے پوچھا کہ کہاں پڑھی تھی؟ انہوں نے بتایا کہ یہاں ان دوستوں کے درمیان۔ پھر آپ باہر

أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : ((صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ انْصَرَفَ)). [راجع: ۳۸۰]

۱۱۶۵- حَدَّثَنَا ابْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ)). [راجع: ۹۳۷]

۱۱۶۶- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يَخْطُبُ: ((إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ - أَوْ قَدْ خَرَجَ - فَلْيَصِلْ رَكْعَتَيْنِ)).

[راجع: ۹۳۰]

۱۱۶۷- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سَيْفُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمَكِّيُّ قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُولُ: ((أَبِي ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فِي مَنْزِلِهِ فَقِيلَ لَهُ: هَذَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ دَخَلَ الْكَعْبَةَ. قَالَ فَأَقْبَلْتُ فَأَجَدُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ خَرَجَ وَأَجِدُ بِلَالًا عِنْدَ الْبَابِ فَأَتَيْتُهُ، فَقُلْتُ: يَا بِلَالُ، أَمْ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الْكَعْبَةِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قُلْتُ فَأَيْنَ؟ قَالَ: بَيْنَ هَاتَيْنِ الْأُسْطُوَانَتَيْنِ،

تشریف لائے اور دو رکعتیں کعبہ کے دروازے کے سامنے پڑھیں اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی دو رکعتوں کی وصیت کی تھی اور عتبان نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما صبح دن چڑھے میرے گھر تشریف لائے۔ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف بنالی اور آنحضورؐ نے دو رکعت نماز پڑھائی۔

ان تمام روایتوں سے امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ نفل نماز خواہ دن ہی میں کیوں نہ پڑھی جائے، دو دو رکعت کر کے پڑھنا افضل ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

باب فجر کی سنتوں کے بعد

باتیں کرنا

(۱۱۶۸) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابو النضر سالم نے بیان کیا کہ مجھ سے میرے باپ ابو امیہ نے بیان کیا، ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے عائشہؓ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب دو رکعت (فجر کی سنت) پڑھ چکے تو اس وقت اگر میں جاگتی ہوتی تو آپ مجھ سے باتیں کرتے ورنہ لیٹ جاتے۔ میں نے سفیان سے کہا کہ بعض راوی فجر کی دو رکعتیں اسے بتاتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں یہ وہی ہیں۔

ثُمَّ خَرَجَ لِمَا لَمْ يَكُنْ يَرَى رَكْعَتَيْنِ)). وَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَوْصَانِي النَّبِيُّ ﷺ بِرَكْعَتَيِ الصُّحَى وَقَالَ عِتْبَانُ بْنُ مَالِكٍ غَدَا عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَعْدَ مَا أَمِنَ النَّهَارُ وَصَفَقْنَا وَرَأَاهُ، فَرَكِعَ رَكْعَتَيْنِ)). [راجع: ۳۹۷]

۲۶- بَابُ الْحَدِيثِ بَعْدَ رَكْعَتَيِ

الْفَجْرِ

۱۱۶۸- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ أَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، فَإِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِي، وَإِلَّا اضْطَجَعْتُ)) قُلْتُ لِسُفْيَانَ: فَإِنْ بَغَضَهُمْ يَزِيدُهُ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، قَالَ سُفْيَانُ: هُوَ ذَلِكَ.

[راجع: ۱۱۱۸]

اصلی کے نسخہ میں یوں ہے۔ قال ابو النضر حدثنی عن ابی سلمة یعنی سفیان نے کہا کہ مجھ کو یہ حدیث ابو النضر نے ابو سلمہ سے بیان کی۔ اس نسخہ میں گویا ابو النضر کے باپ کا ذکر نہیں ہے۔

باب فجر کی سنت کی دو رکعتیں ہمیشہ لازم کر لینا اور ان کے

سنت ہونے کی دلیل

(۱۱۶۹) ہم سے بیان بن عمرو نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن جریج نے بیان کیا، ان سے عطاء نے بیان کیا، ان سے عبید بن عمیر نے، ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

۲۷- بَابُ تَعَاهُدِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ،

وَمَنْ سَمَاهُمَا تَطَوُّعًا

۱۱۶۹- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((لَمْ يَكُنْ

النَّبِيُّ ﷺ عَلَى شَيْءٍ مِنَ النِّوَائِلِ أَشَدُّ مِنْهُ تَعَاهُداً عَلَى رَكَعَتَيْ الْفَجْرِ)).

اس حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فجر کی سنتوں کو بھی لفظ نفل ہی سے ذکر فرمایا۔ پس باب اور حدیث میں مطابقت ہو گئی، یہ بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے ان سنتوں پر مداومت فرمائی ہے۔ لہذا سفر و حضر کہیں بھی ان کا ترک کرنا اچھا نہیں ہے۔

باب فجر کی سنتوں میں قرأت کیسی کرے؟

۲۸- بَابُ مَا يُقْرَأُ فِي رَكَعَتَيْ الْفَجْرِ

(۱۱۷۰) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہیں ہشام بن عروہ نے، انہیں ان کے باپ (عروہ بن زبیر) نے اور انہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ پھر جب صبح کی اذان سنتے تو دو ہلکی رکعتیں (سنت فجر) پڑھ لیتے۔

۱۱۷۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً، ثُمَّ يُصَلِّي إِذَا سَمِعَ النَّدَاءَ بِالصُّبْحِ رَكَعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ)).

[راجع: ۶۲۶]

اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ فجر کی سنتوں میں چھوٹی چھوٹی سورتوں کو پڑھنا چاہئے، آپ ﷺ کے ہلکا کرنے کا یہی مطلب ہے۔

(۱۱۷۱) مجھ سے محمد بن بشار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن عبد الرحمن نے، ان سے ان کی پھوپھی عمرہ بنت عبد الرحمن نے اور ان سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (دوسری سند) اور ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زبیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید انصاری نے بیان کیا، ان سے محمد بن عبد الرحمن نے، ان سے عمرہ بنت عبد الرحمن نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی (فرض) نماز سے پہلے کی دو (سنت) رکعتوں کو بہت مختصر رکھتے تھے۔ آپ نے ان میں سورہ فاتحہ بھی پڑھی یا نہیں میں یہ بھی نہیں کہہ سکتی۔

۱۱۷۱- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَمَّتِهِ عُمَرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ ح. وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى هُوَ ابْنُ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عُمَرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُخَفِّفُ الرُّكَعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ حَتَّى إِنِّي لَأَقُولُ هَلْ قَرَأَ بِأَمِّ الْكِتَابِ)).

یہ مباحث بنی بہت ہلکی پڑھتے تھے۔ ابن ماجہ میں ہے کہ آپ ﷺ ان میں سورہ کافرون اور سورہ اخلاص پڑھا کرتے تھے۔

باب فرضوں کے بعد سنت کا بیان

(۱۱۷۲) ہم سے مسدود بن مسہد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ عمری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے نافع نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر سے پہلے دو رکعت سنت، ظہر کے بعد دو رکعت سنت، مغرب کے بعد دو رکعت سنت، عشاء کے بعد دو رکعت سنت اور جمعہ کے بعد دو رکعت سنت پڑھی ہیں اور مغرب اور عشاء کی سنتیں آپ گھر میں پڑھتے تھے۔ ابو الزناد نے موسیٰ بن عقبہ کے واسطے سے بیان کیا اور ان سے نافع نے کہ عشاء کے بعد اپنے گھر میں (سنت پڑھتے تھے) ان کی روایت کی متابعت کثیر بن فرقہ اور ایوب نے نافع کے واسطے سے کی ہے۔

(۱۱۷۳) ان سے (ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ) میری بہن حفصہؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ فجر ہونے کے بعد دو ہلکی رکعتیں (سنت فجر) پڑھتے اور یہ ایسا وقت ہوتا کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس نہیں جاتی تھی۔ عبید اللہ کے ساتھ اس حدیث کو کثیر بن فرقہ اور ایوب نے بھی نافع سے روایت کیا اور ابن ابی الزناد نے اس حدیث کو موسیٰ بن عقبہ سے، انہوں نے نافع سے روایت کیا۔ اس میں فی بیتہ کے بدل فی اہلہ ہے۔

یہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس لئے کہا کہ فجر سے پہلے اور عشاء کی نماز کے بعد اور ٹھیک دوپہر کو گھر کے کام کاجی لوگوں کو بھی اجازت لے کر جانا چاہئے، اس وقت غیر لوگ آپ سے کیسے مل سکتے۔ اس لئے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان سنتوں کا حال اپنی بہن ام المومنین حفصہؓ سے سن کر معلوم کیا۔

باب اس کے بارے میں جس نے فرض کے بعد سنت نماز نہیں پڑھی

(۱۱۷۴) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے

۲۹- بَابُ التَّطَوُّعِ بَعْدَ الْمَكْتُوبَةِ

۱۱۷۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ. فَأَمَّا الْمَغْرِبُ وَالْعِشَاءُ فَفِي بَيْتِهِ)). وَقَالَ ابْنُ أَبِي الزُّنَادِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ ((بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي أَهْلِهِ)). تَابَعَهُ كَثِيرٌ بْنُ فَرْقَدٍ وَأَيُّوبٌ عَنْ نَافِعٍ. [راجع: ۹۳۷]

۱۱۷۳- وَحَدَّثَنِي أَخِي حَفْصَةُ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي سَجْدَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ بَعْدَ مَا يَطْلُعُ الْفَجْرُ وَكَانَتْ سَاعَةً لَا أَدْخُلُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فِيهَا)). تَابَعَهُ كَثِيرٌ بْنُ فَرْقَدٍ وَأَيُّوبٌ عَنْ نَافِعٍ. وَقَالَ ابْنُ أَبِي الزُّنَادِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ ((بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي أَهْلِهِ)). [راجع: ۶۱۸]

۳۰- بَابُ مَنْ لَمْ يَتَطَوَّعْ بَعْدَ

الْمَكْتُوبَةِ

۱۱۷۴- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ:

سفیان بن عیینہ نے عمرو بن دینار سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو الشَّعَاء جابر بن عبد اللہ سے سنا۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ آٹھ رکعت ایک ساتھ (ظہر اور عصر) اور سات رکعت ایک ساتھ (مغرب اور عشاء ملا کر) پڑھیں۔ (بیچ میں سنت وغیرہ کچھ نہیں) ابو الشَّعَاء سے میں نے کہا میرا خیال ہے کہ آپ نے ظہر آخر وقت میں اور عصر اول وقت میں پڑھی ہوگی، اسی طرح مغرب آخر وقت میں پڑھی ہوگی اور عشاء اول وقت میں۔ ابو الشَّعَاء نے کہا کہ میرا بھی یہی خیال ہے۔

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الشَّعَاءِ جَابِرًا قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثَمَانِيًا جَمِيعًا وَسَبْعًا جَمِيعًا)) قُلْتُ: يَا أَبَا الشَّعَاءِ، أَظُنُّهُ آخِرُ الظُّهْرِ وَعَجَلُ الْعَصْرِ، وَعَجَلُ الْعِشَاءِ وَآخِرُ الْمَغْرِبِ قَالَ وَأَنَا أَظُنُّهُ.

[راجع: ۵۴۳]

یہ عمرو بن دینار کا خیال ہے ورنہ یہ حدیث صاف ہے کہ دو نمازوں کا جمع کرنا جائز ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ یہ واقعہ مدینہ منورہ کا ہے نہ وہاں کوئی خوف تھا نہ بندش تھی۔ اوپر گزر چکا ہے کہ ابودردیہ کے نزدیک یہ جائز ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث سے یہ نکالا کہ سنتوں کا ترک کرنا جائز ہے اور سنت بھی یہی ہے کہ جمع کرے تو سنتیں نہ پڑھے۔ (مولانا وحید الزمان)

باب سفر میں چاشت کی نماز پڑھنا

(۱۱۷۵) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے شعبہ بن حجاج نے، ان سے توبہ بن کيسان نے، ان سے مورق بن شمرج نے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا آپ چاشت کی نماز پڑھتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔ میں نے پوچھا اور عمر پڑھتے تھے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ میں نے پوچھا اور ابو بکر رضی اللہ عنہما سے؟ فرمایا نہیں۔ میں نے پوچھا اور نبی کریم ﷺ سے؟ فرمایا نہیں۔ میرا خیال یہی ہے۔

۳۱- بَابُ صَلَاةِ الصُّحَى فِي السَّفَرِ

۱۱۷۵- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ تَوْبَةَ عَنْ مُورِقٍ قَالَ: ((قُلْتُ لَابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَتُصَلِّي الصُّحَى؟ قَالَ: لَا. قُلْتُ: فَعَمْرُ؟ قَالَ: لَا. قُلْتُ: فَأَبُو بَكْرٍ؟ قَالَ: لَا. قُلْتُ: فَالنَّبِيُّ ﷺ؟ قَالَ: لَا إِخَالَه)).

[راجع: ۷۷]

بعض شراح کرام کا کہنا ہے کہ بظاہر اس حدیث اور باب میں مطابقت نہیں ہے۔ علامہ قطانی فرماتے ہیں فحملہ الخطابی علی غلط الناسخ وابن المنیر علی انه لما تعارضت عنده احادیثها نفيا كحديث ابن عمر هذا واثباتا كحديث ابی ہریرہ فی الوصیة بها نزل حديث النفی علی السفر و حديث الاثبات علی الحضر و یوید ذلك انه ترجم لحديث ابی ہریرة بصلوة الصُّحَى فی الحضر مع ما یعضده من قول ابن عمر لو كنت مسبحا لاتممت فی السفر قاله ابن حجر یعنی خطابی نے اس باب کو ناقل کی غلطی پر محمول کیا ہے اور ابن منیر کا کہنا یہ ہے کہ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کے نزدیک نفی اور اثبات کی احادیث میں تعارض تھا، اس کو انہوں نے اس طرح رفع کیا کہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کو جس میں نفی ہے سرفر محمول کیا اور حدیث ابو ہریرہ کو جس میں وصیت کا ذکر ہے اور جس سے اثبات ثابت ہو رہا ہے، اس کو حضرت محمول کیا۔ اس امر کی اس سے بھی تائید ہو رہی ہے کہ حدیث ابو ہریرہ پر حضرت امام نے صلوة الصُّحَى فی الحضر کا باب حقیقہ فرمایا اور نفی کے بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس قول سے بھی تائید ہوتی ہے جو انہوں نے

فرمایا کہ اگر میں سفر میں نفل پڑھتا تو نمازوں کو ہی پورا کیوں نہ کر لیتا، پس معلوم ہوا کہ نفی سے ان کی سفر میں نفی مراد ہے اور حضرات شیخین کا فعل بھی سفر ہی سے متعلق ہے کہ وہ حضرات سفر میں نماز صحتی نہیں پڑھا کرتے تھے۔

۱۱۷۶- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ مُرَّةٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى يَقُولُ: مَا حَدَّثَنَا أَحَدٌ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي الصُّحَى غَيْرَ أَمْ هَانِيءٍ فَإِنَّهَا قَالَتْ: ((إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ بَيْتَهَا يَوْمَ فَتَحَ مَكَّةَ فَأَغْتَسَلَ وَصَلَّى ثَمَانِي رَكَعَاتٍ، فَلَمْ أَرَ صَلَاةً قَطُّ أَحْفَ مِنْهَا، غَيْرَ أَنَّهُ يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ)). [راجع: ۱۱۰۳]

۱۱۷۶- ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عمرو بن مرہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ مجھ سے ام ہانی رضی اللہ عنہا کے سوا کسی (صحابی) نے یہ نہیں بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ صرف ام ہانی رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ فتح مکہ کے دن آپ ان کے گھر تشریف لائے، آپ نے غسل کیا اور پھر آٹھ رکعت (چاشت کی) نماز پڑھی۔ تو میں نے ایسی ہلکی چھلکی نماز کبھی نہیں دیکھی۔ البتہ آپ ﷺ رکوع اور سجدہ پوری طرح ادا کرتے تھے۔

تشیخ حدیث ام ہانی میں آنحضرت ﷺ کی جس نماز کا ذکر ہے۔ شارحین نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے، بعض نے اسے شکرانہ کی نماز قرار دیا ہے۔ مگر حقیقت یہی ہے کہ یہ صحتی کی نماز تھی۔ ابوداؤد میں وضاحت موجود ہے کہ صلی سبحة الضحیٰ یعنی آپ نے صحتی کے نفل ادا فرمائے اور مسلم نے کتاب العمارت میں نقل فرمایا ثم صلی ثمان رکعات سبحة الضحیٰ یعنی پھر آنحضرت ﷺ نے صحتی کی آٹھ رکعت نفل نماز ادا فرمائی اور تمیمد ابن عبدالبر میں ہے کہ قالت قدم علیہ السلام مکة فصلی ثمان رکعات فقلت ما هذه الصلوة قال هذه صلوة الضحی حضرت ام ہانی کہتی ہیں کہ حضور مکہ شریف تشریف لائے اور آپ نے آٹھ رکعات ادا کیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیسی نماز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ صحتی کی نماز ہے۔ امام نووی نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے کہ صلوۃ الضحیٰ کا مسنون طریقہ آٹھ رکعات ادا کرنا ہے۔ یوں روایات میں کم و بیش بھی آئی ہیں۔ بعض روایات میں کم سے کم تعداد دو رکعت بھی مذکور ہے۔ بہر حال بہتر یہ ہے کہ صلوۃ الضحیٰ پر مداومت کی جائے کیونکہ طبرانی اوسط میں حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک حدیث میں مذکور ہے کہ جنت میں ایک دروازے کا نام ہی باب الضحیٰ ہے جو لوگ نماز صحتی پر مداومت کرتے ہیں، ان کو اس دروازے سے جنت میں داخل کیا جائے گا۔ عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ صحتی کی نماز میں سورۃ الشمس وضحاہ اور الواضحیٰ پڑھا کریں۔ اس نماز کا وقت سورج کے بلند ہونے سے زوال تک ہے (قسطلانی)

باب چاشت کی نماز پڑھنا اور اس کو

ضروری نہ جاننا

۱۱۷۷- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذُنَبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ غُرُورَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيََ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سَبَّحَ سُبْحَةَ الصُّحَى، وَإِنِّي

۳۲- بَابُ مَنْ لَمْ يُصَلِّ الصُّحَى

وَرَأَاهُ وَاسِعًا

۱۱۷۷- ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن ابی ذنب نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا، ان سے عروہ بن زبیر نے، ان سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے نہیں

دیکھا۔ مگر میں خود پڑھتی ہوں۔

لَا تُسَبِّحُهَا)). [راجع: ۱۱۲۸]

شرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے صرف اپنی روایت کی نفی کی ہے ورنہ بہت سی روایات میں آپ ﷺ کا یہ نماز پڑھنا مذکور ہے۔ حضرت صدیقہؓ کے خود پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے اس نماز کے فضائل سنے ہوں گے۔ پس معلوم ہوا کہ اس نماز کی ادائیگی باعث اجر و ثواب ہے۔

اس لفظ سے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے نہیں دیکھا۔ باب کا مطلب نکلتا ہے کیونکہ اس کا پڑھنا ضروری ہوتا تو وہ آنحضرت ﷺ کو ہر روز پڑھتے دیکھتیں۔ قطلانی نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نہ دیکھنے سے چاشت کی نماز کی نفی نہیں ہوتی۔ ایک جماعت صحابہ نے اس کو روایت کیا ہے۔ جیسے انس، ابو ہریرہ، ابو ذر، ابو اسامہ، عقبہ بن عبد، ابن ابی اوفی، ابوسعید، زید بن ارقم، ابن عباس، جبیر بن مطعم، حذیفہ، ابن عمر، ابو موسیٰ، عتبہ بن عباس، عقبہ بن عامر، علی، معاذ بن انس، ابوبکر اور ابو مرہ وغیرہم رضی اللہ عنہم نے۔ عتبہ بن مالک کی حدیث اوپر کئی بار اس کتاب میں گزر چکی ہے اور امام احمد نے اس کو اس لفظ سے نکالا کہ آنحضرت ﷺ نے ان کے گھر میں چاشت کے نفل پڑھے۔ سب لوگ آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی (وحیدی)

باب چاشت کی نماز اپنے شہر میں پڑھے۔ یہ عتبہ بن مالک

نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

سے نقل کیا ہے

۳۳- بَابُ صَلَاةِ الضُّحَى فِي الْحَضَرِ، قَالَهُ عَتَبَانُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

(۱۱۷۸) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں شعبہ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہم سے عباس جریری نے جو فروخ کے بیٹے تھے بیان کیا، ان سے ابو عثمان ندی نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے میرے جانی دوست (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) نے تین چیزوں کی وصیت کی ہے کہ موت سے پہلے ان کو نہ چھوڑوں۔ ہر مہینہ میں تین دن روزے۔ چاشت کی نماز اور وتر پڑھ کر سونا۔

۱۱۷۸- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْخُرَيْرِيِّ هُوَ ابْنُ فَرُوخَ عَنْ أَبِي غُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((أَوْصَانِي خَلِيلِي ﷺ بِثَلَاثٍ لَا أَذْغَهُنَّ حَتَّى أَمُوتَ: صَوْمَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَصَلَاةَ الضُّحَى، وَتَوَمُّ عَلَى وَتَرٍ)). [طرفہ فی: ۱۹۸۱]

شرح امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ جن روایات میں صلوٰۃ ضحیٰ کی نفی وارد ہوئی ہے وہ نفی سفر کی حالت سے متعلق ہے پھر بھی اس میں بھی وسعت ہے اور جن روایات میں اس نماز کے لئے اثبات آیا ہے وہاں حالت حضر مراد ہے۔ براہ میں تین دن کے روزوں سے ایام بیض یعنی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخوں کے روزے مراد ہیں۔

(۱۱۷۹) ہم سے علی بن جعد نے بیان کیا کہ ہم کو شعبہ نے خبر دی، ان سے انس بن سیرن نے بیان کیا کہ میں نے انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انصار میں سے ایک شخص (عتبان بن مالک) نے جو

۱۱۷۹- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ:

بہت موٹے آدمی تھے، رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میں آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا (مجھ کو گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت دیجئے تو) انہوں نے اپنے گھر نبی کریم ﷺ کے لئے کھانا پکوا دیا اور آپ کو اپنے گھر بلایا اور ایک چٹائی کے کنارے کو آپ کے لئے پانی سے صاف کیا۔ آپ نے اس پر دو رکعت نماز پڑھی۔ اور فلاں بن فلاں بن جارود نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ کیا نبی کریم ﷺ چاشت کی نماز پڑھا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اس روز کے سوا آپ کو کبھی یہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔

((قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ - وَكَانَ ضَخْمًا - لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنِّي لَا اسْتَطِيعُ الصَّلَاةَ مَعَكَ. فَصَنَعَ لِلنَّبِيِّ ﷺ طَعَامًا فَدَعَاهُ إِلَى بَيْتِهِ، وَنَضَحَ لَهُ طَرَفَ حَصِيرٍ بِمَاءٍ فَصَلَّى عَلَيْهِ رَكَعَتَيْنِ. وَقَالَ فَلَانُ بْنُ فَلَانٍ بْنُ الْجَارُودِ لَأَنْسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الصُّحَى؟ فَقَالَ: مَا رَأَيْتُهُ صَلَّى غَيْرَ ذَلِكَ الْيَوْمَ)).

[راجع: ۶۷۰]

تشیخ حضرت امام رحمہ اللہ نے مختلف مقاصد کے تحت اس حدیث کو کئی جگہ روایت فرمایا ہے۔ یہاں آپ کا مقصد اس سے ضعی کی نماز حالت حضر میں پڑھنا اور بعض مواقع پر جماعت سے بھی پڑھنے کا جواز ثابت کرنا ہے۔ بالفرض بقول حضرت انسؓ کے صرف اسی موقع پر آپ نے یہ نماز پڑھی تو ثبوت دعا کے لئے آپ کا ایک دفعہ کام کو کر لینا بھی کافی وافی ہے۔ یوں کئی مواقع پر آپ سے اس نماز کے پڑھنے کا ثبوت موجود ہے۔ ممکن ہے حضرت انسؓ کو ان مواقع میں آپ ﷺ کے ساتھ ہونے کا موقع نہ ملا ہو۔

باب ظہر سے پہلے دو رکعت سنت پڑھنا

(۱۱۸۰) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے بیان کیا، ان سے نافع نے، ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دس رکعت سنتیں یاد ہیں۔ دو رکعت سنت ظہر سے پہلے، دو رکعت سنت ظہر کے بعد، دو رکعت سنت مغرب کے بعد اپنے گھر میں، دو رکعت سنت عشاء کے بعد اپنے گھر میں اور دو رکعت سنت صبح کی نماز سے پہلے اور یہ وہ وقت ہوتا تھا جب آپ کے پاس کوئی نہیں جاتا تھا۔

۳۴- بَابُ الرَّكَعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ
۱۱۸۰- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((حَفِظْتُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ عَشْرَ رَكَعَاتٍ: رَكَعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكَعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكَعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِي بَيْتِهِ، وَرَكَعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي بَيْتِهِ، وَرَكَعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَكَانَتْ سَاعَةً لَا يَدْخُلُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فِيهَا)). [راجع: ۹۳۷]

(۱۱۸۱) مجھ کو ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ مؤذن جب اذان دیتا اور فجر ہو جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتیں پڑھتے۔

۱۱۸۱- حَدَّثَنِي حَفْصَةُ ((أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَدَّنَ الْمُؤَذِّنُ وَطَلَعَ الْفَجْرُ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ)). [راجع: ۶۱۸]

(۱۱۸۲) ہم سے مسدد بن مسرہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن

۱۱۸۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى

سعید قطان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے، ان سے ابراہیم بن محمد بن منشر نے، ان سے ان کے باپ محمد بن منشر نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ ظہر سے پہلے چار رکعت سنت اور صبح کی نماز سے پہلے دو رکعت سنت نماز پڑھنی نہیں چھوڑتے تھے۔ یحییٰ کے ساتھ اس حدیث کو ابن ابی عدی اور عمرو بن مرزوق نے بھی شعبہ سے روایت کیا۔

یہ حدیث باب کے مطابق نہیں کیونکہ باب میں دو رکعتیں ظہر سے پہلے پڑھنے کا ذکر ہے اور شاید ترجمہ باب کا یہ مطلب ہو کہ ظہر سے پہلے دو ہی رکعتیں پڑھنا ضروری نہیں، چار بھی پڑھ سکتا ہے۔

باب مغرب سے پہلے سنت پڑھنا

(۱۱۸۳) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الوارث نے بیان کیا، ان سے حسین معلم نے، ان سے عبد اللہ بن بریدہ نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، ان سے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مغرب کے فرض سے پہلے (سنت) کی دو رکعتیں پڑھا کرو۔ تیسری مرتبہ آپ نے یوں فرمایا کہ جس کا جی چاہے کیونکہ آپ کو یہ بات پسند نہ تھی کہ لوگ اسے لازمی سمجھ بیٹھیں۔

حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے کہ مغرب کی جماعت سے قبل ان دو رکعتوں کو پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے۔

(۱۱۸۴) ہم سے عبد اللہ بن یزید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سعید بن ابی ایوب نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یزید بن ابی حبیب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے مرثد بن عبد اللہ یزنی سے سنا کہ میں عقبہ بن عامر جہنی صحابی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور عرض کیا آپ کو ابو تمیم عبد اللہ بن مالک پر تعجب نہیں آیا کہ وہ مغرب کی نماز فرض سے پہلے دو رکعت نفل پڑھتے ہیں۔ اس پر عقبہ نے فرمایا کہ ہم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسے پڑھتے تھے۔ میں نے کہا پھر اب اس کے چھوڑنے کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ دنیا کے کاروبار مانع ہیں۔

ہر دو احادیث سے ثابت ہوا کہ اب بھی موقع ملنے پر مغرب سے پہلے ان دو رکعتوں کو پڑھا جا سکتا ہے، اگرچہ پڑھنا ضروری

قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدٍ
بْنِ الْمُنْشَرِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَدْعُ
أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكَعَتَيْنِ قَبْلَ
الْعِشَاءِ)). تَابَعَهُ ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ وَعَمْرُو عَنْ
شُعْبَةَ.

۳۵- بَابُ الصَّلَاةِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ

۱۱۸۳- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا
عَبْدُ الْوَارِثِ عَنِ الْحُسَيْنِ وَهُوَ الْمُعَلَّمُ
عَنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ
اللَّهِ الْمَزْنِيُّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((صَلُّوا
قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ)) - قَالَ فِي الثَّلَاثَةِ: -
((لِمَنْ شَاءَ)). كَرَاهِيَةً أَنْ يَتَّخِذَهَا النَّاسُ
سُنَّةً. [طرفہ فی: ۷۳۶۸].

۱۱۸۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ قَالَ:
حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ: حَدَّثَنِي
يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ قَالَ: سَمِعْتُ مَرْثَدَ بْنَ
عَبْدِ اللَّهِ الْيَزَنِيَّ قَالَ: ((أَنَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ
عَامِرٍ الْجُهَنِيَّ فَقُلْتُ: أَلَا أَعَجَبُكَ مِنْ أَبِي
تَمِيمٍ، يَرْكَعُ رَكَعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ.
فَقَالَ عُقْبَةُ: إِنَّا كُنَّا نَفْعَلُهُ عَلَى عَهْدِ
رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، قُلْتُ: فَمَا يَمْنَعُكَ الْآنَ؟
قَالَ: الشُّغْلُ)).

نہیں مگر کوئی پڑھ لے تو یقیناً موجب اجر و ثواب ہو گا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ بعد میں ان کے پڑھنے سے روک دیا گیا۔ یہ بات بالکل غلط ہے پچھلے صفحات میں ان دو رکعتوں کے استحباب پر روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ عبد اللہ بن مالک بٹھانی یہ تابعی مخضرم تھا یعنی آنحضرت ﷺ کے زمانے میں موجود تھا، پر آپ سے نہیں ملا۔ یہ مصر میں حضرت عمرؓ کے زمانہ میں آیا، پھر وہیں رہ گیا۔ ایک جماعت نے ان کو صحابہ میں گنا۔ اس حدیث سے یہ بھی نکلا کہ مغرب کا وقت لمبا ہے اور جس نے اس کو تھوڑا قرار دیا اس کا قول بے دلیل ہے۔ مگر یہ رکعتیں جماعت کھڑی ہونے سے پہلے پڑھ لینا مستحب ہے۔ (وحیدی)

باب نفل نمازیں جماعت سے پڑھنا۔

اس کا ذکر انس اور عائشہ رضی اللہ عنہما

نبی کریم ﷺ سے کیا ہے

۳۶- بَابُ صَلَاةِ النَّوَافِلِ جَمَاعَةً،

ذَكَرَهُ أَنَسٌ وَعَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

تشریح امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے مطلب پر انسؓ کی حدیث سے دلیل لی جو اوپر گزر چکی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث بھی باب قیام اللیل میں گزر چکی۔ قطلانی نے کہا حضرت عائشہؓ کی حدیث سے مراد کسوف کی حدیث ہے۔ جس میں آپؐ نے جماعت سے نماز پڑھی۔ ان احادیث سے نفل نمازوں میں جماعت کا جواز ثابت ہوتا ہے اور بعضوں نے تداعی یعنی بلائے کے ساتھ ان میں امامت مکروہ رکھی ہے۔ اگر خود بخود کچھ آدمی جمع ہو جائیں تو امامت مکروہ نہیں ہے۔ (وحیدی)

(۱۱۸۵) ہم سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمارے باپ ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے کہا کہ مجھے محمود بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہیں نبی کریم ﷺ یاد ہیں اور آپؐ کی وہ کلی بھی یاد ہے جو آپؐ نے ان کے گھر کے کنویں سے پانی لے کر ان کے منہ میں کی تھی۔

۱۱۸۵- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيُّ (أَنَّهُ عَقَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَعَقَلَ مَجَّةً مَجَّهَا فِي وَجْهِهِ مِنْ بَنَرٍ كَانَتْ فِيهِ دَارِهِمْ)).

(۱۱۸۶) محمود نے کہا کہ میں نے عثمان بن مالک انصاری رحمہ اللہ سے سنا جو بدر کی لڑائی میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک تھے، وہ کہتے تھے کہ میں اپنی قوم بنی سالم کو نماز پڑھایا کرتا تھا میرے (گھر) اور قوم کی مسجد کے بیچ میں ایک نالہ تھا، اور جب بارش ہوتی تو اسے پار کر کے مسجد تک پہنچنا میرے لئے مشکل ہو جاتا تھا۔ چنانچہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے میں نے کہا کہ میری آنکھیں خراب ہو گئی ہیں اور ایک نالہ ہے جو میرے اور میری قوم کے درمیان پڑتا ہے، وہ بارش کے دنوں میں بننے لگ جاتا ہے اور میرے لئے اس کا پار کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ میری یہ خواہش کہ آپ تشریف

۱۱۸۶- فَرَعَمَ مَحْمُودٌ أَنَّهُ سَمِعَ عُثْمَانَ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ- وَكَانَ مِنْ شُهَدَاءِ نِزْدَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ- يَقُولُ (رَكُنْتُ أَصْلَى لِقَوْمِي بَنِي سَالِمٍ، وَكَانَ يَحُولُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ وَإِذَا جَاءَتِ الْأَمْطَارُ، فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ قَبْلَ مَسْجِدِهِمْ. فَجِئْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقُلْتُ لَهُ: إِنِّي أُنْكَرْتُ بَصْرِي وَإِنَّ الْوَادِي الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَ قَوْمِي يَسِيلُ إِذَا جَاءَتِ الْأَمْطَارُ، فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ، فَوَدِدْتُ أَنَّكَ

لا کر میرے گھر کسی جگہ نماز پڑھ دیں تاکہ میں اسے اپنے لئے نماز پڑھنے کی جگہ مقرر کر لوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہاری یہ خواہش جلد ہی پوری کروں گا۔ پھر دوسرے ہی دن آپ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر صبح تشریف لے آئے اور آپ نے اجازت چاہی اور میں نے اجازت دے دی۔ آپ تشریف لا کر بیٹھے بھی نہیں بلکہ پوچھا کہ تم اپنے گھر میں کس جگہ میرے لئے نماز پڑھنا پسند کرو گے۔ میں جس جگہ کو نماز پڑھنے کے لئے پسند کر چکا تھا اس کی طرف میں نے اشارہ کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے وہاں کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہی اور ہم سب نے آپ کے پیچھے صف باندھ لی۔ آپ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی پھر سلام پھیرا۔ ہم نے بھی آپ کے ساتھ سلام پھیرا۔ میں نے حلیم کھانے کیلئے آپ کو روک لیا جو تیار ہو رہا تھا۔ محلہ والوں نے جو سنا کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر تشریف فرما ہیں تو لوگ جلدی جلدی جمع ہونے شروع ہو گئے اور گھر میں ایک خاصا مجمع ہو گیا۔ ان میں سے ایک شخص بولا۔ مالک کو کیا ہو گیا ہے! یہاں دکھائی نہیں دیتا۔ اس پر دوسرا بولا وہ تو منافق ہے۔ اسے خدا اور رسول سے محبت نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا۔ ایسا مت کہو، دیکھتے نہیں کہ وہ لا الہ الا اللہ پڑھتا ہے اور اس سے اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔ تب وہ کہنے لگا کہ (اصل حال) تو اللہ اور رسول ہی کو معلوم ہے۔ لیکن واللہ! ہم تو ان کی بات چیت اور میل جول ظاہر میں منافقوں ہی سے دیکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر اس آدمی پر دوزخ حرام کر دی ہے جس نے لا الہ الا اللہ خدا کی رضا اور خوشنودی کے لئے کہہ لیا۔ محمود بن ربیع نے بیان کیا کہ میں نے یہ حدیث ایک ایسی جگہ میں بیان کی جس میں آنحضرت ﷺ کے مشہور صحابی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ یہ روم کے اس جہاد کا ذکر ہے جس میں آپ کی موت واقع ہوئی تھی۔ فوج کے سردار یزید بن معاویہ تھے۔ ابو ایوبؓ نے اس حدیث سے انکار کیا اور فرمایا کہ خدا کی قسم! میں

تَأْتِي فَتُصَلِّي مِنْ بَنِي مَكَنَا أَتُخِذُهُ مُصَلًّى. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((سَأَفْعَلُ)). فَعَدَا عَلِيٌّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَعْدَ مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ، فَاسْتَاذَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَذِنَتْ لَهُ، فَلَمْ يَجْلِسْ حَتَّى قَالَ: ((أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أَصَلِّيَ مِنْ بَنِيكَ؟)) فَأَشْرَفَتْ لَهُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي أَحَبُّ أَنْ أَصَلِّيَ فِيهِ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَكَبَّرَ وَصَفَّقَا وَرَأَاهُ، فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، وَسَلَّمْنَا حِينَ سَلَّمَ. فَحَبَسْتُهُ عَلَى خَزِيرٍ تُصْنَعُ لَهُ، فَسَمِعَ أَهْلَ الدَّارِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي بَنِي قَتَابَ رِجَالٍ مِنْهُمْ حَتَّى كَثُرَ الرِّجَالُ فِي الْبَيْتِ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ: مَا فَعَلَ مَالِكٌ؟ لَا أَرَاهُ. فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ: ذَاكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا تَقُلْ ذَلِكَ، أَلَا تَرَاهُ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَنْتَعِي بِذَلِكَ وَجْهَهُ اللَّهُ؟)) فَقَالَ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَغْلَمُ، أَمَّا نَحْنُ فَوَاللَّهِ لَا نَرَى وَدَّهَ وَلَا حَدِيثَهُ إِلَّا إِلَى الْمُنَافِقِينَ. قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَنْتَعِي بِذَلِكَ وَجْهَهُ اللَّهُ)). قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الرَّبِيعِ: فَحَدَّثَنِيهَا قَوْمًا فِيهِمْ أَبُو أَيُّوبَ صَاحِبُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي غَزْوَتِهِ الَّتِي تُوْفِيَ فِيهَا وَزَيْدُ بْنُ مَعَاوِيَةَ عَلَيْهِمُ بَارُضُ الرُّومِ - فَأَنْكَرَهَا عَلِيُّ أَبُو أَيُّوبَ قَالَ: وَاللَّهِ مَا أَظُنُّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ مَا قُلْتُ قَطُّ. فَكَبَّرَ ذَلِكَ عَلِيٌّ، فَجَعَلَتْ لَهُ عَلِيٌّ إِنْ سَلَّمَنِي حَتَّى أَقْفَلَ مِنْ غَزْوَتِي أَنْ أَسْأَلَ عَنْهَا عِثَانَ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِنْ

نہیں سمجھتا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسی بات کبھی بھی کہی ہو۔ آپ کی یہ گفتگو مجھ کو بہت ناگوار گزری اور میں نے اللہ تعالیٰ کی منت مانی کہ اگر میں اس جہاد سے سلامتی کے ساتھ لوٹا تو واپسی پر اس حدیث کے بارے میں عتبّان بن مالک رضی اللہ عنہ سے ضرور پوچھوں گا۔ اگر میں نے انہیں ان کی قوم کی مسجد میں زندہ پایا۔ آخر میں جہاد سے واپس ہوا۔ پہلے تو میں نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا پھر جب مدینہ واپسی ہوئی تو میں قبیلہ بنو سالم میں آیا۔ حضرت عتبّان رضی اللہ عنہ جو بوڑھے اور نابینا ہو گئے تھے، اپنی قوم کو نماز پڑھاتے ہوئے ملے۔ سلام پھیرنے کے بعد میں نے حاضر ہو کر آپ کو سلام کیا اور بتلایا کہ میں فلاں ہوں۔ پھر میں نے اس حدیث کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے مجھ سے اس مرتبہ بھی اس طرح یہ حدیث بیان کی جس طرح پہلے بیان کی تھی۔

یہ ۵۰ھ یا اس کے بعد کا واقعہ ہے۔ جب حضرت امیر معاویہؓ نے قسطنطینہ پر فوج بھیجی تھی اور اس کا محاصرہ کر لیا تھا۔ اس لشکر کے امیر معاویہؓ کے بیٹے یزید تھے۔ جو بعد میں حادثہ کربلا کی وجہ سے تاریخ اسلام میں مطعون ہوئے۔ اس فوج میں ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے جو آنحضرت ﷺ کی مدینہ میں تشریف آوری پر اولین میزبان ہیں۔ ان کی موت اسی موقع پر ہوئی اور قسطنطینہ کے قلعہ کی دیوار کے نیچے دفن ہوئے۔ ترجمہ باب اس حدیث سے یوں نکلا کہ آنحضرت ﷺ کھڑے ہوئے اور حاضرین خانہ نے آپ کے پیچھے صف باندھی اور یہ نفل نماز جماعت سے ادا کی گئی۔ کیونکہ دوسری حدیث میں موجود ہے کہ آدمی کی نفل نماز گھری میں ہوتے اور فرض نماز کا مسجد میں باجماعت ادا کرنا ضروری ہے۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کو اس حدیث پر شبہ اس لئے ہوا کہ اس میں اعمال کے بغیر صرف کلمہ پڑھ لینے پر جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ مگر یہ حدیث اس بارے میں مجمل ہے دیگر احادیث میں تفصیل موجود ہے کہ کلمہ طیبہ بے شک جنت کی کنجی ہے۔ مگر ہر کنجی کے لئے دندانے ضروری ہیں۔ اسی طرح کلمہ طیبہ کے دندانے فراغ و واجبات کو ادا کرنا ہے۔ محض کلمہ پڑھ لینا اور اس کے مطابق عمل نہ کرنا بے نتیجہ ہے۔

حضرت امیر المومنین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ اس طویل حدیث کو یہاں اپنے مقصد باب کے تحت لائے ہیں کہ نفل نماز ایسی حالت میں باجماعت پڑھی جاسکتی ہے۔ مگر اس کے علاوہ بھی اور بہت سے مسائل اور اس سے ثابت ہوتے ہیں مثلاً معذور لوگ اگر جماعت میں آنے کی سکت نہ رکھتے ہوں تو وہ اپنے گھر ہی میں ایک جگہ مقرر کر کے وہاں نماز پڑھ سکتے ہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ مہمانان خصوصی کو عمدہ سے عمدہ کھانا کھانا مناسب ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بغیر سوچے سمجھے کسی پر نفاق یا کفر کا فتویٰ لگانا جائز نہیں۔ لوگوں نے آنحضرت ﷺ کے سامنے اس شخص مالک نامی کا ذکر کر کے لفظوں میں کیا جو آپ کو ناگوار گزرا اور آپ نے فرمایا کہ وہ کلمہ پڑھنے والا ہے اسے تم لوگ منافق کیسے کہہ سکتے ہو۔ آپ کو یہ بھی معلوم تھا کہ وہ محض رسمی رواجی کلمہ گو نہیں ہے بلکہ کلمہ پڑھنے سے اللہ کی خوشنودی اس کے مد نظر ہے۔ پھر اسے کیسے منافق کہا جاسکتا ہے۔ اس سے یہ بھی نکلا کہ جو لوگ اہل حدیث حضرات پر طعن کرتے ہیں اور ان کو برا بھلا کہتے رہتے ہیں وہ سخت خطا کار ہیں۔ جبکہ اہل حدیث حضرات نہ صرف کلمہ توحید پڑھتے ہیں بلکہ اسلام کے سچے عامل اور قرآن و حدیث کے صحیح تابعدار ہیں۔

وَجَدْتُهُ حَيًّا فِي مَسْجِدِ قَوْمِهِ، فَقَفَلْتُ فَأَهْلَلْتُ بِحَجَّةٍ - أَوْ بِعُمْرَةٍ - ثُمَّ سِرْتُ حَتَّى قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ، فَأَتَيْتُ بَنِي سَالِمٍ، فَإِذَا عَتَبَانُ شَيْخٌ أَعْمَى يُصَلِّي لِقَوْمِهِ، فَلَمَّا سَلَّمَ مِنَ الصَّلَاةِ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ وَأَخْبَرْتُهُ مَنْ أَنَا، ثُمَّ سَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ الْحَدِيثِ، فَحَدَّثَنِيهِ كَمَا حَدَّثَنِيهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ. [راجع: ۴۲۴]

اس پر حضرت مولانا وحید الزمان مرحوم فرماتے ہیں کہ مجھے اس وقت وہ حکایت یاد آئی کہ شیخ محی الدین ابن عربی پر آنحضرت ﷺ کی خواب میں خفگی ہوئی تھی۔ ہوا یہ تھا کہ ان کے پیر شیخ ابو مدین مغربی کو ایک شخص برا بھلا کہا کرتا تھا۔ شیخ ابن عربی اس سے دشمنی رکھتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے عالم خواب میں ان پر اپنی خفگی ظاہر کی۔ انہوں نے وجہ پوچھی۔ ارشاد ہوا تو فلاں شخص سے کیوں دشمنی رکھتا ہے۔ شیخ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ میرے پیر کو برا کہتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے اپنے پیر کو برا کہنے کی وجہ سے تو اس سے دشمنی رکھی اور اللہ اور اس کے رسول سے جو وہ محبت رکھتا ہے اس کا خیال کر کے تو نے اس سے محبت کیوں نہ رکھی۔ شیخ نے توبہ کی اور صبح کو معذرت کے لئے اس کے پاس گئے۔ مومنین کو لازم ہے کہ اہل بدعت سے محبت رکھیں کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتے ہیں اور گو مجتہدوں کی رائے اور قیاس کو نہیں مانتے مگر وہ بھی اللہ اور اس کے رسول کی محبت کی وجہ سے پیغمبر صاحب کے خلاف وہ کسی کی رائے اور قیاس کو کیوں مانیں سچ ہے

ما عاشقیم بے دل دلدار ما محمد
ما بلبلیم نالوں گلزار ما محمد

حضرت ابو ایوبؓ کے انکار کی وجہ یہ بھی تھی کہ محض کلمہ پڑھ لینا اور عمل اس کے مطابق نہ ہونا نجات کے لئے کافی نہیں ہے۔ اسی خیال کی بنا پر انہوں نے اپنا خیال ظاہر کیا کہ رسول کریم ﷺ ایسا کیونکر فرما سکتے ہیں۔ مگر واقعاً محمود بن الربیع سچے تھے اور انہوں نے اپنی مزید تقویت کے لئے دوبارہ عتبان بن مالکؓ کے ہاں حاضری دی اور مکرر اس حدیث کی تصدیق کی۔ حدیث مذکور میں آنحضرت ﷺ نے مجمل ایک ایسا لفظ بھی فرما دیا تھا جو اس چیز کا منظر ہے کہ محض کلمہ پڑھ لینا کافی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ ابتغاء لوجہ اللہ (اللہ کی رضامندی کی طلب و تلاش) بھی ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ یہ چیز کلمہ پڑھنے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس لحاظ سے یہاں آپؐ نے ایک اجمالی ذکر فرمایا۔ آپ کا یہ مقصد نہ تھا کہ محض کلمہ پڑھنے سے وہ شخص جنتی ہو سکتا ہے۔ بلکہ آپؐ کا ارشاد جامع تھا کہ کلمہ پڑھنا اور اس کے مطابق عمل درآمد کرنا اور یہ چیزیں آپ کو شخص متنازعہ کے بارے میں معلوم تھیں۔ اس لئے آپؐ نے اس کے ایمان کی توثیق فرمائی اور لوگوں کو اس کے بارے میں بدگمانی سے منع فرمایا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

باب گھر میں نفل نماز پڑھنا

۳۷- بَابُ التَّطَوُّعِ فِي الْبَيْتِ

(۱۱۸۷) ہم سے عبدالاعلیٰ بن حماد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی اور عبید اللہ بن عمر نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھروں میں بھی کچھ نمازیں پڑھا کرو اور انہیں بالکل قبریں نہ بنا لو (کہ جہاں نمازیں نہ پڑھی جاتی ہو) وہیب کے ساتھ اس حدیث کو عبد الوہاب ثقفی نے بھی ایوب سے روایت کیا ہے۔

۱۱۸۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَادٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ عَنْ أَيُّوبَ وَغُنَيْدٍ اللَّهُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((اجْعَلُوا فِي بُيُوتِكُمْ مِنْ صَلَاتِكُمْ، وَلَا تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا)). تَابَعَهُ عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ.

[راجع: ۴۳۲].

نماز سے مراد یہاں نفل ہی ہے کیونکہ دوسری حدیث میں ہے کہ آدمی کی افضل نماز وہ ہے جو گھر میں ہو۔ مگر فرض نماز کا مسجد میں پڑھنا افضل ہے۔ قبر میں مردہ نماز نہیں پڑھتا لہذا جس گھر میں نماز نہ پڑھی جائے وہ بھی قبر ہوا۔ قبرستان میں نماز پڑھنا ممنوع ہے۔ اس لئے بھی فرمایا کہ گھروں کو قبرستان کی طرح نماز کے لئے مقام ممنوع نہ بنا لو۔ عبد الوہاب کی روایت کو امام مسلم

تشریح

۲۰- کتاب فضل الصلوة فی مكة والمدینة

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں نماز کی فضیلت



باب مکہ اور مدینہ (زادہما للہ شرفاً وتعلیماً) کی مساجد میں نماز
کی فضیلت کا بیان

(۱۱۸۸) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عبد الملک نے قزوہ سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے چار باتیں سنیں اور انہوں نے بتلایا کہ میں نے انہیں نبی کریم ﷺ سے سنا تھا، آپ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ بارہ جماد کئے تھے۔

(۱۱۸۹) (دوسری سند) ہم سے علی بن مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان عیینہ نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے سعید بن مسیب نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تین مسجدوں کے سوا کسی کے لئے کجاوے نہ باندھے جائیں۔ (یعنی سفر نہ کیا جائے) ایک مسجد حرام، دوسرے رسول اللہ ﷺ کی مسجد اور تیسرے مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس۔ (ان چار باتوں کا بیان آگے آ رہا ہے)

مسجد اقصیٰ کی وجہ تسمیہ علامہ قسطلانی کے لفظوں میں یہ ہے۔ وسمی بہ لبعده عن مسجد مکة فی المسافة یعنی اس لئے اس کا نام مسجد اقصیٰ رکھا گیا کہ مسجد مکہ سے مسافت میں یہ دور واقع ہے۔ لفظ رحل رحل کی جمع ہے یہ لفظ اونٹ کے کجاوہ پر بولا جاتا ہے۔ اس زمانہ میں سفر کے لئے اونٹ کا استعمال ہی عام تھا۔ اس لئے یہی لفظ استعمال کیا گیا۔

۱ - بَابُ فَضْلِ الصَّلَاةِ فِي مَسْجِدِ
مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ

۱۱۸۸ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ قَزُوَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَرَبْعًا قَالَ سَمِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ، وَكَانَ غَزَاً مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثِنْتِي عَشْرَةَ غَزْوَةً. [راجع: ۵۸۶]

۱۱۸۹ - ح وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الرَّسُولِ ﷺ وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى)).

تشیخ

یعنی اہل بدعت اور روافض ہی اولین وہ ہیں جنہوں نے مشاہد و مقابر کی زیارت کے لئے احادیث وضع کیں، یہ وہ لوگ ہیں جو مساجد کو مغل کرتے اور مقابر و مشاہد کی حد درجہ تعظیم بجالاتے ہیں۔ مساجد جن میں اللہ کے ذکر کرنے کا حکم ہے اور خالص اللہ کی عبادت جہاں مقصود ہے ان کو چھوڑ کر یہ فرضی مزارات پر جاتے ہیں اور ان کی اس درجہ تعظیم کرتے ہیں کہ وہ درجہ شرک تک پہنچ جاتی ہے اور وہاں جھوٹ بولتے اور ایسا نیا دین ایجاد کرتے ہیں جس پر اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔ کتاب و سنت میں نہیں بھی ایسے مشاہد و مزارات و مقابر کا ذکر نہیں ہے جن کے لئے بائیں طور شدہ حال کیا جاسکے۔ ہاں مساجد کی حاضری کے لئے کتاب

و سنت میں بہت سی تاکیدات موجود ہیں۔ ان منکرات کے علاوہ شرعی طریق پر قبرستان جانا اور زیارت کرنا مشروع ہے۔ رہا آنحضرت ﷺ کی قبر شریف پر حاضر ہونا اور وہاں جا کر آپ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنا یہ ہر مسلمان کے لئے عین سعادت ہے۔ مگر ”فرق مراتب نہ کئی زندیقی“ کے تحت وہاں بھی فرق مراتب کی ضرورت ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ زیارت سے قبل مسجد نبوی کا حق ہے۔ وہ مسجد نبوی جس میں ایک رکعت ایک ہزار رکعتوں کے برابر درجہ رکھتی ہے اور خاص طور پر روضۃ من ریاض الجنۃ کا درجہ اور بھی بڑھ کر ہے۔ اس مسجد نبوی کی زیارت اور وہاں ادائے نماز کی نیت سے مدینہ منورہ کا سفر کرنا اس کے بعد آنحضرت ﷺ کی قبر شریف پر بھی حاضر ہونا اور آپ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنا۔ آپ کے بعد حضرت صدیق اکبر و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے اوپر سلام پڑھنا پھر بیچ الغرقت قبرستان میں جا کر وہاں جملہ اموات کے لئے دعائے مغفرت کرنا۔ اسی طرح مسجد قبا میں جانا اور وہاں دو رکعت ادا کرنا“ یہ جملہ امور مسنون ہیں جو سنت صحیحہ سے ثابت ہیں۔

اس تفصیل کے بعد کچھ اہل بدعت قسم کے لوگ ایسے بھی ہیں جو البحدیث پر اور ان کے اسلاف پر خاص کر حضرت علامہ ابن تیمیہؒ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ یہ لوگ آنحضرت ﷺ کی قبر شریف پر صلوٰۃ و سلام سے منع کرتے ہیں۔ یہ صریح کذب اور بہتان ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے اس سلسلہ میں جو فرمایا ہے وہ یہی ہے جو اوپر بیان ہوا۔ بقی رسول کریم ﷺ کی قبر پر حاضر ہو کر دو رو و سلام بھیجنا“ یہ علامہ ابن تیمیہؒ کے مسلک میں مدینہ شریف لے جانے والوں اور مسجد نبوی میں حاضری دینے والوں کے لئے ضروری ہے۔ چنانچہ صاحب صیانة الانسان عن وسوسة الشيخ الدحلان علامہ محمد بشیر صاحب سہوائی مرحوم تحریر فرماتے ہیں:

لانواع لنا فی نفس مشروعية زيارة قبر نبينا صلى الله عليه وسلم واما ما نسب الى شيخ الاسلام ابن تيمية من القول بعدم مشروعية زيارة قبر نبينا صلى الله عليه وسلم فافتراء بحث قال الامام العلامة ابو عبدالله محمد بن احمد بن عبد الهادي المقدسي الحنبلي في الصارم المنكي ان شيخ الاسلام لم يحرم زيارة القبور على الوجه المشروع في شئ من كتبه ولم ينه عنها ولم يكرها بل استحباها وحض عليها ومصنفاته ومناسكه طافحة بذكر استحباب زيارة قبر النبي صلى الله عليه وسلم سائر القبور قال في بعض مناسكه باب زيارة قبر النبي صلى الله عليه وسلم اذا اشرف على مدينة النبي صلى الله عليه وسلم قبل الحج او بعده فليقل ما تقدم فاذا دخل استحبه له ان يغتسل نص عليه الامام احمد فاذا دخل المسجد بدء برجله اليمنى وقال بسم الله والصلوة على رسول الله اللهم اغفر لي ذنوبي وافتح لي ابواب رحمتك ثم ياتي الروضة بين القبر والمنبر فيصلى بها ويدعو بما شاء ثم ياتي قبر النبي صلى الله عليه وسلم فيستقبل جدار القبر لا يمسه ولا يقبله ويجعل القنديل الذي في القبلة عند القبر على راسه ليكون قائما وجاه النبي صمص ويقف متباعد كما يقف او ظهر في حياته بخشوع و سكون ومنكسر الراس خاض الطرف مستحضرا بقلبه جلالة موقفه ثم يقول السلام عليك يا رسول الله ورحمة الله وبركاته السلام عليك يا نبي الله وخيرته من خلقه السلام عليك يا سيد المرسلين ويا خاتم النبيين وقائد الغر المحجلين اشهد ان لا اله الا الله واشهد انك رسول الله واشهد انك قد بلغت رسلت ربك ونصحت لامتك ودعوت الى سبيل ربك بالحكمة الموعظة الحسنة وعبدت الله حتى اتاك اليقين فجزاك الله افضل ما جزى نبيا ورسولا عن امته اللهم آتہ الوسيلة والفضيلة وابعثه مقاما محمود الذي وعدته ليغبط به الاولون والاخرون اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد اللهم بارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد اللهم احشرا في ذمته وتوف على سنة واوردنا حوضه واسقنا بكاسه شربا روي لا نظما بعده ابدا ثم ياتي ابا بكر و عمر فيقول السلام عليك يا ابا بكر الصديق السلام عليك يا عمر الفاروق السلام عليكما يا صاحبي رسول الله صلى الله عليه وسلم وضحيعه ورحمة الله وبركاته جزاكم الله عن صحة نبيكما وعن الاسلام خيرا السلام عليكم بما صبرتم فنعم عقي الدار قال ويزور قبور اهل البقيع وقبور الشهداء ان امكن هذا كلام الشيخ رحمه الله بحروفه انتهى مافي الصارم۔ (صيانة الانسان عن وسوسة الدحلان ص: ٣)

یعنی شرعی طریقہ پر آنحضرت ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کرنے میں قطعاً کوئی نزاع نہیں ہے اور اس بارے میں علامہ ابن تیمیہؒ پر یہ محض جھوٹا بہتان ہے کہ قبر نبوی ﷺ کی زیارت کو ناجائز کہتے تھے، یہ محض الزام ہے۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد نے اپنی مشہور کتاب الصارم المسکون میں لکھا ہے کہ شرعی طریقہ پر زیارت قبور سے علامہ ابن تیمیہؒ نے ہرگز منع نہیں کیا نہ اسے مکروہ سمجھا۔ بلکہ وہ اسے مستحب قرار دیتے ہیں اور اس کے لئے رغبت دلاتے ہیں۔ انہوں نے اس بارے میں اپنی کتاب بابت ذکر مناسک حج میں آنحضرت ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کے سلسلہ میں باب منعقد فرمایا ہے اور اس میں لکھا ہے کہ جب کوئی مسلمان حج سے پہلے یا بعد میں مدینہ شریف جائے تو پہلے وہ دعائیں پڑھے جو شہروں میں داخلہ کے وقت پڑھی جاتی ہے۔ پھر غسل کرے اور بعد میں مسجد نبوی میں پہلے دایاں پاؤں رکھ کر داخل ہو اور یہ دعا پڑھے۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ اَغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ پھر اس جگہ آئے جو جنت کی کیاری ہے اور وہاں نماز پڑھے اور جو چاہے دعا مانگے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک پر آئے اور دیوار کی طرف منہ کرے نہ اسے بوسہ دے نہ ہاتھ لگائے۔ آنحضرت ﷺ کے چہرہ مبارک کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور پھر وہاں سلام اور درود پڑھے (جن کے الفاظ پیچھے نقل کئے گئے ہیں) پھر حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے آئے اور وہاں بھی سلام پڑھے جیسا کہ مذکور ہوا اور پھر اگر ممکن ہو تو بقیع غرقہ نامی قبرستان میں جا کر وہاں بھی قبور مسلمین اور شہداء کی زیارت مسنونہ کرے۔

سابق احوتوں میں کچھ لوگ کوہ طور اور تربت بابرکت حضرت یحییٰ علیہ السلام وغیرہ کی زیارت کے لئے دور دراز سے سفر کر کے جایا کرتے تھے۔ اللہ کے سچے رسول اللہ ﷺ نے ایسے تمام سفروں سے منع فرما کر اپنی امت کے لئے صرف یہ تین زیارت گاہیں مقرر فرمائیں۔ اب جو عوام اجمیر اور پاک پٹن وغیرہ مزارات کے لئے سفر باندھتے ہیں یہ ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے کی وجہ سے عاصی نافرمان اور آپ کے باغی ٹھہرتے ہیں۔ ہاں قبور المسلمین اپنے شہریا قریہ میں ہوں وہ انہوں کی ہوں یا بیگانوں کی وہاں مسنون طریقہ پر زیارت کرنا مشروع ہے کہ گورستان والوں کے لئے دعائے مغفرت کریں اور اپنی موت کو یاد کر کے دنیا سے بے رغبتی اختیار کریں۔ سنت طریقہ صرف یہی ہے۔

علامہ ابن حجر اس حدیث کی بحث کے آخر میں فرماتے ہیں فمعنی الحديث لا تشد الرحال الى مسجد من المساجد او الى مكان من الامكنة لاجل ذلك المكان الا الى الثلاثة المذكورة وشد الرحال الى زيارة او طلب علم ليس الى المكان بل الى. من في ذلك المكان واللہ اعلم (فتح البخاری) یعنی حدیث کا مطلب اسی قدر ہے کہ کسی بھی مسجد یا مکان کے لئے سفر نہ کیا جائے اس غرض سے کہ ان مساجد یا مکانات کی محض زیارت ہی موجب رضائے الہی ہے ہاں یہ تین مساجد یہ درجہ رکھتی ہیں جن کی طرف شد رحال کیا جانا چاہئے اور کسی کی ملاقات یا تحصیل علم کے لئے شد رحال کرنا اس ممانعت میں داخل نہیں اس کے لئے کہ یہ سفر کسی مکان یا مدرسہ کی عمارت کے لئے نہیں کیا جاتا بلکہ مکان کے مکین کی ملاقات اور مدرسہ میں تحصیل علم کے لئے کیا جاتا ہے۔

(۱۱۹۰) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تميمی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے زید بن ربیع اور عبید اللہ بن ابی عبد اللہ اغر سے خبر دی، انہیں ابو عبد اللہ اغر نے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اس مسجد میں نماز مسجد حرام کے سوا تمام مسجدوں میں نماز سے ایک ہزار درجہ زیادہ افضل ہے۔

۱۱۹۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ رَبَاحٍ وَغُنَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْأَعْرُ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْأَعْرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((صَلَاةٌ فِيَّ مِنْجِدِي هَذَا خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيْمَا سِوَاهِ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ)).

میری مسجد سے مسجد نبوی مراد ہے۔ حضرت امام کا اشارہ یہی ہے کہ مسجد نبوی کی زیارت کے لئے شد رحال کیا جائے اور جو وہاں جائے گا لانا رسول کریم ﷺ و حضرات شیعین پر بھی درود و سلام کی سعادتیں اس کو حاصل ہوں گی۔

باب مسجد قباء کی فضیلت

۲- بَابُ مَسْجِدِ قُبَاءَ

(۱۱۹۱) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا انہوں نے کہا ہمیں ایوب سختیانی نے خبر دی اور انہیں نافع نے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما چاشت کی نماز صرف دو دن پڑھتے تھے۔ جب مکہ آتے کیونکہ آپ مکہ میں چاشت ہی کے وقت آتے تھے۔ اس وقت پہلے آپ طواف کرتے اور پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت پڑھتے۔ دوسرے جس دن آپ مسجد قباء میں تشریف لاتے آپ کا یہاں ہر ہفتہ کو آنے کا معمول تھا۔ جب آپ مسجد کے اندر آتے تو نماز پڑھے بغیر باہر نکلنا برا جانتے۔ آپ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سوار اور پیدل دونوں طرح آیا کرتے تھے۔

۱۱۹۱- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُثَيْبَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ ((أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ لَا يُصَلِّي مِنَ الصُّحَى إِلَّا فِي يَوْمَيْنِ: يَوْمٍ يَقْدَمُ مَكَّةَ فَإِنَّهُ كَانَ يَقْدُمُهَا صُحَى فَيَطُوفُ بِالنَّبِيِّ ثُمَّ يُصَلِّي رَكَعَتَيْنِ خَلْفَ الْمَقَامِ، وَيَوْمَ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءَ فَإِنَّهُ كَانَ يَأْتِيهِ كُلُّ سَبْتٍ، فَإِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَرِهَ أَنْ يَخْرُجَ مِنْهُ حَتَّى يُصَلِّيَ فِيهِ. قَالَ: وَكَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَزُورُهُ رَاكِبًا وَمَاشِيًا)).

[أطرافه في: ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۷۳۲۶].

(۱۱۹۲) نافع نے بیان کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ میں اسی طرح کرتا ہوں جیسے میں نے اپنے ساتھیوں (صحابہ) کو کرتے دیکھا ہے۔ لیکن تھیں رات یا دن کے کسی بھی حصے میں نماز پڑھنے سے نہیں روکتا۔ صرف اتنی بات ہے کہ قصد کر کے تم سورج نکلتے یا ڈوبتے وقت نہ پڑھو۔

۱۱۹۲- قَالَ: وَكَانَ يَقُولُ لَهُ: ((إِنَّمَا أَصْنَعُ كَمَا رَأَيْتُ أَصْحَابِي يَصْنَعُونَ، وَلَا أَصْنَعُ أَحَدًا أَنْ صَلَّى فِي أَيِّ سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ، غَيْرَ أَنْ لَا تَحْزَنُوا طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبَهَا)).

قباشر مدینہ سے ۳ میل کے فاسد پر ایک مشہور گاؤں ہے۔ جہاں ہجرت کے وقت آنحضرت ﷺ نے چند روز قیام فرمایا تھا اور یہاں آپ نے اولین مسجد کی بنیاد رکھی جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ آپ کو اپنی اس اولین مسجد سے اس قدر محبت تھی کہ آپ ہفتہ میں ایک دفعہ یہاں ضرور تشریف لاتے اور اس مسجد میں دو رکعت تحیۃ المسجد ادا فرمایا کرتے تھے۔ ان دو رکعتوں کا بہت بڑا ثواب ہے۔

آج کل حرم نبوی کے متصل بس اڈہ سے قباء کو بسیں دوڑتی رہتی ہیں۔ الحمد للہ کہ ۱۹۵۱ء پھر ۱۹۶۲ء کے ہر دو سفر میں مدینہ المنورہ کی حاضری کی سعادت پر بارہا مسجد قباء بھی جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ ۶۲ کا سفر ج میرے خاص الخاص مہربان قدر دان حضرت الحان محمد پارہ آف رنگون وارو حال کراچی ادا اللہ اقبالہم وبارک لہم وبارک علیہم کے محترم والد ماجد حضرت الحان اسماعیل پارہ پورہ کے بدل کے لئے گیا تھا۔ اللہ پاک قبول فرما کر مرحوم اسماعیل پارہ کے لئے وسیلہ آخرت بنائے اور گرامی قدر حاجی محمد پارہ اور ان کے بچوں

اور جملہ متعلقین کو وارین کی نعمتوں سے نوازے اور ترقیات نصیب کرے اور میری عاجزانہ دعائیں ان سب کے حق میں قبول فرمائے۔
آمین ثم آمین

باب جو شخص مسجد قباء میں ہر ہفتہ حاضر ہوا

(۱۱۹۳) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد العزیز بن مسلم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبد اللہ بن دینار نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے، انہوں نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کو مسجد قباء آتے پیدل بھی (بعض دفعہ) اور سواری پر بھی اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کرتے۔

۳- بَابُ مَنْ أَتَى مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ
۱۱۹۳- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ
حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءٍ
كُلَّ سَبْتٍ مَاشِيًا وَرَاكِبًا، وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَفْعَلُهُ)).

[راجع: ۱۱۹۱]

معلوم ہوا کہ مسجد قباء کی ان دو رکعتوں کا عظیم ثواب ہے۔ اللہ ہر مسلمان کو نصیب فرمائے آمین۔ یہی وہ تاریخی مسجد ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں ان لفظوں میں کیا گیا ہے ﴿لَمَسْجِدَ أُسِّسَ عَلَى الثَّمُودِ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ ط فِيهِ رَجُلٌ يُحْتَوَى أَنْ يَنْظُرُوا إِلَى اللَّهِ يُحِبُّ الْمُنَظَّرِينَ﴾ (التوبہ: ۱۰۸) یعنی یقیناً اس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ اس میں تیرا نماز کے لئے کھڑا ہونا انسب ہے۔ کیونکہ اس میں ایسے نیک دل لوگ ہیں جو پاکیزگی چاہتے ہیں۔ اور اللہ پاکی چاہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

باب مسجد قباء آنا کبھی سواری پر اور کبھی پیدل (یہ سنت نبوی ہے)

۴- بَابُ إِيْتَانِ مَسْجِدِ قُبَاءٍ رَاكِبًا
وَمَاشِيًا

(۱۱۹۴) ہم سے مسدد بن مسرہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا اور ان سے عبید اللہ عمری نے بیان کیا کہ مجھ سے نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ قباء آتے کبھی پیدل اور کبھی سواری پر۔ ابن نمیر نے اس میں یہ زیادت کی ہے کہ ہم سے عبید اللہ بن عمیر نے بیان کیا اور ان سے نافع نے کہ پھر آپ اس میں دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

۱۱۹۴- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى
عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ ابْنِ
عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ
يَأْتِي قُبَاءَ رَاكِبًا وَمَاشِيًا)) زَادَ ابْنُ
نُمَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ
فَيُصَلِّي فِيهِ رَكْعَتَيْنِ. [راجع: ۱۱۹۱]

آج کل تو سواروں کی اس قدر بہتات ہو گئی ہے کہ ہر ساعت سواری موجود ہے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے ہر دو عمل کر کے دکھائے۔ پھر بھی پیدل جانے میں زیادہ ثواب یقینی ہے۔ مسجد قباء میں حاضری مسجد نبوی ہی کی زیارت کا ایک حصہ سمجھنا چاہئے۔ لہذا اسے حدیث لا تشد الرحال کے تحت نہیں لایا جاسکتا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

باب آنحضرت ﷺ کی قبر شریف اور منبر مبارک کے درمیانی حصہ کی فضیلت کا بیان

۵- بَابُ فَضْلِ مَا بَيْنَ الْقَبْرِ
وَالْمِنْبَرِ

(۱۱۹۵) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تمیمی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالکؒ نے خبر دی، انہیں عبد اللہ بن ابی بکر نے، انہیں عباد بن تمیم نے اور انہیں (ان کے چچا) عبد اللہ بن زید مازنی رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے گھر اور میرے اس منبر کے درمیان کا حصہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے۔

نیز یہی مسجد نبوی ہے جس میں ایک رکعت ہزار رکعتوں کے برابر درجہ رکھتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے میری مسجد میں چالیس نمازوں کو اس طرح باجماعت ادا کیا کہ تکبیر تحریمہ فوت نہ ہو سکی، اس کیلئے میری شفاعت واجب ہوگی۔

(۱۱۹۶) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، ان سے یحییٰ نے، ان سے عبید اللہ عمری نے بیان کیا کہ مجھ سے خبیب بن عبد الرحمن نے بیان کیا، ان سے حفص بن عاصم نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کی زمین جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ اور میرا منبر قیامت کے دن میرے حوض پر ہو گا

۱۱۹۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عِبَادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ الْمَازِنِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمَنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنَ رِيَاضِ الْجَنَّةِ)).

۱۱۹۶- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ عُثَيْبِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمَنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنَ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، وَمَنْبَرِي عَلَى حَوْضِي)).

[أطرافه في: ۱۸۸۸، ۶۵۸۸، ۷۳۳۵].

تشریح چونکہ آپ اپنے گھر یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں مدفون ہیں، اس لئے حضرت امام بخاریؒ نے اس حدیث پر ”قبر اور منبر کے درمیان“ باب منعقد فرمایا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی ایک روایت میں (بیت) گھر کے بجائے قبر ہی کا لفظ ہے۔ گویا عالم تقدیر میں جو کچھ ہوتا تھا، اس کی آپ نے پہلے ہی خبر دے دی تھی۔ بلاشبہ وہ شبہ یہ حصہ جنت ہی کا ہے اور عالم آخرت میں یہ جنت ہی کا ایک حصہ بن جائے گا۔ ”میرا منبر میرے حوض پر ہے۔“ کا مطلب یہ ہے کہ حوض میں پر ہو گا۔ یا یہ کہ جہاں بھی میرا حوض کوثر ہو گا وہاں ہی یہ منبر رکھا جائے گا۔ آپ اس پر تشریف فرما ہوں گے اور اپنے دست مبارک سے مسلمان کو جام کوثر پلائیں گے۔ مگر اہل بدعت کو وہاں حاضری سے روک دیا جائے گا۔ جنہوں نے اللہ اور رسول اللہ کے دین کا حلیہ بگاڑ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کا حال معلوم فرما کر فرمائیں گے۔ سحفا لمن بدل سحفا لمن غیر دوری ہو ان کو جنہوں نے میرے بعد میرے دین کو بدل دیا۔

باب بیت المقدس کی مسجد کا بیان

(۱۱۹۷) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عبد الملک بن عمیر نے بیان کیا، انہوں نے زیاد کے غلام قزحہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے چار حدیثیں بیان کرتے ہوئے سنا جو مجھے بہت پسند آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

۶- بَابُ مَسْجِدِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ
۱۱۹۷- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ سَمِعْتُ قَزَحَةَ مَوْلَى زِيَادٍ قَالَ: ((سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخَدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ بِأَرْبَعٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَأَعْجَبَنِي وَأَنْفَنِي قَالَ: لَا تُسَافِرُ

نے فرمایا کہ عورت اپنے شوہر یا کسی ذی رحم محرم کے بغیر دو دن کا بھی سفر نہ کرے اور دوسری یہ کہ عید الفطر اور عید النضیٰ دونوں دن روزے نہ رکھے جائیں۔ تیسری حدیث یہ کہ صبح کی نماز کے بعد سورج کے نکلنے تک اور عصر کے بعد سورج چھپنے تک کوئی نفل نماز نہ پڑھی جائے۔ چوتھی یہ کہ تین مسجدوں کے سوا کسی کے لئے کجاوے نہ باندھے جائیں۔ مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری مسجد (یعنی مسجد نبوی)

الْمَرْأَةُ يَوْمَيْنِ إِلَّا مَعَهَا زَوْجُهَا أَوْ ذُو مَحْرَمٍ. وَلَا صَوْمَ فِي يَوْمَيْنِ: الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى. وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاتَيْنِ: بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ. وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى، وَمَسْجِدِي)). [راجع: ۵۸۶]

۲۱- کتاب العمل فی الصلوٰۃ

نماز میں کام کے بارے میں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

باب نماز میں ہاتھ سے نماز کا کوئی کام کرنا

اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نماز میں آدمی اپنے جسم کے جس حصے سے بھی چاہے مدد لے سکتا ہے۔ ابو اسحاق نے اپنی ٹوپی نماز پڑھتے ہوئے رکھی اور اٹھائی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی تھیلی بائیں پہنچے پر رکھتے البتہ اگر کھلانا یا کپڑا درست کرنا ہوتا (تو کر لیتے تھے)

۱ - بَابُ اسْتِعَاذَةِ الْيَدِ فِي الصَّلَاةِ إِذَا كَانَ مِنْ أَمْرِ الصَّلَاةِ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: يَسْتَعِينُ الرَّجُلُ فِي صَلَاتِهِ مِنْ جَسَدِهِ بِمَا شَاءَ. وَوَضَعَ أَبُو إِسْحَاقَ قَلَنْسُوْتَهُ فِي الصَّلَاةِ وَرَفَعَهَا وَوَضَعَ عَلِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَفَّهُ عَلَى رُضْبِهِ الْأَيْسَرِ. إِلَّا أَنْ يَخْلُكَ جِلْدًا أَوْ يُصْلِحَ قُبُورًا.

مثلاً نمازی کے سامنے سے کوئی گزر رہا ہو اس کو ہٹا دینا یا سجدے کے مقام پر کوئی ایسی چیز آن پڑے جس پر سجدہ نہ ہو سکے تو اس کا سر کاوینا۔ آگے جا کر حضرت امام بخاریؒ نے حضرت علیؓ کا جو اثر نقل کیا ہے، اس سے یہ نکالا کہ بدن کھلانا یا کپڑا

کھلانا نماز کا کام نہیں مگر یہ مستثنیٰ ہے یعنی نماز میں جائز ہے۔ مگر ایسے کاموں کی نماز میں عادت بنا لینا خشوع اور خضوع کے منافی ہے۔
۱۱۹۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مَخُومَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ

(۱۱۹۸) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تھیں نے بیان کیا، انہیں امام مالکؒ نے خبر دی، انہیں مخرومہ بن سلیمان نے خبر دی، انہیں ابن عباس کے

غلام کرب نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے خبر دی کہ آپ ایک رات ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما کے یہاں سوئے۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہما آپ کی خالہ تھیں۔ آپ نے بیان کیا کہ میں بستر کے عرض میں لیٹ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی بیوی اس کے طول میں لیٹے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے حتیٰ کہ آدھی رات ہوئی یا اس سے تھوڑی دیر پہلے یا بعد۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو کر بیٹھ گئے اور چہرے پر نیند کے خمار کو اپنے دونوں ہاتھوں سے دور کرنے لگے۔ پھر سورہ آل عمران کے آخر کی دس آیتیں پڑھیں۔ اس کے بعد ایک پانی کی مشک کے پاس گئے جو لٹک رہی تھی۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی طرح وضو کیا۔ پھر کھڑے ہو کر نماز شروع کی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں بھی اٹھا اور جس طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا میں نے بھی کیا اور پھر جا کر آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا داہنا ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرے داہنے کان کو پکڑ کر اسے اپنے ہاتھ سے مروڑنے لگے۔ پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر دو رکعت پڑھی، پھر دو رکعت پڑھی، پھر دو رکعت پڑھی، پھر دو رکعت پڑھی، پھر دو رکعت پڑھی، پھر دو رکعت پڑھی۔ اس کے بعد (ایک رکعت) وتر پڑھا اور لیٹ گئے۔ جب مؤذن آیا تو آپ دوبارہ اٹھے اور دو ہلکی رکعتیں پڑھ کر باہر نماز (فجر) کے لئے تشریف لے گئے۔

كَرِيبَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَنْ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ
بَاتَ عِنْدَ مَيْمُونَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهَا - وَهِيَ خَالَتُهُ - قَالَ فَاضْطَجَعْتُ
عَلَى عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ
ﷺ وَأَهْلُهُ فِي طَوْلِهَا فَنَامَ رَسُولُ اللَّهِ
ﷺ حَتَّى انْتَصَفَ اللَّيْلُ أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيلٍ أَوْ
بَعْدَهُ بِقَلِيلٍ، ثُمَّ اسْتَبَقَظَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
فَجَلَسَ فَمَسَحَ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ بِيَدِهِ، ثُمَّ
قَرَأَ الْعَشْرَ آيَاتِ خَوَاتِمِ سُورَةِ آلِ
عِمْرَانَ، ثُمَّ قَامَ إِلَى شَيْءٍ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ
مِنْهَا فَأَحْسَنَ وُضْوءَهُ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي. قَالَ
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا:
لَقُمْتُ لَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ، ثُمَّ ذَهَبْتُ
لَقُمْتُ إِلَى جَنِبِهِ، فَوَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي، وَأَخَذَ بِأُذُنِي
الْيُمْنَى يَفْتِلُهَا بِيَدِهِ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ
رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ
رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ أَوْتَرْتُ، ثُمَّ
اضْطَجَعَ حَتَّى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ، فَقَامَ فَصَلَّى
رَكَعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى
الصُّبْحَ. [راجع: ١١٧]

تشریح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا کان مروڑنے سے آپ کی غرض ان کی اصلاح کرنی تھی کہ وہ بائیں طرف سے دائیں طرف کو پھر جائیں۔ کیونکہ مقتدی کا مقام امام کے دائیں طرف ہے۔ یہیں سے امام بخاریؒ نے ترجمہ باب نکلا کیونکہ جب نمازی کو دوسرے کی نماز درست کرنے کے لئے ہاتھ سے کام لینا درست ہوا تو اپنی نماز درست کرنے کے لئے تو بطریق اولیٰ ہاتھ سے کام لینا جائز ہو گا (وحیدی) اس حدیث سے یہ بھی نکلا کہ آپ کبھی تہجد کی نماز تیرہ رکعتیں بھی پڑھتے تھے۔ نماز میں عمد اکام کرنا بلا تفاق مفید صلوٰۃ ہے۔ بھول چوک کے لئے امید عفو ہے۔ یہاں آپ ﷺ کا نماز تہجد کے آخر میں ایک رکعت وتر پڑھ کر ساری نماز کا طاق کر

لینا بھی ثابت ہوا۔ اس قدر وضاحت کے باوجود تعجب ہے کہ بہت سے ذی علم حضرات ایک رکعت وتر کا انکار کرتے ہیں۔

باب نماز میں بات کرنا

منع ہے

(۱۱۹۹) ہم سے عبد اللہ بن نمیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن فضیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نے، ان سے علقمہ نے اور ان سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (پہلے) نبی کریم ﷺ نماز پڑھتے ہوتے اور ہم سلام کرتے تو آپ اس کا جواب دیتے تھے۔ جب ہم نجاشی کے یہاں سے واپس ہوئے تو ہم نے (پہلے کی طرح نماز ہی میں) سلام کیا۔ لیکن اس وقت آپ نے جواب نہیں دیا بلکہ نماز سے فارغ ہو کر فرمایا کہ نماز میں آدمی کو فرصت کمال۔

ہم سے محمد بن عبد اللہ بن نمیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، ان سے ہریم بن سفیان نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے ابراہیم نخعی نے، ان سے علقمہ نے اور ان سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے پھر ایسی ہی روایت بیان کی۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بھی ان بزرگوں میں سے ہیں جنہوں نے ابتدائے اسلام میں جوش میں جا کر پناہ لی تھی اور نجاشی شاہ جوش نے جن کو بڑی عقیدت سے اپنے ہاں جگہ دی تھی۔ اسلام کا بالکل ابتدائی دور تھا، اس وقت نماز میں باہمی کلام جائز تھا بعد میں جب وہ جوش سے لوٹے تو نماز میں باہمی کلام کرنے کی ممانعت ہو چکی تھی۔ آنحضرت ﷺ کے آخری جملہ کا مضموم یہ کہ نماز میں تو آدمی حق تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہوتا ہے اور دل لگا رہتا ہے اس لئے یہ لوگوں سے بات چیت کا موقع نہیں ہے۔

(۱۲۰۰) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عیسیٰ بن یونس نے خبر دی، انہیں اسماعیل بن ابی خالد نے، انہیں حارث بن شیل نے، انہیں ابو عمرو بن سعد بن ابی ایاس شیبانی نے بتایا کہ مجھ سے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نماز پڑھنے میں باتیں کر لیا کرتے تھے۔ کوئی بھی اپنے قریب کے نمازی سے اپنی ضرورت بیان کر دیتا۔ پھر آیت ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ﴾ الخ اتری اور ہمیں (نماز میں) خاموش رہنے کا حکم

۲- بَابُ مَا يُنْهَى مِنَ الْكَلَامِ فِي

الصَّلَاةِ

۱۱۹۹- حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ لُصَيْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: «كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ فَيُرُدُّ عَلَيْنَا. فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَمْنَا فَلَمْ يَرُدُّ عَلَيْنَا وَقَالَ: ((إِنَّ فِي الصَّلَاةِ شُغْلًا)).

[طرفاء فی: ۱۲۱۶، ۳۸۷۵]

حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُرَيْثُ بْنُ سَفْيَانَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

تَشْرِيحُ

۱۲۰۰- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا عِيسَى عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ شَيْبَةَ عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ قَالَ: قَالَ لِي زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ: ((إِنْ كُنَّا لَنَتَكَلَّمُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ، يَكَلِّمُ أَحَدُنَا صَاحِبَهُ بِحَاجَتِهِ، حَتَّى نَزَلَتْ ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ﴾ الْآيَةُ، فَأَمَرَنَا

ہوا۔

آیت کا ترجمہ یہ ہے ”نمازوں کا خیال رکھو اور بیچ والی نمازوں کا اور اللہ کے سامنے ادب سے چپکے کھڑے رہو (سورہ بقرہ) درمیانی نماز سے عصر کی نماز مراد ہے۔ آیت اور حدیث سے ظاہر ہوا کہ نماز میں کوئی بھی دنیاوی بات کرنا قطعاً منع ہے۔

باب نماز میں مردوں کا سبحان اللہ

اور الحمد للہ کہنا

(۱۲۰۱) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد العزیز بن ابی حازم نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ ابو حازم سلمہ بن دینار نے اور ان سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنو عمرو بن عوف (قبا) کے لوگوں میں ملاپ کرنے تشریف لائے، اور جب نماز کا وقت ہو گیا تو بلال رضی اللہ عنہ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو اب تک نہیں تشریف لائے اس لئے اب آپ نماز پڑھائیے۔ انہوں نے فرمایا اچھا اگر تمہاری خواہش ہے تو میں پڑھا دیتا ہوں۔ خیر بلال رضی اللہ عنہ نے تکبیر کی۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور نماز شروع کی۔ اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپ صفوں سے گزرتے ہوئے پہلی صف تک پہنچ گئے۔ لوگوں نے ہاتھ پر ہاتھ بجانا شروع کیا۔ (سہل نے) کہا کہ جانتے ہو تصفیح کیا ہے یعنی تالیاں بجانا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز میں کسی طرف بھی دھیان نہیں کیا کرتے تھے، لیکن جب لوگوں نے زیادہ تالیاں بجائیں تو آپ متوجہ ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صف میں موجود ہیں۔ آنحضور ﷺ نے اشارہ سے انہیں اپنی جگہ رہنے کے لئے کہا۔ اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر اللہ کا شکر کیا اور اٹھ پائوں پیچھے آگئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے۔

۴- بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ التَّسْبِيحِ وَالْحَمْدِ فِي الصَّلَاةِ لِلرِّجَالِ

۱۲۰۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّحُ بَيْنَ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ، وَحَانَتِ الصَّلَاةُ، فَجَاءَ بِلَالٌ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَقَالَ: حُسَيْنُ النَّبِيِّ ﷺ، فَتَوَمَّ النَّاسُ؟ قَالَ: نَعَمْ. إِنْ شِئْتُمْ. فَأَقَامَ بِلَالٌ الصَّلَاةَ، فَتَقَدَّمَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَصَلَّى، فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ يَمْشِي فِي الصُّفُوفِ يَشْفُقُهَا شَفَقًا حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ الْأَوَّلِ، فَأَخَذَ النَّاسُ بِالتَّصْفِيحِ - وَ قَالَ سَهْلٌ: هَلْ تَذَرُونَ مَا التَّصْفِيحُ؟ هُوَ التَّصْفِيحُ - وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِي صَلَاتِهِ، فَلَمَّا أَكْثَرُوا التَّفَتَ، فَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ فِي الصَّفِّ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ: مَكَانَكَ. فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللَّهَ، ثُمَّ رَجَعَ الْفَقْهَرِيُّ وَرَاءَهُ، فَتَقَدَّمَ النَّبِيُّ ﷺ)). [راجع: ۶۸۴]

تَسْبِيحٌ

اس روایت کی مطابقت ترجمہ باب سے مشکل ہے کیونکہ اس میں سبحان اللہ کہنے کا ذکر نہیں اور شاید حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا جو اوپر گزر چکا ہے اور اس میں صاف یوں ہے کہ تم نے تالیاں بہت بجائیں نماز میں کوئی واقعہ ہو تو سبحان اللہ کہنا اور تالی بجانا عورتوں کیلئے ہے۔ اب رہا الحمد للہ کہنا تو وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے نکلتا ہے کہ انہوں نے نماز میں دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ کا شکر کیا۔ بعضوں نے کہا کہ امام بخاری نے تسبیح کو تحمید پر قیاس کیا تو یہ روایت بھی ترجمہ باب کے مطابق ہوگئی (وحیدی)

باب نماز میں نام لے کر دعا یا بد دعا کرنا یا کسی کو سلام کرنا بغیر
اس کے مخاطب کئے اور نمازی کو معلوم نہ ہو کہ اس سے
نماز میں خلل آتا ہے

۴- بَابُ مَنْ سَمَّى قَوْمًا أَوْ سَلَّمَ
فِي الصَّلَاةِ عَلَى غَيْرِهِ مَوَاجِهَةً وَهُوَ
لَا يَعْلَمُ

غرض امام بخاریؒ کی یہ ہے کہ اس طرح سلام کرنے سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ السلام علیک ایہا النبیؐ میں آنحضرت ﷺ کو سلام کرتا ہے لیکن نمازی آپ کو مخاطب نہیں کرتا اور نہ آنحضرت ﷺ کو خبر ہوتی ہے۔ جب تک فرشتے آپ کو خبر نہیں دیتے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

(۱۲۰۲) ہم سے عمرو بن عیسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو عبد الصمد العیسیٰ بن عبد العزیز بن عبد الصمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حصین بن عبد الرحمن نے بیان کیا، ان سے ابو وائل نے بیان کیا، ان سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم پہلے نماز میں یوں کہا کرتے تھے فلاں پر سلام اور نام لیتے تھے۔ اور آپس میں ایک شخص دوسرے کو سلام کر لیتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا اس طرح کہا کرو۔ (ترجمہ) ”یعنی ساری تحیات“ بندگیاں اور کورنشیں اور اچھی باتیں خاص اللہ ہی کے لئے ہیں اور اے نبی! آپ پر سلام ہو، اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔ ہم پر سلام ہو اور اللہ کے سب نیک بندوں پر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔“ اگر تم نے یہ پڑھ لیا تو گویا اللہ کے ان تمام صالح بندوں پر سلام پہنچا دیا جو آسمان اور زمین میں ہیں۔

۱۲۰۲- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَيْسَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الصَّمَدِ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كُنَّا نَقُولُ: النِّجَّةُ فِي الصَّلَاةِ وَنُسَمِّي وَيُسَلِّمُ بَعْضُنَا عَلَى بَعْضٍ. فَسَمِعَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((قُولُوا النِّجَاتِ اللَّهُ وَالصَّلَوَاتِ وَالطَّيِّبَاتِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، فَإِنَّكُمْ إِذَا فَعَلْتُمْ ذَلِكَ فَقَدْ سَلَّمْتُمْ عَلَى كُلِّ عَبْدٍ لِلَّهِ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ)). [راجع: ۸۳۱]

باب اور حدیث میں مطابقت ہے لفظ التحیات سے مراد زبان سے کی جانے والی عبادت اور لفظ صلوات سے مراد بدن سے کی جانے والی عبادت اور طیبات سے مراد مال حلال سے کی جانے والی عبادت، یہ سب خاص اللہ ہی کے لئے ہیں۔ ان میں سے جو ذرہ برابر بھی کسی غیر کے لئے کرے گا وہ عند اللہ شرک ٹھہرے گا۔ لفظ نبوی قولوا الخ سے ترجمہ باب نکلتا ہے۔ کیونکہ اس وقت تک عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا کہ نماز میں اس طرح سلام کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، اس لئے آنحضرت ﷺ نے ان کو نماز لوٹانے کا حکم نہیں فرمایا۔

باب تالی بجانا یعنی ہاتھ پر ہاتھ مارنا صرف عورتوں کیلئے ہے

۵- بَابُ التَّصْفِيقِ لِلنِّسَاءِ

۱۲۰۳- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((التَّسْنِيعُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ)).

(۱۲۰۳) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زہری نے بیان کیا، ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (نماز میں اگر کوئی بات پیش آ جائے تو) مردوں کو سبحان اللہ کہنا اور عورتوں کو ہاتھ پر ہاتھ مار کر یعنی تالی بجا کر امام کو اطلاع دینی چاہئے۔

تطانی نے کہا کہ عورت اس طرح تالی بجائے کہ دائیں ہاتھ کی پتیلی کو بائیں ہاتھ کی پشت پر مارے اگر کھیل کے طور پر بائیں ہاتھ پر مارے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر کسی مرد کو مسئلہ معلوم نہ ہو اور وہ بھی تالی بجا دے تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ان صحابہ کو جنہوں نے ٹوانستہ تالیاں بجا لی تھیں نماز کے اعادہ کا حکم نہیں دیا۔ (وحیدی)

۱۲۰۴- حَدَّثَنَا يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((التَّسْنِيعُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ)).

(۱۲۰۴) ہم سے یحییٰ بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو وکیع نے خبر دی، انہیں سفیان ثوری نے، انہیں ابو حازم سلمہ بن دینار نے اور انہیں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ کہنا مردوں کے لئے ہے اور عورتوں کے لئے تالی بجانا۔

[راجع: ۶۸۴]

معلوم ہوا کہ امام بھول جائے اور اس کو ہوشیار کرنا ہو تو مرد لفظ سبحان اللہ بلند آواز سے کہیں اور اگر کسی عورت کو لقمہ دینا ہو تو وہ تالی بجائے، اس سے عورتوں کا باجماعت نماز پڑھنا بھی ثابت ہوا۔

باب جو شخص نماز میں الٹے پاؤں پیچھے سرک جائے یا آگے بڑھ جائے کسی حادثہ کی وجہ سے تو نماز فاسد نہ ہوگی سہل بن سعدؓ نے یہ نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

۶- بَابُ مَنْ رَجَعَ الْقَهْقَرَى فِي صَلَاتِهِ أَوْ تَقَدَّمَ بِأَمْرٍ يَنْزِلُ بِهِ رَوَاهُ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

(۱۲۰۵) ہم سے بشر بن محمد نے بیان کیا، انہیں امام عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا کہ ہم سے یونس نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ پیر کے روز مسلمان ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں فجر کی نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا پردہ ہٹائے ہوئے دکھائی دیئے۔ آپؐ نے دیکھا کہ صحابہ صف باندھے کھڑے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپؐ کھل کر مسکرا دیئے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ الٹے پاؤں پیچھے بنے۔ انہوں نے سمجھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تشریف لائیں گے اور مسلمان نبی کریم

۱۲۰۵- حَدَّثَنَا بَشَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ: قَالَ الزُّهْرِيُّ: أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: ((أَنَّ الْمُسْلِمِينَ بَيْنَمَا هُمْ فِي الْفَجْرِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَأَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُصَلِّي بِهِمْ، فَفَجَّاهُمْ النَّبِيُّ ﷺ قَدْ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ وَهُمْ صُفُوفٌ، فَتَسَمَّ يَضْحَكُ. فَكَصَّ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى عَقْبِهِ

صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اس درجہ خوش ہوئے کہ نماز ہی توڑ ڈالنے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کے اشارہ سے ہدایت کی کہ نماز پوری کرو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ ڈال دیا اور حجرے میں تشریف لے گئے۔ پھر اس دن آپ نے انتقال فرمایا۔ ﷺ۔

وَهَنَّ أَنْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُرِيدُ أَنْ يَخْرُجَ إِلَى الصَّلَاةِ، وَهُمْ الْمُسْلِمُونَ أَنْ يَفْتَبُوا فِي صَلَاتِهِمْ فَرَحًا بِالنَّبِيِّ ﷺ حِينَ رَأَوْهُ. فَأَشَارَ بِيَدِهِ أَنْ أَيْمُوا. ثُمَّ دَخَلَ الْحُجْرَةَ وَأَرْخَى السُّرَّةَ. وَتَوَفَّى ذَلِكَ الْيَوْمَ (ﷺ)۔

[راجع: ۶۸۰]

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اب بھی کوئی خاص موقع اگر اس قسم کا آجائے کہ امام کو پیچھے کی طرف ہٹنا پڑے یا کوئی حادثہ ہی ایسا داعی ہو تو اس طرح سے نماز میں نقص نہ آئے گا۔

باب اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور اس کی ماں اس کو بلائے تو کیا کرے؟

۷- بَابُ إِذَا دَعَتْ الْأُمُّ وَلَدَهَا فِي الصَّلَاةِ

(۱۳۰۶) اور لیث بن سعد نے کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمن بن ہرمز اعرج نے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (بنی اسرائیل کی) ایک عورت نے اپنے بیٹے کو پکارا، اس وقت وہ عبادت خانے میں تھا۔ ماں نے پکارا کہ اے جرتج! جرتج! (پس و پیش میں پڑ گیا اور دل میں) کہنے لگا کہ اے اللہ! میں اب ماں کو دیکھوں یا نماز کو۔ پھر ماں نے پکارا اے جرتج! (وہ اب بھی اس پس و پیش میں تھا) کہ اے اللہ! میری ماں اور میری نماز! ماں نے پھر پکارا اے جرتج! (وہ اب بھی یہی) سوچے جا رہا تھا۔ اے اللہ! میری ماں اور میری نماز! (آخر) ماں نے تنگ ہو کر بددعا کی اے اللہ! جرتج کو موت نہ آئے جب تک وہ فاحشہ عورت کا چہرہ نہ دیکھ لے۔ جرتج کی عبادت گاہ کے قریب ایک چرانے والی آیا کرتی تھی جو بکریاں چراتی تھی۔ اتفاق سے اسکے بچہ پیدا ہوا۔ لوگوں نے پوچھا کہ یہ کس کا بچہ ہے؟ اس نے کہا کہ جرتج کا ہے۔ وہ ایک مرتبہ اپنی عبادت گاہ سے نکل کر میرے پاس رہا تھا۔ جرتج نے پوچھا کہ وہ عورت کون ہے؟ جس نے مجھ پر تمت لگائی ہے کہ اس کا بچہ مجھ سے ہے۔ (عورت بچے کو لے آئی تو) انہوں نے بچے سے پوچھا کہ بچے! تمہارا باپ کون؟ بچہ بول پڑا کہ ایک بکری چرانے والا گذریا میرا باپ

۱۲۰۶- وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمَزٍ قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((نَادَتْ امْرَأَةً ابْنَهَا وَهُوَ فِي صُومَعَةٍ قَالَتْ: يَا جُرَيْجُ، قَالَ: اللَّهُمَّ أُمِّي وَصَلَاتِي. قَالَتْ: يَا جُرَيْجُ، قَالَ: اللَّهُمَّ أُمِّي وَصَلَاتِي. فَقَالَتْ: يَا جُرَيْجُ، قَالَ: اللَّهُمَّ أُمِّي وَصَلَاتِي. قَالَتْ: يَا جُرَيْجُ، قَالَ: اللَّهُمَّ لَا يَمُوتُ جُرَيْجٌ حَتَّى يَنْظُرَ فِي وَجْهِ الْمَيِّمِيسِ؛ وَكَانَتْ تَأْوِي إِلَى صُومَعَتِهِ رَاعِيَةً. تَزْعِي الْغَنَمَ، فَوَلَدَتْ، فَقِيلَ لَهَا: مِمَّنْ هَذَا الْوَلَدُ؟ قَالَتْ: مِنْ جُرَيْجٍ نَزَلَ مِنْ صُومَعَتِهِ. قَالَ جُرَيْجُ: أَيْنَ هَذِهِ الَّتِي تَزْعُمُ أَنَّ وَلَدَهَا لِي؟ قَالَ: يَا بَابُوسُ. مَنْ أَبُوكَ؟ قَالَ: رَاعِي الْغَنَمِ))۔

[أطرافه في ۲۴۸۲، ۳۴۳۶، ۳۴۶۶]۔

ہے۔

نتیجہ ماں کی اطاعت فرض ہے اور باپ سے زیادہ ماں کا حق ہے۔ اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا جواب نہ دے، اگر دے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ بعضوں نے کہا جواب دے اور نماز فاسد نہ ہوگی اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا کہ جب تو نماز میں ہو اور تیری ماں تجھ کو بلائے تو جواب دے اور اگر باپ بلائے تو جواب نہ دے۔ امام بخاری جریج کی حدیث اس باب میں لائے کہ ماں کا جواب نہ دینے سے وہ (تنگی میں) جھٹلا ہوئے۔ بعضوں نے کہا جریج کی شریعت میں نماز میں بات کرنا مباح تھا تو ان کو جواب دینا لازم تھا۔ انہوں نے نہ دیا تو ماں کی بددعا ان کو لگ گئی۔

ایک روایت میں ہے کہ اگر جریج کو معلوم ہوتا تو جواب دیتا کہ ماں کا جواب دینا بھی اپنے رب کی عبادت ہے۔ بابوس ہر شیر خوار بچے کو کہتے ہیں یا اس بچے کا نام ہو گا۔ اللہ نے اس کو بولنے کی طاقت دی۔ اس نے اپنا باپ بتلایا۔ جریج اس طرح اس الزام سے بری ہوئے۔ معلوم ہوا کہ ماں کو ہر حال میں خوش رکھنا اولاد کے لئے ضروری ہے ورنہ ان کی بددعا اولاد کی زندگی کو تباہ کر سکتی ہے۔

باب نماز میں کنکری اٹھانا کیسا ہے؟

(۱۲۰۷) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شیبان نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن کثیر نے، ان سے ابو سلمہ نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے معیقب بن ابی طلحہ صحابی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے جو ہر مرتبہ سجدہ کرتے ہوئے کنکریاں برابر کرتا تھا فرمایا اگر ایسا کرتا ہے تو صرف ایک ہی بار کر۔

۸- بَابُ مَسْحِ الْخَصَى فِي الصَّلَاةِ

۱۲۰۷- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي مُعَقِّبُ بْنُ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُسَوِّي التُّرَابَ حِينَ يَسْجُدُ قَالَ: ((إِنْ كُنْتَ فَاعِلًا فَوَاحِدَةً)).

کیونکہ بار بار ایسا کرنا نماز میں خشوع و خضوع کے خلاف ہے۔

باب نماز میں سجدہ کے لئے کپڑا بچھانا کیسا ہے؟

(۱۲۰۸) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے بشر بن مفضل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غالب بن قطان نے بیان کیا، ان سے بکر بن عبد اللہ مزنی نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ہم سخت گرمیوں میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے اور چہرے کو زمین پر پوری طرح رکھنا مشکل ہو جاتا تو اپنا کپڑا بچھا کر اس پر سجدہ کیا کرتے تھے۔

۹- بَابُ بَسْطِ الثَّوْبِ فِي الصَّلَاةِ لِلْسُّجُودِ

۱۲۰۸- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مَفْضَلٍ حَدَّثَنَا غَالِبٌ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ فَلَإِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَحَدُنَا أَنْ يُمَكِّنَ وَجْهَهُ مِنَ الْأَرْضِ بَسَطَ ثَوْبَهُ فَسَجَدَ عَلَيْهِ)).

[راجع: ۳۸۵]

نتیجہ مسجد نبوی ابتداء میں ایک معمولی چھپر کی شکل میں تھی۔ جس میں بارش اور دھوپ کا پورا اثر ہوا کرتا تھا۔ اس لئے شریعت گرام میں صحابہ کرامؓ ایسا کر لیا کرتے تھے۔ اب بھی کہیں ایسا ہی موقع ہو تو ایسا کر لینا درست ہے۔

باب نماز میں کون کون سے کام

درست ہیں؟

(۱۲۰۹) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ قعنی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالکؒ نے بیان کیا، ان سے ابو النضر سالم بن ابی امیہ نے، ان سے ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں اپنا پاؤں نبی کریم ﷺ کے سامنے پھیلا لیتی تھی اور آپ نماز پڑھتے ہوتے جب آپ سجدہ کرنے لگتے تو آپ مجھے ہاتھ لگاتے، میں پاؤں سمیٹ لیتی۔ پھر جب آپ کھڑے ہو جاتے تو میں پھر پھیلا لیتی۔

(۱۲۱۰) ہم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شاہبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن زیاد نے بیان کیا، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے ایک مرتبہ ایک نماز پڑھی پھر فرمایا کہ میرے سامنے ایک شیطان آگیا اور کوشش کرنے لگا کہ میری نماز توڑ دے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو میرے قابو میں کر دیا میں نے اس کا گلا گھونٹ لیا اس کو دھکیل دیا۔ آخر میں میرا ارادہ ہوا کہ اسے مسجد کے ایک ستون سے باندھ دوں اور جب صبح ہو تو تم بھی دیکھو۔ لیکن مجھے سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آگئی ”اے اللہ! مجھے ایسی سلطنت عطا کہ جو میرے بعد کسی اور کو نہ ملے۔“ اس لئے میں نے اسے چھوڑ دیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے ذلت کے ساتھ بھگا دیا۔ اس کے بعد نضر بن شمیل نے کہا کہ ذعتہ ذال سے ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ میں نے اس کا گلا گھونٹ دیا اور ذعتہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے لیا گیا ہے۔ ”یوم یدعون“ جس کے معنی ہیں قیامت کے دن وہ دوزخ کی طرف دھکیلے جائیں گے۔ درست پہلا ہی لفظ ہے۔ البتہ شعبہ نے اسی طرح عین اور تاء کی تشدید کے ساتھ بیان کیا ہے۔

۱۰۔ بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ الْعَمَلِ فِي الصَّلَاةِ

۱۲۰۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كُنْتُ أَمُدُّ رِجْلِي فِي قِبْلَةِ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّي، فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِي، فَرَفَعْتَهَا، فَإِذَا قَامَ مَدَدْتُهَا)).

[راجع: ۳۸۲]

۱۲۱۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ((عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ صَلَّى صَلَاةً قَالَ: ((إِنَّ الشَّيْطَانَ عَرَضَ لِي فَشَدَّ عَلَيَّ يَقْطَعُ الصَّلَاةَ عَلَيَّ، فَأَمَكَّنَنِي اللَّهُ مِنْهُ فَذَعْتُهُ، وَلَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَوْفِقَهُ إِلَى سَارِيَةٍ حَتَّى تُصْبِحُوا فَتَنْظُرُوا إِلَيْهِ، فَذَكَرْتُ قَوْلَ سَلِيمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: «رَبِّ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي» فَوَدَّهَ اللَّهُ خَاسِنًا)) ثُمَّ قَالَ النَّضْرُ بْنُ شَمِيلٍ: فَذَعْتُهُ بِالذَّالِ، أَيْ حَقَّقْتُهُ. وَفَدَعْتُهُ مِنْ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: «يَوْمَ يُدْعُونَ» أَيْ يُدْفَعُونَ. وَالصَّوَابُ الْأَوَّلُ، إِلَّا أَنَّهُ كَذَا قَالَ بِشَيْئَيْنِ الْعَيْنِ وَالنَّاءِ.

[راجع: ۴۶۱]

یہاں یہ اعتراض نہ ہو گا کہ دوسری حدیث میں ہے کہ شیطان عمر کے سایہ سے بھی بھاگتا ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شیطان ڈرتا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کیونکر آیا۔ آنحضرت ﷺ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہیں

افضل ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چور ڈاکو بد معاش کو تو ال سے زیادہ ڈرتے ہیں بادشاہ سے اتنا نہیں ڈرتے، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ بادشاہ کو ہم پر رحم آجائے گا۔ تو اس سے یہ نہیں لگتا کہ کو تو ال بادشاہ سے افضل ہے، اس حدیث سے امام بخاریؒ نے یہ نکالا کہ دشمن کو دھکیلنا یا اس کو دھکا دینا اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ امام ابن قیمؒ نے کتاب الصلوٰۃ میں اہم حدیث کا مذہب قرار دیا کہ نماز میں کھٹکارنا یا کوئی گھر میں نہ ہو تو دروازہ کھول دینا، سانپ چھو نکلے تو اس کا مارنا، سلام کا جواب ہاتھ کے اشارے سے دینا، کسی ضرورت سے آگے پیچھے سرک جانا یہ سب کام درست ہیں۔ ان سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (وحیدی) بعض نسخوں میں ہم قال النضر بن شعیل والی عبارت نہیں ہے۔

باب اگر آدمی نماز میں ہو اور اس کا جانور بھاگ پڑے۔ اور قنودہ نے کہا کہ اگر کسی کا کپر چور لے بھاگے تو اس کے پیچھے دوڑے اور نماز چھوڑ دے

(۱۲۱۱) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ارزق بن قیس نے بیان کیا، کہا کہ ہم اہواز میں (جو کئی بستیاں ہیں بصرہ اور ایران کے بیچ میں) خارجیوں سے جنگ کر رہے تھے۔ ایک بار میں نمر کے کنارے بیٹھا تھا۔ اتنے میں ایک شخص (ابو برزہ صحابیؓ) آیا اور نماز پڑھنے لگا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ان کے گھوڑے کی لگام ان کے ہاتھ میں ہے۔ اچانک گھوڑا ان سے چھوٹ کر بھاگنے لگا۔ تو وہ بھی اس کا پیچھا کرنے لگے۔ شعبہ نے کہا یہ ابو برزہ اسلمیؓ تھے۔ یہ دیکھ کر خوارج میں سے ایک شخص کہنے لگا کہ اے اللہ! اس شیخ کا ناس کہ جب وہ شیخ واپس لوٹے تو فرمایا کہ میں نے تمہاری باتیں سن لی ہیں اور (تم کیا چیز ہو؟) میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چھ یا سات یا آٹھ جہادوں میں شرکت کی ہے اور میں نے آپؐ کی آساتیوں کو دیکھا ہے۔ اس لئے مجھے یہ اچھا معلوم ہوا کہ اپنا گھوڑا ساتھ لے کر لوٹوں نہ کہ اس کو چھوڑ دوں وہ جہاں چاہے چل دے اور میں تکلیف اٹھاؤں۔

(۱۲۱۲) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا کہ ہم کو یونس نے خبر دی، انہیں زہریؒ نے ان سے عروہ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہؓ نے بتلایا کہ جب سورج

۱۱- بَابُ إِذَا انْفَلَتِ الدَّابَّةُ فِي الصَّلَاةِ وَقَالَ قَتَادَةُ : إِنْ أَخَذَ ثَوْبَهُ يَتَّبِعُ السَّارِقَ وَيَدْعُ الصَّلَاةَ

۱۲۱۱- حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَزْرَقِيُّ بْنُ قَيْسٍ قَالَ ((كُنَّا بِالْأَهْوَازِ نُقَاتِلُ الْخُرُورِيَّةَ، فَبَيْنَا أَنَا عَلَى جُرْفٍ نَهْرٍ إِذَا رَجُلٌ يُصَلِّي، وَإِذَا لِحَامٌ دَابَّتْ بِبَيْدِهِ، فَجَعَلَتِ الدَّابَّةُ تُنَارِعُهُ، وَجَعَلَ يَتَّبِعُهَا - قَالَ شُعْبَةُ : هُوَ أَبُو بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيُّ - فَجَعَلَ رَجُلٌ مِنَ الْخَوَارِجِ يَقُولُ : اللَّهُمَّ افْعَلْ بِهَذَا الشَّيْخِ. فَلَمَّا انصَرَفَ الشَّيْخُ قَالَ : إِنِّي سَمِعْتُ قَوْلَكُمْ وَإِنِّي غَرَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ غُرُوتٍ أَوْ سَبْعَ غُرُوتٍ أَوْ ثَمَانٍ وَشَهِدْتُ تَبْسِيرَهُ، وَإِنِّي كُنْتُ أَنْ أَرَا جَعَلَ مَعَ دَابَّتِي أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَدْعَاهَا تَرْجِعَ إِلَيَّ مَا لَيْفَهَا فَيَشُقُّ عَلَيَّ)).

[طرفہ فی: ۶۱۲۷].

۱۲۱۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ غُرَّةٍ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ

رَحِمَیَ اللّٰہُ عَنْہَا: ((خَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَقَامَ النَّبِیُّ ﷺ لَقَرَأَ سُورَةَ طٰوِیٰتٍ ثُمَّ رَكَعَ فَاَطَالَ، ثُمَّ رَفَعَ رَاسَهُ، ثُمَّ اسْتَفْتَحَ بِسُورَةِ اٰخِرٰی، ثُمَّ رَكَعَ حَتّٰی قَضَاہَا وَمَسَجَدًا، ثُمَّ فَعَلَ ذٰلِكَ فِی الثَّانیَةِ ثُمَّ قَالَ : ((اِنَّهُمَا اٰیَاتَانِ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰهِ، فَاِذَا رَاَیْتُمْ ذٰلِكَ فَصَلُّوْا حَتّٰی یُفْرَجَ عَنْكُمْ. لَقَدْ رَاَیْتُ فِی مَقَامِیْ هٰذَا کُلَّ شَیْءٍ وَعِدْتُهُ، حَتّٰی لَقَدْ رَاَیْتُ اُرِیْدُ اَنْ اَخْذَ لِقَظًا مِنَ الْجَنَّةِ حِیْنَ رَاَیْتُوْنِیْ جَعَلْتُ اَتَقَدَّمُ، وَلَقَدْ رَاَیْتُ جَهَنَّمَ یَحِطُّ بِمَعْضٰهَا بِمَعْضٰ حِیْنَ رَاَیْتُوْنِیْ تَاَخَّرْتُ، وَرَاَیْتُ فِیْہَا عَمْرُو بنُ لَحْمٍ وَهُوَ الَّذِیْ سَبَّ السَّوَابِ)).

[راجع: ۱۰۴۴]

گر بن لگا تو نبی کریم ﷺ (نماز کے لئے) کھڑے ہوئے اور ایک لمبی سورت پڑھی، پھر رکوع کیا اور بہت لمبا رکوع کیا۔ پھر سر اٹھایا اس کے بعد دوسری سورت شروع کر دی، پھر رکوع کیا اور رکوع پورا کر کے اس رکعت کو ختم کیا اور سجدے میں گئے۔ پھر دوسری رکعت میں بھی آپ نے اسی طرح کیا۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ اس لئے جب تم ان میں گر بن دیکھو تو نماز شروع کرو جب تک کہ یہ صاف ہو جائے اور دیکھو میں نے اپنی اسی جگہ سے ان تمام چیزوں کو دیکھ لیا ہے جن کا مجھ سے وعدہ ہے۔ یہاں تک کہ میں نے یہ بھی دیکھا کہ میں جنت کا ایک خوشہ لینا چاہتا ہوں۔ ابھی تم لوگوں نے دیکھا ہو گا کہ میں آگے بڑھنے لگا تھا اور میں نے دوزخ بھی دیکھی (اس حالت میں کہ) بعض آگ بعض آگ کو کھائے جا رہی تھی۔ تم لوگوں نے دیکھا ہو گا کہ جہنم کے اس ہولناک منظر کو دیکھ کر میں پیچھے ہٹ گیا تھا۔ میں نے جہنم کے اندر عمرو بن لہی کو دیکھا۔ یہ وہ شخص ہے جس نے ساند کی رسم عرب میں جاری کی تھی۔

سابقہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو جاہلیت میں بتوں کی نذر مان کر چھوڑ دی جاتی تھی۔ نہ اس پر سوار ہوتے اور نہ اس کا دودھ پیتے۔ یہی عمرو بن لہی عرب میں بت پرستی اور دوسری بت سی منکرات کا پانی ہوا ہے۔ حدیث کی مطابقت ترجمہ سے ظاہر ہے اس لئے کہ خوشہ لینے کے لئے آپ کا آگے بڑھنا اور دوزخ کی ہیبت کھا کر پیچھے ہٹنا حدیث سے ثابت ہو گیا اور جس کا چار پایہ چھوٹ جاتا ہے وہ اس کے تھانے کے واسطے بھی کبھی آگے بڑھتا ہے کبھی پیچھے ہٹتا ہے۔ (فتح الباری) خوارج ایک گروہ ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کیا۔ ساتھ ہی حدیث کا انکار کر کے حسبنا اللہ کتاب اللہ کا نعرہ لگایا۔ یہ گروہ بھی افراط و تفریط میں مبتلا ہو کر گمراہ ہوا۔

باب اس بارے میں کہ نماز میں تھوکنہ اور پھونک مارنا کہاں تک جائز ہے؟ اور عبد اللہ بن عمروؓ سے گسن کی حدیث میں منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گسن کی نماز میں سجدے میں پھونک ماری

۱۲ - بَابُ مَا یَجُوزُ مِنَ الْبُصَاقِ وَالتَّفْخِ فِي الصَّلَاةِ وَیَذْکُرُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو: نَفَخَ النَّبِیُّ ﷺ فِی سُجُودِہِ فِی کُسُوفٍ

یعنی ایسے صاف طور پر ان نکالی کہ جس سے ف پوری اور لمبی آواز سے ظاہر ہوئی۔ ابن بطلان نے کہا کہ نماز میں تھوک ڈالنے کے جواز پر علماء نے اتفاق کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پھونک مارنا بھی جائز ہے کیونکہ ان دونوں میں فرق نہیں

ہے۔ ابن دقیق نے کہا کہ نماز میں پھونک مارنے کو اس لئے مہل نماز کہتے ہیں کہ وہ کلام کے مشابہ ہے اور یہ بات مردود ہے کیونکہ صحیح طور پر ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نماز میں پھونک ماری (فتح الباری)

۱۲۱۳- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا
حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى
نُحَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ، فَغَطَّ عَلَى
أَهْلِ الْمَسْجِدِ وَقَالَ: ((إِنَّ اللَّهَ قَبَلَ
أَحَدَكُمْ، فَإِذَا كَانَ فِي صَلَاةٍ فَلَا يَتَزَوَّنُ -
أَوْ قَالَ: لَا يَتَخَمَّنُ)) - ثُمَّ نَزَلَ فَخَتَهَا
بِيَدِهِ)). وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا:
إِذَا بَزَقَ أَحَدُكُمْ فَلْيَتَزَوَّقْ عَلَى يَسَارِهِ.

۱۲۱۳) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم
سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے نافع
نے، ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ مسجد میں قبلہ کی طرف ریٹ
دیکھی۔ آپ مسجد میں موجود لوگوں پر بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ
اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے ہے اس لئے نماز میں تھوکانہ کرو، یا یہ فرمایا
کہ ریٹ نہ نکالا کرو۔ پھر آپ اترے اور خود ہی اپنے ہاتھ سے اسے
کھرچ ڈالا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ جب کسی کو تھوکانہ ضروری ہو تو
اپنی بائیں طرف تھوک لے۔

[راجع: ۴۰۶]

اس سے یہ معلوم ہوا کہ برے کام کو دیکھ کر تمام جماعت پر ناراض ہونا جائز ہے تاکہ سب کو تنبیہ ہو اور آئندہ کے لئے
لشیعہ اس کا لحاظ رکھیں۔ نماز میں قبلہ کی طرف تھوکنے سے منع فرمایا۔ نہ کہ مطلق تھوک ڈالنے سے بلکہ اپنے پاؤں کے نیچے
تھوکنے کی اجازت فرمائی جیسا کہ اگلی حدیث میں مذکور ہے۔ جب تھوک مسجد میں پختہ فرش ہونے کی وجہ سے دفن نہ ہو سکے تو رومال
میں تھوکانا چاہئے۔ پھونک مارنا بھی کسی شدید ضرورت کے تحت جائز ہے بلا ضرورت پھونک مارنا نماز میں خشوع کے خلاف ہے۔

۱۲۱۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ
قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ
أَنْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:
((إِذَا كَانَ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّهُ يُنَاجِي رَبَّهُ، فَلَا
يَتَزَوَّقُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، وَلَكِنْ عَنْ
شِمَالِهِ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى)).

۱۲۱۴) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان
کیا، ان سے شعبہ نے، انہوں نے کہا کہ میں نے قتادہ سے سنا، وہ انس
بن مالک سے روایت کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم
میں سے کوئی نماز میں ہو تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔ اس
لئے اس کو سامنے نہ تھوکانا چاہئے اور نہ دائیں طرف البتہ بائیں
طرف اپنے قدم کے نیچے تھوک لے۔

[راجع: ۲۴۱]

باب اگر کوئی مرد مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے نماز میں دستک
دے تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔

اس باب میں سہل بن سعدؓ کی ایک روایت
نبی کریم ﷺ سے ہے

۱۳- بَابُ مَنْ صَفَّقَ جَاهِلًا مِّنَ
الرِّجَالِ فِي صَلَاتِهِ لَمْ تَفْسُدْ صَلَاتُهُ
فِيهِ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

(جو اوپر گزر چکی ہے اور آگے بھی آئے گی)

۱۴- بَابُ إِذَا قِيلَ لِلْمُصَلِّي:

تَقَدَّمَ أَوْ انْتَظَرَ فَانْتَظَرَ -

فَلَا بَأْسَ

باب اس بارے میں کہ اگر نمازی سے کوئی کہے کہ آگے
بڑھ جایا ٹھہر جا اور وہ آگے بڑھ جائے یا ٹھہر جائے تو کوئی
قباحت نہیں ہے۔

(۱۲۱۵) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو سفیان ثوری نے خبر
دی، انہیں ابو حازم نے، ان کو سل بن سعد رحمہ اللہ نے بتلایا کہ لوگ نبی
کریم ﷺ کے ساتھ نماز اس طرح پڑھتے کہ تہجد چھوٹے ہونے کی
وجہ سے انہیں اپنی گردنوں سے باندھے رکھتے اور عورتوں کو (جو
مردوں کے پیچھے جماعت میں شریک رہتی تھیں) کہہ دیا جاتا کہ جب
تک مرد پوری طرح سمٹ کر نہ بیٹھ جائیں تم اپنے سر (سجدے سے)
نہ اٹھنا۔

۱۲۱۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ
أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ
سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ النَّاسُ
يُصَلُّونَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَهُمْ عَائِدُونَ أُرْزِقَهُم
مِنَ الصَّغَرِ عَلَى رِقَابِهِمْ، فَقِيلَ لِلنِّسَاءِ: لَا
تَرْفَعْنَ رُؤُوسَكُمْ حَتَّى يَسْتَوِيَ الرَّجَالُ
جُلُوسًا)). (راجع: ۳۶۲)

امام نماز میں بھول جائے یا کسی دیگر ضروری امر پر امام کو آگاہ کرنا ہو تو مرد سبحان اللہ کہیں اور عورت تالیاں بجائیں اگر کسی
مرد نے نادانی کی وجہ سے تالیاں بجائیں تو اس کی نماز نہیں ٹوٹے گی۔ چنانچہ سل کی حدیث میں جو دو بابوں کے بعد آرہی
ہے کہ صحابہؓ نے نادانی کی وجہ سے ایسا کیا اور آپؐ نے ان کو نماز ٹوٹانے کا حکم نہیں فرمایا۔ حدیث اور باب میں یوں مطابقت ہوئی کہ یہ
بات عورتوں کو حالت نماز میں کسی گئی یا نماز سے پہلے۔ شق اول میں معلوم ہوا کہ نمازی کو مخاطب کرنا اور نمازی کے لئے کسی کا انتظار
کرنا جائز ہے اور شق ثانی میں معلوم ہوا کہ نماز میں انتظار کرنا جائز ہے۔ حضرت امام بخاریؒ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ کسی کا انتظار
اگر شرعی ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں (فتح الباری)

باب نماز میں سلام کا جواب (زبان سے)

۱۵- بَابُ لَا يَرُدُّ السَّلَامَ فِي

الصَّلَاةِ

نہ دے

(۱۲۱۶) ہم سے عبد اللہ بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن
فضیل نے بیان کیا، ان سے اعثم نے، ان سے ابراہیم نے، ان سے
علقمہ نے اور ان سے عبد اللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ (ابتداء اسلام
میں) نبی کریم ﷺ جب نماز میں ہوتے تو میں آپ کو سلام کرتا تو آپ
جواب دیتے تھے۔ مگر جب ہم (حبشہ سے جہاں ہجرت کی تھی) واپس
آئے تو میں نے (پہلے کی طرح نماز میں) سلام کیا۔ مگر آپ نے کوئی
جواب نہیں دیا (کیونکہ اب نماز میں بات چیت وغیرہ کی ممانعت نازل
ہو گئی تھی) اور فرمایا کہ نماز میں اس سے مشغولیت ہوتی ہے۔

۱۲۱۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ فَضِيلٍ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ
إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ:
((كَتَبْتُ أَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ فِي
الصَّلَاةِ فَرَدَّ عَلَيَّ، فَلَمَّا رَجَعْنَا سَلَّمْتُ
عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ وَقَالَ: ((إِنَّ فِي
الصَّلَاةِ لَشُغْلًا)).

[راجع: ۱۱۹۹]

شیخ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ واپسی مکہ شریف کو تھی یا مدینہ منورہ کو۔ حافظ نے فتح الباری میں اسے ترجیح دی ہے کہ مدینہ منورہ کو تھی جس طرح پہلے گزر چکا ہے اور جب یہ واپس ہوئے تو آپ ﷺ بدر کی لڑائی کے لئے تیار فرما رہے تھے۔ اگلی حدیث سے بھی اسی تائید ہوتی ہے کہ نماز کے اندر کلام کرنا مدینہ میں حرام ہوا۔ کیونکہ حضرت جابر انصاری مدینہ شریف کے باشندے تھے۔

(۱۲۱۷) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے کثیر بن شنظیر نے بیان کیا، ان سے عطاء بن ابی رباح نے ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی ایک ضرورت کے لئے (غزوۂ بنی مصلط میں) بھیجا۔ میں جا کر واپس آیا، میں نے کام پورا کر دیا تھا۔ پھر میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو سلام کیا۔ لیکن آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میرے دل میں اللہ جانے کیا بات آئی اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر اس لئے خفا ہیں کہ میں دیر سے آیا ہوں۔ میں نے پھر دوبارہ سلام کیا اور جب اس مرتبہ بھی آپ نے کوئی جواب نہ دیا تو اب میرے دل میں پہلے سے بھی زیادہ خیال آیا۔ پھر میں نے (تیسری مرتبہ) سلام کیا اور اب آپ نے جواب دیا اور فرمایا کہ پہلے جو دوبارہ میں نے جواب نہ دیا تو اس وجہ سے تھا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور آپ اس وقت اپنی اونٹنی پر تھے اور اس کا رخ قبلہ کی طرف نہ تھا بلکہ دوسری طرف تھا۔

۱۲۱۷- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ شَنْظِيرٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي حَاجَةٍ لَهُ، فَانْطَلَقْتُ، ثُمَّ رَجَعْتُ وَقَدْ قَضَيْتُهَا، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ، فَوَقَعَ فِي قَلْبِي مَا اللَّهُ أَغْلَمُ بِهِ، فَقُلْتُ فِي نَفْسِي: لَعَلَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَجَدَ عَلَيَّ أَنِّي أَبْطَأْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ، فَوَقَعَ فِي قَلْبِي أَشَدُّ مِنَ الْمَرَّةِ الْأُولَى. ثُمَّ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيَّ وَ قَالَ: ((إِنَّمَا مَنَعَنِي أَنْ أَرُدَّ عَلَيْكَ أَنِّي كُنْتُ أَصَلِّي)). وَكَانَ عَلَى رَاحِلَتِهِ مُتَوَجِّهًا إِلَى غَيْرِ الْقِبْلَةِ)).

شیخ مسلم کی روایت میں ہے کہ یہ غزوۂ بنی المصطلق میں تھا۔ اور مسلم ہی کی روایت میں یہ بھی وضاحت ہے کہ آپ نے ہاتھ کے اشارے سے جواب دیا اور جابر رضی اللہ عنہ کا مفہوم و متکثر ہونا اس لئے تھا کہ انہوں نے یہ نہ سمجھا کہ یہ اشارہ سلام کا جواب ہے۔ کیونکہ پہلے زبان سے سلام کا جواب دیتے تھے نہ کہ اشارہ سے۔

باب نماز میں کوئی حلوہ پیش آئے

تو ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

۱۶- بَابُ رَفْعِ الْيَدَيِ فِي الصَّلَاةِ

لَا مُرَّ يَنْزِلُ بِهِ

(۱۲۱۸) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن ابی حازم نے بیان کیا، ان سے ابو حازم سلمہ بن وینار نے اور ان سے سلم بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ

۱۲۱۸- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا الْعَزِيزُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((بَلَغَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ قبیلہ بنو عمرو بن عوف میں کوئی جھگڑا ہو گیا ہے۔ اس لئے آپؐ کئی اصحاب کو ساتھ لے کر ان میں ملاپ کرانے کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں آپؐ صلح صفائی کے لئے ٹھہر گئے۔ ادھر نماز کا وقت ہو گیا تو بلالؓ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں آئے اور نماز کا وقت ہو گیا، تو کیا آپؐ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے؟ آپؐ نے جواب دیا کہ ہاں اگر تم چاہتے ہو تو پڑھا دوں گا۔ چنانچہ بلالؓ نے حکمیر کسی اور ابو بکرؓ نے آگے بڑھ کر نیت باندھ لی۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے اور صفوں سے گزرتے ہوئے آپؐ پہلی صف میں آکھڑے ہوئے، لوگوں نے ہاتھ پر ہاتھ مارنے شروع کر دیئے۔ (سلؓ نے کہا تصفیح کے معنی تصفیق کے ہیں) آپؐ نے بیان کیا کہ ابو بکرؓ نماز میں کسی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ لیکن جب لوگوں نے بہت دستکیں دیں تو انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے ابو بکرؓ کو نماز پڑھانے کے لئے کہا۔ اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور پھر اٹے پاؤں پیچھے کی طرف چلے آئے اور صف میں کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپؐ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ لوگو! یہ کیا بات ہے کہ جب نماز میں کوئی بات پیش آتی ہے تو تم تالیاں بجانے لگتے ہو۔ یہ مسئلہ تو عورتوں کے لئے ہے۔ تمہیں اگر نماز میں کوئی حادثہ پیش آئے تو سبحان اللہ کہا کرو۔ اس کے بعد آپؐ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ابو بکر! میرے کہنے کے باوجود تم نے نماز کیوں نہیں پڑھائی؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ابو قحافہ کے بیٹے کو زیب نہیں دیتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں نماز پڑھائے۔

أَنَّ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ بَقَاءَ كَانَ بَيْنَهُمْ شَيْءٌ، فَخَرَجَ يُصَلِّحُ بَيْنَهُمْ فِي أَنَسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَحَبَسَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَحَانَتْ الصَّلَاةُ، فَجَاءَ بِلَالٌ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَقَالَ: يَا أَبَا بَكْرٍ، إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ حَبَسَ وَقَدْ حَانَتْ الصَّلَاةُ، فَهَلْ لَكَ أَنْ تَوْمَ النَّاسَ؟ قَالَ: نَعَمْ إِنْ شِئْتَ. فَأَقَامَ بِلَالٌ الصَّلَاةَ وَتَقَدَّمَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَكَبَّرَ لِلنَّاسِ، وَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَمْشِي فِي الصُّفُوفِ يَشْفُقُهَا شَفَا حَتَّى قَامَ مِنَ الصَّفِّ، فَأَخَذَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيحِ - قَالَ سَهْلٌ: التَّصْفِيحُ هُوَ التَّصْفِيقُ - قَالَ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِي صَلَاتِهِ، فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ انْتَفَتَ، فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ بِأَمْرِهِ أَنْ يُصَلِّيَ، فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللَّهَ، ثُمَّ رَجَعَ أَفْهَقَرِي وَرَأَاهُ حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ، وَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَصَلَّى لِلنَّاسِ. فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ، مَا لَكُمْ حِينَ نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلَاةِ أَخَذْتُمْ بِالتَّصْفِيحِ، إِنَّمَا التَّصْفِيحُ لِلنِّسَاءِ. مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ اللَّهِ)). ثُمَّ انْتَفَتَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: ((يَا أَبَا بَكْرٍ، مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ لِلنَّاسِ حِينَ أَشْرَتْ إِلَيْكَ؟)) قَالَ أَبُو بَكْرٍ: مَا كَانَ يَنْهَى لَأَنْ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ

يَذِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. [راجع: ٦٨٤]

تشیع حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رب کے سامنے ہاتھوں کو اٹھا کر الحمد للہ کہا۔ سو اگر اس میں کچھ ہرج ہوتا تو آپ ضرور منع فرما دیتے اور اس سے حدیث کی مناسبت باب سے ظاہر ہوئی۔

باب نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنا کیسا ہے؟

(۱۳۱۹) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے محمد بن سیرین نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنے سے منع کیا گیا تھا۔ ہشام اور ابوالہلال محمد بن سلیم نے، ابن سیرین سے اس حدیث کو روایت کیا، ان سے ابو ہریرہ نے اور ان سے نبی کہیم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

(۱۳۲۰) ہم سے عمرو بن علی فلاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے ہشام بن حسان فردوسی نے بیان کیا۔ ان سے محمد بن سیرین نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمر پر ہاتھ رکھ کر نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

تشیع یعنی کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا۔ حکمت اس میں یہ ہے کہ اطمینان اسی حالت میں آسان سے اتارا گیا اور یہود اکثر ایسا کیا کرتے تھے یا دوزخی اسی طرح راحت لیں گے۔ اس لئے اس سے منع کیا گیا، یہ مشکبوں کی بھی علامت ہے۔

باب آدمی نماز میں کسی بات کا فکر کرے

تو کیسا ہے؟

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نماز پڑھتا رہتا ہوں اور نماز ہی میں جہاد کے لئے اپنی فوج کا سامان کیا کرتا ہوں

تشیع باب کا مقصد یہ ہے کہ نماز میں کچھ سوچنے سے نماز باطل نہ ہوگی کیونکہ اس سے بچنا دشوار ہے پھر اگر سوچنا دین اور آخرت سے متعلق ہو تو خفیف بات ہے اور اگر دنیاوی کام ہو تو بہت بھاری ہے۔ علماء رحمہم اللہ نے اس نماز کو جس کا نماز میں دنیاوی امور پر دھیان ہو اور اللہ سے غافل ہو ایسے شخص کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو کسی بلو شلہ کے سامنے بطور تحفہ ایک مری ہوئی لونڈی پیش کرے۔ ظاہر ہے کہ بلو شلہ اس تحفہ سے استغلیٰ ناخوش ہو گا۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ

برزخین تسبیح و دل در گاؤں
ایں جنیں تسبیح کے دارد اثر

یعنی جب زبان پر تسبیح جاری ہو اور دل گھر کے جانوروں گاؤں اور گدھوں میں لگا ہوا ہو تو ایسی تسبیح کیا اثر پیدا کر سکتی ہے۔

۱۷- بَابُ الْخَصْرِ فِي الصَّلَاةِ

۱۲۱۹- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((نَهَى عَنِ الْخَصْرِ فِي الصَّلَاةِ)). وَقَالَ هِشَامٌ وَأَبُو هِلَالٍ عَنْ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [طرفه في: ۱۲۲۰].

۱۲۲۰- حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ مُتَخَصِّرًا)).

[راجع: ۱۲۱۹]

۱۸- بَابُ يُفَكِّرُ الرَّجُلُ الشَّيْءَ فِي الصَّلَاةِ

وَقَالَ عَمْرُو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: إِنِّي لَأُجْهَرُ جَنَاشِي وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ

حضرت عمرؓ کے اثر مذکور کو ابن ابی شیبہ نے باسناد صحیح روایت کیا ہے۔ حضرت عمرؓ کو اللہ نے اپنے دین کی خدمت و نصرت کیلئے پیدا فرمایا تھا۔ ان کو نماز میں بھی وہی خیالات دامن گیر رہتے تھے، نماز میں جہاد کے لئے فوج کشی اور جنگی تدابیر سوچتے تھے چونکہ نماز نفس اور شیطان کے ساتھ جہاد ہے اور ان حربی تدابیر کو سوچنا بھی از قسم جہاد ہے لہذا منفرد نماز نہیں۔ (حواشی سلفیہ، پ: ۵/ص: ۴۳۳)

(۱۲۲۱) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے روح بن عبادہ نے، کہا کہ ہم سے عمر نے جو سعید کے بیٹے ہیں، انہوں نے کہا کہ مجھے ابن ابی ملیکہ نے خبر دی عقبہ بن حارثؓ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عصر کی نماز پڑھی۔ آپؐ سلام پھیرتے ہی بڑی تیزی سے اٹھے اور اپنی ایک بیوی کے حجرہ میں تشریف لے گئے، پھر باہر تشریف لائے۔ آپؐ نے اپنی جلدی پر اس تعجب و حیرت کو محسوس کیا جو صحابہ کے چروں سے ظاہر ہو رہا تھا، اس لئے آپؐ نے فرمایا کہ نماز میں مجھے سونے کا ایک ڈلا یاد آ گیا جو ہمارے پاس تقسیم سے باقی رہ گیا تھا۔ مجھے برا معلوم ہوا کہ ہمارے پاس وہ شام تک یا رات تک رہ جائے۔ اس لئے میں نے اسے تقسیم کرنے کا حکم دے دیا۔

نماز میں آنحضرتؐ کو سونے کا وہ بتایا ڈلا تقسیم کے لئے یاد آ گیا یہیں سے باب کا مطلب ثابت ہوا۔

(۱۲۲۲) ہم سے یحییٰ بن کثیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یث نے، ان سے جعفر بن ربیعہ نے اور ان سے اعرج نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہؓ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز کے لئے اذان دی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ موڑ کر ریاح خارج کرتا ہوا بھاگتا ہے تاکہ اذان نہ سن سکے۔ جب مؤذن چپ ہو جاتا ہے تو مردود پھر آ جاتا ہے اور جب جماعت کھڑی ہونے لگتی ہے (اور تکبیر کی جاتی ہے) تو پھر بھاگ جاتا ہے۔ لیکن جب مؤذن چپ ہو جاتا ہے تو پھر آ جاتا ہے اور آدمی کے دل میں برابر وساوس پیدا کرتا رہتا ہے۔ کتا ہے کہ (فلاں فلاں بات) یاد کر۔ کم بخت وہ باتیں یاد دلاتا ہے جو اس نمازی کے ذہن میں بھی نہ تھیں۔ اس طرح نمازی کو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔ ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے کہا کہ جب

۱۲۲۱- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْعَصْرَ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ سَرِيعًا وَدَخَلَ عَلَى بَعْضِ نِسَائِهِ، ثُمَّ خَرَجَ وَرَأَى مَا فِيهِ وَجْهُهُ الْقَوْمِ مِنْ تَعَجُّبِهِمْ لِسُرْعَتِهِ فَقَالَ: ((ذَكَرْتُ - وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ - بَرًّا عِنْدَنَا فَكْرِهْتُ أَنْ يُنْسِيَ - أَوْ يَنْتِ - عِنْدَنَا، فَأَمَرْتُ بِقَسْمَتِهِ)). [راجع: ۸۵۱]

۱۲۲۲- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرٍ عَنِ الْأَعْرَجِ قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا أَدَّنَ بِالصَّلَاةِ أَذْبَرَ الشَّيْطَانُ لَهُ ضَرَاطَ حَتَّى لَا يَسْمَعَ التَّأَذُّنَ، فَإِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ أَقْبَلَ، فَإِذَا نُوبَ أَذْبَرَ، فَإِذَا سَكَتَ أَقْبَلَ، فَلَا يَزَالُ بِالْمَرْءِ يَقُولُ لَهُ اذْكُرْ مَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ حَتَّى لَا يَذْهَبَ كَمَ صَلَاتِهِ)). قَالَ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: إِذَا فَعَلَ أَحَدُكُمْ ذَلِكَ فَلَيْسَ جُزْءَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ قَاعِدٌ،

وَسَمِعَهُ أَبُو سَلَمَةَ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. [راجع: ۶۰۸]

کوئی یہ بھول جائے (کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں) تو بیٹھے بیٹھے (سو کے) دو سجدے کر لے۔ ابو سلمہ نے یہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا تھا۔

معلوم ہوا کہ نماز میں شیطان وساوس کے لئے پوری کوشش کرتا ہے، اس لئے اس بارے میں انسان مجبور ہے۔ پس جب نماز کے اندر شیطانی وساوس کی وجہ سے یہ نہ معلوم رہے کہ کتنی رکعتیں پڑھ چکا ہوں تو یقین پر بنا رکھے، اگر اس کے فہم میں نماز پوری نہ ہو تو پوری کر کے سو کے دو سجدے کر لے۔ (قطلابی)

۱۲۲۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عَمَرَ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي ذُنَبٍ عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبَرِيِّ قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((يَقُولُ النَّاسُ: أَكْثَرَ أَبُو هُرَيْرَةَ. فَلَقِيتُ رَجُلًا فَقُلْتُ: بِمَ قَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْبَارِحَةَ لِي الْغَنَمَةُ؟ فَقَالَ: لَا أَذْرِي. فَقُلْتُ: لِمَ تَشْهَدُهَا؟ قَالَ: بَلَى. قُلْتُ: لَكِنْ أَنَا أَذْرِي، قَرَأَ سُورَةَ كَذًا وَكَذًا)).

(۱۲۲۳) ہم سے محمد بن ثنی نے بیان کیا، کہا ہم سے عثمان بن عمر نے کہا کہ مجھے ابن ابی ذنب نے خبر دی، انہیں سعید مقبری نے کہا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ بہت زیادہ حدیثیں بیان کرتا ہے (اور حال یہ ہے کہ) میں ایک شخص سے ایک مرتبہ ملا اور اس سے میں نے (بطور امتحان) دریافت کیا کہ گذشتہ رات نبی کریم ﷺ نے عشاء میں کون کون سی سورتیں پڑھی تھیں؟ اس نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم۔ میں نے پوچھا کہ تم نماز میں شریک تھے؟ کہا کہ ہاں شریک تھا۔ میں نے کہا لیکن مجھے تو یاد ہے کہ آپ نے فلاں فلاں سورتیں پڑھی تھیں۔

اس روایت میں ابو ہریرہ نے اس کی وجہ بتائی ہے کہ میں احادیث دوسرے بہت سے صحابہ کے مقابلے میں زیادہ کیوں بیان کرتا ہوں۔ ان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میں آپ کی باتوں کو اور دوسرے اعمال کو یاد رکھنے کی کوشش دوسروں کے مقابلے میں زیادہ کرتا تھا۔ ایک روایت میں آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میں ہر وقت آنحضور ﷺ کے ساتھ رہتا تھا، میرے اہل و عیال نہیں تھے، کھانے کمانے کی فکر نہیں تھی ”صفہ“ میں رہنے والے غریب صحابہ کے ساتھ مسجد نبوی میں دن گزرتا تھا اور آنحضور ﷺ کا ساتھ نہیں چھوڑتا تھا۔ اس لئے میں نے احادیث آپ سے زیادہ سنیں اور چونکہ محفوظ بھی رکھیں اس لئے انہیں بیان کرتا ہوں۔ یہ حدیث کتاب العلم میں پہلے بھی آچکی ہے۔ وہیں اس کی بحث کا موقع بھی تھا۔ ان احادیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک خاص عنوان کے تحت اس لئے جمع کیا ہے کہ وہ بتانا چاہتے ہیں کہ نماز پڑھتے ہوئے کسی چیز کا خیال آنے یا کچھ سوچنے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ خیالات اور تفکرات ایسی چیزیں ہیں جن سے بچنا ممکن نہیں ہوتا۔ لیکن حالات اور خیالات کی نوعیت کے فرق کا یہاں بھی لحاظ ضرور ہو گا۔ اگر امور آخرت کے متعلق خیالات نماز میں آئیں تو وہ دنیاوی امور کی بہ نسبت نماز کی خوبیوں پر کم اثر انداز ہونگے (تفہیم البخاری) باب اور حدیث میں مطابقت یہ ہے کہ وہ صحابی نماز میں اور خطرات میں متفرق رہتا تھا۔ پھر بھی وہ اعادہ صلوٰۃ کے ساتھ مامور نہیں ہوا۔

۲۲- کتاب السہو

سہو کا بیان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۱ - بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّهْوِ إِذَا قَامَ
بَابُ أَكْرَأَ رَكْعَتَ نَمَازٍ فِي سَهْوٍ أَوْ قَعْدَةٍ نَهَى عَنْهُ وَبُحْلٍ

سہو بھول چوک سے ہونے والی غفلتوں کو کہتے ہیں۔ اس کے بارے میں علمائے مذاہب کا اختلاف ہے۔ شافعیہ کے نزدیک سہو کے سارے سجدے مننون ہیں اور مالکیہ خاص نقصان کے سجدہ سہو کو واجب کہتے ہیں اور حنابلہ ارکان کے سوا اور واجبات کے ترک پر واجب کہتے ہیں اور سنن قولیہ کے ترک پر غیر واجب نیز ایسے قول یا فعل کے زیادہ پر واجب جانتے ہیں جس کے عمداً کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور حنفیہ کے ہاں سہو کے سب سجدے واجب ہیں (فتح الباری) بھول چوک انسانی فطرت میں داخل ہے اس لئے نماز میں سہو کے مسائل کا بیان کرنا ضروری ہوا۔

حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ ومن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما اذا قصر الانسان فی صلوٰتہ ان یسجد سجدتین تدارکاً لما فرط ففیہ شبه القضاء وشبه الکفارة والمواضع التي ظهر فیہا النص اربعة الاول قوله صلی اللہ علیہ وسلم اذا شک احدکم فی صلوٰتہ ولم یدر کم صلی ثلثا او اربعا فلیطرح الشک ولین علی ما استیقن ثم یسجد سجدتین قبل ان یسلم الخ یعنی نبی ﷺ نے اس صورت میں کہ انسان اپنی نماز میں کوئی قصور کرے دو سجدے کرنے کا حکم دیا تاکہ اس کو تائبی کی عطا ہو جائے۔ پس اس کو قضا کے ساتھ بھی مناسبت ہے اور کفارہ کے ساتھ بھی اور وہ مواضع جن میں نص حدیث سے سجدہ کرنا ثابت ہے چار ہیں۔ اول یہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب تم میں کوئی نماز میں شک کرے اور نہ جانے تین یا چار کتنی رکعات پڑھی ہیں تو وہ شک دور کر کے جس مقدار پر یقین ہو سکے اس پر نماز کی بنا کر لے۔ پھر سلام پھیرنے سے پیشتر دو سجدے کر لے۔ پس اگر اس نے پانچ رکعات پڑھی ہیں تو وہ ان دو سجدوں سے اس کو شفع کر لے گا اور اس نے پڑھ کر چار کو پورا کیا ہے تو یہ دونوں سجدے شیطان کے لئے سرزنش ہوں گے اور نیکی میں زیادتی ہوگی اور رکوع و سجدہ میں شک کرنا بھی اسی قسم سے ہے۔ (حجۃ اللہ البانڈ)

۱۲۲۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ (۱۲۲۳) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تلمیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک بن انس نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں عبد الرحمن قال: أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ ابْنِ

اعرج نے اور ان سے عبد اللہ بن بحیینہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کسی (چار رکعت) نماز کی دو رکعت پڑھانے کے بعد (قعدہ تشہد کے بغیر) کھڑے ہو گئے، پہلا قعدہ نہیں کیا۔ اس لئے لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ جب آپ نماز پوری کر چکے تو ہم سلام پھیرنے کا انتظار کرنے لگے۔ لیکن آپ نے سلام سے پہلے بیٹھے بیٹھے اللہ اکبر کہا اور سلام ہی سے پہلے دو سجدے بیٹھے بیٹھے کئے پھر سلام پھیرا۔

(۱۲۲۵) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہیں یحییٰ بن سعید انصاری نے خبر دی، انہیں عبد الرحمن اعرج نے خبر دی اور ان سے عبد اللہ بن بحیینہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی دو رکعت پڑھنے کے بعد بیٹھے بغیر کھڑے ہو گئے اور قعدہ اولیٰ نہیں کیا۔ جب نماز پوری کر چکے تو دو سجدے کئے۔ پھر ان کے بعد سلام پھیرا۔

شہاب عن عبد الرحمن الأعرج عن عبد الله بن بَحْيَنَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: ((صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَكَعَتَيْنِ مِنْ بَعْضِ الصَّلَوَاتِ، ثُمَّ قَامَ فَلَمْ يَجْلِسْ، فَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ. فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ وَنَظَرْنَا تَسْلِيمَهُ كَبَّرَ قَبْلَ التَّسْلِيمِ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ، ثُمَّ سَلَّمَ)). [راجع: ۸۲۹]

۱۲۲۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَحْيَنَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: ((إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَامَ مِنَ التَّعْنِينِ مِنَ الظُّهْرِ لَمْ يَجْلِسْ بَيْنَهُمَا. فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ بَعْدَ ذَلِكَ)).

[راجع: ۸۲۹]

اس میں ان پر رد ہے جو کہتے ہیں کہ سو کے سب سجدے سلام کے بعد ہیں۔ (فتح الباری)

۲- بَابُ إِذَا صَلَّى خَمْسًا

باب اگر کسی نے پانچ رکعت نماز پڑھ لی تو کیا کرے؟

تشیع شاید مقصود امام بخاری کا یہ ہے کہ اگر نماز میں کوئی بات رہ جائے تو سلام سے پہلے سجدہ سو کرے جس طرح کہ پورا اوپر گزرا اور اگر نماز میں کچھ زیادتی ہو جائے جس طرح کہ اس باب کی حدیث میں ہے تو سلام کے بعد سجدہ سو کرے۔ مزنی، مالک، ابو ثور اسی کے قائل ہیں۔ ابن عبد البر نے بھی اس قول کو اولیٰ بتلایا ہے اور حنفیہ اگرچہ سلام سے پہلے سجدہ سو کرنا اولیٰ نہیں کہتے لیکن جواز کے وہ بھی قائل ہیں۔ صاحب ہدایہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ خطابی نے کہا کہ زیادت اور نقصان کا فرق کرنا یہ چنداں صحیح نہیں کیونکہ ذوالیدین کی حدیث میں باوجود نقصان کے سجدے سلام کے بعد کئے۔ بعض علماء نے کہا کہ امام احمد کا طریقہ سب سے اقویٰ ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ہر ایک حدیث کو اس کے محل میں استعمال کرنا چاہئے اور جس صورت میں کوئی حدیث وارد نہیں ہوئی اس میں سلام سے پہلے سجدہ سو کرے۔ اور اگر رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیثیں مروی نہ ہوتیں تو میرے نزدیک سب سجدے سلام سے پہلے ہوتے۔ کیونکہ یہ بھی شان نماز سے ہیں۔ پس ان کا بجالانا سلام سے پہلے ٹھیک ہے۔ (فتح)

(۱۲۲۶) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے حکم نے، ان سے ابراہیم نخعی نے، ان سے علقمہ نے اور ان سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر میں پانچ

۱۲۲۶- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ

رکعت پڑھ لیں۔ اس لئے آپ سے پوچھا گیا کہ کیا نماز کی رکعتیں زیادہ ہو گئی ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ کیا بات ہے؟ کہنے والے نے کہا کہ آپ نے پانچ رکعتیں پڑھی ہیں۔ اس پر آپ نے سلام کے بعد دو سجدے کئے۔

باب دو رکعتیں یا تین رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دے
تو نماز کے سجدوں کی طرح یا ان سے لمبے سو کے
دو سجدے کرے۔

(۱۲۲۷) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے سعد بن ابراہیم نے، ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر عصر کی نماز پڑھائی جب آپ نے سلام پھیرا تو ذوالیدین کہنے لگا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا نماز کی رکعتیں گھٹ گئی ہیں؟ کیونکہ آپ نے بھول کر صرف دو رکعتوں پر سلام پھیر دیا تھا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے دریافت کیا کہ کیا یہ سچ کہتے ہیں؟ صحابہ نے کہا جی ہاں، اس نے صحیح کہا ہے۔ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت اور پڑھائیں پھر دو سجدے کئے۔ سعد نے بیان کیا کہ عروہ بن زبیر کو میں نے دیکھا کہ آپ نے مغرب کی دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیا اور باتیں بھی کیں۔ پھر باقی ایک رکعت پڑھی اور دو سجدے کئے اور فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا تھا۔

باب سو کے سجدوں کے بعد

پھر تشہد نہ پڑھے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حسن بصری رضی اللہ عنہ نے سلام پھیرا (یعنی سجدہ سو کے بعد) اور تشہد نہیں پڑھا اور قتادہ نے کہا کہ تشہد نہ پڑھے۔

(۱۲۲۸) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک بن انس نے خبر دی، انہیں ایوب بن ابی تمیمہ سختیانی نے خبر دی، انہیں محمد بن سیرین نے اور انہیں حضرت ابو ہریرہ

صلی اللہ علیہ وسلم الظہرِ حَمْسًا، فَقِيلَ لَهُ: أَزِيدَ فِي الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ: ((وَمَا ذَاكَ؟)) قَالَ: ((صَلَّيْتُ حَمْسًا، فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ)). [راجع: ۴۰۱]

۳- بَابُ إِذَا سَلَّمَ فِي رَكَعَتَيْنِ أَوْ فِي ثَلَاثٍ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ مِثْلَ سُجُودِ الصَّلَاةِ أَوْ أَطْوَلَ

۱۲۲۷- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ ﷺ الظُّهْرَ - أَوْ الْعَصْرَ - فَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ: الصَّلَاةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ انْقَصَتْ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأَصْحَابِهِ: ((أَحَقُّ مَا يَقُولُ؟)) قَالُوا: نَعَمْ. فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ أُخْرَيْنِ، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ)) قَالَ سَعْدٌ: وَرَأَيْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ صَلَّى مِنَ الْمَغْرِبِ رَكَعَتَيْنِ، فَسَلَّمَ وَتَكَلَّمَ، ثُمَّ صَلَّى مَا بَقِيَ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَقَالَ: هَكَذَا فَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ.

۴- بَابُ مَنْ لَمْ يَتَشَهَّدْ فِي

سَجْدَتَيْ السُّهُوِ

وَسَلَّمَ أَنَسُ وَالْحَسَنُ وَلَمْ يَتَشَهَّدَا. وَقَالَ قَتَادَةُ: لَا يَتَشَهَّدُ

۱۲۲۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ أَبِي تَمِيمَةَ السَّخْتِيَانِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ

رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت پڑھ کر اٹھ کھڑے ہوئے تو ذوالیدین نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! کیا نماز کم کر دی گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا ذوالیدین سچ کہتے ہیں۔ لوگوں نے کہا جی ہاں! یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور دو رکعت جو رہ گئی تھیں ان کو پڑھا، پھر سلام پھیرا، پھر اللہ اکبر کہا اور اپنے سجدے کی طرح (یعنی نماز کے معمولی سجدے کی طرح) سجدہ کیا یا اس سے لمبا پھر سر اٹھایا۔

سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ انْصَرَفَ مِنْ اثْنَتَيْنِ، فَقَالَ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ أَقْصَرَتِ الصَّلَاةُ أَمْ نَسِيتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَصْدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ؟ فَقَالَ النَّاسُ: نَعَمْ. فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَصَلَّى اثْنَتَيْنِ أُخْرَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ كَثُرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ)).

[راجع: ۴۸۲]

دوسرے مقام پر حضرت امام بخاری نے دوسرا طریق ذکر کیا ہے جس میں دوسرا سجدہ بھی مذکور ہے لیکن تشدد مذکور نہیں تو **تشیع** معلوم ہوا کہ سجدہ سو کے بعد تشدد نہیں ہے۔ چنانچہ محمد بن سیرین سے محفوظ ہے اور جس حدیث میں تشدد مذکور ہے اس کو بھی اور ابن عبد البر وغیرہ نے ضعیف کہا ہے۔ (خلاصہ فتح الباری)

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم ت محمد بن زید نے بیان کیا، ان سے سلمہ بن علقمہ نے، انہوں نے کہا کہ میں نے محمد بن سیرین سے پوچھا کہ کیا سجدہ سو میں تشدد ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تو اس کا ذکر نہیں ہے۔

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ عُلْقَمَةَ قَالَ: ((قُلْتُ لِمُحَمَّدٍ: فِي سَجْدَتِي السَّهْوُ تَشَهُدُ؟ قَالَ: لَيْسَ فِي حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ)).

باب سو کے سجدوں میں تکبیر کہنا۔

۵- بَابُ يُكَبِّرُ فِي سَجْدَتِي السَّهْوِ

اس میں اختلاف ہے کہ نماز سے سلام پھیر کر جب سو کے سجدے کو جائے تو تکبیر تحریم کئے یا سجدے کی تکبیر کافی ہے۔ (نہر) کے نزدیک یہی کافی ہے اور احادیث کا ظاہر بھی یہی ہے (فتح الباری)

(۱۲۲۹) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے محمد بن سیرین نے بیان کیا، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے تیسرے پہر کی دو نمازوں (ظہر عصر) میں سے کوئی نماز پڑھی۔ میرا غائب گمان یہ ہے کہ وہ عصر ہی کی نماز تھی۔ اس میں آپ نے صرف دو ہی رکعت پر سلام پھیر دیا۔ پھر آپ ایک درخت کے تنے سے جو مسجد کی اگلی صف میں تھا، نیک ٹکا کر کھڑے ہو گئے۔ آپ اپنا ہاتھ اس پر رکھے ہوئے تھے۔ عارضین میں ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے لیکن انہیں بھی سچھ کہنے کی

۱۲۲۹- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ ابِرَاهِيمَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ إِحْدَى صَلَاتِي الْعِشِيِّ - قَالَ مُحَمَّدٌ: وَأَكْثَرُ ظَنِّي أَنَّهَا الْعَصْرُ - رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ قَامَ إِلَى خَشَبَةٍ فِي مَقْدَمِ الْمَسْجِدِ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهَا، وَفِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَهَبَا أَنْ

ہمت نہیں ہوئی۔ جو (جلد باز قسم کے) لوگ نماز پڑھتے ہی مسجد سے نکل جانے کے عادی تھے۔ وہ باہر جا چکے تھے۔ لوگوں نے کہا کیا نماز کی رکعتیں کم ہو گئیں۔ ایک شخص جنہیں نبی کریم ﷺ ذوالیدین کہتے تھے۔ وہ بولے یا رسول اللہ! آپ بھول گئے یا نماز میں کمی ہو گئی؟ آنحضور ﷺ نے فرمایا نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز کی رکعتیں کم ہوئیں۔ ذوالیدین بولے کہ نہیں آپ بھول گئے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے دو رکعت اور پڑھی اور سلام پھیرا پھر تکبیر کی اور معمول کے مطابق یا اس سے بھی طویل سجدہ کیا۔ جب سجدہ سے سر اٹھایا تو پھر تکبیر کی اور پھر تکبیر کہہ کر سجدہ میں گئے۔ یہ سجدہ بھی معمول کی طرح یا اس سے طویل تھا۔ اس کے بعد آپ نے سر اٹھایا اور تکبیر کی۔

(۱۲۳۰) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے اعرج نے، ان سے عبد اللہ بن بحینہ اسدی نے جو بنو عبد المطلب کے حلیف تھے کہ رسول اللہ ﷺ ظہر کی نماز میں قعدہ اولیٰ کئے بغیر کھڑے ہو گئے۔ حالانکہ اس وقت آپ کو بیٹھنا چاہئے تھا۔ جب آپ نے نماز پوری کی تو آپ نے بیٹھے بیٹھے ہی سلام سے پہلے دو سجدے سہو کے کئے اور ہر سجدے میں اللہ اکبر کہا۔ مقتدیوں نے بھی آپ کے ساتھ یہ دو سجدے کئے۔ آپ بیٹھنا بھول گئے تھے، اس لئے یہ سجدے اسی کے بدلہ میں کئے تھے۔ اس روایت کی متابعت ابن جریج نے ابن شہاب سے تکبیر کے ذکر میں کی ہے۔

باب اگر کسی نمازی کو یہ یاد نہ رہے کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو وہ سلام سے پہلے بیٹھے بیٹھے ہی دو سجدے کر لے

(۱۲۳۱) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام بن ابی عبد اللہ دستوائی نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے، ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ

يُكَلِّمُهُ، وَخَرَجَ سَرَعَانِ النَّاسِ، فَقَالُوا: أَقْصِرَتِ الصَّلَاةُ؟ وَرَجُلٌ يَذْعُوهُ النَّبِيُّ ﷺ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالَ: أُنْسَيْتَ أَمْ قَصُرَتْ؟ فَقَالَ: لَمْ أُنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ. قَالَ: بَلَى قَدْ نَسَيْتَ. فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَكَبَّرَ، ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ فَكَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ)).

[راجع: ۴۸۲]

۱۲۳۰- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُحَيْنَةَ الْأَسَدِيِّ حَلِيفِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَامَ فِي صَلَاةِ الظُّهْرِ وَعَلَيْهِ جُلُوسٌ. فَلَمَّا أَتَمَّ صَلَاتَهُ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ فَكَبَّرَ فِي كُلِّ سَجْدَةٍ وَهُوَ جَالِسٌ قَبْلَ أَنْ يُسَلَّمَ، وَسَجَدَهُمَا النَّاسُ مَعَهُ، مَكَانَ مَا نَسِيَ مِنَ الْجُلُوسِ)). تَابَعَهُ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ فِي التَّكْبِيرِ

۶- بَابُ إِذَا لَمْ يَذْكُرْكُمْ صَلَّي: فَلَا تَأْخُذُ أَوْ أَرْتَبَعًا؟ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ

۱۲۳۱- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الدِّسْتَوَائِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز کے لئے اذان ہوتی ہے تو شیطان ہوا خارج کرتا ہوا بھاگتا ہے تاکہ اذان نہ سنے، جب اذان پوری ہو جاتی ہے تو پھر آ جاتا ہے۔ پھر جب اقامت ہوتی ہے تو پھر بھاگ پڑتا ہے۔ لیکن اقامت ختم ہوتے ہی پھر آ جاتا ہے اور نماز کے دل میں طرح طرح کے دوسوے ڈالتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں فلاں بات یاد کر۔ اس طرح اسے وہ باتیں یاد دلاتا ہے جو اس کے ذہن میں نہیں تھیں۔ لیکن دوسری طرف نماز کو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ کتنی رکعتیں اس نے پڑھی ہیں۔ اس لئے اگر کسی کو یہ یاد نہ رہے کہ تین رکعت پڑھیں یا چار تو بیٹھے ہی بیٹھے سو کے دو سجدے کر لے۔

أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا نُودِيَ بِالصَّلَاةِ أَذْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعَ الْإِذَانَ، فَإِذَا قُضِيَ الْإِذَانُ أَقْبَلَ، فَإِذَا ثَوَّبَ بِهَا أَذْبَرَ، فَإِذَا قُضِيَ التَّوْبُ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطُرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ يَقُولُ: اذْكُرْ كَذَا وَكَذَا - مَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ حَتَّى يَظْلُ الْوَجُلُ إِنْ يَذَرِي كَمْ صَلَّى. فَإِذَا لَمْ يَذَرِ أَحَدُكُمْ كَمْ صَلَّى - فَلَا تَأْذُرَ أَوْ أَرْبَعًا - فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ)).

[راجع: ۶۰۸]

یعنی جس کو اس قدر بے انداز دوسوے پڑتے ہوں اس کے لئے صرف سو کے دو سجدے کافی ہیں۔ حسن بصری اور سلف کا ایک گروہ اسی طرف گئے ہیں کہ اس حدیث سے کثیر الوساوس آدمی مراد ہے اور امام بخاری کے باب سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے (للطامة الغرغرة) اور امام مالک شافعی اور احمد اس حدیث کو مسلم وغیرہ کی حدیث پر حمل کرتے ہیں جو ابو سعید سے مروی ہے کہ اگر شک دو یا تین میں ہے تو دو سمجھے اور اگر تین یا چار میں ہے تو تین سمجھے۔ بقیہ کو پڑھ کر سو کے دو سجدے سلام سے پہلے دے۔ (نصر الباری ج: ۱/ ص: ۴۷)

باب سجدہ سہو فرض اور نفل دونوں نمازوں میں کرنا چاہئے اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے وتر کے بعد یہ دو سجدے کئے۔

۷- بَابُ السَّهْوِ فِي الْفَرَضِ وَالطَّوْعِ وَسَجَدَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ وَتَرِهِ

(۱۲۳۲) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تیشی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے اور انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو شیطان آ کر اس کی نماز میں شبہ پیدا کر دیتا ہے پھر اسے یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ کتنی رکعتیں پڑھیں۔ تم میں سے جب کسی کو ایسا اتفاق ہو تو بیٹھے بیٹھے دو سجدے کر لے۔

۱۲۳۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِنْ أَحَدُكُمْ إِذَا قَامَ يُصَلِّي جَاءَ الشَّيْطَانُ فَلَبَسَ عَلَيْهِ حَتَّى لَا يَذَرِي كَمْ صَلَّى، فَإِذَا وَجَدَ ذَلِكَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ)). [راجع: ۶۰۸]

تَشْرِیح یعنی نفل نماز میں بھی فرض کی طرح سجدہ سو کرنا چاہئے یا نہ۔ پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فعل اور حدیث مذکور سے ثابت کیا کہ سجدہ سو کرنا چاہئے۔ اس میں ان پر رو ہے جو اس بارے میں فرض اور نفل نمازوں کا امتیاز کرتے ہیں۔

۸- بَابُ إِذَا كَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي فَأَشَارَ بِيَدِهِ وَاسْتَمَعَ

باب اگر نمازی سے کوئی بات کرے اور وہ سن کر ہاتھ کے اشارے سے جواب دے تو نماز فاسد نہ گی۔

(۱۲۳۳) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن وہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عمرو بن حارث نے خبر دی، انہیں بکیر نے، انہیں کرب نے کہ ابن عباس، مسور بن مخرمہ اور عبد الرحمن بن ازہر رضی اللہ عنہم نے انہیں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں بھیجا اور کہا حضرت عائشہؓ بی بی سے ہم سب کا سلام کہنا اور اس کے بعد عصر کے بعد کی دو رکعتوں کے بارے میں دریافت کرنا۔ انہیں یہ بھی بتا دینا کہ ہمیں خبر ہوئی ہے کہ آپؐ یہ دو رکعتیں پڑھتی ہیں۔ حالانکہ ہمیں آنحضرت ﷺ سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان دو رکعتوں سے منع کیا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان رکعتوں کے پڑھنے پر لوگوں کو مارا بھی تھا۔ کرب نے بیان کیا کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور پیغام پہنچایا۔ اس کا جواب آپؐ نے یہ دیا کہ ام سلمہؓ سے اس کے متعلق دریافت کر۔ چنانچہ میں ان حضرات کی خدمت میں واپس ہوا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گفتگو نقل کر دی۔ انہوں نے مجھے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا انہیں پیغامات کے ساتھ جن کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں بھیجا تھا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ جواب دیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ آپ عصر کے بعد نماز پڑھنے سے روکتے تھے لیکن ایک دن میں نے دیکھا کہ عصر کے بعد آپؐ خود یہ دو رکعتیں پڑھ رہے ہیں۔ اس کے بعد آپؐ میرے گھر تشریف لائے۔ میرے پاس انصار کے قبیلہ بنو حرام کی چند عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ اس لئے میں نے ایک باندی کو آپؐ کی خدمت میں بھیجا۔ میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ وہ آپ کے بازو میں ہو کر یہ پوچھے کہ ام سلمہ کتنی ہیں کہ یا رسول اللہ! آپ تو ان دو

۱۲۳۳- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهَبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُمَرُو عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَالْمُسَوَّرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَزْهَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَرْسَلُوهُ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَقَالُوا: اقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنَّا جَمِيعًا وَسَلِّمْهَا عَنْ الرَّحْمَنِ بَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ وَقُلْ لَهَا: إِنَّا أَخْبَرْنَا أَنَّكَ تُصَلِّيَهُمَا، وَقَدْ بَلَّغْنَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْهَا، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَكُنْتُ أَضْرِبُ النَّاسَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْهَا. فَقَالَ كُرَيْبٌ: فَدَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَلَبَّغْتُهَا مَا أَرْسَلُونِي، فَقَالَتْ: سَلْ أُمَّ سَلَمَةَ. فَخَرَجْتُ إِلَيْهِنَّ فَأَخْبَرْتُهُمْ بِقَوْلِهَا، فَرُدُّونِي إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ بِمِثْلِ مَا أَرْسَلُونِي بِهِ إِلَى عَائِشَةَ. فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَنْهَى عَنْهَا، ثُمَّ رَأَيْتُهُ يُصَلِّيَهُمَا حِينَ صَلَّى الْعَصْرَ، ثُمَّ دَخَلَ عَلَيَّ وَعِنْدِي بَسُوَّةٌ مِنْ بَنِي حَرَامٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ الْجَارِيَةَ فَقُلْتُ: قَوْمِي بِحَبْنِهِ قَوْلِي لَهُ: تَقُولُ لَكَ أُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ سَمِعْتُكَ تَنْهَى عَنْ هَاتَيْنِ وَأَرَاكَ تُصَلِّيَهُمَا، فَإِنْ أَشَارَ بِيَدِهِ

رکعتوں سے منع کیا کرتے تھے حالانکہ میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ خود انہیں پڑھتے ہیں۔ اگر آنحضور ﷺ ہاتھ سے اشارہ کریں تو تم پیچھے ہٹ جانا۔ ہاندی نے پھر اسی طرح کیا اور آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا تو پیچھے ہٹ گئی۔ پھر جب آپ فارغ ہوئے تو (آپ نے ام سلمہؓ سے) فرمایا کہ اے ابو امیہ کی بیٹی! تم نے عصر کے بعد کی دو رکعتوں کے متعلق پوچھا، بات یہ ہے کہ میرے پاس عبدالقیس کے کچھ لوگ آ گئے تھے اور ان کے ساتھ بات کرنے میں میں ظہر کے بعد کی دو رکعتیں نہیں پڑھ سکا تھا سو یہ وہی دو رکعت ہیں۔

نمازی سے کوئی بات کرے اور وہ سن کر اشارہ سے کچھ جواب دے دے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ جیسا کہ خود نبی کریم ﷺ کا جوابی اشارہ اس حدیث سے ثابت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فعل سے حسب موقع کسی خلاف شریعت کام پر مناسب طور پر مارنا اور سختی سے منع کرنا بھی ثابت ہوا۔

باب نماز میں اشارہ کرنا۔ یہ کریم نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے نقل کیا، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے

(۱۲۳۴) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یعقوب بن عبد الرحمن نے بیان کیا، ان سے ابو حازم سلمہ بن دینار نے، ان سے سہل بن سعد ساحدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ بنی عمرو بن عوف کے لوگوں میں باہم کوئی جھگڑا پیدا ہو گیا ہے تو آپ چند صحابہ رضوان اللہ علیہم کے ساتھ ملاپ کرانے کے لئے وہاں تشریف لے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی مشغول ہی تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ اس لئے بلالؓ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تک تشریف نہیں لائے۔ ادھر نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ کیا آپ لوگوں کی امامت کریں گے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں اگر تم چاہو۔ چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے تکبیر کی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر تکبیر (تحریکہ) کی۔ اتنے میں رسول اللہ

فَاسْتَأْخَرَنِي عَنْهُ. فَفَعَلَتِ الْجَارِيَةُ، فَأَشَارَ بِيَدِهِ، فَاسْتَأْخَرْتُ عَنْهُ. فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: ((يَا بِنْتُ أَبِي أُمَيَّةَ، سَأَلْتِ عَنِ الرُّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ، وَإِنَّهُ أَتَانِي نَاسٌ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ فَشَغَلُونِي عَنِ الرُّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ، فَهَمَّا هَاتَانِ)). [طرفہ فی: ۴۳۷۰]۔

تَشْرِيحُ

۹- بَابُ الْإِشَارَةِ فِي الصَّلَاةِ قَالَه كَرِيمٌ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنْ النَّبِيِّ ﷺ

۱۲۳۴- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَلَغَهُ أَنَّ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ كَانُوا يَنْتَهُمُ شَيْئًا، فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ فِي أَنْاسٍ مَعَهُ، فَحَبَسَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَحَاطَتِ الصَّلَاةُ، فَجَاءَ بِلَالٌ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: يَا أَبَا بَكْرٍ، إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ حَبَسَ، وَقَدْ حَاطَتِ الصَّلَاةُ، فَهَلْ لَكَ أَنْ تُوَمَّ النَّاسَ؟ قَالَ: نَعَمْ إِنْ شِئْتَ. فَأَقَامَ بِلَالٌ، وَتَقَدَّمَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَكَبَّرَ

صلی اللہ علیہ وسلم بھی صفوں سے گزرتے ہوئے پہلی صف میں آکر کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اگاہ کرنے کے لئے) ہاتھ پر ہاتھ بجانے شروع کر دیئے لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز میں کسی طرف دھیان نہیں دیا کرتے تھے۔ جب لوگوں نے بہت باتیں بجانیں تو آپ متوجہ ہوئے اور کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے انہیں نماز پڑھاتے رہنے کے لئے کہا، اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اٹلے پاؤں پیچھے کی طرف آکر صف میں کھڑے ہو گئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد آپ نے فرمایا۔ لوگو! نماز میں ایک امر پیش آیا تو تم لوگ ہاتھ پر ہاتھ کیوں مارنے لگے تھے، یہ دستک دینا تو صرف عورتوں کے لئے ہے۔ جس کو نماز میں کوئی حادثہ پیش آئے تو سبحان اللہ کہے کیونکہ جب بھی کوئی سبحان اللہ سنے گا وہ ادھر خیال کرے گا اور اے ابو بکر! میرے اشارے کے باوجود تم لوگوں کو نماز کیوں نہیں پڑھاتے رہے؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ بھلا ابو قحافہ کے بیٹے کی کیا مجال تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے نماز پڑھائے۔

لِلنَّاسِ، وَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَمْشِي فِي الصُّفُوفِ حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ، فَأَخَذَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيقِ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِي صَلَاتِهِ، فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ التَّفَتَ، فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِأَمْرِهِ أَنْ يُصَلِّيَ، فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللَّهَ، وَرَجَعَ الْقَهْقَرِيُّ وَرَاءَهُ حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ، فَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِلنَّاسِ، فَلَمَّا فَرَّغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ، مَا لَكُمْ حِينَ نَأْتِيكُمْ شَيْئًا فِي الصَّلَاةِ أَخَذْتُمْ فِي التَّصْفِيقِ؟ إِنَّمَا التَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ، مَنْ نَابَهُ شَيْئٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ اللَّهِ، فَإِنَّهُ لَا يَسْمَعُهُ أَحَدٌ حِينَ يَقُولُ سُبْحَانَ اللَّهِ إِلَّا أَلْفَتَ. يَا أَيُّهَا بَكْرُ، مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ لِلنَّاسِ حِينَ أَشْرُتْ إِلَيْكَ؟)) فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: مَا كَانَ يَنْبَغِي لِأَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ)).

[راجع: ۶۸۴]

باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خود اشارہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھاتے رہنے کا حکم فرمایا۔ اس سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی ثابت ہوئی اور یہ بھی کہ جب آنحضرت ﷺ نے اپنی حیات مقدسہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا تو بعد وقت نبوی آپ کی خلافت بالکل حق بجانب تھی۔ صد افسوس ان لوگوں پر جو آنکھیں بند کر کے محض تعصب کی بنیاد پر خلافت صدیقی سے بدعت کرتے ہیں۔ اور جمہور امت کا خلاف کر کے معصیت رسول کے مرتکب ہوتے ہیں۔

(۳۳۵) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن وہب نے بیان کیا، ان سے سفیان ثوری نے، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے فاطمہ بنت منذر نے اور ان سے اسماء بنت ابی بکر

۱۲۳۵- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الثَّوْرِيُّ عَنْ هِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ:

ﷺ نے بیان کیا کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس گئی۔ اس وقت وہ کھڑی نماز پڑھ رہی تھیں۔ لوگ بھی کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ کیا بات ہوئی؟ تو انہوں نے سر سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے پوچھا کہ کیا کوئی نشانی ہے؟ تو انہوں نے اپنے سر کے اشارے سے کہا کہ ہاں۔

((دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا وَهِيَ تُصَلِّي قَائِمَةً وَالنَّاسُ قِيَامًا، فَقُلْتُ: مَا شَأْنُ النَّاسِ؟ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا إِلَى السَّمَاءِ. فَقُلْتُ: آيَةٌ؟ فَقَالَتْ بِرَأْسِهَا أَيْ نَعَمْ)). [راجع: ۸۶]

اس روایت سے بھی بحالت نماز اشارہ کرنا ثابت ہوا۔

(۱۲۳۶) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ہشام نے، ان سے ان کے باپ عروہ بن زبیر نے اور ان سے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ بیمار تھے۔ اس لئے آپؐ نے کھڑی میں بیٹھ کر نماز پڑھی لوگوں نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ لیکن آپؐ نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور نماز کے بعد فرمایا کہ امام اس لئے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ اس لئے جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ۔

۱۲۳۶ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا قَالَتْ: ((صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي بَيْتِهِ - وَهُوَ شَاكٍ - جَالِسًا، وَصَلَّى وَرَاءَهُ قَوْمٌ قِيَامًا، فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنْ اجْلِسُوا. فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: ((إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا)).

[راجع: ۶۸۸]

یعنی آنحضرت ﷺ نے بحالت بیماری بیٹھ کر نماز پڑھی اور مقتدیوں کی طرف نماز میں ارشاد فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدی بھی بیٹھ کر نماز پڑھیں لیکن وفات کی بیماری میں آپؐ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور صحابہ نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی، اس سے معلوم ہوا کہ پہلا امر منسوخ ہے (کرمائی)

۳۳ - کتاب الجنائز

احکام و مسائل جنازہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جنازہ جنازہ کی جمع ہے۔ جس کے معنی میت کے ہیں۔ لفظ جنازہ کی وضاحت حضرت مولانا شیخ الحدیث عید اللہ مبارک پوری

وامت برکاتہم کے لفظوں میں یہ ہے: کتاب الجنائز بفتح الجیم لا غیر جمع جنازة بالفتح والکسرو الکسر الفصح اسم للمیت فی النعش او بالفتح اسم لذلك وبا لکسر اسم النعش وعلیه المیت وقیل عکسہ وقیل هما لغتان فیہما فان لم یکن علیہ میت فہو سریر و نعش وہی من جنزہ یجنزہ باب ضرب اذا سترہ ذکرہ ابن فارس وغیرہ اورد کتاب الجنائز بعد الصلوٰۃ کا کثر المصنفین من المحدثین والفقہاء لان الذی یفعل بالمیت من غسل وتکفین وغیر ذلک لہمہ الصلوٰۃ علیہ لما فیہا من فائدۃ الدعاء لہ بالنجاة من العذاب لاسیما عذاب القبر الذی سیدلہ فیہ وقیل لان للانسان حالتین حالۃ الحیاة وحالۃ المماتہ یتعلق بکل منہما احکام العبادات واحکام المعاملات واهم العبادات الصلوٰۃ فلما فرغوا من احکامہا المتعلقة بالاحیاء ذکرُوا ما یتعلق بالموتی من الصلوٰۃ وغیرہا قبل شرعت صلوٰۃ الجنائزہ بالمدينة فی السنة الاولی من الهجرة فمن مات بمکة قبل الهجرة لم یصل علیہ (مرعاة جلد ۲: ص ۳۰۲)

خلاصہ یہ کہ لفظ جنازہ جیم کے زبر کے ساتھ جنازہ کی جمع ہے اور لفظ جنازہ جیم کے زبر اور زیر دونوں کے ساتھ جائز ہے مگر زیر کے ساتھ لفظ جنازہ زیادہ فصیح ہے۔ میت جب چار پائی یا تختہ میں چھادی جائے تو اس وقت لفظ جنازہ میت پر بولا جاتا ہے۔ یا خالی اس تختہ پر جس پر میت کو رکھا جائے۔ جب اس پر میت نہ ہو تو وہ تختہ یا چار پائی ہے۔ یہ باب ضرب یعرب سے ہے جب میت کو چھپالے (علامہ شوکانی نے بھی نیل الاوطار میں تقریباً ایسا ہی لکھا ہے) محدثین اور فقہاء کی اکثریت نماز کے بعد ہی کتب الجنائز لاتے ہیں، اس لئے کہ میت کی تجیز و تکفین و غسل وغیرہ نماز جنازہ ہی کے پیش نظر کی جاتی ہے۔ اس لئے کہ اس نماز میں اس کے لئے نجات اخروی اور عذاب قبر سے بچنے کی دعا کی جاتی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انسان کے سامنے دو ہی حالتیں ہوتی ہیں ایک حالت زندگی سے متعلق ہے دوسری حالت موت سے متعلق ہے اور ہر حالت کے متعلق عبادات اور معاملات کے احکامات وابستہ ہیں اور عبادات میں اہم چیز نماز ہے۔ پس جب زندگی کے متعلقات سے فراغت ہوئی تو اب موت سے متعلق نماز وغیرہ کا بیان ضروری ہوا۔ کہا گیا ہے کہ نماز جنازہ ہجرت کے پہلے ہی سال مدینہ شریف میں شروع ہوئی۔ جو لوگ ہجرت سے قبل کہہ ہی میں فوت ہوئے ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی۔ انتہی واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ والی حدیث باب کے ذیل میں محترم شیخ الحدیث فرماتے ہیں۔ قال الحافظ لیس فی قولہ الادخل الجنة من الاشکال ما تقدم فی السیاق الماضی ای فی حدیث انس المتقدم لانه اعم من ان یكون قبل التعلیب او بعده انتہی ففیہ اشارۃ الی انہ مقطوع لہ بدخول الجنة لکن ان لم یکن صاحب کبیرۃ مات مصراً علیہا دخل الجنة اولاً وان کان صاحب کبیرۃ مات مصراً علیہا فہو تحت المشینۃ فان عفی عنہ دخل اولاً والا عذب بقدرہا ثم اخرج من النار وغلد فی الجنة کذا قررُوا فی شرح الحدیث (مرعاة جلد ۱: ص ۵۷)

یعنی حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ کلمہ طیبہ توحید و رسالت کا اقرار صحیح کرنے والا اور شرک جلی اور خفی سے پورے طور پر پرہیز کرنے والا ضرور جنت میں جائے گا خواہ اس نے زنا اور چوری بھی کی ہو۔ اس کا یہ جنت میں جانا یا تو گناہوں کا عذاب بھگتنے کے بعد ہو گا یا پہلے بھی ہو سکتا ہے۔ یہ اللہ کی مشیت پر موقوف ہے۔ اس کا جنت میں ایک نہ ایک دن داخل ہونا قطعی ہے اور اگر وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب نہیں ہوا اور کلمہ طیبہ ہی پر رہا تو وہ اول ہی میں جنت میں داخل ہو جائے گا۔

اس بارے میں جو مختلف احادیث وارد ہوئی ہیں۔ سب میں تطبیق یہی ہے کہ کسی حدیث میں اجمل ہے اور کسی میں تفصیل ہے سب کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ ایک شرک ہی ایسا گناہ ہے جس کے لئے دوزخ میں بھیجی کی سزا مقرر کی گئی ہے۔ خود قرآن مجید میں ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾ (النساء: ۱۸) یعنی بے شک اللہ پاک ہر گز نہیں بخشنے کا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بتایا جائے اور اس گناہ کے علاوہ وہ جس بھی گناہ کو چاہے بخش سکتا ہے۔ اعاذنا اللہ من الشرک الجلی والعلفی۔ آمین

باب جنازوں کے باب میں جو حدیثیں آئی ہیں

ان کا بیان اور جس شخص کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو، اس کا بیان۔

اور وہ بن منہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا کہ کیا لا الہ الا اللہ جنت کی کنجی نہیں ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ضرور ہے لیکن کوئی کنجی ایسی نہیں ہوتی جس میں دندانے نہ ہوں۔ اس لئے اگر تم دندانے والی کنجی لاؤ گے تو تالا (قفل) کھلے گا ورنہ نہیں کھلے گا۔

باب ماجاء حدیث باب کی شرح اور تفسیر ہے۔ یعنی حدیث باب میں جو آیا ہے کہ میری امت میں سے جو شخص توحید پر مرے گا وہ بہشت میں داخل ہو گا۔ اگرچہ اس نے زنا چوری وغیرہ بھی کی ہو۔ اس سے یہ مراد ہے کہ اس کا آخری کلام جس پر اس کا خاتمہ ہو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہو۔ یعنی اس کو دخول جنت تب ہی نصیب ہو گا کہ وہ خدا کے ساتھ شریک نہ بناتا ہو اور اس کی موت کلمے پر ہو اور لا الہ الا اللہ نام ہے سارے کلمے کا جس طرح قل ہو اللہ نام ہے ساری سورۃ کا۔ کہتے ہیں کہ میں نے قل ہو اللہ پڑھی اور مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ سورت پڑھی جس کے اول میں قل ہو اللہ کے الفاظ ہیں۔ للہامة الغرنوی۔

اس کی وضاحت حضرت مولانا عبید اللہ صاحب شیخ الحدیث مدظلہ العالی یوں فرماتے ہیں والطلاق ان یذکرہ عندہ ویقولہ بحضرہ ویتلفظ بہ عندہ حتی یسمع لیفظن فیقولہ لا ان یامرہ بہ ویقول لا الہ الا اللہ الا ان یکون کافرا فیقول لہ قل کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعمرہ ابی طالب وللغلام الیہودی۔ (مرعاۃ ج: ۲ / ص: ۴۴۷) یعنی تلقین کا مطلب یہ کہ اس کے سامنے اس کلمہ کا ذکر کرے اور اس کے سامنے اس کے لفظ ادا کرے تاکہ وہ خود ہی سمجھ کر اپنی زبان سے یہ کہنے لگ جائے۔ اسے حکم نہ کرے بلکہ اس کے سامنے لا الہ الا اللہ کہتا رہے اور اگر یہ تلقین کسی کافر کو کرنی ہے تو اس طرح تلقین کرے جس طرح آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب اور ایک یہودی لڑکے کو تلقین کی تھی یعنی توحید و رسالت ہر دو کے اقرار کے لئے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے ساتھ تلقین کرے۔ مسلمان کے لئے تلقین میں صرف کلمہ لا الہ الا اللہ کافی ہے۔ اسلئے کہ وہ مسلمان ہے اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر اس کا ایمان ہے۔ لہذا تلقین میں صرف کلمہ توحید ہی اس کے لئے منقول ہے۔ ونقل جماعة من الاصحاب انه یضیف الیہا محمد رسول اللہ (مرعاۃ حوالہ مذکور) یعنی بعض اصحاب سے یہ بھی منقول ہے کہ محمد رسول اللہ کا بھی اضافہ کیا جائے مگر جمہور سے صرف لا الہ الا اللہ ہی کے اوپر اقتصار کرنا منقول ہے۔ مگر یہ حقیقت پیش نظر رکھنی ضروری ہے کہ کلمہ طیبہ توحید و رسالت کے ہر دو اجزاء یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہی کا نام ہے۔ اگر کوئی شخص صرف پہلا جزو تسلیم کرے اور دوسرے جزو سے انکار کرے تو وہ بھی عند اللہ کافر مطلق ہی ہے۔

(۱۲۳۷) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے مہدی بن میمون نے، کہا ہم سے واصل بن حیان احدب (کبڑے) نے، ان سے معمر بن سید نے بیان کیا اور ان سے حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (کہ خواب میں) میرے پاس میرے رب کا ایک آنے والا (فرشتہ) آیا۔ اس نے مجھے خبر دی، یا آپؐ نے یہ فرمایا کہ اس نے مجھے خوش خبری دی کہ میری امت میں سے جو کوئی

۱ - بَابُ فِي الْجَنَائِزِ، وَمَنْ كَانَ

آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

وَقِيلَ لَوَهَبِ بْنِ مُنْبِهٍ أَلَيْسَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ: بَلَى، وَلَكِنْ أَلَيْسَ مِفْتَاحُ إِلَّا لَهُ أَسْنَانٌ فَإِنْ جُفَّتْ بِمِفْتَاحٍ لَهُ أَسْنَانٌ فَتُحْ لَكَ، وَإِلَّا تَمْ يَفْتَحُ لَكَ.

۱۲۳۷ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا وَاصِلُ الْأَخْذَبُ عَنِ الْمَغْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَتَانِي آتٍ مِنْ رَبِّي فَأَخْبَرَنِي - أَوْ قَالَ: بَشَرَنِي أَنَّهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِي لَا

اس حال میں مرے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس نے کوئی شریک نہ ٹھہرایا ہو تو وہ جنت میں جائے گا۔ اس پر میں نے پوچھا اگرچہ اس نے زنایا کیا ہو، اگرچہ اس نے چوری کی ہو؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں اگرچہ زنایا کیا ہو اگرچہ چوری کی ہو۔

يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ)). قُلْتُ: وَإِنْ زَنَىٰ وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: ((وَإِنْ زَنَىٰ وَإِنْ سَرَقَ)).

[أطرافه في: ١٤٠٨، ٢٣٨٨، ٣٢٢٢،

٥٨٢٧، ٦٢٦٨، ٦٤٤٣، ٦٤٤٤،

[٧٤٨٧]

تشریح ابن رشد نے کہا احتمال ہے کہ امام بخاریؒ کی یہ مراد ہو کہ جو شخص اخلاص کے ساتھ یہ کلمہ توحید موت کے وقت پڑھ لے اسکے گزشتہ گناہ ساقط ہو کر معاف ہو جائیں گے اور اخلاص ملتزم توبہ اور ندامت ہے اور اس کلمے کا پڑھنا اس کیلئے نشانی ہو اور ابوذرؓ کی حدیث اس واسطے لائے تاکہ ظاہر ہو کہ صرف کلمہ پڑھنا کفایت نہیں بلکہ اعتقاد اور عمل ضروری ہے۔ اس واسطے کتاب البیاس میں ابوذرؓ کی حدیث کے آخر میں ہے کہ ابو عبد اللہ امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث موت کے وقت کیلئے ہے یا اس سے پہلے جب توبہ کرے اور تادم ہو۔ وہیب کے اثر کو مؤلف نے اپنی تاریخ میں موصولاً روایت کیا ہے اور ابو نعیم نے حلیۃ میں (فتح الباری)

(۱۲۳۸) ہم سے عمر بن حفص نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے میرے باپ حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعیب بن سلمہ نے بیان کیا اور ان سے عبد اللہ بن مسعودؓ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اس حالت میں مرے کہ کسی کو اللہ کا شریک ٹھہراتا تھا تو وہ جہنم میں جائے گا اور میں یہ کہتا ہوں کہ جو اس حال میں مرا کہ اللہ کا کوئی شریک نہ ٹھہراتا ہو وہ جنت میں جائے گا۔

۱۲۳۸- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللّٰهِ دَخَلَ النَّارَ)). وَقُلْتُ أَنَا: مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ.

[طرفاه في: ٤٤٩٧، ٦٦٨٣]

تشریح اس کی مزید وضاحت حدیث انسؓ میں موجود ہے کہ اللہ پاک نے فرمایا اے ابن آدم! اگر تو دنیا بھر کے گناہ لے کر مجھ سے ملاقات کرے مگر تو نے شرک نہ کیا ہو تو میں تیرے پاس دنیا بھر کی مغفرت لے کر آؤں گا (رواہ الترمذی) خلاصہ یہ کہ شرک بدترین گناہ ہے اور توحید اعظم ترین نیکی ہے۔ موجد گنہگار مشرک عبادت گزار سے بہر حال ہزار درجے بہتر ہے۔

باب جنازہ میں شریک ہونے کا حکم

(۱۲۳۹) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے اشعث بن ابی اشعث نے، انہوں نے کہا کہ میں نے معلوبہ بن سوید مقرر سے سنا، وہ براء بن عازبؓ سے نقل کرتے تھے کہ ہمیں نبی کریم ﷺ نے سات کاموں کا حکم دیا اور سات کاموں سے روکا۔ ہمیں آپؐ نے حکم دیا تھا جنازے کے ساتھ چلنے، مریض کی

۲- بَابُ الْأَمْرِ بِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ

۱۲۳۹- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْأَشْعَثِ قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ سُوَيْدٍ بْنَ مَقْرُونٍ عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((أَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ بِسِتِّ مَشْيٍ، وَنَهَانَا عَنْ سِتِّ مَشْيٍ: أَمَرَنَا

مزاج پر سی، دعوت قبول کرنے، مظلوم کی مدد کرنے کا، قسم پوری کرنے کا، سلام کے جواب دینے کا، چھینک پر یوحکم اللہ کہنے کا اور آپ نے ہمیں منع کیا تھا چاندی کا برتن (استعمال میں لانے) سے، سونے کی انگوٹھی پہننے سے، ریٹیم اور دیباچ (کے کپڑوں کے پہننے) سے، قسی سے، استبرق سے۔

بَاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَعِيَادَةِ الْمَرِيضِ، وَإِجَابَةِ الدَّاعِي، وَنَصْرِ الْمَظْلُومِ، وَإِبْرَارِ الْقَسَمِ، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَتَشْمِيتِ الْغَاطِسِ. وَنَهَانَا عَنْ آيَةِ الْفِضَّةِ، وَخَاتَمِ الذَّهَبِ وَالْحَرِيرِ وَاللَّيْتِاجِ، وَالْقَسِيِّ، وَالْإِسْتَبْرَقِ))

[اطرافہ فی: ۲۴۴۵، ۵۱۷۵، ۵۶۳۵،

۵۸۶۳، ۵۸۴۹، ۵۸۳۸، ۵۶۵۰

۶۲۲۲، ۶۲۳۵، ۶۶۵۴]

دیباچ اور قسی اور استبرق یہ بھی ریٹھی کپڑوں کی قسمیں ہیں۔ قسی کپڑے شام سے یا مصر سے بن کر آتے اور استبرق موٹا ریٹھی کپڑا۔ یہ سب چھ چیزیں ہوئیں۔ ساتویں چیز کا بیان اس روایت میں چھوٹ گیا ہے۔ وہ ریٹھی چار جاموں پر سوار ہونا یا ریٹھی گدیوں پر جوزین کے اوپر رکھی جاتی ہیں۔

(۱۲۳۰) ہم سے محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عمرو بن ابی سلمہ نے بیان کیا، ان سے امام اوزاعی نے، انہوں نے کہا کہ مجھے ابن شہاب نے خبر دی، کہا کہ مجھے سعید بن مسیب نے خبر دی کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں سلام کا جواب دینا، مریض کا مزاج معلوم کرنا، جنازے کے ساتھ چلنا، دعوت قبول کرنا، اور چھینک پر (اس کے الحمد للہ کے جواب میں) یوحکم اللہ کہنا۔ اس روایت کی متابعت عبدالرزاق نے کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے معمر نے خبر دی تھی۔ اور اس کی روایت سلامہ نے بھی عقیل سے کی ہے۔

۱۲۴۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ ((حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ: رَدُّ السَّلَامِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ، وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَتَشْمِيتُ الْغَاطِسِ)). تَابَعُهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ. وَرَوَاهُ سَلَامَةُ عَنْ عَقِيلٍ.

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان کے جنازہ میں شرکت کرنا بھی حقوق مسلمین میں داخل ہے۔ حافظ نے کہا کہ عبدالرزاق کی روایت کو امام مسلم نے نکالا ہے اور سلامہ کی روایت کو ذہلی نے زہریات میں۔

باب میت کو جب کفن میں لپیٹنا چاہا کہ ہو تو اس کے پاس جانا (جائز ہے)

۳- بَابُ الدُّخُولِ عَلَى الْمَيِّتِ بَعْدَ الْمَوْتِ إِذَا أُذْرِجَ فِي أَكْفَانِهِ

(۱۲۳۱، ۱۲۳۲) ہم سے بشر بن محمد نے بیان کیا، انہیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا کہ مجھے معمر بن راشد اور یونس نے خبر دی، انہیں

۱۲۴۱، ۱۲۴۲- حَدَّثَنَا بَشَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنِي

زہری نے کہا کہ مجھے ابو سلمہ نے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی کہ (جب آنحضرت ﷺ کی وفات ہو گئی) ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے جو رخ میں تھا گھوڑے پر سوار ہو کر آئے اور اترتے ہی مسجد میں تشریف لے گئے۔ پھر آپ کسی سے گفتگو کئے بغیر عائشہ کے حجرہ میں آئے (جہاں نبی کریم ﷺ کی نعش مبارک رکھی ہوئی تھی) اور نبی کریم ﷺ کی طرف گئے۔ حضور اکرم کو برد حبشہ (یعنی کی بنی ہوئی دھاری دار چادر) سے ڈھانک دیا گیا تھا۔ پھر آپ نے حضور کا چہرہ مبارک کھولا اور جب تک کہ اس کا بوسہ لیا اور رونے لگے۔ آپ نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ دو موتیں آپ پر کبھی جمع نہیں کرے گا۔ سو ایک موت کے جو آپ کے مقدر میں تھی سو آپ وفات پا چکے۔ ابو سلمہ نے کہا کہ مجھے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جب باہر تشریف لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت لوگوں سے کچھ باتیں کر رہے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہیں مانے۔ پھر دوبارہ آپ نے بیٹھنے کے لئے کہا۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہیں مانے۔ آخر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت پڑھا تو تمام مجمع آپ کی طرف متوجہ ہو گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا اما بعد! اگر کوئی شخص تم میں سے محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ محمد ﷺ کی وفات ہو چکی اور اگر کوئی اللہ کی عبادت کرتا ہے تو اللہ باقی رہنے والا ہے۔ کبھی وہ مرنے والا نہیں۔ اللہ پاک نے فرمایا ہے ”اور محمد صرف اللہ کے رسول ہیں اور بہت سے رسول اس سے پہلے بھی گزر چکے ہیں۔“ الشاکرین تک (آپ نے آیت تلاوت کی) قسم اللہ کی ایسا معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے آیت کی تلاوت سے پہلے جیسے لوگوں کو معلوم ہی نہ تھا کہ یہ آیت بھی اللہ پاک نے قرآن مجید میں اتاری ہے۔ اب تمام صحابہ نے یہ آیت آپ سے سیکھ لی پھر تو ہر شخص کی زبان پر یہی آیت تھی۔

مَعْمَرٌ وَيُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ: ((أَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى لَرْمِيهِ مِنْ مَسْكِنِهِ بِالسُّنْحِ حَتَّى نَزَلَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمْ يَكَلِّمْ النَّاسَ حَتَّى دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَتَنِمَّ النَّبِيُّ ﷺ - وَهُوَ مُسْنَجِي بِرِدِّ حَبْرَةٍ - فَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهِ، ثُمَّ أَكَبَّ عَلَيْهِ فَقَبَّلَهُ، ثُمَّ بَكَى فَقَالَ: يَا أَبَتِ أَنْتَ وَأُمِّي يَا نَبِيَّ اللَّهِ، لَا يَجْمَعُ اللَّهُ عَلَيْكَ مَوْتَيْنِ: أَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكَ فَقَدْ مُتَّهَا)). قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: فَأَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ خَرَجَ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَكَلِّمُ النَّاسَ، فَقَالَ: اجْلِسْ، فَأَبَى. فَقَالَ: اجْلِسْ، فَأَبَى. فَتَشَهَّدَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَمَالَ إِلَيْهِ النَّاسُ وَتَرَكُوا عُمَرَ، فَقَالَ: أَمَّا بَعْدُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا ﷺ فَإِنَّ مُحَمَّدًا ﷺ قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: هُوَ مَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ، إِلَى الشَّاكِرِينَ)) [آل عمران: ۱۴۴]. وَاللَّهُ لَكَأَنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُونُوا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ حَتَّى تَلَاهَا أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ، فَمَا يُسْمَعُ بَشَرٌ إِلَّا بِتِلْوَها)).

[أطرافه في: ٣٦٦٧، ٣٦٦٩، ٤٤٥٢،

٤٤٥٥، ٥٧١٠].

[أطرافه في: ٣٦٦٨، ٣٦٧٠، ٤٤٥٣،

٤٤٥٤، ٤٤٥٧، ٥٧١١].

شیخ

آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے آپؐ کا چہرہ مبارک کھولا اور آپؐ کو بوسہ دیا۔ یہیں سے ترجمۃ الباب ثابت ہوا۔ وفات نبویؐ پر صحابہ کرام میں ایک تہلکہ مچ گیا تھا۔ مگر بر وقت حضرت صدیق اکبرؓ نے امت کو سنبھالا اور حقیقت جال کا اظہار فرمایا جس سے مسلمانوں میں ایک گونہ سکون ہو گیا اور سب کو اس بات پر اطمینان کلی حاصل ہو گیا کہ اسلام اللہ کا سچا دین ہے وہ اللہ جو ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔ آنحضرتؐ کی وفات سے اسلام کی بھا پر کوئی اثر نہیں پڑ سکا۔ آپؐ رسولوں کی جماعت کے ایک فرد فرید ہیں۔ اور دنیا میں جو بھی رسول آئے اپنے اپنے وقت پر سب دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ایسے ہی آپؐ بھی اپنا مشن پورا کر کے طاء اعلیٰ سے جا ملے۔ صلی اللہ علیٰ حبیبہ وبارک وسلم۔ بعض صحابہ کا یہ خیال بھی ہو گیا تھا کہ آنحضرتؐ دوبارہ زندہ ہوں گے۔ اسی لئے حضرت صدیقؓ نے فرمایا کہ اللہ پاک آپؐ پر دو موت طاری نہیں کرے گا۔ اللہم صلی علی محمد وعلی آل

محمد وبارک وسلم۔ آمین

(۱۲۴۳) ہم سے یحییٰ بن کبیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے کہا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، انہوں نے فرمایا کہ مجھے خارجہ بن زید بن ثابت نے خبر دی کہ ام العلاء انصار کی ایک عورت نے جنہوں نے نبی کریمؐ سے بیعت کی تھی، نے انہیں خبر دی کہ مہاجرین قرعہ ڈال کر انصار میں بانٹ دیئے گئے تو حضرت عثمان بن مظعونؓ ہمارے حصہ میں آئے۔ چنانچہ ہم نے انہیں اپنے گھر میں رکھا۔ آخر وہ بیمار ہوئے اور اسی میں وفات پا گئے۔ وفات کے بعد غسل دیا گیا اور کفن میں لپیٹ دیا گیا تو رسول اللہؐ تشریف لائے۔ میں نے کہا ابو سائب آپؐ پر اللہ کی رحمتیں ہوں میری آپؐ کے متعلق شہادت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی عزت فرمائی ہے۔ اس پر نبی کریمؐ نے فرمایا تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عزت فرمائی ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں پھر کس کی اللہ تعالیٰ عزت افزائی کرے گا؟ آپؐ نے فرمایا اس میں شبہ نہیں کہ ان کی موت آچکی، قسم اللہ کی کہ میں بھی ان کے لئے خیر ہی کی امید رکھتا ہوں لیکن واللہ! مجھے خود اپنے متعلق بھی معلوم نہیں کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہو گا۔ حالانکہ میں اللہ کا رسول

۱۲۴۳- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ أُمَّ الْعَلَاءِ - امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ بَايَعَتِ النَّبِيَّ ﷺ - أَخْبَرَتْهُ أَنَّهُ اقْتَسَمَ الْمُهَاجِرُونَ قُرْعَةً، فَطَارَ لَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُونٍ فَأَنْزَلَنَاهُ فِي أَبْيَاتِنَا، فَوَجِعَ وَجَعَهُ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ، فَلَمَّا تُوُفِّيَ وَغُسِّلَ وَكُفِّنَ فِي أَثْوَابِهِ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَقُلْتُ، رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ يَا أبا السَّائِبِ، فَشَهِدَتُنِي عَلَيْكَ لَقَدْ أَكْرَمَكَ اللَّهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وَمَا يَذْرِيكَ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَكْرَمَهُ؟)) فَقُلْتُ: يَا أَبَايَ أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَمَنْ يُكْرِمُهُ اللَّهُ؟ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: ((أَمَّا هُوَ فَقَدْ جَاءَهُ الْيَقِينُ. وَاللَّهُ إِنِّي لَأَرْجُو لَهُ الْخَيْرَ، وَاللَّهُ مَا أَذْرِي - وَأَنَا رَسُولُ اللَّهِ - مَا يَفْعَلُ بِهِ)). قَالَتْ:

فَوَ اللَّهِ لَا أَرْكُمِي أَحَدًا بَعْدَهُ أَبَدًا۔ ہوں۔ ام العلاء نے کہا کہ خدا کی قسم! اب میں کبھی کسی کے متعلق (اس طرح کی) گواہی نہیں دوں گی۔

تشیخ اس روایت میں کئی امور کا بیان ہے۔ ایک تو اس کا کہ جب مہاجرین مدینہ میں آئے تو آنحضرت ﷺ نے ان کی پریشانی رفع کرنے کے لئے انصار سے ان کا بھائی چارہ قائم کرا دیا۔ اس بارے میں قرعہ اندازی کی گئی اور جو مہاجر جس انصاری کے حصہ میں آیا وہ اس کے حوالے کر دیا گیا۔ انہوں نے سگے بھائیوں سے زیادہ ان کی خاطر تواضع کی۔ ترجمہ باب اس سے نکلا کہ آنحضرت ﷺ نے غسل و کفن کے بعد عثمان بن مظعون کو دیکھا۔ حدیث سے یہ بھی نکلا کہ کسی بھی بندے کے متعلق حقیقت کا علم اللہ ہی کو حاصل ہے۔ ہمیں اپنے ظن کے مطابق ان کے حق میں نیک گمان کرنا چاہئے۔ حقیقت حال کو اللہ کے حوالے کرنا چاہئے۔ کئی معاذین اسلام نے یہاں اعتراض کیا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کو خود اپنی بھی نجات کا یقین نہ تھا تو آپ اپنی امت کی کیا سفارش کریں گے۔

اس اعتراض کے جواب میں پہلی بات تو یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ابتدائے اسلام کا ہے، بعد میں اللہ نے آپ کو سورہ فتح میں یہ بشارت دی کہ آپ کے اگلے اور پچھلے سب گناہ بخش دیئے گئے تو یہ اعتراض خود رفع ہو گیا اور ثابت ہوا کہ اس کے بعد آپ کو اپنی نجات سے متعلق یقین کامل حاصل ہو گیا تھا۔ پھر بھی شان بندگی اس کو مستلزم ہے کہ پروردگار کی شانِ صمدیت ہمیشہ طوطا خاطر رہے۔ آپ کا شفاعت کرنا برحق ہے۔ بلکہ شفاعت کبریٰ کا مقام محمود آپ کو حاصل ہے۔

ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا اور ان سے یسٹ نے سابقہ روایت کی طرح بیان کیا، نافع بن یزید نے عقیل سے (ما یفعل بی کے بجائے) ما یفعل بہ کے الفاظ نقل کئے ہیں اور اس روایت کی متابعت شعیب، عمرو بن دینار اور معمر نے کی ہے۔

[أطرافہ فی : ۲۶۸۷، ۳۹۲۹، ۷۰۰۳،

۷۰۰۴، ۷۰۱۸]۔

اس صورت میں ترجمہ یہ ہو گا کہ قسم اللہ کی میں نہیں جانتا کہ اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔ حالانکہ اس کے حق میں میرا گمان نیک ہی ہے۔

(۱۲۳۳) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے غندر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے محمد بن منکدر سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے کہا کہ جب میرے والد شہید کر دیئے گئے تو میں ان کے چہرے پر پڑا ہوا کپڑا کھولتا اور روتا تھا۔ دوسرے لوگ تو مجھے اس سے روکتے تھے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہیں کہہ رہے تھے۔ آخر میری چچی فاطمہؓ بھی رونے

۱۲۴۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ : سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ الْمُثَنِّكِرِ قَالَ : سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : ((لَمَّا قُبِلَ أَبِي جَعَلْتُ أَكْشِفُ الثُّوبَ عَنْ وَجْهِ أَبِي، وَيَنْهَوْنِي عَنْهُ، وَالنَّبِيُّ ﷺ لَا يَنْهَانِي، فَجَعَلْتُ عَمِّي

فَاطِمَةُ تَبْكِي، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((تَبْكِينَ أَوْ لَا تَبْكِينَ، مَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا حَتَّى رَفَعْتُمُوهُ)) تَابَعَهُ ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُنْكَدِرِ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.

[أطرافه في : ١٢٩٣، ٢٨١٦، ٤٠٨٠].

لگیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ رو یا چپ رہو۔ جب تک تم لوگ میت کو اٹھاتے نہیں ملائکہ تو برابر اس پر اپنے پروں کا سایہ کئے ہوئے ہیں۔ اس روایت کی متابعت شعبہ کے ساتھ ابن جریج نے کی، انہیں ابن مکتدر نے خبر دی اور انہوں نے جابر سے سنا۔

منع کرنے کی وجہ یہ تھی کہ کافروں نے حضرت جابرؓ کے والد کو قتل کر کے ان کے ناک کان بھی کاٹ ڈالے تھے۔ ایسی حالت میں صحابہ نے یہ مناسب جانا کہ جابرؓ ان کو نہ دیکھیں تو بہتر ہو گا تاکہ ان کو مزید صدمہ نہ ہو۔ حدیث سے نکلا کہ مردے کو دیکھ سکتے ہیں۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے جابر کو منع نہیں فرمایا۔

باب آدمی اپنی ذات سے موت کی خبر میت کے وارثوں کو سنا سکتا ہے

٥- بَابُ الرَّجُلِ يَنْعَى إِلَى أَهْلِ الْمَيِّتِ بِنَفْسِهِ

(١٢٣٥) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے مالک نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے سعید بن مسیب نے، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے نجاشی کی وفات کی خبر اسی دن دی جس دن اس کی وفات ہوئی تھی۔ پھر آپ نماز پڑھنے کی جگہ گئے۔ اور لوگوں کے ساتھ صف باندھ کر (جنازہ کی نماز میں) چار تکبیریں کیں۔

١٢٤٥- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، خَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ أَرْبَعًا)).

[أطرافه في : ١٣١٨، ١٣٢٧، ١٢٢٨،

١٣٣٣، ٣٨٨٠، ٣٨٨١].

بعضوں نے اس کو برا سمجھا ہے، امام بخاریؒ نے یہ باب لاکر ان کا رد کیا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے خود نجاشی اور زید اور جعفر اور عبد اللہ بن رواحہ کی موت کی خبریں ان کے لوگوں کو سنائیں، آپؐ نے نجاشی پر نماز جنازہ پڑھی۔ حالانکہ وہ حبش کے ملک میں مرا تھا۔ آپؐ مدینہ میں تھے تو میت غائب پر نماز پڑھنا جائز ہوا۔ الہدیث اور جمہور علماء کے نزدیک یہ جائز ہے اور حنفیہ نے اس میں خلاف کیا ہے۔ یہ حدیث ان پر حجت ہے۔ اب یہ تاویل کہ اس کا جنازہ آنحضرتؐ کے سامنے لایا گیا تھا فاسد ہے کیونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں۔ دوسرے اگر سامنے بھی لایا گیا ہو تو آنحضرتؐ کے سامنے لایا گیا ہو گا نہ کہ صحابہ کے، انہوں نے تو غائب پر نماز پڑھی۔ (وحیدی)

نجاشی کے متعلق حدیث کو مسلم و احمد و نسائی و ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور سب نے ہی اس کی تصحیح کی ہے۔ علامہ شوکانی فرماتے ہیں: وقد استدل بهذه القصة القائلون بمشروعية الصلوة على الغائب عن البلد قال في الفتح وبذلك قال الشافعي واحد وجمهور السلف حتى قال ابن حزم لم يات عن احمد من الصحابة منعه قال الشافعي الصلوة على الميت دعاء له فكيف لا يدعى له وهو غائب او في

القبر۔ (نبیل الاوطار) یعنی جو حضرات نماز جنازہ غائبانہ کے قائل ہیں انہوں نے اسی واقعہ سے دلیل پکڑی ہے اور فتح الباری میں ہے کہ امام شافعی اور احمد اور جسور سلف کا یہی مسلک ہے۔ بلکہ علامہ ابن حزم کا قول تو یہ ہے کہ کسی بھی صحابی سے اس کی ممانعت نقل نہیں ہوئی۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ جنازہ کی نماز میت کے لئے دعا ہے۔ پس وہ غائب ہو یا قبر میں اتار دیا گیا ہو، اس کے لئے دعائیں نہ کی جائے گی۔

نجاشی کے علاوہ آنحضرت ﷺ نے معاویہ بن معاویہ لیش کا جنازہ غائبانہ ادا فرمایا جن کا انتقال مدینہ میں ہوا تھا اور آنحضرت ﷺ تبوک میں تھے اور معاویہ بن مقرن اور معاویہ بن معاویہ مزی کے متعلق بھی ایسے واقعات نقل ہوئے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ان کے جنازے غائبانہ ادا فرمائے۔ اگرچہ یہ روایات سند کے لحاظ سے ضعیف ہیں۔ پھر بھی واقعہ نجاشی سے ان کی تقویت ہوتی ہے۔ جو لوگ نماز جنازہ غائبانہ کے قائل نہیں ہیں وہ اس بارے میں مختلف اعتراض کرتے ہیں۔ علامہ شوکانی بحث کے آخر میں فرماتے ہیں والحاصل انه لم يات المانعون من الصلوة على الغائب بشئ يعتد به الخ یعنی مانعین کوئی ایسی دلیل نہ لاسکے ہیں جسے گنتی شمار میں لایا جائے۔ پس ثابت ہوا کہ نماز جنازہ غائبانہ بلا کراہت جائز و درست ہے تفصیل مزید کے لئے نبیل الاوطار (جلد ۳: ص ۵۶: ۵۵) کا مطالعہ کیا جائے۔

(۱۲۴۶) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبد الوارث نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے حمید بن بلال نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زید رضی اللہ عنہ نے جھنڈا سنبھالا لیکن وہ شہید ہو گئے۔ پھر جعفر رضی اللہ عنہ نے سنبھالا اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ پھر عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے سنبھالا اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو بہ رہے تھے۔ (آپ نے فرمایا) اور پھر خالد بن ولیدؓ نے خود اپنے طور پر جھنڈا اٹھالیا اور ان کو فتح حاصل ہوئی۔

۱۲۴۶- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ بِلَالٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَخَذَ الرَّأْيَةَ زَيْدٌ فَأَصِيبَ، ثُمَّ أَخَذَهَا جَعْفَرٌ فَأَصِيبَ، ثُمَّ أَخَذَهَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَأَصِيبَ - وَإِنْ عَيْنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ تَلَذَّرَ فَإِنْ - ثُمَّ أَخَذَهَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ مِنْ غَيْرِ امْرَأَةٍ فَفُتِحَ لَهُ)).

[أطرافه في: ۲۷۹۸، ۳۰۶۳، ۳۶۳۰،

۳۷۵۷، ۶۲۴۲].

یہ غزوۂ موتہ کا واقعہ ہے جو ۸ھ میں ملک شام کے پاس بلقان کی سرزمین پر ہوا تھا۔ مسلمان تین ہزار تھے اور کافر بے شمار، آپ نے زید بن حارثہ کو امیر لشکر بنایا تھا اور فرمایا تھا کہ اگر زید شہید ہو جائیں تو ان کی جگہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ قیادت کریں اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر عبد اللہ بن رواحہ۔ یہ تینوں سردار شہید ہوئے۔ پھر حضرت خالد بن ولیدؓ نے (از خود) کمان سنبھالی اور (اللہ نے ان کے ہاتھ پر) کافروں کو شکست فاش دی۔ نبی کریم ﷺ نے لشکر کے لوٹنے سے پہلے ہی سب خبریں لوگوں کو سنا دیں۔ اس حدیث میں حضور ﷺ کے کئی معجزات بھی مذکور ہوئے ہیں)

باب جنازہ تیار ہو تو لوگوں کو خبر دینا

۵- بَابُ الْإِذْنِ بِالْجَنَازَةِ

اور ابو رافع نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی

وَقَالَ أَبُو رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں نے مجھے خبر کیوں نہ دی۔

عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((أَلَا كُنْتُمْ أَذُنْتُمُونِي؟))

(۱۲۴۷) ہم سے محمد بن سلام بیکندی نے بیان کیا، انہیں ابو معاویہ نے خبر دی، انہیں ابواسحاق شیبانی نے، انہیں شعبی نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ایک شخص کی وفات ہو گئی۔ رسول اللہ ﷺ اس کی عیادت کو جایا کرتے تھے۔ چونکہ ان کا انتقال رات میں ہوا تھا اس لئے رات ہی میں لوگوں نے انہیں دفن کر دیا اور جب صبح ہوئی تو آنحضور ﷺ کو خبر دی۔ آپ نے فرمایا (کہ جنازہ تیار ہوتے وقت) مجھے بتانے میں (کیا) رکاوٹ تھی؟ لوگوں نے کہا کہ رات تھی اور اندھیرا بھی تھا۔ اسلئے ہم نے مناسب نہیں سمجھا کہ کیس آپکو تکلیف ہو۔ پھر آنحضور ﷺ اسکی قبر پر تشریف لائے اور نماز پڑھی۔

۱۲۴۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ الشَّعْبِيِّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((مَاتَ إِنْسَانٌ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَعُودُهُ، فَمَاتَ بِاللَّيْلِ، فَدَفَنُوهُ لَيْلًا. فَلَمَّا أَصْبَحَ أَخْبَرُوهُ فَقَالَ: ((مَا مَنَعَكُمْ أَنْ تَعْلِمُونِي؟)) قَالُوا: كَانَ اللَّيْلُ فَكَرِهْنَا - وَكَانَ ظُلْمَةً - أَنْ نَشُقَّ عَلَيْكَ. فَأَتَى قَبْرَهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ.

[راجع: ۸۵۷]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مرنے والوں کے نماز جنازہ کے لئے سب کو اطلاع ہونی چاہئے اور اب بھی ایسے مواقع میں جنازہ قبر پر بھی پڑھا جاسکتا ہے۔

باب اس شخص کی فضیلت جس کی کوئی اولاد مرجائے اور وہ اجر کی نیت سے صبر کرے

۶- بَابُ فَضْلِ مَنْ مَاتَ لَهُ وَلَدٌ فَاخْتَسَبَ

اور اللہ تعالیٰ نے (سورہ بقرہ میں) فرمایا ہے کہ صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا۔

وَقَالَ اللَّهُ غَوْجَلْ: ﴿وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ﴾ [البقرة: ۵۵۱]

(۱۲۴۸) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے، ان سے عبدالعزیز نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مسلمان کے اگر تین بچے مرجائیں جو بلوغت کو نہ پہنچے ہوں تو اللہ تعالیٰ اس رحمت کے نتیجے میں جو ان بچوں سے وہ رکھتا ہے مسلمان (بچے کے باپ اور ماں) کو بھی جنت میں داخل کرے گا۔

۱۲۴۸- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَا مِنْ نَاسٍ مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَفَّى لَهُ ثَلَاثٌ لَمْ يَلْعَنُوا الْجَنَّةَ إِلَّا أَذْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ يَا هُم)).

[طرفہ بی: ۱۳۸۱]

(۱۲۴۹) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے، ان سے عبدالرحمن بن عبداللہ اصمائی نے، ان سے ذکوان نے اور ان سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ عورتوں نے نبی کریم ﷺ

۱۲۴۹- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْأَصْبَهَانِيِّ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ:

((أَنَّ النَّسَاءَ قُلْنَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: اجْعَلْ لَنَا يَوْمًا. فَوَعَّظَهُنَّ وَقَالَ: ((أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَ لَهَا ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ كَانُوا لَهَا حِجَابًا مِنَ النَّارِ)). قَالَتِ امْرَأَةٌ: وَاقْنَانِ؟ قَالَ: ((وَاقْنَانِ)).

[راجع: ۱۰۱]

۱۲۵۰- وَقَالَ شَرِيكَ عَنْ ابْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ حَدَّثَنِي أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: ((لَمْ يَنْلُغُوا الْحِجْنَ)). [راجع: ۱۰۲]

۱۲۵۱- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَفْصَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا يَمُوتُ لِمُسْلِمٍ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ فَيَلْجَأَ النَّارَ إِلَّا تَحَلَّةً الْقَسَمِ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: ((وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا)). [طرفہ بی: ۶۶۵۶]

سے درخواست کی کہ ہمیں بھی نصیحت کرنے کے لئے آپؐ ایک دن خاص فرمادیجئے۔ آنحضور ﷺ نے (ان کی درخواست منظور فرماتے ہوئے ایک خاص دن میں) ان کو وعظ فرمایا اور بتلایا کہ جس عورت کے تین بچے مرجائیں تو وہ اس کے لئے جہنم سے پناہ بن جاتے ہیں۔ اس پر ایک عورت نے پوچھا، حضور! اگر کسی کے دو ہی بچے مریں؟ آپؐ نے فرمایا کہ دو بچوں پر بھی۔

(۱۲۵۰) شریک نے ابن اصہبانی سے بیان کیا کہ ان سے ابو صالح نے بیان کیا اور ان سے ابو سعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا کہ ”وہ بچے مراد ہیں جو ابھی بلوغت کو نہ پہنچے ہوں۔“

(۱۲۵۱) ہم سے علی نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، انہوں نے کہا کہ میں نے زہری سے سنا، انہوں نے سعید بن مسیب سے سنا اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کسی کے اگر تین بچے مرجائیں تو وہ دوزخ میں نہیں جائے گا اور اگر جائے گا بھی تو صرف قسم پوری کرنے کے لئے۔ ابو عبد اللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ (قرآن کی آیت یہ ہے) تم میں سے ہر ایک کو دوزخ کے اوپر سے گزرتا ہو گا۔

تشریح نابالغ بچوں کی وفات پر اگر ماں باپ مبرکریں تو اس پر ثواب ملتا ہے۔ قدرتی طور پر اولاد کی موت ماں باپ کے لئے بہت بڑا غم ہے اور اسی لئے اگر کوئی اس پر یہ سمجھ کر مبرک کرے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے یہ بچہ دیا تھا اور اب اسی نے اٹھالیا تو اس حادثہ کی عین کے مطابق اس پر ثواب بھی اتنا ہی ملے گا۔ اس کے گناہ معاف ہو جائیگے اور آخرت میں اس کی جگہ جنت میں ہوگی۔ آخر میں یہ بتایا ہے کہ جہنم سے یوں تو ہر مسلمان کو گزرتا ہو گا لیکن جو مومن بندے اس کے مستحق نہیں ہوں گے، ان کا گزرتا نہیں ایسا ہی ہو گا جیسے قسم پوری کی جا رہی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر قرآن مجید کی آیت بھی لکھی ہے۔ بعض علماء نے اس کی یہ توجیہ بیان کی ہے کہ پل صراط چونکہ ہے ہی جہنم پر ہے اور اس سے ہر انسان کو گزرتا ہو گا۔ اب جو نیک ہے وہ اس سے باآسانی گزر جائے گا لیکن بد عمل یا کافر اس سے گزر نہ سکیں گے اور جہنم میں چلے جائیگے تو جہنم سے گزرنے سے یہی مراد ہے۔

یہاں اس بات کا بھی لحاظ رہے کہ حدیث میں نابالغ اولاد کے مرنے پر اس اجر عظیم کا وعدہ کیا گیا ہے۔ بالغ کا ذکر نہیں ہے حالانکہ بالغ اور خصوصاً جوان اولاد کی موت کا سانحہ سب سے بڑا ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بچے ماں باپ کی اللہ تعالیٰ سے سفارش کرتے ہیں۔ بعض روایتوں میں ایک بچے کی موت پر بھی یہی وعدہ موجود ہے۔ جہاں تک مبرک کا تعلق ہے وہ بہر حال بالغ کی موت پر بھی ملے گا۔

الغرض دوزخ کے اوپر سے گزرنے کا مطلب پل صراط کے اوپر سے گزرتا مراد ہے جو دوزخ کے پشت پر نصب ہے پس مومن کا دوزخ میں جانا یہی پل صراط کے اوپر سے گزرتا ہے۔ آیت شریفہ ﴿وَانْصِرْفُوا مِنْهُ﴾ کا یہی مفہوم ہے۔

۷- باب قول الرجل للمرأة عند القبر : اصبري
باب کسی مرد کا کسی عورت سے قبر کے پاس یہ کہنا کہ صبر کر۔

(۱۲۵۲) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ثابت نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ ایک عورت کے پاس سے گزرے جو ایک قبر پر بیٹھی ہوئی رو رہی تھی۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ خدا سے ڈر اور صبر کر۔

(تفصیل آگے آرہی ہے)

باب میت کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دینا
اور وضو کرانا

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے بچے (عبدالرحمن) کے خوشبو لگائی پھر اس کی نعش اٹھا کر لے گئے اور نماز پڑھی، پھر وضو نہیں کیا۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مسلمان نجس نہیں ہوتا، زندہ ہو یا مردہ۔ سعد بن ابی وقاصؓ نے فرمایا کہ اگر (سعید بن زیدؓ) کی نعش نجس ہوتی تو میں اسے چھوتا ہی نہیں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ مومن ناپاک نہیں ہوتا۔

(۱۲۵۳) ہم سے اسماعیل بن عبد اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے اور ان سے محمد بن سیرین نے، ان سے ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی (زینب یا ام کلثوم رضی اللہ عنہما) کی وفات ہوئی آپ وہاں تشریف لائے، اور فرمایا کہ تین یا پانچ مرتبہ غسل دے دو اور اگر مناسب سمجھو تو اس سے بھی زیادہ دے سکتی ہو۔ غسل کے پانی میں بیری کے پتے ملا لو اور آخر میں کافور یا (یہ کہا کہ) کچھ کافور کا استعمال کر لینا اور غسل سے فارغ ہونے پر مجھے

۱۲۵۲- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِامْرَأَةٍ عِنْدَ قَبْرِ وَهْمٍ تَبْكِي فَقَالَ: ((انْقِي اللَّه، وَاصْبِرِي)).

[أطرافه في: ۱۲۸۳، ۱۳۰۲، ۷۱۵۴].

۸- بَابُ غَسْلِ الْمَيِّتِ وَوُضُوئِهِ بِالْمَاءِ وَالسَّنَدِ

وَخَطَّ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ابْنًا لِسَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ، وَحَمَلَهُ، وَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: الْمُسْلِمُ لَا يَنْجُسُ حَيًّا وَلَا مَيِّتًا. وَقَالَ سَعْدُ: لَوْ كَانَ نَجَسًا مَا مَسَسْتُهُ وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْمُؤْمِنُ لَا يَنْجُسُ)).

۱۲۵۳- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَيُّوبَ السَّخِينِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةِ الْأَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ تُوُفِّيتِ ابْنَتُهُ فَقَالَ: ((اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتُمْ ذَلِكَ بِمَاءٍ وَمِسْكِ، وَاجْعَلْنَ فِي الْأَجْرَةِ كَافُورًا أَوْ شَيْئًا مِنْ

كَافُورٍ. فَإِذَا فُورَغْتَ فَأَذْنِيْ)). فَلَمَّا فُورَغْنَا
آذَنَاهُ، فَأَعْطَانَا حِقْوَهُ فَقَالَ: ((أَشْعِرْنَاهَا
يَأَاهُ))، يَعْنِي إِزَارَهُ. [راجع: ۱۶۷]

حضرت امام بخاریؒ کا مطلب باب یہ ہے کہ مومن مرنے سے نپاک نہیں ہو جاتا اور غسل محض بدن کو پاک صاف کرنے کے لئے دیا جاتا ہے۔ اس لئے غسل کے پانی میں پیری کے چوں کا ڈالنا مسنون ہوا۔ ابن عمرؓ کے اثر کو امام مالک نے مؤطا میں وصل کیا۔ اگر مردہ نجس ہوتا تو عبد اللہ بن عمرؓ اس کو نہ چھوتے نہ اٹھاتے اگر چھوتے تو اپنے اعضاء کو دھوتے۔ امام بخاریؒ نے اس سے اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا کہ جو میت کو نملائے وہ غسل کرے اور جو اٹھائے وہ وضو کرے۔ عبد اللہ بن عباس کے قول کو سعید بن منصور نے سند صحیح کے ساتھ وصل کیا اور یہ کہ ”مومن نجس نہیں ہوتا۔“ اس روایت کو مرفوعاً خود امام بخاریؒ نے کتاب الغسل میں روایت کیا ہے اور سعد بن ابی وقاص کے قول کو ابن ابی شیبہ نے نکالا کہ سعدؓ کو سعید بن زید کے مرنے کی خبر ملی۔ وہ گئے اور ان کو غسل اور کفن دیا، خوشبو لگائی اور گھر میں آکر غسل کیا اور کہنے لگے کہ میں نے گرمی کی وجہ سے غسل کیا ہے نہ کہ مردے کو غسل دینے کی وجہ سے۔ اگر وہ نجس ہوتا تو میں اسے ہاتھ ہی کیوں لگاتا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی کو اپنا ازار تبرک کے طور پر عنایت فرمایا۔ اس لئے ارشاد ہوا کہ اسے قیض بنا دو کہ یہ ان کے بدن مبارک سے ملا رہے۔ جمہور کے نزدیک میت کو غسل دلانا فرض ہے۔

باب میت کو طاق مرتبہ غسل دینا مستحب ہے

(۱۲۵۴) ہم سے محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد الوہاب ثقفی نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے محمد نے، ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہ ہم رسول کریم ﷺ کی بیٹی کو غسل دے رہی تھیں کہ آپ تشریف لائے اور فرمایا کہ تین یا پانچ مرتبہ غسل دو یا اس سے بھی زیادہ۔ پانی اور پیری کے چوں سے اور آخر میں کافور بھی استعمال کرنا۔ پھر فارغ ہو کر مجھے خبر دے دینا۔ جب ہم فارغ ہوئے تو آپ کو خبر کر دی۔ آپ نے اپنا ازار عنایت فرمایا اور فرمایا کہ یہ اندر اس کے بدن پر لپیٹ دو۔

۹- بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ أَنْ يُغْسَلَ وَتَرَا
۱۲۵۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ
الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ
أُمِّ عَطِيَّةٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((دَخَلَ
عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهُ
فَقَالَ: ((أَغْسِلْنَاهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ
مِنْ ذَلِكَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الْأَخِرَةِ
كَافُورًا. فَإِذَا فُورَغْتَ فَأَذْنِيْ)). فَلَمَّا فُورَغْنَا
آذَنَاهُ فَالْقَى إِلَيْنَا حِقْوَهُ فَقَالَ: ((أَشْعِرْنَاهَا
يَأَاهُ)). [راجع: ۱۶۷]

ایوب نے کہا کہ مجھ سے حفصہ نے بھی محمد بن سیرین کی حدیث کی طرح بیان کیا تھا۔ حفصہ کی حدیث میں تھا کہ طاق مرتبہ غسل دینا اور اس میں یہ تفصیل تھی کہ تین یا پانچ یا سات مرتبہ (غسل دینا) اور اس میں یہ بھی بیان تھا کہ میت کے دائیں طرف سے اور اعضاء وضو سے غسل شروع کیا جائے۔ یہ بھی اسی حدیث میں تھا کہ اہم عطیہ رضی

فَقَالَ أَيُّوبُ: وَحَدَّثَنِي حَفْصَةُ بِمِثْلِ حَدِيثِ
مُحَمَّدٍ، وَكَانَ فِي حَدِيثِ حَفْصَةَ:
((أَغْسِلْنَاهَا وَتَرَا)) وَكَانَ فِيهِ ((ثَلَاثًا أَوْ
خَمْسًا أَوْ سَبْعًا)) وَكَانَ فِيهِ أَنَّهُ قَالَ:
((ابْدَأْنَ بِمِيَامِينِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا))

وَكَانَ فِيهِ أَنْ أُمَّ عَطِيَّةَ قَالَتْ: وَمَشَطْنَاهَا ثَلَاثَةَ قُرُونٍ. اللہ عنما نے کہا کہ ہم نے کنگھی کر کے ان کے بالوں کو تین لٹوں میں تقسیم کر دیا تھا۔

معلوم ہوا کہ عورت کے سر میں کنگھی کر کے اس کے بالوں کی تین لٹیں گوندھ کر پیچھے ڈال دیں۔ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا یہی قول ہے۔

باب اس بیان میں کہ (غسل) میت کی دائیں طرف سے شروع کیا جائے

۱۰- بَابُ يُنْذَأُ بِمَيِّمِ الْمَيِّتِ

(۱۳۵۵) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے اسماعیل بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے خالد نے بیان کیا، ان سے حفصہ بنت سیرین نے اور ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کے غسل کے وقت فرمایا تھا کہ دائیں طرف سے اور اعضاء وضو سے غسل شروع کرنا۔

۱۲۵۵- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ((لِي غَسَلَ ابْنَتِي: ((ابْدَأْ بِمَيِّمِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا)). [راجع: ۱۶۷]

ہر اچھا کام دائیں طرف سے شروع کرنا شروع ہے اور اس بارے میں کئی احادیث وارد ہوئی ہیں۔

باب اس بارے میں کہ پہلے میت کے اعضاء وضو کو دھویا جائے

۱۱- بَابُ مَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنَ الْمَيِّتِ

(۱۳۵۶) ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وکیع نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، ان سے خالد حذاف نے، ان سے حفصہ بنت سیرین نے اور ان سے ام عطیہؓ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو ہم غسل دے رہی تھیں۔ جب ہم نے غسل شروع کر دیا تو آپؐ نے فرمایا کہ غسل دائیں طرف سے اور اعضاء وضو سے شروع کرو۔

۱۲۵۶- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ خَالِدِ بْنِ الْحَدَّادِ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((لَمَّا غَسَلْنَا ابْنَتَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَنَا - وَنَحْنُ نَفْسِلُهَا -: ((ابْدَأُوا بِمَيِّمِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا)). [راجع: ۱۶۷]

میںہا۔ [راجع: ۱۶۷]

اس سے معلوم ہوا کہ پہلے استنجاء وغیرہ کرا کے وضو کرایا جائے اور کلی کرنا اور ٹاک میں پانی ڈالنا بھی ثابت ہوا پھر غسل دلایا جائے اور غسل دائیں طرف سے شروع کیا جائے۔

باب اس بیان میں کہ کیا عورت کو مرد کے ازار کا کفن دیا جا سکتا ہے؟

۱۲- بَابُ هَلْ تُكْفَنُ الْمَرْأَةُ فِي إِزَارِ الرَّجُلِ

(۱۲۵۷) ہم سے عبدالرحمن بن حماد نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ابن عوف نے خبر دی، انہیں محمد نے، ان سے ام عطیہؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کی ایک صاحبزادی کا انتقال ہو گیا۔ اس موقع پر آپؐ نے ہمیں فرمایا کہ تم اسے تین یا پانچ مرتبہ غسل دو اور اگر مناسب سمجھو تو اس سے زیادہ مرتبہ بھی غسل دے سکتی ہو۔ پھر فارغ ہو کر مجھے خبر دینا۔ چنانچہ جب ہم غسل دے چکیں تو آپؐ کو خبر دی اور آپؐ نے اپنا ازار عنایت فرمایا اور فرمایا کہ اسے اسکے بدن سے لپیٹ دو۔

ابن بطال نے کہا کہ اس کے جواز پر اتفاق ہے اور جس نے یہ کہا کہ آنحضرت ﷺ کی ہلت اور حتی دوسروں کو ایسا نہ کرنا چاہئے۔ اس کا قول بے دلیل ہے۔

باب میت کے غسل میں کافور کا استعمال آخر میں ایک بار کیا جائے

(۱۲۵۸) ہم سے حامد بن عمر نے بیان کیا، بیان کیا کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے محمد نے اور ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیٹی کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ اسے تین یا پانچ مرتبہ غسل دے دو اور اگر تم مناسب سمجھو تو اس سے بھی زیادہ پانی اور بیری کے پتوں سے نہلاؤ اور آخر میں کافور یا (یہ کہا کہ) کچھ کافور کا بھی استعمال کرنا۔ پھر فارغ ہو کر مجھے خبر دینا۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب ہم فارغ ہوئے تو ہم نے کہلا بھجوا دیا۔ آپؐ نے اپنا تہبند ہمیں دیا اور فرمایا کہ اسے اندر جسم پر لپیٹ دو۔ ایوب نے حفصہ بنت سیرین سے روایت کی، ان سے ام عطیہؓ نے اسی طرح حدیث بیان کی۔

۱۲۵۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ حَمَادٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُوفٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةٍ قَالَتْ ((تَوَفَّيْتُ بِنْتَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لَنَا: اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ، فَإِذَا فَرَعْتُنَّ فَلَاذْنِي. فَلَمَّا فَرَعْنَا فَلَاذْنَاهُ، فَنَزَعَ مِنْ حَقْوِهِ إِزَارَهُ وَقَالَ: ((أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ)). [راجع: ۱۶۷]

۱۳- بَابُ يُجْعَلُ الْكَافُورُ فِي آخِرِهِ

۱۲۵۸- حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةٍ قَالَتْ: ((تَوَفَّيْتُ ابْنَةَ النَّبِيِّ ﷺ فَخَرَجَ فَقَالَ: ((اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ بِمَاءٍ وَبَسْبَرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الْآخِرَةِ كَافُورًا أَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُورٍ، فَإِذَا فَرَعْتُنَّ فَلَاذْنِي)). قَالَتْ: فَلَمَّا فَرَعْنَا آذْنَاهُ، فَالْقَى إِلَيْنَا حَقْوَهُ فَقَالَ: ((أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ)). وَعَنْ أَيُّوبَ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا بَنَحُوهُ.

[راجع: ۱۶۷]

(۱۲۵۹) اور ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے اس روایت میں یوں کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین یا پانچ یا سات مرتبہ یا اگر تم مناسب سمجھو تو اس سے بھی زیادہ غسل دے سکتی ہو۔ حفصہ نے بیان کیا کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہم نے ان کے سر کے بال

۱۲۵۹- وَقَالَتْ: إِنَّهُ قَالَ: ((اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ سَبْعًا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ)) قَالَتْ حَفْصَةُ قَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ((وَجَعَلْنَا رَأْسَهَا ثَلَاثَةً

تین لٹوں میں تقسیم کر دیئے تھے۔

باب میت عورت ہو تو غسل کے وقت اس کے بال کھولنا
اور ابن سیرین رحمہ اللہ نے کہا کہ میت (عورت) کے سر کے بال کھولنے
میں کوئی حرج نہیں

(۱۲۶۰) ہم سے احمد بن صالح نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن
وہب نے بیان کیا انہیں ابن جریج نے خبر دی، ان سے ایوب نے
بیان کیا کہ میں نے حفصہ بنت سیرین سے سنا، انہوں نے کہا کہ حضرت
ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے بالوں کو تین لٹوں میں تقسیم کر دیا
تھا۔ پہلے بال کھولے گئے پھر انہیں دھو کر ان کی تین چوٹیاں کر دی
گئیں۔

باب میت پر کپڑا کیو نکر لیٹنا چاہئے

اور حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عورت کے لئے ایک پانچواں کپڑا
چاہئے جس سے قمیص کے تلے رانیں اور سرین باندھے جائیں

اس کو ابن ابی شیبہ نے وصل کیا۔ امام حسن بصری کہتے ہیں کہ کفن میں پانچ کپڑے سنت ہیں۔ احمد اور ابو داؤد
کی روایت میں لکلی بنت قنف سے یہ ہے کہ میں بھی ان عورتوں میں تھی جنہوں نے حضرت ام کلثوم بنت رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا تھا۔ پہلے آپ نے کفن کے لئے تہجد دیا پھر کرتہ اور اوڑھنی یعنی سر بندھن پھر چادر پھر لفافہ میں لپیٹ دی گئیں۔
معلوم ہوا کہ عورت کے کفن میں یہ پانچ کپڑے سنت ہیں اگر میسر ہوں ورنہ مجبوری میں ایک بھی جائز ہے۔

(۱۲۶۱) ہم سے احمد نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن وہب نے
بیان کیا، انہیں ابن جریج نے خبر دی، انہیں ایوب نے خبر دی، کہا کہ
میں نے ابن سیرین سے سنا، انہوں نے کہا کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے یہاں
انصار کی ان خواتین میں سے جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی
تھی، ایک عورت آئی۔ بصرہ میں انہیں اپنے ایک بیٹے کی تلاش تھی،
لیکن وہ نہ ملا۔ پھر اس نے ہم سے یہ حدیث بیان کی کہ ہم رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو غسل دے رہی تھیں کہ آپ تشریف لائے اور
فرمایا کہ تین یا پانچ مرتبہ غسل دے دو اور اگر مناسب سمجھو تو اس
سے بھی زیادہ دے سکتی ہو۔ غسل پانی اور بیری کے پتوں سے ہونا

قُرُونِ)). [راجع: ۱۶۷]

۱۴- بَابُ نَقْضِ شَعْرِ الْمَرْأَةِ

وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ: لَا بَأْسَ أَنْ يُنْقَضَ شَعْرُ
الْمَيِّتِ.

۱۲۶۰- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ
اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ
أَيُّوبُ وَسَمِعْتُ حَفْصَةَ بِنْتَ سِيرِينَ
قَالَتْ: حَدَّثَنَا أُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا
(أَنَّهِنَّ جَعَلْنَ رَأْسَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ
ثَلَاثَةَ قُرُونٍ، نَقَضْنَهُ ثُمَّ غَسَلْنَهُ ثُمَّ جَعَلْنَهُ
ثَلَاثَةَ قُرُونٍ)). [راجع: ۱۶۷]

۱۵- بَابُ كَيْفِ الْإِشْعَارِ لِلْمَيِّتِ؟

وَقَالَ الْحَسَنُ: الْخُرْقَةُ الْخَامِسَةُ تُشَدُّ بِهَا
الْفَحْلَيْنِ وَالْوَرَكَيْنِ تَحْتَ الدَّرْعِ

تَشْرِيجُ

اس کو ابن ابی شیبہ نے وصل کیا۔ امام حسن بصری کہتے ہیں کہ کفن میں پانچ کپڑے سنت ہیں۔ احمد اور ابو داؤد
کی روایت میں لکلی بنت قنف سے یہ ہے کہ میں بھی ان عورتوں میں تھی جنہوں نے حضرت ام کلثوم بنت رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا تھا۔ پہلے آپ نے کفن کے لئے تہجد دیا پھر کرتہ اور اوڑھنی یعنی سر بندھن پھر چادر پھر لفافہ میں لپیٹ دی گئیں۔
معلوم ہوا کہ عورت کے کفن میں یہ پانچ کپڑے سنت ہیں اگر میسر ہوں ورنہ مجبوری میں ایک بھی جائز ہے۔

۱۲۶۱- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ
اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَنَّ
أَيُّوبَ أَخْبَرَهُ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ سِيرِينَ
يَقُولُ: ((جَاءَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا
- امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ مِنَ اللَّاحِظِي بَايَعَنَ -
قَدَمَتِ الْبَصْرَةَ تُبَادِرُ إِبْنًا لَهَا فَلَمْ تُدْرِكْهُ،
فَحَدَّثَنَا قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ
وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهُ فَقَالَ: ((أَغْسِلْنَهَا
ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ

چاہئے اور آخر میں کافور بھی استعمال کر لینا۔ غسل سے فارغ ہو کر مجھے خبر کر دینا۔ انہوں نے بیان کیا کہ جب ہم غسل دے چکیں (تو اطلاع دی) اور آپ نے ازار عنایت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اسے اندر بدن سے لپیٹ دو۔ اس سے زیادہ آپ نے کچھ نہیں فرمایا۔ مجھے یہ نہیں معلوم کہ یہ آپ کی کونسی بیٹی تھیں (یہ ایوب نے کہا) اور انہوں نے بتایا کہ اشعار کا مطلب یہ ہے کہ اس میں نعل لپیٹ دی جائے۔ ابن سیرینؒ بھی یہی فرمایا کرتے تھے کہ عورت کے بدن میں اسے لپیٹا جائے، ازار کے طور پر نہ باندھا جائے۔

باب اس بیان میں کہ کیا عورت میت کے بال تین لٹوں میں تقسیم کر دیئے جائیں؟

(۱۲۶۲) ہم سے قبیسہ نے حدیث بیان کی، ان سے سفیان نے بیان کیا، ان سے ہشام نے، ان سے ام ہذیل نے اور ان سے ام عطیہؓ نے، انہوں نے کہا کہ ہم نے آنحضرت ﷺ کی بیٹی کے سر کے بال گوندھ کر ان کی تین چوٹیاں کر دیں اور وکیع نے سفیان سے یوں روایت کیا، ایک پیشانی کی طرف کے بالوں کی چوٹی اور دو ادھر ادھر کے بالوں کی۔

باب عورت کے بالوں کی تین لٹیں بنا کر اس کے پیچھے ڈال دی جائیں

(۱۲۶۳) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے ہشام بن حسان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حفصہ نے بیان کیا، ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی کا انتقال ہو گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ ان کو پانی اور پیری کے پتوں سے تین یا پانچ مرتبہ غسل دے لو۔ اگر تم مناسب سمجھو تو اس سے زیادہ بھی دے سکتی ہو اور آخر میں کافور یا (آپ نے یہ فرمایا کہ) تھوڑی سی کافور استعمال کرو پھر جب غسل دے چکو تو مجھے خبر دو۔ چنانچہ فارغ ہو کر ہم

رَأَيْنَ ذَلِكَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ ، وَاجْعَلْنِي فِي الْآخِرَةِ كَافُورًا ، فَإِذَا فَرَعْتُنْ فَأَذْنِبِي)) . قَالَ : فَلَمَّا فَرَعْنَا أَلْقَى إِلَيْنَا حِفْوَهُ فَقَالَ : ((أَشْعُرُهَا إِيَّاهُ)) ، وَلَمْ يَزِدْ عَلَيَّ ذَلِكَ . وَلَا أَذْرِي أَيُّ بَنَاتِهِ . وَزَعَمَ أَنَّ الْإِشْعَارَ الْفُفْهَ فِيهِ . وَكَذَلِكَ كَانَ ابْنُ سِيرِينَ يَأْمُرُ بِالْمَرْأَةِ أَنْ تُشْعَرَ وَلَا تُؤَزَّرَ .

[راجع: ۱۶۷]

۱۶- بَابُ هَلْ يُجْعَلُ شَعْرُ الْمَرْأَةِ ثَلَاثَةَ قُرُونٍ

۱۲۶۲- حَدَّثَنَا قُبَيْصَةُ سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أُمِّ الْهَذِيلِ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : ((ضَفَرْنَا شَعْرَ بِنْتِ النَّبِيِّ ﷺ)) - تَعْنِي ثَلَاثَةَ قُرُونٍ - وَقَالَ وَكَيْفَ قَالَ سُفْيَانُ : ((نَاصِبَتَهَا وَقَرَنَيْهَا)) .

[راجع: ۱۶۷]

۱۷- بَابُ يُلْقَى شَعْرُ الْمَرْأَةِ خَلْفَهَا ثَلَاثَةَ قُرُونٍ

۱۲۶۳- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانٍ قَالَ : حَدَّثَنَا حَفْصَةُ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ ((تَوَقَّيْتُ إِحْدَى بَنَاتِ النَّبِيِّ ﷺ ، فَأَتَانَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ : ((اغْسِلْنَهَا بِالسِّدْرِ وَتَرَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْنَ ذَلِكَ ، وَاجْعَلْنِي فِي الْآخِرَةِ كَافُورًا أَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُورٍ ، فَإِذَا فَرَعْتُنْ

قَالَ نَبِيُّ)). فَلَمَّا فَرَعْنَا آذَنَاهُ، فَأَلْفَى إِلَيْنَا حِفْوَهُ، فَضَفَرْنَا شَعْرَهَا ثَلَاثَةَ قُرُونٍ وَأَلْفَيْنَاهَا خَلْفَهَا)). [راجع: ۱۶۷]

نے آپ کو خبر دی تو آپؐ نے (ان کے کفن کے لئے) اپنا ازار عنایت کیا۔ ہم نے اس کے سر کے بالوں کی تین چوٹیاں کر کے انہیں پیچھے کی طرف ڈال دیا تھا۔

صحیح ابن حبان میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایسا حکم دیا تھا کہ بالوں کی تین چوٹیاں کر دو۔ اس حدیث سے میت کے بالوں کا گوندھنا بھی ثابت ہوا۔

باب اس بارے میں کہ کفن کے لئے سفید کپڑے ہونے

۱۸- بَابُ الثِّيَابِ الْبَيْضِ

مناسب ہیں

لِلْكَفَنِ

(۱۲۶۴) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں ہشام بن عروہ نے خبر دی، انہیں ان کے باپ عروہ بن زبیر نے اور انہیں (ان کی خالہ) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یمن کے تین سفید سوٹی دھلے ہوئے کپڑوں میں کفن دیا گیا ان میں نہ قمیص تھی نہ عمامہ۔

۱۲۶۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثَوَابٍ يَمَانِيَةٍ بَيْضٍ سَحُولِيَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيهِمْ قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ)).

[أطرافه في: ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳،

۱۳۸۷].

شرح

بلکہ ایک ازار تھی ایک چادر ایک لفافہ پس سنت یہی تین کپڑے ہیں عمامہ باندھنا بدعت ہے۔ حنابلہ اور ہمارے امام احمد بن حنبلؒ نے اس کو مکروہ رکھا ہے اور شافعیہ نے قمیص اور عمامہ کا بڑھانا بھی جائز رکھا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ سفید کپڑوں میں کفن دیا کرو۔ ترمذی نے کہا آنحضرت ﷺ کے کفن کے بارے میں جتنی حدیثیں وارد ہوئی ہیں ان سب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث زیادہ صحیح ہے۔ افسوس ہے کہ ہمارے زمانہ کے لوگ زندگی بھر شادی غمی کے رسوم اور بدعات میں گرفتار رہتے ہیں اور مرتے وقت بھی بیچاری میت کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ کہیں کفن خلاف سنت کرتے ہیں کہیں لفافہ کے اوپر ایک چادر ڈالتے ہیں کہیں میت پر شامیانہ تانے ہیں، کہیں تجاوسواں چلم کرتے ہیں۔ کہیں قبر میں پیری مریدی کا شجر رکھتے ہیں۔ کہیں قبر کا چراغ جلاتے ہیں۔ کہیں صندل شیرینی چادر چڑھاتے ہیں۔ کہیں قبر پر میلہ اور مجمع کرتے ہیں اور اس کا نام عرس رکھتے ہیں۔ کہیں قبر کو بخت کرتے ہیں، اس پر عمارت اور گنبد اٹھاتے ہیں۔ یہ سب امور بدعت اور ممنوع ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی آنکھیں کھولے اور ان کو نیک توفیق دے۔ آمین یا رب العالمین (وحیدی)

روایت میں کفن نبوی کے متعلق لفظ ”سحولیۃ“ آیا ہے۔ جس کی تشریح علامہ شوکانی کے لفظوں میں یہ ہے۔ سحولیۃ بضم

المهملتین ویروی بفتح اولہ نسبة الی سحول قرية باليمن قال النووی والفتح اشهر وهو رواية الاكثرین قال ابن الاعرابی وغیرہ می نیب بیض نقیۃ لا تكون الامن القطن وقال ابن قتیبة ثياب بیض ولم یخصها بالقطن وفي رواية للمبخاری ”سحول“ بدون نسبة وهو جمع سحول والسحل الثوب الابيض النقی ولا یكون الا من قطن كما تقدم وقال الازهری بالفتح المدینة وبالضم الثياب وقيل النسبة الی القرية من

واما بالفتح فنسبة الى القصار لانه يسجل الغياب اى ينقياها كذا فى الفتح (نيل الاوطار جلد: ۳ / ص: ۳۰۰)

خلاصہ یہ کہ لفظ ”سحولہ“ سین اور حاء کے ضمہ کے ساتھ ہے اور سین کا فتح بھی روایت کیا گیا ہے۔ جو ایک گاؤں کی طرف نسبت ہے جو یمن میں واقع تھا۔ ابن اعرابی وغیرہ نے کہا کہ وہ سفید صاف ستھرا کپڑا ہے جو سوتی ہوتا ہے۔ بخاری شریف کی ایک روایت میں لفظ ”سحول“ آیا ہے جو سحول کی جمع ہے اور وہ سفید دھلا ہوا کپڑا ہوتا ہے۔ ازہری کہتے ہیں کہ سحول سین کے فتح کے ساتھ شہر مراد ہو گا اور سین کے ضمہ کے ساتھ دھوبی مراد ہو گا جو کپڑے کو دھو کر صاف شفاف بنا دیتا ہے۔

باب دو کپڑوں میں کفن دینا

(۱۲۶۵) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد نے، ان سے ایوب نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک شخص میدان عرفہ میں (احرام باندھے ہوئے) کھڑا ہوا تھا کہ اپنی سواری سے گر پڑا اور سواری نے انہیں کچل دیا۔ یا (وقصته کے بجائے یہ لفظ) اوقصته کہا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے لئے فرمایا کہ پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دے کر دو کپڑوں میں انہیں کفن دو اور یہ بھی ہدایت فرمائی کہ انہیں خوشبو نہ لگاؤ اور نہ ان کا سر چھپاؤ۔ کیونکہ یہ قیامت کے دن لیک کرنا ہوا اٹھے گا۔

۱۹- بابُ الْكفنِ فِي ثَوْبَيْنِ

۱۲۶۵- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((بَيْنَمَا رَجُلٌ وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَأَقْصَتُهُ - أَوْ قَالَ: فَأَوْقَصَتُهُ - قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ، وَلَا تُحَنِّطُوهُ، وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ، فَإِنَّهُ يَبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلْبِياً)).

[أطرافه في: ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸،

۱۸۳۹، ۱۸۴۹، ۱۸۵۰، ۱۸۵۱].

ثابت ہوا کہ محرم کو دو کپڑوں میں دفنایا جائے۔ کیونکہ وہ حالت احرام میں ہے اور محرم کے لئے احرام کی صرف دو ہی چادریں ہیں، برخلاف اس کے دیگر مسلمانوں کے لئے مرد کے لئے تین چادریں اور عورت کے لئے پانچ کپڑے منسوب ہیں۔

باب میت کو خوشبو لگانا

(۱۲۶۶) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ایوب نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدان عرفہ میں وقوف کئے ہوئے تھا کہ وہ اپنے اونٹ سے گر پڑا اور اونٹ نے انہیں کچل دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دیکر دو کپڑوں کا کفن دو، خوشبو نہ لگاؤ اور نہ سر ڈھکو کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن انہیں لیک کرتے ہوئے

۲۰- بابُ الْحَنُوطِ لِلْمَيِّتِ

۱۲۶۶- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((بَيْنَمَا رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ مِنْ رَاحِلَتِهِ فَأَقْصَتُهُ - أَوْ قَالَ: فَأَوْقَصَتُهُ - فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ، وَلَا تُحَنِّطُوهُ، وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ، فَإِنَّ اللَّهَ

اٹھائے گا۔

يُنْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبًّا)).

تشیخ محرم کو خوشبو نہ لگائی جائے، اس سے ثابت ہوا کہ غیر محرم میت کو خوشبو لگانی چاہئے۔ باب کا مقصد یہی ہے۔ محرم کو خوشبو کے لئے اس واسطے منع فرمایا کہ وہ حالت احرام ہی میں ہے اور قیامت میں اس طرح لبیک پکارتا ہوا اٹھے گا اور ظاہر ہے کہ محرم کو حالت احرام میں خوشبو کا استعمال منع ہے۔

۲۱- بَابُ كَيْفَ يُكْفَنُ الْمُحْرِمُ؟

۱۲۶۷- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَجُلًا وَقَصَّ بَعِيرَهُ وَنَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَكَفَّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ، وَلَا تُمَسُّوهُ طَبْعًا، وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ، فَإِنَّ اللَّهَ يَنْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبًّا)). وَفِي نُسَخَةٍ مُلَبَّدًا.

باب محرم کو کیونکر کفن دیا جائے (۱۲۶۷) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو ابو عوانہ نے خبر دی، انہیں ابو بشر جعفر نے، انہیں سعید بن جبیر نے، انہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احرام باندھے ہوئے تھے کہ ایک شخص کی گردن اس کے اونٹ نے توڑ ڈالی۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں پانی اور بھری کے پتوں سے غسل دے دو اور دو کپڑوں کا کفن دو اور خوشبو نہ لگاؤ نہ ان کے سر کو ڈھکو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اٹھائے گا، اس حالت میں کہ وہ لبیک پکارتا ہو گا۔

۱۲۶۸- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو وَابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ رَجُلٌ وَقَفَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِعَرَفَةَ فَوَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَوَقَصَتْهُ- وَقَالَ عَمْرُو: فَأَقْصَعَتْهُ فَمَاتَ، فَقَالَ: ((اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَكَفَّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ، وَلَا تُحْطَوُ، وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ، فَإِنَّ اللَّهَ يَنْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: يُلَبِّي، وَقَالَ عَمْرُو: مُلَبًّا)).

(۱۲۶۸) ہم سے مسدد نے بیان کیا، ان سے حماد بن زید نے، ان سے عمرو اور ابوب نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے ساتھ میدان عرفات میں کھڑا ہوا تھا، اچانک وہ اپنی سواری سے گر پڑا۔ ابوب نے کہا اونٹنی نے اس کی گردن توڑ ڈالی۔ اور عمرو نے یوں کہا کہ اونٹنی نے اس کو گرتے ہی مار ڈالا اور اس کا انتقال ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اسے پانی اور بھری کے پتوں سے غسل دو اور دو کپڑوں کا کفن دو اور خوشبو نہ لگاؤ نہ سر ڈھکو کیونکہ قیامت میں یہ اٹھایا جائے گا۔ ابوب نے کہا کہ (یعنی) تلبیہ کہتے ہوئے (اٹھایا جائے گا) اور عمرو نے (اپنی روایت میں ملبی کے بجائے) ملبیا کا لفظ نقل کیا۔ (یعنی لبیک کہتا ہوا اٹھے گا)

معلوم ہوا کہ محرم مرجائے تو اس کا احرام باقی رہے گا۔ شافعیہ اور اہلحدیث کا یہی قول ہے۔

باب قمیص میں کفن دینا اس کا حاشیہ سلا ہوا ہو

یا بغیر سلا ہوا ہو اور بغیر قمیص کے

۲۲- بَابُ الْكَفْنِ فِي الْقَمِيصِ الَّذِي يُكْفَى أَوْ لَا يُكْفَى، وَمَنْ كَفَنَ

کفن دینا

(۱۳۶۹) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ عمری نے کہا کہ مجھ سے نافع نے عبد اللہ بن عمرؓ سے بیان کیا کہ جب عبد اللہ بن ابی (منافق) کی موت ہوئی تو اس کا بیٹا (عبد اللہ صحابی) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! والد کے کفن کے لئے آپ اپنی قمیص عنایت فرمائیے اور ان پر نماز پڑھئے اور مغفرت کی دعا کیجئے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اپنی قمیص (عنایت مروت کی وجہ سے) عنایت کی اور فرمایا کہ مجھے بتانا میں نماز جنازہ پڑھوں گا۔ عبد اللہ نے اطلاع بھجوائی۔ جب آپ نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھے تو عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو پیچھے سے پکڑ لیا اور عرض کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع نہیں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے اختیار دیا گیا ہے جیسا ارشاد باری ہے ”تو ان کے لئے استغفار کریا نہ کر اور اگر تو ستر مرتبہ بھی استغفار کرے تو بھی اللہ انہیں ہر گز معاف نہیں کرے گا“ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھائی۔ اس کے بعد یہ آیت اتری ”کسی بھی منافق کی موت پر اس کی نماز جنازہ کبھی نہ پڑھانا“۔

(۱۳۷۰) ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے ابن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو نے، انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو عبد اللہ بن ابی کو دفن کیا جا رہا تھا۔ آپ نے اسے قبر سے نکلوایا اور اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈالا اور اسے اپنی قمیص پہنائی۔

عبد اللہ بن ابی مشہور منافق ہے جو جنگ احد کے موقع پر راستے میں سے کتنے ہی سلوہ لوح مسلمانوں کو ہرا کر واپس لے آیا تھا اور اسی نے ایک موقع پر یہ بھی کہا تھا کہ ہم مدنی اور شریف لوگ ہیں اور یہ مہاجر مسلمان ذلیل پر کیسی ہیں۔ ہمارا داؤ لگے گا تو ہم ان کو مدینہ سے نکال باہر کریں گے۔ اس کا بیٹا عبد اللہ سچا مسلمان صحابی رسول تھا۔ آپ نے ان کی دل شکنی کو اوارا نہیں کی اور ازراہ کرم اپنا کرم اسکے کفن کیلئے عنایت فرمایا۔ بعضوں نے کہا کہ جنگ بدر میں جب حضرت عباسؓ قید ہو کر آئے تو وہ ننگے تھے۔

بغیر قمیص

۱۲۶۹- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُثَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي لَمَّا تُوُفِّيَ جَاءَ ابْنُهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: أَغْطِنِي قَمِيصَكَ أَكْفِنَهُ فِيهِ، وَصَلَّ عَلَيْهِ وَاسْتَغْفِرَ لَهُ. فَأَعْطَاهُ النَّبِيُّ ﷺ قَمِيصَهُ فَقَالَ: ((أَذْنِي أَصَلِّيَ عَلَيْهِ)). قَالَتْ: فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهِ جَذَبَهُ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: أَلَيْسَ اللَّهُ نَهَاكَ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَى الْمُنَافِقِينَ؟ فَقَالَ: ((أَنَا بَيْنَ خَيْرَيْنِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: «اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ، إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ» فَصَلَّى عَلَيْهِ، فَتَرَلْتُ: «وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا»)).

[اطرافہ فی: ۴۶۷۰، ۴۶۷۲، ۵۷۹۶]۔

۱۲۷۰- حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عُمَرَ وَسَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((أَتَى النَّبِيُّ ﷺ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي بَعْدَ مَا دُفِنَ، فَأَخْرَجَهُ فَفَتَّ فِيهِ مِنْ رِيْقِهِ، وَأَلْبَسَهُ قَمِيصَهُ)).

[اطرافہ فی: ۱۳۵۰، ۳۰۰۸، ۵۷۹۵]۔

ان کا یہ حال زار دیکھ کر اسی عبد اللہ بن ابی نے اپنا کرتا ان کو پچھا دیا تھا۔ آنحضرتؐ نے اس کا بدلہ ادا کر دیا کہ یہ احسان باقی نہ رہے۔ ان منافق لوگوں کے بارے میں پہلی آیت ﴿إِسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ﴾ (التوبہ: ۸۰) نازل ہوئی تھی۔ اس آیت سے حضرت عمرؓ سمجھے کہ ان پر نماز پڑھنا منع ہے۔ آنحضرتؐ نے ان کو سمجھایا کہ اس آیت میں مجھ کو اختیار دیا گیا ہے۔ تب حضرت عمرؓ خاموش رہے۔ بعد میں آیت ﴿وَلَا تُضِلَّ عَلَىٰ أَخِيهِمْ﴾ (التوبہ: ۸۳) نازل ہوئی۔ جس میں آپؐ کو اللہ نے منافقوں پر نماز جنازہ پڑھنے سے قطعاً روک دیا۔ پہلی اور دوسری روایتوں میں تطبیق یہ ہے کہ پہلے آپؐ نے کرتہ دینے کا وعدہ فرما دیا تھا پھر عبد اللہ کے عزیزوں نے آپؐ کو تکلیف دینا مناسب نہ جانا اور عبد اللہ کا جنازہ تیار کر کے قبر میں اتار دیا کہ آنحضرتؐ تشریف لے آئے اور آپؐ نے وہ کیا جو روایت میں مذکور ہے۔

باب بغیر قمیص کے کفن دینا

۲۳- بَابُ الْكَفْنِ بِغَيْرِ قَمِيصٍ

مسئل کے نسخہ میں یہ ترجمہ باب نہیں ہے اور وہی ٹھیک ہے کیونکہ یہ مضمون اگلے باب میں بیان ہو چکا ہے۔

(۱۲۷۱) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے عروہ بن زبیر نے، ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سوٹی دھلے ہوئے کپڑوں کا کفن دیا گیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن میں نہ قمیص تھی اور نہ عمامہ۔

۱۲۷۱- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كُفِّنَ النَّبِيُّ ﷺ فِي ثَلَاثَةِ أَثَوَابٍ مَحْوُولٍ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ)). [راجع: ۱۲۶۴]

(۱۲۷۲) ہم سے مسدد نے بیان کیا، ان سے یحییٰ نے، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان کے باپ عروہ بن زبیر نے، ان سے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں کا کفن دیا گیا تھا جن میں نہ قمیص تھی اور نہ عمامہ تھا۔ حضرت امام ابو عبد اللہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابو نعیم نے لفظ ثلاثہ نہیں کہا اور عبد اللہ بن ولید نے سفیان سے لفظ ثلاثہ نقل کیا ہے۔

۱۲۷۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثَوَابٍ لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ﷺ أَبُو نُعَيْمٍ لَا يَقُولُ ثَلَاثَةً وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ سُفْيَانَ يَقُولُ ثَلَاثَةً)). [راجع: ۱۲۶۴]

باب عمامہ کے بغیر کفن دینے کا بیان

۲۴- بَابُ الْكَفْنِ وَلَا عِمَامَةٍ

(۱۲۷۳) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے مالک نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان کے باپ عروہ بن زبیر نے، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سحرل کے تین سفید کپڑوں کا کفن دیا گیا تھا ان میں قمیص تھی اور نہ عمامہ تھا۔

۱۲۷۳- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثَوَابٍ بَيْضٍ مَحْوُولَةٍ لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ)).

مطلب یہ ہے کہ چوتھا کپڑا نہ تھا۔ قطلانی نے کہا امام شافعیؒ نے قمیص پہنانا جائز رکھا ہے مگر اس کو سنت نہیں سمجھا اور ان کی دلیل حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا فعل ہے جسے بیہقی نے نکالا کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا۔ تین لفافے اور ایک قمیص اور ایک عمامہ لیکن شرح منذب میں ہے کہ قمیص اور عمامہ نہ ہو۔ اگرچہ قمیص اور عمامہ مکروہ نہیں مگر اوٹی کے خلاف ہے (وحیدی) بہتر یہی ہے کہ صرف تین چادروں میں کفن دیا جائے۔

کفن کی تیاری میت کے سارے مال

میں سے کرنا چاہیے

اور عطاء اور زہری اور عمرو بن دینار اور قتادہ رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے۔ اور عمرو بن دینار نے کہا خوشبودار کا خرچ بھی سارے مال سے کیا جائے۔ اور ابراہیم نخعی نے کہا پہلے مال میں سے کفن کی تیاری کریں، پھر قرض ادا کریں۔ پھر وصیت پوری کریں اور سفیان ثوری نے کہا قبر اور غسل کی اجرت بھی کفن میں داخل ہے۔

۲۵- بَابُ الْكَفْنِ مِنْ جَمِيعِ

الْمَالِ

وَبِهِ قَالَ عَطَاءٌ وَالزُّهْرِيُّ وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ وَقَتَادَةُ وَقَالَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ: الْخَنُوطُ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ. وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: يُبْدَأُ بِالْكَفْنِ، ثُمَّ بِالذِّنِّ، ثُمَّ بِالْوَصِيَّةِ. وَقَالَ سُفْيَانُ: أَجْرُ الْقَبْرِ وَالْفَسْلِ هُوَ مِنَ الْكَفْنِ.

(۱۲۷۴) ہم سے احمد بن محمد کی نے بیان کیا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے، ان سے ان کے باپ سعد نے اور ان سے ان کے والد ابراہیم بن عبدالرحمن نے بیان کیا کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک دن کھانا رکھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ مععب بن عمیر رضی اللہ عنہ (غزوہ احد میں) شہید ہوئے، وہ مجھ سے افضل تھے۔ لیکن ان کے کفن کے لئے ایک چادر کے سوا اور کوئی چیز میانہ ہو سکی۔ اسی طرح جب حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے یا کسی دوسرے صحابی کا نام لیا، وہ بھی مجھ سے افضل تھے۔ لیکن ان کے کفن کے لئے بھی صرف ایک ہی چادر مل سکی۔ مجھے تو ڈر لگتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے چچین اور آرام کے سالان ہم کو جلدی سے دنیا ہی میں دے دیئے گئے ہوں پھر وہ رونے لگے۔

۱۲۷۴- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: ((أُتِيَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَوْمًا بِطَعَامِهِ، فَقَالَ: قُبِلَ مُصْنَبُ بْنُ عَمِيرٍ - وَكَانَ خَيْرًا مِنِّي - فَلَمْ يُوجَدْ لَهُ مَا يُكْفَنُ فِيهِ إِلَّا بُرْدَةٌ. وَقُبِلَ حَمْزَةُ - أَوْ رَجُلٌ آخَرُ - خَيْرٌ مِنِّي فَلَمْ يُوجَدْ لَهُ مَا يُكْفَنُ فِيهِ إِلَّا بُرْدَةٌ. لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يَكُونَ قَدْ عَجَلَتْ لَنَا طَيِّبَاتُنَا فِي حَيَاتِنَا الدُّنْيَا. ثُمَّ جَعَلَ يَنْكِحُ)). [طرفاہ فی: ۱۲۷۵، ۴۰۴۵].

امام الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے یہ ثابت کیا کہ حضرت مععب اور حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہما کا کل مال اتنا ہی تھا۔ بس ایک چادر کفن کے لئے تو ایسے موقع پر سارا مال خرچ کرنا چاہئے۔ اس میں اختلاف ہے کہ میت قرض دار ہو تو صرف اتنا کفن دیا جائے کہ ستر پوشی ہو جائے یا سارا بدن ڈھانکا جائے۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس کو ترجیح دی ہے کہ سارا بدن ڈھانکا جائے، ایسا کفن دینا چاہئے۔ حضرت مععب بن عمیر رضی اللہ عنہ قریشی جلیل القدر صحابی ہیں رسول کریم ﷺ نے ہجرت سے پہلے ہی ان کو مدینہ شریف

بطور معلم القرآن و مبلغ اسلام بھیج دیا تھا۔ ہجرت سے پہلے ہی انہوں نے مدینہ میں جمعہ قائم فرمایا جبکہ مدینہ خود ایک گاؤں تھا۔ اسلام سے قبل یہ قریش کے حسین نوجوانوں میں عیش و آرام میں زیب و زینت میں شہرت رکھتے تھے مگر اسلام لانے کے بعد یہ کامل درویش بن گئے۔ قرآن پاک کی آیت ﴿وَجَاءَ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ﴾ (الاحزاب: ۲۳) ان ہی کے حق میں نازل ہوئی۔ جنگ احد میں یہ شہید ہوئے (رضی اللہ عنہ وارضاه)

باب اگر میت کے پاس ایک ہی کپڑا نکلے

۲۶- بَابُ إِذَا لَمْ يُوجَدْ إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ

(۱۲۷۵) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا کہ ہم کو شعبہ نے خبر دی، انہیں سعد بن ابراہیم نے، انہیں ان کے باپ ابراہیم بن عبدالرحمن نے کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سامنے کھانا حاضر کیا گیا۔ وہ روزہ سے تھے اس وقت انہوں نے فرمایا کہ ہائے! معصوب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید کئے گئے، وہ مجھ سے بہتر تھے۔ لیکن ان کے کفن کے لئے صرف ایک چادر میسر آسکی کہ اگر اس سے ان کا سر ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں ڈھانگے جاتے تو سر کھل جاتا اور میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے یہ بھی فرمایا اور حمزہ رضی اللہ عنہ بھی (اسی طرح) شہید ہوئے وہ بھی مجھ سے اچھے تھے۔ پھر ان کے بعد دنیا کی کشادگی ہمارے لئے خوب ہوئی یا یہ فرمایا کہ دنیا ہمیں بہت دی گئی اور ہمیں تو اس کا ڈر لگتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری نیکیوں کا بدلہ اسی دنیا میں ہم کو مل گیا ہو پھر آپ اس طرح رونے لگے کہ کھانا بھی چھوڑ دیا۔

۱۲۷۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ إِبْرَاهِيمَ ((أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَتَى بِطَعَامٍ - وَكَانَ صَائِمًا - فَقَالَ : قُتِلَ مُصَنَّبُ بْنُ عُمَيْرٍ - وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّي - كَفَنَ فِي بُرْدَةٍ إِنْ غُطِيَ رَأْسُهُ بَدَتْ رِجْلَاهُ، وَإِنْ غُطِيَ رِجْلَاهُ بَدَا رَأْسُهُ. وَأَرَاهُ قَالَ : وَقُتِلَ حَمْزَةُ - وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّي - ثُمَّ بَسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بَسِطَ - أَوْ قَالَ : أَعْطَيْنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا أَعْطَيْنَا - وَقَدْ خَشِينَا أَنْ تَكُونَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا. ثُمَّ جَعَلَ يَنْكِي حَتَّى تَرَكَ الطَّعَامَ.

[راجع: ۱۲۶۴]

حضرت معصوبؓ کے ہاں صرف ایک چادر ہی ان کا کل متاع تھی، وہ بھی تنگ، وہی ان کے کفن میں دے دی گئی۔ باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

حالا کہ حضرت عبدالرحمن روزہ دار تھے دن بھر کے بھوکے تھے پھر بھی ان تصورات میں کھانا ترک کر دیا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف عشرہ مبشر میں سے ہیں اور اس قدر ملدار تھے کہ رئیس التجار کا لقب ان کو حاصل تھا۔ انتقال کے وقت دولت کے انبار و رماء کو ملے۔ ان حالات میں بھی مسلمانوں کی ہر ممکن خدمات کے لئے ہر وقت حاضر رہا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان کے کئی سو اونٹ مع غلہ کے ملک شام سے آئے تھے۔ وہ سارا غلہ مدینہ والوں کے لئے مفت تقسیم فرما دیا۔ رضی اللہ عنہ وارضاه۔

۲۷- بَابُ إِذَا لَمْ يَجَدْ كَفَنًا إِلَّا مَا

باب جب کفن کا کپڑا چھوٹا ہو کہ سر اور پاؤں دونوں نہ

يُوَارِي رَأْسَهُ أَوْ قَدَمَيْهِ غُطِّي بِهِ رَأْسُهُ

ڈھک سکیں تو سر چھپادیں (اور پاؤں پر گھاس وغیرہ ڈال

دیں)

۱۲۷۶- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ بْنُ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا شَقِيقٌ حَدَّثَنَا خُبَابٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: هَاجَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ نَلْتَمِسُ وَجْهَ اللَّهِ، فَوَقَعَ أَجْرُنَا عَلَى اللَّهِ: فَمِنَّا مَنْ مَاتَ لَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا، مِنْهُمْ مُصَنَّبُ بْنُ عُمَيْرٍ، وَمِنَّا مَنْ أَنْبَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِيهَا. قِيلَ يَوْمَ أُحُدٍ فَلَمْ نَجِدْ مَا نُكْفِيهِ إِلَّا بُرْدَةً إِذَا غَطَيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ، وَإِذَا غَطَيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَأْسُهُ، فَأَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ نَغْطِيَ رَأْسَهُ وَأَنْ نَجْعَلَ عَلَى رِجْلَيْهِ مِنَ الْإِذْخِرِ)).

[أطرافه في: ۳۸۹۷، ۳۹۱۳، ۳۹۱۴،

۴۰۴۷، ۴۰۸۲، ۶۴۳۲، ۶۴۴۸].

باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے کیونکہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جب تکفن رہا تو ان کے پیروں کو اذخر نامی گھاس سے ڈھانک دیا گیا۔

۲۸- باب مَنْ اسْتَعْدَّ الْكَفْنَ

فِي زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ

فَلَمْ يُنْكَرْ عَلَيْهِ

۱۲۷۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ النَّبِيَّ ﷺ بِبُرْدَةٍ مَنْسُوجَةٍ فِيهَا خَاشِيتُهَا. أَنْتَزَوْنَ مَا الْبُرْدَةُ؟ قَالُوا: الشَّمْلَةُ. قَالَ:

باب ان کے بیان میں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں اپنا کفن خود ہی تیار رکھا اور آپؐ نے اس پر کسی طرح کا اعتراض نہیں فرمایا

(۳۷۷) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ قسبی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد العزیز بن ابی حازم نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے سل نے کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک بنی ہوئی خاشیہ دار چادر آپ کے لئے تحفہ لائی۔ سل بن سعد نے (حاضرین سے) پوچھا کہ تم جانتے ہو چادر کیا؟ لوگوں نے کہا کہ جی ہاں!

نَعَمْ. قَالَتْ: نَسَجْتُهَا بِيَدَيَّ، فَجِئْتُ
لَا أُسْوِكُهَا، فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ ﷺ مُخْتَابًا
إِلَيْهَا، فَعَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنِّهَا إِزَارَةٌ، فَحَسَنَهَا
فُلَانٌ فَقَالَ: اكْسَيْنِيهَا مَا أَحْسَنَهَا. قَالَ
الْقَوْمُ: مَا أَحْسَنْتَ، لَبَسَهَا النَّبِيُّ ﷺ
مُخْتَابًا إِلَيْهَا ثُمَّ سَأَلَتْهُ وَعَلِمَتْ أَنَّهُ لَا يَزُدُ
قَالَ: إِنِّي وَاللَّهِ مَا سَأَلْتُهِ لَأَلْبَسَهَا، إِنَّمَا
سَأَلْتُهِ لِيَكُونَ كَفَنِي. قَالَ مَهْلًا: فَكَانَتْ
كَفَنَهُ)).

[أطرافه في: ٢٠٩٣، ٥٨١٠، ٦٠٣٦].

شملہ۔ سل نے کہا ہاں شملہ (تم نے ٹھیک بتایا) خیر اس عورت نے کہا
کہ میں نے اپنے ہاتھ سے اسے بنا ہے اور آپ کو پہنانے کے لئے
لائی ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے وہ کپڑا قبول کیا۔ آپ کو اس کی اس وقت
ضرورت بھی تھی پھر اسے ازار کے طور پر باندھ کر آپ باہر تشریف
لائے تو ایک صاحب (عبدالرحمن بن عوف) نے کہا کہ یہ تو بڑی اچھی
چادر ہے، یہ آپ مجھے پناہ دیجئے۔ لوگوں نے کہا کہ آپ نے (مانگ کر)
کچھ اچھا نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنی ضرورت کی وجہ
سے پہنا تھا اور تم نے یہ مانگ لیا حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ آنحضور
ﷺ کسی کا سوال رد نہیں کرتے۔ عبدالرحمن بن عوف نے جواب
دیا کہ خدا کی قسم! میں نے اپنے پہننے کے لئے آپ سے یہ چادر نہیں
مانگی تھی۔ بلکہ میں اسے اپنا کفن بتاؤں گا۔ سل نے بیان کیا کہ وہی
چادر ان کا کفن بنی۔

تفصیل گویا حضرت عبدالرحمن بن عوف نے اپنی زندگی ہی میں اپنا کفن میا کر لیا۔ یہی باب کا مقصد ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی
مخیر معتمد بزرگ سے کسی واقعی ضرورت کے موقع پر جائز سوال بھی کیا جاسکتا ہے۔ ایسی احادیث سے نبی اکرم ﷺ پر قیاس
کر کے جو آج کے پیروں کا محرک حاصل کیا جاتا ہے یہ درست نہیں کیونکہ یہ آپ ﷺ کی خصوصیات اور معجزات میں سے ہیں اور
آپ ذریعہ خیر و برکت ہیں کوئی اور نہیں۔

باب عورتوں کا جنازے کے ساتھ جانا کیسا ہے؟

(۱۷۷۸) ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے
سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے خالد حذاء نے، ان سے ام ہذیل
حفصہ بنت سیرین نے، ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ
ہمیں (عورتوں کو) جنازے کے ساتھ چلنے سے منع کیا گیا مگر تاکید سے
منع نہیں ہوا۔

۲۹- بَابُ اتِّبَاعِ النِّسَاءِ الْجَنَائِزَ
۱۲۷۸- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ قَالَ
حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أُمِّ الْهَذِيلِ
عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ:
(«نُهِنَا عَنْ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَلَمْ يُعْزَمَ
عَلَيْنَا»)). [راجع: ۳۱۳]

بہر حال عورتوں کے لئے جنازہ کے ساتھ جانا منع ہے۔ کیونکہ عورتیں ضعیف القلب ہوتی ہیں۔ وہ خلاف شرع حرکات کر سکتی
ہیں۔ شارع کی اور بھی بہت سی مصلحتیں ہیں۔

باب عورت کا اپنے خلوئہ کے سوا اور کسی پر سوگ کرنا

کیسا ہے؟

(۱۷۷۹) ہم سے مسدد بن مسرہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے

۳۰- بَابُ حَدِّ الْمَرْأَةِ عَلَى غَيْرِ

زَوْجِهَا

۱۲۷۹- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بَشَرٌ

بشر بن مفضل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سلمہ بن علقمہ نے اور ان سے محمد بن سیرین نے کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے ایک بیٹے کا انتقال ہو گیا۔ انتقال کے تیسرے دن انہوں نے صفہ خلوک (ایک قسم کی زرد خوشبو) منگوائی اور اسے اپنے بدن پر لگایا اور فرمایا کہ خاوند کے سوا کسی دوسرے پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنے سے ہمیں منع کیا گیا ہے۔

(۱۲۸۰) ہم سے عبد اللہ بن زبیر حمیدی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ایوب بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے حمید بن نافع سے زمب بنت ابی سلمہ سے خبر دی کہ ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر جب شام سے آئی تو ام حبیبہ رضی اللہ عنہا (ابو سفیان کی صاحبزادی اور ام المؤمنین) نے تیسرے دن صفہ (خوشبو) منگوا کر اپنے دونوں رخساروں اور بازوؤں پر ملا اور فرمایا کہ اگر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ سنا ہوتا کہ کوئی بھی عورت جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ شوہر کے سوا کسی کا سوگ تین دن سے زیادہ منائے اور شوہر کا سوگ چار مہینے دس دن کرے۔ تو مجھے اس وقت اس خوشبو کے استعمال کی ضرورت نہیں تھی۔

بْنِ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا سَلْمَةُ بْنُ عُلْقَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ: تَوَفَّى ابْنُ لَأْمٍ عَطِيَّةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الثَّلَاثُ دَعَتْ بِصَفْرَةٍ لَتَمَسَحَتْ بِهِ وَقَالَتْ: ((نُهِينَا أَنْ نُجِدَّ أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثٍ إِلَّا بِزَوْجٍ)). [راجع: ۳۱۳]

۱۲۸۰- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ مُوسَى قَالَ: أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبِ ابْنَةِ أَبِي سَلْمَةَ قَالَتْ: ((لَمَّا جَاءَ نَعْيُ أَبِي سُفْيَانَ مِنَ الشَّامِ دَعَتْ أُمَّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا بِصَفْرَةٍ فِي الْيَوْمِ الثَّلَاثِ فَمَسَحَتْ عَارِضَيْهَا وَذِرَاعَيْهَا وَقَالَتْ: إِنِّي كُنْتُ عَنْ هَذَا لَغَيْبَةً لَوْ لَا أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ ((لَا يَجُلُ لَامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُجِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ فَإِنَّهَا تُجِدُّ عَلَيْهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا)). [أطرافه في: ۱۲۸۱، ۵۳۳۴، ۵۳۳۹، ۵۳۴۵].

تَشْنِيعٌ

جبکہ میں خود رائڈ پیوہ اور پڑھیا ہوں، میں نے اس حدیث پر عمل کرنے کے خیال سے خوشبو کا استعمال کر لیا۔ قال ابن حجر وہم لانہ مات بالمدينة بلا خلاف وانما الذي مات بالشام اخوها يزيد بن ابي سفيان والحديث في مسندى ابن ابي شيبة والدارمي بلفظ جاء نعي لآخي ام حبيبة او حميم لها ولاحمد نحوه فقوى كونه احاها يعني علامه ابن حجر نے کہا کہ یہ وہم ہے۔ اس لئے کہ ابو سفیان کا انتقال بلا اختلاف مدینہ میں ہوا ہے۔ شام میں انتقال کرنے والے ان کے بھائی یزید بن ابی سفیان تھے۔ مسند ابن ابی شیبہ اور داری اور مسند احمد وغیرہ میں یہ وضاحت موجود ہے۔ اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ صرف بیوی اپنے خاوند پر چار ماہ دس دن سوگ کر سکتی ہے اور کسی بھی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں ہے۔ بیوی کے خاوند پر اتنا سوگ کرنے کی صورت میں بھی بہت سے اسلامی مصلح پیش نظر ہیں۔

(۱۲۸۱) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن ابی بکر نے بیان کیا،

۱۲۸۱- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ بْنِ مُحَمَّدٍ

ان سے محمد بن عمرو بن حزم نے، ان سے حمید بن نافع نے، ان کو زینب بنت ابی سلمہ نے خبر دی کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت ام حبیبہؓ کے پاس گئی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ کوئی بھی عورت جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو اس کے لئے شوہر کے سوا کسی مردے پر بھی تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں ہے۔ ہاں شوہر پر چار مہینے دس دن تک سوگ منائے۔

[راجع: ۱۲۸۰]

(۱۲۸۲) پھر میں حضرت زینب بنت جحش کے یہاں گئی جب کہ ان کے بھائی کا انتقال ہوا، انہوں نے خوشبو منگوائی اور اسے لگایا، پھر فرمایا کہ مجھے خوشبو کی کوئی ضرورت نہ تھی لیکن میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ کسی بھی عورت کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو، جائز نہیں ہے کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔ لیکن شوہر کا سوگ (عدت) چار مہینے دس دن تک کرے۔

بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبِ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ: دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ ((لَا يَجِلُّ لِمَرْأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تَجِدُ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا)).

۱۲۸۲- ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَى زَيْنَبِ بِنْتِ جَحْشٍ حِينَ تُوَلِّيَ أَخُوهَا، فَدَعَتْ بِطَيِّبٍ لَمَسْتُ، ثُمَّ قَالَتْ: مَا لِي بِالطَّيِّبِ مِنْ حَاجَةٍ، غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَى الْمَنْبَرِ يَقُولُ: ((لَا يَجِلُّ لِمَرْأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تَجِدُ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا)). [طرفہ بی: ۵۳۳۵].

۳۱- بَابُ زِيَارَةِ الْقُبُورِ

۱۲۸۳- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِامْرَأَةٍ تَبْكِي عِنْدَ قَبْرِ فَقَالَ: ((اتَّقِي اللَّهَ وَاصْبِرِي)). قَالَتْ: إِلَيْكَ عَنِّي، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَبِّ بِمُصَيِّبَتِي وَلَمْ تَعْرِفْهُ. فَقِيلَ لَهَا: إِنَّهُ النَّبِيُّ ﷺ؛ فَأَتَتْ بَابَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَائِينَ؛ فَقَالَتْ: لَمْ أَعْرِفْكَ، فَقَالَ: ((إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ

باب قبروں کی زیارت کرنا

(۱۲۸۳) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ثابت نے بیان کیا اور ان سے حضرت انس بن مالکؓ نے کہ نبی کریم ﷺ کا گزر ایک عورت پر ہوا جو قبر پر بیٹھی ہوئی رو رہی تھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ سے ڈر اور صبر کر۔ وہ بولی جاؤ جی پرے ہٹو۔ یہ مصیبت تم پر پڑی ہوئی تو پتہ چلا۔ وہ آپؐ کو پہچان نہ سکی تھی۔ پھر جب لوگوں نے اسے بتایا کہ یہ نبی کریم ﷺ تھے تو اب وہ گھبرا کر آنحضور ﷺ کے دروازہ پر پہنچی۔ وہاں اسے کوئی دربان نہ ملا۔ پھر اس نے کہا کہ میں آپؐ کو پہچان نہ سکی تھی۔ (معاف فرمائیے) تو آپؐ نے فرمایا کہ صبر تو جب صدمہ شروع ہو اس وقت کرنا چاہئے۔

(اب کیا ہوتا ہے)

[الأولیٰ]۔ [راجع: ۱۲۵۲]

کشیح

مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ ”میں نے تمہیں قبر کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا، لیکن اب کر سکتے ہو“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائے اسلام میں ممانعت تھی اور پھر بعد میں اس کی اجازت مل گئی۔“ دیگر احادیث میں یہ بھی ہے کہ قبروں پر جایا کرو کہ اس سے موت یاد آتی ہے یعنی اس سے آدمی کے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ”اللہ نے ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو قبروں کی بہت زیارت کرتی ہیں۔“ اس کی شرح میں قرطبی نے کہا کہ یہ لعنت ان عورتوں پر ہے جو رات دن قبروں ہی میں پھرتی رہیں اور خاندانوں کے کاموں کا خیال نہ رکھیں، نہ یہ کہ مطلق زیارت عورتوں کو منع ہے۔ کیونکہ موت کو یاد کرنے میں مرد و عورت دونوں برابر ہیں۔ لیکن عورتیں اگر قبرستان میں جا کر جزع فزع کریں اور خلاف شرع امور کی مرتکب ہوں تو پھر ان کے لئے قبروں کی زیارت جائز نہیں ہوگی۔

علامہ یعنی حنفی فرماتے ہیں: ان زیارة القبور مکروه للنساء بل حرام فی هذا الزمان ولا سيما نساء مصر یعنی حالات موجودہ میں عورتوں کے لئے زیارت قبور مکروہ بلکہ حرام ہے خاص طور پر مصری عورتوں کے لئے۔ یہ علامہ نے اپنے حالات کے مطابق کہا ہے ورنہ آج کل ہر جگہ عورتوں کا یہی حال ہے۔

مولانا وحید الزمان صاحب مرحوم فرماتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے صاف نہیں بیان کیا کہ قبروں کی زیارت جائز ہے یا نہیں۔ کیونکہ اس میں اختلاف ہے اور جن حدیثوں میں زیارت کی اجازت آئی ہے وہ ان کی شرط پر نہ تھیں، مسلم نے مرفوعاً نکالا ”میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب زیارت کرو کیونکہ اس سے آخرت کی یاد پیدا ہوتی ہے۔“ (وحیدی)

حضرت امام بخاریؒ نے جو حدیث یہاں نقل فرمائی ہے اس سے قبروں کی زیارت یوں ثابت ہوئی کہ آپؐ نے اس عورت کو وہاں رونے سے منع فرمایا۔ مطلق زیارت سے آپؐ نے کوئی تعرض نہیں فرمایا۔ اسی سے قبروں کی زیارت ثابت ہوئی۔ مگر آج کل اکثر لوگ قبرستان میں جا کر مردوں کا وسیلہ تلاش کرتے اور بزرگوں سے حاجت طلب کرتے ہیں۔ ان کی قبروں پر چادر چڑھاتے پھول ڈالتے ہیں وہاں جمائو حق کا انتقام کرتے اور فرش فروش بچھاتے ہیں۔ شریعت میں یہ جملہ امور ناجائز ہیں۔ بلکہ ایسی زیارات قطعاً حرام ہیں جن سے اللہ کی حدود کو توڑا جائے اور وہاں خلاف شریعت کام کئے جائیں۔

باب آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا

کہ میت پر اس کے گھر والوں کے رونے سے

عذاب ہوتا ہے یعنی جب رونا ماتم کرنا میت کے خاندان کی رسم ہو۔ کیونکہ اللہ پاک نے سورہ تحریم میں فرمایا کہ اپنے نفس کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ یعنی ان کو برے کاموں سے منع کرو اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں ہر کوئی نگہبان ہے اور اپنے ماتحتوں سے پوچھا جائے گا اور اگر یہ رونا پیٹنا اس کے خاندان کی رسم نہ ہو اور پھر اچانک کوئی اس پر رونے لگے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دلیل لینا اس آیت سے صحیح ہے کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کو اپنا بوجھ اٹھانے

۳۲- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ

((يُعَذَّبُ الْمَيِّتُ بِبَعْضِ بُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ إِذَا كَانَ النُّوحُ مِنْ سُنْبِيهِ)) يَقُولُ تَعَالَى ﴿قُلُوا أَنْفُسُكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾ وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ)) فَإِذَا لَمْ يَكُنْ مِنْ سُنْبِيهِ فَهُوَ كَمَا قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ﴿وَلَا تَزُرْ وَارِدَةً وَزَرَ أُخْرَى﴾.

وَهُوَ كَقَوْلِهِ: ﴿وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ - ذُنُوبًا - إِلَى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ﴾ وَمَا

کو بلائے تو وہ اس کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اور بغیر نوحہ چلائے پٹے رونا درست ہے۔ اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دنیا میں جب کوئی ناحق خون ہوتا ہے تو آدم کے پہلے بیٹے قابیل پر اس خون کا کچھ وابل پڑتا ہے کیونکہ ناحق خون کی بناسب سے پہلے اسی نے ڈالی۔

(۱۲۸۴) ہم سے عبدان اور محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا کہ ہم کو عامر بن سلیمان نے خبر دی، انہیں ابو عثمان عبد الرحمن ہمدانی نے، کہا کہ مجھ سے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کی ایک صاحبزادی (حضرت زینبؓ) نے آپ کو اطلاع کرائی کہ میرا ایک لڑکا مرنے کے قریب ہے، اس لئے آپ تشریف لائیں۔ آپ نے انہیں سلام کھلوا یا اور کھلوا یا کہ اللہ تعالیٰ ہی کا سارا مال ہے، جو لے لیا وہ اسی کا تھا اور جو اس نے دیا وہ بھی اسی کا تھا اور ہر چیز اس کی بارگاہ سے وقت مقررہ پر ہی واقع ہوتی ہے۔ اس لئے مبر کو اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھو۔ پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے قسم دے کر اپنے یہاں بلوا بھیجا۔ اب رسول اللہ ﷺ جانے کیلئے اٹھے۔ آپ کے ساتھ سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت اور بہت سے دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ بچے کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے کیا گیا۔ جس کی جانکنی کا عالم تھا۔ ابو عثمان نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ اسامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جیسے پرانا مشکیزہ ہوتا ہے (اور پانی کے ٹکرانے کی اندر سے آواز ہوتی ہے۔ اسی طرح جانکنی کے وقت بچہ کے حلق سے آواز آرہی تھی) یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہ نکلے۔ سعد رضی اللہ عنہ بول اٹھے کہ یا رسول اللہ! یہ رونا کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ تو اللہ کی رحمت ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے (نیک) بندوں کے دلوں میں رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اپنے ان رحمتوں پر رحم فرماتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں۔

يُرْخَصُ مِنَ الْبَكَاءِ فِي غَيْرِ نَوْحٍ وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ دِمَهِهَا)) وَذَلِكَ لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ.

۱۲۸۴- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ وَمُحَمَّدٌ قَالَا: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَاصِمُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((أُرْسِلْتُ ابْنَةَ النَّبِيِّ ﷺ إِلَيْهِ: إِنَّ ابْنًا لِي قُبِضَ، فَأْتِنَا. فَأَرْسَلَ يُقْرِئُ السَّلَامَ وَيَقُولُ: ((إِنَّ اللَّهَ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أُعْطِيَ، وَكُلُّ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبِ)). فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ نَفْسَمُ عَلَيْهِ لِيَأْتِيَنِيهَا. فَقَامَ وَمَعَهُ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَأَبِي بْنُ كَعْبٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَرِجَالٌ. فَوُفِّعَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الصَّبِيُّ وَنَفْسُهُ تَتَفَقَّعُ - قَالَ: حَسْبُنَا أَنَّهُ قَالَ: كَأَنهَا شَنْ - ففَاضَتْ عَيْنَاهُ، فَقَالَ سَعْدُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا هَذَا؟ فَقَالَ: ((هَذِهِ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللَّهُ فِي قُلُوبِ عِبَادِهِ، وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللَّهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ)).

[أطرافه في: ۵۶۵۵، ۶۶۰۲، ۶۶۵۵،

۷۳۷۷، ۷۴۴۸].

اس مسئلہ میں ابن عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہما کا ایک مشہور اختلاف تھا کہ میت پر اس کے گمراہوں کے نوحہ کی وجہ سے عذاب ہو گا یا نہیں؟ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں اسی اختلاف پر یہ طویل محاکمہ کیا ہے۔ اس سے متعلق متعدد تصانیف و

تشیخ

ذکر کریں گے اور ایک طویل حدیث میں جو اس باب میں آئے گی۔ دونوں کی اس سلسلے میں اختلاف کی تفصیل بھی موجود ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیال یہ تھا کہ میت پر اس کے گھر والوں کے نوحہ سے عذاب نہیں ہوتا کیونکہ ہر شخص صرف اپنے عمل کا ذمہ دار ہے۔ قرآن میں خود ہے کہ کسی پر دوسرے کی کوئی ذمہ داری نہیں ﴿لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى﴾ (الانعام: ۲۸۳) اس لئے نوحہ کی وجہ سے جس گناہ کے مرتکب مردہ کے گھر والے ہوتے ہیں اس کی ذمہ داری مردے پر کیسے ڈالی جاسکتی ہے؟

لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیش نظریہ حدیث تھی ”میت پر اس کے گھر والوں کے نوحہ سے عذاب ہوتا ہے۔“ حدیث صاف تھی اور خاص میت کے لئے لیکن قرآن میں ایک عام حکم بیان ہوا ہے۔ عائشہ کا جواب یہ تھا کہ ابن عمر سے غلطی ہوئی، آنحضور ﷺ کا ارشاد ایک خاص واقعہ سے متعلق تھا۔ کسی یہودی عورت کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس پر اصل عذاب کفر کی وجہ سے ہو رہا تھا لیکن مزید اضافہ گھر والوں کے نوحہ نے بھی کر دیا تھا کہ وہ اس کے استحقاق کے خلاف اس کا ماتم کر رہے تھے اور خلاف واقعہ نیکیوں کو اس کی طرف منسوب کر رہے تھے۔ اس لئے حضور ﷺ نے اس موقع پر جو کچھ فرمایا وہ مسلمانوں کے بارے میں نہیں تھا۔ لیکن علماء نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے خلاف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس استدلال کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ دوسری طرف ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو بھی ہر حال میں نافذ نہیں کیا بلکہ اس کی نوک پلک دوسرے شرعی اصول و شواہد کی روشنی میں درست کئے گئے ہیں اور پھر اسے ایک اصول کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے۔

علماء نے اس حدیث کی جو مختلف وجوہ و تفصیلات بیان کی ہیں انہیں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ اس پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے محاکمہ کا حاصل یہ ہے کہ شریعت کا ایک اصول ہے۔ حدیث میں ہے کلکم راع وکلکم مسئول عن دعوہ ہر شخص نگران ہے اور اس کے ماتحتوں سے متعلق اس سے سوال ہو گا۔ یہ حدیث متعدد اور مختلف روایتوں سے کتب احادیث اور خود بخاری میں موجود ہے۔ یہ ایک مفصل حدیث ہے اور اس میں تفصیل کے ساتھ یہ بتایا گیا ہے کہ بادشاہ سے لے کر ایک معمولی سے معمولی خادم تک راعی اور نگران کی حیثیت رکھتا ہے اور ان سب سے ان کی رعیتوں کے متعلق سوال ہو گا۔ یہاں صاحب تفسیر البخاری نے ایک فاضلانہ بیان لکھا ہے جسے ہم شکریہ کے ساتھ ”تشریح“ میں نقل کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے کہ ﴿فَوَآءَ أَنفُسِكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾ (التحریم: ۶) خود کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس موقع پر واضح کیا ہے کہ جس طرح اپنی اصلاح کا حکم شریعت نے دیا ہے اسی طرح اپنی رعیت کی اصلاح کا بھی حکم ہے، اس لئے ان میں سے کسی ایک کی اصلاح سے غفلت تباہ کن ہے۔ اب اگر مردے کے گھر غیر شرعی نوحہ و ماتم کا رواج تھا لیکن اپنی زندگی میں اس نے انہیں اس سے نہیں روکا اور اپنے گھر میں ہونے والے اس منکر پر واقفیت کے باوجود اس نے تساہل سے کام لیا، تو شریعت کی نظر میں وہ بھی مجرم ہے۔ شریعت نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ایک اصول بنا دیا تھا۔ ضروری تھا کہ اس اصول کے تحت اپنی زندگی میں اپنے گھر والوں کو اس سے باز رکھنے کی کوشش کرتا۔ لیکن اگر اس نے ایسا نہیں کیا، تو گویا وہ خود اس عمل کا سبب بنا ہے۔ شریعت کی نظر اس سلسلے میں بہت دور تک ہے۔ اسی محاکمہ میں امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ ”کوئی شخص اگر علما (ظالمانہ طور پر) قتل کیا جاتا ہے تو اس قتل کی ایک حد تک ذمہ داری آدم علیہ السلام کے سب سے پہلے بیٹے (قاتل) پر عائد ہوتی ہے۔“ قاتل نے اپنے بھائی بائیل کو قتل کر دیا تھا۔ یہ روئے زمین پر سب سے پہلا ظالمانہ قتل تھا۔ اس سے پہلے دنیا اس سے ناواقف تھی۔ اب چونکہ اس طریقہ ظلم کی ایجاد سب سے پہلے آدم کے بیٹے قاتل نے کی تھی، اس لئے قیامت تک ہونے والے ظالمانہ قتل کے گناہ کا ایک حصہ اس کے نام بھی لکھا جائے گا۔ شریعت کے اس اصول کو اگر سامنے رکھا جائے تو عذاب و ثواب کی بہت سی بنیادی گریہں کھل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان کردہ اصول پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ قرآن نے خود فیصلہ کر دیا ہے کہ ”کسی

انسان پر دوسرے کی کوئی ذمہ داری نہیں۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ مرنے والے کو کیا اختیار ہے؟ اس کا تعلق اب اس عام ناسوت سے ختم ہو چکا ہے۔ نہ وہ کسی کو روک سکتا ہے اور نہ اس پر قدرت ہے۔ پھر اس ناکردہ گناہ کی ذمہ داری اس پر عائد کرنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟

اس موقع پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ شریعت نے ہر چیز کے لئے اگرچہ ضابطے اور قاعدے متعین کر دیئے ہیں لیکن بعض اوقات کسی ایک میں بہت سے اصول بیک وقت جمع ہو جاتے ہیں اور ہمیں سے اجتہاد کی حد شروع ہو جاتی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ جزیئی کس ضابطے کے تحت آسکتی ہے؟ اور ان مختلف اصول میں اپنے مضمرات کے اعتبار سے جزیئی کس اصول سے زیادہ قریب ہے؟ اس مسئلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اجتہاد سے یہ فیصلہ کیا تھا کہ میت پر نوحہ و ماتم کا میت سے تعلق قرآن کے بیان کردہ اس اصول سے متعلق ہے کہ ”کسی انسان پر دوسرے کی ذمہ داری نہیں۔“ جیسا کہ ہم نے تفصیل سے بتایا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اجتہاد کو امت نے اس مسئلہ میں قبول نہیں کیا ہے۔ اس باب پر ہم نے یہ طویل نوٹ اس لئے لکھا کہ اس میں روزمرہ زندگی سے متعلق بعض بنیادی اصول سامنے آئے تھے۔ جہاں تک نوحہ و ماتم کا سوال ہے اسے اسلام ان غیر ضروری اور لغو حرکتوں کی وجہ سے رد کرتا ہے جو اس سلسلے میں کی جاتی تھیں۔ ورنہ عزیز و قریب یا کسی بھی متعلق کی موت پر غم قدرتی چیز ہے اور اسلام نہ صرف اس کے اظہار کی اجازت دیتا ہے بلکہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض افراد کو جن کے دل میں اپنے عزیز و قریب کی موت سے کوئی ٹیس نہیں لگی، آنحضورؐ نے انہیں سخت دل کہا۔ خود حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں کئی ایسے واقعات پیش آئے جب آپؐ کے کسی عزیز و قریب کی وفات پر آپؐ کا پیا نہ، صبر لبریز ہو گیا اور آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے (تفہیم البغاری)

فصوص شرعیہ کی موجودگی میں ان کے خلاف اجتہاد قائل قبول نہیں ہے۔ خواہ اجتہاد کرنے والا کوئی ہو۔ رائے اور قیاس ہی وہ پیاریاں ہیں جنہوں نے امت کا بیڑہ غرق کر دیا اور امت تقسیم در تقسیم ہو کر رہ گئی۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کی مناسب توجیہ فرمادی ہے، وہی ٹھیک ہے۔

۱۲۸۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((شَهِدْنَا بَنَاتِ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ، قَالَ: وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ، قَالَ فَرَأَيْتُ عَيْنِيهِ تَذْمَعَانِ، قَالَ فَقَالَ: ((هَلْ مِنْكُمْ رَجُلٌ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ؟)) فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ: أَنَا. قَالَ: ((فَانْزِلْ)). قَالَ: فَنَزَلَ فِي قَبْرِهَا. [طرفہ فی: ۱۳۴۲].

(۱۲۸۵) ہم سے عبد اللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عامر عقدی نے بیان کیا، کہا ہم سے فلیح بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے ہلال بن علی نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ہم نبی کریم ﷺ کی ایک بیٹی (حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا) کے جنازہ میں حاضر تھے۔ (وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ جن کا ۵ھ میں انتقال ہوا) حضور اکرم ﷺ قبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ آپؐ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئی تھیں۔ آنحضور ﷺ نے پوچھا۔ کیا تم میں کوئی ایسا شخص بھی ہے کہ جو آج کی رات عورت کے پاس نہ گیا ہو۔ اس پر ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ہوں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ پھر قبر میں تم اترو۔ چنانچہ وہ ان کی قبر میں اترے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو آپؐ نے نہیں اتارا۔ ایسا کرنے سے ان کو تنبیہ کرنا منظور تھی۔ کہتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس شب میں جس میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے انتقال فرمایا ایک لونڈی سے صحبت کی تھی۔ آنحضرت ﷺ کو ان کا یہ کام پسند

نہ آیا (وحیدی)

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے پہلے رسول کریم ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ حضرت عثمان کے عقد میں تھیں۔ ان کے انتقال پر آنحضرت ﷺ نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے آپ کا عقد فرما دیا جن کے انتقال پر آپ نے فرمایا تھا کہ اگر میرے پاس تیسری بیٹی ہوتی تو اسے بھی عثمان ہی کے عقد میں دیتا۔ اس سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جو وقعت آنحضرت ﷺ کے دل میں تھی وہ ظاہر ہے۔

(۱۲۸۶) ہم سے عبدان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن مبارک نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے عبد اللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ نے خبر دی کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک صاحبزادی (ام ابان) کا مکہ میں انتقال ہو گیا تھا۔ ہم بھی ان کے جنازے میں حاضر ہوئے۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی تشریف لائے۔ میں ان دونوں حضرات کے درمیان میں بیٹھا ہوا تھا یا یہ کہا کہ میں ایک بزرگ کے قریب بیٹھ گیا اور دوسرے بزرگ بعد میں آئے اور میرے بازو میں بیٹھ گئے۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عثمان سے کہا (جو ام ابان کے بھائی تھے) رونے سے کیوں نہیں روکتے! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا ہے کہ میت پر گھروالوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔

(۱۲۸۷) اس پر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی تائید کی کہ عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی فرمایا تھا۔ پھر آپ بیان کرنے لگے کہ میں عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ سے چلا جب ہم بیداء تک پہنچے تو سامنے ایک ببول کے درخت کے نیچے چند سوار نظر پڑے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جا کر دیکھو تو سہی یہ کون لوگ ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا تو صہیبؓ تھے۔ پھر جب اس کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا کہ انہیں بلا لاؤ۔ میں صہیبؓ کے پاس دوبارہ آیا اور کہا کہ چلے امیر المؤمنین بلاتے ہیں۔ چنانچہ وہ خدمت میں حاضر ہوئے۔ (خیر یہ قصہ تو ہو چکا) پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی کئے گئے تو صہیبؓ بیٹھ روتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ وہ کہہ رہے تھے ہائے میرے بھائی! ہائے میرے صاحب! اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صہیب رضی

۱۲۸۶- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبِيدِ اللَّهِ بْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ: ((تَوَفَّيْتُ ابْنَةَ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِمَكَّةَ وَجِئْنَا لِنَشْهَدَهَا، وَحَضَرَهَا ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، وَإِنِّي لَجَالِسٌ بَيْنَهُمَا - أَوْ قَالَ: جَلَسْتُ إِلَى أَحَدِهِمَا، ثُمَّ جَاءَ الْآخَرُ فَجَلَسَ إِلَيَّ جَنِي- فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا لِعَمْرٍو بْنِ عُثْمَانَ: أَلَا تَنْهَى عَنِ الْبُكَاءِ! فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِنْ أَلَمِيتَ لَيُعَذَّبَ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ)).

۱۲۸۷- فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: قَدْ كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ بَعْضُ ذَلِكَ، ثُمَّ حَدَّثَ قَالَ: صَدَرْتُ مَعَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِنْ مَكَّةَ، حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ إِذَا هُوَ بِرُكْبٍ تَحْتَ ظِلِّ سَمُرَةٍ، فَقَالَ: اذْهَبْ فَاظْطَرَّ مَنْ هَؤُلَاءِ الرُّكْبُ. قَالَ فَتَنَظَرْتُ فَإِذَا صُهَيْبٌ، فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: اذْغُهُ لِي. فَرَجَعْتُ إِلَى صُهَيْبٍ فَقُلْتُ: ارْجِعْ فَالْحَقْ بِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ. فَلَمَّا أَصِيبَ عُمَرُ دَخَلَ صُهَيْبٌ يَتَكِي يَقُولُ: وَآخَاهُ وَآصَاحِبَاهُ.

اللہ عنہ! تم مجھ پر روتے ہو، تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میت پر اس کے گھروالوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔

فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : يَا صُهَيْبُ! أَتَبْكِي عَلَيَّ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبَعْضِ بُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ؟)). [طرفہ بی: ۱۲۹۰، ۱۲۹۲]۔

(۱۲۸۸) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو میں نے اس حدیث کا ذکر عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ رحمت عمر پر ہو۔ بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ اللہ مومن پر اس کے گھروالوں کے رونے کی وجہ سے عذاب کریگا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کافر کا عذاب اس کے گھروالوں کے رونے کی وجہ سے اور زیادہ کر دیتا ہے۔ اس کے بعد کہنے لگیں کہ قرآن کی یہ آیت تم کو بس کرتی ہے کہ ”کوئی کسی کے گناہ کا ذمہ دار اور اس کا بوجھ اٹھانے والا نہیں۔“ اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس وقت (یعنی ام ابیہن کے جنازے میں) سورہ نجم کی یہ آیت پڑھی ”اور اللہ ہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے۔“ ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ خدا کی قسم! ابن عباس کی یہ تقریر سن کر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کچھ جواب نہیں دیا۔

۱۲۸۸- قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : ((فَلَمَّا مَاتَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ذَكَرْتُ ذَلِكَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَقَالَتْ : رَحِمَ اللَّهُ عُمَرَ، وَاللَّهِ مَا حَدَّثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ اللَّهَ يُعَذِّبُ الْمُؤْمِنَ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ، لَكِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : ((إِنَّ اللَّهَ لَيَزِيدُ الْكَافِرَ عَذَابًا بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ))، وَقَالَتْ : خَشِيتُكُمْ الْفَرَّانَ : ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى﴾ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عِنْدَ ذَلِكَ : وَاللَّهِ ﴿هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَى﴾. قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ : وَاللَّهِ مَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ضِينًا.

[طرفہ بی: ۱۲۸۹، ۱۲۹۷۸]۔

یہ آیت سورہ فاطر میں ہے۔ مطلب امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ ہے کہ کسی شخص پر غیر کے فعل سے سزا نہ ہوگی مگر یہاں جب اس کو بھی اس فعل میں ایک طرح کی شرکت ہو۔ جیسے کسی کے خاندان کی رسم رونا پیشنا نوحہ کرنا ہو اور وہ اس سے منع نہ کر جائے تو بے شک اس کے گھروالوں کے نوحہ کرنے سے اس پر عذاب ہوگا۔ بعضوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث اس پر محمول ہے کہ جب میت نوحہ کرنے کی وصیت کر جائے۔ بعضوں نے کہا کہ عذاب سے یہ مطلب ہے کہ میت کو تکلیف ہوتی ہے اس کے گھر والوں کے نوحہ کرنے سے۔ امام ابن تیمیہؒ نے اسی کی تائید کی ہے حدیث لا ھل نفس کو خود امام بخاری رحمہ اللہ نے دیات وغیرہ میں وصل کیا ہے۔ اس سے امام بخاریؒ نے یہ نکالا کہ نافع خون کوئی اور بھی کرتا ہے تو قاتل پر اس کے گناہ کا ایک حصہ ڈالا جاتا ہے اور اس کی وجہ آنحضرت ﷺ نے یہ بیان فرمایا کہ اس نے نافع خون کی بنا سب سے پہلے قائم کی تو اسی طرح جس کے خاندان میں نوحہ کرنے اور رونے پینچنے کی رسم ہے اور اس نے منع نہ کیا تو کیا عجب ہے کہ نوحہ کرنے والوں کے گناہ کا ایک حصہ اس پر بھی ڈالا جائے اور اس کو عذاب ہو۔ (وحیدی)

۱۲۸۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ (۱۲۸۹) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تیمیسی نے بیان کیا، انہیں امام مالک

نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن ابی بکر نے، انہیں ان کے باپ نے اور انہیں عمرہ بنت عبدالرحمن نے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔ آپ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک یہودی عورت پر ہوا جس کے مرنے پر اس کے گھروالے رو رہے تھے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ رو رہے ہیں حالانکہ اس کو قبر میں عذاب کیا جا رہا ہے۔

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ تَقُولُ: ((إِنَّمَا مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى يَهُودِيَةٍ يَتَكَبَّرُ عَلَيْهَا أَهْلُهَا، فَقَالَ: ((إِنَّهُمْ يَكُونُونَ عَلَيْهَا وَإِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِي قَبْرِهَا)).

[راجع: ۱۲۸۸]

اس کے دونوں معنی ہو سکتے ہیں یعنی اس کے گھروالوں کے رونے سے یا اس کے کفر کی وجہ سے دوسری صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ یہ تو اس رنج میں ہیں کہ ہم سے جدائی ہو گئی اور اس کی جان عذاب میں گرفتار ہے۔ اس حدیث سے امام بخاری نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اگلی حدیث کی تفسیر کی کہ آنحضرت ﷺ کی مراد وہ میت ہے جو کافر ہے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو عام سمجھا اور اسی لئے مہیب رضی اللہ عنہ پر انکار کیا۔ (وحیدی)

(۱۲۹۰) ہم سے اسماعیل بن خلیل نے بیان کیا، ان سے علی بن مسر نے بیان کیا، ان سے ابواسحاق شیبانی نے، ان سے ابوبردہ نے اور ان سے ان کے والد ابو موسیٰ اشعری نے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا گیا تو مہیب رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے آئے، ہائے میرے بھائی! اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ مردے کو اس کے گھروالوں کے رونے سے عذاب کیا جاتا ہے۔

۱۲۹۰- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ خَلِيلٍ، قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، قَالَ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، وَهُوَ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: ((لَمَّا أَصِيبَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ جَعَلَ صَهْبٌ يَقُولُ: وَآ أَخَاهُ. فَقَالَ عُمَرُ: أَمَا عَلِمْتُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ أَلَمِيَّتَ لَيُعَذَّبُ بِكَاءِ الْحَيِّ؟))

[راجع: ۱۲۸۷]

شوکلانی نے کہا کہ رونا اور کپڑے پھاڑنا اور نوحہ کرنا یہ سب کام حرام ہیں۔ ایک جماعت سلف کا جن میں حضرت عمر اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں یہ قول ہے کہ میت کے لوگوں کے رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے اور جمہور علماء اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ عذاب اسے ہوتا ہے جو رونے کی وصیت کر جائے اور ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے مطلقاً یہ ثابت ہوا کہ میت پر رونے سے اس کو عذاب ہوتا ہے۔ ہم نے آپ کے ارشاد کو مانا اور سن لیا۔ اس پر ہم کچھ زیادہ نہیں کہتے۔ امام نووی نے اس پر اجماع نقل کیا کہ جس رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے وہ رونا پکار کر رونا اور نوحہ کرنا ہے نہ کہ صرف آنسو بہانا۔ (وحیدی)

باب میت پر نوحہ کرنا
مکروہ ہے

۳۳- بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ النَّيَاحَةِ عَلَى الْمَيِّتِ

اور حضرت عمرؓ نے فرمایا، عورتوں کو ابو سلیمان (خالد بن ولید) پر رونے دے جب تک وہ خاک نہ اڑائیں اور چلائیں نہیں۔ نفع سر پر مٹی ڈالنے کو اور لقلقہ چلانے کو کہتے ہیں۔

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : دَعَهُنَّ يَتَكَيَّنَ عَلَى أَبِي سُلَيْمَانَ، مَا لَمْ يَكُنْ نَفْعٌ أَوْ نَقْلَقَهُ وَالنَّفْعُ: التُّرَابُ عَلَى الرَّأْسِ، وَالنَّقْلَقَةُ: الصَّوْتُ.

(نوحہ کہتے ہیں میت پر چلا کر رونا اور اس کی خویاں بیان کرنا)

(۱۲۹۱) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سعید بن عبید نے ان سے علی بن ربیعہ نے اور ان سے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ میرے متعلق کوئی جھوٹی بات کہنا عام لوگوں سے متعلق جھوٹ بولنے کی طرح نہیں ہے جو شخص بھی جان بوجھ کر میرے اوپر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔ اور میں نے نبی کریم ﷺ سے یہ بھی سنا کہ کسی میت پر اگر نوحہ و ماتم کیا جائے تو اس نوحہ کی وجہ سے بھی اس پر عذاب ہوتا ہے۔

۱۲۹۱- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعَةَ عَنِ الْمُغِيرَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : ((إِنْ كَذَبْنَا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبِ عَلَيَّ أَحَدٍ، مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ))، سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : ((مَنْ يَبْحَ عَلَيْهِ يُعَذَّبُ بِمَا يَبْحَ عَلَيْهِ)).

(۱۲۹۲) ہم سے عبدان عبد اللہ بن عثمان نے بیان کیا، کہا کہ مجھے میرے باپ نے خبر دی، انہیں شعبہ نے، انہیں قتادہ نے، انہیں سعید بن مسیب نے، انہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ حضرت عمرؓ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میت کو اس پر نوحہ کئے جانے کی وجہ سے بھی قبر میں عذاب ہوتا ہے۔ عبدان کے ساتھ اس حدیث کو عبد الاعلیٰ نے بھی یزید بن زریع سے روایت کیا۔ انہوں نے کہا ہم سے سعید بن ابی عروبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے قتادہ نے۔ اور آدم بن ابی ایاس نے شعبہ سے یوں روایت کیا کہ میت پر زندے کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔

۱۲۹۲- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((الْمَيِّتُ يُعَذَّبُ بِمَا يَبْحَ عَلَيْهِ)). تَابَعَهُ عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ. وَقَالَ آدَمُ عَنْ شُعْبَةَ : ((الْمَيِّتُ يُعَذَّبُ بِهَيْكَاةِ الْحَيِّ عَلَيْهِ)).

[راجع: ۱۲۸۷]

باب

(۱۲۹۳) ہم سے علی بن عبد اللہ بن مدینی نے بیان کیا، ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن منکر نے بیان کیا، کہا کہ میں نے جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ میرے والد کی لاش احد کے میدان سے لائی گئی۔ (مشرکوں نے) آپ

۳۴- بَابُ

۱۲۹۳- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : ((جِيءَ بِأَبِي يَوْمَ أُحُدٍ

کی صورت تک بگاڑ دی تھی۔ نقش رسول اللہ ﷺ کے سامنے رکھی گئی۔ اوپر سے ایک کپڑا ڈھکا ہوا تھا، میں نے چاہا کہ کپڑے کو ہٹاؤں۔ لیکن میری قوم نے مجھے روکا۔ پھر دوبارہ کپڑا ہٹانے کی کوشش کی۔ اس مرتبہ بھی میری قوم نے مجھ کو روک دیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے حکم سے جنازہ اٹھایا گیا۔ اس وقت کسی زور زور سے رونے والے کی آواز سنائی دی تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ عمرو کی بیٹی یا (یہ کہا کہ) عمرو کی بن ہیں۔ (نام میں سفیان کو شک ہوا تھا) آپ نے فرمایا کہ روٹی کیوں ہیں؟ یا یہ فرمایا کہ روڈ نہیں کہ ملائکہ برابر اپنے پروں کا سایہ کئے رہے ہیں جب تک اس کا جنازہ اٹھایا گیا۔

باب آنحضرتؐ کا یہ فرمانا کہ گریبان چاک کرنے والے ہم میں سے نہیں ہیں

(۱۲۹۳) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے، ان سے زید یامی نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نخعی نے، ان سے مسروق نے اور ان سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو عورتیں (کسی کی موت پر) اپنے چروں کو چٹتی ہیں اور گریبان چاک کر لیتی ہیں اور جاہلیت کی باتیں کہتی ہیں وہ ہم میں سے نہیں ہیں۔

یعنی ہماری امت سے خارج ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ حرکت سخت ناپسندیدہ ہے۔

باب نبی کریم ﷺ کا سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر افسوس کرنا

(۱۲۹۵) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تميمی نے بیان کیا، انہیں امام مالک نے خبر دی۔ انہیں ابن شہاب نے، انہیں عامر بن سعد بن ابی وقاص نے اور انہیں ان کے والد سعد بن ابی وقاصؓ نے کہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے سال (۱۰ھ میں) میری عیادت کے لئے تشریف لائے۔

قَدْ مَثَلَ بِهِ حَتَّى وَضَعَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَقَدْ سَجَّيْ لَوْهَا فَلَذَهَبَتْ أَرِيدَ أَنْ أَكْثِفَ عَنْهُ فَتَهَانِي قَوْمِي، ثُمَّ ذَهَبَتْ أَكْثِفَ عَنْهُ فَتَهَانِي قَوْمِي، فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِرُفْعِهِ، فَسَمِعَ صَوْتَ صَابِحَةٍ فَقَالَ: ((مَنْ هَذِهِ؟)) فَقَالُوا: ابْنَةُ عَمْرٍو - أَوْ أُخْتُ عَمْرٍو - قَالَ: ((لَيْلَمْ تَبْكِي؟ - أَوْ لَا تَبْكِي -، فَمَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تَطْلُئُ بِأَجْنِحَتَيْهَا حَتَّى رُفِعَ)). [راجع: ۱۲۴۴]

۳۵- بَابُ لَيْسَ مِنَّا مَنْ شَقَّ الْجُبُوبَ

۱۲۹۴- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانٌ قَالَ حَدَّثَنَا زَيْدُ الْيَامِيِّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُلُودَ، وَشَقَّ الْجُبُوبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ)).

[أطرافه في: ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۳۵۱۹].

۳۶- بَابُ رِثَاءِ النَّبِيِّ ﷺ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ

۱۲۹۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ غَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِي وَقَاصٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَتَوَدَّعِي

میں سخت بیمار تھا۔ میں نے کہا کہ میرا مرض شدت اختیار کر چکا ہے میرے پاس مال و اسباب بہت ہے اور میری صرف ایک لڑکی ہے جو وارث ہوگی تو کیا میں اپنے دو تہائی مال کو خیرات کر دوں؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ میں نے کہا آدھا۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ایک تہائی کر دو اور یہ بھی بڑی خیرات ہے یا بہت خیرات ہے اگر تو اپنے وارثوں کو اپنے پیچھے مالدار چھوڑ جائے تو یہ اس سے بہتر ہو گا کہ محتاجی میں انہیں اس طرح چھوڑ کر جائے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ یہ یاد رکھو کہ جو خرچ بھی تم اللہ کی رضا کی نیت سے کرو گے تو اس پر بھی تمہیں ثواب ملے گا۔ حتیٰ کہ اس لقمہ پر بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں رکھو۔ پھر میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! میرے ساتھی تو مجھے چھوڑ کر (حجۃ الوداع کر کے) مکہ سے جا رہے ہیں اور میں ان سے پیچھے رہ رہا ہوں۔ اس پر آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ یہاں رہ کر بھی اگر تم کوئی نیک عمل کرو گے تو اس سے تمہارے درجے بلند ہوں گے اور شاید ابھی تم زندہ رہو گے اور بہت سے لوگوں کو (مسلمانوں کو) تم سے فائدہ پہنچے گا اور بہتوں کو (کفار و مرتدین کو) نقصان۔ (پھر آپ نے دعا فرمائی) اے اللہ! میرے ساتھیوں کو ہجرت پر استقلال عطا فرما اور ان کے قدم پیچھے کی طرف نہ لوٹا۔ لیکن مصیبت زدہ سعد بن خولہ تھے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے مکہ میں وفات پا جانے کی وجہ سے اظہار غم کیا تھا۔

عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ وَجَعٍ اشْتَدَّ بِي، فَقُلْتُ: إِنِّي قَدْ بَلَغَ بِي مِنَ الْوَجَعِ، وَأَنَا ذُو مَالٍ، وَلَا يَرِثُنِي إِلَّا ابْنَةٌ، أَفَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثِي مَالِي؟ قَالَ: ((لَا)). فَقُلْتُ: بِالشُّطْرِ؟ فَقَالَ: ((لَا)). ثُمَّ قَالَ: ((الثُّلُثُ وَالْثُلُثُ كَثِيرٌ - أَوْ كَثِيرٌ - إِنَّكَ أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ، وَإِنَّكَ لَنْ تَنْفِقَ نَفَقَةً تَنْفِي بِهَا وَحَةَ اللَّهِ إِلَّا أُجِرْتَ بِهَا، حَتَّى مَا تَخْفَلُ فِي فِي أَمْرَاتِكَ)). فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَخْلَفُ بَعْدَ أَصْحَابِي؟ قَالَ: ((إِنَّكَ لَنْ تُخْلَفَ فَتَعْمَلُ عَمَلًا صَالِحًا إِلَّا أَزْدَدَتْ بِهِ دَرَجَةً وَرَفَعَةً، ثُمَّ لَعَلَّكَ أَنْ تُخْلَفَ حَتَّى يَنْتَفِعَ بِكَ أَقْوَامٌ وَيُضَرَّ بِكَ آخَرُونَ، اللَّهُمَّ أَمْنُضْ لِأَصْحَابِي هِجْرَتَهُمْ، وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلَى أَغْقَابِهِمْ، لَكِنَّ الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ. يَرِثُنِي لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ مَاتَ بِمَكَّةَ)).

تشریح اس موقع پر حضور اکرم ﷺ نے اسلام کا وہ زریں اصول بیان کیا ہے جو اجتماعی زندگی کی جان ہے۔ احادیث کے ذخیرہ میں اس طرح کی احادیث کی کمی نہیں اور اس سے ہماری شریعت کے مزاج کا پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنی اتباع کرنے والوں سے کس طرح کی زندگی کا مطالبہ کرتی ہے۔ خداوند تعالیٰ خود شارع ہیں اور اس نے اپنی تمام دوسری مخلوقات کے ساتھ انسانوں کو بھی پیدا کیا ہے۔ اس لئے انسان کی طبیعت میں فطری طور پر جو رجحانات اور صلاحیتیں موجود ہیں خداوند تعالیٰ اپنے احکام و ادا میں انہیں نظر انداز نہیں کرتے۔ شریعت میں معاد و معاش سے متعلق جن احکام پر عمل کرنے کا ہم سے مطالبہ کیا گیا ہے، ان کا مقصد یہ ہے کہ خدا کی عبادت اس کی رضا کے مطابق ہو سکے اور زمین میں شر و فساد نہ پھیلے۔ اہل و عیال پر خرچ کرنے کی اہمیت اور اس پر اجر و ثواب کا استحقاق صلہ رحمی اور خاندانی نظام کی اہمیت کے پیش نظر ہے کہ جن پر معاشرہ کی صلاح و بقا کا مدار ہے۔ حدیث کا یہ حصہ کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ دے تو اس پر بھی اجر و ثواب ملے گا اسی بنیاد پر ہے۔ کون نہیں جانتا کہ اس میں عطف نفس بھی ہے۔ لیکن اگر ازدواجی زندگی کے ذریعہ مسلمان اس خاندانی نظام کو پروان چڑھاتا ہے جس کی ترتیب اسلام نے دی اور اس کے مقننات پر عمل

کی کوشش کرتا ہے تو قضاء شہوت بھی اجر و ثواب کا باعث ہے۔ شیخ نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حظ نفس اگر حق کے مطابق ہو تو اجر و ثواب میں اس کی وجہ سے کوئی کمی نہیں ہوتی۔ مسلم میں اس سلسلے کی ایک حدیث بہت زیادہ واضح ہے، آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری شرمگاہ میں صدقہ ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! کیا ہم اپنی شہوت بھی پوری کریں اور اجر بھی پائیں گے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں! کیا تم اس پر غور نہیں کرتے کہ اگر حرام میں مبتلا ہو گئے تو پھر کیا ہو گا؟ اس سے سمجھا جاسکتا ہے کہ شریعت ہمیں کن حدود میں رکھنا چاہتی ہے اور اس کے لئے اس نے کیا کیا بہت کئے ہیں اور ہمارے بعض فطری رجحانات کی وجہ سے جو بڑی خرابیاں پیدا ہو سکتی تھیں، ان کے سدباب کی کس طرح کوشش کی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس کے باوجود کہ بیوی کے منہ میں لقمہ دینے اور دوسرے طریقوں سے خرچ کرنے کا داعیہ فعلانی اور شہوانی بھی ہے۔ خود یہ لقمہ جس جسم کا جزو بنے گا شوہر اسی سے منتفع (فائدہ) اٹھاتا ہے لیکن شریعت کی طرف سے پھر بھی اجر و ثواب کا وعدہ ہے۔ اس لئے اگر دوسروں پر خرچ کیا جائے جن سے کوئی نسبت و قرابت نہیں اور جہاں خرچ کرنے کے لئے کچھ زیادہ مجاہدہ کی بھی ضرورت ہو گی تو اس پر اجر و ثواب کس قدر مل سکتا ہے۔ تاہم یہ یاد رہے کہ ہر طرح کے خرچ اخراجات میں مقدم اعزہ و اقرباء ہیں۔ اور پھر دوسرے لوگ کہ اعزاء پر خرچ کر کے آدمی شریعت کے کئی مطالبوں کو ایک ساتھ پورا کرتا ہے۔

سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ مہاجرین میں سے تھے۔ لیکن آپ کی وفات مکہ میں ہو گئی تھی۔ یہ بات پسند نہیں کی جاتی تھی کہ جن لوگوں نے اللہ اور رسول سے تعلق کی وجہ سے اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہجرت کی تھی وہ بلا کسی سخت ضرورت کے مکہ میں قیام کریں۔ چنانچہ سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ مکہ میں بیمار ہوئے تو وہاں سے جلد نکل جانا چاہا کہ کہیں وفات نہ ہو جائے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ پر اس لئے اظہار غم کیا تھا کہ مہاجر ہونے کے باوجود ان کی وفات مکہ میں ہو گئی۔ اسی کے ساتھ آپ نے اس کی بھی دعا کی کہ اللہ تعالیٰ صحابہ کو ہجرت پر استقلال عطا فرمائے تاہم یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ نقصان کس طرح کا ہو گا۔ کیونکہ یہ تکوینیات سے متعلق ہے۔ (تفہیم البخاری)

ترجمہ باب رثاء سے وہی اظہار افسوس اور رنج و غم مراد ہے نہ مرثیہ پڑھنا۔ مرثیہ اس کو کہتے ہیں کہ میت کے فضائل اور مناقب بیان کئے جائیں اور لوگوں کو بیان کر کے رلایا جائے۔ خواہ وہ نظم ہو یا نثر یہ تو ہماری شریعت میں منع ہے خصوصاً لوگوں کو جمع کر کے سنانا اور رلانا اس کی ممانعت میں تو کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ صحیح حدیث میں وارد ہے جس کو احمد اور ابن ماجہ نے نکالا کہ آنحضرت ﷺ نے مرثیوں سے منع فرمایا۔

سعد کا مطلب یہ تھا کہ اور صحابہ تو آپ کے ساتھ مدینہ طیبہ روانہ ہو جائیں گے اور میں مکہ ہی میں پڑے پڑے مرجاؤں گا۔ آپ نے پہلے گول مول فرمایا جس سے سعد نے معلوم کر لیا کہ میں اس بیماری سے مروں گا نہیں۔ پھر آگے صاف فرمایا کہ شاید تو زندہ رہے گا اور تیرے ہاتھ سے مسلمانوں کو فائدہ اور کافروں کا نقصان ہو گا۔ اس حدیث میں آپ کا ایک بڑا معجزہ ہے جیسے آپ کی پیش گوئی تھی دیباہی ہوا۔ سعد آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد مدت تک زندہ رہے عراق اور ایران انہوں نے فتح کیا۔ (بخاری و حدیث)

باب غمی کے وقت سرمنڈوانے

کی ممانعت

۳۷- بَابُ مَا يُنْهَى عَنِ الْخَلْقِ عِنْدَ

الْمُصِيبَةِ

(۱۲۹۶) اور حکم بن موسیٰ نے بیان کیا کہ ہم سے یحییٰ بن حمزہ نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمن بن جابر نے کہ قاسم بن مخیمرہ نے ان سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابو بردہ بن ابو موسیٰ نے بیان کیا کہ

۱۲۹۶- وَقَالَ الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جَابِرٍ أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مَخْصِمَةَ حَدَّثَهُ قَالَ:

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ان پر غشی طاری تھی اور ان کا سر ان کی ایک بیوی ام عبد اللہ بنت ابی رومہ کی گود میں تھا (وہ ایک زور کی چیخ مار کر رونے لگی) ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اس وقت کچھ بول نہ سکے لیکن جب ان کو ہوش ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ میں بھی اس کام سے بیزار ہوں جس سے رسول اللہ ﷺ نے بیزاری کا اظہار فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے (کسی غم کے وقت) چلا کر رونے والی، سر منڈوانے والی اور گریبان چاک کرنے والی عورتوں سے اپنی بیزاری کا اظہار فرمایا تھا۔

معلوم ہوا کہ غمی میں سر منڈوانا، گریبان چاک کرنا اور چلا کر نوحہ کرنا یہ جملہ حرکات حرام ہیں۔

باب رخسار پیٹنے والے ہم میں سے نہیں ہیں۔

(یعنی ہماری امت سے خارج ہیں)

(۱۲۹۷) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد الرحمن بن ممدی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے عبد اللہ بن مرہ نے، ان سے مسروق نے اور ان سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص (کسی میت پر) اپنے رخسار پیٹے، گریبان پھاڑے اور عہد جاہلیت کی سی باتیں کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

جو لوگ عرصہ دراز کے شہید شدہ بزرگوں پر سینہ کوئی کرتے ہیں وہ غور کریں کہ وہ کسی طرح آنحضرت ﷺ کی بغاوت کر رہے ہیں۔

باب اس بارے میں کہ مصیبت کے وقت جاہلیت کی باتیں

اور واویلہ کرنے کی ممانعت ہے

(۱۲۹۸) ہم سے عمر بن حفص نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ حفص نے اور ان سے اعمش نے اور ان سے عبد اللہ بن مرہ نے، ان سے مسروق نے اور ان سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو (کسی کی موت پر) اپنے رخسار پیٹے، گریبان چاک کرے اور جاہلیت کی باتیں کرے وہ ہم میں سے

حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ بْنُ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((وَجَعَّ أَبُو مُوسَى وَجَعًا لَفُشِيًّا عَلَيْهِ، وَرَأَسُهُ فِي حَجَرٍ امْرَأَةٍ مِنْ أَهْلِهِ فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَرُدَّ عَلَيْهَا شَيْئًا، فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ: أَنَا بِرِيءَةٍ مِمَّنْ بَرِيءٌ مِنْهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَرِيءٌ مِنَ الصَّالِقَةِ وَالْحَالِقَةِ وَالشَّاقِقَةِ)).

۳۸- بَابُ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ

الْخُدُودَ

۱۲۹۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْثُةٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ، وَشَقَّ الْجُيُوبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ)). [راجع: ۱۲۹۴]

۳۹- بَابُ مَا يُنْهَى مِنَ الْوَيْلِ

وَدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ

۱۲۹۸- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْثُةٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ، وَشَقَّ الْجُيُوبَ،

نہیں ہے۔

وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ))۔

[راجع: ۱۲۹۴]

یعنی اس کا یہ عمل ان لوگوں جیسا ہے جو غیر مسلم ہیں یا یہ کہ وہ ہماری امت سے خارج ہے۔ بہر حال اس سے بھی نوحہ کی حرمت ثابت ہوئی۔

باب جو شخص مصیبت کے وقت ایسا بیٹھے کہ وہ غمگین دکھائی دے

۴۰- بَابُ مَنْ جَلَسَ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ يُعْرِفُ فِيهِ الْحُزْنَ

(۱۲۹۹) ہم سے محمد بن ثنی نے بیان کیا کہ کہا کہ ہم سے عبد الوہاب نے بیان کیا کہ کہا کہ میں نے یحییٰ سے سنا کہ انہوں نے کہا کہ مجھے عمرہ نے خبر دی کہ کہا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا کہ آپ نے کہا کہ جب نبی کریم ﷺ کو زید بن حارثہ، جعفر اور عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت (غزوہ موتہ میں) کی خبر ملی تو آپ اس وقت اس طرح تشریف فرما تھے کہ غم کے آثار آپ کے چہرے پر ظاہر تھے۔ میں دروازے کے سوراخ سے دیکھ رہی تھی۔ اتنے میں ایک صاحب آئے اور جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر کی عورتوں کے رونے کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ انہیں رونے سے منع کر دے۔ وہ گئے لیکن واپس آکر کہا کہ وہ تو نہیں مانتیں۔ آپ نے پھر فرمایا کہ انہیں منع کر دے۔ اب وہ تیسری مرتبہ واپس ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! قسم اللہ کی وہ تو ہم پر غالب آگئی ہیں (عمرہ نے کہا کہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یقین ہوا کہ (ان کے اس کہنے پر) رسول کریم نے فرمایا کہ پھر ان کے منہ میں مٹی جھونک دے۔ اس پر میں نے کہا کہ تیرا برا ہو۔ رسول کریم ﷺ اب جس کام کا حکم دے رہے ہیں وہ تو کرو گے نہیں لیکن آپ کو تکلیف میں ڈال دیا۔

۱۲۹۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى قَالَ: أَخْبَرَنِي عُمَرَةُ قَالَتْ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((لَمَّا جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ قُتِلَ ابْنُ حَارِثَةَ وَجَعْفَرُ وَابْنُ رَوَاحَةَ جَلَسَ يُعْرِفُ فِيهِ الْحُزْنَ وَأَنَا أَنْظُرُ مِنْ صَائِرِ الْأَبَابِ شَقَى الْأَبَابِ، فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ - وَذَكَرَ بُكَاءَهُنَّ - فَأَمَرَهُ أَنْ يَنْهَاهُنَّ، فَذَهَبَ، ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ لَمْ يُطِغْنَهُ، فَقَالَ: أَنْهَهُنَّ، فَأَتَاهُ الثَّالِثَةَ قَالَ: وَاللَّهِ غَلَبْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ. فَرَزَعَمْتُ أَنَّهُ قَالَ: فَاحْثُ فِي أَفْوَاهِهِنَّ التُّرَابَ. فَقُلْتُ: أَرْغَمَ اللَّهُ أَنْفَكَ، لَمْ تَفْعَلْ مَا أَمَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، وَلَمْ تَتْرَكَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مِنَ الْعَوَاءِ.

[طرفہ بی: ۱۳۰۵، ۴۲۶۲]۔

آپ نے عورتوں کے باز نہ آنے پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور غصہ میں کہا کہ ان کے منہ میں مٹی جھونک دو۔ آپ خود بھی بے حد غمگین تھے۔ یہی مقصد باب ہے۔

(۱۳۰۰) ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا کہ ان سے محمد بن فضیل نے بیان کیا کہ ان سے عاصم احوال نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ جب قاریوں کی ایک جماعت شہید کر دی گئی تو رسول کریم صلی

۱۳۰۰- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَخْوَلُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

((قَتَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ شَهْرًا جِنِينَ قَبْلَ الْفُرَاءِ ؛ فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حَزَنَ حُزْنًا قَطُّ أَشَدَّ مِنْهُ)). [راجع: ۱۰۰۱]

اللہ علیہ وسلم ایک مہینہ تک قنوت پڑھتے رہے۔ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ ان دنوں سے زیادہ کبھی غمگین رہے ہوں۔

تشیخ یہ شدائے کرام قاریوں کی ایک معزز ترین جماعت تھی جو ستر نفوس پر مشتمل تھی۔ حضرت مولانا شیخ الحدیث عبید اللہ صاحب مبارکپوری مدظلہ العالی کے لفظوں میں اس جماعت کا تعارف یہ ہے:

وكانوا من اوزاع الناس ينزلون الصفة يتفقهون العلم ويتعلمون القرآن وكانوا رداء للمسلمين اذا نزلت بهم نازلة وكانوا حقا عمار المسجد وليوث الملاحم بعثهم رسول الله صلى الله عليه وسلم الى اهل نجد من بني عامر ليدعواهم الى الاسلام ويقروا عليهم القرآن فلما نزلوا بئر معونة قصدهم عامر بن الطفيل في احياء من بني سليم وهم رعل وذكوان وعصبة فقاتلوهم (فاصبوا) اى فقتلوا جميعا وقيل ولم ينج منهم الا كعب بن زيد الانصاري فانه تخلص وبه رمق وظنوا انه مات فعاش حتى استشهد يوم الخندق واسر عمرو بن امية الضمرى وكان ذلك فى السنة الرابعة من الهجرة اى فى صفر على راس اربعة اشهر من احد فحزن رسول الله صلى الله عليه وسلم حزنا شديدا قال انس ماريات رسول الله صلى الله عليه وسلم وجد على احد ما وجد عليهم (مرعاة ج: ۲ / ص: ۲۲۲)

یعنی بعض اصحاب صفہ میں سے یہ بہترین اللہ والے بزرگ تھے جو قرآن پاک اور دینی علوم میں مہارت حاصل کرتے تھے اور یہ وہ لوگ تھے کہ مصائب کے وقت ان کی دعائیں اہل اسلام کے لئے پشت پناہی کا کام دیتی تھی۔ یہ مسجد نبوی کے حقیقی طور پر آباد کرنے والے اہل حق لوگ تھے جو جنگ و جداد کے مواقع پر بہادر شیروں کی طرح میدان میں کام کیا کرتے تھے۔ انہیں رسول اللہ ﷺ نے اہل نجد کے قبیلہ بنو عامر میں تبلیغ اسلام اور تعلیم قرآن مجید کے لئے روانہ فرمایا تھا۔ جب یہ بئر معونہ کے قریب پہنچے تو عامر بن طفیل نامی ایک غدار نے رعل اور ذکوان نامی قبائل کے بہت سے لوگوں کو ہمراہ لے کر ان پر حملہ کر دیا اور یہ سب وہاں شہید ہو گئے۔ جن کا رسول کریم ﷺ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ آپ نے پورے ایک ماہ تک قبائل رعل و ذکوان کے لئے قنوت نازلہ پڑھی۔ یہ ۳ھ کا واقعہ ہے۔ کہا گیا ہے کہ ان میں سے صرف ایک بزرگ کعب بن زید انصاری کسی طرح بچ نکلے۔ جسے ظالموں نے مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا تھا۔ یہ بعد تک زندہ رہے۔ یہاں تک کہ جنگ خندق میں شہید ہوئے۔ (رحمۃ اللہ علیہم)

۴۱ - بَابُ مَنْ لَمْ يُظْهِرْ حُزْنَہُ عِنْدَ الْمُصِیْبَةِ

باب جو شخص مصیبت کے وقت (اپنے نفس پر زور ڈال کر) اپنا رنج ظاہر نہ کرے۔

اور محمد بن کعب قرظی نے کہا کہ جزع اس کو کہتے ہیں کہ بری بات منہ سے نکالنا اور پروردگار سے بدگمانی کرنا اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا تھا میں تو اس بے قراری اور رنج کا شکوہ اللہ ہی سے کرتا ہوں۔ (سورۃ یوسف)

(۱۳۰۱) ہم سے بشر بن حکم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ نے بیان کیا، کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے بتلایا کہ ابو طلحہ

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ الْقُرْظِيُّ : الْحَزْءُ الْقَوْلُ السَّيِّئُ وَالظَّنُّ السَّيِّئُ وَقَالَ يَعْقُوبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ : ﴿ إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ ﴾

۱۳۰۱ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ قَالَ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ

بَنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: ((اشْتَكَيْتُ ابْنَ أَبِي طَلْحَةَ، قَالَ فَمَاتَ وَأَبُو طَلْحَةَ خَارِجٌ. فَلَمَّا رَأَتْ امْرَأَتُهُ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ هَيَّاتَ شَيْئًا وَنَحْنُهُ فِي جَانِبِ الْبَيْتِ. فَلَمَّا جَاءَ أَبُو طَلْحَةَ قَالَ: كَيْفَ الْفُلَامُ؟ قَالَتْ: قَدْ هَذَأَتْ نَفْسُهُ، وَأَرْجُو أَنْ يَكُونَ قَدْ اسْتَوَاحَ. وَظَنَّ أَبُو طَلْحَةَ أَنَّهَا صَادِقَةٌ. قَالَ فَمَاتَ. فَلَمَّا أَصْبَحَ اغْتَسَلَ، فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ أَغْلَمَتْهُ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ، فَصَلَّى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ أَخْبَرَ النَّبِيَّ ﷺ بِمَا كَانَ مِنْهُمَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُبَارِكَ لَكُمَا فِي تِلْكَ كَمَا)). قَالَ سَفِيَانٌ: فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: لَوَأَيْتُ لَهَا بِسَعَةِ أَوْلَادٍ كُلُّهُمْ قَدْ قَرَأَ الْقُرْآنَ.

[طرفہ بی: ۵۴۷۰]

بُشَیْمَہ کا ایک بچہ بیمار ہو گیا انہوں نے کہا کہ اس کا انتقال بھی ہو گیا۔ اس وقت ابو طلحہ گھر میں موجود نہ تھے۔ ان کی بیوی (ام سلیم) نے جب دیکھا کہ بچے کا انتقال ہو گیا تو انہوں نے کچھ کھانا تیار کیا اور بچے کو گھر کے ایک کونے میں لٹا دیا۔ جب ابو طلحہ تشریف لائے تو انہوں نے پوچھا کہ بچے کی طبیعت کیسی ہے؟ ام سلیم نے کہا کہ اسے آرام مل گیا ہے اور میرا خیال ہے کہ اب وہ آرام ہی کر رہا ہو گا۔ ابو طلحہ نے سمجھا کہ وہ صحیح کہہ رہی ہیں۔ (اب بچہ اچھا ہے) پھر ابو طلحہ نے ام سلیم کے پاس رات گزاری اور جب صبح ہوئی تو غسل کیا لیکن جب باہر جانے کا ارادہ کیا تو بیوی (ام سلیم) نے اطلاع دی کہ بچے کا انتقال ہو چکا ہے۔ پھر انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور آپ سے ام سلیم کا حال بیان کیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شاید اللہ تعالیٰ تم دونوں کو اس رات میں برکت عطا فرمائے گا۔ سفیان بن عیینہ نے بیان کیا کہ انصار کے ایک شخص نے بتایا کہ میں نے ابو طلحہ کی انہیں بیوی سے نو بیٹے دیکھے جو سب کے سب قرآن کے عالم تھے۔

حضرت ابو طلحہ کی نیک ترین صالحہ صاحبہ بیوی کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ بچے کا انتقال ہو گیا ہے اور اب وہ پورے سکون کے ساتھ لیٹا ہوا ہے۔ لیکن حضرت ابو طلحہ نے یہ سمجھا کہ بچے کو افتادہ ہو گیا ہے اور اب وہ آرام سے سو رہا ہے۔ اس لئے وہ خود بھی آرام سے سوئے، ضروریات سے فارغ ہوئے اور بیوی کے ساتھ ہم بستری بھی ہوئے اور اس پر آنحضور ﷺ نے برکت کی بشارت دی۔ یہ کہ ان کے غیر معمولی مبرو ضبط اور خداوند تعالیٰ کی حکمت پر کمال یقین کا ثمرہ تھا۔ بیوی کی اس اداسی پر قربان جانیے کہ کس طرح انہوں نے اپنے شوہر کو ایک ذہنی کوفت سے بچالیا۔

محدث علی بن مدینی نے حضرت ابو طلحہ کے ان نولڑکوں کے نام نقل کئے ہیں جو سب عالم قرآن ہوئے اور اللہ نے ان کو بڑی ترقی بخشی۔ وہ نو بچے یہ تھے۔ اسحاق، اسماعیل، یعقوب، عمیر، عمر، محمد، عبد اللہ، زید اور قاسم۔ انتقال کرنے والے بچے کو ابو عمیر کہتے تھے۔ آنحضرت ﷺ اس کو بیمار سے فرمایا کرتے تھے ابو عمیر تمہاری خیر یعنی چڑیا کیسی ہے؟ یہ بچہ بڑا خوبصورت اور وجیہ تھا۔ ابو طلحہ اس سے بڑی محبت کیا کرتے تھے۔ بچے کی ماں ام سلیم کے استغلال کو دیکھنے کہ منہ پر تیوڑی نہ آنے دی اور رنج کو ایسا چھپایا کہ ابو طلحہ سمجھے واقعی بچہ اچھا ہو گیا ہے۔ پھر یہ دیکھنے کہ ام سلیم نے بات بھی ایسی کہی کہ جھوٹ نہ ہو کیونکہ موت درحقیقت راحت ہے۔ وہ معصوم جان تھی اس کے لئے تو مرنا آرام ہی آرام تھا۔ ادھر بیماری کی تکلیف گئی۔ ادھر دنیا کے گھروں سے جو مستقبل میں ہوتے نجات پائی۔ ترجمہ باب بیس سے لگتا ہے کہ ام سلیم نے رنج اور صدمہ کو پی لیا بالکل ظاہر نہ ہوئے دیا۔

دوسری روایت میں یوں ہے کہ ام سلیم نے اپنے خلود سے کہا کہ اگر کچھ لوگ عاریت کی چیز لیں پھر واپس دینے سے انکار کریں تو کیسا ہے؟ اس پر ابو طلحہ بولے کہ ہرگز انکار نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ عاریت کی چیز واپس کر دینا چاہئے تب ام سلیم نے کہا کہ یہ بچہ بھی اللہ

کا تھا۔ آپ کو عاریتہ ملا ہوا تھا، اللہ نے اسے لے لیا تو آپ کو رنج نہ کرنا چاہئے۔ اللہ نے ان کو مبروہ استقلال کے بدلے نولہ کے عطا کئے جو سب عالم قرآن ہوئے۔ سچ ہے کہ مبر کا پھل ہمیشہ میٹھا ہوتا ہے۔

باب صبر وہی ہے جو مصیبت آتے ہی
کیا جائے۔

۴۲- بَابُ الصَّبْرِ عِنْدَ الصَّدْمَةِ
الْأُولَى

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دونوں طرف کے بوجھے اور بیچ کا بوجھ کیا اچھے ہیں۔ یعنی سورہ بقرہ کی اس آیت میں خوشخبری سنا مبر کرنے والوں کو جن کو مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں ہم سب اللہ ہی کی ملک ہیں اور اللہ ہی کے پاس جانے والے ہیں۔ ایسے لوگوں پر ان کے مالک کی طرف سے شاباشیاں ہیں اور مہربانیاں اور یہی لوگ راستہ پانے والے ہیں۔ اور اللہ نے سورہ بقرہ میں فرمایا صبر اور نماز سے مدد مانگو۔ اور وہ نماز بہت مشکل ہے مگر خدا سے ڈرنے والوں پر مشکل نہیں۔

(۱۳۰۲) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے ثابت نے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے نقل کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا مبر تو وہی ہے جو صدمہ کے شروع میں کیا جائے۔

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: نِعَمَ الْعَدْلَانِ وَنِعَمَ الْعِلَاوَةُ: ﴿الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا: إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ. أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ، وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْتَخِرُونَ﴾ وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَلَمَسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ، وَإِنَّهَا لَكِنِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ﴾.

۱۳۰۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى)). [راجع: ۱۲۵۲]

ترجمہ: الباب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے مصیبت کے وقت مبر کی فضیلت بیان کی کہ اس سے صابر بندے پر اللہ کی رحمتیں ہوتی ہیں اور سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق ملتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ والے قول کو حاکم نے مستدرک میں وصل کیا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صلوات اور رحمت کو تو جانور کے دونوں طرف کے بوجھے قرار دیا اور بیچ کا بوجھ جو پیٹھ پر رہتا ہے اسے ﴿اولئک هم المہندون﴾ سے تعبیر فرمایا۔ پیچھے بیان ہوا ہے کہ ایک عورت ایک قبر پر بیٹھی ہوئی رو رہی تھی آپ نے اسے منع فرمایا تو وہ خفا ہو گئی۔ پھر جب اس کو آپ کے متعلق علم ہوا تو وہ دوڑی ہوئی معذرت خواہی کے لئے آگئی۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ اب کیا رکھا ہے مبر تو مصیبت کے شروع ہی میں ہوا کرتا ہے۔

باب نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ ”اے ابراہیم! ہم تمہاری
جدائی پر غمگین ہیں۔“

۴۳- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((إِنَّا بِكَ لَمَخْزُونُونَ))

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا کہ (آپ نے فرمایا) آنکھ آنسو بہاتی ہیں اور دل غم سے بڑھ چکا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((تَذْمَعُ الْعَيْنُ وَيَخْزَنُ الْقَلْبُ)).

(۱۳۰۳) ہم سے حسن بن عبدالعزیز نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن حسان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے قریش نے جو حیان کے بیٹے ہیں، نے بیان کیا، ان سے ثابت نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو سیف لوہار کے یہاں گئے۔ یہ ابراہیم (رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے) کو دودھ پلانے والی انا کے خاوند تھے۔ آنحضورؐ نے ابراہیم رضی اللہ عنہ کو گود میں لیا اور پیار کیا اور سو گھلا۔ پھر اس کے بعد ہم ان کے یہاں پھر گئے۔ دیکھا کہ اس وقت ابراہیم دم توڑ رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔ تو عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بول پڑے کہ یا رسول اللہ! اور آپ بھی لوگوں کی طرح بے صبری کرنے لگے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، ابن عوف! یہ بے صبری نہیں یہ تو رحمت ہے۔ پھر آپ دوبارہ روئے اور فرمایا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور دل غم سے نڈھال ہے پر زبان سے ہم کیسے کہیں جو ہمارے پروردگار کو پسند ہے اور اے ابراہیم! ہم تمہاری جدائی سے غمگین ہیں۔ اسی حدیث کو موسیٰ بن اسماعیل نے سلیمان بن مغیرہ سے، ان سے ثابت نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

حضرت امام بخاریؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس طرح سے آنسو نکل آئیں اور دل غمگین ہو اور زبان سے کوئی لفظ اللہ کی ناراضگی کا نہ نکلے تو ایسا رونا بے صبری نہیں بلکہ یہ آنسو رحمت ہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ مرنے والے کو محبت آمیز لفظوں سے مخاطب کر کے اس کے حق میں کلمہ خیر کہنا درست ہے۔ آنحضرت ﷺ کے یہ صاحبزادے ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے جو شیت ایزدی کے تحت حالت شیر خوارگی ہی میں انتقال کر گئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاه۔

باب مریض کے پاس رونا کیسا ہے؟

(۱۳۰۴) ہم سے اصم بن فرج نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن وہب نے کہا کہ مجھے خبر دی عمرو بن حارث نے، انہیں سعید بن حارث انصاری نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کسی مرض میں مبتلا ہوئے۔ نبی کریم ﷺ عیادت کے لئے عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

۱۳۰۳ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانٍ قَالَ حَدَّثَنَا قُرَيْشٌ هُوَ ابْنُ حَيَّانٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((دَخَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَلَى أَبِي سَنَفٍ الْكَلْبِيِّ - وَكَانَ ظَنَرًا لِإِبْرَاهِيمَ - فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِبْرَاهِيمَ فَقَبَّلَهُ وَشَمَّهُ ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَيْهِ بَعْدَ ذَلِكَ - وَإِبْرَاهِيمُ يَجُودُ بِنَفْسِهِ - فَجَعَلَتْ عَيْنَا رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ذِرْفَانٍ. فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: وَأَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَقَالَ: ((يَا ابْنَ عَوْفٍ إِنَّهَا رَحْمَةٌ)). ثُمَّ أَتْبَعَهَا بِأُخْرَى فَقَالَ ﷺ: ((إِنَّ الْعَيْنَ تَذْمَعُ، وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ، وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا، وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيمَ لَمَحْزُونُونَ)). رَوَاهُ مُوسَى عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

۴۴ - بَابُ الْبُكَاءِ عِنْدَ الْمَرِيضِ

۱۳۰۴ - حَدَّثَنَا أَصْبَغُ عَنْ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((اشْتَكَى سَعْدُ بْنُ عَبَادَةَ شَكْوَى لَهُ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ يَغُودُهُ

کے ساتھ ان کے یہاں تشریف لے گئے۔ جب آپؐ اندر گئے تو تیار داروں کے ہجوم میں انہیں پایا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ کیا وفات ہو گئی؟ لوگوں نے کہا نہیں یا رسول اللہ! نبی کریم ﷺ (ان کے مرض کی شدت کو دیکھ کر رو پڑے۔ لوگوں نے جو رسول اکرم ﷺ کو روتے ہوئے دیکھا تو وہ سب بھی رونے لگے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ سنو! اللہ تعالیٰ آنکھوں سے آنسو نکلنے پر بھی عذاب نہیں کریگا اور نہ دل کے غم پر۔ ہاں اس کا عذاب اس کی وجہ سے ہوتا ہے، آپؐ نے زبان کی طرف اشارہ کیا (اور اگر اس زبان سے اچھی بات نکلے تو یہ اس کی رحمت کا بھی باعث بنتی ہے اور میت کو اس کے گھر والوں کے نوحہ و ماتم کی وجہ سے بھی عذاب ہوتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میت پر ماتم کرنے پر ڈنڈے سے مارتے، پتھر پھینکتے اور رونے والوں کے منہ میں مٹی جھونک دیتے۔

مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ فَوَجَدَهُ فِي غَاشِيَةٍ أَهْلِهِ فَقَالَ: ((قَدْ قَضَى؟)) قَالُوا: لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَبَكَى النَّبِيُّ ﷺ. فَلَمَّا رَأَى الْقَوْمَ بُكَاءَ النَّبِيِّ ﷺ بَكَوْا. فَقَالَ: ((أَلَا تَسْمَعُونَ؟ إِنَّ اللَّهَ لَا يُعَذِّبُ بِذَمِّ الْعَيْنِ وَلَا بِخَزَنِ الْقَلْبِ، وَلَكِنْ يُعَذِّبُ بِهَذَا)) - وَأَشَارَ إِلَى لِسَانِهِ - أَوْ يَرْحَمُ. وَإِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذِّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ)). وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَضْرِبُ فِيهِ بِالْعَصَا، وَيَوْمِي بِالْحِجَارَةِ، وَيَخْشِي بِالْتُّرَابِ.

فوجدہ فی غاشیۃ اہلہ کا ترجمہ بعضوں نے یوں کیا ہے دیکھا تو وہ بے ہوش ہیں اور ان کے گرد گرد لوگ جمع ہیں۔ آپؐ نے لوگوں کو اکٹھا دیکھ کر یہ گمان کیا کہ شاید سعدؓ کا انتقال ہو گیا۔ آپؐ نے زبان کی طرف اشارہ فرما کر ظاہر فرمایا کہ یہی زبان باعث رحمت ہے اگر اس سے کلمات خیر نکلیں اور یہی باعث عذاب ہے اگر اس سے برے الفاظ نکالے جائیں۔ اس حدیث سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جلال کا بھی اظہار ہوا کہ آپؐ خلاف شریعت رونے پینے والوں پر انتہائی سختی فرماتے۔ فی الواقع اللہ طاقت دے تو شرعی اوامر و نواہی کے لئے پوری طاقت سے کام لیتا چاہئے۔

حضرت سعد بن عبادہ انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں۔ عقبہ ثانیہ میں شرف الاسلام سے مشرف ہوئے۔ ان کا شمار بارہ نقباء میں ہے۔ انصار کے سرداروں میں سے تھے اور شان و شوکت میں سب سے بڑھ چڑھ کر تھے۔ بدر کی مہم کے لئے آنحضرت ﷺ نے جو مشاورتی اجلاس طلب فرمایا تھا اس میں حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ کا اشارہ ہماری طرف ہے۔ اللہ کی قسم! اگر آپؐ ہم انصار کو سمندر میں کودنے کا حکم فرمائیں گے تو ہم اس میں کود پڑیں گے اور اگر خشکی میں حکم فرمائیں گے تو ہم وہاں بھی اونٹوں کے پیچھے پچھلا دیں گے۔ آپؐ کی اس پر جوش تقریر سے نبی کریم ﷺ بے حد خوش ہوئے۔ اکثر غزوات میں انصار کا جھنڈا اکثر آپؐ ہی کے ہاتھوں میں رہتا تھا۔ سخاوت میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ خاص طور پر اصحاب صفہ پر آپؐ کے جود و کرم کی بارش بکثرت برسا کرتی تھی۔ نبی کریم ﷺ کو آپؐ سے بے انتہا محبت تھی۔ اسی وجہ سے آپؐ کی اس بیماری میں حضور ﷺ آپؐ کی عیادت کے لیے تشریف لائے تو آپؐ کی بیماری کی تکلیف وہ حالت دیکھ کر حضورؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ۱۵ھ میں یہ زمانہ خلافت فاروقی سر زمین شام میں بمقام حوران آپؐ کی شہادت اس طرح ہوئی کہ کسی دشمن نے نقش مبارک کو غسل خانہ میں ڈال دیا۔ انتقال کے وقت ایک بیوی اور تین بیٹے آپؐ نے چھوڑے۔ اور حوران ہی میں سپرد خاک کئے گئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاه آمین۔

باب کس طرح کے نوحہ و بکا سے منع کرنا اور اس پر

۴۵ - بَابُ مَا يُنْهَى عَنِ النُّوحِ

جھڑکنا چاہئے

(۱۳۰۵) ہم سے محمد بن عبد اللہ بن حوشب نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الوہاب ثقفی نے، ان سے یحییٰ بن سعید انصاری نے، کہا کہ مجھے عمرہ بنت عبد الرحمن انصاری نے خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، آپ نے فرمایا کہ جب زید بن حارثہ، جعفر بن ابی طالب اور عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر آئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح بیٹھے کہ غم کے آثار آپ کے چہرے پر نمایاں تھے۔ میں دروازے کے ایک سوراخ سے آپ کو دیکھ رہی تھی۔ اتنے میں ایک صاحب آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ! جعفر کے گھر کی عورتیں نوحہ اور ماتم کر رہی ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روکنے کے لئے کہا۔ وہ صاحب گئے لیکن پھر واپس آ گئے اور کہا کہ وہ نہیں مانتیں۔ آپ نے دوبارہ روکنے کے لئے بھیجا۔ وہ گئے اور پھر واپس چلے آئے۔ کہا کہ بخدا وہ تو مجھ پر غالب آ گئی ہیں یا یہ کہا کہ ہم پر غالب آ گئی ہیں۔ شک محمد بن حوشب کو تھا۔ (عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ) میرا یقین یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ پھر ان کے منہ میں مٹی جھونک دے۔ اس پر میری زبان سے نکلا کہ اللہ تیری ناک خاک آلودہ کرے تو نہ تو وہ کام کر سکا جس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا اور نہ آپ کو تکلیف دینا چھوڑتا ہے۔

وَالْبُكَاءُ، وَالزُّجْرُ عَنْ ذَلِكَ

۱۳۰۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُمَرَةُ قَالَتْ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَقُولُ: ((لَمَّا جَاءَ قَتْلَ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرَ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنِ رَوَاحَةَ جَلَسَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْرِفُ فِيهِ الْحُزْنَ - وَأَنَا أَطْلُعُ مِنْ شَقِّ الْبَابِ - فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرَ - وَذَكَرَ بُكَاءَهُنَّ - فَأَمَرَهُ أَنْ يَنْهَاهُنَّ، فَذَهَبَ الرَّجُلُ، ثُمَّ أَتَى فَقَالَ: قَدْ نَهَيْتُهُنَّ، وَذَكَرَ أَنَّهُنَّ لَمْ يُطِيعْنَهُ. فَأَمَرَهُ الثَّانِيَةَ أَنْ يَنْهَاهُنَّ، فَذَهَبَ، ثُمَّ أَتَى فَقَالَ: وَاللَّهِ لَقَدْ غَلَبَنِي - أَوْ غَلَبْنَا، الشُّكُّ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَوْشَبٍ - فَرَعَمْتُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((فَاحْثُ فِي أَلْوَاهِيهِنَّ التُّرَابَ)). فَقُلْتُ: أَرَعَمَ اللَّهُ أَنْفَكَ، فَوَ اللَّهِ مَا أَنْتَ بِفَاعِلٍ، وَمَا تَرَكْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مِنَ الْقَنَاءِ. [راجع: ۱۲۹۹]

ترجمہ زید بن حارثہ کی والدہ کا نام سعدی اور باپ کا نام حارثہ اور ابو اسامہ کنیت تھی۔ بنی قضاہ کے چشم و چراغ تھے جو یمن کا ایک معزز قبیلہ تھا۔ یحییٰ بن قرقاق آپ کو اٹھا کر لے گئے۔ بازار عکاظ میں غلام بن کر چار سو درہم میں حکیم بن حزام کے ہاتھ فروخت ہو کر ان کی پھوپھی ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پہنچ گئے اور وہاں سے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آ گئے۔ ان کے والد کو یمن میں خبر ہوئی تو وہ دوڑے ہوئے آئے اور دربار نبوت میں ان کی واپسی کے لئے درخواست کی۔ آنحضرت ﷺ نے زید بن حارثہ کو کلی اختیار دے دیا کہ اگر وہ گھر جانا چاہیں تو خوشی سے اپنے والد کے ساتھ چلے جائیں اور اگر چاہیں تو میرے پاس رہیں۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اپنے گھردلوں پر آنحضرت ﷺ کو ترجیح دی اور والد اور چچا کے ہمراہ نہیں گئے۔ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کے احسانات اور اخلاق فاضلہ ان کے دل میں گھر کر چکے تھے۔ اس واقعہ کے بعد آنحضور ﷺ ان کو مقام حجر میں لے گئے اور حاضرین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگو! گواہ رہو میں نے زید کو اپنا بیٹا بنالیا۔ وہ میرے وارث ہیں اور میں اس کا وارث ہوں۔ اس کے بعد وہ زید بن محمد پکارے جانے لگے۔ یہاں تک کہ قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی کہ متبنی لڑکوں کو ان کے والدین کی طرف

منسوب کر کے پکارو۔ اللہ کے یہاں انصاف کی بات ہے۔ پھر وہ زید بن حارثہ کے نام سے پکارے جانے لگے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کا نکاح ام ایمن اپنی آزاد کردہ لونڈی سے کر دیا تھا۔ جن کے بطن سے ان کا لڑکا اسلامہ پیدا ہوا۔ ان کی فضیلت کے لئے یہی کافی ہے کہ اللہ نے قرآن مجید میں ایک آیت میں ان کا نام لے کر ان کا ایک واقعہ بیان فرمایا ہے جبکہ قرآن مجید میں کسی بھی صحابی کا نام لے کر کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ غزوہ مودہ ۸ھ میں یہ بہادرانہ شہید ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر ۵۵ سال کی تھی۔ ان کے بعد فوج کی کمان حضرت جعفر طیارؓ نے سنبھالی۔ یہ نبی کریم ﷺ کے محترم چچا ابو طالب کے بیٹے تھے۔ والدہ کا نام فاطمہ تھا۔ یہ شروع ہی میں اکتیس آدمیوں کے ساتھ اسلام لے آئے تھے۔ حضرت علیؓ سے دس سال بڑے تھے۔ صورت اور سیرت میں رسول اللہ ﷺ سے بہت ہی مشابہ تھے۔ قریش کے مظالم سے تنگ آکر ہجرت حبشہ میں یہ بھی شریک ہوئے اور نجاشی کے دربار میں انہوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں ایسی پر جوش تقریر کی کہ شاہ حبش مسلمان ہو گیا۔ ۷ھ میں یہ اس وقت مدینہ تشریف لائے جب فرزندان توحید نے خیبر کو فتح کیا۔ آپ نے ان کو اپنے گلے سے لگا لیا اور فرمایا کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے تمہارے آنے سے زیادہ خوشی حاصل ہوئی ہے یا فتح خیبر سے ہوئی ہے۔ غزوہ مودہ میں یہ بھی بہادرانہ شہید ہوئے اور اس خبر سے آنحضرت ﷺ کو سخت ترین صدمہ ہوا۔ حضرت جعفر طیارؓ کا گھر ماتم کدہ بن گیا۔ اسی موقع پر آپؐ نے فرمایا جو یہاں حدیث میں مذکور ہے۔

ان کے بعد حضرت عبداللہ بن ابی بواحہ نے فوج کی کمان سنبھالی۔ بیعت عقبہ میں یہ موجود تھے۔ بدر، احد، خندق اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں سوائے فتح مکہ اور بعد والے غزوات میں یہ شریک رہے۔ بڑے ہی فرمانبردار اطاعت شعار صحابی تھے۔ قبیلہ خزرج سے ان کا تعلق تھا۔ لیلۃ العقبہ میں اسلام لاکر بنو حارثہ کے نقیب مقرر ہوئے اور حضرت مقداد بن اسود کندیؓ سے سلسلہ مؤاخلت قائم ہوا۔ فتح بدر کی خوشخبری مدینہ میں سب سے پہلے لانے والے آپ ہی تھے۔ جنگ مودہ میں بہادرانہ جام شہادت نوش فرمایا۔ ان کے بعد آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق اللہ کی تلواریں حضرت خالد بن ولیدؓ نے قیادت سنبھالی اور ان کے ہاتھ پر مسلمانوں کو فتح عظیم حاصل ہوئی۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے ثابت فرمایا کہ پکار کر بیان کر کے مرنے والوں پر نوحہ و ماتم کرنا یہاں تک ناجائز ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت جعفر طیارؓ کے گھر والوں کے لئے اس حرکت کا نوحہ و ماتم کرنے کی وجہ سے ان کے منہ میں مٹی ڈالنے کا حکم فرمایا جو آپ کی خطی دلیل ہے اور یہ ایک عجوبہ ہے جو انتہائی ناراضگی پر دلالت کرتا ہے۔

۱۳۰۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : ((أَخَذَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ عِنْدَ النِّبْعَةِ أَنْ لَا تَنُوحَ، لَمَّا وَقَفْنَا مِنْ أَمْرَاءَ غَيْرِ خَمْسِ بَنَوَةٍ. أُمِّ سَلَمَةَ، وَأُمِّ الْعَلَاءِ، وَابْنَةُ أَبِي سَبْرَةَ أَمْرَاءَ مُعَاذٍ وَأَمْرَاتَيْنِ، أَوْ ابْنَةُ أَبِي سَبْرَةَ، وَأَمْرَاءَ مُعَاذٍ وَأَمْرَاءَ أُخْرَى)).

(۱۳۰۶) ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب نے بیان کیا، انہوں نے کہا، ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے محمد نے اور ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لیتے وقت ہم سے یہ عہد بھی لیا تھا کہ ہم (میت پر) نوحہ نہیں کریں گی۔ لیکن اس اقرار کو پانچ عورتوں کے سوا اور کسی نے پورا نہیں کیا۔ یہ عورتیں ام سلیم، ام علاء، ابو سبرہ کی صاحبزادی جو معاذ کے گھر میں تھیں اور اس کے علاوہ دو عورتیں یا (یہ کہا کہ) ابو سبرہ کی صاحبزادی، معاذ کی بیوی اور ایک دوسری خاتون (رضی اللہ عنہن)

[طرفہ بی : ۴۸۹۲، ۷۲۱۵]۔

نتیجہ | حدیث کے راوی کو یہ شک ہے کہ یہ ابو سبرہ کی وہی صاحبزادی ہیں جو معاذ رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں یا کسی دوسری صاحبزادی کا یہاں ذکر ہے اور معاذ کی جو بیوی اس عہد کا حق ادا کرنے والوں میں تھیں وہ ابو سبرہ کی صاحبزادی نہیں تھیں۔ معاذ کی جو روام عمرو بنت خلاہ تھی۔

آنحضرت ﷺ وقتاً فوقتاً مسلمان مردوں، عورتوں سے اسلام پر ثابت قدمی کی بیعت لیا کرتے تھے۔ ایسے ہی ایک موقع پر آپ نے عورتوں سے خصوصیت سے نوحہ نہ کرنے پر بھی بیعت لی۔ بیعت کے اصطلاحی معنی اقرار کرنے کے ہیں۔ یہ ایک طرح کا حلف نامہ ہوتا ہے۔ بیعت کی بہت سی قسمیں ہیں۔ جن کا تفصیلی بیان اپنے موقع پر آئے گا۔ اس حدیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ انسان کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو پھر بھی کمزوریوں کا مجسمہ ہے۔ صحابیات کی شان مسلم ہے پھر بھی ان میں بہت سی خواتین سے اس عہد پر قائم نہ رہا گیا جیسا کہ مذکور ہوا ہے۔

باب جنازہ دیکھ کر کھڑے ہو جانا

۴۶- بَابُ الْقِيَامِ لِلْجَنَازَةِ

(۱۳۰۷) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے سالم نے، ان سے ان کے باپ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے، ان سے عامر بن ربیعہ نے اور ان سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ اور کھڑے رہو یہاں تک کہ جنازہ تم سے آگے نکل جائے۔ سفیان نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھے سالم نے اپنے باپ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے خبر دی۔ آپ نے فرمایا کہ ہمیں عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے خبر دی تھی۔ حمیدی نے یہ زیادتی کی ہے۔ ”یہاں تک کہ جنازہ آگے نکل جائے یا رکھ دیا جائے۔“

باب اگر کوئی جنازہ دیکھ کر کھڑا ہو جائے تو اسے کب بیٹھنا

چاہئے؟

(۱۳۰۸) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے نافع نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی جنازہ دیکھے تو اگر اس کے ساتھ نہیں چل رہا ہے تو کھڑا ہی ہو جائے تا آنکہ جنازہ آگے نکل جائے یا آگے جانے کی بجائے خود جنازہ

۱۳۰۷- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا حَتَّى تُخْلِفَكُمْ)) قَالَ سُفْيَانُ قَالَ الزُّهْرِيُّ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَامِرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ. زَادَ الْحُمَيْدِيُّ: ((حَتَّى تُخْلِفَكُمْ أَوْ تُوَضَّعَ)).

[طرفہ بی : ۱۳۰۸]۔

۴۷- بَابُ مَتَى يَقْعُدُ إِذَا قَامَ

لِلْجَنَازَةِ

۱۳۰۸- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ جَنَازَةً فَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَاشِيًا مَعَهَا فَلْيَقُمْ حَتَّى يُخْلِفَهَا أَوْ تُخْلَفَهُ أَوْ تُوَضَّعَ مِنْ قَبْلِ

أَن تَحْلِفَهُ)). [راجع: ۱۳۰۷]

رکھ دیا جائے۔

۴۸- بَابُ مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَلَا يَقْعُدُ حَتَّى تُوَضَّعَ عَنْ مَنَاكِبِ الرِّجَالِ فَإِنْ قَعَدَ أَمَرَ بِالْقِيَامِ

باب جو شخص جنازہ کے ساتھ ہو وہ اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک جنازہ لوگوں کے کاندھوں سے اتار کر زمین پر نہ رکھ دیا جائے اور اگر پہلے بیٹھ جائے تو اس سے کھڑا ہونے کے لئے کہا جائے۔

۱۳۰۹- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبَرِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: ((كُنَّا فِي جَنَازَةٍ فَأَخَذَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَدَ مَرْوَانَ فَجَلَسَا قَبْلَ أَنْ تُوَضَّعَ، فَجَاءَ أَبُو سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَأَخَذَ يَدَ مَرْوَانَ فَقَالَ: قُمْ، فَوَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمَ هَذَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَانَا عَنْ ذَلِكَ. فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ صَدَقَ)).

(۱۳۰۹) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، ان سے ابن ابی ذنب نے، ان سے سعید مقبری نے اور ان سے ان کے والد نے کہ ہم ایک جنازہ میں شریک تھے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مروان کا ہاتھ پکڑا اور یہ دونوں صاحب جنازہ رکھے جانے سے پہلے بیٹھ گئے۔ اتنے میں ابو سعید رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور مروان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اٹھو! خدا کی قسم! یہ (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) جانتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں اس سے منع فرمایا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ہے۔

[طرفہ بی: ۱۳۱۰]

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث یاد نہ رہی تھی۔ جب حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے یاد دلائی تو آپ کو یاد آئی اور آپ نے اس کی تصدیق کی۔ اکثر صحابہ اور تابعین اس کو مستحب جانتے ہیں اور شعبی اور نخعی نے کہا کہ جنازہ زمین پر رکھے جانے سے پہلے بیٹھ جانا مکروہ ہے اور بعضوں نے کھڑے رہنے کو فرض کہا ہے۔ نسائی نے ابو ہریرہ اور ابو سعید رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ہم نے آنحضرت ﷺ کو کسی جنازے میں بیٹھتے ہوئے نہیں دیکھا جب تک جنازہ زمین پر نہ رکھا جاتا۔

(۱۳۱۰) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشام دستوائی نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے، ان سے ابو سلمہ اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم لوگ جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ اور جو شخص جنازہ کے ساتھ چل رہا ہو وہ اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک جنازہ رکھ نہ دیا جائے۔

۱۳۱۰- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ - يَغْنِي ابْنُ إِبْرَاهِيمَ - قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا، فَمَنْ بَعَثَهَا فَلَا يَقْعُدُ حَتَّى تُوَضَّعَ)).

[راجع: ۱۳۰۹]

ترجمہ اس بارے میں بہت کچھ بحث و تحقیق کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مدظلہ فرماتے ہیں: والقول الراجح عندی هو ما ذهب اليه الجمهور من انه يستحب ان لا يجلس التابع والمشيع للجنازة حتى توضع بالارض وان النهي في قوله

فلا یقعد محمول علی التعزیه واللہ تعالیٰ اعلم

وبدل علی استحباب القیام الی ان توضع مارواه البیهقی (ص: ۲۷ / ج: ۳) من طریق ابی حازم قال مشیت مع ابی ہریرۃ و ابن الزبیر والحسن بن علی امام الجنائزۃ حتی انتھیا الی المقبرۃ فقاموا حتی وضعت لم جلسوا فقلت لبعضہم فقال ان القائم مثل الحامل یعنی فی الاجر (مرعاۃ جلد: ۲ / ص: ۳۷۱)

یعنی میرے نزدیک قول راجح وہی ہے جدھر جمہور گئے ہیں۔ اور وہ یہ کہ جنازہ کے ساتھ چلنے والوں اور اس کے رخصت کرنے والوں کے لئے مستحب ہے کہ وہ جب تک جنازہ زمین پر نہ رکھ دیا جائے نہ بیٹھیں اور حدیث میں نہ بیٹھنے کی نہی تخریجی ہے اور اس قیام کے استحباب پر بیہقی کی وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جسے انہوں نے ابو حازم کی سند سے روایت کیا ہے کہ ہم حضرت ابو ہریرہ اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر اور حسن بن علی رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک جنازہ کے ہمراہ گئے۔ پس یہ جملہ حضرات کھڑے ہی رہے جب تک وہ جنازہ زمین پر نہ رکھ دیا گیا۔ اس کے بعد وہ سب بھی بیٹھ گئے۔ میں نے ان میں سے بعض سے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ کھڑا رہنے والا بھی اسی کے مثل ہے جو خود جنازہ کو اٹھا رہا ہے یعنی ثواب میں یہ دونوں برابر ہیں۔

۴۹- بَابُ مَنْ قَامَ لِجَنَازَةِ يَهُودِيٍّ باب اس شخص کے بارے میں جو یہودی کا جنازہ دیکھ کر کھڑا ہو گیا

(۱۳۱۸) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ بن مقسم نے اور ان سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہ ہمارے سامنے سے ایک جنازہ گزرا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور ہم بھی کھڑے ہو گئے۔ پھر ہم نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ تو یہودی کا جنازہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ جب تم لوگ جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جایا کرو۔

۱۳۱۸- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَىٰ عَنْ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((مَرُّ بِنَا جَنَازَةً فَقَامَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ وَقُمْنَا، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهَا جَنَازَةٌ يَهُودِيٍّ، قَالَ: ((إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا)).

آنحضرت ﷺ کا یہودی کے جنازے کے لئے بھی کھڑے ہو جانا ظاہر کر رہا ہے کہ آپ کے قلب مبارک میں محض انسانیت کے رشتہ کی بنا پر ہر انسان سے کس قدر محبت تھی۔ یہودی کے جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہونے کی کئی وجوہ بیان کی گئی ہیں۔ آئندہ حدیث میں بھی کچھ ایسا ہی ذکر ہے۔ وہاں آنحضرت ﷺ نے خود اس سوال کا جواب فرمایا ہے۔ البتہ نفسا یعنی جان کے معاملہ میں مسلمان اور غیر مسلمان برابر ہیں۔ زندگی اور موت ہر دو پر وارد ہوتی ہیں۔ حضرت جابر کی روایت میں مزید تفصیل موجود ہے۔ موت جنازہ فقام لہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقمنا معہ فقلنا یا رسول اللہ انہا یہودیۃ فقال ان الموت فزع فاذا رایتم الجنائزۃ فقوموا مطلق علیہ یعنی ایک جنازہ گزرا جس پر آنحضرت ﷺ اور آپ کی اقتدا میں ہم سب کھڑے ہو گئے۔ بعد میں ہم نے کہا کہ حضور یہ ایک یہودیہ کا جنازہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ بھی ہو بے شک موت بہت ہی گھبراہٹ میں ڈالنے والی چیز ہے۔ موت کسی کی بھی ہو اُسے دیکھ کر گھبراہٹ ہونی چاہئے پس تم جب بھی کوئی جنازہ دیکھو کھڑے ہو جایا کرو۔

نفلی اور حاکم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انما قمنا للملئکۃ ہم فرشتوں کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اور احمد میں بھی حدیث ابو موسیٰ سے ایسی ہی روایت موجود ہے۔

پس خلاصۃ الکلام یہ کہ جنازہ کو دیکھ کر بلا امتیاز مذہب عبرت حاصل کرنے کے لئے، موت کو یاد کرنے کے لئے، فرشتوں کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جانا چاہئے۔ حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

(۱۳۱۲) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عمرو بن مرہ نے بیان کیا کہ میں نے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے سنا۔ انہوں نے کہا کہ سہل بن حنیف اور قیس بن سعد رضی اللہ عنہما قادیسیہ میں کسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں کچھ لوگ ادھر سے ایک جنازہ لے کر گزرے تو یہ دونوں بزرگ کھڑے ہو گئے۔ عرض کیا گیا کہ جنازہ تو ذمیوں کا ہے (جو کافر ہیں) اس پر انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے پاس سے اسی طرح سے ایک جنازہ گزرا تھا۔ آپ اس کے لئے کھڑے ہو گئے۔ پھر آپ سے کہا گیا کہ یہ تو یہودی کا جنازہ تھا۔ آپ نے فرمایا یہودی کی جان نہیں ہے؟

(۱۳۱۳) اور ابو حمزہ نے اعمش سے بیان کیا، ان سے عمرو نے، ان سے ابن ابی لیلیٰ نے کہ میں قیس اور سہل رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا۔ ان دونوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ اور زکریا نے کہا ان سے شیعی نے اور ان سے ابن ابی لیلیٰ نے کہ ابو مسعود اور قیس رضی اللہ عنہما جنازہ کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔

باب اس بارے میں کہ عورتیں نہیں بلکہ مرد ہی

جنازے کو اٹھائیں

(۱۳۱۴) ہم سے عبدالعزیز نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعید مقبری نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ کیسان نے کہ انہوں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میت چارپائی پر رکھی جاتی ہے اور مرد اسے کاندھوں پر اٹھاتے ہیں تو اگر وہ نیک ہو تو کہتا ہے کہ مجھے آگے لے چلو۔ لیکن اگر نیک نہیں ہو تا تو کہتا ہے ہائے بربادی! مجھے کہاں لئے جا رہے ہو۔ اس آواز کو انسان کے سوا تمام مخلوق خدا سنتی ہے۔ اگر انسان کہیں سن پائے تو بے ہوش

۱۳۱۲- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ: ((كَانَ سَهْلُ بْنُ حَنِيفٍ وَقَيْسُ بْنُ سَعْدٍ قَاعِدَيْنِ بِالْقَادِسِيَّةِ، فَمَرُّوا عَلَيْهِمَا بِجَنَازَةٍ فَقَامَا، فَقِيلَ لَهُمَا: إِنَّهَا مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ - أَيْ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ - فَقَالَا: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّتْ بِهِ جَنَازَةٌ فَقَامَ، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّهَا جَنَازَةٌ يَهُودِيَّةٍ، فَقَالَ: ((أَلَيْسَتْ نَفْسًا؟)).

۱۳۱۳- وَقَالَ أَبُو حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ: ((كُنْتُ مَعَ قَيْسٍ وَسَهْلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَقَالَا: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ)). وَقَالَ زَكَرِيَاءُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى: كَانَ أَبُو مَسْعُودٍ وَقَيْسٌ يَقُومَانِ لِلْجَنَازَةِ.

۵۰- بَابُ حَمْلِ الرِّجَالِ الْجَنَازَةَ

دُونِ النِّسَاءِ

۱۳۱۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبَرِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا وَضِعَتِ الْجَنَازَةُ وَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلَى أَغْصَانِهِمْ فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ: قَدُمُونِي. وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ: يَا وَيْلَهَا، أَيْنَ يَذْهَبُونَ بِهَا؟ يَسْمَعُ صَوْتَهَا

ہو جائے۔

كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانَ، وَلَوْ سَمِعَهُ
لَصَعِقَ)). [طرفہ فی: ۱۳۱۶، ۱۳۸۰].

۵۱- بَابُ السَّرْعَةِ بِالْجَنَازَةِ

وَقَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنْتُمْ مُشْيَعُونَ.
فَأَمْسُوا بَيْنَ يَدَيْهَا وَخَلْفَهَا وَعَنْ يَمِينِهَا
وَعَنْ شِمَالِهَا. وَقَالَ غَيْرُهُ: قَرَّبْنَا مِنْهَا.

باب جنازے کو جلد لے چلنا

اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم جنازے کو پہنچا دینے والے ہو تم اس کے
سامنے بھی چل سکتے ہو پیچھے بھی، دائیں بھی اور بائیں بھی، سب
طرف چل سکتے ہو اور انس رضی اللہ عنہ کے سوا اور لوگوں نے کہا جنازے
کے قریب چلنا چاہئے۔

۱۳۱۵- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ
حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَفَظَنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ
عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:
«أَسْرِعُوا بِالْجَنَازَةِ، فَإِنْ تَكَ صَلَاحَةً
فَخَيْرُ تَقْدُمُونَهَا، وَإِنْ تَكَ سَوَى ذَلِكَ
فَأَسْرِعُوا عَنْ رِقَابِكُمْ».

(۱۳۱۵) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے
سفیان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم نے زہری سے سن کر یہ
حدیث یاد کی، انہوں نے سعید بن مسیب سے اور انہوں نے ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنازہ
لے کر جلد چلا کرو کیونکہ اگر وہ نیک ہے تو تم اس کو بھلائی کی طرف
نزدیک کر رہے ہو اور اگر اس کے سوا ہے تو ایک شر ہے جسے تم اپنی
گردنوں سے اتارتے ہو۔

۵۲- بَابُ قَوْلِ الْمَيِّتِ وَهُوَ عَلَى

الْجَنَازَةِ: قَدَّمُونِي

باب نیک میت چارپائی پر کتا ہے کہ مجھے آگے بڑھائے چلو
(جلد و فتاویٰ)

۱۳۱۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ قَالَ
حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ أَبِيهِ
أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ: «إِذَا
وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرَّجُلُ عَلَى
أَعْنَاقِهِمْ. فَإِنْ كَانَتْ صَلَاحَةً قَالَتْ:
قَدَّمُونِي. وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَلَاحَةٍ قَالَتْ:
لَا تَهْلِكُنَا يَا وَلَدُهَا، أَيْنَ يَذْهَبُونَ بِهَا؟ يَسْمَعُ
صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانَ، وَلَوْ سَمِعَ
الْإِنْسَانُ لَصَعِقَ»)). [راجع: ۱۳۱۴]

(۱۳۱۶) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تیمیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا
کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعید مقبری
نے بیان کیا۔ ان سے ان کے والد (کیسان) نے اور انہوں نے ابو سعید
خدری رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
فرمایا کرتے تھے کہ جب میت چارپائی پر رکھی جاتی ہے اور لوگ
اسے کاندھوں پر اٹھاتے ہیں اس وقت اگر وہ مرنے والا نیک ہوتا ہے
تو کتا ہے کہ مجھے جلد آگے بڑھائے چلو۔ لیکن اگر نیک نہیں ہوتا تو
کتا ہے کہ ہائے بربادی! مجھے کہاں لئے جا رہے ہو۔ اس کی یہ آواز
انسان کے سوا ہر مخلوق خدا سنتی ہے۔ کیسے اگر انسان سن پائے تو بے
ہوش ہو جائے۔

باب امام کے پیچھے جنازہ کی نماز کے لئے دو یا تین صفیں کرنا

(۱۳۱۷) ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو عوانہ وضاہشکری نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے بیان کیا، ان سے عطاء نے اور ان سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی نماز جنازہ پڑھی تو میں دوسری یا تیسری صف میں تھا۔

۵۳- بَابُ مَنْ صَفَّ صَفَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ عَلَى الْجَنَازَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ

۱۳۱۷- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ أَبِي عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى عَلَى النَّجَاشِيِّ، فَكُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِي أَوْ الثَّلَاثِ)).

[أطرافه في: ۱۳۲۰، ۱۳۳۴، ۳۸۷۷،

۳۸۷۹، ۳۸۷۸].

بہر حال دو صف ہوں یا تین صف ہر طرح جائز ہے۔ مگر تین صفیں بنانا بہتر ہے۔

باب جنازہ کی نماز میں صفیں باندھنا

(۱۳۱۸) ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے معمر نے، ان سے زہری نے، ان سے سعید نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو نجاشی کی وفات کی خبر سنائی، پھر آپ آگے بڑھ گئے اور لوگوں نے آپ کے پیچھے صفیں بنا لیں، پھر آپ نے چار مرتبہ تکبیر کیں۔

(۱۳۱۹) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شیبانی نے، ان سے شعبی نے بیان کیا کہ مجھے نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی نے خبر دی کہ آنحضور ﷺ ایک قبر پر آئے جو اور قبروں سے الگ تھلگ تھی۔ صحابہ نے صف بندی کی اور آپ نے چار تکبیریں کیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ حدیث آپ سے کس نے بیان کی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

(۱۳۲۰) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ہشام بن یوسف نے خبر دی کہ انہیں ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے عطاء بن ابی رباح نے خبر دی، انہوں نے جابر بن عبد اللہ

۵۴- بَابُ الصُّفُوفِ عَلَى الْجَنَازَةِ

۱۳۱۸- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((نَمَى النَّبِيُّ ﷺ إِلَى أَصْحَابِهِ النَّجَاشِيِّ، ثُمَّ تَقَدَّمَ فَصَفُّوا خَلْفَهُ، فَكَبَّرَ أَرْبَعًا)). [راجع: ۱۲۴۵]

۱۳۱۹- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ عَنْ الشَّعْبِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْ شَهِدَ النَّبِيَّ ﷺ أَتَى عَلَى قَبْرِ مَبُودٍ فَصَفَّهُمْ وَكَبَّرَ أَرْبَعًا. قُلْتُ مَنْ حَدَّثَكَ؟ قَالَ: ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا)). [راجع: ۸۵۷]

۱۳۲۰- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُسُفَ أَنْ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آج حبش کے ایک مرد صالح (نجاشی حبش کے بادشاہ) کا انتقال ہو گیا ہے۔ آؤ ان کی نماز جنازہ پڑھو۔ جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر ہم نے صف بندی کر لی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ہم صف باندھے کھڑے تھے۔ ابو الزبیر نے جابر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے نقل کیا کہ میں دوسری صف میں تھا۔

بَنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((قَدْ تُوَفِّيَ الْيَوْمَ رَجُلٌ صَالِحٌ مِنَ الْحَبَشِ، فَهَلُمُّ فَصَلُّوا عَلَيْهِ)). قَالَ: فَصَفَفْنَا، فَصَلَّى النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْهِ وَنَحْنُ صُفُوفٌ. قَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ: كُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِي. [راجع: ۱۳۱۷]

ان سب حدیثوں سے میت غائب پر نماز جنازہ غائبانہ پڑھنا ثابت ہوا۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ اور اکثر سلف کا یہی قول ہے۔ علامہ ابن حزم کہتے ہیں کہ کسی بھی صحابی سے اس کی ممانعت ثابت نہیں اور قیاس بھی اسی کو مقتضی ہے کہ جنازے کی نماز میں دعا کرنا ہے اور دعا کرنے میں یہ ضروری نہیں کہ جس کے لئے دعا کی جائے وہ ضرور حاضر بھی ہو۔

نبی کریم ﷺ نے شاہ حبش نجاشی کا جنازہ غائبانہ ادا فرمایا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ نماز جنازہ غائبانہ درست ہے مگر اس بارے میں علمائے احناف نے بہت کچھ تاویلات سے کام کیا ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کے لئے زمین کا پردہ ہٹا کر اللہ نے نجاشی کا جنازہ ظاہر کر دیا تھا۔ کچھ کہتے ہیں کہ یہ خصوصیات نبوی سے ہے۔ کچھ نے کہا کہ یہ خاص نجاشی کے لئے تھا۔ بہر حال یہ تاویلات دور از کار ہیں۔ نبی کریم ﷺ سے نجاشی کے لئے پھر معاویہ بن معاویہ مرنے کے لئے، نماز جنازہ غائبانہ ثابت ہے۔ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب شیخ الحدیث مبارکپوری مدظلہ العالی فرماتے ہیں:

واجب عن ذلك بان الاصل عدم الخصوصية ولو فتح باب هذا الخصوص لانسد كثير من احكام الشرع قال الخطابي زعم ان النبي صلى الله عليه وسلم كان مخصوصا بهذا الفعل فاسد لان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا فعل شيئا من افعال الشريعة كان علينا اتباعه والابتسابه والتخصيص لا يعلم الا بدليل وما بين ذلك انه صلى الله عليه وسلم خرج بالناس الى الصلوة فصف بهم وصلوا معه فعلم ان هذا التاويل فاسد وقال ابن قدامة نفى بالنبي صلى الله عليه وسلم ما يثبت ما يقتضى اختصاصه (مرعاہ)

یعنی نجاشی کے لئے آنحضرت ﷺ کی نماز جنازہ غائبانہ کو مخصوص کرنے کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اصل میں عدم خصوصیت ہے اور اگر خواہ مخواہ ایسے مخصوص کا دروازہ کھولا جائے گا تو بہت سے احکام شریعت یہی کہہ کر مسدود کر دیئے جائیں گے کہ یہ خصوصیات نبوی میں سے ہیں۔ امام خطابی نے کہا کہ یہ گمان کہ نماز جنازہ غائبانہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ مخصوص تھی بالکل فاسد ہے۔ اس لئے کہ جب رسول کریم ﷺ کوئی کام کریں تو اس کا اتباع ہم پر واجب ہے۔ تخصیص کے لئے کوئی کلی دلیل ہونی ضروری ہے۔ یہاں تو صاف بیان کیا گیا ہے کہ رسول کریم ﷺ لوگوں کو ہمراہ لے کر نجاشی کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے نکلے۔ صف بندی ہوئی اور آپ نے نماز پڑھائی۔ ظاہر ہوا کہ یہ تاویل فاسد ہے۔ ابن قدامہ نے کہا کہ جب تک کسی امر میں آنحضرت ﷺ کی خصوصیت صحیح دلیل سے ثابت نہ ہو ہم اس میں آنحضرت ﷺ کی اقتدا کریں گے۔

کچھ روایات جن سے کچھ اختصاص پر روشنی پڑ سکتی ہے مروی ہیں مگر وہ سب ضعیف اور ناقض استناد ہیں۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ ان پر توجہ نہیں دی جاسکتی۔ اور واقدی کی یہ روایت کہ آنحضرت ﷺ کے لئے نجاشی کے جنازہ اور زمین کا درمیانی پردہ ہٹا دیا گیا تھا بغیر سند کے ہے جو ہرگز استدلال کے قائل نہیں ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح سفر السعادت میں ایسا ہی لکھا ہے۔

۵۵- بَابُ صُفُوفِ الصَّيِّتَانِ مَعَ بَابِ جَنَازَةِ النَّبِيِّ ﷺ فِي مَنَازِلِهِ

باب جنازے کی نماز میں بچے بھی مردوں کے برابر

الرُّجَالُ عَلَى الْجَنَائِزِ

۱۳۲۱- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَامِرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَرَّ بِقَبْرِ قَدْ ذُفِنَ لَيْلًا فَقَالَ: ((مَتَى ذُفِنَ هَذَا؟)) قَالُوا: الْبَارِحَةَ. قَالَ: ((أَفَلَا آذَنْتُمُونِي؟)) قَالُوا: ذَفَنَاهُ فِي ظُلْمَةِ اللَّيْلِ فَكَرِهْنَا أَنْ نُوقِظَكَ. فَقَامَ فَصَفَّقْنَا خَلْفَهُ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَأَنَا فِيهِمْ، فَصَلَّى عَلَيْهِ)).

کھڑے ہوں

(۱۳۲۱) ہم سے موسیٰ ابن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الواحد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شیبانی نے بیان کیا، ان سے عامر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ کا گزر ایک قبر پر ہوا۔ میت کو ابھی رات ہی دفنایا گیا تھا۔ آنحضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ دفن کب کیا گیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ گذشتہ رات۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے کیوں نہیں اطلاع کرائی؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اندھیری رات میں دفن کیا گیا، اس لئے ہم نے آپ کو جگانا مناسب نہ سمجھا۔ پھر آپ کھڑے ہو گئے اور ہم نے آپ کے پیچھے صفیں بنالیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں بھی انہیں میں تھا (تابع تھالکین) نماز جنازہ میں شرکت کی۔

باب جنازے پر نماز کا

مشروع ہونا

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جنازے پر نماز پڑھے اور آپ نے صحابہ سے فرمایا تم اپنے ساتھی پر نماز جنازہ پڑھ لو۔ اور آپ نے فرمایا کہ نجاشی پر نماز پڑھو۔ اس کو نماز کہا اس میں نہ رکوع ہے نہ سجدہ اور نہ اس میں بات کی جاسکتی ہے اور اس میں تکبیر ہے اور سلام ہے۔ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جنازے کی نماز نہ پڑھتے اور جنازے کی نماز میں رفع یدین کرتے اور امام حسن بصریؒ نے کہا کہ میں نے بہت سے صحابہ اور تابعین کو پایا وہ جنازے کی نماز میں امامت کا زیادہ حقدار اسی کو جانتے جس کو فرض نماز میں امامت کا زیادہ حقدار سمجھتے اور جب عید کے دن یا جنازے پر وضو نہ ہو تو پانی ڈھونڈھے، تیمم نہ کرے اور جب جنازے پر اس وقت پہنچے کہ لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو اللہ اکبر کہہ کر شریک ہو جائے۔ اور سعید بن مسیبؒ نے کہا رات ہو یا دن، سفر ہو یا حضر جنازے میں چار تکبیریں

۵۶- بَابُ سُنَّةِ الصَّلَاةِ عَلَى

الْجَنَائِزِ

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ صَلَّى عَلَى الْجَنَازَةِ)) وَقَالَ: ((صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ)) وَقَالَ: ((صَلُّوا عَلَى النَّجَاشِيِّ)) سَمَّاَهَا صَلَاةً لَيْسَ فِيهَا رُكُوعٌ وَلَا سُجُودٌ، وَلَا يَتَكَلَّمُ فِيهَا، وَفِيهَا تَكْبِيرٌ وَتَسْلِيمٌ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُصَلِّي إِلَّا طَاهِرًا، وَلَا يُصَلِّي عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبِهَا، وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ. وَقَالَ الْحَسَنُ: أَذْرَكْتُ النَّاسَ وَأَحَقَّهُمْ عَلَى جَنَائِزِهِمْ مَنْ رَضَوْهُمْ لِقَرَأَتِهِمْ. وَإِذَا أَخَذْتَ يَوْمَ الْعَيْدِ أَوْ عِنْدَ الْجَنَازَةِ يَطْلُبُ الْمَاءَ وَلَا يَتِمُّهُمْ، وَإِذَا انْتَهَى إِلَى الْجَنَازَةِ وَهُمْ يُصَلُّونَ يَدْخُلُ مَعَهُمْ بِتَكْبِيرَةٍ. وَقَالَ ابْنُ

کے۔ اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا پہلی تکبیر جنازے کی نماز شروع کرنے کی ہے اور اللہ جل جلالہ نے (سورہ توبہ میں) فرمایا ان منافقوں میں جب کوئی مرجائے تو ان پر کبھی نماز نہ پڑھو۔ اور اس میں صفیں ہیں اور امام ہوتا ہے۔

الْمُسْتَبِ: يُكَبِّرُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالسَّفَرِ وَالْحَضَرِ أَرْبَعًا. وَقَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: تَكْبِيرَةُ الْوَاحِدَةِ اسْتِفْتَاخُ الصَّلَاةِ. وَقَالَ: وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا. وَفِيهِ صُفُوفٌ وَإِمَامٌ. [راجع:

[۸۵۷]

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو نماز جنازہ کو صرف دعا کی حد تک مانتے ہیں اور اسے بے وضو پڑھنا بھی جائز کہتے ہیں۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی خداداد بصیرت کی بنا پر ایسے ہی لوگوں کا یہاں رد فرمایا ہے اور بتلایا ہے کہ جنازہ کی نماز نماز ہے اسے محض دعا کہنا غلط ہے۔ قرآن مجید میں، فرامین دربار رسالت میں، اقوال صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین میں اسے لفظ نماز ہی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کے لئے با وضو ہونا شرط ہے۔

قطلائی کہتے ہیں کہ امام مالک اور اوزاعی اور احمد اور اسحاق کے نزدیک اوقات مکروہہ میں نماز جنازہ جائز نہیں۔ لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک جنازہ کی نماز اوقات مکروہہ میں بھی جائز ہے۔

اس نماز میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔ اس روایت کو حضرت امام بخاریؒ نے کتاب رفع الیدین میں نکالا ہے۔ اس میں اور نمازوں کی طرح تکبیر تحریمہ بھی ہوتی ہے اور اس کے علاوہ چار تکبیروں سے یہ نماز مسنون ہے۔ اس کی امامت کے لئے بھی وہی فحش زیادہ حقدار ہے جو بخیرۃ نماز پڑھانے کے لائق ہے۔ الغرض نماز جنازہ نماز ہے۔ یہ محض دعا نہیں ہے جو لوگ ایسا کہتے ہیں ان کا قول صحیح نہیں۔

تکبیرات جنازہ میں ہر تکبیر پر رفع الیدین کرنا اس بارے میں امام شافعیؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت کیا ہے کہ وہ تکبیرات جنازہ میں اپنے ہاتھ اٹھایا کرتے تھے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں: واختلفوا فی رفع الیدی فی هذه التکبیرات مذهب الشافعی الرفع فی جمیعہا وحکاء ابن المنذر عن ابن عمر و عمر بن عبدالعزیز و عطاء و سالم بن عبداللہ و قیس ابن ابی حازم و الزہری و الاوزاعی و احمد و اسحاق و اختارہ ابن المنذر و قال الثوری و ابو حنیفہ و اصحاب الراى لا یرفع الا فی التکبیر الاولى (مسلم مع نووی مطبوعہ کراچی، جلد ۱: ۱) یعنی تکبیرات جنازہ میں ہر تکبیر پر رفع الیدین کرنے میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ ہر تکبیر پر رفع الیدین کیا جائے۔ اس کو عبداللہ بن عمر اور عمر بن عبدالعزیز اور عطاء اور سالم بن عبداللہ اور قیس ابن ابی حازم اور زہری اور اوزاعی اور احمد اور اسحاق سے نقل کیا ہے اور ابن منذر کے نزدیک مختار مذہب یہی ہے اور امام ثوری اور امام ابو حنیفہ اور اصحاب الرائے کا قول یہ ہے کہ صرف تکبیر اولیٰ میں ہاتھ اٹھائے جائیں ہر تکبیر پر رفع الیدین کے متعلق کوئی صحیح مرفوع حدیث موجود نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۱۳۲۲) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے، ان سے شیبانی نے اور ان سے شعبی نے بیان کیا کہ مجھے اس صحابی نے خبر دی تھی جو نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک الگ تھلگ قبر پر

۱۳۲۲- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْ مَرَّ مَعَ نَبِيِّكُمْ ﷺ عَلَى

سے گزرا۔ وہ کہتا تھا کہ آپؐ نے ہماری امامت کی اور ہم نے آپ کے پیچھے صفیں بنالیں۔ ہم نے پوچھا کہ ابو عمرو (یہ شعبی کی کنیت ہے) یہ آپ سے بیان کرنے والے کون صحابی ہیں؟ فرمایا کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

قَبْرِ مَنْبُذٍ فَأَمَّا فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ. فَقُلْنَا: يَا أَبَا عَمْرٍو مَنْ حَدَّثَكَ؟ قَالَ: ابْنُ عَبَّاسٍ (رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا)).

اس باب کا مقصد یہ بتانا ہے کہ نماز جنازہ بھی نماز ہے اور تمام نمازوں کی طرح اس میں وہی چیزیں ضروری ہیں جو نمازوں کے لئے ہونی چاہئیں۔ اس مقصد کے لئے حدیث اور اقوال صحابہ و تابعین کے بہت سے کلمے ایسے بیان کئے ہیں جن میں نماز جنازہ کے لئے ”نماز“ کا لفظ ثابت ہوا اور حدیث وارودہ میں بھی اس پر نماز ہی کا لفظ بولا گیا جبکہ آنحضرت ﷺ امام ہوئے اور آپ کے پیچھے صحابہ نے صف باندھی۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر کوئی مسلمان جس پر نماز جنازہ پڑھنی ضروری تھی اور اس کو بغیر نماز پڑھائے دفن کر دیا گیا تو اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے۔

باب جنازہ کے ساتھ جانے کی فضیلت

اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز پڑھ کر تم نے اپنا حق ادا کر دیا۔ حمید بن ہلال (تابعی) نے فرمایا کہ ہم نماز پڑھ کر اجازت لینا ضروری نہیں سمجھتے۔ جو شخص بھی نماز جنازہ پڑھے اور پھر واپس آئے تو اسے ایک قیراط کا ثواب ملتا ہے۔

۵۷- بَابُ فَضْلِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: إِذَا صَلَّيْتَ قَضَيْتَ الَّذِي عَلَيْكَ وَقَالَ حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ: مَا عَلِمْنَا عَلَى الْجَنَازَةِ إِذْنَا، وَلَكِنْ مَنْ صَلَّى ثُمَّ رَجَعَ فَلَهُ قِيرَاطٌ.

[راجع: ۸۵۷]

حافظ نے کہا کہ یہ اثر مجھ کو موصولاً نہیں ملا۔ اور امام بخاری کی غرض ان لوگوں کا رہے جو کہتے ہیں کہ اگر کوئی صرف نماز جنازہ پڑھ کر گھر کو لوٹ جانا چاہے تو جنازے کے وارثوں سے اجازت لے کر جانا چاہیے۔ اور اس بارے میں ایک مرفوع حدیث وارد ہے جو ضعیف ہے۔ (وحیدی)

(۱۳۲۳) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، ان سے جریر بن حازم نے بیان کیا، کہا کہ میں نے نافع سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جو دفن تک جنازہ کے ساتھ رہے اسے ایک قیراط کا ثواب ملے گا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ابو ہریرہ احادیث بہت زیادہ بیان کرتے ہیں۔

۱۳۲۳- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ نَافِعًا يَقُولُ: حَدَّثَ ابْنُ عُمَرَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ يَقُولُ: ((مَنْ بَعَجَ جَنَازَةً فَلَهُ قِيرَاطٌ، فَقَالَ: أَكْثَرُ أَبُو هُرَيْرَةَ عَلَيْنَا)).

[راجع: ۴۷]

(۱۳۲۴) پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حضرت عائشہؓ نے بھی تصدیق کی اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد خود سنا ہے۔ اس پر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ پھر تو ہم نے بہت سے قیراطوں کا نقصان اٹھایا۔ (سورہ زمر میں جو لفظ فرطت آیا ہے اس کے یہی معنی ہیں میں نے

۱۳۲۴- فَصَدَّقَتْ - يَعْنِي عَائِشَةُ - أَبَا هُرَيْرَةَ وَقَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُهُ. فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: لَقَدْ فَرَطْنَا فِي قِرَارِنَا كَثِيرَةً).

ضائع کیا۔

فَرَطْتُ: ضَيَعْتُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ.

تشیع حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی عادت ہے کہ قرآن کی آیتوں میں جو لفظ وارد ہوئے ہیں اگر حدیث میں کوئی وہی لفظ آ جاتا ہے تو آپ اس کے ساتھ ساتھ قرآن کے لفظ کی بھی تفسیر کر دیتے ہیں۔ یہاں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے کلام میں فرطت کا لفظ آیا اور قرآن میں بھی ﴿فَرَطْتُ فِي حَنْبِ اللَّهِ﴾ (الرمر: ۵۶) آیا ہے تو اس کی بھی تفسیر کر دی یعنی میں نے اللہ کا حکم کچھ ضائع کیا۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نسبت کہا، انہوں نے بہت حدیثیں بیان کیں۔ اس سے یہ مطلب نہیں تھا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جھوٹے ہیں۔ بلکہ ان کو یہ شبہ رہا کہ شاید ابو ہریرہ بھول گئے ہوں یا حدیث کا مطلب اور کچھ ہو وہ نہ سمجھے ہوں۔ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی ان کی شہادت دی تو ان کو پورا یقین آیا اور انہوں نے افسوس سے کہا کہ ہمارے بہت سے قیراط اب تک ضائع ہوئے۔ حضرت امام کا مقصد باب اس شخص کی فضیلت بیان کرنا ہے جو جنازے کے ساتھ جائے، اسے ایک قیراط کا ثواب ملے گا۔ قیراط ایک بڑا وزن مثل احد پہاڑ کے مراد ہے اور جو شخص دفن ہونے تک ساتھ رہے اسے دو قیراط برابر ثواب ملے گا۔

باب جو شخص دفن ہونے تک ٹھہرا رہے

(۱۳۲۵) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابن ابی ذب کے سامنے یہ حدیث پڑھی، ان سے ابو سعید مقبری نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا تھا۔ (دوسری سند) ہم سے احمد بن شیب نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا، ان سے یونس نے بیان کیا کہ ابن شہاب نے کہا کہ (مجھ سے فلاں نے یہ بھی حدیث بیان کی)

اور مجھ سے عبد الرحمن اعرج نے بھی کہا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جنازہ میں شرکت کی پھر نماز جنازہ پڑھی تو اسے ایک قیراط کا ثواب ملتا ہے اور جو دفن تک ساتھ رہا تو اسے دو قیراط کا ثواب ملتا ہے۔ پوچھا گیا کہ دو قیراط کتنے ہوں گے؟ فرمایا کہ دو عظیم پہاڑوں کے برابر۔

یعنی دنیا کا قیراط مت سمجھو جو درہم کا بار ہواں حصہ ہوتا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آخرت کے قیراط احد پہاڑ کے برابر ہیں۔

باب بڑوں کے ساتھ بچوں کا بھی نماز جنازہ میں

شریک ہونا

۵۸- بَابُ مَنْ اَنْتَظَرَ حَتَّى تُدْفَنَ

۱۳۲۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى ابْنِ أَبِي ذَنْبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمُقْبِرِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ. وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ شَيْبٍ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ ح. [راجع: ۴۷]

وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتَّى يُصَلِّيَ فَلَهُ قِيْرَاطٌ، وَمَنْ شَهِدَهَا حَتَّى تُدْفَنَ كَانَ لَهُ قِيْرَاطَانِ)). قِيلَ: وَمَا الْقِيْرَاطَانِ؟ قَالَ: مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيمَيْنِ.

۵۹- بَابُ صَلَاةِ الصَّبِيَّانِ مَعَ النَّاسِ

عَلَى الْجَنَائِزِ

(۱۳۲۶) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ بن ابی بکیر نے، انہوں نے کہا ہم سے زائد نے بیان کیا، انہوں نے ان سے ابو اسحاق شیبانی نے، ان سے عامر نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر پر تشریف لائے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ اس میت کو گزشتہ رات میں دفن کیا گیا ہے۔ (صاحب قبر مرد تھا یا عورت تھی) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ پھر ہم نے آپ کے پیچھے صف بندی کی اور آپ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔ کیونکہ ابن عباس اس واقعہ کے وقت بچے ہی تھے۔ مگر آپ کے ساتھ برابر صف میں شریک ہوئے۔

باب نماز جنازہ عید گاہ میں اور مسجد میں (ہر دو جگہ جائز ہے)

(۱۳۲۷) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے سعید بن مسیب اور ابو سلمہ نے بیان کیا اور ان دونوں حضرات سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ کے نجاشی کی وفات کی خبر دی، اسی دن جس دن ان کا انتقال ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کے لئے خدا سے مغفرت چاہو۔

(۱۳۲۸) اور ابن شہاب سے یوں بھی روایت ہے انہوں نے کہا کہ مجھ سے سعید بن مسیب نے بیان کیا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید گاہ میں صف بندی کرائی پھر (نماز جنازہ کی) چار تکبیریں کیں۔

۱۳۲۶ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَامِرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((أَتَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَبْرًا فَقَالُوا: هَذَا ذُوْنُ - أَوْ ذُوْنَتِ الْبَارِحَةِ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: فَصَفَّفْنَا خَلْفَهُ، ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهَا)). [راجع: ۸۵۷]

۶۰ - بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَائِزِ بِالْمُصَلِّيِّ وَالْمَسْجِدِ

۱۳۲۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ أَنََّّهُمَا خَذَاهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((نَعَى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ النَّجَاشِيَّ صَاحِبَ الْحَبَشَةِ يَوْمَ الَّذِي مَاتَ فِيهِ فَقَالَ: ((اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ)).

[راجع: ۱۲۴۵]

۱۳۲۸ - وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفَّفَ بِهِمْ بِالْمُصَلِّيِّ، فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا)).

[راجع: ۱۲۴۵]

امام نووی فرماتے ہیں قال ابن عبد البر واتفق الاجماع بعد ذلك على اربع واجمع الفقهاء واهل الفتوى بالامصار على اربع على ما جاء في احاديث الصحاح وما سوى ذلك عندهم شذوذ لا يلتفت اليه (نووی) یعنی ابن عبد البر نے کہا کہ تمام فقہاء

اور اہل فتویٰ کا چار تکبیروں پر اجماع ہو چکا ہے جیسا کہ احادیث صحاح میں آیا ہے اور جو اس کے خلاف ہے وہ نوادر میں داخل ہے جس کی طرف التفات نہیں کیا جاسکتا۔

شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ مبارکپوری مدظلہ فرماتے ہیں۔ والراجح عندی انه لا یبغی ان یزاد علی اربع لان فیہ خروجاً من الخلاف ولان ذلک هو الغالب من فعله لکن الامام اذا کبر خمساً تابعه المأموم لان ثبوت الخمس لامردله من حیث الروایة العمل الخ (مرعاة ج: ۲ ص: ۳۷۷)

یعنی میرے نزدیک رائج یہی ہے کہ چار تکبیروں سے زیادہ نہ ہوں۔ اختلاف سے بچنے کا یہی راستہ ہے نبی کریم ﷺ کے فعل سے اکثری ثابت ہے۔ لیکن اگر امام پانچ تکبیریں کہے تو مقتدیوں کو اس کی پیروی کرنی چاہئے۔ اس لئے کہ روایت اور عمل کے لحاظ سے پانچ کا بھی ثبوت موجود ہے جس سے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔

۱۳۲۹- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ الْيَهُودَ جَاءُوا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِرَجُلٍ مِنْهُمْ وَامْرَأَةٍ زَيْنَا، فَأَمَرَ بِهِمَا فَرُجِمَا قَرِيبًا مِنْ مَوْضِعِ الْجَنَائِزِ عِنْدَ الْمَسْجِدِ)).

۱۳۲۹) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، ان سے ابو ضمیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ یہود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اپنے ہم مذہب ایک مرد اور عورت کا جنہوں نے زنا کیا تھا، مقدمہ لے کر آئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مسجد کے نزدیک نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ کے پاس انہیں سنگسار کر دیا گیا۔

[أطرافه فی : ۳۶۳۵ ، ۴۵۵۶ ، ۶۸۱۹ ،

۶۸۴۱ ، ۷۳۳۲ ، ۷۵۴۳]۔

جنازہ کی نماز مسجد میں بلا کراہت جائز و درست ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث سے ظاہر ہے: عن عائشة انها قالت لما توفي سعد بن ابی وقاص اذخلوا به المسجد حتی اصلى عليه فانكروا ذلك عليها فقالت والله لقد صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم على ابن بيضاء فى المسجد سهيل واخيه رواه مسلم وفى رواية ما صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم على سهيل بن البيضاء الا فى جوف المسجد رواه لجماعة الا البخارى

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سعد بن ابی وقاص کے جنازہ پر انہوں نے فرمایا کہ اسے مسجد میں داخل کرو یہاں تک کہ میں بھی اس پر نماز جنازہ ادا کروں۔ لوگوں نے اس پر کچھ انکار کیا تو آپ نے فرمایا کہ قسم اللہ کی رسول اللہ ﷺ نے بیضاء کے دونوں بیٹوں سہیل اور اس کے بھائی پر نماز جنازہ مسجد ہی میں ادا کی تھی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ سہیل بن بیضاء کی نماز جنازہ آنحضرت ﷺ نے مسجد کے پچوں بیچ ادا فرمائی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ مسجد میں پڑھی جاسکتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہر دو کا جنازہ مسجد ہی میں ادا کیا گیا تھا۔

علامہ شوکانی فرماتے ہیں والحديث يدل على جواز ادخال الميت فى المسجد والصلاة عليه فيه وبه قال الشافعى واحمد واسحاق والجمهور يعنى یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ میت کو مسجد میں داخل کرنا اور وہاں اس کا جنازہ پڑھنا درست ہے۔ امام شافعی اور احمد اور

اسحاق اور جہور کا بھی یہی قول ہے۔ جو لوگ میت کے نپاک ہونے کا خیال رکھتے ہیں ان کے نزدیک مسجد میں نہ میت کا لانا درست نہ وہاں نماز جنازہ جائز۔ مگر یہ خیال بالکل غلط ہے، مسلمان مردہ اور زندہ نجس نہیں ہوا کرتا۔ جیسا کہ حدیث میں صاف موجود ہے۔ ان المومن لا ینجس حیوا ولا میتا بے شک مومن مردہ اور زندہ نجس نہیں ہوتا۔ یعنی نجاست حقیقی سے وہ دور ہوتا ہے۔ بنو بیضاء تین بھائی تھے۔ سل و سہیل اور صفوان ان کی والدہ کو بطور وصف بیضاء کہا گیا۔ اس کا نام دعد تھا اور ان کے والد کا نام وہب بن ربیعہ قریشی فہری ہے۔

اس بحث کے آخر میں حضرت مولانا شیخ الحدیث عبید اللہ صاحب مبارک پوری فرماتے ہیں۔ والحق انه يجوز الصلوة علی الجنائز فی المسجد من غیر کراهة والافضل الصلوة علیها خارج المسجد لان اکثر صلواته صلی اللہ علیہ وسلم علی الجنائز کان فی المصلی الخ (مرعاة) یعنی حق یہی ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ بلا کراہت درست ہے اور افضل یہ ہے کہ مسجد سے باہر پڑھی جائے کیونکہ اکثر نبی کریم ﷺ نے اس کو عید گاہ میں پڑھا ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اسلامی عدالت میں اگر کوئی غیر مسلم کا کوئی مقدمہ دائر ہو تو فیصلہ بہر حال اسلامی قانون کے تحت کیا جائے گا۔ آپ نے ان یہودی زانیوں کے لئے سنگساری کا حکم اس لئے بھی صادر فرمایا کہ خود تورات میں بھی یہی حکم تھا جسے علماء یہود نے بدل دیا تھا۔ آپ نے گویا ان ہی کی شریعت کے مطابق فیصلہ فرمایا۔ (ﷺ)

باب قبروں پر مسجد بنانا

مکروہ ہے

اور جب حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم گزر گئے تو ان کی بیوی (فاطمہ بنت حسین) نے ایک سال تک قبر پر خیمہ لگائے رکھا۔ آخر خیمہ اٹھایا گیا تو لوگوں نے ایک آواز سنی ”کیا ان لوگوں نے جن کو کھویا تھا“ ان کو پایا؟ دوسرے نے جواب دیا نہیں بلکہ ناامید ہو کر لوٹ گئے۔

۶۱- بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ اتِّخَاذِ

الْمَسَاجِدِ عَلَى الْقُبُورِ

وَلَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ ضَرَبَتْ أَمْرَتُهُ الْقَبْرَةَ عَلَى قَبْرِهِ سَنَةً، ثُمَّ رُفِعَتْ، فَسَمِعُوا صَوَاعِدًا يَقُولُ: أَلَا هَلْ وَجَدُوا مَا فَقَدُوا؟ فَأَجَابَهُ آخَرُ: بَلَى يُنْسَوْنَ فَأَنْقَلَبُوا.

یہ حسن حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے اور بڑے ثقات تابعین میں سے تھے۔ ان کی بیوی فاطمہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں اور ان کے ایک صاحبزادے تھے ان کا نام نامی بھی حسن تھا۔ گویا تین پشت تک یہی مبارک نام رکھا گیا۔ ان کی بیوی نے اپنے دل کو تسلی دینے اور غم غلط کرنے کے لئے سال بھر تک اپنے محبوب شوہر کی قبر کے پاس ڈیرہ رکھا۔ اس پر ان کو ہاتھ غیب سے ملات ہوئی اور وہ واپس ہو گئیں۔

(۱۳۳۰ھ) ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، ان سے شیبان نے، ان سے ہلال و زان نے، ان سے عروہ نے اور ان سے عائشہ بنت سنان نے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے مرض وفات میں فرمایا کہ یہود اور نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا۔ حضرت عائشہ بنت سنان نے کہا کہ اگر ایسا ڈرنہ ہو تا تو آپ کی قبر کھلی رہتی

۱۳۳۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ هِلَالٍ هُوَ الْوَزَّانُ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لِي مَرَضَهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ: ((لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ

مَسْجِدًا)). قَالَتْ : وَلَوْ لَا ذَلِكَ لَأَبْرَزُوا (اور حجرہ میں نہ ہوتی) کیونکہ مجھے ڈر اس کا ہے کہ کہیں آپ کی قبر قَبْرَةٌ، غَيْرَ أَنِّي أَخْشَى أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا. بھی مسجد نہ بنالی جائے۔

[راجع: ۴۳۵]

یعنی خود قبروں کو پوجنے لگے یا قبروں پر مسجد اور گرجا بنا کر وہاں خدا کی عبادت کرنے لگے۔ تو باب کی مطابقت حاصل ہو گئی۔

الشیخ امام ابن قیم نے کہا جو لوگ قبروں پر وقت معین میں جمع ہوتے ہیں وہ بھی گویا قبر کو مسجد بناتے ہیں۔ دوسری حدیث میں ہے میری قبر کو عید نہ کر لینا یعنی عید کی طرح وہاں میلہ اور مجمع نہ کرنا۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ بھی ان یہودیوں اور نصرانیوں کے پیرو ہیں جن پر آنحضرت ﷺ نے لعنت فرمائی۔

افسوس! ہمارے زمانے میں گور پرستی ایسی شائع ہو رہی ہے کہ یہ نام کے مسلمان خدا اور رسول سے ذرا بھی نہیں شرماتے، قبروں کو اس قدر پختہ شاندار بناتے ہیں کہ ان کی عمارات کو دیکھ کر مساجد کا شبہ ہوتا ہے۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ نے سختی کے ساتھ قبروں پر ایسی تعمیرات کے لئے منع فرمایا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہا تھا ابھٹک علی ما بعثنی علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تدع تمثالا الاطمستہ ولا قبرا مشرفا الا موینتہ رواہ الجماعة الا البخاری وابن ماجہ یعنی کیا میں تم کو اس خدمت کے لئے نہ بھیجوں جس کے لئے مجھے آنحضرت ﷺ نے بھیجا تھا۔ وہ یہ کہ کوئی مورت ایسی نہ چھوڑ جسے تو مٹا نہ دے اور کوئی اونچی قبر نہ رہے جسے تو برابر نہ کر دے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبروں کا حد سے زیادہ اونچا اور بلند کرنا بھی شارع کو ناپسند ہے۔ علامہ شوکانی فرماتے ہیں۔ فیہ ان السنة ان القبر لا یرفع رفعا کثیرا من غیر فرق بین من کان فاضلا ومن کان غیر فاضل والظاهر ان رفع القبور زیادة علی القدر المأذون حرام یعنی سنت یہی ہے کہ قبر کو حد شرعی سے زیادہ بلند بنایا جائے خواہ وہ کسی فاضل عالم صوفی کی ہو یا کسی غیر فاضل کی اور ظاہر ہے کہ شرعی اجازت سے زیادہ قبروں کو اونچا کرنا حرام ہے۔ آگے علامہ فرماتے ہیں:

ومن رفع القبور الداخل تحت الحديث دخول اوليا القبر والمشاهد المعمورة على القبور وايضا هو من اتخاذ القبور مساجد وقد لعن النبي صلى الله عليه وسلم فاعل ذلك كما سيأتي وكم قد سرى عن تشييد بنية القبور وتحسينها من مفاصد يبيكى لها الاسلام منها اعتقاد الجهلة لها كاعتقاد الكفار للاصنام وعظم ذلك فظنوا انها قادرة على جلب المنافع ودفع الضرر فجعلوها مقصد الطلب قضاء الجوائح و ملجاء لنجاح المطالب وسألوا منها ما يسالہ العباد من ربهم وشدوا اليها الرحال وتمسحوا بها واستغاثوا وبالجملۃ انهم لم يدعوا شيئا مما كانت الجاهلية تفعله بالا صنم الا فعلوه فانا لله وانا اليه راجعون ومع هذا المنكر الشنيع الكفر الفظيع لا نجد من يفض ب لله ويغار حمية للدين الحنيف لا عالما ولا متعلما ولا اميرا ولا وزيرا ولا ملكا وتوارد اليها من الاخبار ما لا يشك معه ان كثيرا من هؤلاء المقبورين او اكثرهم اذا توجهت عليه يمين من جهة خصمه حلف بالله فاجرا واذا قيل له بعد ذلك احلف بشيخك ومعتقدك الولي الفلاني تلتم وتلكاء والى واعترف بالحق وهذا من ابين الأدلة الدالة على ان شر كههم قد بلغ فوق شرک من قال انه تعالى ثانی اثین او ثالث ثلاثة فيا علماء الدين ويا ملوك المسلمين اى رزء للاسلام اشد من الكفر واى بلاء لهذا الدين اضر عليه من عباده غير الله واى مصيبة يصاب بها المسلمون تعطل هذه المصيبة واى منكر يجب انكاره ان لم يكن انكار هذا الشرک البين واجبا۔

لقد	اسمعت	لو	ناديت	حيا
ولكن	لا	حياة	لمن	تنادى
ولو	نارا	نفخت	بها	اضاعت

(نیل الاوطار، ج: ۴ / ص: ۹۰)

یعنی بزرگوں کی قبروں پر بنائی ہوئی عمارت، قبة اور زیارت گاہیں یہ سب اس حدیث کے تحت داخل ہونے کی وجہ سے قطعاً ناجائز ہیں۔ یہی قبروں کو مساجد بنانا ہے جس پر آنحضرت ﷺ نے لعنت فرمائی ہے اور ان قبور کے پختہ بنانے اور ان پر عمارت کو مزین کرنے سے اس قدر مفاسد پیدا ہو رہے ہیں کہ آج ان پر اسلام رو رہا ہے۔ ان میں سے مثلاً یہ کہ ایسے مزاروں کے بارے میں جاہل لوگ وہی اعتقادات رکھتے ہیں جو کفار بتوں کے بارے میں رکھتے ہیں بلکہ ان سے بھی بڑھ کر۔ ایسے جاہل ان قبور والوں کو نفع دینے والے اور نقصان دور کرنے والے تصور کرتے ہیں۔ اس لئے ان سے حاجات طلب کرتے ہیں۔ اپنی مرادیں ان کے سامنے رکھتے ہیں اور ان سے ایسے ہی دعائیں کرتے ہیں جیسے بندگان خدا کو خدا سے دعائیں کرنی چاہئیں۔ ان مزارات کی طرف کجاوے باندھ باندھ کر سفر کرتے ہیں اور وہاں جا کر ان قبروں کو مسح کرتے ہیں اور ان سے فریاد رسی چاہتے ہیں۔ مختصر یہ کہ جاہلیت میں جو کچھ بتوں کے ساتھ کیا جاتا تھا وہ سب کچھ ان قبروں کے ساتھ ہو رہا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اور اس کھلے ہوئے بدترین کفر ہونے کے باوجود ہم کسی بھی اللہ کے بندے کو نہیں پاتے جو اللہ کے لئے اس پر غصہ کرے اور دین حنیف کی کچھ غیرت اس کو آئے۔ عالم ہوں یا متعلم، امیر ہوں یا وزیر یا بادشاہ، اس بارے میں سب خاموشی اختیار کئے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ سنا گیا ہے کہ یہ قبر پرست دشمن کے سامنے اللہ کی جھوٹی قسم کھا جاتے ہیں۔ مگر اپنے پیروں مثلاً کی جھوٹی قسموں کے وقت ان کی زبانیں لڑکھڑانے لگ جاتی ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ ان کا شرک ان لوگوں سے بھی آگے بڑھا ہوا ہے جو دو خدا یا تین خدا مانتے ہیں۔ پس اے دین کے عالمو! اور مسلمانوں کے بادشاہو! اسلام کے لئے ایسے کفر سے بڑھ کر اور مصیبت کیا ہوگی اور غیر اللہ کی پرستش سے بڑھ کر دین اسلام کے لئے اور نقصان کی چیز کیا ہوگی اور مسلمان اس سے بھی بڑھ کر اور کس مصیبت کا شکار ہوں گے اور اگر اس کھلے ہوئے شرک کے خلاف ہی آواز انکار بلند نہ کی جاسکی تو اور کونسا گناہ ہو گا جس کے لئے زبانیں کھل سکیں گی۔ کسی شاعر نے سچ کہا ہے۔

”اگر تو زندوں کو پکارتا تو سنا سکتا تھا۔ مگر جن (مردوں) کو تو پکار رہا ہے وہ تو زندگی سے قطعاً محروم ہیں۔ اگر تم آگ میں پھونک مارتے تو وہ روشن ہوتی لیکن تم راگھ میں پھونک مار رہے ہو جو کبھی بھی روشن نہیں ہو سکتی۔“

خلاصہ یہ کہ ایسی قبور اور ایسے مزارات اور ان پر یہ عرس، قوالیاں، میلے ٹھیلے، گانے بجانے قطعاً حرام اور شرک اور کفر ہیں۔ اللہ ہر مسلمان کو شرک جلی اور خفی سے بچائے۔ آمین

حدیث علی رضی اللہ عنہ کے ذیل میں جنتہ اللہ حضرت شاہ ولی اللہ مرحوم فرماتے ہیں: ونہی ان یجصص القبر وان ینس علیہ وان یقعد علیہ وقال لا تصلوا الیہا لان ذلک ذریعۃ ان ینخذلھا الناس معبودا وان یفرطوا فی تعظیمھا بما لیس بحق فیحرفوا دینہم کما فعل اهل الکتاب

وہو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ الیہود والنصارى التخلوا قبورا انبیائہم مساجد الخ (حجة اللہ البالغہ، ج: ۲ / ص: ۱۲۶ کراچی) اور قبر کو پختہ کرنے اور اس پر عمارت بنانے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ قبروں کی طرف نماز نہ پڑھو کیونکہ یہ اس بات کا ذریعہ ہے کہ لوگ قبروں کی پرستش کرنے لگیں اور لوگ ان قبروں کی اتنی زیادہ تعظیم کرنے لگیں جس کی وہ مستحق نہیں ہیں۔ پس لوگ اپنے دین میں تحریف کر ڈالیں جیسا کہ اہل کتاب نے کیا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہود اور نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو۔ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ پس حق یہ ہے کہ تو سب اختیار کرے۔ نہ تو مردہ کی اس قدر تعظیم کرے کہ وہ شرک ہو جائے اور نہ اس کی اہانت اور اس کے ساتھ عداوت کرے کہ مرنے کے بعد اب یہ سارے معاملات ختم کر کے مرنے والا اللہ کے حوالہ ہو چکا ہے۔

باب اگر کسی عورت کا نفاس کی حالت میں انتقال ہو جائے تو اس پر نماز جنازہ پڑھنا

(۱۳۳۱) ہم سے مسدد نے بیان کیا۔ کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے ان سے حسین معلم نے ان سے عبد اللہ بن بریدہ نے ان سے سرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں ایک عورت (ام کعب) کی نماز جنازہ پڑھی تھی جس کا نفاس میں انتقال ہو گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی کمر کے مقابل کھڑے ہوئے۔

باب اس بارے میں کہ عورت اور مرد کی نماز جنازہ میں کہاں کھڑا ہوا جائے؟

(۱۳۳۲) ہم سے عمران بن میسرہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الوارث نے بیان کیا، ان سے حسین نے بیان کیا اور ان سے ابن بریدہ نے کہ ہم سے سرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک عورت کی نماز جنازہ پڑھی تھی جس کا زچگی کی حالت میں انتقال ہو گیا تھا۔ آپ اس کے پیچ میں کھڑے ہوئے۔

مسنون یہی ہے کہ امام عورت کی کمر کے مقابل کھڑا ہو اور مرد کے سر کے مقابل۔ سنن ابوداؤد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور بتلایا کہ آنحضرت ﷺ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ مگر امام بخاری نے غالباً ابوداؤد والی روایت کو ضعیف سمجھا اور ترجیح اس کو دی کہ امام مرد اور عورت دونوں کی کمر کے مقابل کھڑا ہو۔ اگرچہ اس حدیث میں صرف عورت کے وسط میں کھڑا ہونے کا ذکر ہے اور یہی مسنون بھی ہے۔ مگر حضرت امام نے باب میں عورت اور مرد دونوں کو یکساں قرار دیا ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں وقد ذهب بعض اهل العلم الى هذا الى ان الامام يقوم حذاء راس الرجل وحذاء عجيبة المرأة وهو قول احمد و اسحاق وهو قول الشافعي وهو الحق وهو رواية عن ابى حنيفة قال فى الهداية وعن ابى حنيفة انه يقوم من الرجل بخذاء راسه ومن المرأة بحذاء وسطها لان انسا فعل كذا لك وقال هو السنة (تحفة الاحوذى)

یعنی بعض اہل علم اسی طرف گئے ہیں کہ جنازہ کی نماز میں امام مرد میت کے سر کے پاس کھڑا ہو اور عورت کے بدن کے وسط میں کمر کے پاس۔ امام احمد اور احناف اور امام شافعی کا یہی قول ہے اور یہی حق ہے اور ہدایہ میں حضرت امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ امام مرد میت کے سر کے پاس اور عورت کے وسط میں کھڑا ہو اس لئے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا تھا اور فرمایا تھا کہ سنت یہی ہے۔

۶۲- بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى النَّفْسَاءِ إِذَا مَاتَتْ فِي نَفْسِهَا

۱۳۳۱- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا قَالَ يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى امْرَأَةٍ مَاتَتْ فِي نَفْسِهَا، فَقَامَ عَلَيْهَا وَسَطَهَا)). [راجع: ۳۳۲]

۶۳- بَابُ أَيْنَ يَقُومُ مِنَ الْمَرْأَةِ وَالرَّجُلِ؟

۱۳۳۲- حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنْ ابْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جَنْدَبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى امْرَأَةٍ مَاتَتْ فِي نَفْسِهَا، فَقَامَ عَلَيْهَا وَسَطَهَا)). [راجع: ۳۳۲]

تشریح

باب نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہنا

اور حمید طویل نے بیان کیا کہ ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی تو تین تکبیریں کیں پھر سلام پھیر دیا۔ اس پر انہیں لوگوں نے یاد دہانی کرائی تو دوبارہ قبلہ رخ ہو کر چوتھی تکبیر بھی کہی پھر سلام پھیرا۔

اکثر علماء جیسے امام شافعیؒ اور امام احمدؒ اور اسحاقؒ اور سفیان ثوریؒ اور ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کا یہی قول ہے اور سلف کا اس میں اختلاف ہے۔ کسی نے پانچ تکبیریں کیں، کسی نے تین، کسی نے سات۔ امام احمدؒ نے کہا کہ چار سے کم نہ ہوں اور سات سے زیادہ نہ ہوں۔ بیہقی نے روایت کیا کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں جنازہ پر لوگ سات اور چھ اور پانچ اور چار تکبیریں کہا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے چار پر لوگوں کا اتفاق کرا دیا (وحیدی)

(۱۳۳۳) ہم سے عبد اللہ بن یوسف ثیمسی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالکؒ نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں سعید بن مسیب نے، انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نجاشی کا جس دن انتقال ہوا اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی وفات کی خبر دی اور آپؐ صحابہ کے ساتھ عید گاہ گئے۔ پھر آپؐ نے صف بندی کرائی اور چار تکبیریں کیں۔

(۱۳۳۴) ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سلیم بن حیان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سعید بن میثاء نے بیان کیا اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احمدہ نجاشی کی نماز جنازہ پڑھائی تو چار تکبیریں کیں۔ یزید بن ہارون واسطی اور عبد الصمد نے سلیم سے احمدہ نام نقل کیا ہے اور عبد الصمد نے اس کی متابعت کی ہے۔

۶۴- بَابُ التَّكْبِيرِ عَلَى الْجَنَازَةِ

أَرْبَعًا وَقَالَ حُمَيْدٌ: صَلَّى بِنَا أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَكَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ سَلَّمَ، فَقِيلَ لَهُ: فَاسْتَقْبَلَ الْقَبِيلَةَ، ثُمَّ كَبَّرَ الرَّابِعَةَ، ثُمَّ سَلَّمَ.

اکثر علماء جیسے امام شافعیؒ اور امام احمدؒ اور اسحاقؒ اور سفیان ثوریؒ اور ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کا یہی قول ہے اور سلف کا اس میں اختلاف ہے۔ کسی نے پانچ تکبیریں کیں، کسی نے تین، کسی نے سات۔ امام احمدؒ نے کہا کہ چار سے کم نہ ہوں اور سات سے زیادہ نہ ہوں۔ بیہقی نے روایت کیا کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں جنازہ پر لوگ سات اور چھ اور پانچ اور چار تکبیریں کہا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے چار پر لوگوں کا اتفاق کرا دیا (وحیدی)

(۱۳۳۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، وَخَرَجَ بِهِمْ إِلَى الْمُصَلَّى لَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ)). [راجع: ۱۲۴۵]

(۱۳۳۴) حَدَّثَنَا سَلِيمُ بْنُ حَيَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مِيثَاءَ عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى عَلَى أَصْحَمَةَ النَّجَاشِيَّ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا)). وَقَالَ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ وَعَبْدُ الصَّمَدِ عَنْ سَلِيمٍ ((أَصْحَمَةَ)). [راجع: ۱۳۱۷]

نجاشی حبش کے ہر بادشاہ کا لقب ہوا کرتا تھا۔ جیسا کہ ہر ملک میں بادشاہوں کے خاص لقب ہوا کرتے ہیں شاہ حبش کا اصل نام احمد تھا۔

باب نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا (ضروری ہے)

اور امام حسن بصریؒ نے فرمایا کہ بچے کی نماز جنازہ میں پہلے سورۃ فاتحہ

۶۵- بَابُ قِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ

عَلَى الْجَنَازَةِ وَقَالَ الْحَسَنُ: يَقْرَأُ عَلَى

پڑھی جائے پھر یہ دعا پڑھی جائے اللھم اجعلہ لنا فرطاً وسلفاً واجراً یا اللہ! اس بچے کو ہمارا امیر سامان کر دے اور آگے چلنے والا ثواب دلائے والا۔

الطِّفْلِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَيَقُولُ: اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا سَلَفًا وَفَرَطًا وَآخِرًا.

(۱۳۳۵) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا۔ کہا کہ ہم سے غندر (محمد بن جعفر) نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے سعد بن ابراہیم نے اور ان سے طلحہ نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں نماز (جنازہ) پڑھی (دوسری سند) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں سفیان ثوری نے خبر دی، انہیں سعد بن ابراہیم نے، انہیں طلحہ بن عبد اللہ بن عوف نے، انہوں نے بتلایا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی تو آپ نے سورۃ فاتحہ (ذرا پکار کر) پڑھی۔ پھر فرمایا کہ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہی طریقہ نبوی ہے۔

۱۳۳۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ طَلْحَةَ قَالَ: ((صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا)) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَوْفٍ: قَالَ ((صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَلَى جَنَازَةٍ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ. قَالَ: لَيَعْلَمُوا أَنَّهَا سُنَّةٌ)).

جنازہ کی نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنی ایسی ہی واجب ہے جیسا کہ دوسری نمازوں میں کیونکہ حدیث لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الكتاب ہر نماز کو شامل ہے۔ اس کی تفصیل حضرت مولانا عبید اللہ صاحب شیخ الحدیث مدظلہ العالی کے لفظوں میں یہ ہے۔

والحق والصواب ان قراءة الفاتحة في صلوة الجنابة واجبة كما ذهب اليه الشافعي واحمد واسحاق وغيرهم لانهم اجمعوا على انها صلوة وقد ثبت حديث لا صلوة الا بفاتحة الكتاب فهي داخله تحت العموم واخراجها منه يحتاج الى دليل ولانها صلوة يجب فيها القيام فوجبت فيها القراءة كسائر الصلوات ولانه ورد الامر بقراءتها فقد روى ابن ماجة باسناد فيه ضعف يسير عن ام شريك قالت امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان نقرأ على ميتنا بفاتحة الكتاب وروى الطبراني في الكبير من حديث ام عفيف قالت امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان نقرأ على ميتنا بفاتحة الكتاب قال الهيثمي وفيه عبد المنعم ابو سعيد وهو ضعيف انتهى۔

والامر من ادلة الوجوب وروى الطبراني في الكبير ايضا من حديث اسماء بنت يزيد قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا صليتم على الجنابة فافترنوا بفاتحة الكتاب قال الهيثمي وفيه معلی بن حمران ولم اجد من ذكره وبقيہ رجالہ موثقون وفي بعضهم كلام هذا وقد صنف حسن الشرنبلاني من متاخرى الحنفية في هذه المسئلة رسالة اسمها انظم المستطاب لحكم القراءة في صلوة الجنابة ام الكتاب وحقق فيها ان القراءة اولی من ترك القراءة ولا دليل على الكراهة وهو الذي اختاره الشيخ عبدالحی اللمکھنوی فی تصانیفه لعمدة الرعاية والتعليق الممجد و امام الکلام لم انه استدلل بحديث ابن عباس على الجهر بالقراءة في الصلوة على الجنابة لانه يدل على انه جهر بها حتى سمع ذلك من صلى معه واصرح من ذلك ما ذكرناه من رواية النسائي بلفظ صليت خلف ابن عباس على جنازة فقرا بفاتحة الكتاب وسورة وجهر حتى اسمعنا فلما فرغ اخذت بيده فسالته فقال سنة وحق وفي رواية اخرى له ايضا صليت خلف ابن عباس على جنازة فسمعتهم يقرأ بفاتحة الكتاب الخ ويدل على الجهر بالدعاء حديث عوف بن مالك الا اني فان الظاهر انه حفظ الدعاء المذكور لما جهر به النبي صلى الله عليه وسلم في الصلوة على الجنابة اصرح منه حديث واثلة في الفصل الثاني۔

واختلف العلماء في ذلك فذهب بعضهم الى انه يستحب الجهر بالقراءة والدعاء فيها واستدلوا بالروايات التي ذكرناها انفا وذهب

الجمهور الى انه لا يندب الجهر بل يندب الاسرار قال ابن قدامة ويسر القراءة والدعاء في صلوة الجنابة لا تعلم بين اهل العلم فيه خلافا انتهى-

واستدلوا لذلك بما ذكرنا من حديث ابى امامة قال السنة في الصلوة على الجنابة ان يقرأ في التكبيرة الاولى بام القرآن مخالفة لحديث اخرجه النسائي ومن طريقه ابن حزم في المحلى (ص: ۳۹ / ج: ۵) قال النووي في شرح المذهب رواه النسائي باسناد على شرط الصحيحين وقال ابو امامة هذا صحابي انتهى وباروى الشافعي في الام (ص: ۲۳۹ / ج: ۱) والبيهقي (ص: ۳۹ / ج: ۳) من طريقه عن مطرف بن مازن عن معمر عن الزهري قال اخبرني ابو امامة بن سهل انه اخبره رجل من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم ان السنة في الصلوة على الجنابة ان يكبر الامام ثم يقرأ بفاتحة الكتاب بعد التكبيرة الاولى سرا في نفسه الحديث وضعفت هذه الرواية بمطرف لكن قواها البيهقي بما رواه في المعرفة والسنن من طريق عبيدالله بن ابى زياد الرضا في عن الزهري بمعنى رواية مطرف وباروى الحاكم (ص: ۳۵۹ / ج: ۱) والبيهقي من طريقه (ص: ۳۲ / ج: ۳) عن شرحبيل بن سعد قال حضرت عبدالله بن مسعود صلى على جنازة بالاباء فكبر ثم قرأ بام القرآن رافقا صوته بها ثم صلى على النبي صلى الله عليه وسلم ثم قال اللهم عبدك و ابن عبدك الحديث وفي اخره ثم انصرف فقال يا ايها الناس اني لم اقرأ علنا (اي جهرا) الا تعلموا انها سنة قال الحافظ في الفتح وشرحبيل مختلف في توثيقه انتهى-

واخرج ابن الجارود في المنقذ من طريق زيد بن طلحة التيمي قال سمعت ابن عباس قرا على جنازة فاتحة الكتاب وسورة وجهر بالقراءة وقال انما جهرت لاعلمكم انها سنة-

وذهب بعضهم الى انه يخبر بين الجهر والاسرار وقال بعض اصحاب الشافعي انه يجهر بالليل كالليلة ويسر بالنهار- قال شيخنا في شرح الترمذى قول ابن عباس انما جهرت لتعلموا انها سنة يدل على ان جهره كان للتعليم اى لالبيان ان الجهر بالقراءة سنة قال واما قول بعض اصحاب الشافعي يجهر بالليل كالليلة فلم أقف على رواية تدل على هذا انتهى- وهذا يدل على ان الشيخ مال الى قول الجمهور ان الاسرار بالقراءة مندوب هذا ورواية ابن عباس عند النسائي بلفظ فقرا بفاتحة الكتاب وسورة تدل على مشروعية قراءة سورة مع الفاتحة في الصلوة الجنابة قال الشوكاني لا محيص عن المصير الى ذلك لانها زيادة خارجة من مخرج صحيح قلت ويدل عليه ايضا ما ذكره ابن حزم في المحلى (ص: ۳۹ / ج: ۵) معلقا عن محمد بن عمرو بن عطاء ان المسور بن معرمة صلى على الجنابة فقرا في التكبير الاولى بفاتحة الكتاب وسورة قصيرة رفع بها صوته فلما فرغ قال لا اجهل ان تكون هذا الصلوة عجماء ولكن اردت ان اعلّمكم ان فيها قراءة- (مرعاة المفاتيح ج: ۲ / ص: ۴۸۸)

حضرت مولانا شیخ الحدیث عبید اللہ مبارک پوری مدظلہ العالی کے اس طویل بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ جنازہ میں پڑھنی واجب ہے جیسا کہ امام شافعی اور احمد اور اسحاق وغیرہم کا مذہب ہے۔ ان سب کا اجماع ہے کہ سورۃ فاتحہ ہی نماز ہے اور حدیث میں موجود ہے کہ سورۃ فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ پس نماز جنازہ بھی اسی عموم کے تحت داخل ہے اور اسے اس عموم سے خارج کرنے کی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے اور یہ بھی کہ جنازہ ایک نماز ہے جس میں قیام واجب ہے۔ پس دیگر نمازوں کی طرح اس میں بھی قرأت واجب ہے اور اس لئے بھی کہ اس کی قرأت کا صریح حکم موجود ہے۔ جیسا کہ ابن ماجہ میں ام شریک سے مروی ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ اگرچہ اس حدیث کی سند میں کچھ ضعف ہے مگر دیگر دلائل وشواہد کی بنا پر اس سے استدلال درست ہے اور طبرانی میں بھی ام عقیف سے ایسا ہی مروی ہے کہ رسول اللہ نے ہمیں جنازہ کی نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا حکم فرمایا اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ طبرانی میں اسماء بنت یزید سے بھی ایسا ہی مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب تم جنازہ پر نماز پڑھو تو سورۃ فاتحہ پڑھا کرو۔

متاخرین حنفیہ میں ایک مولانا حسن شرنبلالی مرحوم نے اس مسئلہ پر ایک رسالہ بنام النظم المستطاب لحکم القراءة فی صلوة

الجنائزۃ بام الکتاب کہا ہے۔ جس میں ثابت کیا ہے کہ جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا نہ پڑھنے سے بہتر ہے اور اس کی کراہیت پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ ایسا ہی مولانا عبدالحی کسٹوٹی نے اپنی تصانیف عمدۃ الرعایہ اور تعلیق المجدد اور امام الکلام وغیرہ میں لکھا ہے۔

پھر حدیث ابن عباسؓ سے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کے جہر پر دلیل پکڑی گئی ہے کہ وہ حدیث صاف دلیل ہے کہ انہوں نے اسے باہر پڑھا۔ یہاں تک کہ مقتدیوں نے اسے سنا اور اس سے بھی زیادہ صریح دلیل وہ ہے جسے نسائی نے روایت کیا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک جنازہ کی نماز حضرت ابن عباسؓ کے پیچھے پڑھی۔ آپ نے سورہ فاتحہ اور ایک سورہ کو جہر کے ساتھ ہم کو سنا کر پڑھا۔ جب آپ فارغ ہوئے تو میں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر یہ مسئلہ آپ سے پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ بے شک یہی سنت اور حق ہے اور جنازہ کی دعاؤں کو جہر سے پڑھنے پر عوف بن مالک کی حدیث دلیل ہے۔ جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے پیچھے آپ کے بلند آواز سے پڑھنے پر سن سن کر ان دعاؤں کو حفظ و یاد کر لیا تھا اور اس سے بھی زیادہ صریح و اٹھ کی حدیث ہے۔

اور علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے۔ بعض نے روایات مذکورہ کی بنا پر جہر کو مستحب مانا ہے جیسا کہ ہم نے ابھی کا ذکر کیا ہے۔ جمہور نے آہستہ پڑھنے کو مستحب گردانا ہے۔ جمہور کی دلیل حدیث امامہ ہے جس میں آہستہ پڑھنے کو سنت بتایا گیا ہے اخرجہ النسائی۔ علامہ ابن حزم نے محلی میں اور امام شافعی نے کتاب الام میں اور بیہقی وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے ایک صحابی نے فرمایا کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ آہستہ پڑھی جائے۔

شرجیل بن سعد کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پیچھے ایک جنازہ میں بمقام ابواء شریک ہوا۔ آپ نے سورہ فاتحہ اور درود اور دعاؤں کو بلند آواز سے پڑھا پھر فرمایا کہ میں جہر سے نہ پڑھتا مگر اس لئے پڑھا تاکہ تم جان لو کہ یہ سنت ہے۔ اور مستقی ابن جارد میں ہے کہ زید بن طلحہ تمہی نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پیچھے ایک جنازہ کی نماز پڑھی جس میں انہوں نے سورہ فاتحہ اور ایک سورت کو بلند آواز سے پڑھا اور بعد میں فرمایا کہ میں نے اس لئے جہر کیا ہے تاکہ تم کو سکھلاؤں کہ یہ سنت ہے۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ جہر اور سر ہر دو کے لئے اختیار ہے۔ بعض شافعی حضرات نے کہا کہ رات کو جنازہ میں جہر اور دن میں سر کے ساتھ پڑھا جائے۔ ہمارے شیخ مولانا عبدالرحمن مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ قول جمہور کی طرف ہیں اور فرماتے ہیں کہ قرأت آہستہ ہی مستحب ہے اور نسائی والی روایات عبداللہ بن عباسؓ میں دلیل ہے کہ جنازہ میں سورہ فاتحہ مع ایک سورہ کے پڑھنا مشروع ہے۔ مسور بن مخرمہ نے ایک جنازہ میں پہلی تکبیر میں سورہ فاتحہ اور ایک مختصری سورت پڑھی۔ پھر فرمایا کہ میں نے قرأت جہر سے اس لئے کی ہے کہ تم جان لو کہ اس نماز میں بھی قرأت ہے اور یہ نماز کونگی (بغیر قرأت والی) نہیں ہے۔ انتہی مختصراً

خلاصۃ المرام یہ کہ جنازہ میں سورہ فاتحہ مع ایک سورہ کے پڑھنا ضروری ہے۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب مالا بد منه میں اپنا وصیت نامہ بھی درج فرمایا ہے۔ جس میں آپ فرماتے ہیں کہ میرا جنازہ وہ شخص پڑھائے جو اس میں سورہ فاتحہ پڑھے۔ پس ثابت ہوا کہ جملہ اہل حق کا یہی مختار مسلک ہے۔

علمائے احناف کا فتویٰ! فاضل محترم صاحب تفہیم البغاری نے اس موقع پر فرمایا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک بھی نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنی جائز ہے۔ جب دوسری دعاؤں سے اس میں جامعیت بھی زیادہ ہے تو اس کے پڑھنے میں حرج کیا ہو سکتا ہے۔ البتہ دعا اور ثناء کی نیت سے اسے پڑھنا چاہئے قرأت کی نیت سے نہیں۔ (تفہیم البغاری، پ ۵، ص ۱۲۲)

فاضل موصوف نے آخر میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ صحیح نہیں جب کہ سابقہ روایات مذکورہ میں اسے قرأت کے طور پر پڑھنا ثابت ہے۔ پس اس فرق کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ بہر حال خدا کرے ہمارے محترم حنفی بھائی جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنی شروع فرمائیں یہ بھی ایک نیک اقدام ہو گا۔

روایات بالا میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ نے جو یہ فرمایا کہ یہ سنت اور حق ہے اس کی وضاحت حضرت مولانا شیخ الحدیث مدظلہ العالی نے یوں فرمائی ہے۔

والمراد بالسنة الطريقة المألوفة عنه صص لا ما يقابل الفريضة فانه اصطلاح عرفى حادث فقال الأشرف الضمير المونث لقراءة الفاتحة وليس المراد بالسنة انها ليست بواجبة بل ما يقابل البدعة اى انها طريقة مروية وقال القسطلانى انها اى قراءة الفاتحة فى الجنابة سنة اى طريقة الشارع فلا ينافى كونها واجبة وقد علم ان قول الصحابى من السنة كذا حديث مرفوع عند الاكثر قال الشافعى فى الام واصحاب النبى صلى الله عليه وسلم لا يقولون السنة رسول الله صلى الله عليه وسلم ان شاء الله تعالى انتهى (مرعاة المفاتيح ص: ٣٤٤)

یعنی یہاں لفظ سنت سے طریقہ مألوفہ نبی کریم ﷺ مراد ہے نہ وہ سنت جو فرض کے مقابلہ پر ہوتی ہے۔ یہ ایک عربی اصطلاح استعمال کی گئی ہے یہ مراد نہیں کہ یہ واجب نہیں ہے بلکہ وہ سنت مراد ہے جو بدعت کے مقابلہ پر بولی جاتی ہے۔ یعنی یہ طریقہ مرویہ ہے اور قسطلانی نے کہا کہ جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنی سنت ہے یعنی شارع کا طریقہ ہے اور یہ واجب ہونے کے معنی نہیں ہے۔ امام شافعیؒ نے کتاب الام میں فرمایا ہے کہ صحابہ کرام لفظ سنت کا استعمال سنت یعنی طریقہ رسول اللہ ﷺ پر کرتے تھے۔ اقوال صحابہ میں حدیث مرفوعہ پر بھی سنت کا لفظ بولا گیا ہے۔ بہر حال یہاں سنت سے مراد یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ نماز میں پڑھنا طریقہ نبوی ہے اور یہ واجب ہے کہ اس کے پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی جیسا کہ تفصیل بالا میں بیان کیا گیا ہے۔

۶۶- بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْقَبْرِ بَعْدَ مَا يُدْفَنُ

باب مردہ کو دفن کرنے کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنا

(۱۳۳۶) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے سلیمان شیبانی نے بیان کیا، کہا کہ میں نے شعبی سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے اس صحابی نے خبر دی جو نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک الگ تھلگ قبر سے گزرے تھے۔ قبر پر آپ امام بنے اور صحابہ نے آپ کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی۔ شیبانی نے کہا کہ میں نے شعبی سے پوچھا کہ ابو عمرو! یہ آپ سے کس صحابی نے بیان کیا تھا تو انہوں نے بتلایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

(۱۳۳۷) ہم سے محمد بن فضل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ثابت نے بیان کیا، ان سے ابو رافع نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ کالے رنگ کا ایک مرد یا ایک کالی عورت مسجد کی خدمت کیا کرتی تھیں، ان کی وفات ہو گئی لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی وفات کی خبر کسی نے نہیں دی۔ ایک دن آپ نے خود یاد فرمایا کہ وہ شخص دکھائی نہیں دیتا۔ صحابہ

۱۳۳۶- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ قَالَ: ((أَخْبَرَنِي مَنْ مَرَّ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى قَبْرِ مَبُودٍ فَأَمَّهُمْ وَصَلُّوا خَلْفَهُ. قُلْتُ: مَنْ حَدَّثَكَ هَذَا يَا أَبَا عَمْرٍو؟ قَالَ: ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيََ اللَّهُ عَنْهُمَا)). [راجع: ۸۵۷]

۱۳۳۷- حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيََ اللَّهُ عَنْهُ ((أَنَّ أَسْوَدَ - رَجُلًا أَوْ امْرَأَةً - كَانَ يَقُمُ الْمَسْجِدَ، فَمَاتَ، وَلَمْ يَعْلَمْ النَّبِيُّ ﷺ بِمَوْتِهِ، فَذَكَرَهُ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ عَلَيْهِ

السَّلَامُ وَالسَّلَامُ: مَا فَعَلَ ذَلِكَ الْإِنْسَانُ؟
قَالُوا: مَاتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: ((أَفَلَا
أَذْتَمُونِي؟)) فَقَالُوا: إِنَّهُ كَانَ كَذًا وَكَذًا
- قِصَّتُهُ - قَالَ فَحَقَّرُوا شَأْنَهُ. قَالَ:
((فَذَلُّونِي عَلَى قَبْرِه)). فَأَتَى قَبْرَهُ فَصَلَّى
عَلَيْهِ. [راجع: ٤٥٨]

نے کہا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ان کا تو انتقال ہو گیا۔
آپؐ نے فرمایا کہ پھر تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی؟ صحابہ نے عرض
کیا کہ یہ وجہ تھیں (اس لئے آپ کو تکلیف نہیں دی گئی) گویا لوگوں
نے ان کو حقیر جان کر قاتل توجہ نہیں سمجھا لیکن آپؐ نے فرمایا کہ چلو
مجھے ان کی قبر بتا دو۔ چنانچہ آپؐ اس کی قبر پر تشریف لائے اور اس پر
نماز جنازہ پڑھی۔

یہ کلام دیا کالی عورت مسجد نبوی کی جاروب کش بڑے بڑے بادشاہان ہفت اقلیم سے اللہ کے نزدیک مرتبہ اور درجہ میں
زائد تھی۔ حبیب خدا ﷺ نے دھوکہ کراس کی قبر پر نماز پڑھی۔ واہ رے قسمت! آپ کی کش برداری اگر ہم کو ہمیشہ
میں نصیب ہو جائے تو ایسی دنیا کی لاکھوں سلطنتیں اس پر تصدق کر دیں (وحیدی)
حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے ثابت فرمایا کہ اگر کسی مسلمان مرد یا عورت کا جنازہ نہ پڑھا گیا ہو تو قبر پر دفن کرنے کے بعد
بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ بعض نے اسے نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص بتلایا ہے مگر یہ دعویٰ بے دلیل ہے۔

۶۷- بَابُ الْمَيِّتِ يَسْمَعُ خَفَقَ النَّعَالِ
باب اس بیان میں کہ مردہ لوٹ کر جانے والوں کے جوتوں
کی آواز سنتا ہے۔

یہاں سے یہ نکلا کہ قبرستان میں جوتے پہن کر جانا جائز ہے۔ ابن میر نے کہا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب اس لئے قائم کیا کہ
دفن کے آداب کا لحاظ رکھیں اور شور و غل اور زمین پر زور زور سے چلنے سے پرہیز کریں جیسے زندہ سوتے آدمی کے ساتھ کرتا ہے۔
۱۳۳۸- حَدَّثَنَا عِيَّاشٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ
الْأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ ح.. وَقَالَ لِي
خَلِيفَةُ: قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا
سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْعَبْدُ إِذَا وَضِعَ فِي
قَبْرِهِ وَتَوَلَّى وَذَهَبَ أَصْحَابُهُ - حَتَّى إِنَّهُ
لَيَسْمَعُ قَرَعَ نِعَالِهِمْ - أَنَاةً مَلَكَانَ
فَأَقْعَدَاهُ، يَقُولَانِ لَهُ: لَهَ مَا كُنْتَ تَقُولُ
فِي هَذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ ﷺ؟ فَيَقُولُ: أَشْهَدُ
أَنَّهُ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ. فَيَقَالُ: أَنْظِرْ إِلَى
مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ، أَبْذَلَكَ اللَّهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنَ
الْجَنَّةِ)). قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((فَبَرَاهُمَا

(۱۳۳۸) ہم سے عیاش بن ولید نے بیان کیا کہ ہم سے عبد الاعلیٰ
نے بیان کیا کہ ہم سے سعید بن ابی عروبہ نے بیان کیا۔ (دوسری
سند) امام بخاری نے کہا کہ مجھ سے خلیفہ بن خیاط نے بیان کیا ان
سے یزید بن زریع نے ان سے سعید بن ابی عروبہ نے ان سے قتادہ
نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی جب
قبر میں رکھا جاتا ہے اور دفن کر کے اس کے لوگ باگ پیٹھ موڑ کر
رخصت ہوتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ پھر دو فرشتے
آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ اس شخص (محمد رسول
اللہ ﷺ) کے متعلق تمہارا کیا اعتقاد ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میں
گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس
جواب پر اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ دیکھ جنم کا اپنا ایک ٹھکانا لیکن اللہ
تعالیٰ نے جنت میں تیرے لئے ایک مکان اس کے بدلے میں بنادیا

ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پھر اس بندہ مومن کو جنت اور جہنم دونوں دکھائی جاتی ہیں اور رہا کافریا منافق تو اس کا جواب یہ ہوتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں، میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے سنا تھا وہی میں بھی کہتا رہا۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ نہ تو نے کچھ سمجھا اور نہ (اچھے لوگوں کی) پیروی کی۔ اس کے بعد اسے ایک لوہے کے ہتھوڑے سے بڑے زور سے مارا جاتا ہے اور وہ اتنے بھیاںک طریقہ سے چنچتا ہے کہ انسان اور جن کے سوا اور گرد کی تمام مخلوق سستی ہے۔

جَمِيعًا. وَأَمَّا الْكَافِرُ - أَوِ الْمُنَافِقُ -
فَيَقُولُ: لَا أَذْرِي، كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُ
النَّاسُ. فَيَقَالُ: لَا ذَرَيْتَ، وَلَا تَلَيْتَ، ثُمَّ
يُضْرَبُ بِمِطْرَقَةٍ مِنْ حَدِيدٍ ضَرْبَةً بَيْنَ
أُذُنَيْهِ، فَيَصْنَعُ صَوْتًا يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ إِلَّا
الْفَقْلَيْنِ)).

[طرفہ فی : ۱۳۷۴].

اس حدیث سے یہ نکلا کہ ہر شخص کے لئے دو دو ٹھکانے بنے ہیں، ایک جنت میں اور ایک دوزخ میں اور یہ قرآن شریف سے بھی ثابت ہے کہ کافروں کے ٹھکانے جو جنت میں ہیں ان کے دوزخ میں جانے کی وجہ سے ان ٹھکانوں کو ایماندار لے لیں گے۔

قبر میں تین باتوں کا سوال ہوتا ہے من ربک تیرا رب کون ہے؟ مومن جواب دیتا ہے ربی اللہ میرا رب اللہ ہے پھر سوال ہوتا ہے وما دینک تیرا دین کیا تھا؟ مومن کہتا ہے دینی الاسلام میرا دین اسلام تھا۔ پھر پوچھا جاتا ہے کہ تیرا نبی کون ہے؟ وہ بولتا ہے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے نبی رسول حضرت محمد ﷺ ہیں۔ ان جوابات پر اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور کافر اور منافق ہر سوال کے جواب میں یہی کہتا ہے کہ میں کچھ نہیں جانتا۔ جیسا لوگ کہتے رہتے تھے میں بھی کہہ دیا کرتا تھا۔ میرا کوئی دین مذہب نہ تھا۔ اس پر اس کے لئے دوزخ کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

لَمْ لَادِرَيْتَ وَلَمْ لَا تَلَيْتَ کے ذیل مولانا وحید الزمان مرحوم فرماتے ہیں۔ یعنی نہ مجھتہ ہوا نہ مقلد اگر کوئی اعتراض کرے کہ مقلد تو ہوا کیونکہ اس نے پہلے کہا کہ لوگ جیسا کہتے تھے میں نے بھی ایسا ہی کیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تقلید کچھ کام کی نہیں کہ سننے سنائے پر ہر شخص عمل کرنے لگا۔ بلکہ تقلید کے لئے بھی غور لازم ہے کہ جس شخص کے ہم مقلد بننے ہیں آیا وہ لائق اور فاضل اور سمجھ دار تھا یا نہیں اور دین کا علم اس کو تھا یا نہیں۔ سب باتیں بخوبی تحقیق کرنی ضروری ہیں۔

باب جو شخص ارض مقدس یا ایسی ہی کسی برکت والی جگہ

دفن ہونے کا آرزو مند ہو

۶۸- بَابُ مَنْ أَحَبَّ الدَّفْنَ فِي

الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ أَوْ نَحْوَهَا

(۱۳۳۹) ہم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن طاؤس نے، انہیں ان کے والد نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ملک الموت (آدمی کی شکل میں) موسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجے گئے۔ وہ جب آئے تو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے (نہ پہچان کر) انہیں ایک زور کا طمانچہ مارا اور ان کی آنکھ پھوڑ ڈالی۔ وہ واپس اپنے رب کے حضور میں پہنچے اور عرض کیا کہ یا اللہ تو نے مجھے ایسے بندے کی طرف بھیجا

۱۳۳۹- حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ
الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ ابْنِ طَاوُسٍ
عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ: ((أَرْسَلَ مَلَكُ الْمَوْتِ إِلَى مُوسَى
عَلَيْهِمَا السَّلَامُ، فَلَمَّا جَاءَهُ صَكَّهُ فَقَفَا
عَنْهُ فَرَجَعَ إِلَى رَبِّهِ عَزَّوَجَلَّ فَقَالَ:
أَرْسَلْتَنِي إِلَى عَبْدٍ لَا يُرِيدُ الْمَوْتَ. فَرَدَّ

جو مرنا نہیں چاہتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھ پہلے کی طرح کردی اور فرمایا کہ دوبارہ جا اور ان سے کہہ کہ آپ اپنا ہاتھ ایک تیل کی پیٹھ پر رکھئے اور پیٹھ کے جتنے بال آپ کے ہاتھ تلے آجائیں ان کے ہر بال کے بدلے ایک سال کی زندگی دی جاتی ہے۔ (موسیٰ علیہ السلام) تک جب اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام پہنچا تو آپ نے کہا کہ اے اللہ! پھر کیا ہو گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر بھی موت آنی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام بولے تو ابھی کیوں نہ آجائے۔ پھر انہوں نے اللہ سے دعا کی کہ انہیں ایک پتھر کی مار پر ارض مقدس سے قریب کر دیا جائے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں وہاں ہوتا تو تمہیں ان کی قبر دکھاتا کہ لال ٹیلے کے پاس راستے کے قریب ہے۔

بیت المقدس ہو یا مکہ مدینہ ایسے مبارک مقامات میں دفن ہونے کی آرزو کرنا جائز ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد باب یہی ہے۔
باب رات میں دفن کرنا کیسا ہے؟ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رات میں دفن کئے گئے۔

(۱۳۴۰) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا کہ کہا کہ ہم سے جریر نے بیان کیا کہ ان سے شیبانی نے، ان سے شعبی نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک ایسے شخص کی نماز جنازہ پڑھی جن کا انتقال رات میں ہو گیا تھا (اور اسے رات ہی میں دفن کر دیا گیا تھا) آپ اور آپ کے اصحاب کھڑے ہوئے اور آپ نے ان کے متعلق پوچھا تھا کہ یہ کن کی قبر ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ فلاں کی ہے جسے کل رات ہی دفن کیا گیا ہے۔ پھر سب نے (دوسرے روز) نماز جنازہ پڑھی۔

معلوم ہوا کہ رات کو دفن کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ بلکہ بہتر یہی ہے کہ رات ہو یا دن مرنے والے کے کفن دفن میں دیر نہ کی جائے۔

باب قبر پر مسجد تعمیر کرنا کیسا ہے؟

(۱۳۴۱) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا کہ کہا مجھ سے امام مالک نے بیان کیا کہ ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے باپ

اللہ عزَّ وَجَلَّ عَلَیْہِ عَیْنُہُ وَقَالَ: اَرْجِعْ فَقُلْ لَہُ یَصْنَعُ یَدُہُ عَلَی مَنْ تَوْرَ، فَلَہُ بِکُلِّ مَا غَطَّتْ بِہُ یَدُہُ بِکُلِّ شَعْرَہُ سَنَۃً. قَالَ: اَمَی رَبُّ، ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: ثُمَّ الْمَوْتُ. قَالَ: فَاَلَا نَ. فَسَأَلَ اللّٰہُ اَنْ یُدْنِیْہُ مِنَ الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَہِ رَمِیَۃً بِحَجَرٍ. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ: ((فَلَوْ کُنْتُ ثُمَّ، لَا رَیْتُکُمْ قَبْرَہُ اِلَی جَانِبِ الطَّرِیْقِ عِنْدَ الْکَثِیْبِ الْاَخْمَرِ)).

۶۹- بَابُ الدَّفْنِ بِاللَّیْلِ وَدُفْنِ اَبُو بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ لَیْلًا

۱۳۴۰- حَدَّثَنَا غُنْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ: ((صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ عَلَی رَجُلٍ بَعْدَ مَا دُفِنَ بَلِيلًا، قَامَ هُوَ وَأَصْحَابُہُ، وَكَانَ سَأَلَ عَنْہُ فَقَالَ: ((مَنْ هَذَا؟)) فَقَالُوا: فَلَانٌ، دُفِنَ الْبَارِحَۃَ. فَصَلَّوْا عَلَیْہِ)).

[راجع: ۸۵۷]

۷۰- بَابُ بِنَاءِ الْمَسَاجِدِ عَلَی الْقَبْرِ
۱۳۴۱- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيہِ عَنْ عَائِشَۃَ

نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار پڑے تو آپ کی بعض بیویوں (ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا) نے ایک گرجے کا ذکر کیا جسے انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا جس کا نام ماریہ تھا۔ ام سلمہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا دونوں حبش کے ملک میں گئی تھیں۔ انہوں نے اس کی خوبصورتی اور اس میں رکھی ہوئی تصاویر کا بھی ذکر کیا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اٹھا کر فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں کوئی صالح شخص مرجاتا تو اس کی قبر پر مسجد تعمیر کر دیتے۔ پھر اس کی مورت اس میں رکھتے۔ اللہ کے نزدیک یہ لوگ ساری مخلوق میں برے ہیں۔

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((لَمَّا اشْتَكَيْتِ النَّبِيَّ ﷺ ذَكَرْتَ بَعْضَ نِسَائِهِ كَنِيْسَةً رَأَيْتَهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ يُقَالُ لَهَا مَارِيَّةُ، وَكَانَتْ أُمُّ سَلَمَةَ وَأُمُّ حَبِيْبَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَتَا أَرْضَ الْحَبَشَةِ فَذَكَرْتَا مِنْ حُسْنِهَا وَتَصَاوِيرِ فِيهَا. فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: ((أَوَّلِيْكَ إِذَا مَاتَ مِنْهُمْ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا ثُمَّ صَوَّرُوا فِيهِ نَبْلَكَ الصُّوْرَةَ، أَوَّلِيْكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللَّهِ)). [راجع: ۴۲۷]

تشیخ امام قسطلانی فرماتے ہیں: قال القرطبي انما صوروا اوانلهم الصور ليتانسوا بها ويتذكروا افعالهم الصالحة فيجتهدون كاجتهادهم ويعبدون الله عند قبورهم ثم خلفهم قوم جهلوا مرادهم ووسوس لهم الشيطان ان اسلافكم كانوا يعبدون هذه الصور و يعظمونها فحذر النبي صلى الله عليه وسلم عن مثل ذلك سد للذريعة المودية الى ذلك بقوله اولئك شرار الخلق عند الله وموضع الترجمة بنوا على قبره مسجدا وهو مول على مذمة من اتخذ القبر مسجدا ومقتضاه التحريم لاسيما وقد ثبت اللعن عليه لعني قرطبي نے کہا کہ بنو اسرائیل نے شروع میں اپنے بزرگوں کے بت بنائے تاکہ ان سے انس حاصل کریں اور ان کے نیک کاموں کو یاد کر کے خود بھی ایسے ہی نیک کام کریں اور ان کی قبروں کے پاس بیٹھ کر عبادت الہی کریں۔ پیچھے اور بھی زیادہ جاہل لوگ پیدا ہوئے۔ جنہوں نے اس مقصد کو فراموش کر دیا اور ان کو شیطان نے وسوسوں میں ڈالا کہ تمہارے اسلاف ان ہی مورتوں کو پوجتے تھے اور انہی کی تعظیم کرتے تھے۔ پس نبی کریم ﷺ نے اسی شرک کا سد باب کرنے کے لئے سختی کے ساتھ ڈرایا اور فرمایا کہ اللہ کے نزدیک یہی لوگ بدترین مخلوق ہیں۔ اور ترجمہ الباب لفظ حدیث بنوا علی قبرہ مسجد سے ثابت ہوتا ہے یعنی آنحضرت ﷺ نے اس شخص کی مذمت کی جو قبر کو مسجد بنا لے۔ اس سے اس فعل کی حرمت بھی ثابت ہوتی ہے اور ایسا کرنے پر لعنت بھی وارد ہوئی ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے بھی شروع شروع میں اسی طرح اپنے بزرگوں کے بت بنائے بعد میں پھر ان بتوں کو خدا کا درجہ دے دیا گیا۔ عموماً جملہ بت پرست اقوام کا یہی حال ہے۔ جبکہ وہ خود کہتے بھی ہیں کہ ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى﴾ (الزمر: ۲۳) یعنی ہم ان بتوں کو محض اس لئے پوجتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ سے قریب کر دیں۔ باقی یہ معبود نہیں ہیں یہ تو ہمارے لئے وسیلہ ہیں۔ اللہ پاک نے مشرکین کے اس خیال باطل کی تردید میں قرآن کریم کا بیشتر حصہ نازل فرمایا۔

صد افسوس! کہ کسی نہ کسی شکل میں بت سے مدعیان اسلام میں بھی اس قسم کا شرک داخل ہو گیا ہے۔ حالانکہ شرک اکبر ہو یا اصغر اس کے مرتکب پر جنت ہمیشہ کے لئے حرام ہے۔ مگر اس صورت میں کہ وہ مرنے سے پہلے اس سے تائب ہو کر خالص خدا پرست بن جائے۔ اللہ پاک ہر قسم کے شرک سے بچائے۔ آمین!

باب عورت کی قبر میں کون اترے؟

۷۱- بَابُ مَنْ يَدْخُلُ قَبْرَ الْمَرْأَةِ

۱۳۴۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَيْنَانَ قَالَ

بِمَ سَمِعَ مُحَمَّدُ بْنُ سَيْنَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَيْنَانَ قَالَ

بیان کیا، ان سے ہلال بن علی نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے جنازہ میں حاضر تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر بیٹھے ہوئے تھے، میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آپ نے پوچھا کہ کیا ایسا آدمی بھی کوئی یہاں ہے جو آج رات کو عورت کے پاس نہ گیا ہو۔ اس پر ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بولے کہ میں حاضر ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تم قبر میں اتر جاؤ۔ انسؓ نے کہا کہ وہ اتر گئے اور میت کو دفن کیا۔ عبد اللہ بن مبارک نے بیان کیا کہ فلج نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ ﴿لم یقارف﴾ کا معنی یہ ہے کہ جس نے گناہ نہ کیا ہو۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ سورۃ انعام میں جو ﴿لیقتروا﴾ آیا ہے اس کا معنی یہی ہے تاکہ گناہ کریں۔

حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: شَهِدْنَا بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ - وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ - فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَذْمَعَانِ، فَقَالَ: ((هَلْ فِيكُمْ مِنْ أَحَدٍ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ؟)) فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ: أَنَا. قَالَ: ((فَأَنْزِلْ فِي قَبْرِهَا)) فَنَزَلَ فِي قَبْرِهَا فَقَبَرَهَا قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ فُلَيْحُ: أَرَاهُ يَعْني الذَّنْبَ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: ﴿لِيَقْتَرُوا﴾ أَيْ لِيَكْتَسِبُوا.

[راجع: ۱۲۸۵]

ایک بات عجیب مشہور ہو گئی ہے کہ موت کے بعد شوہر بیوی کے لئے ایک اجنبی اور عام آدمی سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا، یہ انتہائی لغو اور غلط تصور ہے۔ اسلام میں شوہر اور بیوی کا تعلق اتنا معمولی نہیں کہ وہ مرنے کے بعد ختم ہو جائے اور مرد عورت کے لئے اجنبی بن جائے۔ پس عورت کے جنازے کو خود اس کا خاوند بھی اتار سکتا ہے اور حسب ضرورت دوسرے لوگ بھی جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہوا۔

باب شہید کی نماز جنازہ پڑھیں یا نہیں؟

(۱۳۴۳) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یث بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے عبد الرحمن بن کعب بن مالک نے، ان سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دو دوشہیدوں کو ملا کر ایک ہی کپڑے کا کفن دیا۔ آپ دریافت فرماتے کہ ان میں قرآن کسے زیادہ یاد ہے۔ کسی ایک کی طرف اشارہ سے بتایا جاتا تو آپ بغلی قبر میں اسی کو آگے کرتے اور فرماتے کہ میں قیامت میں ان کے حق میں شہادت دوں گا۔ پھر آپؐ نے سب کو ان کے خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیا۔ نہ انہیں غسل دیا گیا اور نہ ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔

۷۲- بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الشَّهِيدِ

۱۳۴۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبٍ بْنِ مَالِكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أَحَدٍ فِي تَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ يَقُولُ: ((أَلَيْسَ أَكْثَرُ أَخَذًا لِلْقُرْآنِ؟)) فَإِذَا أَشِيرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ: ((أَنَا شَهِيدٌ عَلَى هَؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)). وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ فِي دِمَائِهِمْ، وَلَمْ يُعْسَلُوا

وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ.

[أطرافه في: ١٣٤٥، ١٣٤٦، ١٣٤٧،

١٣٤٨، ١٣٥٣، ٤٠٧٩].

١٣٤٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلَّى عَلَى أَهْلِ أُحُدٍ صَلَاتَهُ عَلَى النَّمِيتِ، ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْمَنْبَرِ فَقَالَ: ((إِنِّي فَرَطْتُ لَكُمْ، وَمَا أَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ، وَإِنِّي وَاللَّهِ لَأَنْظُرَ إِلَى حَوْضِي الْآنَ، وَإِنِّي أَغَطِيْتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ، أَوْ مَفَاتِيحَ الْأَرْضِ. وَإِنِّي وَاللَّهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي، وَلَكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوا فِيهَا)).

[أطرافه في: ٣٥٩٦، ٤٠٤٢، ٤٠٨٥،

٦٤٢٦، ٦٥٩٠].

تشیع شہید فی سبیل اللہ جو میدان جنگ میں مارا جائے اس پر نماز جنازہ پڑھنے نہ پڑھنے کے بارے میں اختلاف ہے۔ اسی باب کے ذیل میں ہر دو احادیث میں یہ اختلاف موجود ہے۔ ان میں تطبیق یہ ہے کہ دوسری حدیث جس میں شہدائے احد پر نماز کا ذکر ہے اس سے مراد صرف دعا اور استغفار ہے۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں کہانہ صلی اللہ علیہ وسلم دعائہم واستغفرلہم حین قرب اجلہ بعد ثمان سنین کالمودع للاحیاء والاموات (تحفة الاحوذی) یعنی اس حدیث میں جو ذکر ہے یہ معرکہ احد کے آٹھ سال بعد کا ہے۔ یعنی آنحضرت ﷺ اپنے آخری وقت میں شہدائے احد سے بھی رخصت ہونے کے لئے وہاں گئے اور ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔

طویل بحث کے بعد الحدیث الکبیر مولانا عبدالرحمن مبارک پوری مرحوم فرماتے ہیں۔ قلت الظاهر عندی ان الصلوة علی الشہید لیست بواجبة لہجوز ان یمضی علیہا ویجوز ترکہا واللہ اعلم یعنی میرے نزدیک شہید پر نماز جنازہ پڑھنا اور نہ پڑھنا ہر دو امور جائز ہیں واللہ اعلم۔

باب دو یا تین آدمیوں کو ایک قبر میں
دفن کرنا

(١٣٣٥) ہم سے سعید بن سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن شہاب نے بیان

٧٣- بَابُ دَفْنِ الرَّجُلَيْنِ وَالثَلَاثَةِ فِي قَبْرِ وَاحِدٍ

١٣٤٥- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ

کیا۔ ان سے عبدالرحمن بن کعب نے کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دو دو شہیدوں کو دفن کرنے میں ایک ساتھ جمع فرمایا تھا۔

عَنْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أَحَدٍ)). [راجع: ۱۳۴۳]

حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

باب اس شخص کی دلیل جو شہداء کا غسل مناسب نہیں سمجھتا

۷۴- بَابُ مَنْ لَمْ يَرِ غَسْلَ الشَّهْدَاءِ

(۱۳۴۶) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یث بن سعد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عبدالرحمن بن کعب نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ انہیں خون سمیت دفن کر دو یعنی احد کی لڑائی کے موقع پر اور انہیں غسل نہیں دیا تھا۔

۱۳۴۶- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا يَثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((إِذَا فُتُوهُمْ فِي دِمَائِهِمْ))، يَغْنِي يَوْمَ الْحَدِّ، وَلَمْ يَغْسَلُوهُمْ. [راجع: ۱۳۴۳]

باب بغلی قبر میں کون آگے رکھا جائے۔

۷۵- بَابُ مَنْ يُقَدَّمُ فِي اللَّحْدِ.

امام بخاریؒ نے کہا کہ بغلی قبر کو کد اس لئے کہا گیا کہ یہ ایک کونے میں ہوتی ہے اور ہر جائز (اپنی جگہ سے ہٹی ہوئی چیز) کو کد کہیں گے۔ اسی سے ہے (سورہ کف میں) لفظ ملتحدہ یعنی پناہ کا کونہ اور اگر قبر سیدھی (صندوقی) ہو تو اسے صریح کہتے ہیں۔

وَسُمِّيَ اللَّحْدُ لِأَنَّهُ فِي نَاحِيَةٍ وَكُلُّ جَابِرٍ مُلْحَدٌ. ﴿مُلْتَحِدًا﴾: مَعْدَلًا. وَلَوْ كَانَ مُسْتَقِيمًا كَانَ ضَرْبًا.

(۱۳۴۷) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں یث بن سعد نے خبر دی۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمن بن کعب بن مالک نے اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد کے دو دو شہید مردوں کو ایک ہی کپڑے میں کفن دیتے اور پوچھتے کہ ان میں قرآن کس نے زیادہ یاد کیا ہے۔ پھر جب کسی ایک طرف اشارہ کر دیا جاتا تو کد میں اسی کو آگے بڑھاتے اور فرماتے جاتے کہ میں ان پر گواہ ہوں۔ آپ نے خون سمیت انہیں دفن کرنے کا حکم دیا، نہ ان کی نماز جنازہ

۱۳۴۷- حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يَثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أَحَدٍ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ. ثُمَّ يَقُولُ : ((أَيُّهُمَا أَكْثَرُ أَخْذَاً لِلْقُرْآنِ؟)) فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ: ((أَنَا

پڑھی اور نہ انہیں غسل دیا۔

شَهِدَ عَلَى هَؤُلَاءِ)).

وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ، وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ،

وَلَمْ يُغْسِلْهُمْ)). [راجع: ۱۳۴۳]

(۱۳۳۸) پھر ہمیں امام اوزاعی نے خبر دی۔ انہیں زہری نے اور ان سے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے جاتے تھے کہ ان میں قرآن زیادہ کس نے حاصل کیا ہے؟ جس کی طرف اشارہ کر دیا جاتا آپ لحد میں اسی کو دوسرے سے آگے بڑھاتے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میرے والد اور چچا کو ایک ہی کبل میں کفن دیا گیا تھا۔

۱۳۴۸- وَأَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ لِقَتْلَى أَخِي: ((أَيُّ هَؤُلَاءِ أَكْثَرُ أَخَذًا لِلْقُرْآنِ؟)) فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى رَجُلٍ قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ قَبَلَ صَاحِبِهِ - وَقَالَ جَابِرٌ - فَكَفَّنَ أَبِي وَعَمِي فِي نَمْرَةٍ وَاحِدَةٍ)).

[راجع: ۱۳۴۳]

اور سلیمان بن کثیر نے بیان کیا کہ مجھ سے زہری نے بیان کیا، ان سے اس شخص نے بیان کیا جنہوں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا تھا۔

وَقَالَ سَلِيمَانُ بْنُ كَثِيرٍ: حَدَّثَنِي قَالَ الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.

مسک راجح یہی ہے جو حضرت امام نے بیان فرمایا کہ شہید فی سبیل اللہ پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

باب از خراور سوکھی گھاس قبر میں

۷۶- بَابُ الْإِذْخَرِ وَالْحَشِيشِ فِي الْقَبْرِ

بجھانا

(۱۳۳۹) ہم سے محمد بن عبد اللہ بن حوشب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الوہاب نے بیان کیا۔ کہا ہم سے خالد حذاء نے، ان سے عکرمہ نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرم کیا ہے۔ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے (یہاں قتل و خون) حلال تھا اور نہ میرے بعد ہو گا اور میرے لئے بھی تھوڑی دیر کے لئے (فتح مکہ کے دن) حلال ہوا تھا۔ پس نہ اس کی گھاس اکھاڑی جائے نہ اس کے درخت قلم کئے جائیں۔ نہ یہاں کے جانوروں کو (شکار کے لئے) بھگایا جائے اور سو اس شخص کے جو اعلان کرنا چاہتا ہو (کہ یہ گری ہوئی چیز کس کی ہے) کسی کے لئے وہاں سے کوئی گری

۱۳۴۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((حَرَّمَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مَكَّةَ، فَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَا أَحَدٍ بَعْدِي، أَجَلْتُ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ: لَا يُخْتَلَى خِلَاهَا، وَلَا يُغَضَّدُ شَجَرُهَا، وَلَا يُنْفَرُ صَيْدُهَا، وَلَا تُلْتَقَطُ لِقَطْعَتُهَا إِلَّا لِمُعَرَفٍ)). فَقَالَ الْعَبَّاسُ

ہوئی چیز اٹھانی جائز نہیں۔ اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ”لیکن اس سے اذخر کا استثناء کر دیجئے کہ یہ ہمارے سناروں کے اور ہماری قبروں میں کام آتی ہے۔“ آپؐ نے فرمایا کہ مگر اذخر کی اجازت ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نبی کریم ﷺ سے روایت میں ہے۔ ”ہماری قبروں اور گھروں کے لئے۔“ اور ابان بن صالحؓ نے بیان کیا، ان سے حسن بن مسلم نے، ان سے صفیہ بنت شیبہ نے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اسی طرح سنا تھا۔ اور مجاہد نے طاؤس کے واسطے سے بیان کیا اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ بیان کئے۔ ہمارے قین (لوہاروں) اور گھروں کے لئے (اذخر اکھاڑنا حرم سے) جائز کر دیجئے۔

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَّا الْإِذْخِرَ لِمَصَاحِبِنَا وَتَقْبُورِنَا. فَقَالَ: ((إِلَّا الْإِذْخِرَ)).
وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ النَّبِيِّ ﷺ: ((لَتَقْبُورِنَا وَيُتُوبِنَا)). وَقَالَ أَبَانُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ ((سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ)) مِثْلَهُ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((لَقَيْنَهُمْ وَيُتُوبَهُمْ)).

[۴۹، ۱۵۸۷، ۱۸۳۳، ۱۸۳۴]

[۲۰۹۰، ۲۴۳۳، ۲۷۸۳، ۲۸۲۵]

[۳۰۷۷، ۳۱۸۹، ۴۳۱۳]

پس آپؐ نے اذخر نامی گھاس اکھاڑنے کی اجازت دے دی۔

تَسْبِيْحُ اس حدیث سے جہاں قبر میں اذخر یا کسی سوکھی گھاس کا ڈالنا ثابت ہوا۔ وہاں حرم مکہ المکرمہ کا بھی اثبات ہوا۔ اللہ نے شہر مکہ کو امن والا شہر فرمایا ہے۔ قرآن مجید میں اسے بلد الامین کہا گیا ہے۔ یعنی وہ شہر جہاں امن ہی امن ہے، وہاں نہ کسی کا قتل جائز ہے نہ کسی جانور کا مارنا جائز حتیٰ کہ وہاں کی گھاس تک بھی اکھاڑنے کی اجازت نہیں۔ یہ وہ امن والا شہر ہے جسے خدا نے روز ازل ہی سے بلد الامین قرار دیا ہے۔

۷۷- بَابُ هَلْ يُخْرَجُ الْمَيِّتُ مِنَ الْقَبْرِ وَاللَّحْدِ لِعَلَّةٍ.
باب کہ میت کو کسی خاص وجہ سے قبر یا لحد سے باہر نکالا جا سکتا ہے؟

امام بخاریؒ نے اس باب میں اس کا جواز ثابت کیا اگر کسی پر زہر کھلانے یا ضرب لگانے سے موت کا گمان ہو تو اس کی لاش بھی قبر سے نکال کر دیکھ سکتے ہیں۔ البتہ مسلمان کی لاش کا چہرہ کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

(۱۳۵۰) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، عمرو نے کہا کہ میں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو عبد اللہ بن ابی (منافق) کو اس کی قبر میں ڈالا جا چکا تھا۔ لیکن آپؐ کے ارشاد پر اسے قبر سے نکال لیا گیا۔ پھر آپؐ نے اسے اپنے گھٹنوں پر رکھ کر لعاب دہن اس کے منہ میں ڈالا اور اپنا کرتہ اسے پہنایا۔ اب اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ (غالباً مرنے کے بعد ایک منافق کے ساتھ اس احسان کی وجہ یہ تھی کہ)

۱۳۵۰- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرُو: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((أَتَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي بَعْدَ مَا أُذْجِلَ حُفْرَتُهُ، فَأَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ، فَوَضَعَهُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ، وَنَفَثَ عَلَيْهِ مِنْ رِيقِهِ، وَأَلْبَسَهُ قَمِيصَهُ، فَأَلَّفَهُ أَغْلَمَ وَكَانَ كَسَا

انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ایک قمیص پہنائی تھی (غزوہ بدر میں جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے قیدی بن کر آئے تھے) سفیان نے بیان کیا کہ ابوبارون موسیٰ بن ابی عیسیٰ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے استعمال میں دو کرتے تھے۔ عبد اللہ کے لڑکے (جو مومن مخلص تھے رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ یا رسول اللہ! میرے والد کو آپ وہ قمیص پہنا دیجئے جو آپ کے جد اطہر کے قریب رہتی ہے۔ سفیان نے کہا لوگ سمجھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنا کرتہ اس کے کرتے کے بدل پہنا دیا جو اس نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو پہنایا تھا۔

(۱۳۵۱) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو بشر بن مفضل نے خبر دی، کہا کہ ہم سے حسین معلم نے بیان کیا، ان سے عطاء بن ابی رباح نے، ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب جنگ احد کا وقت قریب آ گیا تو مجھے میرے باپ عبد اللہ نے رات کو بلا کر کہا کہ مجھے ایسا دکھائی دیتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سب سے پہلا مقتول میں ہی ہوں گا اور دیکھو نبی کریم ﷺ کے سوا دوسرا کوئی مجھے (اپنے عزیزوں اور وارثوں میں) تم سے زیادہ عزیز نہیں ہے، میں مقروض ہوں اس لئے تم میرا قرض ادا کر دینا اور اپنی (نو) بہنوں سے اچھا سلوک کرنا۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو سب سے پہلے میرے والد ہی شہید ہوئے۔ قبر میں آپ کے ساتھ میں نے ایک دوسرے شخص کو بھی دفن کیا تھا۔ پر میرا دل نہیں مانتا کہ انہیں دوسرے صاحب کے ساتھ پوں ہی قبر میں رہنے دوں۔ چنانچہ چھ مہینے کے بعد میں نے ان کی لاش کو قبر سے نکالا دیکھا تو صرف کان تھوڑا سا گلنے کے سوا باقی سارا جسم اسی طرح تھا جیسے دفن کیا گیا تھا۔

عَبَّاسًا قَمِيصًا وَ قَالَ قَالَ سَفِيَانٌ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : وَكَانَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَمِيصَانِ، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَيْسَ أَبِي قَمِيصَكَ الَّذِي يَلْبِي جِلْدَكَ. قَالَ سَفِيَانٌ: فَيَرَوْنَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَلْبَسَ عَبْدَ اللَّهِ قَمِيصَهُ مُكَافَاةً لِمَا صَنَعَ)).

۱۳۵۱- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا بَشَرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ الْمُعَلَّمِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : ((لَمَّا حَضَرَ أَخَذَ دَعَائِي أَبِي مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ: مَا أَرَانِي إِلَّا مَقْتُولًا فِي أَوَّلِ مَنْ يُقْتَلُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، وَإِنِّي لَا أَتْرُكُ بَعْدِي أَعَزُّ عَلَيَّ مِنْكَ، غَيْرَ نَفْسِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. فَإِنَّ عَلَيَّ دَيْنًا، فَاقْضِ، وَاسْتَوْصِ بِأَخَوَاتِكَ خَيْرًا. فَأَصْبَحْنَا، فَكَانَ أَوَّلَ قَبِيلٍ، وَذُفِنَ مَعَهُ آخَرُ فِي قَبْرِ، ثُمَّ لَمْ تَطْلُبْ نَفْسِي أَنْ أَتْرُكَهُ مَعَ الْآخَرِ فَاسْتَخَرَجْتُهُ بَعْدَ سِتَّةِ أَشْهُرٍ، فَإِذَا هُوَ كَيَوْمٍ وَضَعْتُهُ هُنَيْئَةً، غَيْرَ أَذْبَنَ)).

[طرفہ فی: ۱۳۵۲]۔

بخاری کے والد عبد اللہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے سچے جاں نثار تھے اور ان کے دل میں جنگ کا جوش بھرا ہوا تھا۔ انہوں نے یہ نشان لیا کہ میں کافروں کو ماروں گا اور مروں گا۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک خواب بھی دیکھا تھا کہ بشر بن عبد اللہ جو جنگ بدر میں شہید ہوئے تھے وہ ان کو کہہ رہے تھے کہ تم ہمارے پاس ان ہی دنوں میں آنا چاہتے ہو۔ انہوں نے یہ خواب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تمہاری قسمت میں شہادت لکھی ہوئی ہے۔ چنانچہ یہ خواب سچا ثابت ہوا۔ اس حدیث سے ایک مومن کی شان بھی معلوم ہوئی کہ اس کو آنحضرت ﷺ سب سے زیادہ عزیز ہوں۔

۱۳۵۲- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((ذُفِنَ مَعَ أَبِي رَجُلٍ، فَلَمْ تَطْبَنَ نَفْسِي حَتَّى أَخْرَجْتُهُ، فَجَعَلْتُهُ فِي قَبْرِ عَلِيٍّ حِدَّةٍ)). [راجع: ۱۳۵۱]

۷۸- بَابُ اللَّحْدِ وَالشَّقِّ فِي الْقَبْرِ
۱۳۵۳- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبٍ بْنِ مَالِكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُخَذَ ثُمَّ يَقُولُ: ((أَيْهَمُ أَكْثَرُ أَخَذًا لِلْقُرْآنِ؟)) فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ فَقَالَ: ((أَنَا شَهِيدٌ عَلَى هَؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))، فَأَمَرَ بِدَفْنِهِمَا بِدِمَائِهِمَا، وَلَمْ يُغْسَلْهُمَا)). [راجع: ۱۳۴۳]

۷۹- بَابُ إِذَا أَسْلَمَ الصَّبِيُّ فَمَاتَ هَلْ يُصَلَّى عَلَيْهِ، وَهَلْ يُغْرَضُ عَلَى الصَّبِيِّ الْإِسْلَامُ؟

وقال الحسنُ وَشَرِيحُ وَإِبْرَاهِيمُ وَقَنَادَةُ: إِذَا أَسْلَمَ أَحَدُهُمَا قَالُوا لَوْلَدٌ مَعَ الْمُسْلِمِ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا مَعَ أُمِّهِ مِنَ الْمُسْتَضْعَفِينَ، وَلَمْ يَكُنْ مَعَ أَبِيهِ

(۱۳۵۲) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سعید بن عامر نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے ابن ابی نجیح نے، ان سے عطاء بن ابی رباح نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرے باپ کے ساتھ ایک ہی قبر میں ایک اور صحابی (حضرت جابرؓ کے چچا) دفن تھے۔ لیکن میرا دل اس پر راضی نہیں ہو رہا تھا۔ اس لئے میں نے ان کی لاش نکال کر دوسری قبر میں دفن کر دی۔

باب بغلی یا صندوقی قبر بنانا

(۱۳۵۳) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا، ہمیں لیث بن سعد نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے سے ابن شہاب نے بیان کیا۔ ان سے عبد الرحمن بن کعب بن مالک نے، اور ان سے جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ احد کے شہداء کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک کفن میں دو دو کو ایک ساتھ کر کے پوچھتے تھے کہ قرآن کس کو زیادہ یاد تھا۔ پھر جب کسی ایک کی طرف اشارہ کر دیا جاتا تو بغلی قبر میں اسے آگے کر دیا جاتا۔ پھر آپ فرماتے کہ میں قیامت کو ان (کے ایمان) پر گواہ بنوں گا۔ آپ نے انہیں بغیر غسل دیئے خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیا تھا۔

باب ایک بچہ اسلام لایا پھر اس کا انتقال ہو گیا
تو کیا اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟
اور کیا بچے کے سامنے

اسلام کی دعوت پیش کی جاسکتی ہے؟

حسن، شریح، ابراہیم اور قتادہ رحمہم اللہ نے کہا کہ والدین میں سے جب کوئی اسلام لائے تو ان کا بچہ بھی مسلمان سمجھا جائے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی اپنی والدہ کے ساتھ (مسلمان سمجھے گئے تھے اور مکہ کے کمزور مسلمانوں میں سے تھے۔ آپ اپنے والد کے ساتھ نہیں

تھے جو ابھی تک اپنی قوم کے دین پر قائم تھے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اسلام غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہو سکتا۔

(۱۳۵۴) ہم سے عبدان نے بیان کیا کہ ہمیں عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں یونس نے، انہیں زہری نے، کہا کہ مجھے سالم بن عبد اللہ نے خبر دی کہ انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کچھ دوسرے اصحاب کی معیت میں ابن صیاد کے پاس گئے۔ آپ کو وہ بنو مغالہ کے مکانوں کے پاس بچوں کے ساتھ کھیلتا ہوا ملا۔ ان دونوں ابن صیاد جوانی کے قریب تھا۔ اسے آنحضور ﷺ کے آنے کی کوئی خبر ہی نہیں ہوئی۔ لیکن آپ نے اس پر اپنا ہاتھ رکھا تو اسے معلوم ہوا۔ پھر آپ نے فرمایا اے ابن صیاد! کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ ابن صیاد رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھ کر بولا ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ان پڑھوں کے رسول ہیں۔ پھر اس نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا۔ کیا آپ اس کی گواہی دیتے ہیں کہ میں بھی اللہ کا رسول ہوں؟ یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ نے اسے چھوڑ دیا اور فرمایا میں اللہ اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لایا۔ پھر آپ نے اس سے پوچھا کہ تجھے کیا دکھائی دیتا ہے؟ ابن صیاد بولا کہ میرے پاس سچی اور جھوٹی دونوں خبریں آتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا پھر تو تیرا سب کام گڈمڈ ہو گیا۔ پھر آپ نے (اللہ تعالیٰ کے لئے) اس سے فرمایا اچھا میں نے ایک بات دل میں رکھی ہے وہ بتلا۔ (آپ نے سورہ دخان کی آیت کا تصور کیا۔ ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ﴾ ابن صیاد نے کہا وہ دخ ہے۔ آپ نے فرمایا چل دور ہو تو اپنی بساط سے آگے کبھی نہ بڑھ سکے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ! مجھ کو چھوڑ دیجئے میں اس کی گردن مار دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا، اگر یہ دجال ہے تو تو اس پر غالب نہ ہو گا اور اگر دجال نہیں ہے تو اس کا مار ڈالنا تیرے لئے بہتر نہ ہو گا۔

(۱۳۵۵) اور سالم نے کہا کہ میں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا وہ کہتے تھے پھر ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابی

عَلَى دِينِ قَوْمِهِ، وَقَالَ: الْإِسْلَامُ يَغْلُو وَلَا يَغْلَى.

۱۳۵۴- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ عُمَرَ انْطَلَقَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي رَهْطٍ قَبْلَ ابْنِ صَيَّادٍ حَتَّى وَجَدُوهُ يَلْعَبُ مَعَ الصَّبْيَانِ عِنْدَ أَطْمِ بْنِ مِغَالَةَ - وَقَدْ قَارَبَ ابْنُ صَيَّادٍ الْحُلُمَ - فَلَمْ يَشْفُرْ حَتَّى ضَرَبَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ لِابْنِ صَيَّادٍ: ((تَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ؟)) فَنَظَرَ إِلَيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ الْأُمِّيِّينَ. فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ لِلنَّبِيِّ ﷺ: أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ؟ فَرَفَضَهُ وَقَالَ: ((أَمَنْتُ بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ)). فَقَالَ لَهُ: مَاذَا تَرَى؟ قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ: يَأْتِينِي صَادِقٌ وَكَاذِبٌ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((خُلْطَ عَلَيْكَ الْأُمُورُ)). ثُمَّ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنِّي قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَيْرَيْنِ)). فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ: هُوَ الدُّخُ. فَقَالَ: ((اِخْسَأْ، فَلَمْ تَعْدُو قَدْرَكَ)). فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: دَغَفَى يَا رَسُولَ اللَّهِ أَضْرَبُ عُقْفَهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنْ يَكُنْهُ فَلَنْ تَسْلُطَ عَلَيْهِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْهُ فَلَا خَيْرَ لَكَ فِي قَتْلِهِ)).

[أطرافه في: ۳۰۵۵، ۶۱۷۳، ۶۶۱۸].

۱۳۵۵- وَقَالَ سَالِمٌ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: ((انْطَلَقَ بَعْدَ

ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَبِي بَنِي كَعْبٍ إِلَى النَّخْلِ الَّتِي فِيهَا ابْنُ صَيَادٍ، وَهُوَ يَخِيلُ أَنْ يَسْمَعَ مِنْ ابْنِ صَيَادٍ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ يَرَاهُ ابْنُ صَيَادٍ، فَرَأَاهُ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ - يَغْنِي فِي قَطِيفَةٍ لَهُ فِيهَا رَمْزَةٌ، أَوْ زَمْزَةٌ - فَرَأَتْ أُمُّ ابْنِ صَيَادٍ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يَقْبِي بِجَذْوِ النَّخْلِ، فَقَالَتْ لِابْنِ صَيَادٍ: يَا صَافٍ - وَهُوَ اسْمُ ابْنِ صَيَادٍ - هَذَا مُحَمَّدٌ ﷺ، فَتَارَ ابْنُ صَيَادٍ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَوْ تَرَكْتُهُ بَيْنَ))، وَقَالَ شُعَيْبٌ فِي حَدِيثِهِ: زَمْزَمَةٌ فَرَقَصَتْ. زَمْزَمَةٌ. وَقَالَ إِسْحَاقُ وَ عَقِيلٌ رَمْزَةٌ. وَقَالَ مَعْمَرٌ: رَمْزَةٌ. [أطرافه في: ٢٦٣٨، ٣٠٣٣، ٣٠٥٦، ٦١٧٤].

بن کعبؓ دونوں مل کر ان کھجور کے درختوں میں گئے۔ جمال ابن صیاد تھا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ ابن صیاد آپ کو نہ دیکھے اور) اس سے پہلے کہ وہ آپ کو دیکھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم غفلت میں اس سے کچھ باتیں سن لیں۔ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھ پایا۔ وہ ایک چادر اوڑھے پڑا تھا۔ کچھ گن گن یا پھن پھن کر رہا تھا۔ لیکن مشکل یہ ہوئی کہ ابن صیاد کی ماں نے دور ہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے تنوں میں چھپ چھپ کر جا رہے تھے۔ اس نے پکار کر ابن صیاد سے کہہ دیا صاف! یہ نام ابن صیاد کا تھا۔ دیکھو محمد آن پہنچے۔ یہ سنتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کاش اس کی ماں ابن صیاد کو باتیں کرنے دیتی تو وہ اپنا حال کھولتا۔ شعیب نے اپنی روایت میں زمزماہ فرقصہ اور عقیل نے رمزماہ نقل کیا ہے اور معمر نے رمزماہ کہا ہے۔

تشیع ابن صیاد ایک یہودی لڑکا تھا جو مدینہ میں دجل و فریب کی باتیں کر کر کے عوام کو ہسکایا کرتا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اس پر اسلام پیش فرمایا۔ اس وقت وہ نابالغ تھا۔ اسی سے امام بخاریؒ کا مقصد ثابت ہوا۔ آپؐ اس کی طرف سے مایوس ہو گئے کہ وہ ایمان لانے والا نہیں یا آپؐ نے جواب میں اس کو چھوڑ دیا یعنی اس کی نسبت لا ونعم کچھ نہیں کہا صرف اتنا فرما دیا کہ میں اللہ کے سب پیغمبروں پر ایمان لایا۔

بعض روایتوں میں فرصہ صادمملہ سے ہے کہ یعنی ایک لات اس کو جمائی۔ بعضوں نے کہا کہ آپؐ نے اسے دبا کر بھیجا آپؐ نے جو کچھ اگل سے پوچھا اس سے آپؐ کی غرض محض یہ تھی کہ اس کا جھوٹ کھل جائے اور اس کا پیغمبری کا دعویٰ غلط ہو۔ ابن صیاد نے جواب میں کہا کہ میں کبھی سچا کبھی جھوٹا خواب دیکھتا ہوں، یہ شخص کاہن تھا اس کو جھوٹی سچی خبریں شیطان دیا کرتے تھے۔ دغان کی جگہ صرف لفظ درخ کہا۔ شیطانوں کی اتنی ہی طاقت ہوتی ہے کہ ایک آدھ کلمہ اچک لیتے ہیں، اسی میں جھوٹ ملا کر مشہور کرتے ہیں (خلاصہ وحیدی) مزید تفصیل دوسری جگہ آئے گی۔

(۱۳۵۶) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ثابت نے، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک یہودی لڑکا (عبدالقدوس) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا، ایک دن وہ بیمار ہو گیا۔ آپؐ اس کا مزاج معلوم کرنے کے لئے تشریف لائے اور اس کے سرہانے بیٹھ

۱۳۵۶ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ غُلَامٌ يَهُودِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ ﷺ فَمَرَضَ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ يَخْوُذُهُ، فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَقَالَ

گئے اور فرمایا کہ مسلمان ہو جا۔ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا، باپ وہیں موجود تھا۔ اس نے کہا کہ (کیا مضائقہ ہے) ابو القاسم رحمہ اللہ جو کچھ کہتے ہیں مان لے۔ چنانچہ وہ بچہ اسلام لے آیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو آپ نے فرمایا کہ شکر ہے اللہ پاک کا جس نے اس بچے کو جنم سے بچالیا۔

(۱۳۵۷) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ عبید اللہ بن زیاد نے بیان کیا کہ میں نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے سنا تھا کہ میں اور میری والدہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد مکہ میں) کمزور مسلمانوں میں سے تھے۔ میں بچوں میں اور میری والدہ عورتوں میں۔

لَهُ: ((أَسْلِمَ)). فَظَرَّ إِلَى أَبِيهِ وَهُوَ عِدَّةٌ، فَقَالَ لَهُ: أَطْعَ أَبَا الْقَاسِمِ رحمہ اللہ. فَأَسْلَمَ. فَخَرَجَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ يَقُولُ: ((الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ)).

[طرفہ بی: ۵۶۵۶].

۱۳۵۷- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: قَالَ عُيَيْنَةُ اللَّهِ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: ((كُنْتُ أَنَا وَأُمِّي مِنَ الْمُسْتَضْعِفِينَ: أَنَا مِنَ الْوِلْدَانِ، وَأُمِّي مِنَ النِّسَاءِ)).

[أطرافہ بی: ۴۵۸۷، ۴۵۸۸، ۴۵۹۷].

جن کا ذکر سورہ نساء کی آیتوں میں ہے ﴿وَالْمُسْتَضْعِفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ أَوْ الِا الْمُسْتَضْعِفِينَ مِنَ

الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ﴾

(۱۳۵۸) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ ابن شہاب ہر اس بچے کی جو وفات پا گیا ہو نماز جنازہ پڑھتے تھے۔ اگرچہ وہ حرام ہی کا بچہ کیوں نہ ہو کیونکہ اس کی پیدائش اسلام کی فطرت پر ہوئی۔ یعنی اس صورت میں جب کہ اس کے والدین مسلمان ہونے کے دعویدار ہوں۔ اگر صرف باپ مسلمان ہو اور ماں کافہ اسلام کے سوا کوئی اور ہو جب بھی۔ بچہ کے رونے کی پیدائش کے وقت اگر آواز سنائی دیتی تو اس پر نماز پڑھی جاتی۔ لیکن اگر پیدائش کے وقت کوئی آواز نہ آتی تو اس کی نماز نہیں پڑھی جاتی تھی۔ بلکہ ایسے بچے کو کچا حمل گر جانے کے درجہ میں سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں جس طرح تم دیکھتے ہو کہ جانور صحیح سالم بچہ جنتا ہے۔ کیا تم نے کوئی کان کٹا ہوا بچہ بھی دیکھا

۱۳۵۸- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ ابْنُ شَهَابٍ: يُصَلِّي عَلَى كُلِّ مَوْلُودٍ مَوْلًى وَإِنْ كَانَ لِعَلِيَّةٍ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ وَلِدَ عَلَى فِطْرَةِ الْإِسْلَامِ، يَدْعِي أَبَوَاهُ الْإِسْلَامَ أَوْ أَبُوهُ خَاصَّةً وَإِنْ كَانَتْ أُمُّهُ عَلَى غَيْرِ الْإِسْلَامِ، إِذَا اسْتَهْلَ صَارِحًا صَلَّيَ عَلَيْهِ، وَلَا يُصَلِّي عَلَى مَنْ لَا يَسْتَهْلُ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ سَقَطَ، لِأَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يُحَدِّثُ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: ((مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجَّسَانِهِ، كَمَا تُنتَجُ الْبَهِيمَةُ بِبَهِيمَةٍ جَمْعَاءَ، هَلْ تَحْسُونُ فِيهَا مِنْ جَذَعَاءَ؟))

ہے؟ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو تلاوت کیا۔ ”یہ اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔“ الآیۃ۔

ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ﴿فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾ الْآيَةَ.

[أطرافه فی: ۱۳۵۹، ۱۳۸۵، ۴۷۷۵،

۵۶۹۹].

قططانی نے کہا اگر وہ چار مہینے کا بچہ ہو تو اس کو غسل اور کفن دینا واجب ہے، اسی طرح دفن کرنا لیکن نماز واجب نہیں کیونکہ اس نے آواز نہیں کی اور اگر چار مہینے سے کم کا ہو تو ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیں۔

تَشْرِیح

(۱۳۵۹) ہم سے عبدان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم کو یونس نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے خبر دی اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک جانور ایک صحیح سالم جانور جنتا ہے۔ کیا تم اس کا کوئی عضو (پیدائشی طور پر) کٹا ہوا دیکھتے ہو؟ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی فطرت ہے جس پر لوگوں کو اس نے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خلقت میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں، یہی دین قیم ہے۔

۱۳۵۹- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجَّسَانِهِ، كَمَا تُنتَجُ الْبَهِيمَةُ بِهَيْمَةِ جَمْعَاءَ، هَلْ تَحْسُونُ فِيهَا مِنْ جَذَعَاءَ؟)) ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ﴿فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ، ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ.

[راجع: ۱۳۵۸]

باب کا مطلب اس حدیث سے یوں نکلتا ہے کہ جب ہر ایک آدمی کی فطرت اسلام پر ہوئی ہے تو بچے پر بھی اسلام پیش کرنا اور اس کا اسلام لانا صحیح ہو گا۔ ابن شہاب نے اس حدیث سے یہ نکالا کہ ہر بچے پر نماز جنازہ پڑھی جائے کیونکہ وہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوا ہے۔ اس یہودی بچے نے اپنے باپ کی طرف دیکھا گویا اس سے اجازت چاہی جب اس نے اجازت دی تو وہ شوق سے مسلمان ہو گیا۔ باب اور حدیث میں مطابقت یہ کہ آپ نے بچے سے مسلمان ہونے کے لیے فرمایا۔ اس حدیث سے اخلاق محمدی پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ آپ از راہ ہمدردی مسلمان اور غیر مسلمان سب کے ساتھ محبت کا برتاؤ فرماتے اور جب بھی کوئی بیمار ہوتا اس کی مزاج پر سی کے لئے تشریف لے جاتے (ﷺ)

باب جب ایک مشرک موت کے وقت

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہہ لے

۸۰- بَابُ إِذَا قَالَ الْمُشْرِكُ عِنْدَ

الْمَوْتِ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

تَشْرِیح

یعنی جب تک موت کا یقین نہ ہوا ہو اور موت کی نشانیاں ظاہر نہ ہوئی ہوں کیونکہ ان کے ظاہر ہونے کے بعد پھر ایمان لانا فائدہ نہیں کرتا۔ ابو طالب کو بھی آپ نے نزع سے پہلے ایمان لانے کو فرمایا ہو گا یا اگر نزع کی حالت شروع ہو گئی تھی تو یہ

ابو طالب کی خصوصیت ہوگی جیسے آپ کی دعا سے اس کے عذاب میں تخفیف ہو جائے گی۔

(۱۳۶۰) ہم سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی، کہا کہ مجھے میرے باپ (ابراہیم بن سعد) نے صالح بن ابی شہاب قال: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ ((أَنَّهُ لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةَ جَاءَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَوَجَدَ عِنْدَ أَبِي جَهْلٍ بَنٍ هِشَامٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِأَبِي طَالِبٍ : ((يَا عَمُّ، قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَلِمَةً أَشْهَدُ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللَّهِ)). فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ : يَا أَبَا طَالِبٍ: أَتَزْعُبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ؟ فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُغْرِضُهَا عَلَيْهِ وَيَعُودَانِ بِبَيْتِكَ الْمَقَالَةَ حَتَّى قَالَ أَبُو طَالِبٍ آخِرَ مَا كَلَّمَهُمْ : هُوَ عَلَى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَأَبِي أَنْ يَقُولَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((أَمَّا وَاللَّهِ لَا أَسْتَغْفِرُونَ لَكَ مَا لَمْ أَنَا عَنْكَ)) فَانْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى فِيهِ : ﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ ﴾ الْآيَةِ. [أطرافه في: ۳۸۸۴، ۴۶۷۵، ۴۷۷۲، ۶۶۸۱].

(۱۳۶۰) ہم سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی، کہا کہ مجھے میرے باپ (ابراہیم بن سعد) نے صالح بن ابی شہاب قال: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ ((أَنَّهُ لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةَ جَاءَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَوَجَدَ عِنْدَ أَبِي جَهْلٍ بَنٍ هِشَامٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِأَبِي طَالِبٍ : ((يَا عَمُّ، قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَلِمَةً أَشْهَدُ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللَّهِ)). فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ : يَا أَبَا طَالِبٍ: أَتَزْعُبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ؟ فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُغْرِضُهَا عَلَيْهِ وَيَعُودَانِ بِبَيْتِكَ الْمَقَالَةَ حَتَّى قَالَ أَبُو طَالِبٍ آخِرَ مَا كَلَّمَهُمْ : هُوَ عَلَى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَأَبِي أَنْ يَقُولَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((أَمَّا وَاللَّهِ لَا أَسْتَغْفِرُونَ لَكَ مَا لَمْ أَنَا عَنْكَ)) فَانْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى فِيهِ : ﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ ﴾ الْآيَةِ. [أطرافه في: ۳۸۸۴، ۴۶۷۵، ۴۷۷۲، ۶۶۸۱].

امیہ بن مغیرہ موجود تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ چچا! آپ ایک کلمہ ”لا الہ الا اللہ“ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں کوئی معبود نہیں) کہہ دیجئے تاکہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کلمہ کی وجہ سے آپ کے حق میں گواہی دے سکوں۔ اس پر ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ مغیرہ نے کہا ابو طالب! کیا تم اپنے باپ عبد المطلب کے دین سے پھر جاؤ گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر کلمہ اسلام ان پر پیش کرتے رہے۔ ابو جہل اور ابن ابی امیہ بھی اپنی بات دہراتے رہے۔ آخر ابو طالب کی آخری بات یہ تھی کہ وہ عبد المطلب کے دین پر ہیں۔ انہوں نے لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا پھر بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آپ کے لئے استغفار کرتا رہوں گا۔ تاکہ مجھے منع نہ کر دیا جائے اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت ﴿وَمَا كَانَ لِلنَّبِيِّ﴾ نازل فرمائی۔ (التوبہ: ۱۱۳)

جس میں کفار و مشرکین کے لئے استغفار کی ممانعت کر دی گئی تھی۔ ابو طالب کے آنحضرت ﷺ پر بڑے احسانات تھے۔ انہوں نے اپنے بچوں سے زیادہ آنحضرت ﷺ کو پالا اور پرورش کی اور کافروں کی ایذا دہی سے آپ کو بچاتے رہے۔ اس لئے آپ نے محبت کی وجہ سے یہ فرمایا کہ خیر میں تمہارے لئے دعا کرتا رہوں گا اور آپ نے ان کے لئے دعا شروع کی۔ جب سورہ توبہ کی آیت ﴿وَمَا كَانَ لِلنَّبِيِّ﴾ نازل ہوئی کہ پیغمبر اور ایمان والوں کے لئے نہیں چاہئے کہ مشرکوں کے لئے دعا کریں، اس وقت آپ رک گئے۔ حدیث سے یہ ظاہر ہے کہ اگر مشرک شرک سے توبہ کر لے تو اس کا ایمان صحیح ہو گا۔ باب کا یہی مطلب ہے۔ مگر یہ توبہ سکرانے سے پہلے ہونی چاہئے۔ سکرانے کی توبہ قبول نہیں جیسا کہ قرآنی آیت ﴿فَلَمْ يَكُنْ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا﴾ (غافر: ۸۵) میں مذکور ہے۔

﴿شَرِّحْ﴾

جس میں کفار و مشرکین کے لئے استغفار کی ممانعت کر دی گئی تھی۔ ابو طالب کے آنحضرت ﷺ پر بڑے احسانات تھے۔ انہوں نے اپنے بچوں سے زیادہ آنحضرت ﷺ کو پالا اور پرورش کی اور کافروں کی ایذا دہی سے آپ کو بچاتے رہے۔ اس لئے آپ نے محبت کی وجہ سے یہ فرمایا کہ خیر میں تمہارے لئے دعا کرتا رہوں گا اور آپ نے ان کے لئے دعا شروع کی۔ جب سورہ توبہ کی آیت ﴿وَمَا كَانَ لِلنَّبِيِّ﴾ نازل ہوئی کہ پیغمبر اور ایمان والوں کے لئے نہیں چاہئے کہ مشرکوں کے لئے دعا کریں، اس وقت آپ رک گئے۔ حدیث سے یہ ظاہر ہے کہ اگر مشرک شرک سے توبہ کر لے تو اس کا ایمان صحیح ہو گا۔ باب کا یہی مطلب ہے۔ مگر یہ توبہ سکرانے سے پہلے ہونی چاہئے۔ سکرانے کی توبہ قبول نہیں جیسا کہ قرآنی آیت ﴿فَلَمْ يَكُنْ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا﴾ (غافر: ۸۵) میں مذکور ہے۔

باب قبر کھجور کی ڈالیاں لگانا

اور بریدہ اسلمی صحابی رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں لگا دی جائیں اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی قبر پر ایک خیمہ تانا ہوا دیکھا تو کہنے لگے کہ اے غلام! اسے اکھاڑ ڈال اب ان پر ان کا عمل سلیہ کرے گا اور خارجہ بن زید نے کہا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں میں جوان تھا اور چھلانگ لگانے میں سب سے زیادہ وہ سمجھا جاتا جو عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر پر چھلانگ لگا کر اس پار کود جاتا اور عثمان بن حکیم نے بیان کیا کہ خارجہ بن زید نے میرا ہاتھ پکڑ کر ایک قبر پر مجھ کو بٹھایا اور اپنے چچا زید بن ثابت سے روایت کیا کہ قبر پر بیٹھنا اس کو منع ہے جو پیشاب یا پاخانہ کے لئے اس پر بیٹھے۔ اور نافع نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قبروں پر بیٹھا کرتے تھے۔

(۱۳۶۱) ہم سے یحییٰ بن جعفر بکندی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو معاویہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے مجاہد نے، ان سے طاؤس نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ کا گزر ایسی دو قبروں پر ہوا جن پر عذاب ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ان پر عذاب کسی بہت بڑی بات پر نہیں ہو رہا ہے صرف یہ کہ ان میں ایک شخص پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا شخص چغل خوری کیا کرتا تھا۔ پھر آپ نے کھجور کی ایک ہری ڈالی لی اور اس کے دو ٹکڑے کر کے دونوں قبر پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ شاید اس وقت تک کے لئے ان پر عذاب کچھ ہلکا ہو جائے جب تک یہ خشک نہ ہوں۔

۸۱- بَابُ الْجَرِيدِ عَلَى الْقَبْرِ

وَأَوْصَى بُرَيْدَةُ الْأَسْلَمِيُّ أَنْ يُجْعَلَ لِي قَبْرِي جَرِيدَانِ وَرَأَى ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فُسْطَاطًا عَلَى قَبْرِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ فَقَالَ: انْزِعْهُ يَا غُلَامُ، فَإِنَّمَا يُظِلُّهُ عَمَلُهُ. وَقَالَ خَارِجَةُ بْنُ زَيْدٍ: رَأَيْتُنِي وَنَحْنُ شَبَابٌ فِي زَمَنِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَإِنْ أَشَدَّنَا وَتَبَةُ الَّذِي يَنْبُ قَبْرُ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ حَتَّى يُجَاوِزَهُ. وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ: أَخَذَ بِيَدِي خَارِجَةُ فَأَجْلَسَنِي عَلَى قَبْرِ أَخْبَرَنِي عَنْ عَمِّهِ يَزِيدَ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: إِنَّمَا كُرْهُ ذَلِكَ لِمَنْ أَحْدَثَ عَلَيْهِ. وَقَالَ نَافِعٌ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَجْلِسُ عَلَى الْقُبُورِ.

۱۳۶۱- حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ مَرَّ بِقَبْرَيْنِ يُعَذَّبَانِ فَقَالَ: ((إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ لِي كَبِيرٍ: أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتِيزِرُ مِنَ الْبَوْلِ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْنِشِي بِالْمَيْمَةِ)). ثُمَّ أَخَذَ جَرِيدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِصُفْتَيْنِ، ثُمَّ غَوَّزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً. فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ لِمَ صَنَعْتَ هَذَا؟ فَقَالَ: ((لَعَلَّهُ أَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا، مَا لَمْ يَنْتَسِرَا)).

[راجع: ۲۱۶]

نتیجہ آنحضرت ﷺ نے ایک قبر پر مجبور کی ڈالیاں لگا دی تھیں۔ بعضوں نے یہ سمجھا کہ یہ مسنون ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ یہ آنحضرت کا خاصہ تھا اور کسی کو ڈالیاں لگانے میں کوئی فائدہ نہیں۔ چنانچہ امام بخاریؒ ابن عمرؓ کا اثر اسی بات کو ثابت کرنے کے لئے لائے۔ ابن عمر اور بريدہؓ کے اثر کو ابن سعد نے وصل کیا۔ خارجہ بن زید کے اثر کو امام بخاریؒ نے تاریخ صغیر میں وصل کیا۔ اس اثر اور اس کے بعد کے اثر کو بیان کرنے سے امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ قبر والے کو اس کے عمل ہی فائدہ دیتے ہیں۔ اونچی چیز لگانا جیسے شاخیں وغیرہ یا قبر کی عمارت اونچی بنانا یا قبر پر بیٹھنا یہ چیزیں ظاہر میں کوئی فائدہ یا نقصان دینے والی نہیں ہیں۔ یہ خارجہ بن زید اہل مدینہ کے سات فقہاء میں سے ہیں۔ انہوں نے اپنے بچا یزید بن ثابت سے نقل کیا کہ قبر پر بیٹھنا اس کو مکروہ ہے جو اس پر پاخانہ یا پیشاب کرے۔ (وحیدی)

علامہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: قال ابن رشيد ويظهر من تصرف البخاري ان ذلك خاص بهما فلذلك عقبه بقول ابن عمر انما يظله عمله (فتح الباری) یعنی ابن رشید نے کہا کہ امام بخاریؒ کے تصرف سے یہی ظاہر ہے کہ شاخوں کے کاڑنے کا عمل ان ہی دونوں قبروں کے ساتھ خاص تھا۔ اس لئے امام بخاریؒ اس ذکر کے بعد ہی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا قول لائے ہیں کہ اس مرنے والے کا عمل ہی اس کو سایہ کر سکے گا۔ جن کی قبر پر خیمہ دیکھا گیا تھا وہ عبدالرحمن بن ابوبکر صدیقؓ تھے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے یہ خیمہ دور کرا دیا تھا۔ قبروں پر بیٹھنے کے بارے میں جمہور کا قول یہی ہے کہ ناجائز ہے۔ اس بارے میں کئی ایک احادیث بھی وارد ہیں چند حدیث ملاحظہ ہوں۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لان یجلس احدکم علی جمرة فتحرق لباہ فتلخص الی جلدہ خیر لہ من ان یجلس علی قبر رواہ الجماعة الا البخاری و الترمذی یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اگر کسی انگارے پر بیٹھے کہ وہ اس کے کپڑے اور جسم کو جلا دے تو اس سے بہتر ہے کہ قبر پر بیٹھے۔

دوسری حدیث عمرو بن حزم سے مروی ہے کہ رانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متکنا علی قبر فقال لا تؤذ صاحب هذا القبر اولا تؤذوه رواہ احمد یعنی مجھے آنحضرت ﷺ نے ایک قبر پر تکیہ لگائے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ اس قبر والے کو تکلیف نہ دے۔ ان ہی احادیث کی بنا پر قبروں پر بیٹھنا منع ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا فعل جو مذکور ہوا کہ آپ قبروں پر بیٹھا کرتے تھے سو شاید ان کا خیال یہ ہو کہ بیٹھنا اس کے لئے منع ہے جو اس پر پاخانہ یا پیشاب کرے۔ مگر دیگر احادیث کی بنا پر مطلق بیٹھنا بھی منع ہے جیسا کہ مذکور ہوا یا ان کا قبر پر بیٹھنے سے مراد صرف ٹیک لگانا ہے نہ کہ اوپر بیٹھنا۔

حدیث مذکور سے قبر کا عذاب بھی ثابت ہوا جو برحق ہے جو کئی آیات قرآنی و احادیث نبوی سے ثابت ہے۔ جو لوگ عذاب قبر کا انکار کرتے اور اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں۔ وہ قرآن و حدیث سے بے بہرہ اور گمراہ ہیں۔ ھداهم اللہ۔ آمین

۸۲- بَابُ مَوْعِظَةِ الْمُحَدَّثِ عِنْدَ الْقَبْرِ، وَقُعُودِ أَصْحَابِهِ حَوْلَهُ

باب قبر کے پاس عالم کا بیٹھنا اور لوگوں کو نصیحت کرنا اور لوگوں کا اس کے ارد گرد بیٹھنا

﴿يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ﴾: سورہ قمر میں آیت ﴿يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ﴾ میں اجداث سے ﴿بَغْيُوتٍ﴾: قبریں مراد ہیں۔ اور سورہ انفطار میں بعثت کے معنی اٹھائے جانے

بَعَثَتْ حَوْضِي: أَيْ جَعَلَتْ أَسْفَلَهُ أَعْلَاهُ.
الإِيفَاضُ: الإِسْرَافُ. وَقَرَأَ الْأَعْمَشُ:
﴿إِلَى نَصْبٍ﴾: إِلَى شَيْءٍ مَنْصُوبٍ
يَسْتَبِقُونَ إِلَيْهِ. وَالنَّصْبُ وَاحِدٌ، وَالنَّصْبُ
مَصْدَرٌ. يَوْمَ الْخُرُوجِ مِنْ قُبُورِهِمْ:
﴿يَنْسِلُونَ﴾ يَخْرُجُونَ.

کے ہیں۔ عربوں کے قول میں ﴿بعثت حوضی﴾ کا مطلب یہ کہ
حوض کا نچلا حصہ اوپر کر دیا۔ ایفاض کے معنی جلدی کرنا۔ اور اعمش
کی قرأت میں الی نصب (بفتح نون) ہے یعنی ایک شئی منصوب کی
طرف تیزی سے دوڑے جارہے ہیں تاکہ اس سے آگے بڑھ جائیں۔
نصب (بضم نون) واحد ہے اور نصب (بفتح نون) مصدر ہے اور
سورۃ ق میں یوم الخروج سے مراد مردوں کا قبروں سے نکلنا ہے۔ اور
سورۃ انبیاء میں ینسلون یخرجون کے معنی میں ہے۔

حضرت امام بخاریؒ نے اپنی عادت کے مطابق یہاں بھی کئی ایک قرآنی الفاظ کی تشریح فرمادی ہے۔ قبروں کی مناسبت سے
اجداث کے معنی اور بعثت کے معنی بیان کر دیئے۔ آیت میں ہے کہ قبروں سے اس طرح نکل کر بھاگیں گے جیسے تھانوں
کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔ اس مناسبت سے ایفاض اور نصب کے معنی بیان کئے۔ اور ذلک یوم الخروج میں خروج سے قبروں سے نکلنا
مراد ہے۔ اس لئے ینسلون کا معنی بیان کر دیا۔ کیونکہ وہ بھی یخرجون کے معنی میں ہے۔

حضرت مجتہد مطلق امام بخاریؒ نے یہ ثابت فرمایا کہ قبرستان میں اگر فرصت نظر آئے تو امام مہرث وہاں لوگوں کو آخرت یاد
دلانے اور ثواب و عذاب قبر پر مطلع کرنے کے لئے قرآن و حدیث کی روشنی میں وعظ سنا سکتا ہے۔ جیسا کہ خود آنحضرت ﷺ نے وعظ
سنایا۔

مگر کس قدر افسوس کی بات ہے کہ بیشتر لوگ جو قبرستان جاتے ہیں وہ محض تقریباً وہاں وقت گزار دیتے ہیں اور بہت سے حق و
سگریٹ نوشی میں مصروف رہتے ہیں۔ اور بہت سے مٹی لگنے تک ادھر ادھر مڑ گشت کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے ایسے حضرات کو سوچنا
چاہئے کہ آخر ان کو بھی اسی جگہ آنا ہے اور قبر میں داخل ہونا ہے۔ کسی نہ کسی دن تو قبروں کو یاد کر لیا کریں یا قبرستان میں جا کر تو
موت اور آخرت کی یاد سے اپنے دلوں کو پگھلایا کریں۔ اللہ تعالیٰ سب کو نیک سمجھ عطا کرے۔ آمین۔

اہل بدعت نے بجائے مسنون طریقہ کے قبرستانوں میں اور نت نئے طریقے ایجاد کر لئے ہیں اور اب تو نئی بدعت یہ نکالی گئی ہے
کہ دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دیتے ہیں۔ خدا جانے اہل بدعت کو ایسی نئی نئی بدعات کہاں سے سوچتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ بدعت سے
بچا کر سنت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین

(۱۳۶۲) ہم سے عثمان ابن ابی شیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ
سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور بن معتمر نے بیان کیا، ان سے
سعد بن عبیدہ نے، ان سے ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن حبیب نے اور
ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم بقیع غرقہ میں
ایک جنازہ کے ساتھ تھے۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تشریف لائے اور بیٹھ گئے، ہم بھی آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ آپ
کے پاس ایک چھڑی تھی جس سے آپ زمین کریدنے لگے۔ پھر آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایسا نہیں یا کوئی جان

۱۳۶۲- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِي جَرِيرٌ
عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي
عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ: ((كُنَّا فِي جَنَازَةٍ لِي بَقِيعِ الْغَرْقَدِ،
فَأَتَانَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَعَدَ، وَقَعَدْنَا حَوْلَهُ، وَمَعَهُ
مِخْصَرَةٌ. فَكَفَسَ فَجَعَلَ يَنْكُثُ
بِمِخْصَرَتِهِ، ثُمَّ قَالَ: ((مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ
أَوْ مَا مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ إِلَّا كُتِبَ مَكَانُهَا

ایسی نہیں جس کا ٹھکانا جنت اور دوزخ دونوں جگہ نہ لکھا گیا ہو اور یہ بھی کہ وہ نیک بخت ہوگی یا بد بخت۔ اس پر ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر کیوں نہ ہم اپنی تقدیر پر بھروسہ کر لیں اور عمل چھوڑ دیں کیونکہ جس کا نام نیک دفتر میں لکھا ہے وہ ضرور نیک کام کی طرف رجوع ہو گا اور جس کا نام بد بختوں میں لکھا ہے وہ ضرور بدی کی طرف جائے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ جن کا نام نیک بختوں میں ہے ان کو اچھے کام کرنے میں ہی آسانی معلوم ہوتی ہے اور بد بختوں کو برے کاموں میں آسانی نظر آتی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى﴾

مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، وَإِلَّا قَدْ حُبَّتْ شَقِيَّةٌ أَوْ سَعِيدَةٌ﴾. فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَفَلَا نَعْمَلُ عَلَى كِتَابِنَا وَنَدْعُ الْعَمَلَ، فَمَنْ كَانَ مِنَّا مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيَصِيرُ إِلَى عَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ، وَأَمَّا مَنْ كَانَ مِنَّا مِنْ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَسَيَصِيرُ إِلَى عَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ؟ قَالَ: ((أَمَّا أَهْلُ السَّعَادَةِ فَيَسْرُونَ لِعَمَلِ السَّعَادَةِ، وَأَمَّا أَهْلُ الشَّقَاوَةِ فَيَسْرُونَ لِعَمَلِ الشَّقَاوَةِ. ثُمَّ قَرَأَ: ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى﴾ (الآية)).

[أطرافہ فی: ۴۹۴۵، ۴۹۴۶، ۴۹۴۷،

۴۹۴۸، ۶۲۱۷، ۶۶۰۵، ۷۷۵۲]۔

یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیا اور پرہیزگاری اختیار کی اور اچھے دین کو سچا مانا اس کو ہم آسانی کے گھر یعنی بہشت میں پہنچنے کی توفیق دیں گے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی شرح واللیل کی تفسیر میں آئے گی۔ اور یہ حدیث تقدیر کے اثبات میں ایک اصل عظیم ہے۔ آپ کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ عمل کرنا اور محنت اٹھانا ضروری ہے۔ جیسے حکیم کتا ہے کہ دوا کھائے جاؤ حالانکہ شفا دیتا اللہ کا کام ہے۔

۸۳- بَابُ مَا جَاءَ فِي قَاتِلِ النَّفْسِ

باب جو شخص خود کشی کرے اس کی سزا کے بیان میں۔

اس باب کے لائے سے حضرت امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ جو شخص خود کشی کرے جب وہ جہنمی ہوا تو اس پر جنازے کی نماز نہ پڑھنا چاہئے اور شاید امام بخاریؒ نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا جسے اصحاب سنن نے جابر بن سمرہؓ سے نکالا کہ آنحضرت ﷺ کے سامنے ایک جنازہ لایا گیا۔ اس نے اپنے تئیں تیروں سے مار ڈالا تھا تو آنحضرت ﷺ نے اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔ مگر نسائی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ نے پڑھ لی تو معلوم ہوا کہ اور لوگوں کی عبرت کے لئے جو امام اور مقتدی ہو وہ اس پر نماز نہ پڑھے لیکن عوام لوگ پڑھ لیں۔ اور امام مالکؒ اور شافعیؒ اور ابو حنیفہؒ اور جمہور علماء یہ کہتے ہیں کہ فاسق پر نماز پڑھی جائے گی۔ یہ بھی فاسق ہے اور عترت اور عمر بن عبد العزیزؒ اور اوزاعی کے نزدیک فاسق پر نماز نہ پڑھیں، اسی طرح باغی اور ڈاکو پر (وحیدی)

حافظ ابن حجرؒ ابن منیر کا قول یوں نقل فرماتے ہیں۔ عادة البخاری اذا توقف فی شئى ترجم عليه ترجمة مبهمة كانه ينه على طريق الاجتهاد وقد نقل عن مالك ان قاتل النفس لا يقبل توبته ومقتضاه ان لا يصلی عليه وهو نفس قول البخاری۔

یعنی امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ جب ان کو کسی امر میں توقف ہوتا ہے تو اس پر مبہم باب منعقد فرماتے ہیں۔ گویا وہ طریق اجتہاد پر متنبہ کرنا چاہتے ہیں اور امام مالکؒ سے منقول ہے کہ قاتل نفس کی توبہ قبول نہیں ہوتی اور اسی کا مقتضی ہے کہ اس پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ امام بخاریؒ کا یہی فٹا ہے۔

۱۳۶۳- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ الصُّخَّالِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((مَنْ خَلَفَ بِجَلْبَةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ كَاذِبًا مُتَعَمِّدًا فَهُوَ كَمَا قَالَ، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ عَذَّبَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ)). [أطرافه في: ٤١٧١، ٤٨٤٣، ٦٠٤٧، ٦١٠٥، ٦٦٥٢].

۱۳۶۴- وَقَالَ حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنِ الْحَسَنِ ((قَالَ حَدَّثَنَا جُنْدَبٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ فَمَا نَسِينَا وَمَا نَخَافُ أَنْ يَكْذِبَ جُنْدَبٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((كَانَ بَرَجْلٍ جَوَّاحٌ قَتَلَ نَفْسَهُ، فَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: بَذَرْنِي عَبْدِي بِنَفْسِهِ، حَرَمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ)). [طرفه في: ٣٤٦٣].

۱۳۶۵- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((الَّذِي يَخْتَقُ نَفْسَهُ يَخْتَقُهَا فِي النَّارِ، وَالَّذِي يَطْعُنُهَا يَطْعُنُهَا فِي النَّارِ)). [طرفه في: ٥٧٧٨].

۸۴- بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الصَّلَاةِ عَلَى الْمُنَافِقِينَ وَالْإِسْتِغْفَارِ لِلْمُشْرِكِينَ رَوَاهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(۱۳۶۳) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد حذاء نے بیان کیا، ان سے ابو قلابہ نے اور ان سے ثابت بن الضحاک رحمہ اللہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین پر ہونے کی جھوٹی قسم قصداً کھائے تو وہ ویسا ہی ہو جائے گا جیسا کہ اس نے اپنے لئے کہا ہے اور جو شخص اپنے کو دھار دار چیز سے ذبح کر لے اسے جہنم میں اسی ہتھیار سے عذاب ہوتا رہے گا۔

(۱۳۶۴) اور حجاج بن منہال نے کہا کہ ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا، ان سے امام حسن بصری نے کہا کہ ہم سے جندب بن عبد اللہ بجلي رحمہ اللہ نے اسی (بصرے کی) مسجد میں حدیث بیان کی تھی نہ ہم اس حدیث کو بھولے ہیں اور نہ یہ ڈر ہے کہ جندب رحمہ اللہ نے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھا ہو گا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک شخص کو زخم لگا، اس نے (زخم کی تکلیف کی وجہ سے) خود کو مار ڈالا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندے نے جان نکالنے میں مجھ پر جلدی کی۔ اس کی سزا میں جنت حرام کرتا ہوں۔

(۱۳۶۵) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، کہا کہ ہم کو ابو الزناد نے خبر دی، ان سے اعرج نے، ان سے ابو ہریرہ رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص خود اپنا گلا گھونٹ کر جان دے ڈالتا ہے وہ جہنم میں بھی اپنا گلا گھونٹتا رہے گا اور جو برچھے یا تیر سے اپنے تئیں مارے وہ دوزخ میں بھی اس طرح اپنے تئیں مارتا رہے گا۔

باب منافقوں پر نماز جنازہ پڑھنا اور مشرکوں کے لئے طلب مغفرت کرنا ناپسند ہے۔

اس کو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

۱۳۶۶- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَنَّهُ قَالَ: ((لَمَّا مَاتَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي سَلُولٍ دُعِيَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ. فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَتَبَتِ إِلَيْهِ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتُصَلِّي عَلَى ابْنِ أَبِي وَقَدْ قَالَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا - أَعَدُّ عَلَيْهِ قَوْلُهُ: تَبَسُّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَقَالَ: ((أَخَّرَ عَنِّي يَا عُمَرُ)). فَلَمَّا أَكْثَرْتُ عَلَيْهِ قَالَ: ((إِنِّي خَيْرْتُ فَاخْتَرْتُ. لَوْ أَغْلَمْتُ أَنِّي إِنْ زِدْتُ عَلَى السَّبْعِينَ لَفُفِّرَ لَهُ لَزِدْتُ عَلَيْهَا)). قَالَ فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، ثُمَّ انصَرَفَ، فَلَمْ يَمُكِّثْ إِلَّا بَسِيرًا حَتَّى نَزَلَتِ الْآيَتَانِ مِنْ بَرَاءَةِ: ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا﴾ - إِلَى - ﴿وَهُمْ فَاسِقُونَ﴾ قَالَ: فَعَجِبْتُ بَعْدُ مِنْ جَوَائِزِي عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمَئِذٍ، وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. [أطرافه في : ٤٦٧١].

(۱۳۶۶) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یسٹ بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ نے، ان سے ابن عباس نے اور ان سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب عبد اللہ بن ابی ابن سلول مرا تو رسول اللہ ﷺ سے اس پر نماز جنازہ کے لئے کہا گیا۔ نبی کریم ﷺ جب اس ارادے سے کھڑے ہوئے تو میں نے آپ کی طرف بڑھ کر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ! ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھاتے ہیں حالانکہ اس نے فلاں دن فلاں بات کسی تھی اور فلاں دن فلاں بات۔ میں اس کی کفر کی باتیں گننے لگا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ یہ سن کر مسکرا دیئے اور فرمایا عمر! اس وقت پیچھے ہٹ جاؤ۔ لیکن جب میں بار بار اپنی بات دہراتا رہا تو آپ نے مجھے فرمایا کہ مجھے اللہ کی طرف سے اختیار دے دیا گیا ہے، میں نے نماز پڑھانی پسند کی اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ ستر مرتبہ سے زیادہ مرتبہ اس کے لئے مغفرت مانگنے پر اسے مغفرت مل جائے گی تو اس کے لئے اتنی ہی زیادہ مغفرت مانگوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور واپس ہونے کے تھوڑی دیر بعد آپ پر سورۃ براءۃ کی دو آیتیں نازل ہوئیں۔ ”کسی بھی منافق کی موت پر اس کی نماز جنازہ آپ ہرگز نہ پڑھائیے“ آیت وہم فاسقون تک اور اس کی قبر پر بھی مت کھڑا ہو، ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کو نہیں مانا اور مرے بھی تو نا فرمان رہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے حضور اپنی اسی دن کی دلیری پر تعجب ہوتا ہے۔ حالانکہ اللہ اور اس کے رسول (ہر مصلحت کو) زیادہ جانتے ہیں۔

عبد اللہ بن ابی مدینہ کا مشہور ترین منافق تھا۔ جو عمر بھر اسلام کے خلاف سازشیں کرتا رہا اور اس نے ہر نازک موقع پر مسلمانوں کو اور اسلام کو دھوکا دیا۔ مگر آنحضرت ﷺ رحمۃ للعالمین تھے۔ انتقال کے وقت اس کے لڑکے کی درخواست پر جو سچا مسلمان تھا، آپ اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے تیار ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مخالفت کی اور یاد دلایا کہ فلاں فلاں مواقع پر اس نے ایسے ایسے گستاخانہ الفاظ استعمال کئے تھے۔ مگر آنحضرت ﷺ نے اپنی فطری محبت و شفقت کی بنا پر اس پر نماز پڑھی۔ اس کے بعد وضاحت کے ساتھ ارشاد باری نازل ہوا کہ ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا﴾ (التوبہ: ۸۴) یعنی کسی منافق کی آپ کبھی بھی نماز

جنازہ نہ پڑھیں۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ رک گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ کاش میں اس دن آنحضرت ﷺ کے سامنے ایسی جرات نہ کرتا۔ بہر حال اللہ پاک نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کی موافقت فرمائی اور منافقین اور مشرکین کے بارے میں کلمے لفظوں میں جنازہ پڑھانے سے روک دیا گیا۔

آج کل نفاق اعتقادی کا علم ناممکن ہے۔ کیونکہ وحی و الہام کا سلسلہ بند ہے۔ لہذا کسی کلمہ گو مسلمان کو جو بظاہر ارکان اسلام کا پابند ہو، اعتقادی منافق نہیں کہا جاسکتا۔ اور عملی منافق فاسق کے درجہ میں ہے۔ جس پر نماز جنازہ ادا کی جائے گی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

باب لوگوں کی زبان پر میت کی تعریف ہو تو بہتر ہے

(۱۳۶۷) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن صہیب نے بیان کیا، کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ صحابہ کا گزر ایک جنازہ پر ہوا، لوگ اس کی تعریف کرنے لگے (کہ کیا اچھا آدمی تھا) تو رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ واجب ہو گئی۔ پھر دوسرے جنازے کا گزر ہوا تو لوگ اس کی برائی کرنے لگے آنحضور ﷺ نے پھر فرمایا کہ واجب ہو گئی۔ اس پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا چیز واجب ہو گئی؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس میت کی تم لوگوں نے تعریف کی ہے اس کے لئے توجت واجب ہو گئی اور جس کی تم نے برائی کی ہے اس کے لئے دوزخ واجب ہو گئی۔ تم لوگ زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔

۸۵- بَابُ ثَنَاءِ النَّاسِ عَلَى الْمَيِّتِ
۱۳۶۷- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: ((مَرُّوْا بِجَنَازَةٍ فَأَثْنُوا عَلَيْهَا خَيْرًا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وَجَبَتْ)). ثُمَّ مَرُّوْا بِأُخْرَى فَأَثْنُوا عَلَيْهَا شَرًّا، فَقَالَ: ((وَجَبَتْ)). فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: مَا وَجَبَتْ؟ قَالَ: ((هَذَا أَتَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَهَذَا أَتَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ. أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ)).

[طرفہ فی: ۲۶۴۲]

(۱۳۶۸) ہم سے عفل بن مسلم صغار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے داؤد بن ابی الفرات نے، ان سے عبداللہ بن بریدہ نے، ان سے ابو الاسود دہلی نے کہ میں مدینہ حاضر ہوا۔ ان دنوں وہاں ایک بیماری پھیل رہی تھی۔ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تھا کہ ایک جنازہ سامنے سے گزرا۔ لوگ اس میت کی تعریف کرنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واجب ہو گئی پھر ایک اور جنازہ گزرا، لوگ اس کی بھی تعریف کرنے لگے۔ اس مرتبہ بھی آپ نے ایسا ہی فرمایا کہ واجب ہو گئی۔ پھر تیسرا جنازہ نکلا، لوگ اس کی برائی کرنے لگے، اور اس مرتبہ بھی آپ نے یہی فرمایا کہ واجب ہو گئی۔ ابو الاسود دہلی نے

۱۳۶۸- حَدَّثَنَا عَفْلَانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفَرَاتِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَرِيدَةَ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ - وَقَدْ وَقَعَ بِهَا مَرَضٌ - فَجَلَسْتُ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَمَرَّتْ بِهِمْ جَنَازَةٌ فَأَثْنَيْ عَلَى صَاحِبِهَا خَيْرًا، فَقَالَ عُمَرُ ﷺ: وَجَبَتْ: ثُمَّ مَرَّ بِأُخْرَى فَأَثْنَيْ عَلَى صَاحِبِهَا خَيْرًا، فَقَالَ عُمَرُ ﷺ: وَجَبَتْ. ثُمَّ مَرَّ بِالْأُخْرَى

بیان کیا کہ میں نے پوچھا کہ امیر المؤمنین کیا چیز واجب ہو گئی؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے اس وقت وہی کہا جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جس مسلمان کی اچھائی پر چار شخص گواہی دے دیں اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ ہم نے کہا اور اگر تین گواہی دیں؟ آپ نے فرمایا کہ تین پر بھی پھر ہم نے پوچھا اور اگر دو مسلمان گواہی دیں؟ آپ نے فرمایا کہ دو پر بھی۔ پھر ہم نے یہ نہیں پوچھا کہ اگر ایک مسلمان گواہی دے تو کیا؟

فَأَنبِئَ عَلَيَّ صَاحِبَهَا شَرًّا، فَقَالَ: وَجَبَتْ. فَقَالَ أَبُو الْأَسْوَدِ فَقُلْتُ وَمَا وَجَبَتْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ؟ قَالَ: قُلْتُ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهُ أَرْبَعَةٌ بِغَيْرِ أَذْخَلَهُ اللَّهُ النَّجْنَ)). فَقُلْنَا: وَثَلَاثَةٌ؟ قَالَ: ((وَالثَّلَاثَةُ)). فَقُلْنَا: وَاثْنَانِ؟ قَالَ: ((وَالْإِثْنَانِ)). ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ.

[طرفہ بی: ۲۶۴۳].

تشیع باب کا مقصد یہ ہے کہ مرنے والوں کی نیکیوں کا ذکر خیر کرنا اور اسے نیک لفظوں سے یاد کرنا بہتر ہے۔ علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: فی روایۃ النضر بن الس عن ابیہ عند الحاکم کنت قاعدا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم لمر بجنازۃ فقال ما هذه الجنازۃ قالوا جنازۃ فلان الفلانی کان یحب اللہ ورسولہ ویمعل بطاعۃ اللہ ویسعی فیہا وقال حد ذلك فی التی التوا علیہا شرا ففیہ تفسیر ما بہم من الخیر والشر فی روایۃ عبدالعزیز والحاکم ایضا من حدیث جابر فقال بعضهم لنعم المرأ لقد کان عقیفا مسلما ولیہ ایضا فقال بعضهم بنس المرأ کان ان کان لفظا غلیظا (فتح الباری)

یعنی مسند حاکم میں نضر بن انسؒ کی روایت میں یوں ہے کہ میں حضور ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک جنازہ وہاں سے گزرا گیا۔ آپؐ نے پوچھا کہ یہ کس کا جنازہ ہے؟ لوگوں نے کہا کہ فلان بن فلان کا ہے جو اللہ اور رسولؐ سے محبت رکھتا اور طاعت الہی میں عمل کرتا اور کوشش رہتا تھا اور جس پر برائی کی گئی اس کا ذکر اس کے برعکس کیا گیا۔ پس اس روایت میں ابہام خیر و شر کی تفصیل مذکور ہے اور حاکم میں حدیث جابرؓ بھی یوں ہے کہ بعض لوگوں نے کہا کہ یہ شخص بہت اچھا پاک دامن مسلمان تھا اور دوسرے کے لئے کہا گیا کہ وہ برا آدمی اور بد اخلاق سخت کلامی کرنے والا تھا۔

خلاصہ یہ کہ مرنے والے کے متعلق اہل ایمان نیک لوگوں کی شہادت جس طور بھی ہو وہ بڑا وزن رکھتی ہے لفظ انتم شہداء اللہ فی الارض میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ خود قرآن مجید میں بھی یہ مضمون ان لفظوں میں مذکور ہے وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ (البقرہ: ۱۴۳) ہم نے تم کو درمیانی امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بن جاؤ۔ شہادت کی ایک صورت یہ بھی ہے جو یہاں حدیث میں مذکور ہے۔

باب عذاب قبر کا بیان

اور اللہ تعالیٰ نے (سورۃ انعام میں) فرمایا

اور اے پیغمبر! کاش تو اس وقت کو دیکھے جب ظالم کافر موت کی سختیوں میں گرفتار ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے کہتے جاتے ہیں کہ اپنی جانیں نکالو آج تمہاری سزا میں تم کو رسوائی کا عذاب (یعنی قبر کا عذاب) ہوتا ہے۔

۸۶- باب ما جاء في عذاب القبر،

وقوله تعالى

﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ﴾ [الانعام: ۹۳]

امام بخاریؒ نے کہا کہ لفظ ہون قرآن میں ہون کے معنی میں ہے یعنی زلت اور رسوائی اور ہون کا معنی نرمی اور ملائمت ہے

اور اللہ نے سورہ توبہ میں فرمایا کہ ہم ان کو دوبار عذاب دیں گے۔ (یعنی دنیا میں اور قبر میں) پھر بڑے عذاب میں لوٹائے جائیں گے۔ اور سورہ مومن میں فرمایا فرعون والوں کو برے عذاب نے گھیر لیا، صبح شام آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں اور قیامت کے دن تو فرعون والوں کے لئے کہا جائے گا ان کو سخت عذاب میں لے جاؤ۔

امام بخاریؒ نے ان آیتوں سے قبر کا عذاب ثابت کیا ہے۔ اس کے سوا اور آیتیں بھی ہیں۔ آیت ﴿يُنَبِّئُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾ (ابراہیم: ۲۷) آخر تک۔ یہ بلا تعلق سوال قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جیسا کہ آگے مذکور ہے۔

(۱۳۶۹) ہم سے حفص بن عمرؓ نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے، ان سے علقمہ بن مرثد نے، ان سے سعد بن عبیدہ نے اور ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مومن جب اپنی قبر میں بٹھایا جاتا ہے تو اس کے پاس فرشتے آتے ہیں۔ وہ شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ تو یہ اللہ کے اس فرمان کی تعبیر ہے جو سورہ ابراہیم میں ہے کہ اللہ ایمان والوں کو دنیا کی زندگی اور آخرت میں ٹھیک بات یعنی توحید پر مضبوط رکھتا ہے۔

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے غندر نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے یہی حدیث بیان کی۔ ان کی روایت میں یہ زیادتی بھی ہے کہ آیت ﴿وَيُنَبِّئُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا﴾ ”اللہ مومنوں کو ثابت قدمی بخشتا ہے“ عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

(۱۳۷۰) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے، ان سے ان کے والد نے، ان سے صالح نے، ان سے نافع نے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ نبی کریم ﷺ کنوین (جس میں بدر کے مشرک مقتولین کو ڈال دیا گیا تھا) والوں کے قریب آئے اور فرمایا تمہارے مالک نے جو تم سے سچا وعدہ کیا تھا اسے تم لوگوں نے پالیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ مردوں کو خطاب کرتے

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْهُونُ: هُوَ الْهُونُ: وَالْهُونُ الرَّفَقُ.

وقوله جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ﴾ [التوبة: ۱۰۱].
وقوله تعالى: ﴿وَوَحَاقَ بِالِ الْفِرْعَوْنَ سُوءَ الْعَذَابِ، النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا، وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ [غافر: ۴۵].

امام بخاریؒ نے ان آیتوں سے قبر کا عذاب ثابت کیا ہے۔ اس کے سوا اور آیتیں بھی ہیں۔ آیت ﴿يُنَبِّئُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾ (ابراہیم: ۲۷) آخر تک۔ یہ بلا تعلق سوال قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جیسا کہ آگے مذکور ہے۔

۱۳۶۹- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عُلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا أُنْفِذَ الْمُؤْمِنُ فِي قَبْرِهِ أُمِّيَ ثُمَّ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، فَلَذَلِكَ قَوْلُهُ: ﴿يُنَبِّئُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾)).

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا، وَزَادَ: ﴿يُنَبِّئُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا﴾ نَزَلَتْ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ.
[طهره في: ۴۶۹۹].

۱۳۷۰- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ قَالَ: ((أُطْلِعَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى أَهْلِ الْقَلْبِ فَقَالَ: ((وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا)). فَقِيلَ لَهُ :

ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ تم کچھ ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو البتہ وہ جواب نہیں دے سکتے۔

أَتَذَعُونَ أَمْوَالًا؟ فَقَالَ: ((مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ مِنْهُمْ، وَلَكِنْ لَا يُجِيبُونَ)).

[طرفہ فی : ۳۹۸۰، ۴۰۲۶]۔

(۱۳۷۱) ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے کافروں کو یہ فرمایا تھا کہ میں جو ان سے کہا کرتا تھا اب ان کو معلوم ہوا ہو گا کہ وہ سچ ہے۔ اور اللہ نے سورہ روم میں فرمایا اے پیغمبر! تو مردوں کو نہیں سنا سکتا۔

۱۳۷۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((إِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ إِلَّا أَنْ مَا كُنْتُ أَقُولُ حَقًّا، وَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿فَإِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْمَوْتَى﴾)).

[طرفہ فی : ۳۹۷۹، ۳۹۸۱]۔

(۱۳۷۲) ہم سے عبد ان نے بیان کیا، کہا مجھ کو میرے باپ (عثمان) نے خبر دی، انہیں شعبہ نے، انہوں نے اشعث سے سنا، انہوں نے اپنے والد ابو اشعث سے، اسوں نے مسروق سے اور انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ ایک یہودی عورت ان کے پاس آئی۔ اس نے عذاب قبر کا ذکر چھیڑ دیا اور کہا کہ اللہ تجھ کو عذاب قبر سے محفوظ رکھے۔ اس پر عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے عذاب قبر کے بارے میں دریافت کیا۔ آپؐ نے اس کا جواب یہ دیا کہ ہاں عذاب قبر حق ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر میں نے کبھی ایسا نہیں دیکھا کہ آپؐ نے کوئی نماز پڑھی ہو اور اس میں عذاب قبر سے خدا کی پناہ نہ مانگی ہو۔ غندر نے عذاب القبر حق کے الفاظ زیادہ کئے۔

۱۳۷۲- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْأَشْعَثَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ((أَنَّ يَهُودِيَّةً دَخَلَتْ عَلَيْهَا فَلَذَكَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ فَقَالَتْ لَهَا: أَعَاذَكَ اللَّهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. فَسَأَلَتْ عَائِشَةَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَقَالَ: نَعَمْ، عَذَابُ الْقَبْرِ. قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعْدَ صَلَوةٍ إِلَّا تَعَوَّذَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ)). زَادَ غُندَرُ: ((عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ)).

(۱۳۷۳) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبد اللہ بن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے یونس نے ابن شہاب سے خبر دی، انہوں نے کہا مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی، انہوں نے اسابت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے تو آپؐ نے قبر کے امتحان کا ذکر کیا جہاں انسان جانچا جاتا ہے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا

۱۳۷۳- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَلِيمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ أَسْمَاءَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: ((قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَطِيطًا فَلَذَكَرَ فِتْنَةَ الْقَبْرِ الَّتِي يَفْتَنُ فِيهَا الْمَرْءُ)).

ذکر کر رہے تھے تو مسلمانوں کی ہچکیاں بندھ گئیں۔

لَمَّا ذَكَرَ ذَلِكَ ضَجَّ الْمُسْلِمُونَ

ضَجَّةً)). [راجع: ۸۶]

(۱۳۷۴) ہم سے عیاش بن ولید نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سعید نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی جب اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے اور جنازہ میں شریک ہونے والے لوگ اس سے رخصت ہوتے ہیں تو ابھی وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہوتا ہے کہ دو فرشتے (منکر نکیر) اس کے پاس آتے ہیں، وہ اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں کہ اس شخص یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں تو کیا اعتقاد رکھتا تھا؟ مومن تو یہ کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس جواب پر اس سے کہا جائے گا کہ تو یہ دیکھ اپنا جنم کا ٹھکانا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلہ میں تمہارے لئے جنت میں ٹھکانا دے دیا۔ اس وقت اسے جہنم اور جنت دونوں ٹھکانے دکھائے جائیں گے۔ قتادہ نے بیان کیا کہ اس کی قبر خوب کشادہ کر دی جائے گی (جس سے آرام و راحت ملے) پھر قتادہ نے انس کی حدیث بیان کرنی شروع کی، فرمایا اور منافق و کافر سے جب کہا جائے گا کہ اس شخص کے بارے میں تو کیا کہتا تھا تو وہ جواب دے گا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں، میں بھی وہی کہتا تھا جو دوسرے لوگ کہتے تھے۔ پھر اس سے کہا جائے گا کہ تو نے جاننے کی کوشش کی اور نہ سمجھنے والوں کی رائے پر چلا۔ پھر اسے لوہے کے گرزوں سے بڑی زور سے مارا جائے گا کہ وہ چیخ پڑے گا اور اس کی چیخ کو جن اور انسانوں کے سوا اس کے آس پاس کی تمام مخلوق سنے گی۔

باب قبر کے عذاب سے پناہ مانگنا

(۱۳۷۵) ہم سے محمد بن ثنیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے، کہا ہم سے شعبہ نے، کہا کہ مجھ سے عون بن ابی جحیفہ نے بیان کیا، ان سے ان کے والد ابو جحیفہ نے، ان سے براء بن عازب

۱۳۷۴- حَدَّثَنَا عِيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ حَدَّثَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ الْقَبْرَ إِذَا وَضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ- وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ بَعَالِهِمْ - أَنَاهُ مَلَكَانِ يَقْعِدَانِ بِهِ يَقُولَانِ: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ؟ لِمُحَمَّدٍ ﷺ. فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ يَقُولُ أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ. فَيَقَالُ لَهُ: أَنْظِرْ إِلَى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ، قَدْ أَبَدْنَاكَ اللَّهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ، فَبَرَاهُمَا جَمِينًا)) قَالَ قَتَادَةُ: ((وَذَكَرَ لَنَا أَنَّهُ يُنْفَسَخُ فِي قَبْرِهِ)). ثُمَّ رَجَعَ إِلَى حَدِيثِ أَنَسٍ قَالَ: ((وَأَمَّا الْمُنَافِقُ وَالْكَافِرُ فَيَقَالُ لَهُ: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ؟ يَقُولُ: لَا أَذْرِي، كُنْتَ أَقُولُ مَا يَقُولُهُ النَّاسُ. فَيَقَالُ: لَا ذَرْبَتْ وَلَا تَلَيْتَ. وَتَضْرِبُ بِمِطَارِقٍ مِنْ حَدِيدٍ ضَرْبَةً، لَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ غَيْرَ الْقَلْبَيْنِ)). [راجع: ۱۳۳۸]

۸۷- بَابُ التَّعَوُّدِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ

۱۳۷۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنِي عَوْنُ بْنُ أَبِي جَحْفَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الْبَرَاءِ

نے اور ان سے ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے باہر تشریف لے گئے، سورج غروب ہو چکا تھا، اس وقت آپ کو ایک آواز سنائی دی۔ (یہودیوں پر عذاب قبر کی) پھر آپ نے فرمایا کہ یہودی پر اس کی قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔ اور نصر بن شمیل نے بیان کیا کہ ہمیں شعبہ نے خبر دی، ان سے عون نے بیان کیا، انہوں نے اپنے باپ ابو جحیفہ سے سنا، انہوں نے براء سے سنا، انہوں نے ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

(۱۳۷۶) ہم سے مطیٰ بن اسد نے بیان کیا، کہا ہم سے وہیب نے بیان کیا، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا۔ کہا کہ مجھ سے خالد بن سعید بن عامر کی صاحبزادی (ام خالد) نے بیان کیا، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر کے عذاب سے پناہ مانگتے سنا۔

بْنِ هَارِبٍ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَ: ((خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَلَقَدْ وَجَّهَتِ الشَّمْسُ، فَسَمِعَ صَوْتًا فَقَالَ: ((يَهُودُ تُعَذَّبُ لِي قَبْرِهَا)). وَقَالَ النَّصْرُ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْنٌ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

۱۳۷۶- حَدَّثَنَا مُعَلَّى قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبٌ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنَةُ خَالِدِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِي ((أَنَّهَا سَمِعَتْ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ)).

[طرفہ بی : ۶۳۶۴]۔

(۱۳۷۷) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشام دستوائی نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح دعا کرتے تھے ”اے اللہ! میں قبر کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور دوزخ کے عذاب سے اور زندگی اور موت کی آزمائشوں سے اور کانے دجال کی بلا سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔“

۱۳۷۷- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدْعُو: ((اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ)).

تشریح عذاب قبر کے بارے میں علامہ شیخ سفاری اپنی مشہور کتاب لوامع انوار البہیہ میں فرماتے ہیں۔ ومنہا ہی الامور الہی يجب الایمان بها وانہا حق لا ترد عذاب القبر قال الحافظ جلال الدین السیوطی فی کتابہ ”شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور“ قد ذکر اللہ عذاب القبر فی القرآن فی عدة اماکن کما بینتہ فی الاکلیل فی اسرار التنزیل انتہی قال الحافظ ابن رجب فی کتابہ ”اموال القبور“ فی قولہ تعالیٰ (فلولا اذا بلغت الحلقوم الی قولہ ان هذا لہو الحق المبین) عن عبدالرحمن بن ابی لیلی قال تلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هذه الايات قال اذا کان عند الموت قيل له هذا فان کان من اصحاب الیمین احب لقاء اللہ واحب اللہ لقاءہ وان کان من اصحاب الشمال کرہ لقاء اللہ وکرہ اللہ لقاءہ۔

وقال الامام المحقق ابن القيم فی کتاب الروح قول السائل ما الحکمة فی ان عذاب القبر لم یذکر فی القرآن صریحاً مع شدة الحاجة الی معرفتہ والایمان بہ لیحذرہ الناس یتقی فاجاب عن ذلك بوجهین مجمل ومفصل اما المجمل فان اللہ تعالیٰ نزل علی رسولہ وحبیبہ فواجب علی عبادہ الایمان بہما والعمل بہما فیہما وهما الكتاب والحکمة قال تعالیٰ وانزل علیک

الكتاب والحكمة وقال تعالى هو الذي بعث في الاميين رسولا منهم الى قوله ويعلمهم الكتاب والحكمة وقال تعالى واذكرن ما يتلى في بيوتكن الاية۔ والحكمة هي السنة باتفاق السلف وما اخبر به الرسول عن الله فهو في وجوب تصديقه والايمان به كما اخبر به الرب على لسان رسوله فهذا اصل متفق عليه بين اهل الاسلام لا ينكره الامن ليس منهم وقال النبي صلى الله عليه وسلم اني اوتيت الكتاب ومثله معه قال المحقق واما الجواب المفصل فهو ان نعيم البرزخ وعذابه مذكور في القرآن مواضع منها قوله تعالى ولو ترى اذ الظالمون في غمرات الموت الاية وهذا خطاب لهم عند الموت قطعاً وقد اخبرت الملائكة وهم الصادقون انهم حينئذ يجزون عذاب الهون بما كنتم تقولون على الله غير الحق وكنتم عن آياته تستكبرون ولو تاخر عنهم ذلك الى انقضاء الدنيا لما صح ان يقال لهم اليوم تجزون عذاب الهون وقوله تعالى فوفاه الله سيئات ما مكروا الى قوله يعرضون عليها غدوا وعشيا الاية فذكر عذاب الدارين صريحاً لا يحتمل غيره ومنها قوله تعالى فذرهم حتى يلاقوا يومهم الذي فيه يصعقون۔ يوم لا يغني عنهم كيدهم شيئا ولا هم ينصرون انتهى كلامه۔

واخرج البخاري من حديث ابي هريرة رضي الله عنه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يدعو اللهم اني اعوذ بك من عذاب القبر واخرج الترمذي عن علي رضي الله عنه انه قال مازلتا في شك من عذاب القبر حتى نزلت الهكم التكاثر حتى زرتم المقابر وقال ابن مسعود اذا مات الكافر اجلس في قبره فيقال له من ربك وما دينك فيقول لا ادري فيضيق عليه قبره ثم قرا ابن مسعود فان له معيشة ضنكا قال المعيشة الضنك هي عذاب القبر وقال البراء بن عازب رضي الله عنه في قوله تعالى ولنذيقنهم من العذاب الادنى دون العذاب الاكبر قال عذاب القبر وكذا قال قتادة والربيع بن انس في قوله تعالى سنعذبهم مرتين احدهما في الدنيا والاخرى عذاب القبر

اس طویل عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ عذاب قبر حق ہے جس پر ایمان لانا واجب ہے۔ اللہ پاک نے قرآن مجید کی متعدد آیات میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔ تفصیلی ذکر حافظ جلال الدین سیوطیؒ کی کتاب ”شرح الصدور“ اور ”اکلیل فی اسرار التنزیل“ میں موجود ہے۔ حافظ ابن رجب نے اپنی کتاب ”احوال القبور“ میں آیت شریفہ ﴿فَلَوْلَا اِذَا بَلَغَتِ الْخُلُقُومَ﴾ (الواقعة: ۸۳) کی تفسیر میں عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے روایت کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ان آیات کو تلاوت فرمایا اور فرمایا کہ جب موت کا وقت آتا ہے تو مرنے والے سے یہ کہا جاتا ہے۔ پس اگر وہ مرنے والا دائیں طرف والوں میں سے ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے ملنے کو محبوب رکھتا ہے اور اگر وہ مرنے والا بائیں طرف والوں میں سے ہے تو وہ اللہ کی ملاقات کو مکروہ رکھتا ہے اور اللہ پاک اس کی ملاقات کو مکروہ رکھتا ہے۔

اور علامہ محقق امام ابن قیمؒ نے کتاب الروح میں لکھا ہے کہ کسی نے ان سے پوچھا کہ اس امر میں کیا حکمت ہے کہ صراحت کے ساتھ قرآن مجید میں عذاب قبر کا ذکر نہیں ہے حالانکہ یہ ضروری تھا کہ اس پر ایمان لانا ضروری ہے تاکہ لوگوں کو اس سے ڈر پیدا ہو۔ حضرت علامہ نے اس کا جواب مجمل اور مفصل ہر دو طور پر دیا۔ مجمل تو یہ دیا کہ اللہ نے اپنے رسولؐ پر دو قسم کی وحی نازل کی ہے اور ان دونوں پر ایمان لانا اور ان دونوں پر عمل کرنا واجب قرار دیا ہے اور وہ کتاب اور حکمت ہیں جیسا کہ قرآن مجید کی کئی آیات میں موجود ہے اور سلف صالحین سے متفقہ طور پر حکمت سے سنت (حدیث نبویؐ) مراد ہے اب عذاب قبر کی خبر اللہ کے رسول ﷺ نے صحیح احادیث میں دی ہے۔ پس وہ خبر یقیناً اللہ ہی کی طرف سے ہے جس کی تصدیق واجب ہے اور جس پر ایمان رکھنا فرض ہے۔ (جیسا کہ رب تعالیٰ نے اپنے رسول کی زبان حقیقت ترجمان سے صحیح احادیث میں عذاب قبر کے متعلق بیان کرایا ہے) پس یہ اصول اہل اسلام میں متفقہ ہے اس کا وہی شخص انکار کر سکتا ہے جو اہل اسلام سے باہر ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ خبردار رہو کہ میں قرآن مجید دیا گیا ہوں اور اس کی مثال ایک اور کتاب (حدیث) بھی دیا گیا ہوں۔

پھر محقق علامہ ابن قیم نے تفصیلی جواب میں فرمایا کہ برزخ کا عذاب قرآن مجید کی بہت سی آیات سے ثابت ہے اور برزخ کی بہت سی نعمتوں کا بھی قرآن مجید میں ذکر موجود ہے۔ (یہی عذاب و ثواب قبر ہے) ان آیات میں سے ایک آیت ﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ الْخَبْرَ﴾ (الانعام: ۹۳) بھی ہے (جس میں ذکر ہے کہ اگر تو ظالموں کو موت کی بے ہوشی کے عالم میں دیکھے) ان کے لئے موت کے وقت یہ خطاب قطعی ہے اور اس موقع پر فرشتوں نے خبر دی ہے جو بالکل سچے ہیں کہ ان کافروں کو اس دن رسوائی کا عذاب کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ عذاب تمہارے لئے اس وجہ سے ہے کہ تم اللہ پر ناحق جھوٹی باتیں باندھا کرتے تھے اور تم اس کی آیات سے تکبر کیا کرتے تھے۔ یہاں اگر عذاب کو دنیا کے خاتمہ پر مؤخر مانا جائے تو یہ صحیح نہیں ہو گا یہاں تو ”آج کا دن“ استعمال کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ تم کو آج کے دن رسوائی کا عذاب ہو گا۔ اس آج کے دن سے یقیناً قبر کے عذاب کا دن مراد ہے۔

اور دوسری آیت میں یوں مذکور ہے کہ ﴿وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ ۝ آلَتَاهُمْ نَارُهَا وَغُلَّتْ عَلَيْهِمْ سُيُوفُهُمْ غُتُوفًا وَوُضِعَ فِيهِمْ آلَتُهُمْ﴾ (المومن: ۴۶) یعنی فرعونوں کو سخت ترین عذاب نے گھیر لیا جس پر وہ ہر صبح و شام پیش کئے جاتے ہیں۔ اس آیت میں عذاب دارین کا صریح ذکر ہے اس کے سوا اور کسی کا احتمال ہی نہیں (دارین سے قبر کا عذاب اور پھر قیامت کے دن کا عذاب مراد ہے)

تیسری آیت شریفہ ﴿فَلَذُذْهُمْ حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي فِيهِ يُصْعَقُونَ﴾ (الطور: ۳۵) ہے۔ یعنی اے رسول! ان کافروں کو چھوڑ دیجئے۔ یہاں تک کہ وہ اس دن سے ملاقات کریں جس میں وہ بے ہوش کر دیئے جائیں گے، جس دن ان کا کوئی مکر ان کے کام نہیں آ سکے گا اور نہ وہ مدد کئے جائیں گے۔ (اس آیت میں بھی اس دن سے موت اور قبر کا دن مراد ہے)

بخاری شریف میں حدیث ابی ہریرہؓ میں ذکر ہے کہ رسول کریم ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔ اللھم انی اعوذ بک من عذاب القبر اے اللہ! میں تجھ سے عذاب قبر سے تمہری پناہ چاہتا ہوں اور ترمذی میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ عذاب قبر کے بارے میں ہم مشکوک رہا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آیات ﴿أَلَمْ تَكُنْ مِنَ الْكَافِرِينَ حَتَّىٰ نُزِّلَ الْفَقَارُ﴾ (الانشاء: ۱۲) نازل ہوئی (گویا ان آیات میں بھی مراد قبر کا عذاب ہی ہے) حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ جب کافر مرتا ہے تو اسے قبر میں بٹھایا جاتا ہے اور اس سے پوچھا جاتا ہے تیرا رب کون ہے؟ اور تیرا دین کیا ہے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ میں کچھ نہیں جانتا۔ پس اس کی قبر اس پر تنگ کر دی جاتی ہے۔ پس حضرت ابن مسعودؓ نے آیت ﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا﴾ (طہ: ۱۳۲) کو پڑھا (کہ جو کوئی ہماری یاد سے منہ موڑے گا اس کو نہایت تنگ زندگی ملے گی) یہاں تنگ زندگی سے قبر کا عذاب مراد ہے۔ حضرت براء بن عازبؓ نے آیت شریفہ ﴿وَلَنَذِيقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأَذْيَنِ ذُوقُ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ﴾ (السجدة: ۲۱) کی تفسیر میں فرمایا کہ یہاں بھی عذاب قبر ہی کا ذکر ہے۔ یعنی کافروں کو بڑے سخت ترین عذاب سے پہلے ایک ادنیٰ عذاب میں داخل کیا جائے گا (اور وہ عذاب قبر ہے) ایسا ہی قتادہ اور ربیع بن انسؓ نے آیت شریفہ ﴿سَمْعُ بَعْضِهِمْ مَوْتٍ﴾ (التوبہ: ۱۰۱) (ہم ان کو دو دفعہ عذاب میں مبتلا کریں گے) کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ کہ ایک عذاب سے مراد دنیا کا عذاب اور دوسرے سے مراد قبر کا عذاب ہے۔

قال الحافظ ابن رجب وقد تواترت الاحادیث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی عذاب القبر یعنی حافظ ابن رجب فرماتے ہیں کہ عذاب قبر کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے متواتر احادیث مروی ہیں جن سے عذاب قبر کا حق ہونا ثابت ہے۔ پھر علامہ نے ان احادیث کا ذکر فرمایا ہے۔ جیسا کہ یہاں بھی چند احادیث مذکور ہوئی ہیں۔

باب اثبات عذاب القبر پر حضرت حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: لم يتعرض المصنف فی الترجمة لكون عذاب القبر يقع علی الروح فقط او علیها وعلی الجسد و فیہ خلاف شہیر عند المتکلمین وکانہ ترکہ لان الأدلة التي يوضحها ليست قاطعة فی احد الامرین فلم يتقصد الحكم فی ذلك واکتفی بالثبات وجودہ خلافا لمن نفاہ مطلقا من الخوارج و بعض المعتزلة كضرار بن عمرو و بشر المریسی و من وافقہم و خالفہم فی ذلك اکثر المعتزلة و جمیع اهل السنة و غیرہم ء اکثروا من الاحتجاج له و ذهب بعض المعتزلة كالجبائی الى انه يقع علی

الکفار دون المومنین وبعض الاحادیث الاتیه ترد علیهم ایضا (فتح الباری)

خلاصہ یہ کہ مصنف (امام بخاریؒ) نے اس بارے میں کچھ تعرض نہیں فرمایا کہ عذاب قبر فقط روح کو ہوتا ہے یا روح اور جسم ہر دو پر ہوتا ہے۔ اس بارے میں متکلمین کا بہت اختلاف ہے۔ حضرت امام نے قصداً اس بحث کو چھوڑ دیا۔ اس لئے کہ ان کے حسب خشاء کچھ دلائل قطعی اس بارے میں نہیں ہیں۔ پس آپ نے ان مباحث کو چھوڑ دیا اور صرف عذاب قبر کے وجود کو ثابت کر دیا۔ جبکہ خوارج اور کچھ معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں جیسے ضرار بن عمرو، بشر مریمی وغیرہ اور ان لوگوں کی جملہ اہلسنت بلکہ کچھ معتزلہ نے بھی مخالفت کی ہے اور بعض معتزلہ جیانی وغیرہ ادھر گئے ہیں کہ عذاب قبر صرف کافروں کو ہوتا ہے ایمان والوں کو نہیں ہوتا۔ مذکور بعض احادیث ان کے اس غلط عقیدہ کی تردید کر رہی ہیں۔

بہر حال عذاب قبر برحق ہے جو لوگ اس بارے میں شکوک و شبہات پیدا کریں ان کی محبت سے ہر مسلمان کو دور رہنا واجب ہے اور ان کلمے ہوئے دلائل کے بعد بھی جن کی تشفی نہ ہو ان کی ہدایت کے لئے کوشاں ہونا بیکار محض ہے۔ وبالله التوفیق۔
تفصیل مزید کے لئے حضرت مولانا الشیخ عبید اللہ صاحب مبارک پوری مدظلہ العالی کا بیان ذیل قتل مطالعہ ہے حضرت موصوف لکھتے ہیں:

باب البات عذاب القبر قال فی اللمعات المراد بالقبر ههنا عالم البرزخ قال تعالى ومن وراء هم برزخ الى يوم يبعثون وهو عالم بين الدنيا والاخرة له تعلق بكل منهما وليس المراد به الحفرة التي يدفن فيه الميت فرب ميت لا يدفن كالغريق والحريق والماكول في بطن الحيوانات يعذب وينعم ويسال وانما خص العذاب بالذكر للاهتمام ولان العذاب اكثر لكثرة الكفار والعصاة انتهى قلت حاصل ما قبل فی بیان المراد من البرزخ انه اسم لانقطاع الحياة فی هذا العالم المشهود ای دار الدنيا وابتداء حياة اخرى فبدا الشئ من العذاب او النعيم بعد انقطاع الحياة الدنيوية فهو اول دار الجزاء ثم توفي كل نفس ما كسبت يوم القيامة عند دخولها فی جهنم او الجنة وانما اضيف عذاب البرزخ ونعيمه الى القبر لكون معظمه يقع فيه ولكون الغالب على الموتي ان يقبروا والا فالكاfer ومن شاء الله عذابه من العصاة يعذب بعد موته ولو لم يدفن ولكن ذلك محبوب عن الخلق الامن شاء الله وقبل لا حاجة الى التاويل فان القبر اسم للمكان الذي يكون فيه الميت من الارض ولا شك ان محل الانسان ومسكنه بعد انقطاع الحياة الدنيوية هي الارض كما انها كانت مسكنا له فی حياته قبل موته قال تعالى ألم نجعل الارض كفاتا احياء وامواتا ای ضامة للحياة والاموات تجمعهم وتضمهم وتحوزهم فلا محل للميت الا الارض سواء كان غريقا او حريقا او مأكولا فی بطن الحيوانات من السباع على الارض والطيور فی الهواء والحيتان فی البحر فان الغريق يرسب فی الماء فيسقط الى اسفله من الارض او الجبل ان كان تحته جبل وكذا الحريق بعد ما يصير مادا لا يستقر الا على الارض سواء اذرى فی البر او البحر وكذا المأكول فان الحيوانات التي تاكله لا تذهب بعد موتها الا الى الارض فتصير ترابا والحاصل ان الارض محل لجميع الاجسام السفلية ومقرها لا ملجأ لها الا اليها فهي كفات لها واعلم انه قد تظاهرت الدلائل من الكتاب والسنة على ثبوت عذاب القبر واجمع عليه اهل السنة وقد كثرت الاحاديث فی عذاب القبر حتى قال غير واحد انها متواترة لا يصح عليها التواطؤ وان لم يصح مطلقا لم يصح شئ من امر الدين الى اخره (مرعاة جلد: اول / ص: ۱۳۰)

مختصر مطلب یہ کہ لعنت میں ہے کہ یہاں قبر سے مراد عالم برزخ ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ مرنے والوں کے لئے قیامت سے پہلے ایک عالم اور ہے جس کا نام برزخ ہے اور یہ دنیا اور آخرت کے درمیان ایک عالم ہے جس کا تعلق دونوں سے ہے اور قبر سے وہ گڑھا مراد نہیں جس میں میت کو دفن کیا جاتا ہے کیونکہ بہت سی میت دفن نہیں کی جاتی ہیں جیسے ڈوبنے والا اور چلنے والا اور جانوروں کے پٹھوں میں جانے والا۔ حالانکہ ان سب کو عذاب و ثواب ہوتا ہے اور ان سب سے سوال جواب ہوتے ہیں اور یہاں عذاب کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے، اس لئے کہ اس کا خاص اہتمام ہے اور اس لئے کہ اکثر طور پر گنہگاروں اور جملہ کافروں کے لئے

عذاب ہی مقدر ہے۔

میں کہتا ہوں کہ حاصل یہ ہے کہ برزخ اس عالم کا نام ہے جس میں دار دنیا سے انسان زندگی منقطع کر کے ابتدائے دار آخرت میں پہنچ جاتا ہے۔ پس دنیاوی زندگی کے انقطاع کے بعد وہ پہلا جزا اور سزا کا گھر ہے پھر قیامت کے دن ہر نفس کو اس کا پورا پورا بدلہ جنت یا دوزخ کی شکل میں دیا جائے گا اور عذاب اور ثواب برزخ کو قبر کی طرف اس لئے منسوب کیا گیا ہے کہ انسان اسی کے اندر داخل ہوتا ہے اور اس لئے بھی کہ غالب موتی قبر ہی میں داخل کئے جاتے ہیں ورنہ کافر اور گنہگار جن کو اللہ عذاب کرنا چاہے اس صورت میں بھی وہ ان کو عذاب کر سکتا ہے کہ وہ دفن نہ کئے جائیں۔ یہ عذاب مخلوق سے پردہ میں ہوتا ہے ﴿الامن شاء الله﴾

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تاویل کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ قبر اسی جگہ کا نام ہے جہاں میت کا زمین میں مکان بنے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مرنے کے بعد انسان کا آخری مکان زمین ہی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ ہم نے تمہارے لئے زمین کو زندگی اور موت ہر حال میں ٹھکانا بنایا ہے۔ وہ زندہ اور مردہ سب کو جمع کرتی ہے اور سب کو شامل ہے پس میت ڈوبنے والے کی ہو یا جلنے والے کی یا بطن حیوانات میں جانے والے کی خواہ زمین کے بھیڑیوں کے پیٹ میں جائے یا ہوا میں پرندوں کے شکم میں یا دریا میں مچھلیوں کے پیٹ میں سب کا نتیجہ مٹی ہونا اور زمین ہی میں ملنا ہے اور جان لو کہ کتاب و سنت کے ظاہر دلائل کی بنا پر عذاب قبر برحق ہے جس پر جملہ اہل اسلام کا اجماع ہے اور اس بارے میں اس قدر تواتر کے ساتھ احادیث مروی ہیں کہ اگر ان کو بھی صحیح نہ تسلیم کیا جائے تو دین کا پھر کوئی بھی امر صحیح نہیں قرار دیا جاسکتا۔ مزید تفصیل کے لئے کتاب الروح علامہ ابن قیم کا مطالعہ کیا جائے۔

باب غیبت اور پیشاب کی آلودگی سے

قبر کا عذاب ہونا

۸۸- بَابُ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنَ الْغَيْبَةِ

وَالْبَوْلِ

(۱۳۷۸) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے مجاہد نے، ان سے طاؤس نے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر دو قبروں پر ہوا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ان دونوں کے مردوں پر عذاب ہو رہا ہے اور یہ بھی نہیں کہ کسی بڑی اہم بات پر ہو رہا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ ہاں! ان میں ایک شخص تو چغل خوری کیا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے بچنے کے لئے احتیاط نہیں کرتا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ پھر آپؐ نے ایک ہری ٹہنی لی اور اس کے دو ٹکڑے کر کے دونوں کی قبروں پر گاڑ دیا اور فرمایا کہ شاید جب تک یہ خشک نہ ہوں ان کا عذاب کم ہو جائے۔

۱۳۷۸- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى قَبْرَيْنِ فَقَالَ: ((إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيهِ كَبِيرٌ. ثُمَّ قَالَ: بَلَى، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ يَسْعَى بِالنَّمِيمَةِ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ)). قَالَ: ((ثُمَّ أَخَذَ غُودًا رَطْبًا فَكَسَرَهُ بِلِثْمَيْنِ، ثُمَّ غَرَزَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى قَبْرِ ثُمَّ قَالَ: لَعَلَّهُ يَخْفَفُ عَنْهُمَا، مَا لَمْ يَبْسُ)).

[راجع: ۲۱۶]

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: قال الزين بن المنير المراد بتخصيص هذين الامرين بالذكر تعظيم امرهما لانفي الحكم عما عداهما فعلى هذا لا يلزم من ذكرهما حصر عذاب القبر فيهما لكن الظاهر من الاختصار على ذكرهما انهما امكان في ذلك من غيرهما

تسبیح

وقد روى اصحاب السنن من حديث ابى هريرة استنزهوا من البول فان عامة عذاب القبر منه ثم اورد المصنف حديث ابن عباس فى قصة القبرين وليس فيه للغبية ذكر واناورد بلفظ النسيمة وقد تقدم الكلام عليه مستوفى فى الطهارة (فتح البارى)

یعنی زین بن نمیر نے کہا کہ باب میں صرف دو چیزوں کا ذکر ان کی اہمیت کے پیش نظر کیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے گناہوں کی نفی مراد نہیں۔ پس ان کے ذکر سے یہ لازم نہیں آتا کہ عذاب قبر ان ہی دو گناہوں پر منحصر ہے۔ یہاں ان کے ذکر پر کفایت کرنا اشارہ ہے کہ ان کے ارتکاب کرنے پر عذاب قبر کا ہونا زیادہ ممکن ہے۔ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لفظ یہ ہیں کہ پیشاب سے پانی حاصل کرو کیونکہ عام طور پر عذاب قبر اسی سے ہوتا ہے۔ باب کے بعد مصنف نے یہاں حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دو قبروں کا قصہ نقل فرمایا۔ اس میں غیبت کا لفظ نہیں ہے بلکہ چنچل خور کا لفظ وارد ہوا ہے مزید وضاحت کتاب الطہارۃ میں گزر چکی ہے۔ غیبت اور چنچل قریب قریب ایک ہی قسم کے گناہ ہیں اس لئے ہر دو عذاب قبر کے اسباب ہیں۔

باب مردے کو دونوں وقت صبح اور شام

اس کا ٹھکانا بتلایا جاتا ہے

۸۹- بَابُ الْمَيِّتِ يُعْرَضُ عَلَيْهِ

مَقْعَدُهُ بِالْعَدَاةِ وَالْعَشِيِّ

(۱۳۷۹) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے یہ حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ہم سے نافع نے بیان کیا اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص مرجاتا ہے تو اس کا ٹھکانا اسے صبح و شام دکھایا جاتا ہے۔ اگر وہ جنتی ہے تو جنت والوں میں اور جو دوزخی ہے تو دوزخ والوں میں۔ پھر کہا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن اللہ تجھ کو اٹھائے گا۔

۱۳۷۹- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِنْ أَحَدَكُمْ إِذَا مَاتَ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْعَدَاةِ وَالْعَشِيِّ، إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ لَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمِنْ أَهْلِ النَّارِ، لَقِيلَ: هَذَا مَقْعَدُكَ حَتَّى يَمُوتَ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)).

[طرفہ فی : ۳۲۴۰، ۶۵۱۰].

مطلب یہ ہے کہ اگر جنتی ہے تو صبح و شام اس پر جنت پیش کر کے اس کو تسلی دی جاتی ہے کہ جب تو اس قبر سے اٹھے گا تو تیرا آخری ٹھکانا یہ جنت ہوگی اور اسی طرح دوزخی کو دوزخ دکھائی جاتی ہے کہ وہ اپنے آخری انجام پر آگاہ رہے۔ ممکن ہے کہ یہ عرض کرنا صرف روح پر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ روح اور جسم ہر دو پر ہو۔ صبح اور شام سے ان کے اوقات مراد ہیں جبکہ عالم برزخ میں ان کے لئے نہ صبح کا وجود ہے نہ شام کا وبعثت ان یقال ان فائدة العرض فى حقهم تبشيرا وادواهم باستقراها فى الجنة مقرنة باجسادها (فتح) یعنی اس پیش کرنے کا فائدہ مومن کے لئے ان کے حق میں ان کی روحوں کو یہ بشارت دینا ہے کہ ان کا آخری مقام قرار ان کے جسموں سمیت جنت ہے۔ اسی طرح دوزخیوں کو ڈرانا کہ ان کا آخری ٹھکانا ان کے جسموں سمیت دوزخ ہے۔ قبر میں عذاب و ثواب کی صورت یہ بھی ہے کہ جنتی کے لئے جنت کی طرف ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے جس سے اس کو جنت کی تروتازگی حاصل ہوتی رہتی ہے اور دوزخی کے لئے دوزخ کی طرف ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے جس سے اس کو دوزخ کی گرم گرم ہوائیں پہنچتی رہتی ہیں۔ صبح و شام ان ہی کھڑکیوں سے ان کو جنت و دوزخ کے کامل نظارے کرائے جاتے ہیں۔ یا اللہ! اپنے فضل و کرم سے ناشر بخاری شریف مترجم اردو کو اس کے والدین و اساتذہ و جملہ معاونین کرام و شائقین عظام کو قبر میں جنت کی طرف سے تروتازگی

نصیب فرمایو اور قیامت کے دن جنت میں داخل فرمایو اور دوزخ سے ہم سب کو محفوظ رکھو۔ آمین۔

باب میت کا چارپائی پر

بات کرنا

۹۰۔ بَابُ كَلَامِ الْمَيِّتِ عَلَى

الْجَنَازَةِ

(۱۳۸۰) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے سعید بن ابی سعید نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے بیان کیا، ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جنازہ تیار ہو جاتا ہے پھر مرد اس کو اپنی گردنوں پر اٹھا لیتے ہیں تو اگر وہ مردہ نیک ہو تو کہتا ہے کہ ہاں آگے لئے چلو مجھے بڑھائے چلو اور اگر نیک نہیں ہوتا تو کہتا ہے۔ ہائے رے خرابی! میرا جنازہ کہاں لئے جا رہے ہو۔ اس آواز کو انسان کے سوا تمام مخلوق خدا سنتی ہے۔ اگر کہیں انسان سن پائیں تو بے ہوش ہو جائیں۔

۱۳۸۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ فَأَخْتَمَلَهَا الرُّجَالُ عَلَى أَغْنَاقِهِمْ، فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدْ مُنِيَ، وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ: يَا وَيْلَهَا، أَيْنَ تَذْهَبُونَ بِهَا؟ يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانَ، وَلَوْ سَمِعَهَا الْإِنْسَانُ لَصَعِقَ)). [راجع: ۱۳۱۴]

جنازہ اٹھائے جاتے وقت اللہ پاک برزخی زبان میت کو عطا کر دیتا ہے۔ جس میں وہ اگر جنتی ہے تو جنت کے شوق میں کہتا ہے کہ مجھ کو جلدی جلدی لے چلو تاکہ جلد اپنی مراد کو حاصل کروں اور اگر وہ دوزخی ہے تو وہ گھبرا گھبرا کر کہتا ہے کہ ہائے مجھے کہاں لئے جا رہے ہو۔ اس وقت اللہ پاک ان کو اس طور پر مخفی طریقہ سے بولنے کی طاقت دیتا ہے اور اس آواز کو انسان اور جنوں کے علاوہ تمام مخلوق سنتی ہے۔

اس حدیث سے سماع موتی پر بعض لوگوں نے دلیل پکڑی ہے جو بالکل غلط ہے۔ قرآن مجید میں صاف سماع موتی کی نفی موجود ہے۔ ﴿إِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْمَوْتَى﴾ (التمل: ۸۰) اگر مرنے والے ہماری آوازیں سن پاتے تو ان کو میت ہی نہ کہا جاتا۔ اسی لئے جملہ ائمہ ہدئی نے سماع موتی کا انکار کیا ہے۔ جو لوگ سماع موتی کے قائل ہیں ان کے دلائل بالکل بے وزن ہیں۔ دوسرے مقام پر اس کا تفصیلی بیان ہو گا۔

باب مسلمانوں کی نابالغ اولاد کہاں

رہے گی؟

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ جس کے تین نابالغ بچے مرجائیں تو یہ بچے اس کے لئے دوزخ سے روک بن جائیں گے یا یہ کہا کہ وہ جنت میں داخل ہو گا۔

۹۱۔ بَابُ مَا قِيلَ فِي أَوْلَادِ

الْمُسْلِمِينَ

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((مَنْ مَاتَ لَهُ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ لَمْ يَنْلُقُوا الْجَنَّةَ كَانَ لَهُ حِجَابًا مِنَ النَّارِ أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ)).

۱۳۸۱- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُثَيْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَا مِنَ النَّاسِ مُسْلِمٌ يَمُوتُ لَهُ ثَلَاثَةٌ أَوْلَادٌ لَمْ يَبْلُغُوا الْجَنَّةَ إِلَّا أَذْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ)). [راجع: ۱۲۴۸]

(۱۳۸۱) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا، ان سے عبد العزیز بن صہیب نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس مسلمان کے بھی تین نابالغ بچے مر جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے جو ان بچوں پر کرے گا، ان کو بہشت میں لے جائے گا۔

تشیخ باب منع کرنے اور اس پر حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے امام بخاری رضی اللہ عنہ کا مقصد صاف ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی اولاد جو نابالغی میں مر جائے وہ جنتی ہے، تب ہی تو وہ اپنے والدین کے لئے دوزخ سے روک بن سکیں گے۔ اکثر علماء کا یہی قول ہے اور امام احمدؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مسلمانوں کی اولاد جنت میں ہوگی۔

پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ﴾ (الغور: ۲۱) یعنی جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ان کی اتباع کی، ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ جنت میں جمع کر دیں گے۔ قال النووي اجمع من يعتد به من علماء المسلمين على ان من مات من اطفال المسلمين فهو من اهل الجنة وتوقف بعضهم الحديث عائشة عن النبي صلى الله عليه وسلم او غير ذلك يا عائشة! ان الله خلق للجنة اهلا الحديث قال والجواب عنه انه لعلة لم يعمل سوا ولم يدركه فقال النبي صلى الله عليه وسلم او غير ذلك يا عائشة! ان الله خلق للجنة اهلا الحديث قال والجواب عنه انه لعلة نهاها عن المسارعة الى القطع من غير دليل او قال ذلك قبل ان يعلم ان اطفال المسلمين في الجنة (فتح الباری)

یعنی امام نووی نے کہا کہ علماء اسلام کی ایک بڑی تعداد کا اس پر اجماع ہے کہ جو مسلمان بچہ انتقال کر جائے وہ جنتی ہے اور بعض علماء نے اس پر توقف بھی کیا ہے۔ جن کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث ہے جسے مسلم نے روایت کیا ہے کہ انصار کے ایک بچے کا انتقال ہو گیا، میں نے کہا کہ اس کے لئے مبارک ہو اس بچے نے کبھی کوئی برا کام نہیں کیا یا یہ کہ کسی برے کام نے اس کو نہیں پایا۔ آنحضرت ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ اے عائشہ! کیا اس خیال کے خلاف نہیں ہو سکتا، بے شک اللہ نے جنت کے لئے بھی ایک مخلوق کو پیدا فرمایا ہے اور دوزخ کے لئے بھی۔ اس شبہ کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ شاید بغیر دلیل کے آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس بچے کے قطعی جنتی ہونے کا فیصلہ دینے سے منع فرمایا یا آپؐ نے شاید اس کا اظہار اس وقت فرمایا ہو جبکہ آپ کو اطفال المسلمین کے بارے میں کوئی قطعی علم نہیں دیا گیا تھا۔ بعد میں آپ کو اللہ پاک نے بتا دیا کہ مسلمانوں کی اولاد یقیناً جنتی ہوگی۔

۱۳۸۲- حَدَّثَنَا أَبُو أُوَلَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا تُوُفِّيَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّ لَهُ مَوْضِعًا فِي الْجَنَّةِ)).

(۱۳۸۲) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عدی بن ثابت نے بیان کیا، انہوں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے) کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہشت میں ان کے لئے ایک دوہ پلانے والی ہے۔

[طرفاء فی : ۳۲۵۵، ۶۱۹۵]۔

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ مسلمانوں کی اولاد جنت میں داخل ہوگی۔ آنحضرت ﷺ کے صاحبزادے کے لئے اللہ نے مزید

فضل یہ فرمایا کہ چونکہ آپ نے حالت رضاعت میں انتقال فرمایا تھا لہذا اللہ پاک نے ان کو دودھ پلانے کے لئے جنت میں ایک انا کو مقرر فرمادیا۔ ﴿اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد وبارک وسلم﴾

خاتمہ! الحمد لله والمنہ کہ رات اور دن کی سفر و حضر کی متواتر محنت کے نتیجہ میں آج اس پاک و مقدس کتاب کے پانچویں پارے کے ترجمہ و تشریحات سے فراغت حاصل ہوئی۔ اس خدمت کے لئے جس قدر محنت کی گئی اسے اللہ پاک ہی بہتر جانتا ہے۔ یہ شخص اس کا کرم ہے کہ اس نے اس محنت شاقہ کی توفیق عطا فرمائی اور اس عظیم خدمت کو یہاں تک پہنچایا۔ میری زبان میں طاقت نہیں کہ میں اس پاک پروردگار کا شکر ادا کر سکوں۔ اللہ پاک اسے قبول فرمائے اور قبول عام عطا کرے اور جہاں کہیں مجھ سے کوئی لغزش ہوئی ہو کلام رسول کی اصل منشاء کے خلاف کہیں کوئی لفظ درج ہو گیا ہو، اللہ پاک اسے معاف کرے۔ میں نے اپنی دانست میں اس امر کی پوری پوری سعی کی ہے کہ کسی جگہ بھی اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کی منشاء کے خلاف ترجمہ و تشریح میں کوئی لفظ نہ آنے پائے پھر بھی میں حقیر ناچیز ظلوم و بھول معترف ہوں کہ خدا جانے کہاں کہاں میرے قلم کو لغزش ہوئی ہوگی۔ لہذا یہی کہہ سکتا ہوں کہ اللہ پاک میری قلمی لغزشوں کو معاف کرے اور میری نیت میں زیادہ سے زیادہ خلوص عطا فرمائے۔

میں نے یہ بھی خاص کوشش کی ہے کہ اختلافی امور میں مسالک مختلفہ کی تفصیل میں کسی بھی اعلیٰ و ادنیٰ بزرگ، امام، محدث، عالم، فاضل کی شان میں کوئی گستاخانہ جملہ قلم پر نہ آنے پائے۔ اگر کسی جگہ کوئی ایسا فقرہ نظر آئے تو امید ہے کہ علمائے ماہرین مجھ کو مطلع فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے اور میری ہر غلطی کو بنظر اصلاح مطالعہ فرما کر مجھ کو نظر ثانی کی طرف رہنمائی فرمائیں گے۔ میرا مقصد صرف کلام رسول کی خدمت ہے جس سے کوئی غرض فاسد مقصود نہیں ہے، پھر بھی انسان ہوں، ضعیف البیان ہوں، اپنی جملہ غلطیوں کا مجھ کو اعتراف ہے۔ ان علمائے کرام کا بے حد مشکور ہوں گا جو میری اصلاح فرما کر میری دعائیں حاصل کریں گے۔

آخر میں میں اپنے ان جملہ شائقین کرام کا بھی از حد مشکور ہوں جن کی مساعی جلیلہ کے نتیجہ میں یہ خدمت یہاں تک پہنچی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ پاک جملہ بھائیوں کو دارین کی نعمتوں سے نوازے اور اس خدمت کی تکمیل کرائے۔ وباللہ التوفیق وهو خیر الرقیق والسلام علی عباد اللہ الصالحین آمین

ناچیز

محمد داؤد راز ولد عبداللہ (غفر اللہ لہ ولوالدیہ آمین)

(دہلی ربیع الاول ۱۳۸۹ھ)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

چھٹا پارہ

باب مشرکین کی نابالغ اولاد کا بیان

۹۲- بَابُ مَا قِيلَ فِي أَوْلَادِ الْمُشْرِكِينَ

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں هذه الترجمة تشعر ايضا بانه كان متوقفا في ذلك وقد جزم بعد هذا في تفسير سورة الروم بما يدل على اختيار القول الصائر الى انهم في الجنة كما سيأتي تحريره وقد رتب ايضا احاديث هذا الباب ترتيبا يشير الى المذهب المختار فانه صدره بالحديث الدال على التوقف ثم نسي بالحديث المرجح لكونهم في الجنة ثم ثلث بالحديث المصر بذلك فانه قوله في سياقه واما الصبيان حولہ فاولاد الناس قد اخرجہ فی التعبير بلفظ اما الولدان الذين حولہ فكل مولود يولد على الفطرة فقال بعض المسلمين واولاد المشركين فقال اولاد المشركين ويؤيده ما رواه ابو يعلى من حديث انس مرفوعاً قالت ربي الالهين في ذرية البشر ان لا يعذبهم فاعطانيهم اسناده حسن (فتح الباري، جزء: سادس / ص: ۱)

قال ابن القيم ليس المراد بقوله يولد على الفطرة انه خرج من بطن امه يعلم الدين لان ولله يقول الله اخرجكم من بطون امهاتكم لا تسمون شيئا ولكن المراد الفطرة مقتضيه لمعرفة دين الاسلام ومحبة نفوس الفطرة تستلزم الاقرار والمحبة وليس المراد مجرد قبول الفطرة لذلك لانه لا يتغير بتهويد الابوين مثلاً بحيث يخرجان الفطرة عن القبول وانما المراد ان كل مولود يولد على الفطرة بالربوبية فلو خلى وعدم المعارض لم يعدل عن ذلك الى غيره كما انه يولد على محبة ما يلائم بدنه من ارتضاع اللبن حتى يصرف عنه الصارف من ثم شبهت الفطرة باللبن بل كانت اياه في تاويل الرويا والله اعلم - (فتح الباري، ج: ۶ / ص: ۳)

مختصر مطلب یہ ہے کہ یہ باب ہی ظاہر کر رہا ہے کہ حضرت امام بخاریؒ اس بارے میں متوقف تھے۔ اس کے بعد سورہ روم میں آپ نے اسی خیال پر جزم کیا ہے کہ وہ جنتی ہیں۔ یہاں بھی آپ نے احادیث کو اسی طرز پر مرتب فرمایا ہے جو مذہب بخاری کی طرف راہنمائی کر رہی ہے۔ پہلی حدیث تو توقف پر دال ہے۔ دوسری حدیث سے ظاہر ہے کہ ان کے جنتی ہونے کو ترجیح حاصل ہے۔ تیسری حدیث میں اسی خیال کی مزید صراحت موجود ہے جیسا لفظ اما الصبيان فاولاد الناس سے ظاہر ہے۔ اسی کو کتاب التعبير میں لفظوں میں نکالا ہے لیکن وہ بچے جو اس بزرگ کے ارد گرد نظر آئے پس ہر بچہ بھی فطرت پر پیدا ہوتا ہے بعض نے کہا کہ وہ مسلمانوں کی اولاد تھی۔ اس کی تائید ابو یعلیٰ کی روایت سے بھی ہوتی ہے کہ میں نے اولاد آدم میں بے خبروں کی بخشش کا سوال کیا تو اللہ نے مجھے ان سب کو عطا فرمادیا۔

علامہ ابن قیم نے فرمایا کہ حدیث کل مولود یولد علی الفطرة سے مراد یہ نہیں کہ ہر بچہ دین کا علم حاصل کر کے پیدا ہوتا ہے اللہ نے خود قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ تم کو اللہ نے ماؤں کے پیٹ سے اس حال میں نکالا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے۔ لیکن مراد

یہ ہے کہ بچے کی فطرت اس بات کی مقتضی ہے کہ وہ دین اسلام کی معرفت اور محبت حاصل کر سکے۔ پس نفس فطرت اقرار اور محبت کو لازم ہے خلی قبول فطرت مراد نہیں۔ بایں طور کہ وہ ماں باپ کے ڈرانے دھمکانے سے متغیر نہیں ہو سکتی۔ پس مراد یہی ہے کہ ہر بچہ اقرار ربوبیت پر پیدا ہوتا ہے پس اگر وہ خلی الذہن ہی رہے اور کوئی معارضہ اس کے سامنے نہ آئے تو وہ اس خیال سے نہیں ہٹ سکے گا جیسا کہ وہ اپنی ماں کی چھاتیوں سے دودھ پینے کی محبت پر پیدا ہوا ہے یہاں تک کہ کوئی ہٹانے والا بھی اسے اس محبت سے ہٹا نہیں سکتا۔ اسی لئے فطرت کو دودھ سے تشبیہ دی گئی ہے بلکہ خواب میں بھی اس کی تعبیر یہی ہے۔

۱۳۸۳- حَدَّثَنَا جَبَّانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَ: ((سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ أَوْلَادِ الْمُشْرِكِينَ، فَقَالَ: ((اللَّهُ إِذَا خَلَقَهُمْ أَحَلَّمَ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ)).

(۱۳۸۳) ہم سے حبان بن موسیٰ مروزی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا کہ ہمیں شعبہ نے خبر دی، انہیں ابو بشر جعفر نے، انہیں سعید بن جبیر نے، ان کو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ سے مشرکوں کے نابالغ بچوں کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب انہیں پیدا کیا تھا اسی وقت وہ خوب جانتا تھا کہ یہ کیا عمل کریں گے۔

[طرفہ فی : ۶۵۹۷]

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے اپنے علم کے موافق سلوک کرے گا۔ بظاہر یہ حدیث اس مذہب کی تائید کرتی ہے کہ مشرکوں کی اولاد کے بارے میں توقف کرنا چاہئے۔ امام احمد اور اسحاق اور اکثر اہل علم کا یہی قول ہے اور بیہقی نے امام شافعی سے بھی ایسا ہی نقل کیا ہے۔ اصولاً بھی یہ کہ نابالغ بچے شرعاً غیر مکلف ہیں پھر بھی اس بحث کا عمدہ حل یہی ہے کہ وہ اللہ کے حوالہ ہیں جو خوب جانتا ہے کہ وہ جنت کے لائق ہیں یا دوزخ کے۔ مومنین کی اولاد تو بہشتی ہے لیکن کافروں کی اولاد میں جو نابالغی کی حالت میں مرجائیں بہت اختلاف ہے۔ امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ وہ بہشتی ہیں کیونکہ بغیر گناہ کے عذاب نہیں ہو سکتا اور وہ معصوم مرے ہیں۔ بعضوں نے کہا اللہ کو اختیار ہے اور اس کی مشیت پر موقوف ہے چاہے بہشت میں لے جائے، چاہے دوزخ میں۔ بعضوں نے کہا اپنے ماں باپ کے ساتھ وہ بھی دوزخ میں رہیں گے۔ بعضوں نے کہا خاک ہو جائیں گے۔ بعضوں نے کہا اعراف میں رہیں گے۔ بعضوں نے کہا ان کا امتحان کیا جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب (وحیدی)

۱۳۸۴- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ اللَّيْثِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ رِثَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ذُرَارِيِّ الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ: ((اللَّهُ أَحَلَّمَ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ)). [طرفہ فی : ۶۵۹۸، ۶۶۰۰]

(۱۳۸۴) ہم سے ابو الیمان حکم بن نافع نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعبہ نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے عطاء بن یزید لیثی نے خبر دی، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکوں کے نابالغ بچوں کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ خوب جانتا ہے جو بھی وہ عمل کرنے والے ہوئے۔

اگر اس کے علم میں یہ ہے کہ وہ بڑے ہو کر اچھے کام کرنے والے تھے تو بہشت میں جائیں گے ورنہ دوزخ میں۔ بظاہر یہ حدیث مشکل ہے کیونکہ اس کے علم میں جو ہوتا ہے وہ ضرور ظاہر ہوتا ہے۔ تو اس کے علم میں تو یہی تھا کہ وہ بچپن میں ہی مرجائیں گے۔ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ قطعی بات تو یہی تھی کہ وہ بچپن میں ہی مرجائیں گے اور پروردگار کو اس کا علم بے شک تھا

مگر اس کے ساتھ پروردگاریہ بھی جانتا تھا کہ اگر یہ زندہ رہتے تو نیک بخت ہوتے یا بد بخت ہوتے۔ والعلم عند اللہ۔

(۱۳۸۵) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، ان سے ابن ابی ذئب نے، ان سے زہری نے، ان سے ابوسلمہ بن عبد الرحمن نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بچہ کی پیدائش فطرت پر ہوتی ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں بالکل اس طرح جیسے جانور کے بچے صحیح سالم ہوتے ہیں۔ کیا تم نے (پیدائشی طور پر) کوئی ان کے جسم کا حصہ کٹا ہوا دیکھا ہے۔ [راجع: ۱۳۵۸]

۱۳۸۵- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((كُلُّ مَوْلُودٍ يُوَلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجْسِسَانِهِ، كَمَثَلِ الْهَيْمَةِ تُنْتَجِجُ، هَلْ تَرَى فِيهَا جَذْعًا؟)). [راجع: ۱۳۵۸]

تشیخ مگر بعد میں لوگ ان کے کان وغیرہ کاٹ کر ان کو عیب دار کر دیتے ہیں۔ اس حدیث سے امام بخاری نے اپنا مذہب ثابت کیا کہ جب ہر بچہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے تو اگر وہ بچپن ہی میں مرجائے تو اسلام پر مرے گا اور جب اسلام پر مرا تو بہشتی ہوگا۔ اسلام میں سب سے بڑا جزو توحید ہے تو ہر بچہ کے دل میں خدا کی معرفت اور اس کی توحید کی قابلیت ہوتی ہے۔ اگر بری صحبت میں نہ رہے تو ضرور وہ موحد ہوں لیکن مشرک ماں باپ، عزیز و اقرباء اس فطرت سے اس کا دل پھرا کر شرک میں پھنسا دیتے ہیں۔ (وحیدی)

باب

۹۳- بَابُ

اس باب کے ذیل حضرت ابن حجر فرماتے ہیں:

كذا ثبت لجميعهم الا لابی ذر وهو كالفصل من الباب الذى قبله وتعلق الحديث به ظاهر من قوله فى حديث سمرة المذكور والشيخ فى اصل الشجرة ابراهيم والصبيان حوله اولاد الناس وقد تقدم التنبيه على انه اورد فى التعبير بزيادة قالوا واولاد المشركين فقال اولاد المشركين سبأى الكلام على بقية الحديث مستوفى فى كتاب التعبير ان شاء الله تعالى (فتح الباری ج: ۱/ ص: ۳) یعنی تمام نسخوں میں (بجز ابو ذر کے) یہ باب اسی طرح درج ہے اور یہ گویا پچھلے باب سے فصل کے لئے ہے اور حدیث کا تعلق سمرہ مذکور کی روایت میں لفظ (والشيخ فى اصل الشجرة ابراهيم والصبيان حوله اولاد الناس سے ظاہر ہے اور پیچھے کہا جا چکا ہے کہ حضرت امام نے اسے کتاب التعبير میں ان لفظوں کی زیادتی کے ساتھ روایت کیا ہے کہ کیا مشرکوں کی اولاد کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ فرمایا ہاں اولاد مشرکین کے لئے بھی اور پوری تفصیلات کا بیان کتاب التعبير میں آئے گا۔ (وحیدی)

یہ حقیقت مسلم ہے کہ انبیاء کے خواب بھی وحی اور الہام کے درجہ میں ہوتے ہیں، اس لحاظ سے آنحضرت ﷺ کا اگرچہ یہ ایک خواب ہے مگر اس میں جو کچھ آپ نے دیکھا وہ بالکل برحق ہے جس کا اختصار یہ ہے کہ پہلا آپ نے وہ شخص دیکھا جس کے جڑے دوزخی آنکروں سے چیرے جا رہے تھے۔ یہ وہ شخص ہے جو دنیا میں جھوٹ بولتا اور جھوٹی باتوں کو پھیلاتا رہتا ہے۔ دوسرا شخص آپ نے وہ دیکھا جس کا سر پتھر سے کھلا جا رہا تھا۔ یہ وہ ہے جو دنیا میں قرآن کا عالم تھا مگر عمل سے بالکل خالی رہا اور قرآن پر نہ رات کو عمل کیا نہ دن کو، قیامت تک اس کو یہی عذاب ہوتا رہے گا۔ تیسرا آپ نے تور کی شکل میں دوزخ کا ایک گڑھا دیکھا۔ جس میں بدکار مرد و عورت جل رہے تھے۔ چوتھا آپ نے ایک نہر میں غرق آدمی کو دیکھا جو ٹکنا چاہتا تھا مگر فرشتے اس کو مار مار کر واپس اسی نہر میں غرق کر دیتے تھے۔ یہ وہ شخص تھا جو دنیا میں سود کھاتا تھا اور درخت کی جڑ میں بیٹھنے والے بزرگ حضرت سیدنا غلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام تھے اور

آپ کے ارد گرد وہ معصوم بچے جو بچپن ہی میں انتقال کر گئے۔ وہ مسلمانوں کے ہوں یا دیگر قوموں کے اور وہ آگ بڑھکانے والا دوزخ کا داروغہ تھا۔

یہ تمام چیزیں آنحضرت ﷺ کو عالم رویا میں دکھائی گئیں اور آپ نے اپنی امت کی ہدایت و عبرت کے لئے ان کو بیان فرمادیا۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے ثابت فرمایا کہ مشرکین کی اولاد جو بچپن میں انتقال کر جائے جنتی ہے۔ لیکن دوسری روایات کی بناء پر ایسا نہیں کہا جاسکتا۔ آخری بات یہی ہے کہ اگر وہ رہتے تو جو کچھ وہ کرتے اللہ کو خوب معلوم ہے۔ پس اللہ پاک مختار ہے وہ جو معاملہ چاہے ان کے ساتھ کرے ہاں مسلمانوں کی تابع اولاد یقیناً سب جنتی ہیں جیسا کہ متعدد دلائل سے ثابت ہے۔

(۱۳۸۶) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو رجاء عمران بن تمیم نے بیان کیا اور ان سے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نماز (فجر) پڑھنے کے بعد (عموماً) ہماری طرف منہ کر کے بیٹھ جاتے اور پوچھتے کہ آج رات کسی نے کوئی خواب دیکھا ہو تو بیان کرو۔ راوی نے کہا کہ اگر کسی نے کوئی خواب دیکھا ہو تو اسے وہ بیان کر دیتا اور آپ اس کی تعبیر اللہ کو جو منظور ہوتی بیان فرماتے۔ ایک دن آپ نے معمول کے مطابق ہم سے دریافت فرمایا کیا آج رات کسی نے تم میں کوئی خواب دیکھا ہے؟ ہم نے عرض کی کہ کسی نے نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا لیکن میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے کہ دو آدمی میرے پاس آئے۔ انہوں نے میرے ہاتھ تھام لئے اور وہ مجھے ارض مقدس کی طرف لے گئے۔ (اور وہاں سے عالم بالا کی مجھ کو سیر کرائی) وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص تو بیٹھا ہوا ہے اور ایک شخص کھڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں (امام بخاری نے کہا کہ) ہمارے بعض اصحاب نے (غالباً عباس بن فضیل اسقاطی نے موسیٰ بن اسماعیل سے یوں روایت کیا ہے) لوہے کا آئینہ تھا جسے وہ بیٹھنے والے کے جڑے میں ڈال کر اس کے سر کے پیچھے تک چیر دیتا پھر دوسرے جڑے کے ساتھ بھی اسی طرح کرتا تھا۔ اس دوران میں اس کا پہلا جڑا صحیح اور اپنی اصلی حالت پر آجاتا اور پھر پہلے کی طرح وہ اسے دوبارہ چیرتا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ میرے ساتھ کے دونوں آدمیوں نے کہا کہ آگے چلو۔ چنانچہ ہم آگے بڑھے تو ایک ایسے شخص کے پاس آئے جو سر کے بل

۱۳۸۶- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ بْنُ حَزِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى صَلَاةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ: ((مَنْ رَأَى مِنْكُمْ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا؟)) قَالَ: لَئِنْ رَأَى أَحَدٌ قَصَصَهَا، فَيَقُولُ: ((مَا شَاءَ اللَّهُ)). فَسَأَلْنَا يَوْمًا فَقَالَ: ((هَلْ رَأَى مِنْكُمْ أَحَدٌ رُؤْيَا؟)) قُلْنَا: لَا. قَالَ: ((لَكِنِّي رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ آتِيَانِي، فَأَخَذَا بِيَدِي فَأَخْرَجَانِي إِلَى الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ، فَإِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ وَرَجُلٌ قَائِمٌ بِيَدِهِ - قَالَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا عَنْ مُوسَى كَلُوبٌ مِنْ حَدِيثِهِ يُدْخِلُهُ فِي شِدْقِهِ - حَتَّى يَبْلُغَ قَفَا، ثُمَّ يَفْعَلُ بِشِدْقِهِ الْآخَرَ مِثْلَ ذَلِكَ، وَيَلْتِمِمْ شِدْقَهُ هَذَا، فَيَعُوذُ فَيَصْنَعُ مِثْلَهُ. قُلْتُ: مَا هَذَا؟ قَالَا: انْطَلِقْ. فَانْطَلَقْنَا حَتَّى أَتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ عَلَى قَفَا، وَرَجُلٌ قَائِمٌ عَلَى رَأْسِهِ بِفَهْرٍ أَوْ صَخْرَةٍ، فَيَشْدُخُ بِهَا رَأْسَهُ، فَإِذَا صَرَبَهُ تَدَهَّدَ

لیٹا ہوا تھا اور دوسرا شخص ایک بڑا سا پتھر لئے اس کے سر پر کھڑا تھا۔ اس پتھر سے وہ لیٹے ہوئے شخص کے سر کو کچل دیتا تھا۔ جب وہ اس کے سر پر پتھر مارتا تو سر پر لگ کر وہ پتھر دور چلا جاتا اور وہ اسے جا کر اٹھا لاتا۔ ابھی پتھر لے کر واپس بھی نہیں آتا تھا کہ سر دوبارہ درست ہو جاتا۔ بالکل ویسا ہی جیسا پہلے تھا۔ واپس آ کر وہ پھر اسے مارتا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ ان دونوں نے جواب دیا کہ ابھی اور آگے چلو۔ چنانچہ ہم آگے بڑھے تو ایک تور جیسے گڑھے کی طرف چلے۔ جس کے اوپر کا حصہ تو تنگ تھا لیکن نیچے سے خوب فراخ۔ نیچے آگ بھڑک رہی تھی۔ جب آگ کے شعلے بھڑک کر اوپر کو اٹھتے تو اس میں جلنے والے لوگ بھی اوپر اٹھ آتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ اب وہ باہر نکل جائیں گے لیکن جب شعلے دب جاتے تو وہ لوگ بھی نیچے چلے جاتے۔ اس تور میں تنگے مرد اور عورتیں تھیں۔ میں نے اس موقع پر بھی پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لیکن اس مرتبہ بھی جواب یہی ملا کہ ابھی اور آگے چلو، ہم آگے چلے۔ اب ہم خون کی ایک نہر کے اوپر تھے نہر کے اندر ایک شخص کھڑا تھا اور اس کے پیچ میں (یزید بن ہارون اور وہب بن جریر نے جریر بن حازم کے واسطے سے وسط النہر کے بجائے شط النہر نہر کے کنارے کے الفاظ نقل کئے ہیں) ایک شخص تھا۔ جس کے سامنے پتھر رکھا ہوا تھا۔ نہر کا آدمی جب باہر نکلتا چاہتا تو پتھر والا شخص اس کے منہ پر اتنی زور سے پتھر مارتا کہ وہ اپنی پہلی جگہ پر چلا جاتا اور اسی طرح جب بھی وہ نکلنے کی کوشش کرتا وہ شخص اس کے منہ پر پتھر اتنی ہی زور سے پتھر مارتا کہ وہ اپنی اصلی جگہ پر نہر میں چلا جاتا۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ابھی اور آگے چلو۔ چنانچہ ہم اور آگے بڑھے اور ایک ہرے بھرے باغ میں آئے۔ جس میں ایک بہت بڑا درخت تھا اس درخت کی جڑ میں ایک بڑی عمروالے بزرگ بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ کچھ بچے بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ درخت سے قریب ہی ایک شخص اپنے آگے آگے آگے سلگا رہا تھا۔ وہ میرے دونوں ساتھی مجھے لے کر اس درخت پر چڑھے۔

الْحَجَرُ، فَانْطَلَقَ إِلَيْهِ لِيَأْخُذَهُ فَلَا يَوْجِعُ إِلَى هَذَا حَتَّى يَلْتَمِسَ رَأْسَهُ وَعَادَ رَأْسَهُ كَمَا هُوَ، فَعَادَ إِلَيْهِ فَضَرَبَهُ، قُلْتُ : مَنْ هَذَا؟ قَالَ: انْطَلَقْنَا لِنَنْطَلِقَ إِلَى نَقَبٍ مِثْلَ التُّورِ أَبْنِ غَلَاةٍ ضَيِّقٍ وَأَسْفَلَةٍ وَاسِعَةٍ يَتَوَقَّدُ تَحْتَهُ نَارًا، فَإِذَا اقْتَرَبَ ارْتَفَعُوا حَتَّى كَادَ وَ أَنْ يَخْرُجُوا، فَإِذَا خَمَدَتْ رَجَعُوا فِيهَا، وَفِيهَا رِجَالٌ وَنِسَاءٌ عُرَاةٌ. فَقُلْتُ : مَنْ هَذَا؟ قَالَ: انْطَلَقْنَا لِنَنْطَلِقَ حَتَّى آتَيْنَا عَلَى نَهْرٍ مِنْ دَمٍ، فِيهِ رَجُلٌ قَائِمٌ عَلَى وَسْطِ النَّهْرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ - قَالَ يَزِيدُ وَوَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ: وَعَلَى شَطِّ النَّهْرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ- فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِي فِي النَّهْرِ ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِي فِيهِ قُرْدَةٌ حَيْثُ كَانَ، فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ رَمَى فِي فِيهِ بِحَجَرٍ فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ. فَقُلْتُ: مَا هَذَا؟ قَالَ: انْطَلَقْنَا لِنَنْطَلِقَ حَتَّى انْتَهَيْنَا إِلَى رَوْضَةٍ خَضِرَاءَ فِيهَا شَجَرَةٌ عَظِيمَةٌ، وَلِي أَصْلُهَا شَيْخٌ وَصِيَّانٌ، وَإِذَا رَجُلٌ قَرِيبٌ مِنَ الشَّجَرَةِ بَيْنَ يَدَيْهِ نَارٌ يُوقِدُهَا، فَصَعِدَا بِي إِلَى الشَّجَرَةِ وَأَذْخَلَانِي دَارًا لَمْ أَرُ قَطُّ أَحْسَنَ وَ أَفْضَلَ مِنْهَا، فِيهَا رِجَالٌ شَبُوحٌ وَشَبَابٌ وَنِسَاءٌ وَصِيَّانٌ، ثُمَّ أَخْرَجَانِي مِنْهَا فَصَعِدَا بِي إِلَى الشَّجَرَةِ فَأَذْخَلَانِي دَارًا

اس طرح وہ مجھے ایک ایسے گھر میں اندر لے گئے کہ اس سے زیادہ حسین و خوبصورت اور بابرکت گھر میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس گھر میں بوڑھے، جوان، عورتیں اور بچے (سب ہی قسم کے لوگ) تھے۔ میرے ساتھی مجھے اس گھر سے نکال کر پھر ایک اور درخت پر چڑھا کر مجھے ایک اور دوسرے گھر میں لے گئے جو نہایت خوبصورت اور بہتر تھا۔ اس میں بھی بہت سے بوڑھے اور جوان تھے۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم لوگوں نے مجھے رات بھر خوب سیر کرائی۔ کیا جو کچھ میں نے دیکھا اس کی تفصیل بھی کچھ بتلاؤ گے؟ انہوں نے کہا ہاں وہ جو تم نے دیکھا تھا اس آدمی کا جزا لوہے کے آئینے سے پھاڑا جا رہا تھا تو وہ جھوٹا آدمی تھا جو جھوٹی باتیں بیان کیا کرتا تھا۔ اس سے وہ جھوٹی باتیں دوسرے لوگ سنتے۔ اس طرح ایک جھوٹی بات دور دور تک پھیل جایا کرتی تھی۔ اسے قیامت تک یہی عذاب ہوتا رہے گا۔ جس شخص کو تم نے دیکھا کہ اس کا سر کھلا جا رہا تھا تو وہ ایک ایسا انسان تھا جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا تھا لیکن وہ رات کو پڑا سوتا رہتا اور دن میں اس پر عمل نہیں کرتا تھا۔ اسے بھی یہ عذاب قیامت تک ہوتا رہے گا اور جنہیں تم نے تور میں دیکھا تو وہ زنا کار تھے۔ اور جس کو تم نے نہر میں دیکھا وہ سود خوار تھا اور وہ بزرگ جو درخت کی جڑ میں بیٹھے ہوئے تھے وہ ابراہیم علیہ السلام تھے اور ان کے ارد گرد والے بچے، لوگوں کی نابالغ اولاد تھی اور جو شخص آگ جلا رہا تھا وہ دوزخ کا داروغہ تھا اور وہ گھر جس میں تم پہلے داخل ہوئے جنت میں عام مومنوں کا گھر تھا اور یہ گھر جس میں تم اب کھڑے ہو، یہ شہداء کا گھر ہے اور میں جبرئیل ہوں اور یہ میرے ساتھ میکائیل ہیں۔ اچھا اب اپنا سر اٹھاؤ میں نے جو سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے اوپر بادل کی طرح کوئی چیز ہے۔ میرے ساتھیوں نے کہا کہ یہ تمہارا مکان ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ پھر مجھے اپنے مکان میں جانے دو۔ انہوں نے کہا کہ ابھی تمہاری عمر بقی ہے جو تم نے پوری نہیں کی اگر آپ وہ پوری کر لیتے تو اپنے مکان میں آجاتے۔

هِيَ أَحْسَنُ وَأَفْضَلُ، فِيهَا شَيْخٌ وَشَبَابٌ. فَقُلْتُ: طَوَّفْتُمَايَ اللَّيْلَةَ فَأَخْبَرَانِي عَمَّا رَأَيْتُ. قَالَا: نَعَمْ. أَمَّا الَّذِي رَأَيْتَهُ يُشَقُّ شِدْقُهُ فَكَذَّابٌ يُحَدِّثُ بِالْكَذِبَةِ فَتَحْمَلُ عَنْهُ حَتَّى تَبْلُغَ الْإِفَاقَ، فَيَصْنَعُ بِهِ مَا رَأَيْتُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَالَّذِي رَأَيْتَهُ يُشْدَخُ رَأْسُهُ فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللَّهُ الْقُرْآنَ، فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيْلِ وَلَمْ يَعْمَلْ فِيهِ بِالنَّهَارِ، فَيَفْعَلْ بِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. وَالَّذِي رَأَيْتَهُ فِي النَّقَبِ فَهُمْ الزُّنَاةُ. وَالَّذِي رَأَيْتَهُ فِي النَّهْرِ أَكَلُوا الرِّبَا. وَالشَّيْخُ فِي أَصْلِ الشَّجَرَةِ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَالصَّبِيَّانَ حَوْلَهُ فَأَوْلَادُ النَّاسِ. وَالَّذِي يُوقِدُ النَّارَ مَالِكُ خَازِنِ النَّارِ. وَالذَّارُ الْأُولَى الَّتِي دَخَلَتْ دَارُ عَامَّةِ الْمُؤْمِنِينَ. وَأَمَّا هَذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ. وَأَنَا جِبْرِئِيلُ، وَهَذَا مِيكَائِيلُ. فَارْفَعْ رَأْسَكَ. فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا فَوْقِي مِثْلُ السَّحَابِ، قَالَا: ذَلِكَ مَنْزِلُكَ. فَقُلْتُ: دَعَايَ أَذْخُلُ مَنْزِلِي. قَالَا: إِنَّهُ بَقِيَ لَكَ عُمُرٌ لَمْ تَسْتَكْمِلْهُ، فَلَوْ اسْتَكْمَلْتَ أَتَيْتَ مَنْزِلَكَ)).

۹۴- بَابُ مَوْتِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ

باب پیر کے دن مرنے کی فضیلت کا بیان

جمعہ کے دن کی موت کی فضیلت اسی طرح جمعہ کی رات مرنے کی فضیلت دوسری احادیث میں آئی ہے۔ پیر کا دن بھی موت کے لئے بہت افضل ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اسی دن وفات پائی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسی دن کی آرزو کی مگر آپ کا انتقال منگل کی شب میں ہوا۔ (وحیدی)

۱۳۸۷- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((دَخَلْتُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: لِي كَمْ كَفْتُمُ النَّبِيَّ ﷺ؟ قَالَتْ: فِي ثَلَاثَةِ أَنْوَافٍ يَبِضُ سَحُولِيَّةٍ لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ. وَقَالَ لَهَا: فِي أَيِّ يَوْمٍ تُوَفِّي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَتْ: يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ. قَالَ: فَأَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟ قَالَتْ: يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ. قَالَ: أَرْجُو فِيمَا بَيْنِي وَبَيْنَ اللَّيْلِ. فَظَنَرُ إِلَى ثَوْبٍ عَلَيْهِ كَانَ يُمَرِّضُ فِيهِ، بِهِ رَذَعٌ مِنْ زَعْفَرَانٍ فَقَالَ: اغْسِلُوا ثَوْبِي هَذَا وَزِيدُوا عَلَيْهِ ثَوْبَيْنِ فَكَفْتُونِي فِيهِمَا. قُلْتُ إِنَّ هَذَا خَلَقَ. قَالَ: إِنَّ الْحَيَّ أَحَقُّ بِالْجَدِيدِ مِنَ الْمَيِّتِ، إِنَّمَا هُوَ لِلْمَهْلَةِ. فَلَمْ يُتَوَفَّ حَتَّى أَمْسَى مِنْ لَيْلَةِ الثَّلَاثَاءِ، وَذُفِنَ قَبْلَ أَنْ يُصْبَحَ)).

(۱۳۸۷) ہم سے معلى بن اسد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں (والد ماجد حضرت) ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں (ان کی مرض الموت میں) حاضر ہوئی تو آپ نے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ کو تم لوگوں نے کتنے کپڑوں کا کفن دیا تھا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ تین سفید دھلے ہوئے کپڑوں کا۔ آپ کو کفن میں قمیض اور عمامہ نہیں دیا گیا تھا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ بھی پوچھا کہ آپ کی وفات کس دن ہوئی تھی۔ انہوں نے جواب دیا کہ پیر کے دن۔ پھر پوچھا کہ آج کون سادہ ہے؟ انہوں نے کہا آج پیر کا دن ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر مجھے بھی امید ہے کہ اب سے رات تک میں بھی رخصت ہو جاؤں گا۔ اس کے بعد آپ نے اپنا کپڑا دیکھا جسے مرض کے دوران میں آپ پہن رہے تھے۔ اس کپڑے پر زعفران کا دھبہ لگا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا میرے اس کپڑے کو دھو لینا اور اس کے ساتھ دو اور ملا لینا پھر مجھے کفن انہیں کا دینا۔ میں نے کہا کہ یہ تو پرانا ہے۔ فرمایا کہ زندہ آدمی نئے کا مردے سے زیادہ مستحق ہے، یہ تو پیپ اور خون کی نذر ہو جائے گا۔ پھر منگل کی رات کا کچھ حصہ گزرنے پر آپ کا انتقال ہوا اور صبح ہونے سے پہلے آپ کو دفن کیا گیا۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پیر کے دن موت کی آرزو کی، اس سے باب کا مطلب ثابت ہوا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے کفن کے لئے اپنے روز مرہ کے کپڑوں کو ہی زیادہ پسند فرمایا جن میں آپ روزانہ عبادت الہی کیا کرتے تھے۔ آپ کی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب آپ کا یہ حال دیکھا تو وہ ہائے ہائے کرنے لگیں مگر آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو بلکہ اس آیت کو پڑھو ﴿وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ﴾ یعنی آج سكرات موت کا وقت آگیا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب کے لئے دفتر بھی کھلی ہے رضی اللہ عنہ وارضاه

الامر بتحسين الكفن اخرجه مسلم فانه يجمع بينهما بحمل التحسين على الصفة وحمل المغالات على الثمن وقيل التحسين في حق الميت فاذا اوصى بتركه اتبع كما فعل الصديق ويحتمل ان يكون اختار ذالك الثوب بعينه لمعنى فيه من التبرك به لكونه صار اليه من النبي صلى الله عليه او لكونه جاهدا فيه او تعبد فيه ويؤيده ما رواه ابن سعد من طريق القاسم بن محمد بن ابي بكر قال قال ابو بكر كفنوني في ثوبي الذين كنت اصلي فيهما (فتح الباري ج ٦: ص ٥٠) اور ابو داؤد نے حدیث علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ قیمتی کپڑا کفن میں نہ دو وہ تو جلدی ہی ختم ہو جاتا ہے۔ حدیث جابر میں عمدہ کفن دینے کا بھی حکم آیا ہے۔ عمدہ سے مراد صاف ستھرا کپڑا اور قیمتی سے گراں قیمت کپڑا مراد ہے۔ ہر دو حدیث میں یہی تطبیق ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تحسین میت کے حق میں ہے اگر وہ چھوڑنے کی وصیت کر جائے تو اس کی اتباع کی جائے گی۔ جیسا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کیا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے اپنے ان کپڑوں کو بطور تبرک پسند فرمایا ہو کیونکہ وہ آپ کو نبی کریم ﷺ سے حاصل ہوئے تھے یا یہ کہ ان میں آپ نے بڑے بڑے مجاہدے کئے تھے یا ان میں عبادت الہی کی تھی۔ اس کی تائید میں ایک روایت میں آپ کے یہ لفظ بھی منقول ہیں کہ مجھے میرے ان ہی دو کپڑوں میں کفن دینا جن میں میں نے نمازیں ادا کی ہیں۔

وفي هذا الحديث استحباب التكفين في الثياب البيض وتثلث الكفن وطلب الموافقة فيما وقع للاكابر تبركا بذلك وفيه جواز التكفين في الثياب المغسولة وإيثار الحي بالجديد والدفن بالليل وفضل ابي بكر وصحة فراسته وثباته عند وفاته وفيه اخذ المرء العلم عن دونه وقال ابو عمر فيه ان التكفين في الثوب الجديد والخلق سواء

یعنی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سفید کپڑوں کا کفن دینا اور تین کپڑے کفن میں استعمال کرنا مستحب ہے اور اکابر سے نبی اکرم ﷺ کی بطور تبرک موافقت طلب کرنا بھی مستحب ہے۔ جیسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کے یوم وفات پیر کے دن کی موافقت کی خواہش ظاہر فرمائی اور اس حدیث سے دھلے ہوئے کپڑوں کا کفن دینا بھی جائز ثابت ہوا اور یہ بھی کہ عمدہ نئے کپڑوں کے لئے زندوں پر ایثار کرنا مستحب ہے جیسا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور رات میں دفن کرنے کا جواز بھی ثابت ہوا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت و فراست بھی ثابت ہوئی اور یہ بھی ثابت ہوا کہ علم حاصل کرنے میں بڑوں کے لئے چھوٹوں سے بھی استفادہ جائز ہے۔ جیسا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی سے استفادہ فرمایا۔ ابو عمر نے کہا کہ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نئے اور پرانے کپڑوں کا کفن دینا برابر ہے۔

باب ناگمانی موت کا بیان

(۱۳۸۸) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا کہ ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا کہ مجھے ہشام بن عروہ نے خبر دی کہ انہیں ان کے باپ نے اور انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ میری ماں کا اچانک انتقال ہو گیا اور میرا خیال ہے کہ اگر انہیں بات کرنے کا موقع ملتا تو وہ کچھ نہ کچھ خیرات کرتیں۔ اگر میں ان کی طرف سے کچھ خیرات کروں تو کیا انہیں اس کا ثواب ملے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں ملے گا۔

۹۵۔ بَابُ مَوْتِ الْفُجَاءَةِ الْبَغْتَةِ

۱۳۸۸ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ((أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّ أُمِّي أَقْبَلَتْ نَفْسَهَا، وَأَطْنَهَا لَوْ تَكَلَّمْتُ تَصَدَّقْتُ، فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ: ((نَعَمْ)).

نشیخ باب کی حدیث لاکر امام بخاری نے یہ ثابت کیا کہ مومن کے لئے ناگمانی موت سے کوئی ضرر نہیں۔ گو آنحضرت ﷺ نے اس سے پناہ مانگی ہے کیونکہ اس میں وصیت کرنے کی سہولت نہیں ملتی۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ ناگمانی موت مومن کے لئے راحت ہے اور بدکار کے لئے غصے کی پکڑ ہے۔ (وحیدی)

باب نبی کریم ﷺ اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کا بیان

اور سورہ مجس میں جو آیا ہے فاقبرہ تو عرب لوگ کہتے ہیں اقبوت الرجل اقبورہ یعنی میں نے اس کے لئے قبر بنائی اور قبرتہ کے معنی میں نے اسے دفن کیا اور سورہ مرسلات میں جو کفانا کا لفظ ہے زندگی بھی زمین ہی پر گزارو گے اور مرنے کے بعد بھی اسی میں دفن ہوں گے۔

(۱۳۸۹) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا اور ان سے ہشام بن عروہ نے (دوسری سند۔ امام بخاری نے کہا) اور مجھ سے محمد بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو مروان یحییٰ بن ابی زکریا نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے عروہ بن زبیر نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے مرض الوفا میں گویا اجازت لینا چاہتے تھے (دریافت فرماتے) آج میری باری کن کے یہاں ہے۔ کل کن کے یہاں ہوگی؟ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن کے متعلق خیال فرماتے تھے کہ بہت دن بعد آئے گی۔ چنانچہ جب میری باری آئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح اس حال میں قبض کی کہ آپ میرے سینے سے ٹپک لگائے ہوئے تھے اور میرے ہی گھر میں آپ دفن کئے گئے۔

نشیخ ۲۹ صفر ۱۱ھ کا دن تھا کہ رسول پاک ﷺ کو تکلیف شروع ہوئی اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جو رومال حضور کے سر مبارک پر تھا وہ بخاری کی وجہ سے ایسا گرم تھا کہ میرے ہاتھ کو برداشت نہ ہو سکی۔ آپ ۱۳ دن یا ۱۴ دن بیمار رہے۔ آخری بخت آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر ہی پورا فرمایا۔ ان ایام میں بیشتر آپ مسجد میں جا کر نماز بھی پڑھاتے رہے مگر چار روز قبل حالت بہت دگرگوں ہو گئی۔ آخر ۱۳ ربیع الاول ۱۱ھ یوم دوشنبہ بوقت چاشت آپ دنیائے فانی سے منہ موڑ کر ملاء اعلیٰ سے جا ملے۔ عمر مبارک ۶۳ سال قمری پر چار دن تھی اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد وفات پر صحابہ کرام نے آپ کے دفن کے متعلق سوچا تو آخری رائے یہی قرار پائی کہ حجرہ مبارکہ میں آپ کو دفن کیا جائے کیونکہ انبیاء جہاں انتقال کرتے ہیں اس جگہ دفن کئے جاتے ہیں۔ نبی حجرہ مبارکہ ہے جو آج گنبد خضراء کے نام سے دنیا کے کروڑوں انسانوں کا مرجع عقیدت ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کی قبر شریف کی نشان دہی کرتے ہوئے یہ ثابت فرمایا کہ مرنے والے کو اگر اس کے گھر ہی میں دفن کر دیا جائے تو شرعاً اس

۹۶- بَابُ مَا جَاءَ فِي قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَقَوْلَ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿فَأَقْبِرْهُ﴾. أَقْبَرْتُ الرَّجُلَ: إِذَا جَعَلْتَ لَهُ قَبْرًا. وَقَبْرُهُ: دَفْنُهُ ﴿كِفَاتًا﴾ يَكُونُونَ فِيهَا أَحْيَاءَ، وَيَذْفُونُ فِيهَا أَمْوَاتًا

۱۳۸۹- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي سَلِيمَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَزْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ يَحْيَى بْنُ أَبِي زَكْرِيَّا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَتْ: ((إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِيَعْتَدِرُ فِي مَرَضِهِ: ((أَيْنَ أَنَا الْيَوْمَ، أَيْنَ أَنَا غَدًا؟)) اسْتَبْطَأَ يَوْمَ عَائِشَةَ. فَلَمَّا كَانَ يَوْمِي قَبَضَهُ اللَّهُ بَيْنَ سَخْرِي وَنَخْرِي وَذَفِنَ فِي بَيْتِي)).

[راجع: ۸۹۰]

میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

آپ کے اخلاق حسنہ میں سے ہے کہ آپ ایام بیماری میں دوسری بیویوں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جانے کے لئے معذرت فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ جملہ ازواج مطہرات نے آپ کو حجرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لیے اجازت دے دی اور آخری ایام آپ نے وہیں بسر کئے۔ اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھی کمال فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ تفہیم ہے ان نام نہاد مسلمانوں پر جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جیسی مایہ ناز اسلامی خاتون کی فضیلت کا انکار کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت عطا فرمائے۔

(۱۳۹۰) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا، ان سے ہلال بن حمید نے، ان سے عروہ نے اور ان سے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس مرض کے موقع پر فرمایا تھا جس سے آپ جانبر نہ ہو سکے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی یہود و نصاریٰ پر لعنت ہو۔ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا۔ اگر یہ ڈرنہ ہوتا تو آپ کی قبر بھی کھلی رہنے دی جاتی۔ لیکن ڈر اس کا ہے کہ کہیں اسے بھی لوگ سجدہ گاہ نہ بنالیں۔ اور ہلال سے روایت ہے کہ عروہ بن زبیر نے میری کنیت (ابو عوانہ یعنی عوانہ کے والد) رکھ دی تھی ورنہ میرے کوئی اولاد نہ تھی۔

ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، کہا کہ ہمیں ابوبکر بن عیاش نے خبر دی اور ان سے سفیان ثمار نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک دیکھی ہے جو کوہان نما ہے۔ ہم نے فروہ بن ابی المعراء نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے علی بن مسمر نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے والد نے کہ ولید بن عبد الملک بن مروان کے عہد حکومت میں (جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارک کی دیوار گری اور لوگ اسے (زیادہ اونچی) اٹھانے لگے تو وہاں ایک قدم ظاہر ہوا۔ لوگ یہ سمجھ کر گھبرا گئے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک ہے۔ کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو قدم کو پہچان سکتا۔ آخر عروہ بن زبیر نے بتایا کہ میں خدا گواہ ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم نہیں ہے بلکہ یہ تو عمر رضی اللہ عنہ کا قدم ہے۔

۱۳۹۰ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ هِلَالٍ عَنْ غُرَوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي مَرَضِهِ الَّذِي لَمْ يَقُمْ مِنْهُ: ((لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ)). لَوْ لَا ذَلِكَ أَهْرَزَ قَبْرُهُ، غَيْرَ أَنَّهُ خُشِيَ - أَوْ خُشِيَ - أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا)). وَعَنْ هِلَالٍ قَالَ: كُنَانِي غُرَوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَلَمْ يُولَدْ لِي. [راجع: ۴۳۵]

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو نَكْرٍ بْنُ عِيَّاشٍ عَنْ سُفْيَانَ الثَّمَارِ أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ رَأَى قَبْرَ النَّبِيِّ ﷺ مُسْتَمًا. حَدَّثَنَا فَرَوَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ هِشَامٍ عَنْ غُرَوَةَ عَنْ أَبِيهِ لَمَّا سَقَطَ عَلَيْهِمُ الْحَائِطُ فِي زَمَانِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ أَخَذُوا فِي بَنَائِهِ، فَبَدَّتْ لَهُمْ قَدَمٌ، فَفَرَعُوا وَظَنُوا أَنَّهَا قَدَمُ النَّبِيِّ ﷺ، فَمَا وَجَدُوا أَحَدًا يَعْلَمُ ذَلِكَ حَتَّى قَالَ لَهُمْ غُرَوَةُ: لَا وَاللَّهِ، مَا هِيَ قَدَمُ النَّبِيِّ ﷺ، مَا هِيَ إِلَّا قَدَمُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.

(۱۳۹۱) ہشام اپنے والد سے اور وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ مجھے حضور اکرم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے ساتھ دفن نہ کرنا۔ بلکہ میری دوسری سوکنوں کے ساتھ بقیع غرقہ میں مجھے دفن کرنا۔ میں یہ نہیں چاہتی کہ ان کے ساتھ میری بھی تعریف ہوا کرے۔

۱۳۹۱- وَعَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا أَوْصَتْ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، لَا تَدْفِنِي مَعَهُمْ، وَادْفِنِي مَعَ صَوَاحِبِي بِالْبَقِيعِ، لَا أُرْكَى بِهِ أَبَدًا. [طرفہ بی : ۷۴۲۷]۔

تشیع ہوا یہ کہ ولید کی خلافت کے زمانہ میں اس نے عمر بن عبدالعزیز کو جو اس کی طرف سے مدینہ شریف کے عامل تھے، یہ لکھا کہ ازواج مطہرات کے حجرے گرا کر مسجد نبوی کو وسیع کر دو اور آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کی جانب دیوار بلند کر دو کہ نماز میں اور مرثیہ نہ ہو عمر بن عبدالعزیز نے یہ حجرے گرانے شروع کئے تو ایک پاؤں زمین سے نمودار ہوا جسے حضرت عروہ نے شناخت کیا اور بتلایا کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں ہے جسے یوں ہی احترام سے دفن کیا گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی کسر نفسی کے طور پر فرمایا تھا کہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ حجرہ مبارک میں دفن ہوں گی تو لوگ آپ کے ساتھ میرا بھی ذکر کریں گے اور دوسری بیویوں میں مجھ کو ترجیح دیں گے جسے میں پسند نہیں کرتی۔ لہذا مجھے بقیع غرقہ میں دفن ہونا پسند ہے جہاں میری ہمیشہ ازواج مطہرات مدفون ہیں اور میں اپنی یہ جگہ جو خالی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے دے دیتی ہوں۔ سبحان اللہ کتاب بڑا ایثار ہے۔ سلام اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

حجرہ مبارک کی دیواریں بلند کرنے کے بارے میں حضرت حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔

ای حافظ حجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی روایۃ الحموی عنہم والسبب فی ذلک ما رواہ ابوبکر الاجری من طبری شعب بن اسحاق عن هشام عن عروہ قال اخبرنی ابی قال کان الناس یصلون الی القبر فامر بہ عمر بن عبدالعزیز لرفع حتی لا یصلی الیہ احد فلما هدم بدت قدم سباق وركبة ففرع عمر بن عبدالعزیز فأتاه عروہ فقال هذا ساق عمر وركبته فسرى عن عمر بن عبدالعزیز وروی الاجری من طریق مالک بن مغول عن رجاء بن حیوة قال کتب الولید بن عبدالملک الی عمر بن عبد العزیز وکان قد اشترى حجر ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اهدمها ووسع بها المسجد فقعد عمر فی ناحية ثم امر بهدمها فما رايتہ باکیا اکثر من یومئذ ثم بناه کما اراد فلما ان بنی البیت علی القبر وهدم البیت الاول ظهرت القبور الثلاثة وکان الرمل الذی علیها قد انهار ففرع عمر بن عبدالعزیز و اراد ان یقوم فیسویها بنفسه فقلت له اصلحك الله انک ان قمت قام الناس معک فلو امرت رجلا ان یصلحها ورجوت انه یامرنی بذلك فقال یا مزاحم یعنی مولاه قم فاصلحها قال فاصلحها قال رجاء وکان قبر ابی بکر عند وسط النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعمر خلف ابی بکر راسه عند وسطه اس عبارت کا خلاصہ وہی مضمون ہے جو گزر چکا ہے (فتح الباری ج: ۶/ ص: ۶)

(۱۳۹۲) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر بن عبد الحمید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حصین بن عبد الرحمن نے بیان کیا، ان سے عمرو بن میمون اودی نے بیان کیا کہ میری موجودگی میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے عبد اللہ! ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں جا اور کہہ کہ عمر بن خطاب نے آپ کو سلام کہا ہے اور پھر ان سے معلوم کرنا کہ کیا مجھے میرے

۱۳۹۲- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ الْأَوْدِيِّ قَالَ: رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ، اذْهَبْ إِلَى أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ

دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی آپ کی طرف سے اجازت مل سکتی ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے اس جگہ کو اپنے لئے پسند کر رکھا تھا لیکن آج میں اپنے پر عمر رضی اللہ عنہ کو ترجیح دیتی ہوں۔ جب ابن عمر رضی اللہ عنہما واپس آئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ کیا پیغام لائے ہو؟ کہا کہ امیر المؤمنین انہوں نے آپ کو اجازت دے دی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر بولے کہ اس جگہ دفن ہونے سے زیادہ مجھے اور کوئی چیز عزیز نہیں تھی۔ لیکن جب میری روح قبض ہو جائے تو مجھے اٹھا کر لے جانا اور پھر دوبارہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو میرا سلام پہنچا کر ان سے کہنا کہ عمر نے آپ سے اجازت چاہی ہے۔ اگر اس وقت بھی وہ اجازت دے دیں تو مجھے وہیں دفن کر دیتا، ورنہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیتا۔ میں اس امر خلافت کا ان چند صحابہ سے زیادہ اور کسی کو مستحق نہیں سمجھتا جن سے رسول اللہ ﷺ اپنی وفات کے وقت تک خوش اور راضی رہے۔ وہ حضرات میرے بعد جسے بھی خلیفہ بنائیں، خلیفہ وہی ہو گا اور تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم اپنے خلیفہ کی باتیں توجہ سے سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ آپ نے اس موقع پر حضرت عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کے نام لئے۔ اتنے میں ایک انصاری نوجوان داخل ہوا اور کہا کہ اے امیر المؤمنین آپ کو بشارت ہو، اللہ عزوجل کی طرف سے، آپ کا اسلام میں پہلے داخل ہونے کی وجہ سے جو مرتبہ تھا وہ آپ کو معلوم ہے۔ پھر جب آپ خلیفہ ہوئے تو آپ نے انصاف کیا۔ پھر آپ نے شہادت پائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے میرے بھائی کے بیٹے! کاش ان کی وجہ سے میں برابر چھوٹ جاؤں۔ نہ مجھے کوئی عذاب ہو اور نہ کوئی ثواب۔ ہاں میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ ماجرین اولین کے ساتھ اچھا برتاؤ رکھے، ان کے حقوق پہچانے اور ان کی عزت کی حفاظت کرنے اور میں اسے انصار کے بارے میں بھی اچھا برتاؤ رکھنے کی وصیت کرتا ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان والوں کو اپنے گھروں میں جگہ دی۔ (میری وصیت

عَنْهَا قُلْتُ: يَقْرَأُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَيْكَ السَّلَامَ، ثُمَّ سَلَّمَهَا أَنْ أُدْفَنَ مَعَ صَاحِبِي. قَالَتْ: كُنْتُ أُرِيدُهُ لِنَفْسِي، فَلَأُوْثِرَنَّهُ الْيَوْمَ عَلَى نَفْسِي. فَلَمَّا أَقْبَلَ قَالَ لَهُ: مَا لَدَيْكَ؟ قَالَ: أَذِنْتُ لَكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ. قَالَ: مَا كَانَ شَيْءٌ أَهَمَّ إِلَيَّ مِنْ ذَلِكَ الْمَضْجِعِ، فَإِذَا قُبِضْتُ فَأَحْمِلُونِي، ثُمَّ سَلَّمُوا ثُمَّ قُلْتُ: يَسْتَأْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَإِنْ أَذِنْتُ لِي فَأَذِّنُونِي، وَإِلَّا فَرُدُّونِي إِلَى مَقَابِرِ الْمُسْلِمِينَ، إِنِّي لَا أَعْلَمُ أَحَدًا أَحَقَّ بِهَذَا الْأَمْرِ مِنْ هَؤُلَاءِ النَّفَرِ الَّذِينَ تُوَفِّي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ، فَمَنْ اسْتَخْلَفُوا بَعْدِي فَهُوَ الْخَلِيفَةُ فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا فَسَمِعُوا عُثْمَانَ وَعَلِيًّا وَطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرَ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَسَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَاصٍ. وَوَلَّجَ عَلَيْهِ شَابٌّ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ: أَبَشِّرْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ بِبُشْرَى اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ: كَانَ لَكَ مِنَ الْقَدَمِ فِي الْإِسْلَامِ مَا قَدْ عَلِمْتَ، ثُمَّ اسْتَخْلَفْتَ فَعَدَلْتَ، ثُمَّ الشَّهَادَةُ بَعْدَ هَذَا كُلِّهِ. فَقَالَ: لَبَّيْ يَا ابْنَ أَخِي وَذَلِكَ كَفَالًا لَا عَلَيَّ وَلَا لِي. أَوْصِي الْخَلِيفَةَ حُرْمَتَهُمْ مِنْ بَعْدِي بِالنَّمَاهِجَيْنِ الْأُولَيْنِ خَيْرًا، أَنْ يَعْرِفَ لَهُمْ حَقَّهُمْ، وَأَنْ يَحْفَظَ لَهُمْ حُرْمَتَهُمْ. وَأَوْصِيهِ بِالْأَنْصَارِ خَيْرًا، الَّذِينَ تَبَوَّأُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ أَنْ يَقْبَلَ مِنْ مُحْسِنِهِمْ

وَيُغْفَى عَنْ مُسِيئِهِمْ. وَأَوْصِيَهُ بِدَمَةِ اللَّهِ
وَدَمَةِ رَسُولِهِ ﷺ أَنْ يُؤْفَى لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ
وَأَنْ يُقَاتَلَ مِنْ وَرَائِهِمْ، وَأَنْ لَا يُكَلَّفُوا
لَوْ قَطَعَتْهُمْ)).

[أطرافه في : ٣٠٥٢، ٣١٦٢، ٣٧٠٠،

٤٨٨٨، ٧٢٠٧].

ہے کہ ان کے اچھے لوگوں کے ساتھ بھلائی کی جائے اور ان میں جو
برے ہوں ان سے درگزر کیا جائے اور میں ہونے والے خلیفہ کو
وصیت کرتا ہوں اس ذمہ داری کو پورا کرنے کی جو اللہ اور رسول کی
ذمہ داری ہے (یعنی غیر مسلموں کی جو اسلامی حکومت کے تحت زندگی
گزارتے ہیں) کہ ان سے کئے گئے وعدوں کو پورا کیا جائے۔ انہیں بچا
کر لڑا جائے اور طاقت سے زیادہ ان پر کوئی بار نہ ڈالا جائے۔

سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو حفصہ ہے۔ عدوی قریشی ہیں۔ نبوت کے چھٹے سال اسلام میں داخل ہوئے بعضوں
نے کہا کہ پانچویں سال میں۔ ان سے پہلے چالیس مرد اور گیارہ عورتیں اسلام لاپچی تھیں اور کہا جاتا ہے کہ چالیسویں مرد
حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ ان کے اسلام قبول کرنے کے دن ہی سے اسلام نمایاں ہونا شروع ہو گیا۔ اسی وجہ سے ان کا لقب فاروق ہوا۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا کہ آپ کا لقب فاروق کیسے ہوا؟ فرمایا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ
میرے اسلام سے تین دن پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے میرا سینہ بھی کھول دیا تو میں نے کہا اللہ لا
الہ الا هو لا الہ الا اسماء الحسنی اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اسی کے لئے سب اچھے نام ہیں۔ اس کے بعد کوئی جان مجھ کو رسول اللہ
ﷺ کی جان سے پیاری نہ تھی۔ اس کے بعد میں نے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کس تشریف فرما ہیں تو میری بہن نے مجھ کو بتلایا
کہ آپ دار ارقم بن ابی ارقم میں جو کوہ صناعہ کے پاس ہے تشریف رکھتے ہیں۔ میں ابوار قم گئے مکان پر حاضر ہوا جبکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ
بھی آپ کے صحابہ کے ساتھ مکان میں موجود تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی گھر میں تشریف فرما تھے۔ میں نے دروازے کو پینا تو لوگوں
نے ٹکنا چاہا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگوں کو کیا ہو گیا؟ سب نے کہا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آئے ہیں پھر آنحضرت ﷺ تشریف
لائے اور مجھے کپڑوں سے پکڑ لیا۔ پھر خوب زور سے مجھ کو اپنی طرف کھینچا کہ میں رک نہ سکا اور گھٹنے کے بل گر گیا۔ اس کے بعد
آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عمر اس کفر سے کب تک باز نہیں آوے گا؟ تو بے ساختہ میری زبان سے نکلا اشہد ان لا الہ الا اللہ
وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمدا عبده ورسوله اس پر تمام دار ارقم کے لوگوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا کہ جس کی آواز حرم
شریف میں سنی گئی۔ اس کے بعد میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! کیا ہم موت اور حیات میں دین حق پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا کیوں
نہیں قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم سب حق پر ہو اپنی موت میں بھی اور حیات میں بھی۔ اس پر میں
نے عرض کیا کہ پھر اس حق کو چھپانے کا کیا مطلب۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے ہم ضرور حق کو لے
کر باہر نکلیں گے۔

چنانچہ ہم نے حضور ﷺ کو دو صفوں کے درمیان نکالا۔ ایک صف میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور دوسری صف میں میں تھا اور
میرے اندر جوش ایمان کی وجہ سے ایک پگی جیسی گڑگڑاہٹ تھی۔ یہاں تک کہ ہم مسجد حرام میں پہنچ گئے تو مجھ کو اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ
کو قریش نے دیکھا اور ان کو اس قدر صدمہ پہنچا کہ ایسا صدمہ انہیں اس سے پہلے کبھی نہ پہنچا تھا۔ اسی دن آنحضرت ﷺ نے میرا نام
فاروق رکھ دیا کہ اللہ نے میری وجہ سے حق اور باطل میں فرق کر دیا۔ روایتوں میں ہے کہ آپ کے اسلام لانے پر حضرت جبرئیل امین
ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ اے اللہ کے رسول! آج عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے تمام آسمانوں والے بے حد خوش ہوئے ہیں۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قسم خدا کی میں یقین رکھتا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علم کو ترازو کے ایک پلڑے میں
رکھا جائے اور دوسری میں تمام زندہ انسانوں کا علم تو یقیناً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علم والا پلڑا جھک جائے گا۔

آپ حضرت نبی کریم ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور یہ پہلے خلیفہ ہیں جو امیر المؤمنین لقب سے پکارے گئے۔ حضرت عمر گورے رنگ والے لمبے قد والے تھے۔ سر کے بال اکثر گر گئے تھے۔ آنکھوں میں سرخ جھلک رہا کرتی تھی۔ اپنی خلافت میں تمام امور حکومت کو احسن طریق پر انجام دیا۔

آخر مدینہ میں بدھ کے دن ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ میں مغیرہ بن شعبہ کے غلام ابولولوء نے آپ کو خنجر سے زخمی کیا اور یکم محرم الحرام کو آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ تریسٹھ سال کی عمر پائی۔ مدت خلافت دس سال چھ ماہ ہے۔ آپ کے جنازہ کی نماز حضرت مصیب رومی نے پڑھائی۔ وفات سے قبل حجرہ نبوی میں دفن ہونے کے لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے باضابطہ اجازت حاصل کر لی۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں - وفيه الحرص على مجاورة الصالحين في القبور طمعا في اصابة الرحمة اذا نزلت عليهم وفي دعاء من يزورهم من اهل الخير يعني آپ کے اس واقعہ میں یہ پہلو بھی ہے کہ صالحین بندوں کے پڑوس میں دفن ہونے کی حرص کرنا درست ہے۔ اس طمع میں کہ ان صالحین بندوں پر رحمت الہی کا نزول ہو گا تو اس میں ان کو بھی شرکت کا موقع ملے گا اور جو اہل خیر ان کے لئے دعائے خیر کرنے آئیں گے وہ ان کی قبر پر بھی دعا کرتے جائیں گے۔ اس طرح دعاؤں میں بھی شرکت رہے گی۔

سبحان اللہ کیا مقام ہے! ہر سال لاکھوں مسلمان مدینہ شریف پہنچ کر آنحضرت ﷺ پر درود و سلام پڑھتے ہیں۔ ساتھ ہی آپ کے جان ثاروں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر بھی سلام بھیجنے کا موقع مل جاتا ہے۔ سچ ہے -
نگاہ ناز سے آشنائے راز کرے وہ اپنی خوبی قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے

عشرہ مبشرہ میں سے یہی لوگ موجود تھے جن کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بنانے والی کمیٹی کے لیے نام لیا۔ ابو عبیدہ بن جراح کا انتقال ہو چکا تھا اور سعید بن زید گو زندہ تھے مگر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار یعنی چچا زاد بھائی ہوتے تھے، اس لئے ان کا بھی نام نہیں لیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے تاکید فرمایا کہ دیکھو میرے بیٹے عبداللہ کا خلافت میں کوئی حق نہیں ہے۔ یہ آپ کا وہ کارنامہ ہے جس پر آج کی نام نہاد جموریتیں ہزار بار قربان کی جاسکتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کسر نفسی کا یہ عالم ہے کہ ساری عمر خلافت کمال عدل کے ساتھ چلائی پھر بھی اب آخر وقت میں اسی کو غنیمت تصور فرما رہے ہیں کہ خلافت کا نہ ثواب ملے نہ عذاب ہو بلکہ برابر برابر میں اتر جائے تو یہی غنیمت ہے۔ اخیر میں آپ نے مہاجرین و انصار کے لئے بہترین وصیتیں فرمائیں اور سب سے بڑا کارنامہ یہ کہ ان غیر مسلموں کے لئے جو خلافت اسلامی کے زیر نگیں امن و امان کی زندگی گزارتے ہیں، خصوصی وصیت فرمائی کہ ہرگز ہرگز ان سے بد عہدی نہ کی جائے اور طاقت سے زیادہ ان پر کوئی بار نہ ڈالا جائے۔

باب اس بارے میں کہ مردوں کو برا کہنے کی

۹۷- بَابُ مَا يُنْهَى مِنْ مَسِّ

ممانعت ہے۔

الْأَمْوَاتِ

(۱۳۹۳) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، ان سے مجاہد نے بیان کیا اور ان سے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مردوں کو برا نہ کہو کیونکہ انہوں نے جیسا عمل کیا اس کا بدلہ پالیا۔ اس روایت کی متابعت علی بن جعد، محمد بن عرعہ اور ابن ابی عدی نے شعبہ سے کی ہے۔ اور اس کی روایت

۱۳۹۳- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((لَا تَسُبُّوا الْأَمْوَاتَ، فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلَيَّ مَا قَدَّمُوا)). تَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ وَ مُحَمَّدُ بْنُ عَزْوَرةَ وَ ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ

شُعْبَةُ وَ رَوَاهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْقَدُوسِ عَنْ الْأَعْمَشِ وَ مُحَمَّدُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ الْأَعْمَشِ. [طرفہ فی: ۵۶۱۶].

عبداللہ بن عبدالقدوس نے اعمش سے اور محمد بن انس نے بھی اعمش سے کی ہے۔

یعنی مسلمان جو مرجائیں ان کا مرنے کے بعد عیب نہ بیان کرنا چاہئے۔ اب ان کو برا کہنا ان کے عزیزوں کو ایذا دیتا ہے۔

۹۸- بَابُ ذِكْرِ شِرَارِ الْمَوْتَى ۱۳۹۴- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ أَبُو لَهَبٍ عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ لِلنَّبِيِّ ﷺ: تَبَا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ، فَتَنَزَّلَتْ: ﴿تَبَّتْ يُدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَ﴾.

باب برے مردوں کی برائی بیان کرنا درست ہے (۱۳۹۴) ہم سے عمر بن حفص نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا اعمش سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عمرو بن مرہ نے بیان کیا، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ابولہب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ سارے دن تجھ پر بربادی ہو۔ اس پر یہ آیت اتری ﴿تَبَّتْ يُدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَ﴾ یعنی ٹوٹ گئے ہاتھ ابولہب کے اور وہ خود ہی برباد ہو گیا۔

[أطرافہ فی: ۳۵۲۵، ۳۵۲۶، ۴۷۷۰،

۴۸۰۱، ۴۹۷۱، ۴۹۷۲، ۴۹۷۳].

﴿سَبِّحْ﴾ جب یہ آیت اتری ﴿وَاتْلُوكَ الْقُرْآنَ﴾ (الشعرا: ۲۷۳) یعنی اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرا تو آپ کوہ صفا پر چڑھے اور قریش کے لوگوں کو پکارا، وہ سب اکٹھے ہوئے۔ پھر آپ نے ان کو خدا کے عذاب سے ڈرایا تب ابولہب مردود کہنے لگا تیری خرابی ہو سارے دن کیا تو نے ہم کو اسی بات کے لئے اکٹھا کیا تھا؟ اس وقت یہ سورت اتری ﴿تَبَّتْ يُدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَ﴾ یعنی ابولہب ہی کے دونوں ہاتھ ٹوٹے اور وہ ہلاک ہوا۔ معلوم ہوا کہ برے لوگوں کافروں، لحدوں کو ان کے برے کاموں کے ساتھ یاد کرنا درست ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ای وصلوا الی ما عملوا من خیر وشر واشتد به علی منع سب الاموات مطلقا وقد تقدم ان عمومہ مخصص واصلح ما قبل فی ذالک ان اموات الکفار والفساق يجوز ذکر مساویہم للتحذیر منهم والتنفیر عنهم وقد اجمع العلماء علی جواز جرح المجروحین من الرواة احياء وامواتا یعنی انہوں نے جو کچھ برائی بھلائی کی وہ سب کچھ ان کے سامنے آگیا۔ اب ان کی برائی کرنا بیکار ہے اور اس سے دلیل پکڑی گئی ہے کہ اموات کو برائیوں سے یاد کرنا مطلقاً منع ہے اور پیچھے گزر چکا ہے کہ اس کا عموم مخصوص ہے اور اس بارے میں صحیح ترین خیال یہ ہے کہ مرے ہوئے کافروں اور فاسقوں کی برائیوں کا ذکر کرنا جائز ہے۔ تاکہ ان کے جیسے برے کاموں سے نفرت پیدا ہو اور علماء نے اجماع کیا ہے کہ روایان حدیث زندوں مردوں پر جرح کرنا جائز ہے۔

۲۴- کتاب الزکوٰۃ

زکوٰۃ کے مسائل کا بیان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب زکوٰۃ دینا فرض ہے

اور اللہ عزوجل نے فرمایا کہ نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے متعلق (قیصر روم سے اپنی) گفتگو نقل کی کہ انہوں نے کہا تھا کہ ہمیں وہ نماز، زکوٰۃ، صلہ رحمی، ناطہ جوڑنے اور حرام کاری سے بچنے کا حکم دیتے ہیں۔

۱ - بَابُ وَجُوبِ الزَّكَاةِ

وَقَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ﴾ [البقرة: ۴۳]، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: حَدَّثَنِي أَبُو سَفْيَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَدَاكَ حَدِيثَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((يَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَالصَّلَاةِ وَالْعَقَابِ)).

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ اپنی روش کے مطابق پہلے قرآن مجید کی آیت لائے اور فرضیت زکوٰۃ کو قرآن مجید سے ثابت کیا۔ قرآن مجید میں زکوٰۃ کی بابت بیسی آیات میں اللہ پاک نے حکم فرمایا ہے اور یہ اسلام کا ایک عظیم رکن ہے۔ جو اس کا منکر ہے وہ بالافتقار کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ زکوٰۃ نہ دینے والوں پر حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جہاد کا اعلان فرمادیا تھا۔ زکوٰۃ ۲ھ میں مسلمانوں پر فرض ہوئی۔ یہ درحقیقت اس صفت ہمدردی و رحم کے بقاعدہ استعمال کا نام ہے جو انسان کے دل میں اپنے اہلئے جنس کے ساتھ قدرتا فطری طور پر موجود ہے۔ یہ اموال نامیہ یعنی ترقی کرنے والوں میں مقرر کی گئی ہے جن میں سے ادا کرنا ناگوار بھی نہیں گزر سکتا۔ اموال نامیہ میں تجارت سے حاصل ہونے والی دولت، زراعت اور مویشی (بھینٹ بکری گائے وغیرہ) اور نقد روپیہ اور معدنیات اور دفائن شمار ہوتے ہیں۔ جن کے مختلف نصاب ہیں۔ ان کے تحت ایک حصہ ادا کرنا فرض ہے۔ قرآن مجید میں اللہ پاک نے زکوٰۃ کی تقسیم ان لفظوں میں فرمائی۔ ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَمِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَرَامِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ﴾ (التوبہ: ۶۰) یعنی زکوٰۃ کا مال فقیروں اور مسکینوں کے لئے ہے اور تحصیلداران زکوٰۃ کے لئے (جو) اسلامی اسٹیٹ کی طرف سے زکوٰۃ کی وصولی کے لئے مقرر ہوں گے ان کی تنخواہ اس میں سے ادا کی جائے گی) اور ان لوگوں کے لئے جن کی دل افزائی اسلام میں منظور ہو یعنی نو مسلم لوگ اور غلاموں کو آزادی دلانے کے لئے اور ایسے قرضداروں کا فرض چکانے کے

لئے جو قرض نہ اتار سکتے ہوں اور اللہ کے راستے میں (اسلام کی اشاعت و ترقی و سر بلندی کے لئے) اور مسافروں کے لئے۔
لفظ زکوٰۃ کی لغوی اور شرعی تشریح کے لئے علامہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اپنی مایہ ناز کتاب فتح الباری شرح صحیح بخاری شریف میں فرماتے ہیں

والزکوہ فی اللغة النماء يقال زكا الزرع اذا نما ویرد ایضا فی المال وترد ایضا بمعنی التطهیر وشرعا باعتبارین معا اما بالاول فلان اخراجها سبب للنماء فی المال او بمعنی ان الاجر بسببها یكثر ان بمعنی ان متعلقها الاموال ذات النماء كالتجارة والزراعة ودلیل الاول مانقص مال من صدقة ولانها یضاعف ثوابها كما جاء ان الله یربی الصدقة واما بالثانی فلانها طهرة للنفس من رذیلة البخل و تطهیر من الذنوب وهی الركن الثالث من الارکان التي بنی الاسلام علیها كما تقدم فی کتاب الایمان وقال ابن العربی تطلق الزکوۃ علی الصدقة الواجبة والمندوبة والنفقة والحق والعفو وتعریفها فی الشرع اعطاء جزء من النصاب الحولی الی الفقیر ونحوه غیر هاشمی ولا مطلبی ثم لها ركن وهو الاخلاص وشرط هو السبب وهو ملك النصاب الحولی وشرط من تجب علیه وهو العقل البلوغ والحرية لها حکم وهو سقوط الجواب فی الدنيا وحصول الثواب فی الاخری وحكمة وهی تطهیر من الادناس ورفع الدرجة واسترقاق الاحرار انتهى وهو جید لکن فی شرط من تجب علیه اختلاف والزکوۃ امر مقطوع به فی الشرع یستغنی عن تکلف لاحتجاج له وانما وقع الاختلاف فی بعض فروعه واما اصل فرضیة الزکوۃ فمن جحدھا کفر وانما ترجم المصنف بذلك علی عادته فی ایراد الأدلة الشرعیة والمتفق علیها والمختلف فیها (فتح الباری ج: ۳ / ص: ۳۰۸)

اختلف فی اول وقت فرض الزکوۃ فذهب الاکثر الی انه وقع بعد الهجرة فقیل کان فی السنة الثانية قبل فرض رمضان اشار الیه

النوی

خلاصہ یہ کہ لفظ زکوٰۃ نشوونما پر بولا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ زکا الزرع یعنی زراعت کھیتی نے نشوونما پائی جب وہ بوہنے لگے تو ایسا بولا جاتا ہے۔ اسی طرح مال کی بڑھوتری پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے اور پاک کرنے کے معنی میں بھی آیا ہے اور شرعاً ہر دو اعتبار سے اس کا استعمال ہوا ہے۔ اول تو یہ کہ اس کی ادائیگی سے مال میں بڑھوتری ہوتی ہے اور یہ بھی کہ اس کے سبب اجرو ثواب کی نشوونما حاصل ہوتی ہے یا یہ بھی کہ یہ زکوٰۃ ان اموال سے ادا کی جاتی ہے جو بوہنے والے ہیں جیسے تجارت زراعت وغیرہ۔ اول کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں وارد ہے کہ صدقہ نکالنے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ وہ بڑھ ہی جاتا ہے اور یہ بھی کہ اس کا ثواب دو گنا سہ گنا بڑھتا ہے۔ جیسا کہ آیا ہے کہ اللہ پاک صدقہ کے مال کو بڑھاتا ہے۔ اور دوسرے اعتبار سے نفس کو بخل کے رذائل سے پاک کرنے والی چیز ہے اور گناہوں سے بھی پاک کرتی ہے اور اسلام کا یہ تیسرا عظیم رکن ہے۔ ابن العربی نے کہا کہ لفظ زکوٰۃ صدقہ فرض اور صدقہ نفل اور دیگر عطایا پر بھی بولا جاتا ہے۔

اس کی شرعی تعریف یہ کہ مقررہ نصاب پر سال گزرنے کے بعد فقراء و دیگر مستحقین کو اسے ادا کرنا فقراء ہاشمی اور مطلبی نہ ہوں کہ ان کے لئے اموال زکوٰۃ کا استعمال ناجائز ہے۔ زکوٰۃ کے لئے بھی کچھ اور شرائط ہیں۔ اول اس کی ادائیگی کے وقت اخلاص ہونا ضروری ہے۔ ریا و نمود کے لئے زکوٰۃ ادا کرے تو وہ عند اللہ زکوٰۃ نہیں ہوگی۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ایک حد مقررہ کے اندر وہ مال ہو اور اس پر سال گزر جائے اور زکوٰۃ عاقل بالغ آزاد پر واجب ہے۔ اس سے دنیا میں وجوب کی ادائیگی اور آخرت میں ثواب حاصل ہونا مقصود ہے اور اس میں حکمت یہ کہ یہ انسانوں کو گناہوں کے ساتھ خصائل رذالت سے بھی پاک کرتی ہے اور درجات بلند کرتی ہے۔

اور یہ اسلام میں ایک بہترین عمل ہے مگر جس پر یہ واجب ہے اس کی تفصیلات میں کچھ اختلاف ہے اور یہ اسلام میں ایک ایسا قطعی فریضہ ہے کہ جس کے لئے کسی اور مزید دلیل کی ضرورت ہی نہیں اور دراصل یہ قطعی فرض ہے جو اس کی فرضیت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ یہاں بھی مصنف نے اپنی عادت کے مطابق اولہ شرعیہ سے اس کی فرضیت ثابت کی ہے۔ وہ اولہ جو متفق علیہ

ہیں۔ جن میں پہلے آیت شریفہ، پھر چھ احادیث ہیں۔
 ۱۳۹۵- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الصُّحَاكُ بْنُ
 مَخْلَدٍ عَنْ زَكْرِيَّاءَ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ يَحْيَى
 بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِي مَعْبُدٍ عَنْ
 ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ النَّبِيَّ
 ﷺ بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى الْيَمَنِ
 فَقَالَ: ((اذْغُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا
 اللَّهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا
 لِذَلِكَ فَأَغْلِبْنَهُمْ أَنَّ اللَّهَ أَفْضَرُ عَلَيْهِمْ
 خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ
 هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ فَأَغْلِبْنَهُمْ أَنَّ اللَّهَ
 أَفْضَرُ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ تُوْخَذُ
 مِنْ أَعْيَانِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ)).

[أطرافه في : ۱۴۵۸، ۱۴۹۶، ۲۴۴۸،

۴۳۴۷، ۷۳۷۱، ۷۳۷۲].

(۱۳۹۵) ہم سے ابو عاصم ضحاک بن مخلد نے بیان کیا، ان سے زکریا بن اسحاق نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن عبد اللہ بن صیفی نے بیان کیا، ان سے ابو معبد نے اور ان سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن (کا حاکم بنا کر) بھیجا تو فرمایا کہ تم انہیں اس کلمہ کی گواہی کی دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اگر وہ لوگ یہ بات مان لیں تو پھر انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر روزانہ پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ لوگ یہ بات بھی مان لیں تو پھر انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مال پر کچھ صدقہ فرض کیا ہے جو ان کے مالدار لوگوں سے لے کر انہیں کے محتاجوں میں لوٹا دیا جائے گا۔

(۱۳۹۶) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے محمد بن عثمان بن عبد اللہ بن مویب سے بیان کیا ہے، ان سے موسیٰ بن طلحہ نے اور ان سے ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنت میں لے جائے۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ آخر یہ کیا چاہتا ہے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو بہت اہم ضرورت ہے۔ (سنو) اللہ کی عبادت کرو اور اس کا کوئی شریک نہ ٹھہراؤ۔ نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ دو اور صلہ رحمی کرو۔ اور ہنر نہ کرنا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا کہ ہم سے محمد بن عثمان اور ان کے باپ عثمان بن عبد اللہ نے بیان کیا کہ ان دونوں صاحبان نے موسیٰ بن طلحہ سے سنا اور انہوں نے ابو ایوب سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی حدیث کی طرح (سنا) ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا کہ

۱۳۹۶- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عَمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ ابْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ((أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ. قَالَ: مَالَهُ مَالَهُ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَرَبَ مَالَهُ، تَعْبُدُ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتَقِيْمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ)) وَقَالَ بَهْزٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ وَأَبُوهُ عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُمَا سَمِعَا مُوسَى بْنَ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِهَذَا. قَالَ أَبُو عَبْدِ

اللّٰهُ: أَخْسَىٰ أَنْ يَكُونَ مُحَمَّدٌ غَيْرَ مَحْفُوظٍ، إِنَّمَا هُوَ عَمْرُو.

[طرفہ فی ۵۹۸۲، ۵۹۸۳].

۱۳۹۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ أَغْرَابِيًّا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ: ذُلِّي عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتَهُ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ. قَالَ: ((تَعْبُدُ اللَّهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ، الْمَكْتُوبَةَ، وَتُؤَدِّي الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ، وَتَصُومُ رَمَضَانَ)). قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا أَرِيدُ عَلَى هَذَا. فَلَمَّا وَلَّى قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا)).

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي حَيَّانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو زُرْعَةَ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ بِهَذَا.

مگر یحییٰ بن سعید قطان کی یہ روایت مرسل ہے۔ کیونکہ ابو زرہ تابعی ہیں۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے نہیں سنا اور وہیب کی روایت جو اوپر گزری وہ موصول ہے اور وہیب ثقہ ہیں۔ ان کی زیارت مقبول ہے۔ اس لئے حدیث میں کوئی علت نہیں (وجہی) اس حدیث کے ذیل حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

مجھے ڈر ہے کہ محمد سے روایت غیر محفوظ ہے اور روایت عمرو بن عثمان سے (محفوظ ہے)

(۱۳۹۷) ہم سے محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عفان بن مسلم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان ان سے یحییٰ بن سعید بن حیان نے، ان سے ابو زرہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ ایک دیہاتی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ آپ مجھے کوئی ایسا کام بتلائیے جس پر اگر میں بیٹھتی کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ کی عبادت کر، اس کا کسی کوئی شریک نہ ٹھہرا، فرض نماز قائم کر، فرض زکوٰۃ دے اور رمضان کے روزے رکھ۔ دیہاتی نے کہا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ان عملوں پر میں کوئی زیادتی نہیں کروں گا۔ جب وہ بیٹھ موڑ کر جانے لگا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی ایسے شخص کو دیکھنا چاہے جو جنت والوں میں سے ہو تو وہ اس شخص کو دیکھ لے۔

ہم سے مسدد بن مسدد نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن سعید قطان نے، ان سے ابو حیان نے، انہوں نے کہ مجھ سے ابو زرہ نے نبی کریم ﷺ سے یہی حدیث روایت کی۔

مگر یحییٰ بن سعید قطان کی یہ روایت مرسل ہے۔ کیونکہ ابو زرہ تابعی ہیں۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے نہیں سنا اور وہیب کی روایت جو اوپر گزری وہ موصول ہے اور وہیب ثقہ ہیں۔ ان کی زیارت مقبول ہے۔ اس لئے حدیث میں کوئی علت نہیں (وجہی) اس حدیث کے ذیل حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

قال القرطبي في هذا الحديث وكذا حديث طلحة في قصة الاعرابي وغيرهما دلالة على جواز ترك التطوعات لكن من داوم على ترك السنن كان نقصا في دينه فان كان تركها تهاونا بها ورغبة عنها كان ذلك فسقا يعني لو رددوا لعهد عليه حيث قال صلى الله عليه وسلم من رغب عن سنتي فليس مني وقد كان صدر الصحابة ومن تبعهم يواظبون على السنن مواظبتهم على الفرائض ولا يفرقون بينهما في اغتنام ثوابهما (فتح الباري)

یعنی قرطبی نے کہا کہ اس حدیث میں اور نیز حدیث طلحہ میں جس میں ایک دیہاتی کا ذکر ہے، اس پر دلیل ہے کہ غلیات کا ترک کر دینا بھی جائز ہے مگر جو شخص سنتوں کے چھوڑنے پر بیٹھتی کرے گا وہ اس کے دین میں نقص ہو گا اور اگر وہ بے رغبتی اور سستی سے ترک کر رہا ہے تو یہ فسق ہو گا۔ اس لئے کہ ترک سنن کے متعلق وعید آئی ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو میری سنتوں سے بے رغبتی کرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔ اور صدر اول میں صحابہ کرام اور تابعین عظام سنتوں پر فرضوں ہی کی طرح بیٹھتی کیا کرتے تھے

اور ثواب حاصل کرنے کے خیال میں وہ لوگ فرضوں اور سنتوں میں فرق نہیں کرتے تھے۔

حدیث بالا میں حج کا ذکر نہیں ہے، اس پر حافظ فرماتے ہیں۔ لم يذكر الحج لانه كان حينئذ حجاجا و لعله ذكره له فاختصره يعني حج کا ذکر نہیں فرمایا اس لئے کہ وہ اس وقت حاجی تھا یا آپ نے ذکر فرمایا مگر راوی نے بطور اختصار اس کا ذکر چھوڑ دیا۔

بعض محترم خفی حضرات نے ابجدیث پر الزام لگایا ہے کہ یہ لوگ سنتوں کا اہتمام نہیں کرتے، یہ الزام سراسر غلط ہے۔ الحمد للہ ابجدیث کا بنیادی اصول توحید و سنت پر کاربند ہونا ہے۔ سنت کی محبت ابجدیث کا شیوہ ہے لہذا یہ الزام بالکل بے حقیقت ہے۔ ہاں معاندین ابجدیث کے بارے میں اگر کہا جائے کہ ان کے ہاں اقوال ائمہ اکثر سنتوں پر مقدم سمجھے جاتے ہیں تو یہ ایک حد تک درست ہے۔ جس کی تفصیل کے لئے اعلام الموقعین از علامہ ابن قیم کا مطالعہ مفید ہوگا۔

(۱۳۹۸) ہم سے حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو جمرہ نصر بن عمران ضعی نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ نے بتلایا کہ قبیلہ عبد القیس کا وفد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! ہم ربیعہ قبیلہ کی ایک شاخ ہیں اور قبیلہ مضر کے کافر ہمارے اور آپ کے درمیان پڑتے ہیں۔ اس لئے ہم آپ کی خدمت میں صرف حرمت کے مہینوں ہی میں حاضر ہو سکتے ہیں (کیونکہ ان مہینوں میں لڑائیاں بند ہو جاتی ہیں اور راستے پر امن ہو جاتے ہیں) آپ ہمیں کچھ ایسی باتیں بتلا دیجئے جس پر ہم خود بھی عمل کریں اور اپنے قبیلہ کے لوگوں سے بھی ان پر عمل کرنے کے لئے کہیں جو ہمارے ساتھ نہیں آسکے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں چار باتوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے روکتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کی وحدانیت کی شہادت دینے کا (یہ کہتے ہوئے) آپ نے اپنی انگلی سے ایک طرف اشارہ کیا۔ نماز قائم کرنا، پھر زکوٰۃ ادا کرنا اور مال غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرنے کا (حکم دیتا ہوں) اور میں تمہیں کدو کے توبی سے اور حتم (سبز رنگ کا چھوٹا سا مرتبان جیسا گھڑا) نقیر (کھجور کی جڑ سے کھودا ہوا ایک برتن) اور زفت لگا ہوا برتن (زفت بصرہ میں ایک قسم کا تیل ہوتا تھا) کے استعمال سے منع کرتا ہوں۔ سلیمان اور ابو النعمان نے حماد کے واسطے سے یہی روایت اس طرح بیان کی ہے۔ الايمان بالله شهادة ان لا اله الا الله يعني الله پر ایمان لانے کا مطلب لا اله الا الله کی گواہی دینا۔

۱۳۹۸- حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو جَمْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: ((قَدِمَ وَلَدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ هَذَا الْخَمِيَّ مِنْ رَبِيعَةَ قَدْ خَالَتَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كَفَّارَ مُضَرَ، وَلَسْنَا نَخْلُصُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ، فَمُرْنَا بِشَيْءٍ نَأْخُذُهُ عَنْكَ وَنَدْعُو إِلَيْهِ مِنْ وَرَاءِنَا. قَالَ: ((أَمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ، وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ. الْإِيمَانِ بِاللَّهِ وَشَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ - وَعَقْدَ يَدَيْهِ هَكَذَا - وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِتْيَاءِ الزَّكَاةِ، وَأَنْ تَوَدُّوا خُمْسَ مَا غَنِمْتُمْ. وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الدِّبَاءِ، وَالْحَنْتَمِ وَالْقَبْرِ وَالْمُزَفَّتِ)). وَقَالَ سُلَيْمَانُ وَأَبُو النُّعْمَانِ عَنْ حَمَّادٍ: ((الْإِيمَانِ بِاللَّهِ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ)). [راجع: ۵۳]

تشیخ یہ حدیث اوپر کئی بار گزر چکی ہے۔ سلیمان اور ابو النعمان کی روایت میں ایمان باللہ کے بعد واؤ عطف نہیں ہے اور حجاج کی روایت میں واؤ عطف تھی۔ جیسے اوپر گزری۔ ایمان باللہ اور شہادۃ ان لا الہ الا اللہ دونوں ایک ہی ہیں۔ اب یہ اعتراض نہ ہو گا کہ یہ پانچ باتیں ہو گئیں اور حج کا ذکر نہیں کیا کیونکہ ان لوگوں پر شاید حج فرض نہ ہو گا۔ اس حدیث سے بھی زکوٰۃ کی فرضیت نفی ہے کیونکہ آپ نے اس کا امر کیا اور امر وجوب کے لئے ہوا کرتا ہے۔ مگر جب کوئی دوسرا قریب نہ ہو جس میں عدم وجوب ثابت ہو۔ حافظ نے کہا کہ سلیمان کی روایت کو خود مؤلف نے مغازی میں اور ابو النعمان کی روایت کو بھی خود مؤلف نے نہیں میں وصل کیا۔ (وحیدی) چار قسم کے برتن جن کے استعمال سے آپ نے ان کو منع فرمایا وہ یہ تھے جن میں عرب لوگ شراب بطور ذخیرہ رکھا کرتے تھے اور اکثر ان ہی سے صراحی اور جام کا کام لیا کرتے تھے۔ ان برتنوں میں رکھنے سے شراب اور زیادہ نشہ آور ہو جایا کرتی تھی۔ اس لئے آپ نے ان کے استعمال سے منع فرمایا۔ ظاہر ہے کہ یہ ممانعت وقتی ممانعت تھی۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ نہ صرف گناہوں سے بچنا بلکہ ان کے اسباب اور دواغی سے بھی پرہیز کرنا لازم ہے جن سے ان گناہوں کے لئے آمادگی پیدا ہو سکتی ہو۔ اسی بنا پر قرآن مجید میں کہا گیا کہ ﴿لَا تَقْرَبُوا الزَّانِيَ﴾ یعنی ان کاموں کے بھی قریب نہ جاؤ جن سے زنا کے لئے آمادگی کا امکان ہو۔

(۱۳۹۹) ہم سے ابو الیمان حکم بن نافع نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب بن ابی حمزہ نے خبر دی، ان سے زہری نے کہا کہ ہم سے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود نے بیان کیا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو عرب کے کچھ قبائل کافر ہو گئے (اور کچھ نے زکوٰۃ سے انکار کر دیا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے لڑنا چاہا) تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی موجودگی میں کیونکر جنگ کر سکتے ہیں ”مجھے حکم ہے لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کی شہادت نہ دیدیں اور جو شخص اس کی شہادت دے دے تو میری طرف سے اس کا مال و جان محفوظ ہو جائے گا۔ سو اسی کے حق کے (یعنی قصاص وغیرہ کی صورتوں کے) اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو گا۔

۱۳۹۹- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : حَدَّثَنَا عُثَيْبُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثَيْبٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : ((لَمَّا تَوَفَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَكَفَرُ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ، فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((أَمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللَّهِ)).

[أطرفه في : ١٤٥٧، ٦٩٢٤، ٧٢٨٤].

(۱۴۰۰) اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ قسم اللہ کی میں ہر اس شخص سے جنگ کروں گا جو زکوٰۃ اور نماز میں تفریق کرے گا۔ (یعنی نماز تو پڑھے مگر زکوٰۃ کے لئے انکار کر دے) کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ خدا کی قسم اگر انہوں نے زکوٰۃ میں چار مہینے کی (بکری کے) بچے کو دینے سے بھی انکار کیا جسے وہ رسول اللہ ﷺ کو دیتے تھے تو

۱۴۰۰- فَقَالَ : ((وَاللَّهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ، لِأَنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ. وَاللَّهُ لَوْ مَنَعُونِي عَنَّا كَانُوا يُؤْثِرُونَهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَقَاتَلْتَهُمْ عَلَى مَنَعِهَا. قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : فَوَاللَّهِ

مَا هُوَ إِلَّا أَنْ قَدْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ
نتیجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا تھا
[طرافہ فی : ۱۴۵۶، ۶۹۲۵، ۷۲۸۵]۔

اور بعد میں میں بھی اس نتیجہ پر پہنچا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی حق پر تھے۔

نتیجہ وفات نبی کے بعد مدینہ کے اطراف میں مختلف قبائل جو پہلے اسلام لائے تھے اب انہوں نے سمجھا کہ اسلام ختم ہو گیا لہذا ان میں سے بعض بت پرست بن گئے۔ بعض مسئلہ کذاب کے تابع ہو گئے جیسے یمامہ والے اور بعض مسلمان رہے مگر زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کرنے لگے اور قرآن شریف کی یوں تاویل کرنے لگے کہ زکوٰۃ لینا آنحضرت ﷺ سے خاص تھا۔ کیونکہ اللہ نے فرمایا - خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلَّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ (التوبہ : ۱۰۳) اور پیغمبر کے سوا اور کسی کی دعا سے ان کو تسلی نہیں ہو سکتی۔ ﴿وحسابہ علی اللہ﴾ کا مطلب یہ کہ دل میں اس کے ایمان ہے یا نہیں اس سے ہم کو غرض نہیں اس کی پوچھ قیامت کے دن اللہ کے سامنے ہوگی اور دنیا میں جو کوئی زبان سے لا الہ الا اللہ کہے گا اس کو مومن سمجھیں گے اور اس کے مال اور جان پر حملہ نہ کریں گے۔ صدیقی الفاظ میں فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ کا مطلب یہ کہ جو شخص نماز کو فرض کہے گا مگر زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کرے گا ہم ضرور ضرور اس پر جہاد کریں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی بعد میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے سے اتفاق کیا اور سب صحابہ متفق ہو گئے اور زکوٰۃ نہ دینے والوں پر جہاد کیا۔ یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فہم و فراست تھی۔ اگر وہ اس عزم سے کام نہ لیتے تو اسی وقت اسلامی نظام درہم برہم ہو جاتا مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے عزم مصمم سے اسلام کو ایک بڑے فتنے سے بچالیا۔ آج بھی اسلامی قانون یہی ہے کہ کوئی شخص محض محض کلمہ گو ہونے سے مسلمان نہیں بن جاتا جب تک وہ نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج کی فرضیت کا اقرار ہی نہ ہو اور وقت آنے پر ان کو ادا نہ کرے۔ جو کوئی کسی بھی اسلام کے رکن کی فرضیت کا انکار کرے وہ متفقہ طور پر اسلام سے خارج اور کافر ہے۔ نماز کے لئے تو صاف موجود ہے من ترک الصلوٰۃ معصدا فقد کفر جس نے جان بوجھ کر بلا عذر شرعی ایک وقت کی نماز بھی ترک کر دی تو اس نے کفر کا ارتکاب کیا۔

عدم زکوٰۃ کے لئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ جہاد موجود ہے اور حج کے متعلق فاروق اعظم کا وہ فرمان قاتل غور ہے جس میں آپ نے مملکت اسلامیہ سے ایسے لوگوں کی فہرست طلب کی تھی جو مسلمان ہیں اور جن پر حج فرض ہے مگر وہ یہ فرض نہیں ادا کرتے تو آپ نے فرمایا تھا کہ ان پر جزیہ قائم کر دو، وہ مسلمانوں کی جماعت سے خارج ہیں۔

۲- بَابُ الْبَيْعَةِ عَلَى إِيْتَاءِ الزَّكَاةِ
﴿فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ
لَفَإْخَوْنُكُمْ فِي الدِّينِ﴾ [التوبہ : ۱۱]۔

باب زکوٰۃ دینے پر بیعت کرنا اور اللہ پاک نے (سورہ برآۃ میں) فرمایا کہ اگر وہ (کفار و مشرکین) توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو پھر وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔

(۱۴۰۱) ہم سے محمد بن عبد اللہ بن نمیر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن خالد نے بیان کیا، ان سے قیس بن ابی حازم نے بیان کیا کہ جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی تھی۔

۱۴۰۱- حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ : حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ قَيْسٍ قَالَ : ((قَالَ جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : بَايَعْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ وَالنَّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ)).

[راجع: ۵۷]

معلوم ہوا کہ دینی بھائی بننے کے لئے قبولیت ایمان و اسلام کے ساتھ ساتھ نماز قائم کرنا اور صاحب نصاب ہونے پر زکوٰۃ ادا کرنا بھی ضروری ہے۔

۳- بَابُ اِنْهُمْ مَانِعِ الزَّكَاةِ، وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی

﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِلَى قَوْلِهِ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ﴾ [التوبة: ۳۴-۳۵]۔

باب زکوٰۃ نہ ادا کرنے والے کا گناہ

اور اللہ تعالیٰ نے (سورۃ براءۃ میں) فرمایا

کہ جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے آخر آیت ﴿فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ﴾ تک۔ یعنی اپنے مال کو گاڑنے کا مزہ چکھو۔

آیت میں کنز کا لفظ ہے کنز اسی مال کو کہیں گے جس کی زکوٰۃ نہ دی جائے۔ اکثر صحابہ اور تابعین کا یہی قول ہے کہ آیت اہل کتاب اور مشرکین اور مومنین سب کو شامل ہے۔ امام بخاری نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے اور بعض صحابہ نے اس آیت کو کافروں کے ساتھ خاص کیا ہے۔ (وحیدی)

۱۴۰۲- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّنَادِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ هُرْمَزَ الْأَعْرَجَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((يَأْتِي الْإِبِلُ عَلَى صَاحِبِهَا عَلَى خَيْرٍ مَا كَانَتْ إِذَا هُوَ لَمْ يُغَطِّ فِيهَا حَقَّهَا، تَطَوُّهُ بِأَخْفَافِهَا. وَيَأْتِي الْفَنَمُ عَلَى صَاحِبِهَا عَلَى خَيْرٍ مَا كَانَتْ إِذَا لَمْ يُغَطِّ فِيهَا حَقَّهَا تَطَوُّهُ بِأَغْلَافِهَا وَتَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا)). قَالَ: ((وَمِنْ حَقِّهَا أَنْ تُخْلَبَ عَلَى الْمَاءِ)) قَالَ: ((وَلَا يَأْتِي أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِشَاةٍ يَحْمِلُهَا عَلَى رَقَبَتِهِ لَهَا يُعَارَ فَيَقُولُ: يَا مُحَمَّدُ، فَأَقُولُ: لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا، فَيُذَلِّقُ. وَلَا يَأْتِي بَبَعِيرٍ يَحْمِلُهُ عَلَى رَقَبَتِهِ لَهُ رُغَاءٌ فَيَقُولُ: يَا مُحَمَّدُ، فَأَقُولُ: لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا، فَيُذَلِّقُ)).

(۱۴۰۲) ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب بن ابی حمزہ نے خبر دی، کہا کہ ہم سے ابوالزناد نے بیان کیا کہ عبدالرحمن بن ہرمز اعرج نے ان سے بیان کیا کہ انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اونٹ (قیامت کے دن) اپنے مالکوں کے پاس جنہوں نے ان کا حق (زکوٰۃ) نہ ادا کیا کہ اس سے زیادہ موٹے تازے ہو کر آئیں گے (جیسے دنیا میں تھے) اور انہیں اپنے کھروں سے روندیں گے۔ بکریاں بھی اپنے ان مالکوں کے پاس جنہوں نے ان کے حق نہیں دیئے تھے پہلے سے زیادہ موٹی تازی ہو کر آئیں گی اور انہیں اپنے کھروں سے روندیں گی اور اپنے سینگوں سے ماریں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا حق یہ بھی ہے کہ اسے پانی ہی پر (یعنی جہاں وہ چراگاہ میں چر رہی ہوں) دوہا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ کوئی شخص قیامت کے دن اس طرح نہ آئے کہ وہ اپنی گردن پر ایک ایسی بکری اٹھائے ہوئے ہو جو چلا رہی ہو اور وہ مجھ سے کہے کہ اے محمد (ﷺ)! مجھے عذاب سے بچائیے میں اسے یہ جواب دوں کہ تیرے لئے میں کچھ نہیں کر سکتا (میرا کام پہنچانا تھا) سو میں نے پہنچا دیا۔ اسی طرح کوئی شخص اپنی گردن پر اونٹ لئے

[أطرافه فی : ۲۳۷۸، ۳۰۷۳، ۹۶۵۸]۔ ہوئے قیامت کے دن نہ آئے کہ اونٹ چلا رہا ہو اور وہ خود مجھ سے

فریاد کرے، اے محمد (ﷺ)! مجھے بچائیے اور میں یہ جواب دے دوں کہ تیرے لئے میں کچھ نہیں کر سکتا۔ میں نے تجھ کو (خدا کا حکم زکوٰۃ) پہنچا دیا تھا۔

شیخ (مسلم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ منہ سے کاٹیں گے۔ پچاس ہزار برس کا جو دن ہو گا اس دن یہی کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ بندوں کا فیصلہ کرے اور وہ اپنا ٹھکانا دیکھ لیں۔ بہشت میں یا دوزخ میں) اس حدیث میں آنحضرت (ﷺ) نے اپنی امت کو تنبیہ فرمائی ہے کہ جو لوگ اپنے اموال اونٹ یا بکری وغیرہ میں سے مقررہ نصاب کے تحت زکوٰۃ نہیں ادا کریں گے، قیامت کے دن ان کا یہ حال ہو گا جو یہاں مذکور ہوا۔ فی الواقع وہ جانور ان حالات میں آئیں گے اور اس شخص کی گردن پر زبردستی سوار ہو جائیں گے۔ وہ حضور (ﷺ) کو مدد کے لئے پکارے گا مگر آپ کا یہ جواب ہو گا جو مذکور ہوا۔ بکری کو پانی پر دوہنے سے غرض یہ کہ عرب میں پانی پر اکثر غریب محتاج لوگ جمع رہتے ہیں وہاں وہ دودھ نکال کر مساکین فقراء کو پلایا جائے۔ بعضوں نے کہا یہ حکم زکوٰۃ کی فرضیت سے پہلے تھا، جب زکوٰۃ فرض ہو گئی تو اب کوئی صدقہ یا حق واجب نہیں رہا۔ ایک حدیث میں ہے کہ زکوٰۃ کے سوا مال میں دوسرا حق بھی ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اونٹوں کا بھی یہی حق ہے کہ ان کا دودھ پانی کے کنارے پر دوہا جائے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں والما خص الحلب بموضع الماء لیکون اسهل علی المحتاج من قصد المنازل وارفق بالماشية یعنی پانی پر دودھ دوہنے کے خصوص کا ذکر اس لئے فرمایا کہ وہاں محتاج اور مسافر لوگ آرام کے لئے قیام پذیر رہتے ہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قیامت کے دن گناہ مثالی جسم اختیار کر لیں گے۔ وہ جسمانی شکلوں میں سامنے آئیں گے۔ اسی طرح نیکیاں بھی مثالی شکلیں اختیار کر کے سامنے لائی جائیں گی۔ ہر دو قسم کی تفصیلات بہت سی احادیث میں موجود ہیں۔ آئندہ حدیث میں بھی ایک ایسا ہی ذکر موجود ہے۔

(۱۲۰۳) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہاشم بن قاسم نے بیان کیا کہ ہم سے عبد الرحمن بن عبد اللہ بن دینار نے اپنے والد سے بیان کیا، ان سے ابو صالح سلمیٰ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسے اللہ نے مال دیا اور اس نے اس کی زکوٰۃ نہیں ادا کی تو قیامت کے دن اس کا مال نہایت زہریلے گنجے سانپ کی شکل اختیار کر لے گا۔ اس کی آنکھوں کے پاس دوسیاہ نقطے ہوں گے۔ جیسے سانپ کے ہوتے ہیں، پھر وہ سانپ اس کے دونوں جبروں سے اسے پکڑ لے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال اور خزانہ ہوں۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی ”اور وہ لوگ یہ گمان نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو کچھ اپنے فضل سے دیا ہے وہ اس پر بخل سے کام لیتے ہیں کہ

۱۴۰۳- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((مَنْ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مِثْلَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَجَاعًا أَفْرَعُ لَهُ زَيْتَانٍ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُ بِلَهْزَمَتَيْهِ - يَعْنِي شِدْقَيْهِ - ثُمَّ يَقُولُ : أَنَا مَالِكٌ، أَنَا كَنْزُكَ. ثُمَّ تَلَا: هُوَ لَا يَخْسِبَنَّ الَّذِينَ يَنْخَلُوعُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ

ان کا مال ان کے لئے بہتر ہے۔ بلکہ وہ برا ہے جس مال کے معاملہ میں انہوں نے بخل کیا ہے۔ قیامت میں اس کا طوق بنا کر ان کی گردن میں ڈالا جائے گا۔

خَيْرًا لَهُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴿الآيَةَ﴾. [آل

عمران : ۱۸۰]

[اطرافہ فی : ۴۵۶۵، ۴۶۵۹، ۴۹۵۷]۔

نسائی میں یہ الفاظ اور ہیں۔ ویکن کنز احدکم یوم القیامۃ شجاعا افرع یفر منه صاحبه و یطلبہ انا کنزک فلا یزال حتی یلقمہ اصبعہ یعنی وہ منجبا سانپ اس کی طرف لپکے گا اور وہ شخص اس سے بھاگے گا۔ وہ سانپ کسے گا کہ میں تیرا خزانہ ہوں۔ پس وہ اس کی انگلیوں کا لقمہ بنا لے گا۔ یہ آیت کریمہ ان مالداروں کے حق میں نازل ہوئی جو صاحب نصاب ہونے کے باوجود زکوٰۃ ادا نہ کرتے بلکہ دولت کو زمین میں بطور خزانہ گاڑتے تھے۔ آج بھی اس کا حکم یہی ہے جو مالدار مسلمان زکوٰۃ ہضم کر جائیں ان کا یہی حشر ہوگا۔ آج سونا چاندی کی جگہ کرنسی نے لے لی ہے جو چاندی اور سونے ہی کے حکم میں داخل ہے۔ اب یہ کہا جائے گا کہ جو لوگ نوٹوں کی گڈیاں بنا کر رکھتے اور زکوٰۃ نہیں ادا کرتے ان کے وہی نوٹ ان کیلئے دوزخ کا سانپ بن کر ان کے گلوں کا ہار بنائے جائیں گے۔

باب جس مال کی زکوٰۃ دے دی جائے وہ کنز (خزانہ) نہیں

ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پانچ اوقیہ سے کم

چاندی میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

۴- بَابُ مَا اَدَّى زَكَاتُهُ فَلَيْسَ

بِكَزْزٍ لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لَيْسَ فِيمَا

ذُوْنَ خَمْسِيَةِ اَوْاقٍ صَدَقَةٌ))

(۱۳۰۴) ہم سے احمد بن شیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے میرے والد شیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یونس نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے خالد بن اسلم نے، انہوں نے بیان کیا کہ ہم عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ ایک اعرابی نے آپ سے پوچھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر بتلائیے ”جو لوگ سونے اور چاندی کا خزانہ بنا کر رکھتے ہیں۔“ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کا جواب دیا کہ اگر کسی نے سونا چاندی جمع کیا اور اس کی زکوٰۃ نہ دی تو اس کے لئے ویل (خرابی) ہے۔ یہ حکم زکوٰۃ کے احکام نازل ہونے سے پہلے تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کا حکم نازل کر دیا تو اب وہی زکوٰۃ مال و دولت کو پاک کر دینے والی ہے۔

۱۴۰۴- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ أَبِي يُونُسَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا. فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ: أَخْبِرْنِي قَوْلَ اللَّهِ: ﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾. قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: مَنْ كَنَزَهَا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهَا فَوَيْلٌ لَهُ، إِنَّمَا كَانَ هَذَا قَبْلَ أَنْ تَنْزَلَ الزَّكَاةُ، فَلَمَّا أُنْزِلَتْ جَعَلَهَا اللَّهُ طَهْرًا لِلْأَمْوَالِ)). [طرفہ فی : ۴۶۶۱]۔

یعنی اس مال سے متعلق یہ آیت نہیں ہے ﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ﴾ (التوبہ : ۳۴) معلوم ہوا کہ اگر کوئی مال جمع کرے تو کنز کا نہیں ہر طریقہ زکوٰۃ دیا کرے۔ گو تعویٰ اور فضیلت کے خلاف ہے۔ یہ ترجمہ باب خود ایک حدیث ہے۔ جسے امام مالک نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوفہ نکالا ہے اور ابو داؤد نے ایک مرفوع حدیث نکالی جس کا مطلب یہی ہے۔ حدیث لیس فیما دون

خمس اواق صدقہ یہ حدیث اسی باب میں آتی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث سے دلیل لی کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا کی جائے وہ کنز نہیں ہے۔ اس کا دہانا اور رکھ چھوڑنا درست ہے کیونکہ پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں بموجب نص حدیث زکوٰۃ نہیں ہے۔ پس اتنی چاندی کا رکھ چھوڑنا اور دہانا کنز نہ ہو گا اور آیت میں سے اس کو خاص کرنا ہو گا اور خاص کرنے کی وجہ یہی ہوئی کہ زکوٰۃ اس پر نہیں ہے تو جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی وہ بھی کنز نہ ہو گا کیونکہ اس پر بھی زکوٰۃ نہیں رہی۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے پانچ اوقیوں کے دو سو درہم ہوئے یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی۔ یہی چاندی کا نصاب ہے اس سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

کنز کے متعلق بیہقی میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کل ما ادیت زکوٰۃ وان کان تحت سبع ارضین فلیس بکنز وکل ما لا نودی زکوٰۃ فھو کنز وان کان ظاہرا علی وجہ الارض (فتح الباری)

یعنی ہر وہ مال جس کی تو نے زکوٰۃ ادا کر دی ہے وہ کنز نہیں ہے اگرچہ وہ ساتویں زمین کے نیچے دفن ہو اور ہر وہ مال جس کی زکوٰۃ نہیں ادا کی وہ کنز ہے اگرچہ وہ زمین کی پیٹھ پر رکھا ہوا ہو۔ آپ کا یہ قول بھی مروی ہے ما ابالی لو کان لی مثل احد ذہبا علم عدہ ازکیہ واعمل لہ بطاعة اللہ تعالیٰ (رح) یعنی مجھ کو کچھ پروا نہیں جب کہ میرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو اور میں زکوٰۃ ادا کر کے اسے پاک کروں اور اس میں اللہ کی اطاعت کے کام کروں یعنی اس حالت میں اتنا خزانہ بھی میرے لئے معز نہیں ہے۔

(۱۳۰۵) ہم سے اسحاق بن یزید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب بن اسحاق نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام اوزاعی نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے خبر دی کہ عمرو بن یحییٰ بن عمارہ نے انہیں خبر دی اپنے والد یحییٰ بن عمارہ بن ابوالحسن سے اور انہوں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے انہوں نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوٰۃ نہیں ہے اور پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے اور پانچ وسق سے کم (غلہ) میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

۱۴۰۵ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ أَنَّ عَمْرُو بْنَ يَحْيَى بْنَ عَمَّارَةَ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيهِ يَحْيَى بْنَ عَمَّارَةَ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَيْسَ فِيمَا دُونَ خُمْسٍ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ، وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خُمْسٍ دُونُ صَدَقَةٍ، وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خُمْسٍ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ)).

[أطرافه في: ۱۴۴۷، ۱۴۵۹، ۱۴۸۴].

تشیخ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ پانچ اوقیہ کے دو سو درہم یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی ہوتی ہے، یہ چاندی کا نصاب ہے۔ وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے صاع چار مد کا مد ایک رطل اور تہائی رطل کا۔ ہندوستان کے وزن (اسی تولہ سیر کے حساب سے) ایک وسق کے ساڑھے چار من یا پانچ من کے قریب ہوتا ہے۔ پانچ وسق ساڑھے بائیس من یا ۲۵ من ہو۔ اس سے کم میں زکوٰۃ (عشر) نہیں ہے۔

(۱۳۰۶) ہم سے علی بن ابی ہاشم نے بیان کیا، انہوں نے ہشتم سے سنا، کہا کہ ہمیں حصین نے خبر دی، انہیں زید بن وہب نے کہا کہ میں مقام ربذہ سے گزر رہا تھا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ دکھائی دیئے۔ میں نے پوچھا کہ آپ یہاں کیوں آگئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں شام میں تھا تو

۱۴۰۶ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَمْعٍ هُشَيْنًا قَالَ أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهَبٍ قَالَ: ((مَرَرْتُ بِالرَّبَذَةِ، فَإِذَا أَنَا بِأَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقُلْتُ لَهُ: مَا أَنْزَلَكَ مِنْكَ

هَذَا؟ قَالَ: كُنْتُ بِالشَّامِ فَاخْتَلَفْتُ أَنَا وَمُعَاوِيَةُ فِي: ﴿الَّذِينَ يَكْتُمُونَ اللَّهَبَ وَالْفِصَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾. قَالَ مُعَاوِيَةُ: نَزَلَتْ فِي أَهْلِ الْكِتَابِ، فَقُلْتُ: نَزَلَتْ فِيْنَا وَفِيهِمْ، فَكَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فِي ذَلِكَ. وَكُتِبَ إِلَى عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِشُكُوبِي، فَكُتِبَ إِلَيَّ عُثْمَانُ أَنْ أَقْدِمَ الْمَدِينَةَ، فَقَدِمْتُهَا، فَكَثُرَ عَلَيَّ النَّاسُ حَتَّى كَانَتْهُمْ لَمْ يَرَوْني قَبْلَ ذَلِكَ، فَلَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِعُثْمَانَ، فَقَالَ لِي: إِنْ شِئْتَ تَسْجُتِ، فَكُنْتُ قَرِيْنًا. لَذَاكَ الَّذِي أَنْزَلَنِي هَذَا الْمَنْزِلَ، وَلَوْ أَمَرُوا عَلَيَّ حَبْشِيًّا لَسَمِعْتُ وَأَطَعْتُ)).

[طرفہ فی : ۴۶۶۰۔]

معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے میرا اختلاف (قرآن کی آیت) ”جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے“ کے متعلق ہو گیا۔ معاویہ کا کہنا یہ تھا کہ یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور میں یہ کہتا تھا کہ اہل کتاب کے ساتھ ہمارے متعلق بھی یہ نازل ہوئی ہے۔ اس اختلاف کے نتیجہ میں میرے اور ان کے درمیان کچھ تلخی پیدا ہو گئی۔ چنانچہ انہوں نے عثمان (رضی اللہ عنہ) کو ان دنوں خلیفہ المسلمین تھے) کے یہاں میری شکایت لکھی۔ عثمان (رضی اللہ عنہ) نے مجھے لکھا کہ میں مدینہ چلا آؤں۔ چنانچہ میں چلا آیا۔ (وہاں جب پہنچا) تو لوگوں کا میرے یہاں اس طرح ہجوم ہونے لگا جیسے انہوں نے مجھے پہلے دیکھا ہی نہ ہو۔ پھر جب میں نے لوگوں کے اس طرح اپنی طرف آنے کے متعلق عثمان (رضی اللہ عنہ) سے کہا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر مناسب سمجھو تو یہاں کا قیام چھوڑ کر مدینہ سے قریب ہی کہیں اور جگہ الگ قیام اختیار کرلو۔ یہی بات ہے جو مجھے یہاں (ربذہ) تک لے آئی ہے۔ اگر وہ میرے اوپر ایک حبشی کو بھی امیر مقرر کر دیں تو میں اس کی بھی سنوں گا اور اطاعت کروں گا۔

حضرت ابوذر غفاری (رضی اللہ عنہ) بڑے عالی شان صحابی اور زہد و درویشی میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے، ایسی بزرگ شخصیت کے پاس خواہ مخواہ لوگ بہت جمع ہوتے ہیں۔ حضرت معاویہ نے ان سے یہ اندیشہ کیا کہ کہیں کوئی فساد نہ اٹھ کھڑا ہو۔ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے ان کو وہاں سے بلا بھیجا تو فوراً چلے آئے۔ خلیفہ اور حاکم اسلام کی اطاعت فرض ہے۔ ابوذر نے ایسا ہی کیا۔ مدینہ آئے تو شام سے بھی زیادہ ان کے پاس جمع ہونے لگے۔ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کو بھی وہی اندیشہ ہوا جو معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو ہوا تھا۔ انہوں نے صاف تو نہیں کہا کہ تو مدینہ سے نکل جاؤ مگر اصلاح کے طور پر بیان کیا۔ ابوذر نے ان کی مرضی پا کر مدینہ کو بھی چھوڑا۔ اور وہ ربذہ نامی ایک گاؤں میں جا کر رہ گئے اور تا دم وفات وہیں مقیم رہے۔ آپ کی قبر بھی وہیں ہے۔

امام احمد اور ابو یعلیٰ نے مرفوعاً نکالا ہے کہ آنحضرت (ﷺ) نے ابوذر سے فرمایا تھا جب تو مدینہ سے نکلا جائے گا تو کہاں جائے گا؟ تو انہوں نے کہا شام کے ملک میں۔ آپ نے فرمایا کہ جب تو وہاں سے بھی نکلا جائے گا؟ انہوں نے کہا کہ میں پھر مدینہ شریف میں آجاؤں گا۔ آپ نے فرمایا جب پھر وہاں سے نکلا جائے گا تو کیا کرے گا۔ ابوذر نے کہا میں اپنی تلوار سنبھال لوں گا اور لڑوں گا۔ آپ نے فرمایا بہتر بات یہ ہے کہ امام وقت کی بات سن لینا اور مان لینا۔ وہ تم کو جہل بھیجیں چلے جانا۔ چنانچہ حضرت ابوذر نے اسی ارشاد پر عمل کیا اور دم نہ مارا اور آخر دم تک ربذہ ہی میں رہے۔

جب آپ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو آپ کی بیوی جو ساتھ تھیں اس موت غریب کا تصور کر کے رونے لگیں۔ کنن کے لئے بھی کچھ نہ تھا۔ آخر ابوذر کو ایک پیش گوئی یاد آئی اور بیوی سے فرمایا کہ میری وفات کے بعد اس ٹیلے پر جا بیٹھنا کوئی قافلہ آئے گا وہی میرے کنن کا انتقام کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) اچانک ایک قافلہ کے ساتھ ادھر سے گزرے اور صورت

حال معلوم کر کے رونے لگے، پھر کفن و دفن کا انتظام کیا۔ کفن میں اپنا عمامہ ان کو دے دیا (بیہوش)

علامہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں

وفی هذا الحديث من الفوائد غير ما تقدم ان الكفار مخاطبون بفروع الشريعة لاتفاق ابي ذر ومعاوية ان الاية نزلت في اهل الكتاب وفيه ملاطفة الائمة للعلماء فان معاوية لم يحسر على الانكار عليه حتى كاتب من هو اعلى منه في امره وعثمان لم يحق اعلى ابي ذر مع كونه كان مخالفا له في تاويله فيه التحذير من الشقاق والخروج على الائمة والترغيب في الطاعة لاولى الامر وامر الافضل بطاعة المفضل خشية المفسدة وجواز الاختلاف في الاجتهاد والاخذ بالشدة في الامر بالمعروف وان ادى ذلك الى فراق الوطن وتقديم دفع المفسدة على جلب المنفعة لان في بقاء ابي ذر بالمدينة مصلحه كبيرة من بث عمله في طالب العلم ومع ذلك فرجع عند عثمان دفع مايقع عند المفسدة من الاخذ بمذہبه الشديد في هذه المسئلة ولم يامر به بعد ذلك بالرجوع عنه لان كلا منهما كان مجتهدا

یعنی اس حدیث سے بہت سے فوائد نکلتے ہیں حضرت ابوذر اور حضرت معاویہ یہاں تک متفق تھے کہ یہ آیت اہل کتاب کے حق میں نازل ہوئی ہے پس معلوم ہوا کہ شریعت کے فروع احکامات کے کفار بھی مخاطب ہیں اور اس سے یہ بھی نکلا کہ حکام اسلام کو علماء کے ساتھ مہربانی سے پیش آنا چاہئے۔ حضرت معاویہ نے یہ جسارت نہیں کی کہ کھلم کھلا حضرت ابوذر کی مخالفت کریں بلکہ یہ معاملہ حضرت عثمان تک پہنچا دیا جو اس وقت مسلمانوں کے خلیفہ برحق تھے اور واقعات معلوم ہونے پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوئی سختی نہیں حالانکہ وہ ان کی تاویل کے خلاف تھے۔ اس سے یہ بھی نکلا کہ اہل اسلام کو باہمی نفاق و شقاق سے ڈرنا ہی چاہئے اور ائمہ برحق پر خروج نہ کرنا چاہئے بلکہ اولوالامر کی اطاعت کرنی چاہئے اور اجتہادی امور میں اس سے اختلاف کا جواز بھی ثابت ہوا اور یہ بھی کہ امر بالمعروف کرنا ہی چاہئے خواہ اس کے لئے وطن چھوڑنا پڑے اور فساد کی چیز کو دفع ہی کرنا چاہئے اگرچہ وہ نفع کے خلاف بھی ہو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا، اس میں بڑی مصلحت تھی کہ یہ یہاں مدینہ میں رہیں گے تو لوگ ان کے پاس بکثرت علم حاصل کرنے آئیں گے اور اس مسئلہ متنازعہ میں ان سے اسی شدت کا اثر لیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو اس شدت سے رجوع کرنے کا بھی حکم نہیں فرمایا۔ اس لئے کہ یہ سب مجتہد تھے اور ہر مجتہد اپنے اپنے اجتہاد کا خود ذمہ دار ہے۔

خلاصہ الکلام یہ کہ حضرت ابوذر اپنے زہد و تقویٰ کی بنا پر مال کے متعلق بہت شدت برتتے تھے اور وہ اپنے خیال پر اٹل تھے۔ مگر دیگر اکابر صحابہ نے ان سے اتفاق نہیں کیا اور نہ ان سے زیادہ تعرض کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خود ان کی مرضی دیکھ کر ان کو ربذہ میں آباد فرمایا تھا، باہمی ناراضگی نہ تھی جیسا کہ بعض خوارج نے سمجھا۔ تفصیل کے لئے فتح الباری کا مطالعہ کیا جائے۔

۱۴۰۷- حَدَّثَنَا عِيَّاشُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ عَنِ الْأَخْنَفِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ: ((جَلَسْتُ)). ح.

(۱۳۰۷) ہم سے عیاش بن ولید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد الاعلیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سعید جریری نے ابو العلاء یزید سے بیان کیا، ان سے اخنف بن قیس نے، انہوں نے کہا کہ میں بیٹھا تھا

(دوسری سند) اور امام بخاری نے فرمایا کہ مجھ سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد الصمد بن عبد الوارث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے سعید جریری نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو العلاء بن فضال

وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْعَلَاءِ بْنُ الشَّخِيرِ أَنَّ الْأَخْنَفَ بْنَ قَيْسٍ حَدَّثَهُمْ

نے بیان کیا، ان سے احنف بن قیس نے بیان کیا کہ میں قریش کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں سخت ہال، موٹے کپڑے اور موٹی جھوٹی حالت میں ایک شخص آیا اور کھڑے ہو کر سلام کیا اور کہا کہ خزانہ جمع کرنے والوں کو اس پتھر کی بشارت ہو جو جنم کی آگ میں تپایا جائے گا اور اس کی چھاتی کی بھٹی پر رکھ دیا جائے گا جو مونڈھے کی طرف سے پار ہو جائے گا اور مونڈھے کی پتلی ہڈی پر رکھ دیا جائے گا تو سینے کی طرف پار ہو جائے گا۔ اس طرح وہ پتھر برابر ڈھلکتا رہے گا۔ یہ کہہ کر وہ صاحب چلے گئے اور ایک ستون کے پاس ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ چلا اور ان کے قریب بیٹھ گیا۔ اب تک مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ کون صاحب ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ میرا خیال ہے کہ آپ کی بات قوم نے پسند نہیں کی۔ انہوں نے کہا یہ سب تو بے وقوف ہیں۔

(۱۴۰۸) مجھ سے میرے خلیل نے کہا تھا میں نے پوچھا کہ آپ کے خلیل کون ہیں؟ جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ اے ابوذر! کیا احد پہاڑ تو دیکھتا ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کا بیان تھا کہ اس وقت میں نے سورج کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا کہ کتنا دن ابھی باقی ہے۔ کیونکہ مجھے (آپ کی بات سے) یہ خیال گزرا کہ آپ اپنے کسی کام کے لئے مجھے بھیجیں گے۔ میں نے جواب دیا کہ جی ہاں (احد پہاڑ میں نے دیکھا ہے) آپ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو میں اس کے سوا دوست نہیں رکھتا کہ صرف نین دینا رہا کر باقی تمام کا تمام (اللہ کے راستے میں) دے ڈالوں (ابوذر رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا کہ) ان لوگوں کو کچھ معلوم نہیں، یہ دنیا جمع کرنے کی فکر کرتے ہیں۔ ہرگز نہیں خدا کی قسم نہ میں ان کی دنیا ان سے مانگتا ہوں اور نہ دین کا کوئی مسئلہ ان سے پوچھتا ہوں تاکہ میں اللہ تعالیٰ سے جا ملوں۔

شاید تین اشرفیاں اس وقت آپ پر قرض ہوں گی یا یہ آپ کا روزانہ کا خرچ ہوگا۔ حافظ نے کہا کہ اس حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ مال جمع نہ کرے۔ مگر یہ اولویت پر محمول ہے کیونکہ جمع کرنے والا گو زکوٰۃ دے تب بھی اس کو قیامت کے دن حساب دینا ہوگا۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ جو مائے خرچ کر ڈالے مگر اتنا بھی نہیں کہ قرآن پاک کی آیات کے خلاف ہو جس میں فرمایا

قَالَ: ((جَلَسْتُ إِلَى مَلَأٍ مِنْ قُرَيْشٍ، فَبَجَاءَ رَجُلٌ خَشِينُ الشَّعْرِ وَالْقِيَابِ وَالْهَيْئَةِ، حَتَّى قَامَ عَلَيْهِمْ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ: بَشِّرِ الْكَافِرِينَ بِرَضْفٍ يُخْمَى عَلَيْهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ ثُمَّ يُوضَعُ عَلَى حَلْمَةِ ثَدْيٍ أَحَدِهِمْ حَتَّى يَخْرُجَ مِنْ نَفْصِ كَبْفِهِ، وَيُوضَعُ عَلَى نَفْصِ كَبْفِهِ حَتَّى يَخْرُجَ مِنْ حَلْمَةِ ثَدْيِهِ يَتَزَلُّزَلُ. ثُمَّ وَلَّى فَجَلَسَ إِلَى سَارِيَةٍ. وَتَبِعْتُهُ وَجَلَسْتُ إِلَيْهِ وَأَنَا لَا أَذْرِي مَنْ هُوَ، فَقُلْتُ لَهُ: لَا أَرَى الْقَوْمَ إِلَّا قَدْ كَرِهُوا الَّذِي قُلْتَ. قَالَ: إِنَّهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا)).

۱۴۰۸ - قَالَ لِي خَلِيلِي - قَالَ قُلْتُ: مَنْ خَلِيلُكَ؟ قَالَ: النَّبِيُّ ﷺ - ((يَا أَبَا ذَرٍّ أَتَنْصِرُ أَحَدًا؟)) قَالَ فَتَنَظَرْتُ إِلَى الشَّمْسِ مَا بَقِيَ مِنَ النَّهَارِ، وَأَنَا أَرَى أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُرْسِلُنِي فِي حَاجَةٍ لَهُ، قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: ((مَا أَحِبُّ أَنْ لِي مِثْلُ أَحَدٍ ذَهَبًا أَنْفَقَهُ كُلُّهُ إِلَّا ثَلَاثَةَ دَنَابِيرَ. وَإِنْ هَؤُلَاءِ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا، إِنَّمَا يَجْمَعُونَ الدُّنْيَا. لَا وَاللَّهِ، لَا أَسْأَلُهُمْ دُنْيَا وَلَا أَسْتَفْتِيهِمْ عَنْ دِينٍ حَتَّى أَلْقَى اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ)). [راجع: ۱۲۳۷]

تَشْرِيحُ

﴿وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا﴾ (بنی اسرائیل: ۲۹) یعنی اتنے بھی ہاتھ کشادہ نہ کرو کہ تم خالی ہو کر شرمندہ اور عاجز بن کر بیٹھ جاؤ۔ خود آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ ایک مسلمان کے لئے اس کے ایمان کو بچانے کے لئے اس کے ہاتھ میں مال کا ہونا مفید ہوگا۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ بعض دفعہ محتاجی کا فریاد دیتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ درمیانی راستہ بہتر ہے۔

باب اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی فضیلت کا بیان

(۱۳۰۹) ہم سے محمد بن ثنیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے اسماعیل بن ابی خالد سے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے قیس بن ابی حازم نے بیان کیا اور ان سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حسد (ریشم) کرنا صرف دو ہی آدمیوں کے ساتھ جائز ہو سکتا ہے۔ ایک تو اس شخص کے ساتھ جسے اللہ نے مال دیا اور اسے حق اور مناسب جگہوں میں خرچ کرنے کی توفیق دی۔ دوسرے اس شخص کے ساتھ جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت (عقل علم قرآن و حدیث اور معاملہ فہمی) دی اور وہ اپنی حکمت کے مطابق حق فیصلے کرتا ہے اور لوگوں کو اسکی تعلیم دیتا ہے۔

۵- بَابُ انْفَاقِ الْمَالِ فِي حَقِّهِ

۱۴۰۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنِي قَيْسٌ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٍ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَلَسَطَهُ عَلَى هَلَكِهِ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٍ آتَاهُ اللَّهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا)). [راجع: ۷۳]

امیر اور عالم ہر دو اللہ کے ہاں مقبول بھی ہیں اور مردود بھی۔ مقبول وہ جو اپنی دولت کو اللہ کی راہ میں خرچ کریں، زکوٰۃ اور صدقات سے مستحقین کی خبر گیری کریں اور اس بارے میں ریا نمود سے بھی بچیں، یہ مالدار اس قابل ہیں کہ ہر مسلمان کو ان جیسا مالدار بننے کی تمنا کرنی جائز ہے۔ اسی طرح عالم جو اپنے علم پر عمل کریں اور لوگوں کو علمی فیض پہنچائیں اور ریا نمود سے دور رہیں، خشیت و محبت الہی بہر حال مقدم رکھیں، یہ عالم بھی قابل رشک ہیں۔ امام بخاری کا مقصد یہ کہ اللہ کے لیے خرچ کرنے والوں کا بڑا درجہ ہے ایسا کہ ان پر رشک کرنا جائز ہے جبکہ عام طور پر حسد کرنا جائز نہیں مگر نیک نیتی کے ساتھ ان پر حسد کرنا جائز ہے۔

باب صدقہ میں ریا کاری کرنا

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

۶- بَابُ الرِّيَاءِ فِي الصَّدَقَةِ، لِقَوْلِهِ

تَعَالَى :

اے لوگو! جو ایمان لاچکے ہو اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور (جس نے تمہارا صدقہ لیا ہے اسے) ایذا دے کر برباد نہ کرو جیسے وہ شخص (اپنے صدقات برباد کر دیتا ہے) جو لوگوں کو دکھانے کے لئے مال خرچ کرتا ہے اور اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتا (سے) اللہ تعالیٰ کے ارشاد ”اور اللہ اپنے منکروں کو ہدایت نہیں کرتا“ (نک)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ (قرآن مجید) میں لفظ صلدًا سے مراد صاف اور چکنی چیز ہے۔ عکرمہ رحمہ اللہ نے کہا (قرآن مجید

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ- إِلَى قَوْلِهِ - وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ﴾ [البقرة: ۲۶۴، ۲۶۵].

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ﴿صَلْدًا﴾: لَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ، وَقَالَ

عِزِّمَةُ: ﴿وَابِلٌ﴾: مَطَرٌ شَدِيدٌ. (میں) لفظ وابل سے مراد زور کی بارش ہے اور لفظ طل سے مراد شبنم و ﴿الطَّلُ﴾: الندى. اوس ہے۔

﴿تَشْرِيحٌ﴾ یہاں صدقہ فرض یعنی زکوٰۃ اور صدقہ نفل یعنی خیرات ہر دو شامل ہیں۔ ریاکاری کے دخل سے ہر دو بجائے ثواب کے باعث عذاب ہوں گے۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن ریاکار سخی کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ تو نے ناموری کے لئے مال خرچ کیا تھا سو تیرا نام دنیا میں جو اد سخی مشہور ہو گیا اب یہاں آخرت میں تیرے لئے کیا رکھا ہے۔ ریاکار سے بدتر وہ لوگ ہیں جو غریاء و مساکین پر احسان جتلاتے اور ان کو روحانی ایذا پہنچاتے ہیں۔ اس طرح کے زکوٰۃ و صدقات عند اللہ باطل ہیں۔

حضرت امام بخاری نے یہاں باب میں ان آیات ہی پر اکتفا فرمایا اور آیات میں احسان جتلانے اور ایذا دینے کو ریاکار کافروں کے صدقہ کے ساتھ تشبیہ دے کر ان کی انتہائی قباحیت پر دلیل لی ہے۔ صلا وہ صاف پتھر جس پر کچھ بھی نہ ہو ﴿ہذا مثل ضربہ اللہ لاعمال الکفار یوم القیمۃ بقول لا یقندرون علی شئی مما کسبوا یومئذ کما ترک هذا المطر الصفا نقبا لیس علیہ شئی﴾ یعنی یہ مثال اللہ نے کافروں کے لئے بیان فرمائی کہ قیامت کے دن ان کے اعمال کا لحد ہو جائیں گے اور وہ وہاں کچھ بھی نہ پاسکیں گے جیسا کہ بارش نے اس پتھر کو صاف کر دیا۔

باب اللہ پاک چوری کے مال میں سے خیرات نہیں قبول کرتا اور وہ صرف پاک کمائی سے قبول کرتا ہے

کیونکہ اللہ پاک کا ارشاد ہے بھلی بات کرنا اور فقیر کی سخت باتوں کو معاف کر دینا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے نتیجہ میں (اس شخص کو جسے صدقہ دیا گیا ہے) اذیت دی جائے کہ اللہ بڑا بے نیاز نہایت بردباد ہے۔

۷- بَابُ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَدَقَةً مِنْ غُلُولٍ، وَلَا يَقْبَلُ إِلَّا مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ لِقَوْلِهِ: ﴿قَوْلٌ مَعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِنْ صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا أَذَى، وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ﴾ [البقرة: ۲۶۳]۔

﴿تَشْرِیحٌ﴾ اس آیت سے امام بخاری نے باب کا مطلب یوں نکالا کہ جب چور چوری کے مال میں سے خیرات کرے گا تو جن لوگوں پر خیرات کرے گا ان کو جب اس کی خبر ہوگی تو وہ رنجیدہ ہوں گے، ان کو ایذا ہوگی۔

باب حلال کمائی میں سے خیرات قبول ہوتی ہے

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ سود کو گھٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے گنہگار کو پسند نہیں کرتا۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے، نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی، انہیں ان اعمال کا ان کے پروردگار کے یہاں ثواب ملے گا اور نہ انہیں کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے

۸- بَابُ الصَّدَقَةِ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ، لِقَوْلِهِ تَعَالَى: [البقرة: ۲۷۶-۲۷۷] ﴿وَيُؤْتِي الصَّدَقَاتِ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾

(۱۳۱۰) ہم سے عبد اللہ بن منیر نے بیان کیا، انہوں نے ابو النضر سالم بن ابی امیہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے عبد الرحمن بن عبد اللہ بن دینار نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے، ان سے ابو صالح نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ صرف حلال کمائی کے صدقہ کو قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے ہاتھ سے قبول کرتا ہے پھر صدقہ کرنے والے کے فائدے کے لئے اس میں زیادتی کرتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے کوئی اپنے جانور کے بچے کو کھلا پلا کر بڑھاتا ہے تا آنکہ اس کا صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ عبد الرحمن کے ساتھ اس روایت کی متابعت سلیمان نے عبد اللہ بن دینار کی روایت سے کی ہے اور ورقاء نے ابن دینار سے کہا، ان سے سعید بن یسار نے، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اور ان سے نبی کریم ﷺ نے اور اس کی روایت مسلم بن ابی مریم، زید بن اسلم اور سہیل نے ابو صالح سے کی، ان سے ابو ہریرہ نے اور ان سے نبی کریم ﷺ نے۔

۱۴۱۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُنِيرٍ سَمِعَ أَبَا النَّضْرِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ - هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ - عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ تَصَدَّقَ بِعَذْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ - وَلَا يَقْبَلُ اللَّهُ إِلَّا الطَّيِّبَ - فَإِنَّ اللَّهَ يَقْبَلُهَا بِيَمِينِهِ، ثُمَّ يَرْبِّئُهَا لِصَحَابِهِ كَمَا يَرْبِّئُ، أَحَدَكُمْ فَلَوْهَ، حَتَّى تَكُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ)).

تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ عَنْ ابْنِ دِينَارٍ . وَقَالَ وَرَقَاءُ عَنْ ابْنِ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ عَنْ أَبِي مَرْيَمَ وَزَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ وَسُهَيْلُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

[طرفہ فی : ۷۴۳۰].

تشیع حدیث میں ہے کہ اللہ کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں یعنی ایسا نہیں کہ اس کا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ سے قوت میں کم ہو۔ جیسے مخلوقات میں ہوا کرتا ہے۔ ابجد حدیث اس قسم کی آیتوں اور حدیثوں کی تاویل نہیں کرتے اور ان کو ان کے ظاہری معنی پر محمول رکھتے ہیں۔ سلیمان کی روایت مذکورہ کو خود مؤلف نے اور ابو عوانہ نے وصل کیا۔ اور ورقاء کی روایت کو امام بیہقی اور ابوبکر شافعی نے اپنے فوائد میں اور مسلم کی روایت کو قاضی یوسف بن یعقوب نے کتاب الزکوٰۃ میں اور زید بن اسلم اور سہیل کی روایتوں کو امام مسلم نے وصل کیا۔ (وحیدی)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔ قال اهل العلم من اهل السنة والجماعة نوم بهذه الاحاديث ولا ننوهم فيها تشبيها ولا نقول كيف لعني اهل سنت والجماعت کے جملہ اہل علم کا قول ہے کہ ہم بلاچوں وچراں احادیث پر ایمان لاتے ہیں اور اس میں تشبیہ کا وہم نہیں کرتے اور نہ ہم کیفیت کی بحث میں جاتے ہیں۔

باب صدقہ اس زمانے سے پہلے کہ اس کا لینے والا کوئی باقی

۹- بَابُ الصَّدَقَةِ قَبْلَ الرَّدِّ

نہ رہے گا

(۱۳۱۱) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے

۱۴۱۱- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ

قَالَ حَدَّثَنَا مَعْبُدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ : سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهَبٍ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : ((تَصَدَّقُوا، فَإِنَّهُ يَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يَمْنَحِي الرَّجُلَ بِصَدَقَتِهِ فَلَا يَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهَا، يَقُولُ الرَّجُلُ: لَوْ جَنَّتْ بَهَا بِالْأَنْسِ لَقَبِلْتُهَا، فَأَمَّا الْيَوْمَ فَلَا حَاجَةَ لِي فِيهَا)). [طرفاء في: ١٤٢٤، ٧١٢٠].

شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعید بن خالد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے حارث بن وہب رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا تھا کہ صدقہ کرو، ایک ایسا زمانہ بھی تم پر آنے والا ہے جب ایک شخص اپنے مال کا صدقہ لے کر نکلے گا اور کوئی اسے قبول کرنے والا نہیں پائے گا۔

جس کے پاس صدقہ لے کر جائے گا وہ یہ جواب دے گا کہ اگر تم کل اسے لائے ہوتے تو میں قبول کر لیتا۔ آج تو مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ قیامت کے قریب زمین کی ساری دولت باہر نکل آئے گی اور لوگ کم رہ جائیں گے۔ ایسی حالت میں کسی کو مال کی حاجت نہ ہوگی۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت کو غنیمت جانو جب تم میں محتاج لوگ موجود ہیں اور جتنی ہو سکے خیرات دو۔ اس حدیث سے یہ بھی نکلا کہ قیامت کے قریب ایسے جلد جلد انقلاب ہوں گے کہ آج آدمی محتاج ہے کل امیر ہوگا۔ آج اس دور میں ایسا ہی ہو رہا ہے۔ ساری روئے زمین پر ایک طوفان برپا ہے مگر وہ زمانہ ابھی دور ہے کہ لوگ زکوٰۃ و صدقات لینے والے باقی نہ رہیں۔

١٤١٢- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَكْثُرَ فِيكُمْ الْمَالُ، فَيَفِيضُ، حَتَّى يَهُمَّ رَبُّ الْمَالِ مَنْ يَقْبَلُ صَدَقَتَهُ، وَحَتَّى يَغْرِضَهُ فَيَقُولَ الَّذِي يَغْرِضُهُ عَلَيْهِ: لَا أَرَبَ لِي)). [راجع: ٨٥]

(١٣١٢) ہم سے ابو الیمان حکم بن نافع نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، کہا کہ ہم سے ابو الزناد نے بیان کیا، ان سے عبد الرحمن بن ہرمز اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا قیامت آنے سے پہلے مال و دولت کی اس قدر کثرت ہو جائے گی اور لوگ اس قدر مال دار ہو جائیں گے کہ اس وقت صاحب مال کو اس کی فکر ہوگی کہ اس کی زکوٰۃ کون قبول کرے اور اگر کسی کو دینا بھی چاہے گا تو اس کو یہ جواب ملے گا کہ مجھے اس کی حاجت نہیں ہے۔

قیامت کے قریب جب زمین اپنے خزانے اگل دے گی، تب یہ حالت پیش آئے گی۔

١٤١٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ النَّبِيلُ قَالَ أَخْبَرَنَا سَعْدَانُ بْنُ بَشِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُجَاهِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُجَلُّ بْنُ خَلِيفَةَ الطَّائِي قَالَ: سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: كُنْتُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَجَاءَهُ

(١٣١٣) ہم سے عبد اللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو عاصم نبیل نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں سعدان بن بشیر نے خبر دی، کہا کہ ہم سے ابو مجاہد سعد طائی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محل بن خلیفہ طائی نے بیان کیا، کہا کہ میں نے عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں موجود تھا کہ دو شخص آئے، ایک فقر و فاقہ کی شکایت لئے ہوئے تھا اور دوسرے کو راستوں

کے غیر محفوظ ہونے کی شکایت تھی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جہاں تک راستوں کے غیر محفوظ ہونے کا تعلق ہے تو بہت جلد ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ جب ایک قافلہ مکہ سے کسی محافظ کے بغیر نکلے گا۔ (اور اسے راستے میں کوئی خطرہ نہ ہوگا) اور رہا فقر و فاقہ تو قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک (مال و دولت کی کثرت کی وجہ سے یہ حال نہ ہو جائے کہ) ایک شخص اپنا صدقہ لے کر تلاش کرے لیکن کوئی اسے لینے والا نہ ملے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک شخص اس طرح کھڑا ہوگا کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہ ہوگا اور نہ ترجمانی کے لئے کوئی ترجمان ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ کیا میں نے تجھے دنیا میں مال نہیں دیا تھا؟ وہ کہے گا کہ ہاں دیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ کیا میں نے تیرے پاس پیغمبر نہیں بھیجا تھا؟ وہ کہے گا کہ ہاں بھیجا تھا۔ پھر وہ شخص اپنے دائیں طرف دیکھے گا تو آگ کے سوا اور کچھ نظر نہیں آئے گا پھر بائیں طرف دیکھے گا اور ادھر بھی آگ ہی آگ ہوگی۔ پس تمہیں جنم سے ڈرنا چاہئے خواہ ایک کھجور کے ٹکڑے ہی (کا صدقہ کر کے اس سے اپنا بچاؤ کر سکو) اگر یہ بھی میسر نہ آسکے تو اچھی بات ہی منہ سے نکالے۔

رَجُلَانِ : أَحَدُهُمَا يَشْكُو الْغَيْلَةَ، وَالْآخَرُ يَشْكُو قَطْعَ السَّبِيلِ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((أَمَّا قَطْعُ السَّبِيلِ فَإِنَّهُ لَا يَأْتِي عَلَيْكَ إِلَّا قَلِيلٌ حَتَّى تَخْرُجَ الْغَيْرُ إِلَى مَكَّةَ بِغَيْرِ خَفِيرٍ. وَأَمَّا الْغَيْلَةُ فَإِنَّ السَّاعَةَ لَا تَقُومُ حَتَّى يَطُوفَ أَحَدُكُمْ بِصَدَقَتِهِ فَلَا يَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهَا مِنْهُ. ثُمَّ لَيَقْفَنَ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ حِجَابٌ وَلَا تَرْجُمَانٌ يَرْجِمُ لَهُ، ثُمَّ لَيَقُولَنَّ لَهُ : أَلَمْ أُوْتِكَ مَالًا؟ فَلَيَقُولَنَّ : بَلَى. ثُمَّ لَيَقُولَنَّ : أَلَمْ أَرْسِلْ إِلَيْكَ رَسُولًا؟ فَلَيَقُولَنَّ : بَلَى. فَيَنْظُرُ عَنْ يَمِينِهِ فَلَا يَرَى إِلَّا النَّارَ، ثُمَّ يَنْظُرُ عَنْ شِمَالِهِ فَلَا يَرَى إِلَّا النَّارَ. فَلَيَقْفَنَ أَحَدُكُمْ النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ)).

[أطرافه في : ١٤١٧، ٣٥٩٥، ٦٠٢٣،

٦٥٣٩، ٦٥٤٠، ٦٥٦٣، ٧٤٤٣،

[٧٥١٢]

یہ بھی ایک بڑا صدقہ ہے یعنی اگر خیرات نہ دے تو اس کو نرمی سے ہی جواب دے کہ اس وقت میں مجبور ہوں، معاف کرو، گھر کنا جھکڑنا منع ہے۔ ترجمان وہ ہے جو ترجمہ کر کے بندے کا کلام اللہ سے عرض کرے اور اللہ کا ارشاد بندے کو سنائے بلکہ خود اللہ پاک کلام فرمائے گا۔ اس حدیث سے ان لوگوں کا رد ہوا جو کہتے ہیں کہ اللہ کے کلام میں آواز اور حروف نہیں، اگر آواز اور حروف نہ ہوں تو بندہ سنے گا کیسے اور سمجھے گا کیسے؟ (وحیدی)

اس حدیث میں یہ پیش گوئی بھی ہے کہ ایک دن عرب میں امن و امان عام ہوگا، چور ڈاکو عام طور پر ختم ہو جائیں گے، یہاں تک کہ قافلے مکہ شریف سے (خفیر) کے بغیر نکلا کریں گے۔ خفیر اس شخص کو کہا جاتا تھا جو عرب میں ہر ہر قبیلہ سے قافلہ کے ساتھ سفر کر کے اپنے قبیلہ کی سرحد امن و عافیت کے ساتھ پار کرا دیتا تھا وہ راستہ بھی بتاتا اور لوٹ مار کرنے والوں سے بھی بچاتا تھا۔

آج اس چودھویں صدی میں حکومت عربیہ سعودیہ نے حرمین شریف کو امن کا اس قدر گوارہ بنا دیا ہے کہ مجال نہیں کوئی کسی پر دست اندازی کر سکے۔ اللہ پاک اس حکومت کو قائم دائم رکھے اور حاسدین و معاندین کے اوپر اس کو ہمیشہ غلبہ عطا فرمائے۔ آمین)

۱۴۱۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ (۱۳۱۳) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے

حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَطُوفُ الرَّجُلُ فِيهِ بِالصَّدَقَةِ مِنَ الذَّهَبِ ثُمَّ لَا يَجِدُ أَحَدًا يَأْخُذُهَا مِنْهُ، وَيُرَى الرَّجُلُ الْوَاحِدُ يَتَّبِعُهُ أَرْبَعُونَ امْرَأَةً يَلْذَنُّ بِهِ، مِنْ قِلَّةِ الرِّجَالِ وَكَثْرَةِ النِّسَاءِ)).

ابو اسامہ (حماد بن اسامہ) نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے برید بن عبد اللہ نے، ان سے ابو بردہ نے اور ان سے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ضرور ایک زمانہ ایسا آجائے گا کہ ایک شخص سونے کا صدقہ لے کر نکلے گا لیکن کوئی اسے لینے والا نہیں ملے گا اور یہ بھی ہو گا کہ ایک مرد کی پناہ میں چالیس چالیس عورتیں ہو جائیں گی کیونکہ مردوں کی کمی ہو جائے گی اور عورتوں کی زیادتی ہوگی۔

قیامت کے قریب یا تو عورتوں کی پیدائش بڑھ جائے گی، مرد کم پیدا ہوں گے یا لڑائیوں کی کثرت سے مردوں کی قلت ہو جائے گی۔ ایسا کئی دفعہ ہو چکا ہے۔

۱۰ - بَابُ اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقْءِ تَمْرَةٍ، وَالْقَلِيلِ مِنَ الصَّدَقَةِ

باب اس بارے میں کہ جہنم کی آگ سے بچو خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے یا کسی معمولی سے صدقہ کے ذریعے ہو۔

﴿وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ﴾ - وَإِلَى قَوْلِهِ - ﴿وَمَنْ كُلُّ الصَّمَرَاتِ﴾.

اور (قرآن مجید میں ہے) ﴿وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ﴾ (ان لوگوں کی مثال جو اپنا مال خرچ کرتے ہیں، سے فرمان باری ﴿وَمَنْ كُلُّ الصَّمَرَاتِ﴾ تک۔

یہ آیت سورہ بقرہ کے رکوع ۳۵ میں ہے۔ اس آیت اور حدیث سے حضرت امام بخاری نے یہ نکالا کہ صدقہ تمھوڑا ہو یا بہت ہر طرح اس پر ثواب ملے گا کیونکہ آیت میں مطلق اموالہم کا ذکر ہے جو قلیل اور کثیر سب کو شامل ہے۔

۱۴۱۵ - حَدَّثَنَا أَبُو قُدَامَةَ غَيْبُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ الْحَكَمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْبَصْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلِيمَانَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((لَمَّا نَزَلَتْ آيَةُ الصَّدَقَةِ كُنَّا نَحَامِلُ، فَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِشَيْءٍ كَثِيرٍ، فَقَالُوا: مُرَاءٍ. وَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ، فَقَالُوا: إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنْ صَاعٍ هَذَا. فَنَزَلَتْ: ﴿الَّذِينَ يُلْمِزُونَ الْمُطَوعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ، وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ﴾ (الآية)).

(۱۳۱۵) ہم سے ابو قدامہ عبید اللہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو النعمان حکم بن عبد اللہ بصری نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ بن حجاج نے بیان کیا، ان سے سلیمان اعمش نے، ان سے ابو وائل (ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ جب آیت صدقہ نازل ہوئی تو ہم بوجہ ڈھونے کا کام کیا کرتے تھے (تاکہ اس طرح جو مزدوری ملے اسے صدقہ کر دیا جائے) اسی زمانہ میں ایک شخص (عبدالرحمن بن عوف) آیا اور اس نے صدقہ کے طور پر کافی چیزیں پیش کیں۔ اس پر لوگوں نے کہ کہنا شروع کیا کہ یہ آدمی ریاکار ہے۔ پھر ایک اور شخص (ابو عقیل ثامی) آیا اور اس نے صرف ایک صاع کا صدقہ کیا۔ اس کے بارے میں لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کو ایک صاع صدقہ کی کیا حاجت ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ”وہ لوگ جو ان مومنوں پر

[أطرافه فی : ۱۴۱۶، ۲۲۷۲، ۴۶۶۸، عیب لگاتے ہیں جو صدقہ زیادہ دیتے ہیں اور ان پر بھی جو محنت سے کم کر لاتے ہیں۔ (اور کم صدقہ کرتے ہیں) آخر تک۔ [۴۶۶۹]

تشریح یہ طعنہ مارنے والے کم بخت منافقین تھے، ان کو کسی طرح چین نہ تھا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے اپنا آدھا مال آٹھ ہزار درہم صدقہ کر دیئے تو ان کو ریاکار کہنے لگے۔ ابو عقیل رضی اللہ عنہ بچارے غریب آدمی نے محنت مزدوری سے کمائی کر کے ایک صاع کھجور اللہ کی راہ میں دی تو اس پر ٹھٹھا مارنے لگے کہ اللہ کو اس کی احتیاج نہ تھی۔

ارے مردود! اللہ کو تو کسی چیز کی احتیاج نہیں۔ آٹھ ہزار کیا آٹھ کروڑ بھی ہوں تو اس کے آگے بے حقیقت ہیں۔ وہ دل کی نیت کو دیکھتا ہے۔ ایک صاع کھجور بھی بہت ہے۔ ایک کھجور بھی کوئی خلوص کے ساتھ حلال مال سے دے تو وہ اللہ کے نزدیک مقبول ہے۔ انجیل شریف میں ہے کہ ایک بڑھیا نے خیرات میں ایک دمڑی دی۔ لوگ اس پر ہنسے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس بڑھیا کی خیرات تم سے بڑھ کر ہے۔ (وحیدی)

۱۴۱۶- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيبِ بْنِ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ انْطَلَقَ أَحَدُنَا إِلَى السُّوقِ فَيَحَامِلُ، فَيَصِيبُ الْمُدَّ، وَإِنْ لَبِغْتِهِمْ الْيَوْمَ لِمَا نَأْتِيهِمْ)). [راجع: ۱۴۱۵]

(۱۳۱۶) ہم سے سعید بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا مجھ سے میرے والد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، ان سے شقیق نے اور ان سے ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا تو ہم میں سے بہت سے بازار جا کر بوجھ اٹھانے کی مزدوری کرتے اور اس طرح ایک مد (غلہ یا کھجور وغیرہ) حاصل کرتے۔ (جسے صدقہ کر دیتے) لیکن آج ہم میں سے بہت سوں کے پاس لاکھ لاکھ (درہم یا دینار) موجود ہیں۔

۱۴۱۷- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَعْقِلٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ)). [راجع: ۱۴۱۳]

(۱۳۱۷) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا اور ان سے ابو اسحاق عمرو بن عبد اللہ سیعی نے کہا کہ میں نے عبد اللہ بن معقل سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا کہ جنم سے بچو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر ہی سہی (مگر ضرور صدقہ کر کے دوزخ کی آگ سے بچنے کی کوشش کرو)

تشریح ان ہر دو احادیث سے صدقہ کی فضیلت ظاہر ہے اور یہ بھی کہ دور اول میں صحابہ کرام جبکہ وہ خود نہایت تنگی کی حالت میں تھے اس پر بھی ان کو صدقہ خیرات کا کس درجہ شوق تھا کہ خود مزدوری کرتے، بازار میں قلی بننے، کھیت مزدوروں میں کام کرتے، پھر جو حاصل ہوتا اس میں غریب و مساکین مسلمانوں کی امداد کرتے۔ اہل اسلام میں یہ جذبہ اس چیز کا یقین ثبوت ہے کہ اسلام نے اپنے پیروکاروں میں بنی نوع انسان کے لئے ہمدردی و سلوک کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے۔ قرآن مجید کی آیت ﴿لَوْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ (آل عمران: ۹۲) میں اللہ پاک نے رغبت دلائی کہ صدقہ و خیرات میں گھٹیا چیز نہ دو بلکہ پیاری سے پیاری چیزوں کا صدقہ کرو۔ برخلاف اس کے بخیل کی حد درجہ مذمت کی گئی اور بتلایا کہ بخیل جنت کی بوجہ بھی نہ پائے گا۔ یہی صحابہ کرام تھے جن کا حال آپ نے سنا پھر اللہ نے اسلام کی برکت سے ان کو اس قدر بڑھایا کہ لاکھوں کے مالک بن گئے۔

حدیثِ نو بَشَقِ تَمْرَةٍ مَخْلُفٍ لِفُظُولٍ مِثْلُ مَخْلُفٍ طَرَقَ سَے وارد ہوئی ہے۔ طبرانی میں ہے اَجْعَلُوا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ النَّارِ حِجَابًا وَلَوْ بَشَقِ تَمْرَةٍ اَوْ دَوْزَخٍ كَے درمیان صدقہ کر کے حجاب پیدا کرو اگرچہ وہ صدقہ ایک کھجور کی پھانک ہی سے ہو۔ نیز مسند احمد میں یوں ہے لیتق احکم وجہہ بالنار ولوبشق تمرۃ یعنی تم کو اپنا چہرہ آگے سے بچانا چاہئے جس کا واحد ذریعہ صدقہ ہے اگرچہ وہ آدمی کھجور ہی سے کیوں نہ ہو۔ اور مسند احمد ہی میں حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یوں ہے کہ آپؐ نے خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خطاب فرمایا یا عائشہ استتری من النار ولوبشق تمرۃ الحدیث یعنی اے عائشہ! دوزخ سے پردہ کرو چاہے وہ کھجور کی ایک پھانک ہی کے ساتھ کیوں نہ ہو۔

آخر میں علامہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ وفي الحديث الحث على الصدقة بما قل وما جل وان لا يحقر ما يتصدق به وان اليسير من الصدقة يستر المتصدق من النار (فتح الباری) یعنی حدیث میں ترغیب ہے کہ تھوڑا ہو یا زیادہ صدقہ بہر حال کرنا چاہئے اور تھوڑے صدقہ کو حقیر نہ جانا چاہئے کہ تھوڑے سے تھوڑا صدقہ متعدّد کے لئے دوزخ سے حجاب بن سکتا ہے۔

۱۶۱۸- حَدَّثَنَا بَشَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ بْنُ حَزْمٍ عَنْ غُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : ((دَخَلَتْ امْرَأَةٌ مَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا تَسْأَلُ، فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ، فَأَعْطَيْتُهَا إِيَّاهَا، فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا، وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا، ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ. فَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْنَا، فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((مَنْ ابْتَلَى مِنْ هَذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ كُنْ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ)).

۱۳۱۸) ہم سے بشر بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا کہ ہمیں معمر نے زہری سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن ابی بکر بن حزم نے بیان کیا، ان سے عروہ بن زبیر نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ ایک عورت اپنی دو بچیوں کو لئے مانگتی ہوئی آئی۔ میرے پاس ایک کھجور کے سوا اس وقت اور کچھ نہ تھا میں نے وہی دے دی۔ وہ ایک کھجور اس نے اپنی دونوں بچیوں میں تقسیم کر دی اور خود نہیں کھائی۔ پھر وہ اٹھی اور چلی گئی۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ سے اس کا حال بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جس نے ان بچیوں کی وجہ سے خود کو معمولی سی بھی تکلیف میں ڈالا تو بچیاں اس کے لئے دوزخ سے بچاؤ کے لئے آڑ بن جائیں گی۔

[طرفہ بی : ۵۹۹۵]۔

اس حدیث کی مناسبت ترجمہ ثابت سے یوں ہے کہ اس عورت نے ایک کھجور کے دو ٹکڑے کر کے اپنی دونوں بیٹیوں کو دے دیئے جو نہایت قلیل صدقہ ہے اور باوجود اسکے آنحضرت ﷺ نے اس کو دوزخ سے بچاؤ کی بشارت دی۔ میں کہتا ہوں اس تکلف کی حاجت نہیں۔ باب میں دو مضمون تھے ایک تو کھجور کا ٹکڑا دے کر دوزخ سے بچنا، دوسرے قلیل صدقہ دینا۔ تو عدی کی حدیث سے پہلا مطلب ثابت ہو گیا اور حضرت عائشہ کی حدیث سے دوسرا مطلب۔ انہوں نے بہت قلیل صدقہ دیا یعنی ایک کھجور۔ (وحیدی)

اس سے حضرت عائشہ کی صدقہ خیرات کے لئے حرص بھی ثابت ہوئی اور یہ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد تھا لا یرجع من عندک سائل ولوبشق تمرۃ رواہ البزار من حدیث ابی ہریرۃ (فتح) یعنی تمہارے پاس سے کسی سائل کو خالی ہاتھ نہ جانا چاہئے۔ اگرچہ کھجور کی آدمی پھانک ہی کیوں نہ ہو۔

صدقہ دینے کی فضیلت

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو رزق ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ تم کو موت آجائے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ایمان والو! ہم نے تمہیں جو رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرو، اس سے پہلے کہ وہ دن (قیامت) آجائے جب نہ خرید و فروخت ہوگی نہ دوستی اور نہ شفاعت.... الایہ۔

ان دونوں آیتوں سے حضرت امام بخاری نے یہ نکالا کہ صدقہ کرنے میں جلدی کرنی چاہئے ایسا نہ ہو کہ موت آن دوچے۔ اس وقت کف افسوس ملتا رہے کہ اگر میں اور جیتا تو صدقہ دیتا۔ یہ کرتا وہ کرتا۔ باب کا مطلب بھی قریب قریب یہی ہے۔ (وحیدی)

(۱۴۱۹) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الواحد بن زیاد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عمارہ بن قعقاع نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو زرہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ یا رسول اللہ! کس طرح کے صدقہ میں سب سے زیادہ ثواب ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس صدقہ میں جسے تم صحت کے ساتھ بخل کے باوجود کرو۔ تمہیں ایک طرف تو فقیری کا ڈر ہو اور دوسری طرف مالدار بننے کی تمنا اور امید ہو اور (اس صدقہ خیرات میں) ڈھیل نہ ہونی چاہئے کہ جب جان حلق تک آجائے تو اس وقت تو کہنے لگے کہ فلاں کے لئے اتنا اور فلاں کے لئے اتنا حالانکہ وہ تو اب فلاں کا ہو چکا۔

وَصَدَقَةُ الشَّحِيحِ الصَّحِيحِ

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَأَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ﴾ إِلَى آخِرِهَا [المنافقون : ۱۰] الْآيَةِ.

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعَ فِيهِ﴾ [البقرة : ۲۵۴] الْآيَةِ.

۱۴۱۹- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الصَّدَقَةِ أَكْثَرُ أَجْرًا؟ قَالَ: ((أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ شَحِيحٌ تَخْشَى الْفَقْرَ وَتَأْمُلُ الْغِنَى، وَلَا تُعْهِلَ حَتَّى إِذَا بَلَغَتِ الْخُلُقُومَ قُلْتَ: لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا، وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ)).

[طرفہ فی : ۲۷۴۸].

حدیث میں ترغیب ہے کہ تندرستی کی حالت میں جب کہ مال کی محبت بھی دل میں موجود ہو، صدقہ خیرات کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہئے نہ کہ جب موت قریب آجائے اور جان حلقوم میں پہنچ جائے۔ مگر یہ شریعت کی مہربانی ہے کہ آخر وقت تک بھی جب کہ ہوش و حواس قائم ہوں، مرنے والوں کو تمنا مال کی وصیت کرنا جائز قرار دیا ہے، ورنہ اب وہ مال تو مرنے والے کی بجائے وارثوں کا ہو چکا ہے۔ پس عظمیٰ کا تقاضا یہی ہے کہ تندرستی میں حسب توفیق صدقہ و خیرات میں جلدی کرنی چاہئے اور یاد رکھنا چاہئے کہ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔

باب

- بَابٌ -

(۱۴۲۰) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو عوانہ

۱۴۲۰- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ

وضاح شکاری نے بیان کیا، ان سے فراس بن یحییٰ نے، ان سے سبعی نے، ان سے مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ کی بعض بیویوں نے آپ سے پوچھا کہ سب سے پہلے ہم میں آخرت میں آپ سے کون جا کر ملے گی تو آپ نے فرمایا جس کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا ہوگا۔ اب ہم نے لکڑی سے ناپنا شروع کر دیا تو سودہ رضی اللہ عنہا سب سے لمبے ہاتھ والی نکلیں۔ ہم نے بعد میں سمجھا کہ لمبے ہاتھ والی ہونے سے آپ کی مراد صدقہ زیادہ کرنے والی سے تھے۔ اور سودہ رضی اللہ عنہا ہم سب سے پہلے نبی کریم ﷺ سے جا کر ملیں، صدقہ کرنا آپ کو بہت محبوب تھا۔

قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ فِرَاسٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ((أَنَّ بَعْضَ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ قُلْنَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: ((أَيْنَا أَسْرَعُ بِكَ لِحُوقًا؟)) قَالَ: ((أَطْوَلُكُمْ يَدًا)). فَأَخَذُوا قَصَبَةً يَذَرَعُونَهَا، فَكَانَتْ سَوْدَةُ أَطْوَلَهُنَّ يَدًا. فَعَلِمْنَا بَعْدَ ذَلِكَ إِنَّمَا كَانَتْ طَوَّلَ يَدِهَا الصَّدَقَةَ، وَكَانَتْ أَسْرَعَنَا لِحُوقًا بِهِ ﷺ، وَكَانَتْ تُحِبُّ الصَّدَقَةَ)).

اکثر علماء نے کہا کہ طول یدھا اور کانت کی ضمیروں میں سے حضرت زینب مراد ہیں مگر ان کا ذکر اس روایت میں نہیں ہے۔ کیونکہ اس امر سے اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد بیویوں میں سے سب سے پہلے حضرت زینب کا ہی انتقال ہوا تھا۔ لیکن امام بخاری نے تاریخ میں جو روایت کی ہے اس میں ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی صراحت ہے اور یہاں بھی اس روایت میں حضرت سودہ کا نام آیا ہے اور یہ مشکل ہے اور ممکن ہے یوں جواب دینا کہ جس جلسہ میں یہ سوال آنحضرت ﷺ سے ہوا تھا وہاں حضرت زینب موجود نہ ہوں اور جتنی بیویاں وہاں موجود تھیں، ان سب سے پہلے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔ مگر ابن حبان کی روایت میں یوں ہے کہ اس وقت آپ کی سب بیویاں موجود تھیں، کوئی باقی نہ رہی تھی، اس حالت میں یہ احتمال بھی نہیں چل سکتا۔ چنانچہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔

قال لنا محمد بن عمر يعني الواقدي هذا الحديث وهل في سودة انما هو في زينب بنت جحش فهي اول نساها به لحوقا وتوفيت في خلافة عمر وبقيت سودة الى ان توفيت في خلافة معاوية في شوال سنة اربع وخمسين قال ابن بطلال هذا الحديث سقط منه ذكر زينب لاتفاق اهل السير على ان زينب اول من مات من ازواج النبي صلى الله عليه وسلم يعني ان الصواب وكانت زينب اسرعنا الخ ولكن ينكر على هذا التاويل تلك الروايات المتقدمة المصرح فيها بان الضمير لسودة وقرات بخط الحافظ ابي علي الصدفي ظاهر هذا اللفظ ان سودة كانت اسرع وهو خلاف المعروف عند اهل العلم ان زينب اول من مات من الازواج ثم نقله عن مالك من روايته عن الواقدي قال يقويه رواية عائشة بنت طلحة وقال ابن الجوزي هذا الحديث غلط من بعض الرواة العجب من البخاري كيف لم ينبه عليه والا اصحابه التعاليق ولا علم بفساد ذلك الخطابي فانه فسرهم وقال لحوق سودة به علم من اعلام النبوة وكل ذلك وهم انما هي زينب فانها كانت اطولهن يدا بالمعطاء كما رواه مسلم من طريق عائشة بلفظ كان اطولنا يدا زينب لانها كانت تعمل وتتصدق وفي رواية كانت زينب امرأة صناعة باليد وكانت تلبغ وتخز وتصدق في سبيل الله.

یعنی ہم سے واقدی نے کہا کہ اس حدیث میں راوی سے بھول ہو گئی ہے۔ درحقیقت سب سے پہلے انتقال کرنے والی زینب ہی ہیں جن کا انتقال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا انتقال خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ ۵۴ میں ہوا ہے۔ ابن بطلال نے کہا کہ اس حدیث میں حضرت زینب کا ذکر ساقط ہو گیا ہے کیونکہ اہل سیر کا اتفاق ہے کہ امات المؤمنین میں سب سے پہلے انتقال کرنے والی خاتون حضرت زینب بنت جحش ہی ہیں اور جن روایتوں میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا نام آیا ہے ان میں راوی سے بھول ہو گئی۔ ابن

جوزی نے کہا کہ اس میں بعض راویوں نے غلطی سے حضرت سودہ کا نام لے دیا ہے اور تعجب ہے کہ حضرت امام بخاری کو اس پر اطلاع نہ ہو سکی اور نہ ان اصحاب تعالیٰ کو جنہوں نے یہاں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا نام لیا ہے اور وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہی ہے جیسا کہ مسلم شریف میں حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ ہم میں سب سے زیادہ دراز ہاتھ والی (یعنی صدقہ خیرات کرنے والی) حضرت زینب تھیں۔ وہ سوت کا تاکرتی تھیں اور دیگر محنت مشقت دباغت وغیرہ کر کے پیسہ حاصل کرتیں اور نبی سبیل اللہ صدقہ خیرات کیا کرتی تھیں۔ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ناپ کے لحاظ سے حضرت سودہ کے ہاتھ دراز تھے، ازواج النبی ﷺ نے شروع میں یہی سمجھا کہ دراز ہاتھ والی بیوی کا انتقال پہلے ہونا چاہئے۔ مگر جب حضرت زینب کا انتقال ہوا تو ظاہر ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ کی مراد ہاتھوں کا دراز ہونا نہ تھی بلکہ صدقہ و خیرات کرنے والے ہاتھ مراد تھے اور یہ سبقت حضرت زینب کو حاصل تھی، پہلے انہی کا انتقال ہوا، مگر بعض راویوں نے اپنی لاعلمی کی وجہ سے یہاں حضرت سودہ کا نام لے دیا۔ بعض علماء نے یہ تطبیق بھی دی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جس وقت یہ ارشاد فرمایا تھا اس مجمع میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا نہ تھیں، آپ نے اس وقت کی حاضر ہونے والی بیویوں کے بارے میں فرمایا اور ان میں سے پہلے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا مگر اس تطبیق پر بھی کلام کیا گیا ہے۔

جنت البند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ والحديث يومهم ظاهره ان اول من مات من امهات المومنين بعد وفاته صلى الله عليه وسلم سودة وليس كذلك فتامل ولا تعجل في هذا المقام فانه من مزالق الاقدام (شرح تراجم ابواب بخاری)

باب سب کے سامنے صدقہ کرنا جائز ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے

۱۲ - بَابُ صَدَقَةِ الْعَلَانِيَةِ

(سورہ بقرہ میں) فرمایا کہ جو لوگ اپنے مال خرچ کرتے ہیں رات میں اور دن میں پوشیدہ طور پر اور ظاہر، ان سب کا ان کے رب کے پاس ثواب ملے گا، انہیں کوئی ڈر نہیں ہوگا اور نہ انہیں کسی قسم کا غم ہوگا۔

وَقَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ [البقرة : ۲۷۴]۔

اس آیت سے علانیہ خیرات کرنے کا جواز نکلا۔ گو پوشیدہ خیرات کرنا بہتر ہے کیونکہ اس میں ریا کا اندیشہ نہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں اتری۔ انکے پاس چار اشرفیاں تھیں۔ ایک دن کو دی، ایک رات کو دی، ایک علانیہ، ایک چھپ کر (وجیدی) یہاں حضرت امام بخاری نے مضمون باب کو مدلل کرنے کے لئے صرف آیت قرآنی کا نقل کرنا کافی سمجھا۔ جن میں ظاہر لفظوں میں باب کا مضمون موجود ہے۔

باب چھپ کر خیرات کرنا افضل ہے

۱۳ - بَابُ صَدَقَةِ السِّرِّ

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ ”ایک شخص نے صدقہ کیا اور اسے اس طرح چھپایا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو خبر نہیں ہوئی کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے“ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”اگر تم صدقہ کو ظاہر کرو تو یہ بھی اچھا ہے اور اگر پوشیدہ طور پر دو اور دو فقراء کو تو یہ بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور تمہارے گناہ مٹا دے گا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے پوری

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِئْتُهُ)). وَقَوْلُهُ: ﴿إِنْ تَبَدُّوا الصَّدَقَاتِ فَبِعَمَاءٍ هِيَ وَإِنْ تُخْفَوْهَا وَتُؤْتَوْهَا الْفُقَرَاءَ فَهِيَ خَيْرٌ لَكُمْ وَتُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِنْ سَيِّئَاتِكُمْ وَاللَّهُ بِمَا

تَعْمَلُونَ خَيْرًا [البقرة : ۲۷۱] الآیہ۔ طرح خبردار ہے۔“

یہاں حضرت امام نے مضمون باب کو ثابت کرنے کے لئے حدیث نبوی اور آیت قرآنی ہر دو سے استدلال فرمایا، مقصد ریاکاری سے بچنا ہے۔ اگر اس سے دور رہ کر صدقہ دیا جائے تو ظاہر ہو یا پوشیدہ ہر طرح سے درست ہے اور اگر ریا کا ایک شاہد بھی نظر آئے تو پھر اتنا پوشیدہ دیا جائے کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔ اگر صدقہ خیرات زکوٰۃ میں ریا نمود کا کچھ دخل ہو تو وہ صدقہ و خیرات و زکوٰۃ مالدار کے لئے الٹا وبال جان ہو جائے گا۔

باب اگر لاعلمی میں کسی نے مالدار کو صدقہ دے دیا (تو اس کو ثواب مل جائے گا)

۱۴- بَابُ إِذَا تَصَدَّقَ عَلَى غَنِيٍّ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ

(۱۴۲۱) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، کہا کہ ہم سے ابوالزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص نے (بنی اسرائیل میں سے) کہا کہ مجھے ضرور صدقہ (آج رات) دینا ہے۔ چنانچہ وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور (تاواقی سے) ایک چور کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ صبح ہوئی تو لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ آج رات کسی نے چور کو صدقہ دے دیا۔ اس شخص نے کہا کہ اے اللہ! تمام تعریف تیرے ہی لئے ہے۔ (آج رات) میں پھر ضرور صدقہ کروں گا۔ چنانچہ وہ دوبارہ صدقہ لے کر نکلا اور اس مرتبہ ایک فاحشہ کے ہاتھ میں دے آیا۔ جب صبح ہوئی تو پھر لوگوں میں چرچا ہوا کہ آج رات کسی نے فاحشہ عورت کو صدقہ دے دیا۔ اس شخص نے کہا اے اللہ! تمام تعریف تیرے ہی لئے ہے، میں زانیہ کو اپنا صدقہ دے آیا۔ اچھا آج رات پھر ضرور صدقہ نکالوں گا۔ چنانچہ اپنا صدقہ لئے ہوئے وہ پھر نکلا اور اس مرتبہ ایک مالدار کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ صبح ہوئی تو لوگوں کی زبان پر ذکر تھا کہ ایک مالدار کو کسی نے صدقہ دے دیا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ اے اللہ! حمد تیرے ہی لئے ہے۔ (میں اپنا صدقہ (لاعلمی سے) چور، فاحشہ اور مالدار کو دے آیا۔ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) بتایا گیا کہ جہاں تک چور کے ہاتھ میں صدقہ چلے جانے کا سوال ہے۔ تو اس میں اس کا امکان ہے کہ وہ چوری سے رک جائے۔ اسی طرح فاحشہ کو صدقہ کا مال مل جانے پر اس کا امکان ہے کہ وہ زنا سے رک جائے اور مالدار

۱۴۲۱- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((قَالَ رَجُلٌ لَاتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ. فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ سَارِقٍ، فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ: تَصَدَّقَ عَلَى سَارِقٍ. فَقَالَ: اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، لَاتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ. فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ زَانِيَةٍ، فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ: تَصَدَّقَ اللَّيْلَةَ عَلَى زَانِيَةٍ. فَقَالَ: اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، عَلَى زَانِيَةٍ، لَاتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ. فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ غَنِيٍّ، فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ: تَصَدَّقَ عَلَى غَنِيٍّ. فَقَالَ: اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، عَلَى سَارِقٍ، وَعَلَى زَانِيَةٍ، وَعَلَى غَنِيٍّ، فَأَيُّ فَقِيلَ لَهُ: أَمَا صَدَقْتُكَ عَلَى سَارِقٍ فَلَعَلَّهَا أَنْ يَسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِهِ، وَأَمَا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّهَا أَنْ تَسْتَعِفَّ عَنْ زَنَاهَا، وَأَمَا الْغَنِيُّ فَلَعَلَّهُ يَغْتَبِرُ، فَيَنْفِقُ مِمَّا أَعْطَاهُ اللَّهُ)).

کے ہاتھ میں پڑ جانے کا یہ فائدہ ہے کہ اسے عبرت ہو اور پھر جو اللہ عزوجل نے اسے دیا ہے، وہ خرچ کرے۔

تشیخ اس حدیث میں بنی اسرائیل کے ایک سخی کا ذکر ہے جو صدقہ خیرات تقسیم کرنے کی نیت سے رات کو نکلا مگر اس نے لاعلمی میں پہلی رات میں اپنا صدقہ ایک چور کے ہاتھ پر رکھ دیا اور دوسری رات میں ایک فاحشہ عورت کو دے دیا اور تیسری شب میں ایک مالدار کو دیدیا جو مستحق نہ تھا۔ یہ سب کچھ لاعلمی میں ہوا۔ بعد میں جب یہ واقعات اس کو معلوم ہوئے تو اس نے اپنی لاعلمی کا اقرار کرتے ہوئے اللہ کی حمد بیان کی گویا یہ کہا اللھم لک الحمد ای لالی ان صدقنی وقعت بید من لا یستحقھا فلک الحمد حیث کان ذلک بارادتک ای لا بارادنی فان ارادة الله کلھا جملة یعنی یا اللہ! حمد تیرے لئے ہی ہے نہ کہ میرے لئے۔ میرا صدقہ غیر مستحق کے ہاتھ میں پہنچ گیا پس حمد تیرے ہی لئے ہے۔ اس لئے کہ یہ تیرے ہی ارادے سے ہوا نہ کہ میرے ارادے سے اور اللہ پاک جو بھی چاہے اور وہ جو ارادہ کرے وہ سب بہتر ہی ہے۔

امام بخاری کا مقصد باب یہ ہے کہ ان حالات میں اگرچہ وہ صدقہ غیر مستحق کو مل گیا مگر عند اللہ وہ قبول ہو گیا۔ حدیث سے بھی یہی ظاہر ہوا کہ نادانستی سے اگر غیر مستحق کو صدقہ دے دیا جائے تو اسے اللہ بھی قبول کر لیتا ہے اور دینے والے کو ثواب مل جاتا ہے۔ لفظ صدقہ میں نقلی صدقہ اور فرضی صدقہ یعنی زکوٰۃ ہر دو داخل ہیں۔

اسرائیلی سخی کو خواب میں بتلایا گیا یا ہاتف غیب نے خبر دی یا اس زمانہ کے پیغمبر نے اس سے کہا کہ جن غیر مستحقین کو تو نے غلطی سے صدقہ دے دیا، شاید وہ اس صدقہ سے عبرت حاصل کر کے اپنی غلطیوں سے باز آجائیں۔ چور چوری سے اور زانیہ زنا سے رک جائے اور مالدار کو خود اسی طرح خرچ کرنے کی رغبت ہو۔ ان صورتوں میں تیرا صدقہ تیرے لئے بہت کچھ موجب اجر و ثواب ہو سکتا ہے۔ ہذا هو المراد

باب اگر باپ ناواقفی سے اپنے بیٹے کو خیرات دے دے کہ اس کو معلوم نہ ہو؟

۱۵- بَابُ إِذَا تَصَدَّقَ عَلَى ابْنِهِ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ

(۱۴۲۲) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسرائیل بن یونس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو جوریہ (طعان بن خفاف) نے بیان کیا کہ معن بن یزید نے ان سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے اور میرے والد اور دادا (حفص بن حبیب) نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ آپ نے میری منگنی بھی کرائی اور آپ ہی نے نکاح بھی پڑھایا تھا اور میں آپ کی خدمت میں ایک مقدمہ لے کر حاضر ہوا تھا۔ وہ یہ کہ میرے والد یزید نے کچھ دینار خیرات کی نیت سے نکالے اور ان کو انہوں نے مسجد میں ایک شخص کے پاس رکھ دیا۔ میں گیا اور میں نے ان کو اس سے لے لیا۔ پھر جب میں انہیں لے کر والد صاحب کے پاس آیا تو انہوں نے فرمایا کہ قسم

۱۴۲۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْجَوْنِيَّةِ أَنَّ مَعْنَ بْنَ يَزِيدَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ: ((بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنَا وَأَبِي وَجَدِّي، وَخَطَبَ عَلَيَّ فَأَنكَحَنِي وَخَاصَمْتُ إِلَيْهِ. وَكَانَ أَبِي يَزِيدُ أَخْرَجَ دَنَانِيرَ يَتَصَدَّقُ بِهَا، فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَجُلٍ فِي الْمَسْجِدِ، فَجِئْتُ فَأَخَذْتُهَا فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَقَالَ: وَاللَّهِ مَا إِلَيْكَ أَرَدْتُ. فَخَاصَمْتُهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((لَكَ مَا نَوَيْتَ

یا یزید، وَلَکَ مَا أَخَذْتَ يَا مَعْنُ)). اللہ کی میرا ارادہ تجھے دینے کا نہیں تھا۔ یہی مقدمہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا اور آپ نے یہ فیصلہ دیا کہ دیکھو یزید جو تم نے نیت کی تھی اس کا ثواب تمہیں مل گیا اور معن! جو تو نے لے لیا وہ اب تیرا ہو گیا۔

تشریح امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا یہی قول ہے کہ اگر نادان قحی میں باپ بیٹے کو فرض زکوٰۃ بھی دے دے تو زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے اور دوسرے علماء کہتے ہیں کہ اعادہ واجب ہے اور الہدیت کے نزدیک بہر حال ادا ہو جاتی ہے۔ بلکہ عزیز اور قریب لوگوں کو جو محتاج ہوں زکوٰۃ دینا اور زیادہ ثواب ہے۔ سید علامہ نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم نے کہا کہ متعدد دلائل اس پر قائم ہیں کہ عزیزوں کو خیرات دینا زیادہ افضل ہے، خیرات فرض ہو یا نفل اور عزیزوں میں خاندان، اولاد کی صراحت ابوسعید کی حدیث میں موجود ہے۔ (مولانا وحید الرحمن)

مضمون حدیث پر غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ نبی کریم ﷺ کس قدر شفیق اور مہربان تھے اور کس وسعت قلبی کے ساتھ آپ نے دین کا تصور پیش فرمایا تھا۔ باپ اور بیٹے ہر دو کو ایسے طور سمجھایا کہ ہر دو کا مقصد حاصل ہو گیا اور کوئی جھگڑا باقی نہ رہا۔ آپ کا ارشاد اس بنیادی اصول پر مبنی تھا۔ جو حدیث انما الاعمال بالنیات میں بتلایا گیا ہے کہ عملوں کا اعتبار نیتوں پر ہے۔ آج بھی ضرورت ہے کہ علماء و فقہاء ایسی وسیع الظرفی سے کام لے کر امت کے لئے بجائے مشکلات پیدا کرنے کے شرعی حدود میں آسانیاں بہم پہنچائیں اور دین فطرت کا زیادہ سے زیادہ فراخ قلبی کے ساتھ مطالعہ فرمائیں کہ حالات حاضرہ میں اس کی شدید ضرورت ہے۔ فقہاء کا وہ دور گزر چکا جب وہ ایک ایک جڑی پر میدان مناظرہ قائم کر دیا کرتے تھے جن سے تنگ آکر حضرت شیخ سعدی کو کہنا پڑا

فقیہان طریق جدل ساختند لم لانسلم درانداختند

باب خیرات داہنے ہاتھ سے دینی بہتر ہے

(۱۴۲۳) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا عبید اللہ عمری سے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے خبیب بن عبد الرحمن نے حفص بن عاصم سے بیان کیا، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سات قسم کے آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے (عرش کے) سایہ میں رکھے گا جس دن اس کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ انصاف کرنے والا حاکم، وہ جو ان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں جو ان ہوا ہو، وہ شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہے، دو ایسے شخص جو اللہ کے لئے محبت رکھتے ہیں، اسی پر وہ جمع ہوئے اور اسی پر جدا ہوئے، ایسا شخص جسے کسی خوبصورت اور عزت دار عورت نے بلایا لیکن اس نے یہ جواب دیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، وہ انسان جو

۱۶- بَابُ الصَّدَقَةِ بِالْيَمِينِ

۱۶۲۳- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((سَتَعَةِ يُظْلَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: إِمَامٌ عَدْلٌ، وَشَابٌ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللَّهِ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللَّهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَجَمَالَ فَقَالَ: إِنِّي أَخَافُ

اللہ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا ففَاضَتْ عَيْنَاهُ)).
صدقہ کرے اور اسے اس درجہ چھپائے کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا اور وہ شخص جو اللہ کو تہمتی میں یاد کرے اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بننے لگ جائیں۔

[راجع: ۶۶۰]

نتیجہ قیامت کے دن عرش عظیم کا سایہ پانے والے یہ سات خوش قسمت انسان مرد ہوں یا عورت ان پر حصر نہیں ہے۔ بعض احادیث میں اور بھی ایسے نیک اعمال کا ذکر آیا ہے جن کی وجہ سے سایہ عرش عظیم مل سکے گا بعض علماء نے اس موضوع پر مستقل رسالے تحریر فرمائے ہیں اور ان جملہ اعمال صالحہ کا ذکر کیا ہے جو قیامت کے دن عرش الہی کے نیچے سایہ ملنے کا ذریعہ بن سکیں گے۔ بعض نے اس فہرست کو چالیس تک بھی پہنچا دیا ہے۔
یہاں باب اور حدیث میں مطابقت اس متصدق سے ہے جو راہ اللہ اس قدر پوشیدہ خرچ کرتا ہے کہ دائیں ہاتھ سے خرچ کرتا ہے اور بائیں کو بھی خبر نہیں ہوتی۔ اس سے غایت خلوص مراد ہے۔

انصاف کرنے والا حاکم چودھری، شیخ اللہ کی عبادت میں مشغول رہنے والا جوان اور مسجد سے دل لگانے والا نمازی اور دو باہمی الٹی محبت رکھنے والے مسلمان اور صاحب عصمت و عفت مرد یا عورت مسلمان اور اللہ کے خوف سے آنسو بہانے والی آنکھیں یہ جملہ اعمال حسنہ ایسے ہیں کہ ان پر کاربند ہونے والوں کو عرش الہی کا سایہ ملنا ہی چاہئے۔ اس حدیث سے اللہ کے عرش اور اس کے سایہ کا بھی اثبات ہوا جو بلا کیف و کم و تاویل تسلیم کرنا ضروری ہے۔ قرآن پاک کی بہت سی آیات میں عرش عظیم کا ذکر آیا ہے۔ بلاشبہ و شبہ اللہ پاک صاحب عرش عظیم ہے۔ اس کے لئے عرش کا استواء اور جہت فوق ثابت اور برحق ہے جس کی تاویل نہیں کی جاسکتی اور نہ اس کی کیفیت معلوم کرنے کے ہم مکلف ہیں۔

۱۴۲۴ھ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ : أَخْبَرَنِي مَعْقِدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ : سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ الْخَزَاعِمِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : ((تَصَدَّقُوا، فَسَيَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يَمْشِي الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهِ فَيَقُولُ الرَّجُلُ : لَوْ جِئْتُ بِهَا بِالْأَمْسِ لَقَبِلْتُهَا مِنْكَ، فَأَمَّا الْيَوْمَ فَلَا حَاجَةَ لِي فِيهَا)). [راجع: ۱۴۱۱]

۱۳۲۳ھ - ہم سے علی بن جعد نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعبہ نے خبر دی، کہا کہ مجھے معبد بن خالد نے خبر دی، کہا کہ میں نے حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ صدقہ کیا کرو پس عنقریب ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جب آدمی اپنا صدقہ لے کر نکلے گا (کوئی اسے قبول کر لے مگر جب وہ کسی کو دے گا تو وہ) آدمی کہے گا کہ اگر اسے تم کل لائے ہوتے تو میں لے لیتا لیکن آج مجھے اس کی حاجت نہیں رہی۔

ثابت ہوا کہ مرد مطلق اگر صدقہ زکوٰۃ علانیہ لے کر تقسیم کے لئے نکلے بشرطیکہ خلوص و ولایت مد نظر ہو تو یہ بھی مذموم نہیں ہے۔ یوں بہتری ہے کہ جہاں تک ہو سکے ریا و نمود سے بچنے کے لئے پوشیدہ طور پر صدقہ زکوٰۃ خیرات دی جائے۔

۱۷ - بَابُ مَنْ أَمَرَ خَادِمَهُ بِالصَّدَقَةِ وَلَمْ يُنَاولِ بِنَفْسِهِ
باب اس کے بارے میں کہ جس نے اپنے خدمت گار کو صدقہ دینے کا حکم دیا اور خود اپنے ہاتھ سے نہیں دیا

اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے یوں بیان کیا کہ خادم بھی صدقہ دینے والوں میں سمجھا جائے گا۔

(۱۳۲۵) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا کہ کما کہ ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے۔ ان سے شقیق نے، ان سے مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر عورت اپنے شوہر کے مال سے کچھ خرچ کرے اور اس کی نیت شوہر کی پونجی برباد کرنے کی نہ ہو تو اسے خرچ کرنے کا ثواب ملے گا اور شوہر کو بھی اس کا ثواب ملے گا کہ اس نے کمایا ہے اور خزانچی کا بھی یہی حکم ہے۔ ایک کا ثواب دوسرے کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کرتا۔

وَقَالَ أَبُو مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((هُوَ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِينَ))

۱۴۲۵- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا بِمَا أَنْفَقَتْ وَلِزَوْجِهَا أَجْرُهُ بِمَا كَسَبَ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ، لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا)).

[أطرافه في : ۱۴۳۷، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰]

[۲۰۶۵، ۱۴۴۱]

تفسیر مطلب ظاہر ہے کہ مالک کے مال کی حفاظت کرنے والے اور اس کے حکم کے مطابق اسی میں سے صدقہ خیرات نکالنے والے ملازم خادم خزانچی سب ہی اپنی اپنی حیثیت کے مطابق ثواب کے مستحق ہوں گے۔ حتیٰ کہ بیوی بھی جو شوہر کی اجازت سے اس کے مال میں سے صدقہ خیرات کرے وہ بھی ثواب کی مستحق ہوگی۔ اس میں ایک طرح سے خرچ کرنے کی ترغیب ہے اور دیانت و امانت کی تعلیم و تلقین ہے۔ آیت شریفہ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ﴾ کا ایک منہوم یہ بھی ہے۔

۱۸- بَابُ لَا صَدَقَةَ إِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنَى

باب صدقہ وہی بہتر ہے جس کے بعد بھی آدمی مالدار ہی رہ جائے (بالکل خالی ہاتھ نہ ہو بیٹھے)

اور جو شخص خیرات کرے کہ خود محتاج ہو جائے یا اس کے بال بچے محتاج ہوں (تو ایسی خیرات درست نہیں) اسی طرح اگر قرضدار ہو تو صدقہ اور آزادی اور بہرہ پر قرض ادا کرنا مقدم ہو گا اور اس کا صدقہ اس پر پھیر دیا جائے گا اور اس کو یہ درست نہیں کہ (قرض نہ ادا کرے اور خیرات دے کر) لوگوں (قرض خواہوں) کی رقم تباہ کر دے اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص لوگوں کا مال (بطور قرض) تلف کرنے (یعنی نہ دینے) کی نیت سے لے تو اللہ اس کو برباد کر دے گا۔ البتہ اگر صبر اور تکلیف اٹھانے میں مشہور ہو تو اپنی خاص حاجت پر (فقیہ کی حاجت کو) مقدم کر سکتا ہے۔ جیسے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا

وَمَنْ تَصَدَّقَ وَهُوَ مُحْتَاجٌ أَوْ أَهْلُهُ مُحْتَاجٌ أَوْ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَالَّذِينَ أَحَقُّ أَنْ يُفْضَى مِنَ الصَّدَقَةِ وَالْعَتَى وَالْهَبَةُ، وَهُوَ رَدُّ عَلَيْهِ، لَيْسَ لَهُ أَنْ يُثْلِفَ أَمْوَالَ النَّاسِ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيدُ إِتْلَافَهَا أَثْلَفَهُ اللَّهُ))، إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَعْرُوفًا بِالصَّبْرِ فَيُؤْتِرَ عَلَى نَفْسِهِ وَلَوْ كَانَ بِهِ خَصَاصَةٌ، كَفَعَلَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حِينَ تَصَدَّقَ بِمَالِهِ. وَكَذَلِكَ آثَرُ الْأَنْصَارِ

سارا مال خیرات میں دے دیا اور اسی طرح انصار نے اپنی ضرورت پر مہاجرین کی ضروریات کو مقدم کیا۔ اور آنحضرت ﷺ نے مال کو تباہ کرنے سے منع فرمایا ہے تو جب اپنا مال تباہ کرنا منع ہوا تو پرائے لوگوں کا مال تباہ کرنا کسی طرح سے جائز نہ ہو گا۔ اور کعب بن مالک نے (جو جنگ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے) عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ)! میں اپنی توبہ کو اس طرح پورا کرتا ہوں کہ اپنا سارا مال اللہ اور رسول پر تصدق کر دوں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں کچھ تھوڑا مال رہنے بھی دے وہ تیرے حق میں بہتر ہے۔ کعب نے کہا بہت خوب میں اپنا خیر کا حصہ رہنے دیتا ہوں۔

المُهَاجِرِينَ. وَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ، فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُضَيِّعَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِعِلَّةِ الصَّدَقَةِ. ((وَقَالَ كَعْبٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِي صَدَقَةً إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ ﷺ. قَالَ: ((أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ، فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ)). قُلْتُ : فَإِنِّي أَمْسِكُ سَهْمِي الَّذِي بِخَيْبَرِ.

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں احادیث نبوی اور آثار صحابہ کی روشنی میں بہت سے اہم امور متعلق صدقہ خیرات پر روشنی ڈالی ہے۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کے لئے صدقہ خیرات کرنا اسی وقت بہتر ہے جبکہ وہ شرعی حدود کو مد نظر رکھے۔ اگر ایک شخص کے اہل و عیال خود ہی محتاج ہیں یا وہ خود دوسروں کا مقروض ہے پھر ان حالات میں بھی وہ صدقہ کرے اور نہ یہ اہل و عیال کا خیال رکھے نہ دوسروں کا قرض ادا کرے تو وہ خیرات اس کے لئے باعث اجر نہ ہوگی بلکہ وہ ایک طرح سے دوسروں کی حق تلفی کرنا اور جن کو دینا ضروری تھا ان کی رقم کو تلف کرنا ہوگا۔ ارشاد نبوی من اخذ اموال الناس یربد اتلافها کا یہی منشا ہے۔ ہاں صبر اور ایثار الگ چیز ہے۔ اگر کوئی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسا صابر و شاکر مسلمان ہو اور انصار جیسا ایثار پیشہ ہو تو اس کے لئے زیادہ سے زیادہ ایثار پیش کرنا جائز ہو گا۔ مگر آج کل ایسی مثالیں تلاش کرنا بے کار ہے۔ جبکہ آج کل ایسے اشخاص ناپید ہو چکے ہیں۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بزرگ ترین جلیل القدر صحابی ہیں جو جنگ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے بعد میں ان کو جب اپنی غلطی کا احساس ہوا تو انہوں نے اپنی توبہ کی قبولیت کے لئے اپنا سارا مال فی سبیل اللہ دے دینے کا خیال ظاہر کیا۔ آنحضرت ﷺ نے سارے مال کو فی سبیل اللہ دینے سے منع فرمایا تو انہوں نے اپنی جائیداد خیر کو بچالیا، باقی کو خیرات کر دیا۔ اس سے بھی اندازہ لگانا چاہئے کہ قرآن و حدیث کی یہ غرض ہرگز نہیں کہ کوئی بھی مسلمان اپنے اہل و عیال سے بے نیاز ہو کر اپنی جائیداد فی سبیل اللہ بخش دے اور وارثین کو محتاج مفلس کر کے دنیا سے جائے۔ ایسا ہرگز نہ ہونا چاہئے کہ یہ وارثین کی حق تلفی ہوگی۔ امیر المؤمنین فی الحدیث سیدنا حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا یہی منشا ہے۔

(۱۳۲۶) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انیس یونس نے، انیس زہری نے، انیس نے کہا مجھے سعید بن مسیب نے خبر دی، انیس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین خیرات وہ ہے جس کے دینے کے بعد آدمی مالدار رہے۔ پھر صدقہ پہلے انیس دو جو تمہاری زیر پرورش ہیں۔

۱۴۲۶- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنَى، وَابْتَدَأَ بِمَنْ تَعُولُ)).

[أطرافه فی : ۱۴۲۸، ۵۳۵۵، ۵۳۵۶].

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ اپنے عزیز و اقرباء جملہ متعلقین اگر وہ مستحق ہیں تو صدقہ خیرات زکوٰۃ میں سب سے پہلے ان ہی کا حق ہے۔ اس لئے ایسے صدقہ کرنے والوں کو دو گئے ثواب کی بشارت دی گئی ہے۔

(۱۴۲۷) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے اپنے باپ سے بیان کیا، ان سے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور پہلے انہیں دو جو تمہارے بال بچے اور عزیز ہیں اور بہترین صدقہ وہ ہے جسے دے کر آدمی مالدار رہے اور جو کوئی سوال سے بچتا چاہے گا اسے اللہ تعالیٰ بھی محفوظ رکھتا ہے اور جو دوسروں (کے مال) سے بے نیاز رہتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ بے نیاز ہی بنا دیتا ہے۔

۱۴۲۷- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْيَدُ الْغُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، وَأَبْدَأُ بِمَنْ تَعُولُ، وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ عَنْ ظَهَرٍ غَنَى، وَمَنْ يَسْتَغْفِرْ يُعْفِهِ اللَّهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللَّهُ)).

(۱۴۲۸) اور وہیب نے بیان کیا کہ ہم سے ہشام نے اپنے والد سے بیان کیا، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اور ان سے نبی کریم ﷺ نے ایسا ہی بیان فرمایا۔

۱۴۲۸- وَعَنْ وَهْبٍ: قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِهَذَا. [راجع: ۱۴۲۶]

(۱۴۲۹) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ (دوسری سند) اور ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، ان سے مالک نے، ان سے نافع نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبکہ آپ منبر پر تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے صدقہ اور کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانے کا اور دوسروں سے مانگنے کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اوپر کا ہاتھ خرچ کرنے والے کا ہے اور نیچے کا ہاتھ مانگنے والے کا۔

۱۴۲۹- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ ح. وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمَنْبَرِ - وَذَكَرَ الصَّدَقَةَ وَالْعُقْفَ وَالْمَسْأَلَةَ ((الْيَدُ الْغُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى. فَالْيَدُ الْغُلْيَا هِيَ الْمُنْفِقَةُ، وَالسُّفْلَى هِيَ السَّائِلَةُ)).

تشیع

حضرت امام بخاری نے باب منعقدہ کے تحت ان احادیث کو لاکریہ ثابت فرمایا کہ ہر مرد مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ صاحب دولت بن کر اور دولت میں سے اللہ کا حق زکوٰۃ ادا کر کے ایسا رہنے کی کوشش کرے کہ اس کا ہاتھ ہمیشہ اوپر کا ہاتھ رہے اور تازیست نیچے والا نہ بنے یعنی دینے والا بن کر رہے نہ کہ لینے والا اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے والا۔ حدیث میں اس کی

بھی ترغیب ہے کہ احتیاج کے باوجود بھی لوگوں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاتا چاہئے بلکہ صبر و استقلال سے کام لے کر اپنے توکل علی اللہ اور خود داری کو قائم رکھتے ہوئے اپنی قوت بازو کی منت پر گزارہ کرنا چاہئے۔

۱۹- بَابُ الْمَنِّانِ بِمَا أُعْطِيَ، لِقَوْلِهِ

: [البقرة : ۲۶۲]

باب جو دے کر احسان جتائے اس کی مذمت کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ اپنا مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں اور جو کچھ انہوں نے خرچ کیا ہے اس کی وجہ سے نہ احسان جتلاتے ہیں اور نہ تکلیف دیتے ہیں

﴿الَّذِينَ يَنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُنْبِعُونَ مَا أَنْفَقُوا مِّنْ أَدْنَىٰ﴾ الآية

۲۰- بَابُ مَنْ أَحَبَّ تَعْجِيلَ الصَّدَقَةِ

مِنْ يَوْمِهَا

باب خیرات کرنے میں جلدی

کرنا چاہئے۔

(۱۴۳۰) ہم سے ابو عاصم نبیل نے عمر بن سعید سے بیان کیا، ان سے ابن ابی ملیکہ نے کہ عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز ادا کی پھر جلدی سے آپ گھر میں تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد باہر تشریف لے آئے۔ اس پر میں نے پوچھا کسی اور نے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں گھر کے اندر صدقہ کے سونے کا ایک ٹکڑا چھوڑ آیا تھا مجھے یہ بات پسند نہیں آئی کہ اسے تقسیم کئے بغیر رات گزاروں پس میں نے اس کو بانٹ دیا۔

۱۴۳۰- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ عَقْبَةَ بْنَ الْحَارِثِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ : صَلَّى بِنَا النَّبِيِّ ﷺ الْغَصْرَ فَأَسْرَعَ، ثُمَّ دَخَلَ أُنْيَتٍ فَلَمْ يَلْبِثْ أَنْ خَرَجَ، فَقُلْتُ - أَوْ قِيلَ - لَهُ فَقَالَ : ((كُنْتُ خَلَفْتُ فِي أُنْيَتٍ بِنَا مِنَ الصَّدَقَةِ فَكُرِهْتُ أَنْ أُبَيِّتَهُ، فَقَسَمْتُ)). [راجع : ۸۵۱]

(حدیث سے ثابت ہوا کہ خیرات اور صدقہ کرنے میں جلدی کرنا بہتر ہے۔ ایسا نہ ہو کہ موت آجائے یا مال باقی نہ رہے اور ثواب سے محروم رہ جائے۔ باب کا ایک مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صاحب نصاب سال تمام ہونے سے پہلے ہی اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دے۔ اس بارے میں مزید وضاحت اس حدیث میں ہے۔ ﴿عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَعْجِيلِ صَدَقَةِ قَبْلِ أَنْ تَحُلَ فَرُخَصَ لَهُ فِي ذَلِكَ﴾ (رواہ ابو داؤد و الترمذی و ابن ماجہ و الدارمی) یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ سے پوچھا کہ کیا وہ اپنی زکوٰۃ سال گزرنے سے پہلے بھی ادا کر سکتے ہیں؟ اس پر آپ نے ان کو اجازت بخش دی۔ قال ابن مالک هذا يدل على جواز تعجيل الزكوة بعد حصول النصاب قبل تمام الحول الخ (مرعاة) یعنی ابن مالک نے کہا کہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ نصاب مقررہ حاصل ہونے کے بعد سال پورا ہونے سے پہلے بھی زکوٰۃ ادا کی جاسکتی ہے۔

۲۱- بَابُ التَّخْرِيبِ عَلَى الصَّدَقَةِ،

وَالشَّفَاعَةِ فِيهَا

باب لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دلانا اور اس کے لئے

سفارش کرنا

۱۴۳۱- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَدِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((خَوَجَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ عَيْدٍ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَ وَلَا بَعْدَ. ثُمَّ مَالَ عَلَى النَّسَاءِ - وَ بِلَالٍ مَعَهُ - فَوَعظَهُنَّ، وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَتَصَدَّقْنَ، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي الْقَلْبَ وَالْخُرْصَ)). [راجع: ۹۸]

(۱۴۳۱) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عدی بن ثابت نے بیان کیا، ان سے سعید بن جبیر نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: ((خَوَجَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ عَيْدٍ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَ وَلَا بَعْدَ. ثُمَّ مَالَ عَلَى النَّسَاءِ - وَ بِلَالٍ مَعَهُ - فَوَعظَهُنَّ، وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَتَصَدَّقْنَ، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي الْقَلْبَ وَالْخُرْصَ)). [راجع: ۹۸]

باب کی مطابقت ظاہر ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے عورتوں کو خیرات کرنے کے لئے رغبت دلائی۔ اس سے صدقہ اور خیرات کی اہمیت پر بھی اشارہ ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ صدقہ اللہ پاک کے غضب اور غصہ کو بھادیتا ہے۔ قرآن پاک میں جگہ جگہ اتفاق فی سبیل اللہ کے لئے ترغیبات موجود ہیں۔ فی سبیل اللہ کا مفہوم بہت عام ہے۔

۱۴۳۲- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو بُرَيْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بُرَيْدَةَ حَدَّثَنَا أَبُو بُرَيْدَةَ بْنُ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا جَاءَهُ السَّائِلُ أَوْ طَلَبَتْ إِلَيْهِ حَاجَةٌ قَالَ: ((اشْفَعُوا تَوْجَرُوا، وَيَقْضِيَ اللَّهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ ﷺ مَا شَاءَ)). [أطرافه في: ۶۰۲۷، ۶۰۲۸، ۷۴۷۶]

(۱۴۳۲) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوبریدہ بن عبد اللہ بن ابی بربدہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوبریدہ بن ابی موسیٰ نے بیان کیا، اور ان سے ان کے باپ ابو موسیٰ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اگر کوئی مانگنے والا آتا یا آپ کے سامنے کوئی حاجت پیش کی جاتی تو آپ صحابہ کرام سے فرماتے کہ تم سفارش کرو کہ اس کا ثواب پاؤ گے اور اللہ پاک اپنے نبی کی زبان سے جو فیصلہ چاہے گا وہ دے گا۔

معلوم ہوا کہ حاجت مندوں کی حاجت اور غرض پوری کر دینا یا ان کے لئے سعی اور سفارش کر دینا بڑا ثواب ہے۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ صحابہ کرام کو سفارش کرنے کی رغبت دلاتے اور فرماتے کہ اگرچہ یہ ضروری نہیں ہے کہ تمہاری سفارش ضرور قبول ہو جائے۔ ہو گا وہی جو اللہ کو منظور ہے۔ مگر تم کو سفارش کا ثواب ضرور مل جائے گا۔

۱۴۳۳- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا تُؤْكِي فُيُوكِي عَلَيْكَ)). حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ عَبْدِ

(۱۴۳۳) ہم سے صدقہ بن الفضل نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبدہ نے ہشام سے خبر دی، انہیں ان کی بیوی فاطمہ بنت منذر نے اور ان سے اسماء رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ مجھ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ خیرات کو مت روک ورنہ تیرا رزق بھی روک دیا جائے گا۔

ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، اور ان سے عبدہ نے یہی

وَقَالَ: ((لَا تُخْصِي فَيُخْصِيَ اللَّهُ حَدِيثُ رَوَايَتِ كِي كَهْ غَنَنَ لَهْ لَهْ جَانَا وَرَهْ پهر الله بهی تجھے گن گن کر
ہی دے گا۔))

[أطرافه فی : ۱۴۳۴، ۲۵۹۰، ۲۵۹۱۔]

مقصد صدقہ کیلئے رغبت دلانا اور بخل سے نفرت دلانا ہے۔ یہ مقصد بھی نہیں ہے کہ سارا گھر لٹا کے کنگال بن جاؤ۔ یہاں تک فرمایا کہ تم اپنے ورثاء کو غنی چھوڑ کر جاؤ کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاتے پھرے۔ لیکن بعض اشخاص کے لئے کچھ اشتیاء بھی ہوتا ہے جیسے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جنہوں نے اپنا تمام ہی اثاثہ فی سبیل اللہ پیش کر دیا تھا اور کہا تھا کہ گھر میں صرف اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ کر آیا ہوں باقی سب کچھ لے ہوں یہ صدیق اکبر جیسے متوکل اعظم ہی کی شان ہو سکتی ہے ہر کسی کا یہ مقام نہیں۔ ہر حال اپنی طاقت کے اندر اندر صدقہ خیرات کرنا بہت ہی موجب برکات ہے۔ دوسرا باب اس مضمون کی مزید وضاحت کر رہا ہے۔

۲۲- بَابُ الصَّدَقَةِ فِيمَا اسْتَطَاعَ

(۱۴۳۴) ہم سے ابو عاصم (ضحاک) نے بیان کیا اور ان سے ابن جریج نے بیان کیا۔ (دوسری سند) اور مجھ سے محمد بن عبد الرحیم نے بیان کیا، ان سے حجاج بن محمد نے بیان کیا اور انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن جریج نے بیان کیا کہ مجھے ابن ابی ملیکہ نے خبر دی، انہیں عباد بن عبد اللہ بن زبیر نے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے خبر دی کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (مال کو) تھیلی میں بند کر کے نہ رکھنا ورنہ اللہ پاک بھی تمہارے لئے اپنے خزانے میں بندش لگا دے گا۔ جہاں تک ہو سکے لوگوں میں خیر خیرات تقسیم کرتی رہ۔

۱۴۳۴- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ. حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ عَنْ حَجَّاجِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَبَادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهَا جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((لَا تُوعِي قِيَوْمِي اللَّهُ عَلَيْكَ. اَرْضَخِي مَا اسْتَطَعْتَ)). [راجع: ۱۴۳۳]

باب صدقہ خیرات سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

(۱۴۳۵) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر نے اعمش سے بیان کیا، ان سے ابو داؤد نے، انہوں نے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فتنہ سے متعلق رسول اللہ ﷺ کی حدیث آپ لوگوں میں کس کو یاد ہے؟ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے کہا میں اس طرح یاد رکھتا ہوں جس طرح نبی اکرم ﷺ نے اس کو بیان فرمایا تھا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہیں اس کے بیان پر جرات ہے۔ اچھا تو آنحضور ﷺ نے فتنوں کے بارے میں کیا فرمایا تھا؟ میں نے کہا کہ (آپ نے فرمایا تھا) انسان کی

۲۳- بَابُ الصَّدَقَةِ تُكَفِّرُ الْخَطِيئَةَ
۱۴۳۵- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حَذِيفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((قَالَ عَمْرٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَيْكُمْ يَحْفَظُ حَدِيثَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْفِتَنِ؟ قَالَ: قُلْتُ أَنَا أَخْفَظُهُ كَمَا قَالَ. قَالَ: إِنَّكَ عَلَيْهِ لَجَرِيءٌ، فَكَيْفَ قَالَ؟ قُلْتُ: ((فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ تُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ وَالصَّدَقَةُ

آزمائش (فتنہ) اس کے خاندان، اولاد اور پڑوسیوں میں ہوتی ہے اور نماز، صدقہ اور اچھی باتوں کے لئے لوگوں کو حکم کرنا اور بری باتوں سے منع کرنا اس فتنے کا کفارہ بن جاتی ہیں۔ اعمش نے کہا ابو داؤد اسل کبھی یوں کہتے تھے۔ نماز اور صدقہ اور اچھی باتوں کا حکم دینا بری بات سے روکنا، یہ اس فتنے کو مٹانے والے نیک کام ہیں۔ پھر اس فتنے کے متعلق عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری مراد اس فتنہ سے نہیں۔ میں اس فتنے کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں جو سمندر کی طرح ٹھانٹیں مارتا ہوا پھیلے گا۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، میں نے کہا کہ امیر المؤمنین آپ اس فتنے کی فکر نہ کیجئے آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک بند دروازہ ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ وہ دروازہ توڑ دیا جائے گا یا صرف کھولا جائے گا۔ انہوں نے بتلایا نہیں بلکہ وہ دروازہ توڑ دیا جائے گا۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب دروازہ توڑ دیا جائے گا تو پھر کبھی بھی بند نہ ہو سکے گا ابو داؤد اسل نے کہا کہ ہاں پھر ہم رعب کی وجہ سے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ نہ پوچھ سکے کہ وہ دروازہ کون ہے؟ اس لئے ہم نے مسروق سے کہا کہ تم پوچھو۔ انہوں نے کہا کہ مسروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دروازہ سے مراد خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ ہم نے پھر پوچھا تو کیا عمر رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ آپ کی مراد کون تھی؟ انہوں نے کہا ہاں جیسے دن کے بعد رات کے آنے کو جانتے ہیں اور یہ اس لئے کہ میں نے جو حدیث بیان کی وہ غلط نہیں تھی۔

تشیخ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے بیان کی تعریف کی کیونکہ وہ اکثر آنحضرت ﷺ سے فتنوں اور فسادوں کے بارے میں جو آپ کے بعد ہونے والے تھے، پوچھتے رہا کرتے تھے۔ جبکہ دوسرے لوگوں کو اتنی جرأت نہ ہوتی تھی۔ اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ بے شک تو دل کھول کر ان کو بیان کرے گا کیونکہ تو ان کو خوب جانتا ہے۔ اس حدیث کو حضرت امام بخاری میں یہ ثابت کرنے کے لئے لائے کہ مدقہ گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

۲۴- بَابُ مَنْ تَصَدَّقَ فِي الشَّرِّ ثُمَّ

دیا اور پھر اسلام لے آیا

أَسْلَمَ

(۱۳۳۶) ہم سے عبد اللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں معمر نے زہری سے خبر دی، انہیں عروہ

۱۴۳۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ

وَالْمَعْرُوفُ))- قَالَ سُلَيْمَانُ : قَدْ كَانَ يَقُولُ : ((الصَّلَاةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ))- قَالَ : لَيْسَ هَذِهِ أَرِيدُ، وَلَكِنِّي أَرِيدُ الَّتِي تَمُوجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ. قَالَ : قُلْتُ لَيْسَ عَلَيْكَ مِنْهَا يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ بَأْسٌ، بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابٌ مَغْلَقٌ. قَالَ : فَيُكْسَرُ الْبَابُ أَمْ يَفْتَحُ؟ قَالَ قُلْتُ : لَا، بَلْ يُكْسَرُ. قَالَ : فَإِنَّهُ إِذَا كُسِرَ لَمْ يُغْلَقْ أَبَدًا. قَالَ قُلْتُ : أَجَلٌ. قَالَ : فَهَبْنَا أَنْ نَسْأَلَهُ مِنَ الْبَابِ. فَقُلْنَا لِمَسْرُوقٍ : سَلْهُ. قَالَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ : عَمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. قَالَ : قُلْنَا : أَفَعَلِمَ عَمَرُ مَنْ تَعْنِي؟ قَالَ : نَعَمْ، كَمَا أَنَّ ذُونَ عَدْبٍ لَيْلَةً. وَذَلِكَ أَنِّي حَدَّثْتُهُ حَدِيثًا لَيْسَ بِالْأَعْلَىطِ)). [راجع: ۵۲۵]

نے اور ان سے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان نیک کاموں سے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں جنہیں میں جاہلیت کے زمانہ میں صدقہ، غلام آزاد کرنے اور صلہ رحمی کی صورت میں کیا کرتا تھا۔ کیا ان کا مجھے ثواب ملے گا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی ان تمام نیکیوں کے ساتھ اسلام لائے ہو جو پہلے گزر چکی ہیں۔

الْزُّهْرِيُّ عَنْ غُرَازَةَ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : ((قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ أَشْيَاءَ كُنْتُ أَتَحَنُّ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صَدَقَةٍ أَوْ عَنَاقَةٍ وَصِلَةٍ رَجِمَ لَهَا فِيهَا مِنْ أُخْرَى؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَسَلَّمْتَ عَلَى مَا سَلَفَ مِنْ خَيْرٍ)).

[اطرافہ فی : ۲۲۲۰، ۲۵۳۸، ۵۹۹۲]۔

امام بخاری نے اس حدیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ اگر کافر مسلمان ہو جائے تو کفر کے زمانہ کی نیکیوں کا بھی ثواب ملے گا۔ یہ اللہ پاک کی عنایت ہے۔ اس میں کسی کا کیا اجارہ ہے۔ بادشاہ حقیقی کے پیغمبر نے جو کچھ فرمایا وہی قانون ہے۔ اس سے زیادہ صراحت دار قطنی کی روایت میں ہے کہ جب کافر اسلام لاتا ہے اور اچھی طرح مسلمان ہو جاتا ہے تو اس کی ہر نیکی جو اس نے اسلام سے پہلے کی تھی، لکھ لی جاتی ہے اور ہر برائی جو اسلام سے پہلے کی تھی منادی جاتی ہے۔ اس کے بعد ہر نیکی کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک ملتا رہتا ہے اور ہر برائی کے بدلے ایک برائی لکھی جاتی ہے۔ بلکہ ممکن ہے اللہ پاک اسے بھی معاف کر دے۔

باب خادم نوکر کا ثواب، جب وہ مالک کے حکم کے مطابق خیرات دے اور کوئی بگاڑ کی نیت نہ ہو

۲۵- بَابُ أَجْرِ الْخَادِمِ إِذَا تَصَدَّقَ بِأَمْرِ صَاحِبِهِ غَيْرَ مُفْسِدٍ

(۱۳۳۷) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جریر نے اعمش سے بیان کیا، ان سے ابو وائل نے، ان سے مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بیوی اپنے خاوند کے کھانے میں سے کچھ صدقہ کرے اور اس کی نیت اسے برپا کرنے کی نہیں ہوتی تو اسے بھی اس کا ثواب ملتا ہے اور اس کے خاوند کو کمانے کا ثواب ملتا ہے۔ اسی طرح خزانچی کو بھی اس کا ثواب ملتا ہے۔

۱۴۳۷- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا تَصَدَّقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا، وَلِزَوْجِهَا بِمَا كَسَبَ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ)).

یعنی بیوی کی خاوند کے مال کو بیکار تباہ کرنے کی نیت نہ ہو تو اس کو بھی ثواب ملے گا۔ خاوند کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ مگر بیوی اور خدمتگار میں فرق ہے۔ بیوی بغیر خاوند کی اجازت کے اس کے مال میں سے خیرات کر سکتی ہے لیکن خدمت گار ایسا نہیں کر سکتا۔ اکثر علماء کے نزدیک بیوی کو بھی اس وقت تک خاوند کے مال سے خیرات درست نہیں جب تک امتلا یا تفصیلاً اس نے اجازت نہ دی ہو اور امام بخاری کے نزدیک بھی یہی مختار ہے۔ بعضوں نے کہا یہ عرف اور دستور پر موقوف ہے یعنی بیوی پکا ہوا کھانا وغیرہ ایسی تھوڑی چیزیں جن کے دینے سے کوئی ناراض نہیں ہوتا، خیرات کر سکتی ہے گو خاوند کی اجازت نہ ملے۔

(۱۳۳۸) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، ان سے برید بن عبد اللہ نے، ان سے ابو بردہ نے اور ان سے

۱۴۳۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أَسَمَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ

عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْخَاِزِنُ الْمُسْلِمُ الْأَمِينُ الَّذِي يُنْفِقُ - وَرَبَّمَا قَالَ: يُعْطِي - مَا أَمَرَ بِهِ كَامِلًا مُؤَفَّرًا طَيِّبٌ بِهِ نَفْسُهُ فَيُذْفَعُهُ إِلَى الَّذِي أَمَرَ لَهُ بِهِ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِينَ)).

[طرفاء فی : ۲۲۶۰، ۲۳۱۹۔]

۲۶- بَابُ أَجْرِ الْمَرْأَةِ إِذَا تَصَدَّقَتْ أَوْ أَطْعَمَتْ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا غَيْرِ مُفْسِدَةٍ

۱۴۳۹- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ وَالْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ تَعْنِي إِذَا تَصَدَّقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا ح.

۱۴۴۰- حَدَّثَنَا غَمْرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا أَطْعَمَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ لَهَا أَجْرُهَا وَلَهُ مِثْلُهُ وَلِلْخَاِزِنِ مِثْلُ ذَلِكَ، لَهُ بِمَا اكْتَسَبَ وَلَهَا بِمَا أَنْفَقَتْ)).

ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ خازن مسلمان امانتدار جو کچھ بھی خرچ کرتا ہے اور بعض دفعہ فرمایا وہ چیز پوری طرح دیتا ہے جس کا اسے سرمایہ کے مالک کی طرف سے حکم دیا گیا اور اس کا دل بھی اس سے خوش ہے اور اسی کو دیا ہے جسے دینے کے لئے مالک نے کہا تھا تو وہ دینے والا بھی صدقہ دینے والوں میں سے ایک ہے۔

باب عورت کا ثواب جب وہ اپنے شوہر کی چیز میں سے صدقہ دے یا کسی کو کھلائے اور ارادہ گھر بگاڑنے کا نہ ہو۔

(۱۳۳۹) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعبہ نے خبر دی، کہا کہ ہم سے منصور بن معمر اور اعمش دونوں نے بیان کیا، ان سے ابوالاکل نے، ان سے مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے کہ جب کوئی عورت اپنے شوہر کے گھر (کے مال) سے صدقہ کرے۔

(۱۳۴۰) (دوسری سند) امام بخاری نے کہا اور مجھ سے عمر بن حفص نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، ان سے ابوالاکل شقیق نے، ان سے مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب بیوی اپنے شوہر کے مال میں سے کسی کو کھلائے اور اس کا ارادہ گھر کو بگاڑنے کا بھی نہ ہو تو اسے اس کا ثواب ملتا ہے اور شوہر کو بھی ویسا ہی ثواب ملتا ہے اور خزانچی کو بھی ویسا ہی ثواب ملتا ہے۔ شوہر کو کمانے کی وجہ سے ثواب ملتا ہے اور عورت کو خرچ کرنے کی وجہ سے۔

تشیع حضرت امام بخاری نے اس حدیث کو تین طریقوں سے بیان کیا اور یہ تکرار نہیں ہے کیونکہ ہر ایک باب کے الفاظ جدا ہیں۔ کسی میں اذا تصدقت المرأة ہے کہ کسی میں اذا اطعمت المرأة ہے کسی میں من بیت زوجها ہے کسی میں من طعام بیٹھا ہے اور ظاہر حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ تینوں کو برابر برابر ثواب ملے گا۔ دوسری روایت میں ہے کہ عورت کو مرد کا آدھا ثواب ملے گا۔ قسطلانی نے کہا کہ داروغہ کو بھی ثواب ملے گا۔ مگر مالک کی طرح اس کو دو گنا ثواب نہ ہو گا۔ (وحیدی)

(۱۳۴۱) ہم سے یحییٰ بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر بن عبد الحمید نے منصور سے بیان کیا، ان سے ابو وائل شقیق نے، ان سے مسروق نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جب عورت اپنے گھر کے کھانے کی چیز سے اللہ کی راہ میں خرچ کرے اور اس کا ارادہ گھر کو بگاڑنے کا نہ ہو تو اسے اس کا ثواب ملے گا اور شوہر کو کمانے کا ثواب ملے گا، اسی طرح خزانچی کو بھی ایسا ہی ثواب ملے گا۔

عورت کا خرچ کرنا اس شرط کے ساتھ ہے کہ اس کی نیت گھر برباد کرنے کی نہ ہو۔ بعض دفعہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ خاوند کی اجازت حاصل کرے۔ مگر معمولی کھانے پینے کی چیزوں میں ہر وقت اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں خازن یا خادم کے لئے بغیر اجازت کوئی پیسہ اس طرح خرچ کر دینا جائز نہیں ہے۔ جب بیوی اور خادم بائیں طور خرچ کریں گے تو اصل مالک یعنی خاوند کے ساتھ وہ بھی ثواب میں شریک ہوں گے۔ اگرچہ ان کے ثواب کی حیثیت الگ الگ ہوگی۔ حدیث کا مقصد بھی سب کے ثواب کو برابر قرار دینا نہیں ہے۔

باب (سورۃ واللیل میں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

جس نے (اللہ کے راستے میں) دیا اور اس کا خوف اختیار کیا اور اچھائیوں کی (یعنی اسلام کی) تہدیت کی تو ہم اس کے لئے آسانی کی جگہ یعنی جنت آسان کر دیں گے۔ لیکن جس نے بخل کیا اور بے پروائی برتی اور اچھائیوں (یعنی اسلام کو) جھٹلایا تو اسے ہم دشواریوں میں (یعنی دوزخ میں) پھنسا دیں گے اور فرشتوں کی اس دعا کا بیان کہ اے اللہ! مال خرچ کرنے والے کو اس کا اچھا بدلہ عطا فرما۔

(۱۳۴۲) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے میرے بھائی ابو بکر بن ابی اویس نے بیان کیا، ان سے سلیمان بن بلال نے، ان سے معاویہ بن ابی مزرود نے، ان سے ابو الجہاد سعید بن یسار نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ جب بندے صبح کو اٹھتے ہیں تو دو فرشتے آسمان سے نہ اترتے ہوں۔ ایک فرشتہ تو یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدلہ دے۔ اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ! مسک اور بخیل کے مال کو تلف کر دے۔

۱۴۴۱- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ فَلَهَا أَجْرُهَا، وَلِلزَّوْجِ بِمَا اكْتَسَبَ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ)).

تَشْرِيحُ

۲۷- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ:

﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى، وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى. وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَى، وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى، فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَى﴾ [اللیل: ۵]

اللَّهُمَّ أَعْظِ مُنْفِقَ مَالٍ خَلْفًا.

۱۴۴۲- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي مُزَرَّدٍ عَنْ أَبِي الْحُبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا: اللَّهُمَّ أَعْظِ مُنْفِقًا خَلْفًا، وَيَقُولُ الْآخَرُ: اللَّهُمَّ أَعْظِ مُمْسِكًا تَلَفًا)).

ابن ابی حاتم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے۔ تب اللہ پاک نے یہ آیت اتاری ﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ﴾ آخر تک اور اس روایت کو باب میں اس آیت کے تحت ذکر کرنے کی وجہ بھی معلوم ہوگئی۔

باب صدقہ دینے والے کی اور بخیل کی مثال کا بیان

(۱۴۴۳) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن طاؤس نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ طاؤس نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بخیل اور صدقہ دینے والے کی مثال ایسے دو شخصوں کی طرح ہے جن کے بدن پر لوہے کے دو کرتے ہیں۔ (دوسری سند) امام بخاری نے کہا اور ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، کہا کہ ہمیں ابوالزناد نے خبر دی کہ عبد اللہ بن ہرمزاعرج نے ان سے بیان کیا اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو یہ کہتے سنا کہ بخیل اور خرچ کرنے والے کی مثال ایسے دو شخصوں کی سی ہے جن کے بدن پر لوہے کے دو کرتے ہوں چھاتیوں سے ہنسی تک۔ جب خرچ کرنے کا عادی (بخی) خرچ کرتا ہے تو اس کے تمام جسم کو (وہ کرتے) چھپا لیتا ہے یا (راوی نے یہ کہا کہ) تمام جسم پر وہ پھیل جاتا ہے اور اس کی انگلیاں اس میں چھپ جاتی ہے اور چلنے میں اس کے پاؤں کا نشان مٹا جاتا ہے۔ لیکن بخیل جب بھی خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کرتے کا ہر حلقہ اپنی جگہ سے چٹ جاتا ہے۔ بخیل اسے کشادہ کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ کشادہ نہیں ہو پاتا۔ عبد اللہ بن طاؤس کے ساتھ اس حدیث کو حسن بن مسلم نے بھی طاؤس سے روایت کیا، اس میں دو کرتے ہیں۔

(۱۴۴۴) اور حنظلہ نے طاؤس سے دو زہریں نقل کیا ہے اور لیث بن سعد نے کہا مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا، انہوں نے عبد الرحمن بن ہرمز سے سنا کہا کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر یہی حدیث بیان کی اس میں دو زہریں ہیں۔

۲۸- بَابُ مَثَلِ الْمُتَصَدِّقِ وَالْبَخِيلِ

۱۴۴۳- حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبٌ

قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ:

((مَثَلُ الْبَخِيلِ وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ)). ح. وَحَدَّثَنَا

أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو الزِّنَادِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ

سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((مَثَلُ الْبَخِيلِ

وَالْمُنْفِقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ مِنْ تُدْيِهِمَا إِلَى تَوَاقِيهِمَا. فَأَمَّا

الْمُنْفِقُ فَلَا يُنْفِقُ إِلَّا سَبْعَ - أَوْ وَفَرَّتْ - عَلَى جِلْدِهِ حَتَّى تُخْفِيَ بَنَانَهُ وَتَعْفُوا

آثَرَهُ. وَأَمَّا الْبَخِيلُ فَلَا يُرِيدُ أَنْ يُنْفِقُ شَيْئًا إِلَّا لَرَقَتْ كُلُّ حَلَقَةٍ مَكَانَهَا، فَهُوَ يُوسِّعُهَا

وَلَا تَسْخُ). تَابَعَهُ الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ فِي الْجُبَّتَيْنِ.

[أطرافه في : ١٤٤٤، ٢٩١٧، ٥٢٩٩،

[٥٧٩٧]

١٤٤٤- وَقَالَ حَنْظَلَةُ عَنْ طَاوُسٍ

((جُبَّتَانِ)). وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي جَعْفَرٌ عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ

اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ((جُبَّتَانِ)).

[راجع: ١٤٤٣]

تفسیر اس حدیث میں بخیل اور متصدق کی مثالیں بیان کی گئی ہیں۔ سخی کی زرہ اتنی نیچی ہو جاتی ہے جیسے بست نچا کپڑا آدمی جب چلے تو وہ زمین پر گھسٹا رہتا ہے اور پاؤں کا نشان مٹا دیتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سخی آدمی کا دل روپیہ خرچ کرنے سے خوش ہوتا ہے اور کشادہ ہو جاتا ہے۔ بخیل کی زرہ پہلے ہی مرحلہ پر اس کے سینے سے چٹ کر رہ جاتی ہے اور اس کو سخاوت کی توفیق ہی نہیں ہوتی۔ اس کے ہاتھ زرہ کے اندر مقید ہو کر رہ جاتے ہیں۔

حسن بن مسلم کی روایت کو امام بخاری نے کتاب اللباس میں اور حنظلہ کی روایت کو اسماعیل نے وصل کیا اور لیث بن سعد کی روایت اس سند سے نہیں ملی۔ لیکن ابن حبان نے اس کو دوسری سند سے لیث سے نکالا۔ جس طرح کہ حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے۔

۲۹۔ بابُ صَدَقَةِ الْكَسْبِ

باب محنت اور سوداگری کے مال میں سے

خیرات کرنا ثواب ہے۔

وَالْتَّجَارَةِ، لِقَوْلِهِ تَعَالَى :

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفَقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ﴾
 ﴿إِنِ اللَّهُ غَنِيَ حَمِيدٌ﴾
 [البقرة: ۲۶۷]۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے (سورہ بقرہ میں) فرمایا کہ اے ایمان والو! اپنی کمائی کی عمدہ پاک چیزوں میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو اور ان میں سے بھی جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کی ہیں۔ آخر آیت غنی حمید تک

تفسیر حضرت امام بخاری نے اشارہ کیا اس روایت کی طرف جو مجاہد سے منقول ہے کہ کسب اور کمائی سے اس آیت میں تجارت اور سوداگری مراد ہے اور زمین سے جو چیز اگائیں ان سے غلہ اور کھجور وغیرہ مراد ہے۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں۔

هكذا أورده هذا الترجمة مقتصرًا على الآية بغير حديث وكانه أشار إلى ما رواه شعبة عن الحكم عن مجاهد في هذا الآية يا أيها الذين آمنوا أنفقوا من طيبات ما كسبتم الآية قال من التجارة الحلال أخرجه الطبري وابن أبي حاتم من طريق آدم عنه وأخرجه الطبري من طريق هشيم عن شعبة ولفظه من الطيبات ما كسبتم قال من التجارة ومما أخرجنا لكم من الأرض قال من الثمار ومن طريق أبي بكر الهذلي عن محمد بن سيرين عن عبيدة بن عمرو عن علي قال في قوله ومما أخرجنا لكم من الأرض قال يعني من الحب والتمر وكل شئ عليه زكاة وقال الزين ابن المنير لم يقيد الكسب في الترجمة بالطيب كما في الآية استغناء عن ذلك بما تقدم في ترجمة باب الصدقة من كسب طيب (فتح الباري)

یعنی یہاں اس باب میں حضرت امام بخاری نے صرف اس آیت کے نقل کر دیئے کو کافی سمجھا اور کوئی حدیث یہاں نہیں لائے۔ گویا آپ نے اس روایت کی طرف اشارہ کر دیا جسے شعبہ نے حکم سے اور حکم نے مجاہد سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ "من طيبات ما كسبتم" سے مراد حلال تجارت ہے۔ اسے طبری نے روایت کیا ہے اور ابن ابی حاتم نے طریق آدم سے اور طبری نے طریق شمس سے بھی شعبہ سے اسے روایت کیا ہے۔ اور ان کے لفظ یہ کہ طيبات ما كسبتم سے مراد تجارت ہے اور مما أخرجنا لكم سے مراد پھل وغیرہ ہیں جو زمین سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور طریق ابوبکر ہذلی میں محمد بن سيرين سے 'انہوں نے عبيدة بن عمرو سے' انہوں نے حضرت علی سے کہ مما أخرجنا لكم من الأرض سے مراد دانے اور کھجور ہیں اور ہر وہ چیز جس پر زکوٰۃ واجب ہے مراد ہے۔ زمین ابن منیر نے کہا کہ یہاں باب میں امام بخاری نے کسب کو طیب کے ساتھ مقید نہیں کیا۔ جیسا کہ آیت مذکور میں ہے 'یہ اس لئے کہ حضرت امام پہلے ایک باب میں کسب کے ساتھ طیب کی قید لگا چکے ہیں۔

باب ہر مسلمان پر صدقہ کرنا ضروری ہے اگر (کوئی چیز دینے کے لئے) نہ ہو تو اس کے لئے اچھی بات پر عمل کرنا یا اچھی بات دو سرے کو بتلادینا بھی خیرات ہے۔

۳۰۔ بَابُ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوفِ

(۱۴۳۵) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سعید بن ابی بردہ نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ ابو بردہ نے ان کے دادا ابو موسیٰ اشعری سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر صدقہ کرنا ضروری ہے۔ لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے نبی! اگر کسی کے پاس کچھ نہ ہو؟ آپ نے فرمایا کہ پھر اپنے ہاتھ سے کچھ کما کر خود کو بھی نفع پہنچائے اور صدقہ بھی کرے۔ لوگوں نے کہا اگر اس کی طاقت نہ ہو؟ فرمایا کہ پھر کسی حاجت مند فریادی کی مدد کرے۔ لوگوں نے کہا اگر اس کی بھی سکت نہ ہو۔ فرمایا پھر اچھی بات پر عمل کرے اور بری باتوں سے باز رہے۔ اس کا یہی صدقہ ہے۔

۱۴۴۵۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي بَرْزَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ)). فَقَالُوا: يَا نَبِيَّ اللَّهِ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ؟ قَالَ: ((يَعْمَلُ بِيَدِهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ)). قَالُوا: فَإِنْ لَمْ يَجِدْ؟ قَالَ: ((يُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوفَ)). قَالُوا: فَإِنْ لَمْ يَجِدْ؟ قَالَ: ((فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوفِ، وَلْيُمْسِكِ عَنِ الشَّرِّ، فَإِنَّهَا لَهُ صَدَقَةٌ)).

[طرفہ فی: ۶۰۲۲].

تشریح امام بخاری نے اوپ میں جو روایت نکالی ہے اس میں یوں ہے کہ اچھی یا نیک بات کا حکم کرے۔ ابو داؤد طیالسی نے اتنا اور زیادہ کیا اور بری بات سے منع کرے۔ معلوم ہوا جو شخص نادار ہو اس کے لیے وحظ و نصیحت میں صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔ (وحیدی)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

قال الشيخ ابو محمد بن ابي جمره نفع الله به ترتيب هذا الحديث انه ندب الى الصدقة وعند العجز عنها ندب الى ما يقرب منها او يقوم مقامها وهو العمل والانتفاع وعند العجز عن ذلك ندب الى ما يقوم مقامه وهو الاغاثة وعند عدم ذلك ندب الى فعل المعروف اي من سوى ما تقدم كاماطة الاذى وعند عدم ذلك ندب الى الصلوة فان لم يطق فترك الشر وذلك آخر المراتب قال ومعنى الشرهنا ما منع الشرع فيه تسلية للعاجز عن فعل المنذوبات اذا كان عجزه عن ذلك عن غير اختيار (فتح الباری)

مختصر یہ کہ امام بخاری نے اس حدیث کو لاکر یہاں درجہ بدرجہ صدقہ کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔ جب مالی صدقہ کی توفیق نہ ہو تو جو بھی کام اس کے قائم مقام ہو سکے وہی صدقہ ہے۔ مثلاً اچھے کام کرنا اور دوسروں کو اپنی ذات سے نفع پہنچانا، جب اس کی بھی توفیق نہ ہو تو کسی معیبت زدہ کی فریاد رسی کر دینا اور یہ بھی نہ ہو سکے تو کوئی اور نیک کام کر دینا مثلاً یہ کہ راستہ میں سے تکلیف دینے والی چیزوں کو دور کر دیا جائے۔ پھر نماز کی طرف رغبت دلائی کہ یہ بھی بہترین کام ہے۔ آخری مرتبہ یہ کہ برائی کو ترک کر دینا جسے شریعت نے منع کیا ہے۔ یہ بھی ثواب کے کام ہیں اور اس میں اس شخص کے لئے تسلی دلاتا ہے جو افعال خیر سے بالکل عاجز ہو۔ ارشاد باری ہے اَوْ مِمَّا يَنْفَعُ الْغَنَىٰ فَلْيُكْفِرْهُ (آل عمران: ۱۱۵) لوگ جو کچھ بھی نیک کام کرتے ہیں وہ ضائع نہیں جاتا۔ بلکہ اس کا بدلہ کسی نہ کسی

کھل میں ضرور ضرور ملتا ہے۔ قدرت کا یہی قانون ہے۔ ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾ (الزلزال: ۹۹) جو ایک ذرہ برابر خیر کرے گا وہ اسے بھی دیکھ لے گا اور جو ذرہ برابر شر کرے گا وہ اسے بھی دیکھ لے گا۔

از مکانات غافل مشو گندم از گندم بروید جو زجو

باب زکوٰۃ یا صدقہ میں کتنا مال دینا درست ہے اور اگر کسی

نے ایک پوری بکری دے دی؟

(۱۴۳۶) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو شہاب نے بیان کیا، ان سے خالد حذاء نے، ان سے حفصہ بنت سیرین نے اور ان سے ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہ نسیب نامی ایک انصاری عورت کے ہاں کسی نے ایک بکری بھیجی (یہ نسیب نامی انصاری عورت خود ام عطیہ ہی کا نام ہے)۔ اس بکری کا گوشت انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں بھیج دیا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ان سے دریافت کیا کہ تمہارے پاس کھانے کو کوئی چیز ہے؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اور تو کوئی چیز نہیں البتہ اس بکری کا گوشت جو نسیب نے بھیجا تھا، وہ موجود ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہی لاؤ اب اس کا کھانا درست ہو گیا۔

۳۱- بَابُ قَدْرُ كَمْ يُعْطَى مِنَ

الرَّكَاءَةِ وَالصَّدَقَةِ؟ وَمَنْ أُعْطِيَ شَاةً

۱۴۴۶- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ عَنْ خَالِدِ الْحَذَاءِ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((بُعِثَ إِلَيَّ نُسَيْبَةُ الْأَنْصَارِيَّةِ بِشَاةٍ، فَأَرْسَلْتُ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا مِنْهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((عِنْدَكُمْ شَيْءٌ؟)) فَقُلْتُ: لَا، إِلَّا مَا أَرْسَلْتُ بِهِ نُسَيْبَةً مِنْ تِلْكَ الشَّاةِ، فَقَالَ: ((هَاتِ، فَقَدْ بَلَغَتْ مَجْلَهَا)).

[طرفہ فی : ۱۴۹۴، ۲۵۷۹]۔

تفسیر باب کا مطلب یوں ثابت ہوا کہ پوری بکری بطور صدقہ نسیبہ کو بھیجی گئی۔ اب ام عطیہ نے جو تھوڑا گوشت اس بکری میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تحفہ کے طور پر بھیجا۔ اس سے یہ نکلا کہ تھوڑا گوشت بھی صدقہ دے سکتے ہیں کیونکہ ام عطیہ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھیجنا گو صدقہ نہ تھا مگر ہدیہ تھا۔ پس صدقہ کو اس پر قیاس کیا۔ ابن مزیر نے کہا کہ امام بخاری نے یہ باب لاکر ان لوگوں کا رد کیا جو زکوٰۃ میں ایک فقیر کو اتنا دے دینا مکروہ سمجھتے ہیں کہ وہ صاحب نصاب ہو جائے۔ امام ابو حنیفہ سے ایسا ہی منقول ہے لیکن امام محمد نے کہا اس میں کوئی قباح نہیں۔ (وحیدی)

آنحضرت ﷺ نے اس بکری کے گوشت کو اس لئے کھانا حلال قرار دیا کہ جب فقیر ایسے مال سے تحفہ کے طور پر کچھ بھیج دے تو وہ درست ہے۔ کیونکہ ملک کے بدل جانے سے حکم بھی بدل جاتا ہے۔ یہی مضمون بریرہ کی حدیث میں بھی وارد ہے۔ جب بریرہ نے صدقہ کا گوشت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تحفہ بھیجا تھا تو آپ نے فرمایا تھا۔ ہو لہا صدقہ ولنا ہدیہ (وحیدی) وہ اس کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے اس کی طرف سے تحفہ ہے۔

باب چاندی کی زکوٰۃ کا بیان

(۱۴۳۷) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں عمرو بن یحییٰ مازنی نے، انہیں ان کے باپ یحییٰ نے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابو سعید

۳۲- بَابُ زَكَاةِ الْوَرِقِ

۱۴۴۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدَ الْخُدْرِيَّ

خدری رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ اونٹ سے کم میں زکوٰۃ نہیں اور پانچ اوقیہ سے کم (چاندی) میں زکوٰۃ نہیں۔ اسی طرح پانچ وسق سے کم (غلہ) میں زکوٰۃ نہیں۔

ہم سے محمد بن ثنیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد الوہاب ثقفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عمرو بن یحییٰ نے خبر دی، انہوں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی حدیث کو سنا۔

قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((لَيْسَ فِيمَا ذُوْن خَمْسِ ذُوْدٍ صَدَقَةٌ مِنَ الْإِبِلِ، وَلَيْسَ فِيمَا ذُوْن خَمْسِ أَوْاقٍ صَدَقَةٌ، وَلَيْسَ فِيمَا ذُوْن خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ)).

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ سَمْعٍ أَبَاهُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ

بِهَذَا [راجع: ۱۴۰۵]

تشریح یہ حدیث ابھی اوپر باب مادی زکوٰۃ فلیس بکنز میں گزر چکی ہے اور وسق اور اوقیہ کی مقدار بھی وہیں مذکور ہو چکی ہے۔ پانچ اوقیہ دو سو درم کے ہوتے ہیں۔ ہر درم چھ دانق کا۔ ہر دانق ۸ جو اور ۵/۲ جو کا۔ تو درم ۵۰ جو اور ۵/۲ جو کا ہوا۔ بعضوں نے کہا کہ درم چار ہزار اور دو سو رائی کے دانوں کا ہوتا ہے۔ اور دینار ایک درم اور ۷/۳ درم کا یا چھ ہزار رائی کے دانوں کا۔ ایک قیراط ۸/۳ دانق کا ہوتا ہے۔

مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی مرحوم فرماتے ہیں کہ سونے کا نصاب بیس مثقال ہے جس کا وزن ساڑھے سات تولہ ہوتا ہے اور چاندی کا نصاب دو سو درہم ہے جن کے سکہ رائج الوقت دہلی سے ۵۶ روپے کا بنتے ہیں۔

وقال شيخ مشايخنا العلامة الشيخ عبدالله الغازي في رسالته ما معرب به نصاب الفضة ما تنا درهم اى خمسون واثنان تولجة ونصف تولجة وهى تساوى ستين روية من الروبية الانكليزية المناقضة فى الهند فى زمن الانكليز التى تكون بقدر عشر مابهجة ونصف مابهجة وقال الشيخ بحر العلوم اللكوى الحنفى فى رسائل الاركان الاربعة ص ۱۷۸ وزن مائتى درهم وزن خمس وخمسين روية وكل روية احد عشر ماشج (مرعاة جلد ۳ ص ۴۱)

ہمارے شیخ المشائخ علامہ حافظ عبد اللہ غازی پوری فرماتے ہیں کہ چاندی کا نصاب دو سو درہم ہیں یعنی ساڑھے باون تولہ اور یہ انگریزی دور کے مروجہ چاندی کے روپے سے ساٹھ روپوں کے برابر ہوتی ہے۔ جو روپیہ تقریباً ساڑھے گیارہ ماشہ کا مروج تھا۔ مولانا بحر العلوم لکھنؤی فرماتے ہیں کہ دو سو درہم وزن چاندی ۵۵ روپے کے برابر ہے اور ہر روپیہ گیارہ ماشہ کا ہوتا ہے۔ ہمارے زمانہ میں چاندی کا نصاب اوزان ہند کی مناسبت سے ساڑھے باون تولہ چاندی ہے۔

خلاصہ یہ کہ غلہ میں پانچ وسق سے کم پر عشر نہیں ہے اور پانچ وسق اکیس من ساڑھے سینتیس سیر وزن ۸۰ تولہ کے سیر کے حساب سے ہوتا ہے۔ کیونکہ ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور صاع ۲۳۴ تولے (۶ تولہ کم ۳ سیر) کا ہوتا ہے۔ پس ایک وسق چار من ساڑھے پندرہ سیر کا ہوا۔

اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اس حساب سے ساڑھے سات تولہ سونا پر چالیسواں حصہ زکوٰۃ فرض ہے اور چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

باب زکوٰۃ میں (چاندی سونے کے سوا اور) اسباب کا لینا

۳۳- بَابُ الْفَرَضِ فِي الزَّكَاةِ

جمہور علماء کے نزدیک زکوٰۃ میں چاندی سونے کے سوا دوسرے اسباب کا لینا درست نہیں۔ لیکن حنفیہ نے اس کو جائز کہا ہے اور امام بخاری نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

وَقَالَ طَاوُسٌ: قَالَ مُعَاذُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِأَهْلِ الْيَمَنِ: أَتُونِي بِعَرَضِ ثِيَابٍ خَمِيصٍ أَوْ لَيْسَ لِي الصَّدَقَةُ مَكَانَ الشَّعِيرِ وَالذُّرَّةِ، أَهْوَنُ عَلَيْكُمْ، وَخَيْرٌ لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ.

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وَأَمَّا خَالِدٌ فَقَدْ اخْتَبَسَ أَذْرَاعَهُ وَأَغْنَدَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ)). وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((تَصَدَّقْ وَلَوْ مِنْ خَلْيُكُنْ)) فَلَمْ يَسْتَشِرْ صَدَقَةَ الْغَرَضِ مِنْ غَيْرِهَا. فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تَلْقِي خُرُصَهَا وَسَخَابَهَا. وَلَمْ يَخْصُ الذَّهَبُ وَالْفِضَّةُ مِنَ الْغَرُوضِ.

اور طاووس نے بیان کیا کہ معاذ رضی اللہ عنہ نے یمن والوں سے کہا تھا کہ مجھے تم صدقہ میں جو اور جوار کی جگہ سامان واسباب یعنی خمیسہ (دھاری دار چادریں) یا دوسرے لباس دے سکتے ہو جس میں تمہارے لئے بھی آسانی ہوگی اور مدینہ میں نبی کریم ﷺ کے اصحاب کے لئے بھی بہتری ہوگی اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ خالد نے تو اپنی زرہیں اور ہتھیار اور گھوڑے سب اللہ کے راستے میں وقف کر دیئے ہیں۔ (اس لئے ان کے پاس کوئی ایسی چیز ہی نہیں جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی۔ یہ حدیث کا ٹکڑا ہے وہ آئندہ تفصیل سے آئے گی) اور نبی کریم ﷺ نے (عید کے دن عورتوں سے) فرمایا کہ صدقہ کرو خواہ تمہیں اپنے زیور ہی کیوں نہ دیئے پڑ جائیں تو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ اسباب کا صدقہ درست نہیں۔ چنانچہ (آپ کے اس فرمان پر) عورتیں اپنی بالیاں اور ہار ڈالنے لگیں آنحضور ﷺ نے (زکوٰۃ کے لئے) سونے چاندی کی بھی کوئی تخصیص نہیں فرمائی۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے یمن والوں کو اس لئے یہ فرمایا کہ اول تو جو اور جوار کا یمن سے مدینہ تک لانے میں خرچ بہت پڑتا۔ پھر اس وقت مدینہ میں صحابہ کو غلہ سے بھی زیادہ کپڑوں کی حاجت تھی تو معاذ نے زکوٰۃ میں کپڑوں وغیرہ اسباب ہی کا لینا مناسب جانا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے اسباب کو وقف کرنے سے حضرت امام بخاری نے یہ نکالا کہ زکوٰۃ میں اسباب دینا درست ہے۔ اگر خالد رضی اللہ عنہ نے ان چیزوں کو وقف نہ کیا ہوتا تو ضرور ان میں سے کچھ زکوٰۃ میں دیتے۔ بعضوں نے تو یوں توجیہ کی ہے کہ جب خالد نے مجاہدین کی سربراہی ہی سامان سے کی اور یہ بھی زکوٰۃ کا ایک معارف ہے تو گویا زکوٰۃ میں سامان دیا وهو المطلوب۔ عید میں عورتوں کے زیور صدقہ میں دینے سے امام بخاری رضی اللہ عنہ نے یہ نکالا کہ زکوٰۃ میں اسباب کا دینا درست ہے کیونکہ ان عورتوں کے سب زیور چاندی سونے کے نہ تھے جیسے کہ ہار وہ منگ اور لوہے سے بنا کر گلوں میں ڈالتیں۔

مخالفین یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ نفل صدقہ تھا نہ فرض زکوٰۃ کیونکہ زیور میں اکثر علماء کے نزدیک زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ (وحیدی) زیور کی زکوٰۃ کے متعلق حضرت مولانا عبد اللہ شیخ الحدیث صاحب نے حضرت شیخ الحدیث الکبیر مولانا عبد الرحمن صاحب مبارکپوری رضی اللہ عنہ کے قول پر فتویٰ دیا ہے کہ زیور میں زکوٰۃ واجب ہے۔ مولانا فرماتے ہیں ﴿وہو الحق﴾ (مرعاۃ) واقعہ حضرت خالد کے متعلق حضرت مولانا شیخ الحدیث عبید اللہ صاحب فرماتے ہیں۔

قصہ خالد تو وہ علی وجہ احدہا انہم طالبوا خالدا بالزکوٰۃ عن ائمان الاعتاد والا درع بظن انها للتجارة وان الزکوٰۃ فیہا واجبة فقال لهم لا زکوٰۃ فیہا علی فقلنا للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ان خالدا منع الزکوٰۃ فقال انکم تظلمونہ لانہ حبسہا ووقفہا فی سبیل اللہ قبل الحول فلا زکوٰۃ فیہا الخ (مرعاۃ)

یعنی واقعہ خالد کی کئی طرح تاویل کی جاسکتی ہے ایک تو یہ کہ عملین زکوٰۃ نے خالد سے ان کے ہتھیاروں اور زرع وغیرہ کی اس گمان سے زکوٰۃ طلب کی کہ یہ سب اموال تجارت ہیں اور ان میں زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھ پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ یہ مقدمہ آنحضرت ﷺ تک پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ خالد پر ظلم کر رہے ہو۔ اس نے تو سال کے پورا ہونے سے پہلے ہی اپنے تمام سامان کو فی سبیل اللہ وقف کر دیا ہے۔ پس اس پر اس مال میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

لفظ اعتدہ کے متعلق مولانا فرماتے ہیں بضم المشاء جمع عند بفتح تین وفي مسلم اعتاده بزيادة الالف بعد التاء وهو ايضا جمعه وقال النووي واحده عند بفتح العين وقال الجزري الاعتد الاعتماد جمع عنداد وهو ما اعده من السلاح والدواب والالات الحرب ويجمع على اعتدہ بكسر التاء ايضا وقيل هو الخيل خاصة يقال فرس عتيد اي صلب او معد للركوب وسريع الثوب خلاصہ یہ کہ لفظ اعتد عند کی جمع ہے اور مسلم میں اس کی جمع الف کے ساتھ اعتاد بھی آئی ہے۔ نووی نے کہا کہ اس کا واحد عتاد ہے۔ جزری نے کہا کہ اعتد اور اعتاد عتاد کی جمع ہیں ہر وہ چیز ہتھیار سے اور جانوروں سے ان آلات جنگ سے جو کوئی جنگ کے لئے ان کو تیار کرے اور اس کی جمع اعتدہ بھی ہے اور کہا گیا ہے کہ اس سے خاص گھوڑا ہی مراد ہے فرس عتید اس گھوڑے پر بولا جاتا ہے جو بہت ہی تیز مضبوط سواری کے قابل ہو تیز قدم جلد کودنے اور دوڑنے والا۔

(۱۴۴۸) ہم سے محمد بن عبد اللہ نے بیان کیا۔ کہا کہ مجھ سے میرے والد عبد اللہ بن شعیب نے بیان کیا۔ کہا کہ مجھ سے ثمامہ بن عبد اللہ نے بیان کیا۔ ان سے انس بن شعیب نے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں فرض زکوٰۃ سے متعلق ہدایت دیتے ہوئے اللہ اور رسول کے حکم کے مطابق یہ فرمان لکھا کہ جس کا صدقہ بنت مخاض تک پہنچ گیا ہو اور اس کے پاس بنت مخاض نہیں بلکہ بنت لبون ہے۔ تو اس سے وہی لے لیا جائے گا اور اس کے بدلہ میں صدقہ وصول کرنے والا بیس درہم یا دو بکریاں زائد دیدے گا اور اگر اس کے پاس بنت مخاض نہیں ہے بلکہ ابن لبون ہے تو یہ ابن لبون ہی لے لیا جائے گا اور اس صورت میں کچھ نہیں دیا جائے گا، وہ مادہ یا نراونٹ جو تیسرے سال میں لگا ہو۔

۱۴۴۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسَ بْنَ رَضِيٍّ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الْتِي أَمَرَ اللَّهُ رَسُولَهُ ﷺ ((وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتُ مَخَاضٍ وَلَيْسَتْ عَنْدَهُ وَعِنْدَهُ لَبُونٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ وَيُعْطِيهِ الْمَصْدُوقُ عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ عَنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ عَلَى وَجْهِهَا وَعِنْدَهُ ابْنُ لَبُونٍ فَإِنَّهُ يُقْبَلُ مِنْهُ وَلَيْسَ مَعَهُ شَيْءٌ)).

[أطرافه في : ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۳،

۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۵، ۲۴۸۷،

۳۱۰۶، ۵۸۷۸، ۶۹۵۵].

(۱۴۴۹) ہم سے مؤمل بن ہشام نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن ایوب سے بیان کیا اور ان سے عطاء بن ابی رباح نے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتلایا۔ اس وقت میں موجود تھا جب رسول اللہ ﷺ نے خطبہ سے پہلے نماز (عید) پڑھی۔ پھر آپ نے دیکھا کہ عورتوں

۱۴۴۹- حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رِبَاحٍ قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ

تک آپ کی آواز نہیں پہنچی، اس لئے آپ ان کے پاس بھی آئے۔ آپ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ تھے جو اپنا کپڑا پھیلائے ہوئے تھے۔ آپ نے عورتوں کو وعظ سنایا اور ان سے صدقہ کرنے کے لئے فرمایا اور عوتیں (اپنا صدقہ بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں) ڈالنے لگیں۔ یہ کہتے وقت ایوب نے اپنے کان اور گلے کی طرف اشارہ کیا۔

حضرت امام بخاری نے مقصد باب کے لئے اس سے بھی استدلال کیا کہ عورتوں نے صدقہ میں اپنے زیورات پیش کئے جن میں بعض زیور چاندی سونے کے نہ تھے۔

باب زکوٰۃ لیتے وقت جو مال جدا جدا ہوں وہ اکٹھے نہ کئے جائیں اور جو اکٹھے ہوں وہ جدا جدا نہ کئے جائیں اور سالم نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے ایسا ہی روایت کیا ہے۔

(۱۳۵۰) ہم سے محمد بن عبد اللہ انصاری نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ثمامہ نے بیان کیا، اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انہیں وہی چیز لکھی تھی جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضروری قرار دیا تھا۔ یہ کہ زکوٰۃ (کی زیادتی) کے خوف سے جدا جدا مال کو یک جا اور یک جا مال کو جدا جدا نہ کیا جائے۔

سالم کی روایت کو امام احمد اور ابویعلیٰ اور ترمذی وغیرہ نے وصل کیا ہے۔ امام مالک نے مؤطا میں اس کی تفسیر یوں بیان کی ہے۔ مثلاً تین آدمیوں کی الگ الگ چالیس چالیس بکریاں ہوں تو ہر ایک پر ایک بکری زکوٰۃ کی واجب ہے۔ زکوٰۃ لینے والا جب آیا تو یہ تینوں اپنی بکریاں ایک جگہ کر دیں۔ اس صورت میں ایک ہی بکری دینی پڑے گی۔ اسی طرح دو آدمیوں کی شرکت کے مال میں مثلاً دو سو بکریاں ہوں تو تین بکریاں زکوٰۃ کی لازم ہوں گی اگر وہ زکوٰۃ لینے والا جب آئے اس کو جدا جدا کر دیں تو دو ہی بکریاں دینی ہوں گی۔ اس سے منع فرمایا۔ کیونکہ یہ حق تعالیٰ کے ساتھ فریب کرنا ہے، معاذ اللہ۔ وہ تو سب جانتا ہے۔ (وحیدی)

باب اگر دو آدمی سا جھی ہوں تو زکوٰۃ کا خرچہ حساب سے برابر برابر ایک دو سرے سے مجرا کر لیں۔

اور طاؤس اور عطاء رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب دو شریکوں کے جانور الگ الگ ہوں، اپنے اپنے جانوروں کو بچانتے ہوں تو ان کو اکٹھا نہ کریں

لَصَلَّى قَبْلَ الْخُطْبَةِ فَرَأَى أَنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ النِّسَاءَ، فَأَتَاهُنَّ وَمَعَهُ بِلَالٌ نَاشِئٌ ثَوْبُهُ فَوَعَّظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَتَصَدَّقْنَ، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِيهِ). وَأَشَارَ أَيُّوبُ إِلَى أُذُنِهِ وَإِلَى حَلْفِهِ. [راجع: ۹۸]

۳۴- بَابُ لَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ وَيُذَكَّرُ عَنْ سَالِمٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلُهُ

۱۴۵۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ قُرْصَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ((وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ)).

لِسَبْحِ

۳۵- بَابُ مَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَا جَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ

وَقَالَ طَاوُسٌ وَعَطَاءُ: إِذَا عَلِمَ الْخَلِيطَانِ أَمْوَالَهُمَا فَلَا يُجْمَعُ مَالُهُمَا وَقَالَ سُفْيَانُ:

لَا تَجِبُ حَتَّى يَتِمَّ لِهَذَا أَرْبَعُونَ شَاةً
وَلِهَذَا أَرْبَعُونَ شَاةً [راجع: ۱۴۴۸]

۱۴۵۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ:
حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا
حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ
النَّبِيُّ فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((وَمَا كَانَ
مِنْ خَلِيطَيْنِ فَإِنَهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا
بِالسُّوِّيَةِ)). [راجع: ۱۴۴۸]

تَشْرِيحُ

اور سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ زکوٰۃ اس وقت تک واجب نہیں ہو
سکتی کہ دونوں شریکوں کے پاس چالیس چالیس بکریاں نہ ہو جائیں۔
(۱۳۵۱) ہم سے محمد بن عبد اللہ نے بیان کیا کہ کما کہ مجھ سے میرے باپ
نے بیان کیا کہ کما کہ مجھ سے ثمامہ نے بیان کیا اور ان سے انس رضی
اللہ عنہ نے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انہیں فرض زکوٰۃ میں وہی
بات لکھی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائی تھی
اس میں یہ بھی لکھوایا تھا کہ جب دو شریک ہوں تو وہ اپنا حساب برابر
کر لیں۔

عطا کے قول کو ابو عبید نے کتاب الاموال میں وصل کیا ان کے قول کا مطلب یہ ہے کہ جدا جدا رہنے دیں گے اور اگر ہر
ایک کا مال بقدر نصاب ہو گا تو اس میں سے زکوٰۃ لیں گے ورنہ نہ لیں گے۔ مثلاً دو شریکوں کی چالیس بکریاں ہیں مگر ہر
شریک کو اپنی اپنی بیس بکریاں علیحدہ اور معین طور سے معلوم ہیں تو کسی پر زکوٰۃ نہ ہوگی اور زکوٰۃ لینے والے کو یہ نہیں پہنچتا کہ دونوں
کے جانور ایک جگہ کر کے ان کو چالیس بکریاں سمجھ کر ایک بکری زکوٰۃ کی لے۔ اور سفیان نے جو کما امام ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔
لیکن امام احمد اور شافعی اور احمدیہ کا یہ قول ہے کہ جب دونوں شریکوں کے جانور مل کر حد نصاب کو پہنچ جائیں تو زکوٰۃ لی جائے گی۔
(وحیدی)

باب اونٹوں کی زکوٰۃ کا بیان

اس باب میں حضرت ابو بکر، ابو ذر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ
سے روایتیں کی ہیں۔

(۱۳۵۲) ہم سے علی بن عبد اللہ بن مدینی نے بیان کیا کہ کما کہ مجھ سے
ولید بن مسلم نے بیان کیا کہ کما کہ ہم سے امام اوزاعی نے بیان کیا کہ کما
کہ مجھ سے ابن شہاب نے بیان کیا کہ ان سے عطاء بن یزید نے اور ان
سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ سے
ہجرت کے متعلق پوچھا (یعنی یہ کہ آپ اجازت دیں تو میں مدینہ میں
ہجرت کر آؤں) آپ نے فرمایا۔ افسوس! اس کی تو شان بڑی ہے۔ کیا
تیرے پاس زکوٰۃ دینے کے لئے کچھ اونٹ ہیں جن کی تو زکوٰۃ دیا کرتا
ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں! اس پر آپ نے فرمایا کہ پھر کیا ہے
سمندروں کے اس پار (جس ملک میں تو رہے وہاں) عمل کرتا رہ اللہ
تیرے کسی عمل کا ثواب کم نہیں کرے گا۔

۳۶- بَابُ زَكَاةِ الْإِبِلِ ذَكَرَهُ أَبُو بَكْرٍ
وَأَبُو ذَرٍّ وَأَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ
عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

۱۴۵۲- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ:
حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا
الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ
عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ أَعْرَابِيًّا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ
ﷺ عَنِ الْهَجْرَةِ فَقَالَ : ((وَيْحَكَ، إِنَّ
شَأْنَهَا شَدِيدٌ، فَهَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ تُؤَدِّي
صَدَقَتَهَا؟)) قَالَ : نَعَمْ. قَالَ : ((فَاعْمَلْ
مِنْ وَرَاءِ الْبَحَارِ فَإِنَّ اللَّهَ لَنْ يَتْرَكَ مِنْ
عَمَلِكَ شَيْئًا)).

[أطرافه في : ٢٦٣٣، ٣٩٢٣، ٦١٦٥].

تشریح مطلب آپ کا یہ تھا کہ جب تم اپنے ملک میں ارکان اسلام آزادی کے ساتھ ادا کر رہے ہو۔ یہاں تک کہ اونٹوں کی زکوٰۃ بھی باقاعدہ نکالتے رہتے ہو تو خواہ مخواہ ہجرت کا خیال کرنا ٹھیک نہیں۔ ہجرت کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ گھر و وطن چھوڑنے کے بعد جو تکالیف برداشت کرنی پڑتی ہیں ان کو ہجرت کرنے والے ہی جانتے ہیں۔ مسلمانان ہند کو اس حدیث سے سبق حاصل کرنا چاہئے اللہ نیک سمجھ عطا کرے۔ آمین

باب جس کے پاس اتنے اونٹ ہوں کہ زکوٰۃ میں ایک برس کی اونٹنی دینا ہو اور وہ اس کے پاس نہ ہو

۳۷- بَابُ مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ بِنْتِ مَخَاضٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ

(۱۳۵۳) ہم سے محمد بن عبداللہ انصاری نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ثمامہ نے بیان کیا اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس فرض زکوٰۃ کے ان فریضوں کے متعلق لکھا تھا جن کا اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے۔ یہ کہ جس کے اونٹوں کی زکوٰۃ جذعہ تک پہنچ جائے اور وہ جذعہ اس کے پاس نہ ہو بلکہ حقہ ہو تو اس سے زکوٰۃ میں حقہ ہی لے لیا جائے گا لیکن اس کے ساتھ دو بکریاں بھی لی جائیں گی، اگر ان کے دینے میں اسے آسانی ہو ورنہ بیس درہم لئے جائیں گے۔ (تاکہ حقہ کی کمی پوری ہو جائے) اور اگر کسی پر زکوٰۃ میں حقہ واجب ہو اور حقہ اس کے پاس نہ ہو بلکہ جذعہ ہو تو اس سے جذعہ ہی لے لیا جائے گا اور زکوٰۃ وصول کرنے والا زکوٰۃ دینے والے کو بیس درہم یا دو بکریاں دے گا اور اگر کسی پر زکوٰۃ حقہ کے برابر واجب ہو گئی اور اس کے پاس صرف بنت لبون ہے تو اس سے بنت لبون لے لی جائے گی اور زکوٰۃ دینے والے کو دو بکریاں یا بیس درہم ساتھ میں اور دینے پڑیں گے اور اگر کسی پر زکوٰۃ بنت لبون واجب ہو اور اس کے پاس ہے حقہ ہو تو حقہ ہی اس سے لے لیا جائے گا اور اس صورت میں زکوٰۃ وصول کرنے والا بیس درہم یا دو بکریاں زکوٰۃ دینے والے کو دے گا اور کسی کے پاس زکوٰۃ میں بنت لبون واجب ہو اور بنت لبون اس کے پاس نہیں بلکہ بنت مخاض ہے تو اس سے بنت مخاض ہی لے لیا جائے گا۔ لیکن زکوٰۃ دینے والا اس کے ساتھ بیس درہم یا دو بکریاں دے گا۔

۱۴۵۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ فَرِيضَةَ الصَّدَقَةِ الَّتِي أَمَرَ اللَّهُ رَسُولَهُ ﷺ (مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةُ الْجَذَعَةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ جَذَعَةٌ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيَجْعَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ إِنْ اسْتَيْسَرَتْ لَهُ أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا. وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ الْحِقَّةُ وَالْجَذَعَةُ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْجَذَعَةُ وَيُعْطِيهِ الْمُصَدَّقُ عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ. وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ إِلَّا بِنْتُ لَبُونٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ لَبُونٍ وَيُعْطِي شَاتَيْنِ أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا. وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتُ لَبُونٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ مَخَاضٍ وَيُعْطِي مَعَهَا عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ). [راجع: ١٤٤٨]

تَفْصِيْلًا

اونٹ کی زکوٰۃ پانچ راس سے شروع ہوتی ہے، اس سے کم پر زکوٰۃ نہیں پس اس صورت میں چوبیس اونٹوں تک ایک بنت مخاض واجب ہوگی یعنی وہ اونٹنی جو ایک سال پورا کر کے دوسرے میں لگ رہی ہو۔ اونٹنی ہو یا اونٹ۔ پھر چھتیس پر بنت لبون یعنی وہ اونٹ جو دو سال کا ہو تیسرے میں چل رہا ہو۔ پھر چھیالیس پر ایک حقہ یعنی وہ اونٹ جو تین سال کا ہو کر چوتھے میں چل رہا ہو۔ پھر اکٹھ پر جذعہ یعنی وہ اونٹ جو چار سال کا ہو کر پانچویں میں چل رہا ہو۔ حضرت امام بخاری یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اونٹ کی زکوٰۃ مختلف عمر کے اونٹ جو واجب ہوئے ہیں اگر کسی کے پاس اس عمر کا اونٹ نہ ہو جس کا دینا صدقہ کے طور پر واجب ہوا تھا تو اس سے کم یا زیادہ عمر والا اونٹ بھی لیا جاسکے گا، مگر کم دینے کی صورت میں خود اپنی طرف سے اور زیادہ دینے کی صورت میں صدقہ وصول کرنے والے کی طرف سے روپیہ یا کوئی اور چیز اتنی مالیت کی دی جائے گی جس سے اس کمی یا زیادتی کا حق ادا ہو جائے۔ جیسا کہ تفصیلات حدیث مذکورہ میں دی گئی ہیں اور مزید تفصیلات حدیث ذیل میں آرہی ہیں۔

باب بکریوں کی زکوٰۃ کا بیان

۳۸- بَابُ زَكَاةِ الْغَنَمِ

(۱۳۵۴) ہم سے محمد بن عبد اللہ بن ثنیٰ انصاری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ثمامہ بن عبد اللہ بن انس نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب انہیں بحرین (کا حاکم بنا کر) بھیجا تو ان کو یہ پروانہ لکھ دیا۔

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔
یہ زکوٰۃ کا وہ فریضہ ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے لئے فرض قرار دیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا۔
اس لئے جو شخص مسلمانوں سے اس پروانہ کے مطابق زکوٰۃ مانگے تو مسلمانوں کو اسے دے دینا چاہئے اور اگر کوئی اس سے زیادہ مانگے تو ہرگز نہ دے۔ چوبیس یا اس سے کم اونٹوں میں ہر پانچ اونٹ پر ایک بکری دینی ہوگی۔ (پانچ سے کم میں کچھ نہیں) لیکن جب اونٹوں کی تعداد پچیس تک پہنچ جائے تو پچیس سے پینتیس تک ایک ایک برس کی اونٹنی واجب ہوگی جو مادہ ہوتی ہے۔ جب اونٹ کی تعداد چھتیس تک پہنچ جائے (تو چھتیس سے) پینتالیس تک دو برس کی مادہ واجب ہوگی۔ جب تعداد چھیالیس تک پہنچ جائے (تو چھیالیس سے) ساٹھ تک میں تین برس کی اونٹنی واجب ہوگی جو جفتی کے قابل ہوتی ہے۔ جب تعداد اکٹھ تک پہنچ جائے (تو اکٹھ سے) پچھتر تک چار برس کی مادہ واجب ہوگی۔ جب تعداد چھتر تک پہنچ جائے (تو چھتر سے) نوے

۱۴۵۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُثَنَّى الْأَنْصَارِيُّ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ : حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ هَذَا الْكِتَابَ لَمَّا وَجَّهَهُ إِلَى الْبَحْرَيْنِ ((بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - هَذِهِ فَرِيضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى الْمُسْلِمِينَ، وَأَلْيَ أَمَرَ اللَّهُ بِهَا رَسُولُهُ، فَمَنْ سَلَهَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى وَجْهِهَا فَلْيُعْطَهَا، وَمَنْ سَلَهَا فَوْقَهَا فَلَا يُعْطِ : فِي أَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ مِنَ الْإِبِلِ فَمَا دُونَهَا مِنَ الْغَنَمِ مِنْ كُلِّ خَمْسٍ شَاةٌ، إِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَعِشْرِينَ إِلَى خَمْسٍ وَثَلَاثِينَ فَفِيهَا بِنْتُ مَخَاضٍ أُنْثَى، فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَثَلَاثِينَ إِلَى خَمْسٍ وَأَرْبَعِينَ فَفِيهَا بِنْتُ لَبُونٍ أُنْثَى، فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَأَرْبَعِينَ إِلَى سِتِّينَ فَفِيهَا حِقَّةٌ طَرُوقَةٌ الْجَمَلِ، فَإِذَا بَلَغَتْ وَاحِدَةً وَسِتِّينَ إِلَى خَمْسٍ وَسِتِّينَ فَفِيهَا جَذَعَةٌ، فَإِذَا بَلَغَتْ

تک دو دوسری کی دو اونٹیاں واجب ہوں گی۔ جب تعداد اکیانوے تک پہنچ جائے تو (اکیانوے سے) ایک سو بیس تک تین تین برس کی دو اونٹیاں واجب ہوں گی جو جفتی کے قابل ہوں۔ پھر ایک سو بیس سے بھی تعداد آگے بڑھ جائے تو ہر چالیس پر دو برس کی اونٹنی واجب ہوگی اور ہر پچاس پر ایک تین برس کی۔ اور اگر کسی کے پاس چار اونٹ سے زیادہ نہیں تو اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی مگر جب ان کا مالک اپنی خوشی سے کچھ دے اور ان بکریوں کی زکوٰۃ جو (سال کے اکثر حصے جنگل یا میدان وغیرہ میں) چر کر گزارتی ہیں اگر ان کی تعداد چالیس تک پہنچ گئی ہو تو (چالیس سے) ایک سو بیس تک ایک بکری واجب ہوگی اور جب ایک سو بیس سے تعداد بڑھ جائے (تو ایک سو بیس سے) دو سو تک دو بکریاں واجب ہوں گی۔ اگر دو سو سے بھی تعداد بڑھ جائے تو (دو سو سے) تین سو تک تین بکریاں واجب ہوں گی اور جب تین سو سے بھی تعداد آگے نکل جائے تو اب ہر ایک سو پر ایک بکری واجب ہوگی۔ اگر کسی شخص کی چرنے والی بکریاں چالیس سے ایک بھی کم ہوں تو ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی مگر اپنی خوشی سے مالک کچھ دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔ اور چاندی میں زکوٰۃ چالیسواں حصہ واجب ہوگی لیکن اگر کسی کے پاس ایک سو نوے (درہم) سے زیادہ نہیں ہیں تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی مگر خوشی سے کچھ اگر مالک دینا چاہے تو اور بات ہے۔

زکوٰۃ ان ہی گائے، بیل یا اونٹوں یا بکریوں میں واجب ہے جو آدھے برس سے زیادہ جنگل میں چر لیتی ہوں اور اگر آدھے برس سے زیادہ ان کو گھر سے کھانا پڑتا ہے تو ان پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ ابجدیث کے نزدیک سوا ان تین جانوروں یعنی اونٹ، گائے، بکری کے سوا اور کسی جانور میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ مثلاً گھوڑوں یا خجروں یا گدھوں میں۔ (وحیدی)

باب زکوٰۃ میں بوڑھایا عیب دار یا نر جانور

نہ لیا جائے گا مگر جب زکوٰۃ وصول کرنے والا

مناسب سمجھے تو لے سکتا ہے۔

(۱۳۵۵) ہم سے محمد بن عبد اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ

یَعْنِي سِتًّا وَسَعِينَ - إِلَى تِسْعِينَ فَفِيهَا بِنْتَا لَبُونٍ فَإِذَا بَلَغَتْ إِحْدَى وَتِسْعِينَ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةً فَفِيهَا حِقَّتَانِ طَرُوقَتَا الْجَمَلِ. فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِينَ وَمِائَةً فَفِي كُلِّ أَرْبَعِينَ بِنْتُ لَبُونٍ وَفِي كُلِّ خَمْسِينَ حِقَّةٌ. وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ إِلَّا أَرْبَعٌ مِنَ الْإِبِلِ فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا، فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا مِنَ الْإِبِلِ فَفِيهَا شَاةٌ. وَفِي صَدَقَةِ الْغَنَمِ فِي سَائِمَتِهَا إِذَا كَانَتْ أَرْبَعِينَ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةً شَاةٌ. فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِينَ وَمِائَةً إِلَى مِائَتَيْنِ شَاتَانِ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى مِائَتَيْنِ إِلَى ثَلَاثِمِائَةٍ فَفِيهَا ثَلَاثُ شِيَاهٍ فَإِذَا زَادَتْ عَلَى ثَلَاثِمِائَةٍ فَفِي كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ، فَإِذَا كَانَتْ سَائِمَةُ الرَّجُلِ نَاقِصَةً مِنْ أَرْبَعِينَ شَاةً وَاحِدَةً فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا. وَفِي الرَّقَّةِ رُبْعُ الْغَنَمِ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ إِلَّا تِسْعِينَ وَمِائَةً فَلَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا. [راجع: ۶۴۴۸]

تفسیر

۳۹- بَابُ لَا تُؤْخَذُ فِي الصَّدَقَةِ

هَرِمَةً وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ وَلَا تَيْسٍ، إِلَّا

مَا شَاءَ الْمُصَدِّقُ

۱۴۵۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ:

سے میرے باپ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے تمامہ نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ احکام زکوٰۃ کے مطابق لکھا کہ زکوٰۃ میں بوڑھے، عیسیٰ اور نرنہ لئے جائیں، البتہ اگر صدقہ وصول کرنے والا مناسب سمجھے تو لے سکتا ہے۔

حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ : حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الْتِي أَمَرَ اللَّهُ رَسُولَهُ ﷺ ((وَلَا يُخْرَجُ فِي الصَّدَقَةِ هَرَمَةٌ وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ وَلَا تَيْسٌ، إِلَّا مَا شَاءَ الْمُصَدَّقُ)).

مثلاً زکوٰۃ کے جانور سب مادیات ہی مادیات ہوں نر کی ضرورت ہو تو نر لے سکتا ہے یا کسی عمدہ نسل کے اونٹ یا بکری کی ضرورت ہو اور گو اس میں عیب ہو مگر اس کی نسل لینے میں آئندہ فائدہ ہو تو لے سکتا ہے۔

باب بکری کا بچہ زکوٰۃ میں لینا

(۱۳۵۶) ہم ابو الیمان نے بیان کیا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی اور انہیں زہری نے (دوسری سند) اور لیث بن سعد نے بیان کیا کہ مجھ سے عبد الرحمن بن خالد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود نے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے (آنحضور ﷺ کی وفات کے فوراً بعد زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والوں کے متعلق فرمایا تھا) قسم اللہ کی اگر یہ مجھے بکری کے ایک بچہ کو بھی دینے سے انکار کریں گے جسے یہ رسول اللہ ﷺ کو دیا کرتے تھے تو میں ان کے اس انکار پر ان سے جہاد کروں گا۔

۴۰ - بَابُ أَخَذِ الْعَنَاقِ فِي الصَّدَقَةِ
۱۴۵۶ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ . ح . وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : ((وَاللَّهُ لَوْ مَنَعُونِي عَنَاقًا كَانُوا يُؤْذُونَهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنَعِهَا)).

[راجع: ۱۴۰۰]

(۱۳۵۷) عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کے سوا اور کوئی بات نہیں تھی جیسا کہ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو جہاد کے لئے شرح صدر عطا فرمایا تھا اور پھر میں نے بھی یہی سمجھا کہ فیصلہ انہیں کا حق تھا۔

۱۴۵۷ - قَالَ غَمْرٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : ((فَمَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ أَنَّ اللَّهَ شَرَحَ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِالْقِتَالِ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ)). [راجع: ۱۳۹۹]

بکری کا بچہ اس وقت زکوٰۃ میں لیا جائے گا کہ تحصیلدار مناسب سمجھے یا کسی شخص کے پاس نرے بچے ہی بچے رہ جائیں۔ حضرت امام بخاری نے حدیث عنوان میں یہ اشارہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ان لفظوں سے نکالا کہ اگر یہ لوگ بکری کا ایک بچہ جسے آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں دیا کرتے تھے اس سے بھی انکار کریں گے تو میں ان پر جہاد کروں گا۔ پہلے پہل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں سے جو زکوٰۃ نہ دیتے تھے لڑنے میں تامل ہوا کیونکہ وہ کلمہ گو تھے۔ لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ان سے زیادہ علم تھا۔ آخر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ان سے متفق ہو گئے۔ اس حدیث سے یہ صاف نکلتا ہے کہ صرف کلمہ پڑھ لینے سے آدمی کا اسلام پورا نہیں ہوتا۔ جب تک اسلام کے تمام اصول اور قطعی فرائض کو نہ مانے۔ اگر اسلام کے ایک قطعی فرض کا کوئی انکار کرے، جیسے نماز یا روزہ یا زکوٰۃ

یا جہاد یا حج تو وہ کافر ہو جاتا ہے اور اس پر جہاد کرنا درست ہے۔ (وحیدی)

۴۱- بَابُ لَا تُؤْخَذُ كَرَائِمُ أَمْوَالِ النَّاسِ فِي الصَّدَقَةِ

باب زکوٰۃ میں لوگوں کے عمدہ اور چھٹے ہوئے مال نہ لئے جائیں گے

(۱۳۵۸) ہم سے امیہ بن مسلام نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے زید بن زریع نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے روح بن قاسم نے بیان کیا، ان سے اسماعیل بن امیہ نے، ان سے یحییٰ بن عبد اللہ بن صیفی نے، ان سے ابو معبد نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو ان سے فرمایا کہ دیکھو! تم ایک ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب (عیسائی یہودی) ہیں۔ اس لئے سب سے پہلے انہیں اللہ کی عبادت کی دعوت دینا۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کو پہچان لیں (یعنی اسلام قبول کر لیں) تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جب وہ اسے بھی ادا کریں تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض قرار دی ہے جو ان کے سرمایہ داروں سے لی جائے گی (جو صاحب نصاب ہوں گے) اور انہیں کے فقیروں میں تقسیم کر دی جائے گی۔ جب وہ اسے بھی مان لیں تو ان سے زکوٰۃ وصول کر۔ البتہ ان کی عمدہ چیزیں (زکوٰۃ) کے طور پر لینے سے) پرہیز کرنا۔

۱۴۵۸- حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ بَسْطَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِي مَعْبُدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمَّا بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى الْيَمَنِ قَالَ: ((إِنَّكَ تَقْدُمُ عَلَى قَوْمٍ أَهْلُ كِتَابٍ، فَلْتَكُنْ أَوَّلُ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ عِبَادَةُ اللَّهِ، فَإِذَا عَرَفُوا اللَّهَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِهِمْ وَلَيْلَتِهِمْ، فَإِذَا فَعَلُوا الصَّلَاةَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكَاةً تُؤْخَذُ مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ، فَإِذَا أَطَاعُوا بِهَا فَخُذْ مِنْهُمْ، وَتَوَقَّ كَرَائِمَ أَمْوَالِ النَّاسِ)). [راجع: ۱۳۹۵]

ان کے فقیروں میں تقسیم کا مطلب یہ کہ ان ہی کے ملک کے فقیروں کو۔ اس معنی کے تحت ایک ملک کی زکوٰۃ دوسرے ملک کے فقیروں کو بھیجنا ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ مگر جمہور علماء کہتے ہیں کہ مراد مسلمان فقراء ہیں خواہ وہ کہیں ہوں اور کسی ملک کے ہوں۔ اس معنی کے تحت زکوٰۃ کا دوسرے ملک میں بھیجنا درست رکھا گیا ہے۔ حدیث اور باب کی مطابقت ظاہر ہے۔ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مدظلہ فرماتے ہیں۔ وقال شيخنا في شرح الترمذی والظاهر عندی عدم النقل الا اذا فقد المستحقون لها او تكون في النقل مصلحة انفع واهم من عدمه والله تعالى اعلم (مرعاة)

یعنی ہمارے شیخ مولانا عبدالرحمن شرح ترمذی میں فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک ظاہر یہی ہے کہ صرف اسی صورت میں وہاں سے زکوٰۃ دوسری جگہ دی جائے جب وہاں مستحق لوگ نہ ہوں یا وہاں سے نقل کرنے میں کوئی مصلحت ہو یا بہت ہی اہم ہو اور زیادہ سے زیادہ نفع بخش ہو کہ وہ نہ بھیجنے کی صورت میں حاصل نہ ہو۔ ایسی حالت میں دوسری جگہ میں زکوٰۃ نقل کی جاسکتی ہے۔

باب پانچ اونٹوں سے کم میں

۴۲- بَابُ لَيْسَ فِيهَا ذَوْنُ خَمْسٍ

ذَوْدِ صَدَقَةٍ

۱۴۵۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَفْصَعَةَ الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : ((لَيْسَ فِيمَا ذُونُ خُمْسَةٍ أَوْسَقُ مِنَ التَّمْرِ صَدَقَةً، وَلَيْسَ فِيمَا ذُونُ خُمْسٍ أَوْاقٍ مِنَ الْوَرَقِ صَدَقَةً، وَلَيْسَ فِيمَا ذُونُ خُمْسٍ ذَوْدٌ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةً)). [راجع: ۱۴۰۵]

اس حدیث کے ذیل حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

اس ابی سعید خمس اواق من الورق صدقة وهو مطابق للفظ الترجمة وكان للمصنف اراد ان يبين بالترجمة ما ابهم في لفظ الحديث اعتماداً على طريق الاخرى وواق بالتونين وبالثبات التحنانية مشدداً ومخففاً جمع اوقية بضم الهمزة وتشديد التحنانية وحكى الجباني وقيه بحذف الالف وفتح الواو ومقدار الاوقية في هذا الحديث اربعون درهما بالاتفاق والمراد بالدرهم الخالص من الفضة سواء كان مضروباً او غير مضروب.

اوسق جمع وسق يفتح الواو ويجوز كسرهما كما حكاه صاحب المحكم وجمعه حينئذ او ساق كحمل واحمال وقد وقع كذلك في رواية المسلم وهو ستون صاعاً بالاتفاق ووقع في رواية ابن ماجة من طريق ابى البخترى عن ابى سعيد نحو هذا الحديث وفيه والوسق ستون صاعاً. وقد اجمعوا على ذلك في خمسة اوسق فما زاد اجمع العلماء على اشتراط الحول في الماشية والنقد دون المعشرات والله اعلم (فتح الباری) خلاصہ عبارت یہ کہ پانچ اوقیہ چاندی میں زکوٰۃ ہے۔ یہی لفظ باب کے مطابق ہے اور دوسری روایت پر اعتماد کرتے ہوئے لفظ حدیث میں جو ابہام تھا اسے ترجمہ کے ذریعہ بیان کر دیا۔ اور لفظ اواق اوقیہ کی جمع ہے جس کی مقدار متفقہ طور پر چالیس درہم ہے۔ درہم سے خالص چاندی کا سکہ مراد ہے جو مضروب ہو یا غیر مضروب۔

لفظ اوسق ووسق کی جمع ہے اور وہ مختلفہ طور پر ساتھ صلح پر بولا گیا ہے۔ اس پر اجماع ہے کہ عشر کے لئے پانچ وسق کا ہونا ضروری ہے اور جانوروں کے لئے نقدی کے لئے ایک سال کا گزر جانا بھی شرط ہے اس پر علماء کا اجماع ہے۔ اجناس جن سے عشر نکالا جاتا ہے ان کے لیے سال گزرنے کی شرط نہیں ہے۔ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب شیخ الحدیث مدظلہ فرماتے ہیں۔

قلت هذا الحديث صريح في ان النصاب شرط لوجوب العشر او نصف العشر فلا تجب الزکوٰۃ في شئ من الزروع والثمار حتى تبلغ خمسة اوسق وهذا مذهب اكثر اهل العلم والصاع اربعة امداد والمد رطل وثلاث رطل فالصاع خمسة ارباط وثلاث رطل ذلك بالرطل الذى وزنه مائة درهم وثمانية عشرون درهما بالدرهم التى كل عشرة منها وزن سبعة مثاقيل (مرعاة)

یعنی میں کہتا ہوں کہ حدیث ہذا صراحت کے ساتھ بتلا رہی ہے کہ عشر یا نصف عشر کے لئے نصاب شرط ہے پس کھیتی اور پھلوں میں کوئی زکوٰۃ فرض نہ ہوگی جب تک وہ پانچ وسق کو نہ پہنچ جائے اور اکثر اہل علم کا یہی مذہب ہے اور ایک وسق ساتھ صلح کا ہوتا

زکوٰۃ نہیں

۱۳۵۹) ہم عبد اللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں محمد بن عبد الرحمن بن ابی صغصہ مازنی نے، انہیں ان کے باپ نے اور انہیں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ وسق سے کم کھجوروں میں زکوٰۃ نہیں اور پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوٰۃ نہیں۔ اسی طرح پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

ہے۔ اور صاع چار مد کا ہوتا ہے اور مد ایک رطل اور تنائی رطل کا پس صاع کے پانچ اور ٹلت رطل ہوئے اور یہ حساب اس رطل سے ہے جس کا وزن ایک سوا ٹھائیس درہم کے برابر ہوں اور درہم سے مراد وہ جس کیلئے دس درہم کا وزن سات مثقال کے برابر ہو۔ بعض علمائے احناف ہند نے یہاں کی زمینوں سے عشر کو ساقط قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ جو یہاں کی اراضی کو خراجی قرار دیتے ہیں۔ اس بارے میں حضرت مولانا شیخ الحدیث عبید اللہ صاحب مبارکپوری مدظلہ العالی فرماتے ہیں:

اختلف اصحاب الفتوى من الحنفية في اراضى المسلمين في بلاد الهند في زمن الانكليز وتخطوا في ذالك فقال بعضهم لا عشر فيها لانها اراضى دارالحرب وقال بعضهم ان اراضى الهند ليست بعشرية ولا خراجية بل اراضى الحوز اى اراضى بيت المال وارضى المملكة والحق عندنا وجوب العشر فى اراضى الهند مطلقا اى على اى صفة كانت فيجب العشر او نصفه على المسلم فيما يحصل له من الارض اذا بلغ النصاب سواء كانت الارض ملكا له او لغيره زرع فيها على سبيل الاجارة او العارية او المزارعة لان العشر فى الحب والزرع والعبرة لمن يملكه فيجب الزکوٰۃ فيه على مالکہ المسلم وليس من مونة الارض فلا يبحث عن صفتها والفرية التى تاخذها المملكة من اصحاب المزارع فى الهند ليست خراجا شرعيا ولا مما يسقط فريضة العشر كما لا يخفى وارجع الى المغنى (ص ۲ / ۷۲۸) (مرعاة' ج: ۳ / ص: ۳۸)

یعنی انگریزی دور میں ہندی مسلمانوں کی اراضیات کے متعلق علمائے احناف نے جو صاحبان فتویٰ تھے، بعض نے یہ خط اختیار کیا کہ ان زمینوں کی پیداوار میں عشر نہیں ہے، اس لئے کہ یہ اراضی دارالحرب ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ زمینیں نہ تو عشری ہیں نہ خراجی بلکہ یہ حکومت کی زمینیں ہیں اور ہمارے نزدیک امر حق یہ ہے کہ اراضی ہند میں مطلقاً پیداوار نصاب پر مسلمانوں کے لئے عشر واجب ہے، چاہے وہ زمین ان کی ملک ہو یا غیر کی ہوں وہ کاشتکار ہوں یا ٹھیکیدار ہوں بہر حال اناج کی پیداوار جو نصاب کو پہنچ جائے عشر واجب ہے اور اس بارے میں زمین پر اخراجات اور سرکاری مالیانہ وغیرہ کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا کیونکہ ہندوستان میں سرکار جو بمسول لیتی ہے، وہ خراج شرعی نہیں ہے اور نہ اس سے عشر ساقط ہو سکتا ہے۔

باب گائے بیل کی زکوٰۃ کا بیان

۴۳ - بَابُ زَكَاةِ الْبَقَرِ

اور ابو حمید سعدی نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں (قیامت کے دن اس حال میں) وہ شخص دکھلا دوں گا جو اللہ کی بارگاہ میں گائے کے ساتھ اس طرح آئے گا کہ وہ گائے بولتی ہوئی ہوگی۔ (سورہ مومنوں میں لفظ جوار (خوار کے ہم معنی) یجاردون (اس وقت کہتے ہیں جب) اس طرح لوگ اپنی آواز بلند کریں جیسے گائے بولتی ہے۔

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَأُغَوِّفَنَّ مَا جَاءَ اللَّهُ رَجُلٌ بِبَقَرَةٍ لَهَا خَوَارٌ)) وَيُقَالُ: ((خَوَارٌ)). تَجَارُونَ: أَيِ تَرْفَعُونَ أَصْوَاتَكُمْ كَمَا تَجَارُ الْبَقَرَةُ

(۱۴۶۰) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے میرے باپ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے معمر بن سويد سے بیان کیا، ان سے ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کے قریب پہنچ گیا تھا اور آپ فرما رہے تھے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یا (آپ نے قسم اس طرح کھائی) اس ذات

۱۴۶۰ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ الْمَعْمُورِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ - أَوْ وَالَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا

غَيْرُهُ، أَوْ كَمَا خَلَفَ - مَا مِنْ رَجُلٍ تَكُونُ لَهُ إِبِلٌ أَوْ بَقَرٌ أَوْ غَنَمٌ لَا يُؤَدِّي حَقَّهَا إِلَّا أُتِيَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَغْظَمَ مَا تَكُونُ وَأَسْمَنَهُ، تَطْلُوهُ بِأَخْفَافِهَا وَتَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا، كُلَّمَا جَارَتْ عَلَيْهِ أُخْرَاهَا رُدَّتْ عَلَيْهِ أَوْلَاهَا، حَتَّى يَقْضَى بَيْنَ النَّاسِ)).
رَوَاهُ بُكَيْرٌ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.
[طرفہ فی : ۶۶۳۸].

قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یا جن الفاظ کے ساتھ بھی آپ نے قسم کھائی ہو (اس تاکید کے بعد فرمایا) کوئی بھی ایسا شخص جس کے پاس اونٹ گائے یا بکری ہو اور وہ اس کا حق ادا نہ کرتا ہو تو قیامت کے دن اسے لایا جائے گا۔ دنیا سے زیادہ بڑی اور موٹی تازہ کر کے۔ پھر وہ اپنے مالک کو اپنے کھروں سے روندے گی اور سینگ مارے گی۔ جب آخری جانور اس پر سے گزر جائے گا تو پہلا جانور پھر لوٹ کر آئے گا۔ (اور اسے اپنے سینگ مارے گا اور کھروں سے روندے گا) اس وقت تک (یہ سلسلہ برابر قائم رہے گا) جب تک لوگوں کا فیصلہ نہیں ہو جاتا۔ اس حدیث کو بکیر بن عبداللہ نے ابوصالح سے روایت کیا ہے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے۔

اس حدیث سے باب کا مطلب یعنی گائے بیل کی زکوٰۃ دینے کا وجوب ثابت ہوا کیونکہ عذاب اس امر کے ترک پر ہو گا جو واجب ہے۔ مسلم کی روایت میں اس حدیث میں یہ لفظ بھی ہیں اور وہ اس کی زکوٰۃ نہ ادا کرتا ہو۔ حضرت امام بخاری کی شرائط کے مطابق انہیں گائے کی زکوٰۃ کے بارے میں کوئی حدیث نہیں ملی۔ اس لئے اس باب کے تحت آپ نے اس حدیث کو ذکر کر کے گائے کی زکوٰۃ کی فرضیت پر دلیل پکڑی۔

باب اپنے رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا

اور نبی کریم ﷺ نے (زمین کے حق میں فرمایا جو عبداللہ بن مسعود کی بیوی تھی) اس کو دو گنا ثواب ملے گا ناطہ جوڑنے اور صدقے کا۔

الہمدیث کے نزدیک یہ مطلقاً جائز ہے۔ جب اپنے رشتہ دار محتاج ہوں تو باپ بیٹے کو یا بیٹا باپ کو یا خاوند بیوی کو یا بیوی خاوند کو دے۔ بعضوں نے کہا اپنے چھوٹے بچے کو فرض زکوٰۃ دینا بلا جملع درست نہیں اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک نے اپنے خاوند کو بھی دینا درست نہیں رکھا اور امام شافعی اور امام احمد نے حدیث کے موافق اس کو جائز رکھا ہے۔ مترجم (مولانا وحید الزماں مرحوم) کہتا ہے کہ رشتہ داروں کو اگر وہ محتاج ہوں زکوٰۃ دینے میں دہرا ثواب ملے گا ناجائز ہونا کیسا؟ (وحیدی)

راغ کا معنی بے کھلے آمدنی کا مال یا بے محنت اور مشقت کی آمدنی کا ذریعہ۔ روح کی روایت خود امام بخاری نے کتاب البیوع میں اور یحییٰ بن یحییٰ کی کتاب الوصایا میں اور اسماعیل کی کتاب التفسیر میں وصل کی۔ (وحیدی)

(۱۳۶۱) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالکؒ نے بیان کیا، ان سے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے، کہ انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار تھے۔ اپنے کھجور کے باغات کی وجہ سے۔ اور اپنے باغات میں سب سے زیادہ پسند انہیں بیرحاء کا

۴۴- بَابُ الزَّكَاةِ عَلَى الْأَقَارِبِ

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَهُ أَجْرَانِ: أَجْرُ الْفَرَاةِ وَالصَّدَقَةِ))

۱۴۶۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ

حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَبِي

طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَسْمَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُ يَقُولُ: ((كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَكْثَرَ

الْأَنْصَارِ بِالْمَدِينَةِ مَالًا مِنْ نَخْلِ، وَكَانَ

باغ تھا۔ یہ باغ مسجد نبوی کے بالکل سامنے تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ اس میں تشریف لے جایا کرتے اور اس کا میٹھا پانی پیا کرتے تھے۔ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ اِلَّا بِمَا كَرِهْتُمْ یعنی ”تم نیکی کو اس وقت تک نہیں پاسکتے جب تک تم اپنی پیاری سے پیاری چیز نہ خرچ کرو۔“ یہ سن کر ابو طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اس وقت تک نیکی کو نہیں پاسکتے جب تک تم اپنی پیاری سے پیاری چیز نہ خرچ کرو۔ اور مجھے پیرحاء کا باغ سب سے زیادہ پیارا ہے۔ اس لیے میں اسے اللہ تعالیٰ کے لیے خیرات کرتا ہوں۔ اس کی نیکی اور اس کے ذخیرہ آخرت ہونے کا امیدوار ہوں۔ اللہ کے حکم سے جہاں آپ مناسب سمجھیں اسے استعمال کیجئے۔ راوی نے بیان کیا کہ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”خوب! یہ تو بڑا ہی آمدنی کا مال ہے۔ یہ تو بہت ہی نفع بخش ہے۔ اور جو بات تم نے کسی میں نہ وہ سن لی۔ اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ تم اسے اپنے نزدیکی رشتہ داروں کو دے ڈالو۔ ابو طلحہ نے کہا۔ یا رسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے اسے اپنے رشتہ داروں اور چچا کے لڑکوں کو دے دیا۔ عبد اللہ بن یوسف کے ساتھ اس روایت کی متابعت روح نے کی ہے۔ یحییٰ بن یحییٰ اور اسماعیل نے مالک کے واسطے سے (راج) کے بجائے رائج نقل کیا ہے۔

أَحَبُّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرُحَاءٌ، وَكَانَتْ مُسْتَقْبَلَةَ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيهَا طَيِّبٍ. قَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: فَلَمَّا أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ قَامَ أَبُو طَلْحَةَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُولُ: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِي إِلَيَّ بَيْرُحَاءٌ، وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلَّهِ أَزْجُو بِرَهَا وَذَخَرَهَا عِنْدَ اللَّهِ، فَضَعَهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ حَيْثُ أَرَاكَ اللَّهُ. قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((بَخ! ذَلِكَ مَالٌ رَابِحٌ، ذَلِكَ مَالٌ رَابِحٌ، وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ، وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِينَ)). فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ: أَفْعَلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ. فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَبَنِي عَمِّهِ)).

تَابَعَهُ رَوْحٌ. وَقَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَإِسْمَاعِيلُ عَنْ مَالِكٍ رَابِحٌ بَأْتِيًا)).

[أطرافه في: ٢٣١٨، ٢٧٥٢، ٢٧٥٨،

٢٧٦٩، ٤٥٥٤، ٤٥٥٥، ٥٦١١].

تشریح اس حدیث سے صاف نکلا کہ اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرنا درست ہے۔ یہاں تک کہ پیوی بھی اپنے مفلس خلوٰۃ اور مفلس بیٹے پر خیرات کر سکتی ہے۔ اور گو یہ صدقہ فرض زکوٰۃ نہ تھا۔ مگر فرض زکوٰۃ کو بھی اس پر قیاس کیا ہے۔ بعضوں نے کہا جس کا نفقہ آدمی پر واجب ہو جیسے پیوی کا یا چھوٹے لڑکے کا تو اس کو زکوٰۃ دینا درست نہیں۔ اور چونکہ عبد اللہ بن مسعودؓ زندہ تھے اس لیے ان کے ہوتے ہوئے بچے کا خرچ مال پر واجب نہ تھا۔ لہذا مال کو اس پر خیرات خرچ کرنا جائز ہوا۔ واللہ اعلم۔ (وحیدی)

(۱۴۶۲) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں

محمد بن جعفر نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے زید بن اسلم نے خبر دی،

١٤٦٢- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي

انہیں عیاض بن عبد اللہ نے، اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر میں عید گاہ تشریف لے گئے۔ پھر (نماز کے بعد) لوگوں کو وعظ فرمایا اور صدقہ کا حکم دیا۔ فرمایا: لوگو! صدقہ دو۔ پھر آپ عورتوں کی طرف گئے اور ان سے بھی یہی فرمایا کہ عورتو! صدقہ دو کہ میں نے جہنم میں بکثرت تم ہی کو دیکھا ہے۔ عورتوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! ایسا کیوں ہے؟ آپ نے فرمایا: اس لیے کہ تم لعن و طعن زیادہ کرتی ہو اور اپنے شوہر کی ناشکری کرتی ہو۔ میں نے تم سے زیادہ عقل اور دین کے اعتبار سے ناقص ایسی کوئی مخلوق نہیں دیکھی جو کار آزمودہ مرد کی عقل کو بھی اپنی مٹھی میں لے لیتی ہو۔ ہاں اے عورتو! پھر آپ واپس گھر پہنچے تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینبؓ آئیں اور اجازت چاہی۔ آپ سے کہا گیا کہ یہ زینب آئی ہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کون سی زینب (کیونکہ زینب نام کی بہت سی عورتیں تھیں) کہا گیا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا انہیں اجازت دے دو، چنانچہ اجازت دے دی گئی۔ انہوں نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آج آپ نے صدقہ کا حکم دیا تھا۔ اور میرے پاس بھی کچھ زیور ہے جسے میں صدقہ کرنا چاہتی تھی۔ لیکن (میرے خاوند) ابن مسعودؓ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ اور ان کے لڑکے اس کے ان (مسکینوں) سے زیادہ مستحق ہیں جن پر میں صدقہ کروں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ ابن مسعودؓ نے صحیح کہا۔ تمہارے شوہر اور تمہارے لڑکے اس صدقہ کے ان سے زیادہ مستحق ہیں جنہیں تم صدقہ کے طور پر دو گی۔ (معلوم ہوا کہ اقارب اگر محتاج ہوں تو صدقہ کے اولین مستحق وہی ہیں)

زَيْدٌ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي أَضْحَى أَوْ فِطْرِ إِلَى الْمُصَلَّى، ثُمَّ انْصَرَفَ فَوَعِظَ النَّاسَ وَأَمَرَهُمْ بِالصَّدَقَةِ فَقَالَ: ((أَيُّهَا النَّاسُ، تَصَدَّقُوا)). فَمَرَّ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ: ((يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ، فَإِنِّي أُرَيْتُكُمْ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ)). فَقُلْنَ: وَيَمَ ذَٰلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: ((تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ، وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ. مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلِ وَدِينٍ أَذْهَبَ لِلْبُّ الرَّجُلِ الْخَازِمِ مِنْ إِخْدَاكُنَّ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ)). ثُمَّ انْصَرَفَ، فَلَمَّا صَارَ إِلَى مَنْزِلِهِ جَاءَتْ زَيْنَبُ امْرَأَةُ ابْنِ مَسْعُودٍ تَسْأَلُ عَنْهُ، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَذِهِ زَيْنَبُ. فَقَالَ: ((أَيُّ الزَّيْنَبِ؟)) فَقِيلَ: امْرَأَةُ ابْنِ مَسْعُودٍ. قَالَ: ((نَعَمْ؛ انْذِنُوا لَهَا))، فَأَذِنَ لَهَا. قَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، إِنَّكَ أَمَرْتَ الْيَوْمَ بِالصَّدَقَةِ، وَكَانَ عِنْدِي خُلِيٌّ لِي فَأَرَدْتُ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِهِ، فَرَزَعَهُ ابْنُ مَسْعُودٍ أَنَّهُ وَوَلَدُهُ أَحَقُّ مَنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَلَيْهِمْ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((صَدَقَ ابْنُ مَسْعُودٍ، زَوْجُكَ وَوَلَدُكَ أَحَقُّ مَنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَلَيْهِمْ)).

[راجع: ۳۰۴]

باب مسلمان پر اس کے گھوڑوں کی زکوٰۃ دینا
ضروری نہیں ہے

۴۵- بَابُ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي
فَرَسِهِ صَدَقَةٌ

(۱۴۶۳) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن دینار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے سلیمان بن یسار سے سنا، ان سے عراک بن مالک نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان پر اس کے گھوڑے اور غلام کی زکوٰۃ واجب نہیں۔

باب مسلمان کو اپنے غلام (لوٹڈی) کی زکوٰۃ دینی ضروری نہیں ہے۔

(۱۴۶۳) ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے خثیم بن عراک بن مالک نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے (دوسری سند) اور ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خثیم بن عراک بن مالک نے بیان کیا، انہوں نے اپنے باپ سے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان پر نہ اس کے غلام میں زکوٰۃ فرض ہے اور نہ گھوڑے میں۔

۱۴۶۳- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي فَرَسِهِ وَغُلَامِهِ صَدَقَةٌ)).

۴۶- بَابُ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي عَبْدِهِ صَدَقَةٌ

۱۴۶۴- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ خَثِيمِ بْنِ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: وَحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ وَحَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَثِيمُ بْنُ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ صَدَقَةٌ فِي عَبْدِهِ وَلَا فِي فَرَسِهِ)).

[راجع: ۱۴۶۳]

ابحدیث کا محقق مذہب یہی ہے کہ غلاموں اور گھوڑوں میں مطلقاً زکوٰۃ نہیں ہے گو تجارت کے لیے ہوں۔ مگر ابن منذر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ اگر تجارت کے لیے ہوں تو ان میں زکوٰۃ ہے۔ اصل یہ ہے کہ زکوٰۃ ان ہی جنسوں میں لازم ہے جن کا بیان آنحضرت ﷺ نے فرمادیا۔ یعنی چوپایوں میں سے اونٹ، گائے اور بیل، کبریوں میں اور نقد مال سے سونے چاندی میں اور غلوں میں سے گیسوں اور جو اور جوار اور میوؤں میں سے کھجور، اور سوکھی انگور میں، بس ان کے سوا اور کسی مال میں زکوٰۃ نہیں گو وہ تجارت اور سوداگری ہی کے لیے ہو اور ابن منذر نے جو اجماع اس کے خلاف پر نقل کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ جب ظاہر یہ اور ابحدیث اس مسئلہ میں مختلف ہیں تو اجماع کیوں کر ہو سکتا ہے۔ اور ابوداؤد کی حدیث اور دارقطنی کی حدیث کہ جس مال کو ہم بیچنے کے لیے رکھیں اس میں آپ نے زکوٰۃ کا حکم دیا، یا کپڑے میں زکوٰۃ ہے ضعیف ہے۔ حجت کے لیے لائق نہیں۔

اور آیت قرآن خذ من اموالہم صدقۃ میں اموال سے وہی مال مراد ہیں جن کی زکوٰۃ کی تصریح حدیث میں آئی ہے۔ یہ امام شوکانی کی تحقیق ہے اور سید علامہ نے اس کی تائید کی ہے۔ اس بنا پر جواہر، موتی، مونگا، یا قوت، الماس اور دوسری صدہا اشیائے تجارتی میں جیسے گھوڑے، گاڑیاں، کتابیں، کانفہ میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ مگر چونکہ ائمہ اربعہ اور جمہور علماء اموال تجارتی میں وجوب زکوٰۃ

طرف گئے ہیں لہذا احتیاط اور تقویٰ یہی ہے کہ ان میں سے زکوٰۃ نکالے۔ (وحیدی)

باب ۴۷- بَابُ الصَّدَقَةِ عَلَى الْيَتَامَى

۱۴۶۵- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَصَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَلَسَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ فَقَالَ : ((إِنِّي مِمَّا أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِنْ بَغْدِي مَا يَفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَزَيْنَبِهَا)). فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَوْ يَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ؟ فَسَكَتَ النَّبِيُّ ﷺ. فَقِيلَ لَهُ : مَا شَأْنُكَ؟ تَكَلَّمَ النَّبِيُّ ﷺ وَلَا يُكَلِّمُكَ؟ فَرَأَيْنَا أَنَّهُ يُنْزَلُ عَلَيْهِ. قَالَ فَمَسَحَ عَنْهُ الرُّحْضَاءُ، وَقَالَ : ((أَيُّنَ السَّائِلِ؟)) - وَكَأَنَّهُ حَمِدَهُ - فَقَالَ : ((إِنَّهُ لَا يَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ، وَإِنْ مِمَّا يُنْبِتُ الرَّبِيعُ يَقْتُلُ أَوْ يُلْمُ، إِلَّا أَكَلَةَ الْخَضِرَاءِ، أَكَلْتُ حَتَّى إِذَا افْتَدَتْ خَاصِرَتَاهَا اسْتَقْبَلَتْ عَيْنَ الشَّمْسِ فَلَطَطَتْ وَبَالَتْ وَرَتَعَتْ. وَإِنْ هَذَا الْمَالُ خَصِيرَةٌ خُلُوةٌ، فَنِعْمَ صَاحِبُ الْمُسْلِمِ مَا أُعْطِيَ مِنْهُ الْمُسْكِينُ وَالْيَتِيمُ وَابْنُ السَّبِيلِ)) - أَوْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((وَإِنَّهُ مَنْ يَأْخُذْهُ بِغَيْرِ حَقِّهِ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ، وَيَكُونُ شَهِيدًا عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)).

[راجع: ۹۲۱]

(۱۳۶۵) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ہشام دستوائی نے، یحییٰ سے بیان کیا۔ ان سے ہلال بن ابی میمونہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عطاء بن یسار نے بیان کیا، اور انہوں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ نبی کریم ﷺ ایک دن منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ ہم بھی آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تمہارے متعلق اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تم پر دنیا کی خوشحالی اور اس کی زیبائش و آرائش کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا اچھائی برائی پیدا کرے گی؟ اس پر نبی کریم ﷺ خاموش ہو گئے۔ اس لیے اس شخص سے کہا جانے لگا کہ کیا بات تھی۔ تم نے نبی کریم ﷺ سے ایک بات پوچھی لیکن آنحضور ﷺ تم سے بات نہیں کرتے۔ پھر ہم نے محسوس کیا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ بیان کیا کہ پھر آنحضور ﷺ نے پسینہ صاف کیا (جو وحی نازل ہوتے وقت آپ کو آنے لگتا تھا) پھر پوچھا کہ سوال کرنے والے صاحب کہاں ہیں۔ ہم نے محسوس کیا کہ آپ نے اس کے (سوال کی) تعریف کی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اچھائی برائی نہیں پیدا کرتی (مگر بے موقع استعمال سے برائی پیدا ہوتی ہے) کیونکہ موسم بہار میں بعض ایسی گھاس بھی اگتی ہیں جو جان لیوا یا تکلیف دہ ثابت ہوتی ہیں۔ البتہ ہریالی چرنے والا وہ جانور بیخ جاتا ہے کہ خوب چرتا ہے اور جب اس کی دونوں کوکھیں بھر جاتی ہیں تو سورج کی طرف رخ کر کے پاخانہ پیشاب کر دیتا ہے اور پھر چرتا ہے۔ اسی طرح یہ مال و دولت بھی ایک خوشگوار سبزہ زار ہے۔ اور مسلمان کا وہ مال کتنا عمدہ ہے جو مسکین، یتیم اور مسافر کو دیا جائے۔ یا جس طرح نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ہاں اگر کوئی شخص زکوٰۃ حقدار ہونے کے بغیر لیتا ہے تو اس کی مثال ایسے شخص کی سی ہے جو کھاتا ہے لیکن اس کا پیٹ نہیں بھرتا۔ اور قیامت کے دن یہ مال اس کے

خلاف گواہ ہو گا۔

تشیخ | اس طویل حدیث میں آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کے مستقبل کی بابت کئی ایک اشارے فرمائے جن میں سے بیشتر باتیں وجود میں آچکی ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ نے مسلمانوں کے عروج و اقبال کے دور پر بھی اشارہ فرمایا۔ اور یہ بھی بتلایا کہ دنیا کی ترقی مال و دولت کی فراوانی یہاں کا عیش و عشرت یہ چیزیں بظاہر خیر ہیں مگر بعض دفعہ ان کا نتیجہ شر سے بھی تبدیل ہو سکتا ہے۔ اس پر بعض لوگوں نے کہا کہ حضور کیا خیر کبھی شر کا باعث ہو جائے گی۔ اس سوال کے جواب کے لیے آنحضرت ﷺ وحی کے انتظار میں خاموش ہو گئے۔ جس سے کچھ لوگوں کو خیال ہوا کہ آپ اس سوال سے خفا ہو گئے ہیں۔ کافی دیر بعد جب اللہ پاک نے آپ کو بذریعہ وحی جواب سے آگاہ فرمایا تو آپ نے یہ مثال دے کر جو حدیث میں مذکور ہے سمجھایا اور بتلایا کہ گو دولت حق تعالیٰ کی نعمت اور اچھی چیز ہے مگر جب بے موقع اور گناہوں میں صرف کی جائے تو یہی دولت عذاب بن جاتی ہے۔ جیسے فصل کی ہری گھاس وہ جانوروں کے لیے بڑی عمدہ نعمت ہے۔ مگر جو جانور ایک ہی مرتبہ گر کر اس کو حد سے زیادہ کھا جائے تو اس کے لیے یہی گھاس زہر کا کام دیتی ہے۔ جانور پر کیا منحصر ہے۔ یہی روٹی جو آدمی کے لیے باعث حیات ہے اگر اس میں بے اعتدالی کی جائے تو باعث موت بن جاتی ہے۔ تم نے دیکھا ہو گا قحط سے متاثر بھوکے لوگ جب ایک ہی مرتبہ کھانا پالیتے ہیں اور حد سے زیادہ کھا جاتے ہیں تو بعض دفعہ ایسے لوگ پانی پیتے ہی دم توڑ دیتے ہیں اور ہلاک ہو جاتے ہیں۔ یہ کھانا ان کے لیے زہر کا کام دیتا ہے۔

پس جو جانور ایک ہی مرتبہ ریح کی پیداوار پر نہیں گرتا بلکہ سوکھی گھاس پر جو بارش سے ذرا ذرا ہری نکلتی ہے اس کے کھانے پر قناعت کرتا ہے۔ اور پھر کھانے کے بعد سورج کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو کر اس کے ہضم ہونے کا انتظار کرتا ہے۔ پانڈا پیشاب کرتا ہے تو وہ ہلاک نہیں ہوتا۔

اسی طرح دنیا کا مال بھی ہے جو اعتدال سے حرام و حلال کی پابندی کے ساتھ اس کو کماتا ہے اس سے فائدہ اٹھاتا ہے آپ کھاتا ہے۔ مسکین، یتیم، مسافروں کی مدد کرتا ہے تو وہ بچا رہتا ہے۔ مگر جو حرص کتے کی طرح دنیا کے مال و اسباب پر گر پڑتا ہے اور حلال و حرام کی قید اٹھا دیتا ہے۔ آخر وہ مال اس کو ہضم نہیں ہوتا۔ اور استفراغ کی ضرورت پڑتی ہے۔ کبھی بد ہضمی ہو کر اسی مال کی دھن میں اپنی جان بھی گنوا دیتا ہے۔ پس مال دنیا کی ظاہری خوبصورتی پر فریب مت کھاؤ، ہوشیار رہو، طوہ کے اندر زہر لپٹا ہوا ہے۔

حدیث کے آخری الفاظ کا لڈی یا کل ولا یشبع میں ایسے لالچی طماع لوگوں پر اشارہ ہے جن کو جوع البقر کی بیماری ہو جاتی ہے اور کسی طرح ان کی حرص نہیں جاتی۔

حدیث اور باب میں مطابقت حدیث کا جملہ فہم صاحب المسلم ما اعطى منه المسكين والیتیم و ابن السبیل ہے۔ کہ اس سے یتیموں پر صدقہ کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔

باب عورت کا خود اپنے شوہر کو یا اپنی زیر تربیت یتیم بچوں کو زکوٰۃ دینا۔

۴۸- بَابُ الزَّكَاةِ عَلَى الزَّوْجِ

وَالْأَيَّامِ فِي الْحَجْرِ

اس کو ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔ (۱۲۶۶) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے میرے باپ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعلمش نے بیان کیا، ان سے شقیق نے، ان سے عمرو بن الحارث نے اور ان سے عبد اللہ بن مسعود

قَالَ أَبُو سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ
۱۴۶۶- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ
غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ
قَالَ: حَدَّثَنِي شَقِيقٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ

الْحَارِثِ عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا. قَالَ فَلَذَكَرْتُهُ لِإِبْرَاهِيمَ فَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللَّهِ بِمِثْلِهِ سَوَاءً قَالَتْ: ((كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((تَصَدَّقْ وَلَوْ مِنْ خُلْيُكُنْ)). وَكَانَتْ زَيْنَبُ تُنْفِقُ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ وَأَيْتَامٍ فِي حَجَرِهَا. فَقَالَتْ لِعَبْدِ اللَّهِ: سَلْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَيَجْزِي عَنِّي أَنْ أَنْفِقَ عَلَيْكَ وَعَلَى أَيْتَامِي فِي حَجَرِي مِنَ الصَّدَقَةِ؟ فَقَالَ: سَلِي أَنْتِ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ. فَأَنْطَلَقْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَوَجَدْتُ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ عَلَى الْبَابِ حَاجَتُهَا مِثْلُ حَاجَتِي. فَمَرَّ عَلَيْنَا بِلَالٍ فَقُلْنَا: سَلِ النَّبِيَّ ﷺ أَيَجْزِي عَنِّي أَنْ أَتَصَدَّقَ عَلَى زَوْجِي وَأَيْتَامٍ لِي فِي حَجَرِي. وَقُلْنَا: لَا تُخْبِرُنَا. فَدَخَلَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ: ((مَنْ هُمَا؟)) فَقَالَ زَيْنَبُ. قَالَ: ((أَيُّ الزَّيْنَبِ؟)) قَالَ: امْرَأَةُ عَبْدِ اللَّهِ. قَالَ: ((نَعَمْ، وَلَهَا أَجْرَانِ: أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ)).

کی بیوی زینبؓ نے۔ (اعمش نے) کہا کہ میں نے اس حدیث کا ذکر ابراہیم نخعی سے کیا۔ تو انہوں نے بھی مجھ سے ابو عبیدہ سے بیان کیا۔ ان سے عمرو بن حارث نے اور ان سے عبد اللہ بن مسعودؓ کی بیوی زینبؓ نے، بالکل اسی طرح حدیث بیان کی (جس طرح شقیق نے کی کہ) زینبؓ نے بیان کیا کہ میں مسجد نبویؐ میں تھی۔ رسول اللہ ﷺ کو میں نے دیکھا۔ آپ یہ فرما رہے تھے، صدقہ کرو، خواہ اپنے زیور ہی میں سے دو۔ اور زینب اپنا صدقہ اپنے شوہر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور چند یتیموں پر بھی جو ان کی پرورش میں تھے خرچ کیا کرتی تھیں۔ اس لیے انہوں نے اپنے خاوند سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے پوچھئے کہ کیا وہ صدقہ بھی مجھ سے کفایت کرے گا جو میں آپ پر اور ان چند یتیموں پر خرچ کروں جو میری سپردگی میں ہیں۔ لیکن عبد اللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ تم خود جا کر رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لو۔ آخر میں خود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس وقت میں نے آپ کے دروازے پر ایک انصاری خاتون کو پایا۔ جو میری ہی جیسی ضرورت لے کر موجود تھیں۔ (جو زینب ابو مسعود انصاری کی بیوی تھیں) پھر ہمارے سامنے سے بلال گزرے۔ تو ہم نے ان سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے یہ مسئلہ دریافت کیجئے کہ کیا وہ صدقہ مجھ سے کفایت کرے گا جسے میں اپنے شوہر اور اپنی زیر تحویل چند یتیم بچوں پر خرچ کر دوں۔ ہم نے بلال سے یہ بھی کہا کہ ہمارا نام نہ لینا۔ وہ اندر گئے اور آپ سے عرض کیا کہ دو عورتیں مسئلہ دریافت کرتی ہیں۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ دونوں کون ہیں؟ بلالؓ نے کہہ دیا کہ زینب نام کی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کون سی زینب؟ بلالؓ نے کہا کہ عبد اللہ بن مسعودؓ کی بیوی۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں! بے شک درست ہے۔ اور انہیں دو گنا ثواب ملے گا۔ ایک قرابت داری کا اور دوسرا خیرات کرنے کا۔

اس حدیث میں صدقہ یعنی خیرات کا لفظ ہے جو فرض صدقہ یعنی زکوٰۃ اور نفل خیرات دونوں کو شامل ہے۔ امام شافعیؒ اور ثوریؒ اور صاحبین اور امام مالکؒ اور امام احمدؒ سے ایک روایت ایسی ہی ہے اپنے خاوند کو اور بیٹوں کو (بشرطیکہ وہ غریب

تَشْرِیح

مسکین ہوں) دینا درست ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ماں باپ اور بیٹے کو دینا درست نہیں۔ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک خاوند کو بھی زکوٰۃ دینا درست نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان حدیثوں میں صدقہ سے نفل صدقہ مراد ہے۔ (وحیدی)

لیکن خود حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں زکوٰۃ فرض کو مراد لیا ہے۔ جس سے ان کا مسلک ظاہر ہے حدیث کے ظاہر الفاظ سے بھی حضرت امام کے خیال ہی کی تائید ہوتی ہے۔

۱۴۶۷ھ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ زَيْنَبِ ابْنَةِ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ : قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَيْ أَجْرٌ أَنْ أَنْفِقَ عَلَى بَنِي أَبِي سَلَمَةَ؟ إِنَّمَا هُمْ بَنِي. فَقَالَ : ((انْفِقِي عَلَيْهِمْ، فَلَكَ أَجْرٌ مَا أَنْفَقْتَ عَلَيْهِمْ)).

[طرفہ فی : ۵۳۶۹].

۱۳۶۷ھ) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدہ نے، ان سے ہشام نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے، ان سے زینب بنت ام سلمہ نے، ان سے ام سلمہ نے، انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اگر میں ابو سلمہ (اپنے پہلے خاوند) کے بیٹوں پر خرچ کروں تو درست ہے یا نہیں۔ کیونکہ وہ میری بھی اولاد ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں ان پر خرچ کر۔ تو جو کچھ بھی ان پر خرچ کرے گی اس کا ثواب تجھ کو ملے گا۔

محتاج اولاد پر صدقہ خیرات حتیٰ کہ مال زکوٰۃ دینے کا جواز ثابت ہوا۔

باب اللہ تعالیٰ کے فرمان

۴۹ - بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى :

﴿وَلِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ [التوبة : ۶۰].

(زکوٰۃ کے مصارف بیان کرتے ہوئے کہ زکوٰۃ غلام آزاد کرانے میں، مقروضوں کے قرض ادا کرنے میں اور اللہ کے راستے میں خرچ کی جائے۔

وفی الرقاب سے یہی مراد ہے۔ بعضوں نے کہا مکاتب کی مدد کرنا مراد ہے اور اللہ کی راہ سے مراد غازی اور مجاہد لوگ ہیں۔ اور امام احمدؒ اور اسحاقؒ نے کہا کہ حاجیوں کو دینا بھی فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔ مکاتب وہ غلام جو اپنی آزادی کا معاملہ اپنے مالک سے طے کر لے اور معاملہ کی تفصیلات لکھ جائیں۔

وَيَذْكُرُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : يُعْتَقُ مِنْ زَكَاةٍ مَالِهِ وَيُعْطِي فِي الْحَجِّ. وَقَالَ الْحَسَنُ : إِنْ اشْتَرَى أَبَاهُ مِنَ الزَّكَاةِ جَارًا، وَيُعْطِي فِي الْمَجَاهِدِينَ وَالَّذِي لَمْ يُحْجَ ثُمَّ تَلَا: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ﴾ (الآيَةُ). فِي أَيُّهَا أُعْطِيَتْ أَجْزَاءُ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((إِنْ خَالِدًا اخْتَبَسَ أَذْرَاعَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ)). وَيَذْكُرُ عَنْ أَبِي لَاسٍ: (حَمَلْنَا النَّبِيَّ ﷺ عَلَى إِبِلِ الصَّدَقَةِ

اور ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ اپنی زکوٰۃ میں سے غلام آزاد کر سکتا ہے اور حج کے لیے دے سکتا ہے۔ اور امام حسن بصریؒ نے کہا کہ اگر کوئی زکوٰۃ کے مال سے اپنے آپ کو جو غلام ہو خرید کر آزاد کر دے تو جائز ہے۔ اور مجاہدین کے اخراجات کے لیے بھی زکوٰۃ دی جائے۔ اسی طرح اس شخص کو بھی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے جس نے حج نہ کیا ہو۔ (تاکہ اس امداد سے حج کر سکے) پھر انہوں نے سورہ توبہ کی آیت انما الصدقات للفقراء آخر تک کی تلاوت کی اور کہا کہ (آیت میں بیان شدہ تمام مصارف زکوٰۃ میں سے) جس کو بھی زکوٰۃ دی جائے کافی ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ خالد بن ولیدؓ نے تو اپنی زرہیں اللہ تعالیٰ

لِلْحَجَّ)). کے راستے میں وقف کر دی ہیں۔ ابوالاس (زیادہ خزانہ صحابی) جہت سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں زکوٰۃ کے اونٹوں پر سوار کر کے حج کرایا۔

تفسیر قرآن شریف میں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف مذکور ہیں۔ فقراء، مساکین، عاقلین، زکوٰۃ، مؤلفۃ القلوب، رقاب، غارمین فی سبیل اللہ ابن السبیل یعنی مسافر۔ امام حسن بصریؒ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ والا ان میں سے کسی میں بھی زکوٰۃ کا مال خرچ کرے تو کافی ہو گا۔ اگر ہو سکے تو آٹھوں قسموں میں دے مگر یہ ضروری نہیں ہے حضرت امام ابو حنیفہ اور جہور علماء اور اہل حدیث کا یہی قول ہے اور شافعیہ سے منقول ہے کہ آٹھوں مصرف میں زکوٰۃ خرچ کرنا واجب ہے گو کسی مصرف کا ایک ہی آدمی ملے۔ مگر ہمارے زمانہ میں اس پر عمل مشکل ہے۔ اکثر ملکوں میں مجاہدین اور مؤلفۃ القلوب اور رقاب نہیں ملتے۔ اسی طرح عاقلین زکوٰۃ (وحیدی) آیت مصارف زکوٰۃ کے تحت امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

”یہ آٹھ مصارف جس ترتیب سے بیان کئے گئے ہیں حقیقت میں معاملہ کی قدرتی ترتیب بھی یہی ہے سب سے پہلے فقراء اور مساکین کا ذکر کیا جو استحقاق میں سب سے مقدم ہیں پھر عاقلین کا ذکر آیا جن کی موجودگی کے بغیر زکوٰۃ کا نظام قائم نہیں رہ سکتا۔ پھر ان کا ذکر آیا جن کا دل ہاتھ میں لینا ایمان کی تقویت اور حق کی اشاعت کے لیے ضروری تھا۔ پھر غلاموں کو آزاد کرانے اور قرضداروں کو بار قرض سے سبکدوش کرانے کے مقاصد نمایاں ہوئے پھر فی سبیل اللہ کا مقصد رکھا گیا جس کا زیادہ اطلاق دفاع پر ہوا۔ پھر دین کے اور امت کے عام مصالح اس میں شامل ہیں۔ مثلاً قرآن اور علوم دینی کی ترویج و اشاعت، مدارس کا اجراء و قیام، دعا و مبلغین کے ضروری مصارف، ہدایت و ارشادات کے تمام مفید وسائل۔

فقہاء و مفسرین کا ایک گروہ اس طرف گیا ہے۔ بعضوں نے مسجد، کنواں، پل جیسی تعمیرات خیرہ کو بھی اس میں داخل کر دیا۔ (نیل الاوطار) فقہائے حنفیہ میں سے صاحب فتاویٰ ظہیریہ لکھتے ہیں المراد طلبۃ العلم اور صاحب بدائع کے نزدیک وہ تمام کام جو نیکی اور خیرات کے لیے ہوں اس میں داخل ہیں۔ سب کے آخر میں ابن السبیل یعنی مسافر کو جگہ دی۔

جہور کے مذہب کا مطلب یہ ہے کہ تمام مصارف میں بیک وقت تقسیم کرنا ضروری نہیں ہے۔ جس وقت جیسی حالت اور جیسی ضرورت ہو اسی کے مطابق خرچ کرنا چاہیے۔ اور یہی مذہب قرآن و سنت کی تصریحات اور روح کے مطابق بھی ہے۔ ائمہ اربعہ میں صرف امام شافعیؒ اس کے خلاف گئے ہیں۔“ (اقتباس از تفسیر ترجمان القرآن آزاد جلد ۲ ص ۱۳۰)

فی سبیل اللہ کی تفسیر میں نواب صدیق حسن خاں مرحوم لکھتے ہیں: واما سبیل اللہ فالمراد ہنا الطريق الیہ عز و جل والجهاد وان كان اعظم الطريق الی اللہ عز و جل لكن لا دلیل علی اختصاص هذا السهم بہ بل یصح صرف ذلك فی كل ما كان طریقاً الی اللہ هذا معنی الاية لغاً والواجب الوقوف علی المعنی اللغویۃ حیث لم یصح النقل هنا شرعاً و من جملة سبیل اللہ الصرف فی العلماء الذین یقومون بمصالح المسلمین الدینیۃ فان لهم فی مال اللہ نصیباً بل الصرف فی هذه الجهة من اهم الامور لان العلماء ورثة الانبیاء و حملة الدین و بهم تحفظ بیضة الاسلام و شریعة سید الانام و قد كان علماء الصحابة یاخذون من العطاء ما یقوم بما یحتاجون الیہ۔

اور علامہ شوکانیؒ اپنی کتاب و بل الغمام میں لکھتے ہیں:

و من جملة فی سبیل اللہ الصرف فی العلماء فان لهم فی مال اللہ نصیباً سواء كانوا اغنیاء او فقراء بل الصرف فی هذه الجهة من اهم الامور و قد كان علماء الصحابة یاخذون من جملة هذه الاموال التي كانت تفرق بین المسلمین علی هذه الصفة من الزکوٰۃ الخ

خلاصہ یہ کہ یہاں سبیل اللہ سے مراد جہاد ہے جو وصول الی اللہ کا بہت ہی بڑا راستہ ہے۔ مگر اس حصہ کے ساتھ سبیل اللہ کی تخصیص کرنے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ ہر وہ نیک جگہ مراد ہے جو طریق الی اللہ سے متعلق ہو۔ آیت کے لغوی معانی یہی ہیں۔ جن پر واقعیت ضروری ہے۔ اور سبیل اللہ میں ان علماء پر خرچ کرنا بھی جائز ہے جو خدمات مسلمین میں دینی حیثیت سے لگے ہوئے ہیں۔ ان کے لیے اللہ کے مال میں یقیناً حصہ ہے بلکہ یہ اہم الامور ہے۔ اس لیے کہ علماء انبیاء کرام کے وارث ہیں۔ ان ہی کی مساعی جیلہ سے اسلام اور شریعت سید الانام محفوظ ہے۔ علمائے صحابہ بھی اپنی حاجات کے مطابق اس سے عطایا لیا کرتے تھے۔

علامہ شوکانی کہتے ہیں کہ فی سبیل اللہ میں علمائے دین کے مصارف میں خرچ کرنا بھی داخل ہے۔ ان کا اللہ کے مال میں حصہ ہے اگرچہ وہ غنی بھی کیوں نہ ہوں۔ اس مصرف میں خرچ کرنا بہت ہی اہم ہے اور علمائے صحابہ بھی اپنی حاجات کے لیے اس صفت پر اموال زکوٰۃ سے عطایا لیا کرتے تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۱۳۶۸) ہم سے ابو الیمین نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، کہا کہ ہم سے ابو الزناد نے اعرج سے خبر دی اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم دیا۔ پھر آپ سے کہا گیا کہ ابن جمیل اور خالد بن ولید اور عباس بن عبد المطلب نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ابن جمیل یہ شکر نہیں کرتا کہ کل تک تو وہ فقیر تھا۔ پھر اللہ نے اپنے رسول کی دعا کی برکت سے اسے مالدار بنا دیا۔ باقی رہے خالد، تو ان پر تم لوگ ظلم کرتے ہو۔ انہوں نے تو اپنی زرہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں وقف کر رکھی ہیں۔ اور عباس بن عبد المطلب، تو وہ رسول اللہ ﷺ کے چچا ہیں۔ اور ان کی زکوٰۃ انہی پر صدق ہے۔ اور اتباعی اور انہیں میری طرف سے دینا ہے۔ اس روایت کی متابعت ابو الزناد نے اپنے والد سے کی اور ابن اسحاق نے ابو الزناد سے یہ الفاظ بیان کئے۔ ہی علیہ و مثلہا معہا (صدقہ کے لفظ کے بغیر) اور ابن جریج نے کہا کہ مجھ سے اعرج سے اسی طرح یہ حدیث بیان کی گئی۔

۱۴۶۸ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالصَّدَقَةِ، فَقِيلَ: مَنْعَ ابْنِ جَمِيلٍ وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ وَعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَا يَنْفَعُ ابْنُ جَمِيلٍ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ فَقِيرًا فَأَغْنَاهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ، وَأَمَّا خَالِدٌ فَإِنَّكُمْ تَظْلَمُونَ خَالِدًا، قَدْ اخْتَسَسَ أَذْرَاعَهُ وَأَعْتَدَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَأَمَّا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَعَمَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَبِمَا عَلَيْهِ صَدَقَةٌ وَمِثْلُهَا مَعَهَا)). تَابَعَهُ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيهِ. وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ: ((هِيَ عَلَيْهِ وَمِثْلُهَا مَعَهَا)). وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: حَدَّثْتُ عَنِ الْأَعْرَجِ بِمِثْلِهِ.

اس حدیث میں تین اصحاب کا واقعہ ہے۔ پہلا ابن جمیل ہے جو اسلام لانے سے پہلے محض قلاش اور مفلس تھا۔ اسلام کی برکت سے مالدار بن گیا تو اس کا بدلہ یہ ہے کہ اب وہ زکوٰۃ دینے میں کراہتا ہے اور خفا ہوتا ہے۔ اور حضرت خالدؓ کے متعلق آنحضرت ﷺ نے خود فرمایا جب انہوں نے اپنا سارا مال و اسباب ہتھیار وغیرہ فی سبیل اللہ وقف کر دیا ہے تو اب واقعی مال کی زکوٰۃ کیوں دینے لگا۔ اللہ کی راہ میں مجاہدین کو دینا یہ خود زکوٰۃ ہے۔ بعض نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ خالد تو ایسا نئی ہے کہ اس نے ہتھیار گھوڑے وغیرہ سب راہ خدا میں دے ڈالے ہیں۔ وہ بھلا فرض زکوٰۃ کیسے نہ دے گا تم غلط کہتے ہو کہ وہ زکوٰۃ نہیں دیتا۔ حضرت عباسؓ کے بارے میں آپؐ نے فرمایا کہ یہ زکوٰۃ بلکہ اس سے دونا میں ان پر سے تصدق کروں گا۔ مسلم کی روایت میں یوں ہے کہ عباسؓ

کی زکوٰۃ بلکہ اس کا دوتا روپیہ میں دوں گا۔ حضرت عباسؓ دو برس کی زکوٰۃ پیشگی آنحضرت ﷺ کو دے چکے تھے۔ اس لیے انہوں نے ان تحصیل کرنے والوں کو زکوٰۃ نہ دی۔ بعضوں نے کہا مطلب یہ ہے کہ بالفعل ان کو مہلت دو۔ سال آئندہ ان سے دہری یعنی دو برس کی زکوٰۃ وصول کرنا۔ (مختصر از وحیدی)

باب سوال سے بچنے کا بیان

(۱۳۶۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے ابن شہاب سے خبر دی، انہیں عطاء بن یزید لیشی نے اور انہیں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آپ نے انہیں دیا۔ پھر انہوں نے سوال کیا اور آپ نے پھر دیا۔ یہاں تک کہ جو مال آپ کے پاس تھا۔ اب وہ ختم ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس جو مال و دولت ہو تو میں اسے بچا کر نہیں رکھوں گا۔ مگر جو شخص سوال کرنے سے بچتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے سوال کرنے سے محفوظ ہی رکھتا ہے۔ اور جو شخص بے نیازی برتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بے نیاز بنا دیتا ہے اور جو شخص اپنے اوپر زور ڈال کر بھی مبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے صبر و استقلال دے دیتا ہے۔ اور کسی کو بھی صبر سے زیادہ بہتر اور اس سے زیادہ بے

پایاں خیر نہیں ملی۔ (صبر تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے)

شریعت اسلامیہ کی بے شمار خوبیوں میں سے ایک یہ خوبی بھی کس قدر اہم ہے کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے، سوال کرنے سے مختلف طریقوں کے ساتھ ممانعت کی ہے اور ساتھ ہی اپنے زور بازو سے کمانے اور رزق حاصل کرنے کی ترغیبات دلائی ہیں۔ مگر پھر بھی کتنے ہی ایسے معذورین مرد و عورت ہوتے ہیں جن کو بغیر سوال کئے چارہ نہیں۔ ان کے لیے فرمایا وَاَقَامَ السَّائِلَ فَلَا تَنْهَازِ یعنی سوال کرنے والوں کو نہ ڈانٹو بلکہ نرمی سے ان کو جواب دے دو۔

حدیث ہذا کے راوی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں۔ جن کا نام سعد بن مالک ہے۔ اور یہ انصاری ہیں۔ جو کیت ہی سے زیادہ مشہور ہیں۔ حافظ حدیث اور صاحب فضل و عقل علمائے کبار صحابہ میں ان کا شمار ہے ۸۴ سال کی عمر پائی اور ۷۴ھ میں انتقال کیا اور جنت البقیع میں سپرد خاک کئے گئے رضی اللہ عنہ وارضاه۔

(۱۳۷۰) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالکؒ نے خبر دی، انہیں ابوالزناد نے، انہیں اعرج نے، انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر کوئی شخص رسی سے لکڑیوں کا بوجھ باندھ کر اپنی پیٹھ پر جنگل سے اٹھالائے (پھر انہیں بازار

۵۰- بَابُ الْإِسْتِعْفَافِ عَنِ الْمَسْأَلَةِ

۱۴۶۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ((أَنَّ أَنَسًا مِنَ الْأَنْصَارِ سَأَلُوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَعْطَاهُمْ، ثُمَّ سَأَلُوهُ فَأَغْطَاهُمْ، حَتَّى نَفِدَ مَا عِنْدَهُ فَقَالَ : ((مَا يَكُونُ عِنْدِي مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ أَذْخِرَهُ عَنْكُمْ، وَمَنْ يَسْتَغْفِرْ يُعَفِّهِ اللَّهُ، وَمَنْ يَسْتَغْفِرْ يُغْفِرْهُ اللَّهُ، وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصْبِرْهُ اللَّهُ، وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ)).

[طرفہ فی : ۶۷۰].

تَبَسُّمٌ

۱۴۷۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْوَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ فَيَحْتَطِبَ عَلَى ظَهْرِهِ

خَيْرَ لَهٗ مِنْ اَنْ يَّاتِيَّ رَجُلًا فَيَسْأَلَهُ، اَعْطَاهُ
میں بچ کر اپنا رزق حاصل کرے) تو وہ اس شخص سے بہتر ہے جو کسی
کے پاس آکر سوال کرے۔ پھر جس سے سوال کیا گیا ہے وہ اسے دے
(اَوْ مَنَعَهُ)۔

[أطرافه في : ١٤٨٠، ٢٠٧٤، ٢٣٧٤]۔

نتیجہ حدیث بڑا سے یہ نکلتا ہے کہ ہاتھ سے محنت کر کے کھانا کھانا نہایت افضل ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ کمائی کے تین اصول ہیں۔ ایک زراعت، دوسری تجارت، تیسری صنعت و حرفت۔ بعضوں نے کہا ان تینوں میں تجارت افضل ہے۔ بعضوں نے کہا زراعت افضل ہے۔ کیونکہ اس میں ہاتھ سے محنت کی جاتی ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ کوئی کھانا اس سے بہتر نہیں ہے جو ہاتھ سے محنت کر کے پیدا کیا جائے، زراعت کے بعد پھر صنعت افضل ہے۔ اس میں بھی ہاتھ سے کام کیا جاتا ہے۔ اور نوکری تو بدترین کسب ہے۔ ان احادیث سے یہ بھی ظاہر ہے کہ رسول کریم ﷺ نے محنت کر کے کمانے والے مسلمان پر کس قدر محبت کا اظہار فرمایا کہ اس کی خوبی پر آپ نے اللہ پاک کی قسم کھائی۔ پس جو لوگ محض کھجے بن کر بیٹھے رہتے ہیں اور دوسروں کے دست نگر رہتے ہیں۔ پھر قسمت کا گلہ کرنے لگتے ہیں۔ یہ لوگ عند اللہ وعند الرسول اچھے نہیں ہیں۔

١٤٧١- حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبٌ
عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الزُّهَيْرِ بْنِ
الْعَوَّامِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:
(لَا يَأْخُذُ أَحَدُكُمْ حَتْلَهُ فَيَأْتِي بِحُزْمَةِ
الْحَطَبِ عَلَى ظَهْرِهِ فَيَبِيعُهَا فَيَكْفُ اللَّهُ
بِهَا وَجْهَهُ، خَيْرٌ لَهٗ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ
أَعْطَوْهُ أَوْ مَنَعُوهُ)۔

(۱۴۷۱) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے، ان سے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی بھی اگر (ضرورت مند ہو تو) اپنی رسی لے کر آئے اور لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر اپنی پیٹھ پر رکھ کر لائے۔ اور اسے بیچے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اس کی عزت کو محفوظ رکھ لے تو یہ اس سے اچھا ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرتا پھرے، اسے وہ دیں یا نہ دیں۔

[طرفه في : ٢٠٧٥، ٣٣٧٣]۔

اس حدیث کے راوی حضرت زبیر بن عوام ہیں جن کی کنیت ابو عبد اللہ قریشی ہے۔ ان کی والدہ حضرت صفیہ عبد المطلب کی بیٹی اور آنحضور ﷺ کی چھوٹی بیٹی ہیں۔ یہ اور ان کی والدہ شروع میں ہی اسلام لے آئے تھے جب کہ ان کی عمر سولہ سال کی تھی۔ اس پر ان کے بچانے دھوئیں سے ان کا دم گھوٹ کر تکلیف پہنچائی تاکہ یہ اسلام چھوڑ دیں مگر انہوں نے اسلام کو نہ چھوڑا۔ یہ تمام غزوات میں آنحضور ﷺ کے ساتھ رہے اور یہ وہ ہیں جنہوں نے سب سے اول تلوار اللہ کے راستے میں سوئی۔ اور آنحضور ﷺ کے ساتھ جنگ احد میں ڈٹے رہے۔ اور عشرہ مبشرہ میں ان کا بھی شمار ہے۔ چونکہ سال کی عمر میں بصرہ میں شہید کر دیئے گئے۔ یہ حادثہ ۳۶ھ میں پیش آیا۔ اول وادی سباع میں دفن ہوئے۔ پھر بصرہ میں خنقل کر دیئے گئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاه۔

١٤٧٢- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ
اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنْ الزُّهَيْرِيِّ عَنْ
عُرْوَةَ بْنِ الزُّهَيْرِ وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ
حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:
(۱۴۷۲) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا کہ ہمیں یونس نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں عروہ بن زبیر اور سعید بن مسیب نے کہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ مانگا۔ آپ نے عطا فرمایا۔ میں نے پھر

((سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي ثُمَّ قَالَ: ((يَا حَكِيمُ، إِنَّ هَذَا الْمَالَ خَصِيْرَةٌ خَلُوءٌ، فَمَنْ أَخَذَهُ بِسَخَاوَةٍ نَفْسٍ بُورِكَ لَهُ فِيهِ، وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافٍ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ، وَكَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ. أَيْدِ الْغُلَايَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى)). قَالَ حَكِيمٌ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَرْزَأُ أَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتَّى أَفَارِقَ الدُّنْيَا. فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَدْعُو حَكِيمًا إِلَى الْإِعْطَاءِ فَيَأْتِي أَنْ يَقْبَلَهُ مِنْهُ. ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهُ فَيَأْتِي أَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا، فَقَالَ عُمَرُ: إِنِّي أَشْهَدُكُمْ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى حَكِيمٍ أَنِّي أَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ مِنْ هَذَا الْفَيْءِ فَيَأْتِي أَنْ يَأْخُذَهُ، فَلَمْ يَزَلْ حَكِيمٌ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَتَّى تُوَفِّي)).

[أطرافه في : ٢٧٥٠، ٣١٤٣، ٦٤٤١].

مانگا اور آپؐ نے پھر عطا فرمایا۔ میں نے پھر مانگا آپؐ نے پھر بھی عطا فرمایا۔ اس کے بعد آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ اے حکیم! یہ دولت بڑی سرسبز اور بہت ہی شیریں ہے۔ لیکن جو شخص اسے اپنے دل کو سختی رکھ کر لے تو اس کی دولت میں برکت ہوتی ہے۔ اور جو لالچ کے ساتھ لیتا ہے تو اس کی دولت میں کچھ بھی برکت نہیں ہوگی۔ اس کا حال اس شخص جیسا ہو گا جو کھاتا ہے لیکن آسودہ نہیں ہوتا (یاد رکھو) اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ حکیم بن حزامؓ نے کہا کہ میں نے عرض کی اس ذات کی قسم! جس نے آپؐ کو سچائی کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ اب اس کے بعد میں کسی سے کوئی چیز نہیں لوں گا۔ تا آنکہ اس دنیا ہی سے میں جدا ہو جاؤں۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ حکیمؓ کو ان کا معمول دینے کو بلاتے تو وہ لینے سے انکار کر دیتے۔ پھر حضرت عمرؓ نے بھی انہیں ان کا حصہ دینا چاہا تو انہوں نے اس کے لینے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مسلمانو! میں تمہیں حکیم بن حزام کے معاملہ میں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کا حق انہیں دینا چاہا لیکن انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ غرض حکیم بن حزامؓ رسول اللہ ﷺ کے بعد اسی طرح کسی سے بھی کوئی چیز لینے سے ہمیشہ انکار ہی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وفات پا گئے۔ حضرت عمرؓ مال فی یعنی ملکی آمدنی سے ان کا حصہ ان کو دینا چاہتے تھے مگر انہوں نے وہ بھی نہیں لیا۔

تشریح حکیم بن حزامؓ کی کنیت ابو خالد قرظیؓ اسدی ہے۔ یہ حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰؓ کے بھتیجے ہیں۔ واقعہ فیل سے تیرہ سال پہلے کعبہ میں پیدا ہوئے۔ یہ قرظی کے معزز ترین لوگوں میں سے ہیں۔ جاہلیت اور اسلام ہر دو زمانوں میں بڑی عزت و منزلت کے مالک رہے۔ فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔ ۶۳ھ میں اپنے مکان کے اندر مدینہ میں وفات پائی۔ ان کی عمر ایک سو بیس سال کی ہوئی۔ ساٹھ سال عہد جاہلیت میں گزارے اور ساٹھ سال زمانہ اسلام میں زندگی پائی۔ بڑے زیرک اور فاضل متقی صحابہ میں سے تھے زمانہ جاہلیت میں سو غلاموں کو آزاد کیا۔ اور سواوٹ سواری کے لیے بخشے۔ وفات نبوی کے بعد یہ مدت تک زندہ رہے یہاں تک کہ معاویہؓ کے عہد میں بھی دس سال کی زندگی پائی۔ مگر کبھی ایک پیسہ بھی انہوں نے کسی سے نہیں لیا۔ جو بہت بڑے درجے کی بات ہے۔

اس حدیث میں حکیم انسانیت رسول کریم ﷺ نے قانع اور حرص کی مثال بیان فرمائی کہ جو بھی کوئی دنیاوی دولت کے سلسلہ میں قناعت سے کام لے گا اور حرص اور لالچ کی بیماری سے بچے گا اس کے لیے برکتوں کے دروازے کھلیں گے اور تھوڑا مال

بھی اس کے لیے کافی ہو سکے گا۔ اس کی زندگی بڑے ہی اطمینان اور سکون کی زندگی ہوگی۔ اور جو شخص حرص کی بیماری اور لالچ کے بخار میں مبتلا ہو گا اس کا پیٹ بھر ہی نہیں سکتا خواہ اس کو ساری دنیا کی دولت حاصل ہو جائے وہ پھر بھی اسی چکر میں رہے گا کہ کسی نہ کسی طرح سے اور زیادہ مال حاصل کیا جائے۔ ایسے طماع لوگ نہ اللہ کے نام پر خرچ کرنا جانتے ہیں نہ مخلوق کو فائدہ پہنچانے کا جذبہ رکھتے ہیں۔ نہ کثافتی کے ساتھ اپنے اور اپنے اہل و عیال ہی پر خرچ کرتے ہیں۔ اگر سرمایہ داروں کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو ایک بہت ہی بھیانک تصویر نظر آتی ہے۔ فخر موجودات ﷺ نے ان ہی حقائق کو اس حدیث مقدس میں بیان فرمایا ہے۔

۵۱- بَابُ مَنْ أَعْطَاهُ اللَّهُ شَيْئًا مِنْ

غَيْرِ مَسْأَلَةٍ وَلَا إِشْرَافٍ نَفْسٍ

﴿وَلَمْ يَكُنْ أَمْوَالُهُمْ حَقًّا لِلنَّاسِ﴾
اللہ تعالیٰ نے میں فرمایا۔ ان کے مالوں میں مانگنے والے اور خاموش رہنے والے دونوں کا حصہ ہے۔

اس آیت سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ نکالا کہ بن مانگے جو اللہ دے دے اس کا لینا درست ہے۔ ورنہ محروم خاموش فقیر کا حصہ کچھ نہ رہے گا۔ قسطانی نے کہا کہ بغیر سوال جو آئے اس کا لینا درست ہے بشرطیکہ حلال کا مال ہو اگر ملکوک مال ہو تو واپس کر دینا ہی پرہیز گاری ہے۔

(۱۴۷۳) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے یونس نے، ان سے زہری نے، ان سے سالم نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی چیز عطا فرماتے تو میں عرض کرتا کہ آپ مجھ سے زیادہ محتاج کو دے دیجئے۔ لیکن آنحضورؐ فرماتے کہ لے لو، اگر تمہیں کوئی ایسا مال ملے جس پر تمہارا خیال نہ لگا ہوا ہو اور نہ تم نے اسے مانگا ہو تو اسے قبول کر لیا کرو۔ اور جو نہ ملے تو اس کی پرواہ نہ کرو اور اس کے پیچھے نہ پڑو۔

۱۴۷۳- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُولُ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُعْطِينِي الْعَطَاءَ فَأَقُولُ: أَغْطِيهِ مَنْ هُوَ أَفْقَرُ إِلَيْهِ مِنِّي، فَقَالَ: ((خُذْهُ، إِذَا جَاءَكَ مِنْ هَذَا الْمَالِ شَيْءٌ وَأَنْتَ خَيْرٌ مُشْرِفٍ وَلَا سَائِلٍ، فَخُذْهُ، وَمَا لَا فَلَا تَبِغْهُ نَفْسَكَ)).

[طرفاء فی : ۷۱۶۳، ۷۱۶۴]۔

باب اگر کوئی شخص اپنی دولت بڑھانے کے لیے لوگوں سے سوال کرے؟

۵۲- بَابُ مَنْ سَأَلَ النَّاسَ تَكْثُرًا

(۱۴۷۴) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ بن ابی جعفر نے کہا، کہ میں نے حمزہ بن عبد اللہ بن عمر سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے عبد اللہ بن

۱۴۷۴- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ: سَمِعْتُ حَمْزَةَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ

قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتَّى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُزْغَةٌ لَحْمٍ)).

۱۴۷۵- وَقَالَ: ((إِنَّ الشَّمْسَ تَذْنُو يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يَبْلُغَ الْعَرَقُ بَصْفَ الْأُذُنِ. فَيَنْمَأُ هُمْ كَذَلِكَ اسْتَعَاثُوا بِآدَمَ، ثُمَّ بِمُوسَى، ثُمَّ بِمُحَمَّدٍ ﷺ)). وَزَادَ عَبْدُ اللَّهِ: قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي جَعْفَرٍ: ((فَيَشْفَعُ لِقَضَى بَيْنَ الْخَلْقِ، فَيَمْشِي حَتَّى يَأْخُذَ بِحَلْقَةِ النَّبَابِ.

فَيَوْمِذٍ يَنْعَثُهُ اللَّهُ مَقَامًا مَخْمُودًا يَحْمَدُهُ أَهْلُ الْجَمْعِ كُلُّهُمْ)). وَقَالَ مُعَلَّى حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ رَاشِدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُسْلِمٍ أَخِي الزُّهْرِيِّ عَنْ حَنْزَلَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْمَسْأَلَةِ.

[طرفہ بی : ۴۷۱۸].

عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی ہمیشہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ قیامت کے دن اس طرح اٹھے گا کہ اس کے چہرے پر ذرا بھی گوشت نہ ہو گا۔

(۱۴۷۵) اور آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن سورج اتنا قریب ہو جائے گا کہ پیدہ آدمی کے کان تک پہنچ جائے گا۔ لوگ اسی حال میں اپنی مخلصی کے لیے حضرت آدم علیہ السلام سے فریاد کریں گے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام سے۔ اور پھر محمد ﷺ سے۔ عبد اللہ نے اپنی روایت میں یہ زیادتی کی ہے کہ مجھ سے لیث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابن ابی جعفر نے بیان کیا، کہ پھر آنحضور ﷺ شفاعت کریں گے کہ مخلوق کا فیصلہ کیا جائے۔ پھر آپ بڑھیں گے اور جنت کے دروازے کا حلقہ تمام لیں گے۔ اور اسی دن اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود عطا فرمائے گا۔ جس کی تمام اہل محشر تعریف کریں گے۔ اور معلیٰ بن اسد نے کہا کہ ہم سے وہیب نے نعمان بن راشد سے بیان کیا، ان سے زہری کے بھائی عبد اللہ بن مسلم نے، ان سے حمزہ بن عبد اللہ نے، اور انہوں نے عبد اللہ بن عمر سے سنا، انہوں نے آنحضرت ﷺ سے پھر اتنی ہی حدیث بیان کی جو سوال کے باب میں ہے۔

حدیث کے باب میں بھی سوال کرنے کی مذمت کی گئی ہے اور بتلایا گیا ہے کہ غیر مستحق سوال کرنے والوں کا حشر میں یہ حال ہو گا کہ ان کے چہرے پر گوشت نہ ہو گا اور اس ذلت و خواری کے ساتھ وہ میدان حشر میں محشور ہوں گے۔ سوال کرنے کی تفصیل میں علامہ عینیؒ فرماتے ہیں:

وهی علی ثلاثة اوجه حرام ومكروه ومباح فالاحرام لمن سال وهو غنی من زکوٰۃ او اظهر من الفقر فوق ما هو به والمكروه لمن سال ما عنده ما يمنعه عن ذلك ولم يظهر من الفقر فوق ما هو به والمباح لمن سال بالمعروف قريبا او صديقا واما السؤال عند الضرورة واجب لاجل احياء النفس وادخله الداودي في المباح واما الاخذ من غير مسئلة ولا اشراف نفس فلا باس به (عینی). یعنی سوال کی تین قسمیں ہیں۔ حرام، مکروہ اور مباح۔ حرام تو اس کے لیے جو مالدار ہونے کے باوجود زکوٰۃ میں سے مانگے اور خواہ مخواہ اپنے کو محتاج ظاہر کرے۔ مکروہ اس کے لیے جس کے پاس وہ چیز موجود ہے جسے وہ اور سے مانگ رہا ہے، وہ یہ نہیں سوچتا کہ یہ چیز تو میرے پاس موجود ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہ اپنے آپ کو محتاج بھی ظاہر نہیں کرتا پھر سوال کر رہا ہے۔ اور مباح اس کے لیے ہے جو حقیقی حاجت کے وقت اپنے کسی خاص دوست یا رشتہ دار سے سوال کرے۔ بعض مرتبہ سخت ترین ضرورت کے تحت جہاں

موت و زندگی کا سوال آجائے سوال کرنا بھی ضروری ہو جاتا ہے اور بغیر سوال کئے اور تاکے جھانکے کوئی چیز از خود مل جائے تو اس کے لینے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔

غیر مستحقین سائلین کی سزا کے بیان کے ساتھ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ کی شفاعت کبریٰ کا بھی بیان کیا گیا ہے جو قیامت میں آپ کو حاصل ہوگی۔ جہاں کسی بھی نبی و رسول کو مجال کلام نہ ہو گا وہاں آپ ﷺ نوع انسان کے لیے شافع اور شفیع بن کر تشریف لائیں گے۔ اللہم ارزقنا شفاعۃ حبیبک صلی اللہ علیہ وسلم یوم القیامۃ امین

باب (سورۃ بقرہ میں) اللہ تعالیٰ کا ارشاد

۵۳- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى:

کہ جو لوگوں سے چمٹ کر نہیں مانگتے اور کتنے مال سے آدمی مالدار کہلاتا ہے۔ اس کا بیان اور نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ وہ شخص جو بقدر کفایت نہیں پاتا (گویا اس کو غنی نہیں کہہ سکتے) اور (اللہ تعالیٰ نے اسی سورۃ میں فرمایا ہے کہ) صدقہ خیرات تو ان فقراء کے لیے ہے جو اللہ کے راستے میں گھر گئے ہیں۔ کسی ملک میں جا نہیں سکتے کہ وہ تجارت ہی کر لیں۔ ناواقف لوگ انہیں سوال نہ کرنے کی وجہ سے غنی سمجھتے ہیں۔ آخر آیت فان اللہ بہ علیم تک (یعنی وہ حد کیا ہے جس سے سوال ناجائز ہو)

﴿لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا﴾ [البقرة: ۲۷۳] وَكَمْ الْغَنَى، ۲ وَقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((وَلَا يَجِدُ غَنِي يَغْنِيهِ)) (لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أَحْصَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعْقُفِ) - إِلَى قَوْلِهِ - ﴿فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ﴾ [البقرة: ۲۷۳].

باب کی حدیث میں اسکی تصریح نہیں ہے۔ شاید امام بخاری رحمہ اللہ کو اس کے متعلق کوئی حدیث ایسی نہیں ملی جو اکی شرط پر ہو۔

(۱۴۷۶) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ مجھے محمد بن زیاد نے خبر دی انہوں نے کہا کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مسکین وہ نہیں جسے ایک دو لقمے در در پھرائیں۔ مسکین تو وہ ہے جس کے پاس مال نہیں۔ لیکن اسے سوال سے شرم آتی ہے اور وہ لوگوں سے چمٹ کر نہیں مانگتا (مسکین وہ جو کمائے مگر بقدر ضرورت نہ پاسکے)

۱۴۷۶- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ زَيَْادٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَيْسَ الْمُسْكِينُ الَّذِي تَرُدُّهُ الْأَكْلَةُ وَالْإِكْلَانِ، وَلَكِنَّ الْمُسْكِينَ الَّذِي لَيْسَ لَهُ غَنِيٌّ وَيَسْتَحْيِي وَلَا يَسْأَلُ النَّاسَ إِلْحَافًا)).

[طرفہ فی: ۱۴۷۹، ۴۵۳۹].

تشیخ

ابو داؤد نے سل بن حظلہ سے نکالا کہ صحابہ نے پوچھا تو نگری جس سے سوال منع ہو کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جب صبح شام کا کھانا اسکے پاس موجود ہو۔ ابن خزیمہ کی روایت میں یوں ہے جب دن رات کا پیٹ بھر کھانا اسکے پاس ہو۔ بعضوں نے کہا

یہ حدیث منسوخ ہے دو سری حدیثوں سے جس میں مالدار اسکو فرمایا ہے جس کے پاس پچاس درہم ہوں یا اتنی مالیت کی چیزیں (ویدی: ۱۴۷۷) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسامعیل بن علیہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد حذاء نے بیان کیا، ان

۱۴۷۷- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ

سے ابن اشوع نے، ان سے عامر شعبی نے، کہا کہ مجھ سے مغیرہ بن شعبہ کے منشی و رواد نے بیان کیا۔ کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ انہیں کوئی ایسی حدیث لکھئے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے تین باتیں پسند نہیں کرتا۔ بلاوجہ کی گپ شپ، فضول خرچی۔ لوگوں سے بہت مانگنا۔

الْحَدَّاءُ عَنْ ابْنِ أَشْوَعٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي كَاتِبُ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: ((كَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنْ اكْتُبْ إِلَيَّ بِشَيْءٍ سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ. فَكَتَبَ إِلَيْهِ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((إِنَّ اللَّهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا: قِيلَ وَقَالَ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ)). [راجع: ۸۴۴]

تشیخ فضول کلامی بھی ایسی بیماری ہے جس سے انسان کا وقار خاک میں مل جاتا ہے۔ اس لیے کم بولنا اور سوچ سمجھ کر بولنا عقل مندوں کی علامت ہے۔ اسی طرح فضول خرچی کرنا بھی انسان کی بڑی بھاری حماقت ہے جس کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب دولت ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ اسی لیے قرآنی تعلیم یہ ہے کہ نہ بخیل بنو اور نہ اتنے ہاتھ کشادہ کرو کہ پریشان حالی میں مبتلا ہو جاؤ۔ درمیانی حال بہر حال بہتر ہے۔ تیرا عیب کثرت کے ساتھ دست سوال دراز کرنا یہ بھی اتنا خطرناک مرض ہے کہ جس کو لگ جائے اس کا پیچھا نہیں چھوڑتا اور وہ بری طرح سے اس میں گرفتار ہو کر دنیا و آخرت میں ذلیل و خوار ہو جاتا ہے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے یہ حدیث لکھ کر حضرت امیر معاویہؓ کو پیش کی۔ اشارہ تھا کہ آپ کی کامیابی کا راز اس حدیث میں مضمر ہے۔ جس میں آپ کو لکھ رہا ہوں۔ آنحضرت ﷺ کے جوامع الکلم میں اس حدیث شریف کو بھی بڑا مقام حاصل ہے۔ اللہ پاک ہم کو یہ حدیث سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

(۱۳۷۸) ہم سے محمد بن غریر زہری نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے اپنے باپ سے بیان کیا، ان سے صالح بن کیسان نے ان سے ابن شہاب نے، انہوں نے کہا کہ مجھے عامر بن سعد بن ابی وقاص نے اپنے باپ سعد بن ابی وقاص سے خبر دی۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے چند اشخاص کو کچھ مال دیا۔ اسی جگہ میں بھی بیٹھا ہوا تھا۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ ہی بیٹھے ہوئے شخص کو چھوڑ دیا اور انہیں کچھ نہیں دیا۔ حالانکہ ان لوگوں میں وہی مجھے زیادہ پسند تھا۔ آخر میں نے رسول اللہ ﷺ کے قریب جا کر چپکے سے عرض کی، فلاں شخص کو آپ نے کچھ بھی نہیں دیا؟ واللہ میں اسے مومن خیال کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، یا مسلمان؟ انہوں نے بیان کیا کہ اس پر میں تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ لیکن میں ان کے متعلق جو کچھ جانتا تھا اس نے مجھے مجبور کیا، اور میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! آپ فلاں شخص سے کیوں

۱۴۷۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غُرَيْرٍ الزُّهْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ صَالِحِ بْنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: ((أَعْطَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَهْطًا وَأَنَا جَالِسٌ فِيهِمْ، قَالَ فَتَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْهُمْ رَجُلًا لَمْ يُعْطِهِ - وَهُوَ أَغْجَبُهُمْ إِلَيَّ - فَقُمْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَسَارَرْتُهُ فَقُلْتُ: مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ، وَاللَّهِ إِنِّي لَأُرَاهُ مُؤْمِنًا. قَالَ: ((أَوْ مُسْلِمًا)). قَالَ: فَسَكْتُ قَلِيلًا، ثُمَّ عَلَنِي مَا أَعْلَمُ فِيهِ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ، وَاللَّهِ إِنِّي لَأُرَاهُ مُؤْمِنًا. قَالَ: ((أَوْ مُسْلِمًا)). قَالَ: فَسَكْتُ قَلِيلًا،

خفا ہیں، واللہ! میں اسے مومن سمجھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا، یا مسلمان؟ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ایک شخص کو دیتا ہوں (اور دوسرے کو نظر انداز کر جاتا ہوں) حالانکہ وہ دوسرا میری نظر میں پہلے سے زیادہ پیارا ہوتا ہے۔ کیونکہ (جس کو میں دیتا ہوں نہ دینے کی صورت میں) مجھے ڈر اس بات کا رہتا ہے کہ کہیں اسے چرے کے بل گھسیٹ کر جہنم میں نہ ڈال دیا جائے۔ اور (یعقوب بن ابراہیم) اپنے والد سے، وہ صالح سے، وہ اسماعیل بن محمد سے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ وہ یہی حدیث بیان کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ پھر آنحضرت ﷺ نے اپنا ہاتھ میری گردن اور مونڈھے کے بیچ میں مارا۔ اور فرمایا: سعد! ادر سنو۔ میں ایک شخص کو دیتا ہوں۔ آخر حدیث تک۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ (قرآن مجید میں لفظ) کُنْکِبُوا اوندھے لٹا دینے کے معنی میں ہے۔ اور سورہ ملک میں جو مُکِبًا کا لفظ ہے وہ اُکْب سے نکلا ہے۔ اُکْب لازم ہے یعنی اوندھا گرا۔ اور اس کا متعدی کَب ہے۔ کہتے ہیں کہ کبہ اللہ لوجہ یعنی اللہ نے اسے اوندھے منہ گرا دیا۔ اور کبیتہ یعنی میں نے اس کو اوندھا گرایا۔ امام بخاریؒ نے کہا صالح بن کیسان عمر میں زہری سے بڑے تھے وہ عبد اللہ بن عمرؓ سے ملے ہیں۔

یہ حدیث کتاب الایمان میں گزر چکی ہے۔ ابن اسحاق نے مغازی میں نکالا، آنحضرت ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپؐ نے عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس کو سو سو روپے دے دیے۔ اور جحیل سراقہ کو کچھ نہیں دیا۔ آپؐ نے فرمایا، قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جحیل بن سراقہ عیینہ اور اقرع ایسے ساری زمین بھر لوگوں سے بہتر ہے۔ لیکن میں عیینہ اور اقرع کا روپیہ دے کر دل لاتا ہوں اور جحیل کے ایمان پر تو مجھ کو بھروسہ ہے۔ (وحیدی)

کُنْکِبُوا

(۱۳۷۹) ہم سے اسماعیل بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالکؒ نے ابو الزناد سے بیان کیا، ان سے اعرج نے، اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں کا چکر کاٹا پھرتا ہے تاکہ اسے دو ایک لقمہ یاد دلا دے، بلکہ اصلی مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا مال نہیں کہ وہ اس کے ذریعہ سے بے پرواہ ہو جائے۔ اس حال میں بھی کسی کو

ثُمَّ عَلَيَّ مَا أَغْلَمَ فِيهِ فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ عَنْ فَلَانٍ، وَاللَّهِ إِنِّي لَأُرَاهُ مُؤْمِنًا. قَالَ: ((أَوْ مُسْلِمًا)) ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ: ((إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرَهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ، خَشْيَةً أَنْ يُكَبَّ فِي النَّارِ عَلَى وَجْهِهِ)). وَعَنْ أَبِيهِ عَنْ صَالِحٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ قَالَ : سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ هَذَا فَقَالَ فِي حَدِيثِهِ: ((فَضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِيَدِهِ فَجَمَعَ بَيْنَ غُنْفِي وَكَنْفِي ثُمَّ قَالَ: ((أَقْبِلْ أَمِي سَعْدُ، إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: ((فَكُنْکِبُوا)): قُلُوا. «مُكِبًا»: أَكَبَ الرَّجُلُ إِذَا كَانَ فَعَلَهُ غَيْرَ وَاقِعٍ عَلَى أَحَدٍ، فَإِذَا وَقَعَ الْفِعْلُ قُلْتُ : كَبَهُ اللَّهُ لَوْجَهُ، وَكَبْنُهُ أَنَا، قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ﷺ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ هُوَ أَكْبَرُ مِنَ الزُّهْرِيِّ وَهُوَ قَدْ أَذْرَكَ ابْنَ عُمَرَ. [راجع: ۲۷]

۱۷۹- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : ((لَيْسَ الْمُسْكِينُ الَّذِي يَطُوفُ عَلَى النَّاسِ تَرْدُؤُهُ اللَّفْمَةُ وَاللَّفْمَتَانِ وَالْتِمَرَةُ وَالْتِمَرَتَانِ، وَلَكِنْ

الْمَسْكِينِ الَّذِي لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيهِ، وَلَا يُفْطِنُ بِهِ فَيَتَصَدَّقُ عَلَيْهِ، وَلَا يَقُومُ فَيَسْأَلُ

النَّاسَ)). [راجع: ۱۴۷۶]

۱۴۸۰- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ بْنُ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا نَ يَأْخُذُ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ ثُمَّ يَغْدُو - أَحْسِبُهُ قَالَ - إِلَى الْجَبَلِ - فَيَخْطُبُ فَيَبْنِعُ فَيَأْكُلُ وَيَتَصَدَّقُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ)). [راجع: ۱۴۷۰]

معلوم نہیں کہ کوئی اسے صدقہ ہی دے دے اور نہ وہ خود ہاتھ پھیلائے کے لیے اٹھتا ہے۔

(۱۳۸۰) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو صالح ذکوان نے بیان کیا، اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اگر تم میں سے کوئی شخص اپنی رسی لے کر (میرا خیال ہے کہ آپ نے یوں فرمایا) پہاڑوں میں چلا جائے پھر لکڑیاں جمع کر کے انہیں فروخت کرے۔ اس سے کھائے بھی اور صدقہ بھی کرے۔ یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے۔

۵۴- بَابُ خَرْصِ التَّمْرِ

باب کھجور کا درختوں پر اندازہ کر لینا درست ہے

تشیع جب کھجور یا انگور یا کوئی میوہ درختوں پر پختہ ہو جائے تو ایک جاننے والے شخص کو بادشاہ یا حاکم بھیجتا ہے وہ جا کر اندازہ کرتا ہے کہ اس میں اتنا میوہ اترے گا۔ پھر اسی کا دسواں حصہ زکوٰۃ کے طور پر لیا جاتا ہے اس کو خرم کہتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ہمیشہ یہ جاری رکھا اور خلفائے راشدین نے بھی۔ امام شافعی اور امام احمد اور ابوالحدیث سب اس کو جائز کہتے ہیں۔ لیکن حنفیہ نے برخلاف احادیث صحیحہ کے صرف اپنی رائے سے اس کو ناجائز قرار دیا ہے۔ ان کا قول دیوار پر پھینک دینے کے لائق ہے (از مولانا وحید الزمان مرحوم)

اندازہ لگانے کے لیے کھجور کا ذکر اس لیے آگیا کہ مدینہ میں بکثرت کھجوریں ہی ہوا کرتی تھیں وہ انگور وغیرہ کا اندازہ بھی کیا جا سکتا ہے جیسا کہ حدیث ذیل سے ظاہر ہے۔

عن عتاب بن اسید ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یبعث علی الناس من یخرص علیہم کرومہم و ثمارہم رواہ الترمذی و ابن ماجہ۔ یعنی نبی کریم ﷺ لوگوں کے پاس اندازہ کرنے والوں کو بھیجا کرتے تھے۔ جو ان کے انگوروں اور پھلوں کا اندازہ لگاتے۔ و عنہ ایضاً قال امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یخرص العنب الحدیث رواہ ابو داود و الترمذی یعنی آنحضرت ﷺ نے حکم فرمایا کہ کھجوروں کی طرح انگوروں کا بھی اندازہ لگایا جائے پھر اس کے خشک ہونے پر ان میں سے اسی اندازہ کے مطابق عشر میں منفی لیا جائے گا۔ حضرت امام شوکانیؒ فرماتے ہیں۔ والاحادیث المذكورة تدل علی مشروعیة الخرص فی العنب والنخل و قد قال الشافعی فی احد قوله بوجوبه مستدلاً بما فی حدیث عتاب من ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر بذلك و ذهب العترة و مالک و روی الشافعی انه جائز فقط و ذهب الہادی و روی عن الشافعی ایضاً الی انه مندوب و قال ابو حنیفہ لا یجوز لانه رجم بالغیب والاحادیث المذكورة ترد علیہ (نبیل الاوطان)

یعنی احادیث مذکورہ کھجور اور انگوروں میں اندازہ کرنے کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہیں اور عتاب کی حدیث مذکورہ سے دلیل پکارتے ہوئے امام شافعیؒ نے اپنے ایک قول میں اسے واجب قرار دیا ہے اور عترة اور امام مالکؒ اور ایک قول میں امام شافعیؒ نے بھی

اسے صرف درجہ جواز میں رکھا ہے۔ اور حضرت امام ابو حنیفہؒ اسے ناجائز کہتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ اندازہ ایک غربی اندازہ ہے۔ اور احادیث مذکورہ ان کے اس قول کی تردید کرتی ہیں۔

اس حدیث کے ذیل میں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: حکمی الترمذی عن بعض اهل العلم ان تفسيره ان الشمار اذا دركت من الرطب و العنب مما تجب فيه الزكوة بعث السلطان خارصا ينظر فيقول يخرج من هذا كذا وكذا زبيبا وكذا تمرأ فيحصيه و ينظر مبلغ العشر فيبته عليهم و يعلی بينهم و بين الشمار فاذا جاء وقت الجذ اذا اخذ منهم العشر الى اخره (فتح الباری)

یعنی خرم کی تفسیر بعض اہل علم سے یوں منقول ہے کہ جب انگور اور کھجور اس حال میں ہوں کہ ان پر زکوٰۃ لاگو ہو تو بادشاہ ایک اندازہ کرنے والا بھیجے گا۔ جو ان باغوں میں جا کر ان کا اندازہ کر کے بتلائے گا کہ اس میں اتنا انگور اور اتنی تنی کھجور نکلے گی۔ اس کا صحیح اندازہ کر کے دیکھے گا کہ عشر کے نصاب کو یہ پہنچتے ہیں یا نہیں۔ اگر عشر کا نصاب موجود ہے تو پھر وہ ان پر عشر ثابت کر دے گا اور مالکوں کو پھلوں کے لیے اختیار دے دے گا وہ جو چاہیں کریں۔ جب کٹائی کا وقت آئے گا تو اسی اندازہ کے مطابق ان سے زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔ اگرچہ علماء کا اب اس کے متعلق اختلاف ہے مگر صحیح بات یہی ہے کہ خرم اب بھی جائز ہے اور اس بارے میں اصحاب الرائے کا فتویٰ درست نہیں ہے۔ حدیث ذیل میں جنگ تبوک ۹ھ کا ذکر ہے۔ اسی موقع پر ایلہ کے عیسائی حاکم نے آنحضرت ﷺ سے صلح کر لی تھی جو ان لفظوں میں لکھی گئی تھی۔

بسم الله الرحمن الرحيم هذه امانة من الله و محمد النبي رسول الله ليوحنا بن روبه و اهل ايلة سفنهم و سيارتهم في البر و البحر لهم

ذمة الله و محمد النبي

یعنی اللہ اور اس کے رسول محمد نبی ﷺ کی طرف سے یہ یوحنا بن روبہ اور اہل ایلہ کے لیے امن کا پروانہ ہے۔ خشکی اور تری میں ہر جگہ ان کے سفینے اور انکی گاڑیاں سب کے لیے اللہ اور اس کے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف سے امن و امان کی گارنٹی ہے۔

(۱۴۸۱) ہم سے سہل بن بکارت نے بیان کیا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے، ان سے عمرو بن یحییٰ نے، ان سے عباس بن سہل ساعدی نے، ان سے ابو حمید ساعدی نے بیان کیا کہ ہم غزوہ تبوک کے لیے نبی کریم ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے۔ جب آپ وادی قرئی (مدینہ منورہ) اور شام کے درمیان ایک قدیم آبادی سے گزرے تو ہماری نظر ایک عورت پر پڑی جو اپنے باغ میں کھڑی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا کہ اس کے پھلوں کا اندازہ لگاؤ (کہ اس میں کتنی کھجور نکلے گی) حضور اکرم ﷺ نے دس وسق کا اندازہ لگایا۔ پھر اس عورت سے فرمایا کہ یاد رکھنا اس میں سے جتنی کھجور نکلے۔ جب ہم تبوک پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ آج رات بڑے زور کی آندھی چلے گی اس لیے کوئی شخص کھڑا نہ رہے۔ اور جس کے پاس اونٹ ہوں تو وہ اسے باندھ دیں۔ چنانچہ ہم نے اونٹ باندھ لیے۔ اور آندھی بڑے زور کی آئی۔ ایک شخص کھڑا ہوا تھا۔ تو ہوائے

۱۴۸۱- حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى عَنْ عَبَّاسِ السَّاعِدِيِّ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ غَزْوَةَ تَبُوكَ، فَلَمَّا جَاءَ وَادِي الْقُرَى إِذَا امْرَأَةٌ فِي حَدِيقَةٍ لَهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأَصْحَابِهِ: ((اخْرُصُوا))، وَخَرَصَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَشْرَةَ أَوْسُقٍ، فَقَالَ لَهَا: ((اِخْصِي مَا يَخْرُجُ مِنْهَا)). فَلَمَّا أَتَيْنَا تَبُوكَ قَالَ: ((أَمَّا إِنَّمَا سَتَهَبُ اللَّيْلَةَ رِيحٌ شَدِيدَةٌ، فَلَا يَقْرَأَنَّ أَحَدٌ، وَمَنْ كَانَ مَعَهُ بَعِيرٌ فَلْيَعْقِلْهُ، فَعَقَلْنَاهَا، وَهَبَتْ رِيحٌ شَدِيدَةٌ فَقَامَ رَجُلٌ فَأَلْقَنَهُ بِجَبَلٍ طَوِيٍّ)). وَأَهْدَى مَلِكَ أَيْلَةَ

لِلنَّبِيِّ ﷺ بَعْلَةً بَيْضَاءَ، وَكَسَاءَهُ بُرْدًا، وَكَتَبَ لَهُ بِبَحْرِهِمْ. فَلَمَّا أَتَى وَادِي الْقُرَى قَالَ لِلْمَرْأَةِ: ((كَمْ جَاءَتْ حَدِيثُكَ؟)) قَالَتْ: عَشْرَةٌ أَوْ سَبْعٌ عَشْرٌ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنِّي مُتَعَجِّلٌ إِلَى الْمَدِينَةِ، فَمَنْ أَرَادَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَعَجَّلَ مَعِيَ فَلْيَتَعَجَّلْ)) فَلَمَّا - قَالَ ابْنُ بَكَّارٍ كَلِمَةً مَعْنَاهَا - أَشْرَفَ عَلَى الْمَدِينَةِ قَالَ: ((هَذِهِ طَابَةُ)) فَلَمَّا رَأَى أَحَدًا قَالَ: ((هَذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ، أَلَا أَخْبَرُكُمْ بِخَيْرِ دُورِ الْأَنْصَارِ)) قَالُوا: بَلَى. قَالَ: ((دُورُ بَنِي النَّجَّارِ، ثُمَّ دُورُ بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ، ثُمَّ دُورُ بَنِي سَاعِدَةَ أَوْ دُورُ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْزَجِ، وَلَهُي كُلُّ دُورِ الْأَنْصَارِ يَعْنِي خَيْرًا قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ﷺ كُلُّ بُسْتَانٍ عَلَيْهِ حَاطِطٌ فَهُوَ حَدِيثَةٌ وَ مَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ حَاطِطًا لَا يَقَالُ حَدِيثَةً)).

[أُطْرَافُهُ فِي : ١٨٧٢، ٣١٦١، ٣٧٩١،

٤٤٢٢].

١٤٨٢- وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنِي عُمَرُو ((ثُمَّ دَارُ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْزَجِ ثُمَّ بَنِي سَاعِدَةَ)). وَقَالَ سُلَيْمَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزْوَةَ عَنْ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَخَذَ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ)).

اسے جبل طے پر جا پھینکا۔ اور ایلہ کے حاکم (یوحنا بن روبہ) نے نبی کریم ﷺ کو سفید نجر اور ایک چادر کا تحفہ بھیجا۔ اس حضور ﷺ نے تحریری طور پر اسے اس کی حکومت پر برقرار رکھا پھر جب وادی قریٰ (واپسی میں) پہنچے تو آپ نے اسی عورت سے پوچھا کہ تمہارے بلغ میں کتنا پھل آیا تھا اس نے کہا کہ آپ کے اندازہ کے مطابق دس وسق آیا تھا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں مدینہ جلد جانا چاہتا ہوں۔ اس لیے جو کوئی میرے ساتھ جلدی چلنا چاہے وہ میرے ساتھ جلد روانہ ہو پھر جب (ابن بکار امام بخاری کے شیخ نے ایک ایسا جملہ کہا جس کے معنی یہ تھے) کہ مدینہ دکھائی دینے لگا تو آپ نے فرمایا کہ یہ ہے طابہ! پھر آپ نے احد پہاڑ دیکھا تو فرمایا کہ یہ پہاڑ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کیا میں انصار کے سب سے اچھے خاندان کی نشاندہی نہ کروں؟ صحابہ نے عرض کی کہ ضرور کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ بنو نجار کا خاندان۔ پھر بنو عبد الاشہل کا خاندان، پھر بنو ساعدہ کا یا (یہ فرمایا کہ) بنی حارث بن خزرج کا خاندان۔ اور فرمایا کہ انصار کے تمام ہی خاندانوں میں خیر ہے، ابو عبد اللہ (قاسم بن سلام) نے کہا کہ جس بلغ کی چمار دیواری ہو اسے حدیقہ کہیں گے۔ اور جس کی چمار دیواری نہ ہو اسے حدیقہ نہیں کہیں گے۔

(۱۳۸۲) اور سلیمان بن بلال نے کہا کہ مجھ سے عمرو نے اس طرح بیان کیا کہ پھر بنی حارث بن خزرج کا خاندان اور پھر بنو ساعدہ کا خاندان۔ اور سلیمان نے سعد بن سعید سے بیان کیا، ان سے عمارہ بن غزنیہ نے، ان سے عباس نے، ان سے ان کے باپ (سل) نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا احد وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔

تشریح | اس طویل حدیث میں جہاں کھجوروں کا اندازہ کر لینے کا ذکر ہے وہاں اور بھی بہت سے حقائق کا بیان ہے۔ غزوہ تبوک ۹ھ میں ایسے وقت میں پیش آیا کہ موسم گرما اپنے پورے شباب پر تھا اور مدینہ میں کھجور کی فصل بالکل تیار تھی۔ پھر بھی صحابہ

کرام نے بڑی جان نثاری کا ثبوت دیا اور ہر پریشانی کا مقابلہ کرتے ہوئے وہ اس طویل سفر میں شریک ہوئے۔ سرحد کا معاملہ تھا۔ آپ دشمن کے انتظار میں وہاں کافی ٹھہرے رہے مگر دشمن مقابلہ کے لیے نہ آیا۔ بلکہ قریب ہی ایلہ شمر کے عیسائی حاکم یوحنا بن روبہ نے آپ کو صلح کا پیغام دیا۔ آپ نے اس کی حکومت اس کے لیے برقرار رکھی۔ کیونکہ آپ کا خشاء ملک گیری کا ہرگز نہ تھا۔ واپسی میں آپ کو مدینہ کی محبت نے سفر میں عجلت پر آمادہ کر دیا تو آپ نے مدینہ جلد سے جلد پہنچنے کا اعلان فرما دیا۔ جب یہ پاک شہر نظر آنے لگا تو آپ اس قدر خوش ہوئے کہ آپ نے اس مقدس شہر کو لفظ طابہ سے موسوم فرمایا۔ جس کے معنی پاکیزہ اور عمدہ کے ہیں۔ احد پہاڑ کے حق میں بھی اپنی استثنائی محبت کا اظہار فرمایا پھر آپ نے قبائل انصار کی درجہ بدرجہ فضیلت بیان فرمائی جن میں اولین درجہ بنو نجار کو دیا گیا۔ ان ہی لوگوں میں آپ کی نہال تھی اور سب سے پہلے جب آپ مدینہ تشریف لائے یہ لوگ ہتھیار باندھ کر آپ کے استقبال کے لیے حاضر ہوئے تھے۔ پھر تمام ہی قبائل انصار تعریف کے قائل ہیں جنہوں نے دل و جان سے اسلام کی ایسی مدد کی کہ تاریخ میں ہمیشہ کے لیے یاد رہ گئے۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

باب اس زمین کی پیداوار سے دسواں حصہ لینا ہو گا جس کی سیرابی بارش یا جاری (نہر، دریا وغیرہ) پانی سے ہوئی ہو اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے شہد میں زکوٰۃ کو ضروری نہیں جانا۔

۵۵- بَابُ الْعُشْرِ فِيمَا يُسْقَى مِنْ مَاءِ السَّمَاءِ وَبِالْمَاءِ الْجَارِي وَلَمْ يَزِ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي الْقَسَلِ شَيْئًا

(۱۳۸۳) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھے یونس بن یزید نے خبر دی، انہیں شہاب نے، انہیں سالم بن عبداللہ بن عمر نے، انہیں ان کے والد نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ وہ زمین جسے آسمان (بارش کا پانی) یا چشمہ سیراب کرتا ہو۔ یا وہ خود بخود نمی سے سیراب ہو جاتی ہو تو اس کی پیداوار سے دسواں حصہ لیا جائے اور وہ زمین جسے کنویں سے پانی کھینچ کر سیراب کیا جاتا ہو تو اس کی پیداوار سے بیسواں حصہ لیا جائے۔ ابو عبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا کہ یہ حدیث یعنی عبداللہ بن عمر کی حدیث کہ جس کھیتی میں آسمان کا پانی دیا جائے، دسواں حصہ ہے پہلی حدیث یعنی ابو سعید کی حدیث کی تفسیر ہے۔ اس میں زکوٰۃ کی کوئی مقدار مذکور نہیں ہے اور اس میں مذکور ہے۔ اور زیادتی قبول کی جاتی ہے۔ اور گول مول حدیث کا حکم صاف صاف حدیث کے موافق لیا جاتا ہے۔ جب اس کا راوی ثقہ ہو۔ جیسے فضل بن عباسؓ نے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے کعبہ میں نماز نہیں پڑھی۔ لیکن بلالؓ نے

۱۴۸۳- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((فِيمَا سَقَتْ السَّمَاءُ وَالْعُيُونُ أَوْ كَانَ عَقْرًا الْعُشْرُ، وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ يَصْنَفُ الْعُشْرُ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ : هَذَا تَفْسِيرُ الْأَوَّلِ لِأَنَّهُ لَمْ يُؤَقْتْ فِي الْأَوَّلِ، يَقْنِي حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ ((فِيمَا سَقَتْ السَّمَاءُ الْعُشْرُ)) وَبَيَّنَّ فِي هَذَا وَوَقَّتْ. وَالزِّيَادَةُ مَقْبُولَةٌ، وَالْمُفَسِّرُ يَقْضِي عَلَى الْمُتَّبِعِ إِذَا رَوَاهُ أَهْلُ الثَّبَتِ، كَمَا رَوَى الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ (أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يُصَلِّ فِي الْكَعْبَةِ) وَقَالَ بِلَالٌ : ((قَدْ صَلَّيْ))

فَأَحْذَرِ بِقَوْلِ بِلَالٍ وَتَرِكَ قَوْلَ الْفَضْلِ۔ بتلایا کہ آپ نے نماز (کعبہ میں) پڑھی تھی۔ اس موقع پر بھی بلالؓ کی بات قبول کی گئی اور فضلؓ کا قول چھوڑ دیا گیا۔

سنت اصول حدیث میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ثقہ اور ضابطہ فاضل کی زیادتی مقبول ہے۔ اسی بنا پر ابو سعیدؓ کی حدیث ہے جس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ زکوٰۃ میں مال کا کون سا حصہ لیا جائے گا یعنی دسواں حصہ یا بیسواں حصہ اس حدیث یعنی ابن عمرؓ کی حدیث میں زیادتی ہے تو یہ زیادتی واجب القبول ہو گی۔ بعضوں نے یوں ترجمہ کیا ہے یہ حدیث یعنی ابو سعیدؓ کی حدیث پہلی حدیث یعنی ابن عمرؓ کی حدیث کی تفسیر کرتی ہے۔ کیونکہ ابن عمرؓ کی حدیث میں نصاب کی مقدار مذکور نہیں ہے۔ بلکہ ہر ایک پیداوار سے دسواں حصہ یا بیسواں حصہ لیے جانے کا اس میں ذکر ہے۔ خواہ پانچ وسق ہو یا اس سے کم ہو۔ اور ابو سعیدؓ کی حدیث میں تفصیل ہے کہ پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ تو یہ زیادتی ہے۔ اور زیادتی ثقہ اور معتبر راوی کی مقبول ہے۔ (وحید الزماں مرحوم)

۵۶- بَابُ لَيْسَ فِيمَا ذُوْنَ خَمْسَةِ

بَابُ پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ

أَوْسَقِيْ صَدَقَةٍ

فرض نہیں ہے۔

(۱۳۸۴) ہم سے مسند نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے امام مالکؒ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے محمد بن عبد اللہ بن عبد الرحمن بن ابی صعبہ نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے بیان کیا اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے، اور پانچ مہار اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ اور چاندی کے پانچ اوقیہ سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

۱۴۸۴- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَفْصَعَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَيْسَ فِيمَا أَقَلَّ مِنْ خَمْسَةِ أَوْسَقِيْ صَدَقَةٍ، وَلَا فِي أَقَلَّ مِنْ خَمْسَةِ الْإِبِلِ الذُّوْدِ صَدَقَةً، وَلَا فِي أَقَلَّ مِنْ خَمْسِ أَوْاقٍ مِنَ الْوَرَقِ صَدَقَةً)). [راجع: ۱۴۰۵]

سنت الحدیث کا مذہب یہ ہے کہ گیسوں اور جو اور جوار اور کھجور اور انگور میں جب ان کی مقدار پانچ وسق یا زیادہ ہو تو زکوٰۃ واجب ہے۔ اور ان کے سوا دوسری چیزوں میں جیسے اور ترکاریاں اور میوے وغیرہ میں مطلقاً زکوٰۃ نہیں خواہ وہ کتنے ہی ہوں۔ قطلانی نے کہا میووں میں سے صرف کھجور اور انگور میں اور اناجوں میں سے ہر ایک اناج میں جو ذخیرہ رکھے جاتے ہیں جیسے گیسوں، جو، جوار، مسور، ماش، باجرہ، چنا، لوبیا وغیرہ ان سب میں زکوٰۃ ہے۔ اور حنفیہ کے نزدیک پانچ وسق کی قید بھی نہیں ہے، قلیل ہو یا کثیر سب میں زکوٰۃ واجب ہے۔ اور امام بخاریؒ نے یہ حدیث لا کر ان کا رد کیا۔ (وحیدی)

باب کھجور کے پھل توڑنے کے وقت

۵۷- بَابُ أَخَذِ الصَّدَقَةَ التَّمْرِ عِنْدَ

زکوٰۃ لی جائے

صبرام النخل

اور زکوٰۃ کی کھجور کو بچے کا ہاتھ لگایا اس میں سے کچھ کھالینا

وَهَلْ يُتْرَكُ الصَّبِيُّ فَيَمْسَسُ تَمْرَ الصَّدَقَةِ ؟

(۱۳۸۵) ہم سے عمر بن محمد بن حسن اسدی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے میرے باپ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن طہمان نے بیان کیا، ان سے محمد بن زیاد نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس توڑنے کے وقت زکوٰۃ کی کھجور لائی جاتی، ہر شخص اپنی زکوٰۃ لاتا اور نوبت یہاں تک پہنچتی کہ کھجور کا ایک ڈھیر لگ جاتا۔ (ایک مرتبہ) حسن اور حسین رضی اللہ عنہما ایسی ہی کھجوروں سے کھیل رہے تھے کہ ایک نے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نبی دیکھا تو ان کے منہ سے وہ کھجور نکال لی۔ اور فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد زکوٰۃ کا مال نہیں کھا سکتی۔

۱۴۸۵- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ الْحَسَنِ الْأَسَدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُؤْنِي بِالنَّمْرِ عِنْدَ صِرَامِ النَّخْلِ، فَجِيءَ هَذَا بِنَمْرِهِ وَهَذَا مِنْ تَمْرِهِ، حَتَّى يَصِيرَ عِنْدَهُ كَوْمًا مِنْ تَمْرٍ، فَجَعَلَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَلْعَبَانِ بِذَلِكَ النَّمْرِ، فَأَخَذَ أَحَدُهُمَا تَمْرَةً فَجَعَلَهُ فِي فِيهِ، فَظَنَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَخْرَجَهَا مِنْ فِيهِ فَقَالَ: ((أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ آلَ مُحَمَّدٍ لَا يَأْكُلُونَ الصَّدَقَةَ)).

[طرفاء فی : ۱۴۹۱، ۳۰۷۲].

معلوم ہوا کہ یہ فرض زکوٰۃ تھی کیونکہ وہی آنحضرت ﷺ کی آل پر حرام ہے۔ حدیث سے یہ نکلا کہ چھوٹے بچوں کو دین کی باتیں سکھانا اور ان کو تنبیہ کرنا ضروری ہے۔

باب جو شخص اپنا میوہ یا کھجور کا درخت یا کھیت بیچ ڈالے

حالانکہ اس میں دسواں حصہ یا زکوٰۃ واجب ہو چکی ہو اب وہ اپنے دوسرے مال سے یہ زکوٰۃ ادا کرے تو یہ درست ہے یا وہ میوہ بیچے جس میں صدقہ واجب ہی نہ ہوا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میوہ اس وقت تک نہ بیچو جب تک اس کی پختگی نہ معلوم ہو جائے۔ اور پختگی معلوم ہو جانے کے بعد کسی کو بیچنے سے آپ نے منع نہیں فرمایا۔ اور یوں نہیں فرمایا کہ زکوٰۃ واجب ہو گئی ہو تو نہ بیچے اور واجب نہ ہوئی ہو تو بیچے۔

۵۸- بَابُ مَنْ بَاعَ ثِمَارَهُ أَوْ نَخْلَهُ أَوْ أَرْضَهُ أَوْ زَرْعَهُ

وَقَدْ وَجَبَ فِيهِ الْعَشْرُ أَوْ الصَّدَقَةُ فَأَذَى الزَّكَاةَ مِنْ غَيْرِهِ، أَوْ بَاعَ ثِمَارَهُ وَلَمْ تَجِبْ فِيهِ الصَّدَقَةُ وَقَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ: ((لَا تَبِيعُوا الثَّمَرَةَ حَتَّى يَنْدُو صِلَاحُهَا)) فَلَمْ يَخْطُرِ الْبَيْعُ بَعْدَ الصَّلَاحِ عَلَى أَحَدٍ، وَلَمْ يَخْصُصْ مَنْ وَجَبَ عَلَيْهِ الزَّكَاةُ مِمَّنْ لَمْ تَجِبْ.

امام بخاریؒ کا مطلب یہ ہے کہ ہر حال میں مالک کو اپنا مال بیچنا درست ہے خواہ اس میں زکوٰۃ اور عشر واجب ہو گیا ہو یا نہ ہوا ہو۔ اور رد کیا شافعیؒ کے قول کو جنہوں نے ایسے مال کا بیچنا جائز نہیں رکھا جس میں زکوٰۃ واجب ہو گئی ہو جب تک زکوٰۃ ادا نہ کرے۔ امام بخاریؒ نے فرمان نبویؐ لا بیعوا الثمرة إلّا کے عموم سے دلیل لی کہ میوہ کی پختگی کے جب آثار معلوم ہو جائیں تو اس کا بیچنا آنحضرت

ﷺ نے مطلقاً درست رکھا اور زکوٰۃ کے وجوب یا عدم وجوب کی آپ نے کوئی قید نہیں لگائی۔ (دعیدی)

۱۴۸۶- حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ بَيْعِ الْقَمَرَةِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلاَحُهَا)). وَكَانَ إِذَا سُئِلَ عَنْ صَلاَحِهَا قَالَ: ((حَتَّى تَذَهَبَ غَاثَتُهُ)).

۱۴۸۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ بَيْعِ الْقَمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلاَحُهَا)).

۱۴۸۸- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ ابْنِ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْقَمَارِ حَتَّى تُزْهِىَ)). قَالَ: ((حَتَّى تَحْمَرَ)).

[اطرافہ فی : ۲۱۸۳، ۲۱۹۴، ۲۱۹۹]

[اطرافہ فی : ۲۱۸۹، ۲۱۹۶، ۲۲۳۸۱]

[اطرافہ فی : ۲۱۹۵، ۲۱۹۷، ۲۱۹۸]

[۲۲۰۸]

یعنی یہ یقین نہ ہو جائے کہ اب میوہ ضرور اترے گا اور کسی آفت کا ڈر نہ رہے۔ پختہ ہونے کا مطلب یہ کہ اس کے رنگ سے اس کی پختگی ظاہر ہو جائے۔ اس سے پہلے بیچنا اس لیے منع ہوا کہ کبھی کوئی آفت آتی ہے تو سارا میوہ خراب ہو جاتا ہے یا گر جاتا ہے۔ اب گویا مشتری کا مال مفت کما لینا ٹھہرا۔

باب کیا آدمی اپنی چیز کو جو صدقہ میں دی ہو پھر خرید سکتا ہے؟ اور دوسرے کا دیا ہوا صدقہ خریدنے میں تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے خاص صدقہ دینے والے کو پھر اس

۵۹- بَابُ هَلْ يَشْتَرِي صَدَقَتَهُ؟ وَلَا

بِأَسْ أَنْ يَشْتَرِيَ صَدَقَةَ غَيْرِهِ

لَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ إِنَّمَا نَهَى الْمُتَصَدِّقَ خَاصَّةً

عَنِ الشَّرَاءِ وَلَمْ يَنْهَ غَيْرُهُ

۱۴۸۹- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ يُحَدِّثُ: ((أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ تَصَدَّقَ بِفَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَوَجَدَهُ يَتَاغٍ، فَأَرَادَ أَنْ يَشْتَرِيَهُ، ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَاسْتَأْمَرَهُ فَقَالَ: ((لَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ)). فَبَدَّلَكَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا لَا يَتْرُكُ أَنْ يَتَاغٍ شَيْئًا تَصَدَّقَ بِهِ إِلَّا جَعَلَهُ صَدَقَةً)).

[أطرافه في: ۲۷۷۵، ۲۹۷۱، ۳۰۰۲].

۱۴۹۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: ((حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَأَصَاعَهُ الَّذِي كَانَ عِنْدَهُ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِيَهُ - وَظَنَنْتُ أَنَّهُ يَبِيعُهُ بِرُخْصٍ - فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((لَا تَشْتَرِ، وَلَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ وَإِنْ أَغْطَاكَ بَدْرُهُمْ فَإِنَّ الْعَالِدَ فِي صَدَقَتِهِ كَالْعَالِدِ فِي قَتْلِهِ)).

[أطرافه في: ۲۶۲۳، ۲۶۳۶، ۲۹۷۰،

۳۰۰۳].

کے خریدنے سے منع فرمایا۔ لیکن دوسرے شخص کو منع نہیں فرمایا۔
(۱۳۸۹) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے سالم نے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے تھے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک گھوڑا اللہ کے راستہ میں صدقہ کیا۔ پھر اسے آپ نے دیکھا کہ وہ بازار میں فروخت ہو رہا ہے۔ اس لیے ان کی خواہش ہوئی کہ اسے وہ خود ہی خرید لیں۔ اور اجازت لینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اپنا صدقہ واپس نہ لو۔ اسی وجہ سے اگر ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنا صدقہ خرید لیتے، تو پھر اسے صدقہ کر دیتے تھے۔ (اپنے استعمال میں نہ رکھتے تھے) باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

(۱۳۹۰) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک بن انس نے خبر دی، انہیں زید بن اسلم نے اور ان سے ان کے باپ نے بیان کیا، کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ انہوں نے ایک گھوڑا اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایک شخص کو سواری کے لیے دے دیا۔ لیکن اس شخص نے گھوڑے کو خراب کر دیا۔ اس لیے میں نے چاہا کہ اسے خرید لوں۔ میرا یہ بھی خیال تھا کہ وہ اسے سستے داموں بیچ ڈالے گا۔ چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اپنا صدقہ واپس نہ لو۔ خواہ وہ تمہیں ایک درہم ہی میں کیوں نہ دے کیونکہ دیا ہوا صدقہ واپس لینے والے کی مثال قے کر کے چاٹنے والے کی سی ہے۔

باب کی حدیثوں سے بظاہر یہ نکلا ہے کہ اپنا دیا ہوا صدقہ تو خریدنا حرام ہے لیکن دوسرے کا دیا ہوا صدقہ فقیر سے فراغت کے ساتھ خرید سکتا ہے۔

باب نبی کریم ﷺ اور آپ کی آل پر صدقہ

۶۰- بَابُ مَا يُذَكَّرُ فِي الصَّدَقَةِ

لِلنَّبِيِّ ﷺ

۱۴۹۱- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زَيَْادٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((أَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِي فِيهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((كَيْفَ، كَيْفَ)) لِيَطْرَحَهَا. ثُمَّ قَالَ: ((أَمَا شَعَرْتَ أَنَا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ؟)) [راجع: ۱۴۷۵]

قطلانی نے کہا کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ فرض زکوٰۃ آپ کی آل کے لیے حرام ہے۔ امام احمد بن حنبل کا بھی یہی قول ہے۔ امام جعفر صادق سے شافعی اور بیہقی نے نکالا کہ وہ سبیلوں میں سے پانی پیا کرتے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ تو صدقے کا پانی ہے، انہوں نے کہا ہم پر فرض زکوٰۃ حرام ہے۔

۶۱- بَابُ الصَّدَقَةِ عَلَى مَوَالِي

أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ

۱۴۹۲- حَدَّثَنَا مَعِينُ بْنُ غَفِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((وَجَدَ النَّبِيُّ ﷺ شَاةَ مَيْتَةٍ أُعْطِيَتْهَا مَوْلَاةٌ لِمَيْمُونَةَ مِنَ الصَّدَقَةِ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((هَلَا انْتَفَعْتُمْ بِجَلْدِهَا؟)) قَالُوا: إِنَّهَا مَيْتَةٌ. قَالَ: ((إِنَّمَا حَرَمَ أَكْلُهَا)).

[أطرافه في: ۳۲۲۱، ۵۵۳۱، ۵۵۳۲]

۱۴۹۳- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ((أَنَّهَا أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ بَرِيرَةَ لِلنَّبِيِّ ﷺ، وَأَرَادَ

کا حرام ہونا

(۱۳۹۱) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن زیاد نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے زکوٰۃ کی کھجوروں کے ڈھیر سے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں ڈال لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چھی چھی! نکالو اسے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم لوگ صدقہ کامل نہیں کھاتے۔

قطلانی نے کہا کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ فرض زکوٰۃ آپ کی آل کے لیے حرام ہے۔ امام احمد بن حنبل کا بھی یہی قول ہے۔ امام جعفر صادق سے شافعی اور بیہقی نے نکالا کہ وہ سبیلوں میں سے پانی پیا کرتے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ تو صدقے کا پانی ہے، انہوں نے کہا ہم پر فرض زکوٰۃ حرام ہے۔

باب نبی کریم ﷺ کی بیویوں کی لونڈی غلاموں کو صدقہ دینا

درست ہے۔

(۱۳۹۲) ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن وہب نے بیان کیا، ان سے یونس نے، ان سے ابن شہاب نے، کہا کہ مجھ سے عبید اللہ بن عبد اللہ نے بیان کیا، اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میمونہ رضی اللہ عنہا کی باندی کو جو بکری صدقہ میں کسی نے دی تھی وہ مری ہوئی دیکھی۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ تم لوگ اس کے چمڑے کو کیوں نہیں کام میں لائے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ تو مردہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حرام تو صرف اس کا کھانا ہے۔

(۱۳۹۳) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حکم بن عتبہ نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نخعی نے، ان سے اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ ان کا ارادہ ہوا کہ بریرہ کو (جو باندی تھیں) آزاد کر دینے کے لیے خرید لیں۔ لیکن

اس کے اصل مالک یہ چاہتے تھے کہ ولاء انہیں کے لیے رہے۔ اس کا ذکر عائشہؓ نے نبی کریم ﷺ سے کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم خرید کر آزاد کر دو، ولاء تو اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں گوشت پیش کیا گیا۔ میں نے کہا کہ یہ بریرہؓ کو کسی نے صدقہ کے طور پر دیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ یہ ان کے لیے صدقہ تھا۔ لیکن اب ہمارے لیے یہ ہدیہ ہے۔

غلام کے آزاد کر دینے کے بعد مالک اور آزاد شدہ غلام میں بھائی چارہ کے تعلق کو ولاء کہا جاتا ہے۔ گیا غلام آزاد ہونے کے بعد بھی اصل مالک سے کچھ نہ کچھ متعلق رہتا تھا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو اس شخص کا حق ہے جو اسے خرید کر آزاد کر رہا ہے اب بھائی چارے کا تعلق اصل مالک کی بجائے اس خرید کر آزاد کرنے والے سے ہو گا۔ باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

باب جب صدقہ محتاج کی ملک ہو جائے۔

(۱۳۹۳) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے خالد حذاء نے بیان کیا، ان سے حفصہ بنت سیرین نے اور ان سے ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ نہیں کوئی چیز نہیں۔ ہاں نسیبہؓ کا بھیجا ہوا اس بکری کا گوشت ہے جو انہیں صدقہ کے طور پر ملی ہے۔ تو آپ نے فرمایا لاؤ خیرات تو اپنے ٹھکانے پہنچ گئی۔

معلوم ہوا کہ صدقہ کا مال یاں طور اغنیاء کی تحویل میں بھی آ سکتا ہے۔ کیونکہ وہ محتاج آدمی کی ملکیت میں ہو کر اب کسی کو بھی مسکین کی طرف سے دیا جاسکتا ہے۔

(۱۳۹۵) ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے وکیع نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، قتادہ سے اور وہ انس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وہ گوشت پیش کیا گیا جو بریرہؓ کو صدقہ کے طور پر ملا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ گوشت ان پر صدقہ تھا۔ لیکن ہمارے لیے یہ ہدیہ ہے۔ ابو داؤد نے کہا کہ ہمیں شعبہ نے خبر دی۔ انہیں قتادہ نے کہ انہوں نے انس

مَوَالِيهَا أَنْ يَشْتَرُوا وِلَاءَهَا، فَلَذَكَرَتْ عَائِشَةُ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ: ((اشْتَرِيَهَا، فَإِنَّمَا الْوِلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ)). قَالَتْ: وَأَيُّ النَّبِيِّ ﷺ بِلَحْمٍ، فَقُلْتُ: هَذَا مَا تُصَدِّقُ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ، فَقَالَ: ((هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ)). [راجع: ۴۵۶]

۶۲- بَابُ إِذَا تَحَوَّلَتِ الصَّدَقَةُ

۱۴۹۴- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةِ الْأَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَقَالَ: ((هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ؟)) فَقَالَتْ: لَا، إِلَّا شَيْءٌ بَعَثَ بِهِ إِلَيْنَا نُسِيْبُهُ مِنَ الشَّاقَةِ الَّتِي بَعَثَ بِهَا مِنَ الصَّدَقَةِ. فَقَالَ: ((إِنَّهَا قَدْ بَلَغَتْ مَجْلَهَا)). [راجع: ۱۴۹۶]

۱۴۹۵- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَتَى بِلَحْمٍ تُصَدِّقُ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ فَقَالَ: ((هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ، وَهُوَ لَنَا هَدِيَّةٌ)). وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَنَبَانَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ

مقصد یہ ہے کہ صدقہ مسکین کی ملکیت میں آکر اگر کسی کو بطور تحفہ پیش کر دیا جائے تو جائز ہے اگرچہ وہ تحفہ پانے والا غنی ہی کیوں نہ ہو۔

٦٣- بَابُ أَخْذِ الصَّدَقَةِ مِنَ
الْأَغْنِيَاءِ، وَتَرَدُّ فِي الْفُقَرَاءِ حَيْثُ
كَانُوا

کہیں بھی ہوں

١٤٩٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَيْفِي عَنْ أَبِي مَعْبُدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ حِينَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ: ((إِنَّكَ سَتَأْتِي قَوْمًا أَهْلَ كِتَابٍ، فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ إِلَى أَنْ يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تَتَّخِذُ مِنْ أَعْيَانِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ. فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ، وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ، فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ)) [راجع: ١٣٩٥]

اس حدیث کے ذیل مولانا عبید اللہ صاحب شیخ الحدیث فرماتے ہیں "قال الحافظ استدل به على ان الامام هو الذي يعزى له القبض الزكوة و صرفها اما بنفسه و اما بنائبه فمن امتنع منها اخذت منه قهراً یعنی حافظ ابن حجر نے کہا کہ اس حدیث کے جملہ توخذ من اغنيائهم سے دلیل لی گئی ہے کہ زکوٰۃ امام وقت وصول کرے گا۔ اور وہی اسے اس کے مصارف میں خرچ کرے گا۔ وہ خود

کرے یا اپنے نائب سے کرائے۔ اگر کوئی زکوٰۃ اسے نہ دے تو وہ زبردستی اس سے وصول کرے گا۔ بعض لوگوں نے یہاں جانوروں کی زکوٰۃ مراد لی ہے اور سونے چاندی کی زکوٰۃ میں مختار قرار دیا ہے۔ فان ادی زکوٰۃ خفیة یجزئ للہ لیکن حضرت مولانا عبید اللہ مدظلہ فرماتے ہیں والظاهر عندی ان ولاية اخذ الامام ظاهرة و باطنه فان لم یکن امام فرقها المالك فی مصارفها و قد حقق ذلك الشوکانی فی السبل الجوار بما لا مزید علیہ فلیرجع الیہ۔ جتنی میرے نزدیک تو ظاہر و باطن ہر قسم کے اموال کے لیے امام وقت کی تولیت ضروری ہے۔ اور اگر امام نہ ہو (جیسے کہ دور حاضر میں کوئی امام خلیفۃ المسلمین نہیں) تو مالک کو اختیار ہے کہ اس کے مصارف میں خود اس مال زکوٰۃ کو خرچ کر دے اس مسئلہ کو امام شوکانی نے سبل الجرار میں بڑی ہی تفصیل کے ساتھ لکھا ہے جس سے زیادہ ممکن نہیں۔ جو چاہے ادھر رجوع کر سکتا ہے۔

یہ مسئلہ کہ اموال زکوٰۃ کو دوسرے شہروں میں نقل کرنا جائز ہے یا نہیں، اس بارے میں بھی حضرت امام بخاریؒ کا مسلک اس باب سے ظاہر ہے کہ مسلمان فقراء جہاں بھی ہوں ان پر وہ صرف کیا جاسکتا ہے۔ حضرت امامؒ کے نزدیک ترد علی فقر انہم کی ضمیر اہل اسلام کی طرف لوٹتی ہے۔ قال ابن المنیر اختار البخاری جواز نقل الزکوٰۃ من بلد المال لعموم قوله فترد فی فقر انہم لان الضمیر يعود للمسلمین فای فقیر منہم ردت فیہ الصدقة فی ای جهة کان فقد وافق عموم الحدیث انتہی۔

الحديث الكبير مولانا عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: والظاهر عندی عدم النقل الا اذا فقد المستحقون لها او تكون فی النقل مصلحة انفع واهم من عدمه واللہ تعالیٰ اعلم (مرعاة جلد ۳ ص ۴) یعنی زکوٰۃ نقل نہ ہونی چاہیے مگر جب مستحق مفقود ہوں یا نقل کرنے میں زیادہ فائدہ ہو۔

باب امام (حاکم) کی طرف سے زکوٰۃ دینے والے کے حق میں
دعائے خیر و برکت کرنا۔

۶۴۔ بَابُ صَلَاةِ الْإِمَامِ وَدُعَائِهِ
لِصَحَابِ الصَّدَقَةِ

اللہ تعالیٰ (سورہ توبہ میں) ارشاد ہے کہ آپ ان کے مال سے خیرات لیجئے جس کے ذریعہ آپ انہیں پاک کریں۔ اور ان کا تزکیہ کریں۔ اور ان کے حق میں خیر و برکت کی دعا کریں۔ آخر آیت تک۔

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا، وَصَلِّ عَلَيْهِمْ﴾
الآیة [التوبة: ۱۰۳]۔

(۱۳۹۷) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے عمرو بن مرہ سے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن ابی اوفیؓ نے بیان کیا کہ جب کوئی قوم اپنی زکوٰۃ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی تو آپ ان کے لیے دعا فرماتے۔ اے اللہ! آل فلاں کو خیر و برکت عطا فرما، میرے والد بھی اپنی زکوٰۃ لے کر حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اے اللہ! آل ابی اوفیؓ کو خیر و برکت عطا فرما۔

۱۴۹۷۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا آتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِهِمْ قَالَ: ((اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ فَلَانٍ)). فَأَتَاهُ أَبِي بِصَدَقَتِهِ فَقَالَ: ((اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى)).

[أطرافه في: ۴۱۶۶، ۶۲۳۲، ۶۳۵۹]۔

حضرت امام بخاریؒ نے ثابت فرمایا کہ رسول کریم ﷺ کے بعد بھی خلفائے اسلام کے لیے مناسب ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے حق میں خیر و برکت کی دعائیں کریں۔ لفظ امام سے ایسے ہی خلیفہ اسلام مراد ہیں جو فی الواقع مسلمانوں کے لئے انما الامام جنة یقاتل من وادھ الخ (امام لوگوں کے لیے دھال ہے جس کے پیچھے ہو کر لڑائی کی جاتی ہے) کے صدق ہوں۔

زکوٰۃ اسلامی اسٹیٹ کے لیے اور اس کے بیت المال کے لیے ایک اہم ذریعہ آمدن ہے جس کے وجود پذیر ہونے سے ملت کے کتنے ہی مسائل حل ہوتے ہیں۔ عہد رسالت اور پھر عہد خلافت راشدہ کے تجربات اس پر شاہد عادل ہیں۔ مگر صد افسوس کہ اب نہ تو کہیں وہ صحیح اسلامی نظام ہے اور نہ وہ حقیقی بیت المال۔ اس لیے خود مالداروں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی دیانت کے پیش نظر زکوٰۃ نکالیں اور جو مصارف ہیں ان میں دیانت کے ساتھ خرچ کریں۔ دور حاضرہ میں کسی مولوی یا مسجد کے پیش امام یا کسی مدرسہ کے مدرس کو امام وقت خلیفہ اسلام تصور کر کے اور یہ سمجھ کر کہ ان کو دیئے بغیر زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، زکوٰۃ ان کے حوالہ کرنا بڑی نادانی بلکہ اپنی زکوٰۃ کو غیر معرف میں خرچ کرنا ہے۔

باب جو مال سمندر سے نکالا جائے۔

اور عبد اللہ بن عباسؓ نے کہا کہ غبر کو رکاز نہیں کہہ سکتے۔ غبر تو ایک چیز ہے جسے سمندر کنارے پر پھینک دیتا ہے۔ اور امام حسن بصریؒ نے کہا غبر اور موتی میں پانچواں حصہ لازم ہے۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ نے رکاز میں پانچواں حصہ مقرر فرمایا ہے۔ تو رکاز اس کو نہیں کہتے جو پانی میں ملے۔

(۱۳۹۸) اور لیث نے کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا، انہوں نے عبد الرحمن بن ہرمز سے، انہوں نے ابو ہریرہؓ سے، انہوں نے آنحضرت ﷺ سے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے دوسرے بنی اسرائیل کے شخص سے ہزار اشرفیاں قرض مانگیں۔ اس نے اللہ کے بھروسے پر اس کو دے دیں۔ اب جس نے قرض لیا تھا وہ سمندر پر گیا کہ سوار ہو جائے اور قرض خواہ کا قرض ادا کرے لیکن سواری نہ ملی۔ آخر اس نے قرض خواہ تک پہنچنے سے ناامید ہو کر ایک لکڑی لی اس کو کریدا اور ہزار اشرفیاں اس میں بھر کر وہ لکڑی سمندر میں پھینک دی۔ اتفاق سے قرض خواہ کام کاج کو باہر نکلا، سمندر پر پہنچا تو ایک لکڑی دیکھی اور اس کو گھر میں جلانے کے خیال سے لے آیا۔ پھر پوری حدیث بیان کی۔ جب لکڑی کو چیرا تو اس میں اشرفیاں پائیں۔

۶۵- بَابُ مَا يُسْتَخْرَجُ مِنَ الْبَحْرِ
وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : لَيْسَ
الْغَبْرُ بِرُكَّازٍ ، هُوَ شَيْءٌ دَسَّرَهُ الْبَحْرُ .
وَقَالَ الْحَسَنُ : فِي الْغَبْرِ وَاللُّؤْلُؤِ
الْخُمْسُ : فَإِنَّمَا جَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الرُّكَّازِ
الْخُمْسَ ، لَيْسَ فِي الَّذِي يُصَابُ فِي
الْمَاءِ .

۱۴۹۸- وَقَالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي جَعْفَرُ
بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمَزٍ عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ
(أَنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ سَأَلَ بَعْضَ
بَنِي إِسْرَائِيلَ بَأْنَ يُسَلِّفُهُ أَلْفَ دِينَارٍ ،
فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ ، فَخَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَلَمْ يَجِدْ
مَرَكَبًا ، فَأَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا فَأَدْخَلَ فِيهَا
أَلْفَ دِينَارٍ فَرَمَى بِهَا فِي الْبَحْرِ ، فَخَرَجَ
الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهُ إِذَا بِالْخَشَبَةِ ،
فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ حَطْبًا - فَلَذَكَرَ الْحَدِيثَ -
فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ)) .

[أطرافه في : ۲۰۶۳ ، ۲۲۹۱ ، ۲۴۳۰ ،

۲۷۳۴ ، ۶۲۶۱] .

شبیخ | حضرت امام بخاری رحمہ اللہ یہ ثابت فرمانا چاہتے ہیں کہ دنیا میں سے جو چیزیں ملیں غبر موتی وغیرہ ان میں زکوٰۃ نہیں ہے اور جن حضرات نے ایسی چیزوں کو رکاز میں شامل کیا ہے ان کا قول صحیح نہیں۔ حضرت امام اس ذیل میں یہ اسرائیلی واقعہ لائے

جس کے بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔

قال الاسماعيلي ليس في هذا الحديث شئ يناسب الترجمة رجل اقترض قرضًا فارجع قرضه وكذا قال الداودي حديث الخشب

ليس من هذا الباب في شئ و اجاب عبد الملك بانه اشار به الى ان كل ما القاه البحر جاز اخذه ولا خمس فيه الخ (فتح الباری)

یعنی اسماعیلی نے کہا کہ اس حدیث میں باب سے کوئی وجہ مناسبت نہیں ہے ایسا ہی داؤدی نے بھی کہا کہ حدیث شبہ کو (ککڑی جس میں روپیہ ملا) اس سے کوئی مناسبت نہیں۔ عبد الملک نے ان حضرات کو یہ جواب دیا ہے کہ اس کے ذریعہ سے امام بخاریؒ نے یہ اشارہ فرمایا ہے کہ ہر وہ چیز جسے دریا باہر پھینک دے اس کا لینا جائز ہے اور اس میں خمس نہیں ہے اس لحاظ سے حدیث اور باب میں مناسبت موجود ہے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں وذهب الجمهور الى انه لا يجب فيه شئ یعنی جمہور اس طرف گئے ہیں کہ دریا سے جو چیزیں نکالی جائیں ان میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

اسرائیلی حضرات کا یہ واقعہ قاتل عبرت ہے کہ دینے والے نے محض اللہ کی ضمانت پر اس کو ایک ہزار اشرفیاں دے ڈالیں اور اس کی امانت و دیانت کو اللہ نے اس طرح ثابت رکھا کہ ککڑی کو معہ اشرفیوں کے قرض دینے والے تک پہنچا دیا۔ اور اس نے بایں صورت اپنی اشرفیوں کو وصول کر لیا۔ فی الواقع اگر قرض لینے والا وقت پر ادا کرنے کی صحیح نیت دل میں رکھتا ہو تو اللہ پاک ضرور ضرور کسی نہ کسی ذریعہ سے ایسے سامان مہیا کر دیتا ہے کہ وہ اپنے ارادے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ یہ مضمون ایک حدیث میں بھی آیا ہے۔ مگر آج کل ایسے دیانت دار عقاب ہیں۔ الا ماشاء اللہ و بھللہ التوفیق۔

باب رکاز میں پانچواں حصہ واجب ہے

اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نے کہا رکاز جاہلیت کے زمانے کا خزانہ ہے۔ اس میں تھوڑا مال نکلے یا بہت پانچواں حصہ لیا جائے گا۔ اور کلن رکاز نہیں ہے۔ اور آنحضرت ﷺ نے کلن کے بارے میں فرمایا اس میں اگر کوئی گر کر یا کام کرتا ہوا مرجائے تو اس کی جان مفت گئی۔ اور رکاز میں پانچواں حصہ ہے۔ اور عمر بن عبد العزیز خلیفہ کانوں میں سے چالیسواں حصہ لیا کرتے تھے۔ دو سو روپوں میں سے پانچ روپیہ۔ اور امام حسن بصریؒ نے کہا جو رکاز دار الحرب میں پائے تو اس میں سے پانچواں حصہ لیا جائے اور جو امن اور صلح کے ملک میں ملے تو اس میں سے زکوٰۃ چالیسواں حصہ لی جائے۔ اور اگر دشمن کے ملک میں پڑی ہوئی چیز ملے تو اس کو پانچواں حصہ (شاید مسلمان کامل ہو) اگر دشمن کامل ہو تو اس میں سے پانچواں حصہ ادا کرے۔ اور بعض لوگوں نے کہا معدن بھی رکاز ہے جاہلیت کے دھنہ کی طرح کیونکہ عرب لوگ کہتے ہیں ارکز المعدن جب اس میں سے کوئی چیز نکلے۔ ان

۶۶- بَابُ فِي الرِّكَازِ الْخُمْسُ

وَقَالَ مَالِكٌ وَابْنُ إِدْرِيسَ: الرِّكَازُ ذَلْفُنُ الْجَاهِلِيَّةِ، فِي قَلْبِهِ وَكَيْفِيَّةِ الْخُمْسِ، وَلَيْسَ الْمَعْدِنُ بِرِكَازٍ. وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((فِي الْمَعْدِنِ جُبَارٌ، وَفِي الرِّكَازِ الْخُمْسُ)). وَأَخَذَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ مِنَ الْمَعَادِنِ مِنْ كُلِّ مِائَتَيْنِ خُمْسَةً. وَقَالَ الْحَسَنُ: مَا كَانَ مِنْ رِكَازٍ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ فَفِيهِ الْخُمْسُ، وَمَا كَانَ مِنْ أَرْضِ السَّلَامِ فَفِيهِ الزَّكَاةُ. وَإِنْ وَجَدْتَ اللَّفْظَةَ فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ فَعَرَّفَهَا، وَإِنْ كَانَتْ مِنَ الْعَدُوِّ فَفِيهَا الْخُمْسُ.

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ: الْمَعْدِنُ رِكَازٌ مِثْلُ ذَلْفِنِ الْجَاهِلِيَّةِ، لِأَنَّهُ يُقَالُ: أَرَكَزَ الْمَعْدِنُ

إِذَا خَرَجَ مِنْهُ شَيْءٌ. قِيلَ لَهُ: قَدْ يُقَالُ
لِمَنْ وَهَبَ لَهُ شَيْءٌ وَرَبِحَ رِبْحًا كَثِيرًا
أَوْ كَثُرَ قَمَرُهُ أَرْكَزَتْ. ثُمَّ نَاقَضَهُ وَقَالَ:
لَا بَأْسَ أَنْ يَكْتُمَهُ وَلَا يُؤْذِيَ الْخُمْسَ.
کاجواب یہ ہے اگر کسی شخص کو کوئی چیز ہبہ کی جائے یا وہ نفع کمائے یا اس کے باغ میں میوہ بہت نکلے۔ تو کہتے ہیں اَرْكَزَتْ (حالانکہ یہ چیزیں بالاتفاق رکاز نہیں ہیں) پھر ان لوگوں نے اپنے قول کے آپ خلاف کیا۔ کہتے ہیں رکاز کا چھپالینا کچھ برا نہیں پانچواں حصہ نہ دے۔

یہ پہلا موقع ہے کہ امام الحمد شین امیر المحدثین حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے لفظ "بعض الناس" کا استعمال فرمایا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: قال ابن التين المراد ببعض الناس ابو حنيفة قلت و هذا اول موضع ذكره فيه البخارى بهذه الصيغة ويحتمل ان يريد به ابا حنيفة وغيره من الكوفيين ممن قال بذلك قال ابن ذهب ابو حنيفة والثوري وغيرهما الى ان المعدن كالركاز واحتج لهم بقول العرب ركز الرجل اذا اصاب ركاز او هي قطع من الذهب تخرج من المعدن و حجة للجمهور تفرقة النبي صلى الله عليه وسلم بين المعدن والركاز بوالمعطف فصيح انه غيره الخ (فتح الباري)

یعنی ابن تین نے کہا کہ مراد یہاں حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ یہ پہلا موقع ہے کہ ان کو امام بخاریؒ نے اس صیغہ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد امام ابو حنیفہ اور ان کے علاوہ دوسرے کوئی بھی ہوں جو ایسا کہتے ہیں۔ ابن بطلان نے کہا کہ حضرت امام ابو حنیفہ اور ثوری وغیرہا نے کہا کہ معدن یعنی کان بھی رکاز ہی میں داخل ہے۔ کیونکہ جب کوئی شخص کان سے کوئی سونے کا ڈلا پالے تو عرب لوگ بولتے ہیں دکن الرجل فلان کو رکاز مل گیا۔ اور وہ سونے کا ٹکڑا ہوتا ہے جو کان سے نکلتا ہے۔ اور جمہور کی دلیل اس بارے میں یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے معدن اور رکاز کا واؤ عطف کے ساتھ الگ الگ ذکر فرمایا ہے۔ پس صحیح یہ ہوا کہ معدن اور رکاز دو الگ الگ ہیں۔

رکاز وہ پرانا دھنہ جو کسی کو کہیں مل جائے۔ اس میں سے بیت المال میں پانچواں حصہ دیا جائے گا۔ اور معدن کان کو کہتے ہیں۔ ہر دو میں فرق ظاہر ہے۔ پس ان کا حکم بھی الگ الگ ہے۔ خود رسول کریم ﷺ نے فرما دیا کہ جانور سے جو نقصان پہنچے اس کا کچھ بدلہ نہیں۔ اور کنوس کا بھی معاف ہے اور کان کے حادثہ میں کوئی مرجائے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ اور رکاز میں پانچواں حصہ ہے۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ معدن اور رکاز دو الگ الگ ہیں۔
حضرت مولانا عبید اللہ صاحب شیخ الحدیث رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

واحتج الجمهور ايضا بان الركاز في لغة اهل الحجاز هو دفين الجاهلية ولا شك في ان النبي الحجازي صلى الله عليه وسلم تكلم بلغة اهل الحجاز واراد به ما يريدون منه قال ابن الاثير الجزري في النهاية الركاز عند اهل الحجاز كنوز الجاهلية المدفونة في الارض و عند اهل العراق المعادن والقولان تحتلها اللغة لان كلا منهما مركوز في الارض اي ثابت يقال ركزه يركزه ركزاً اذا دفنه وركز الرجل اذا وجد الركاز و الحديث اما جاء في التفسير الاول وهو الكنز الجاهلي و اما كان فيه الخمس لكثرة نفعه و سهولة اخذه الخ (مرعاة ج ۳ ص ۳۳)

یعنی جمہور نے اس سے بھی حجت پکڑی ہے کہ مجازیوں کی لغت میں رکاز جاہلیت کے دھنہ پر بولا جاتا ہے۔ اور کوئی شک نہیں کہ رسول کریم ﷺ بھی مجازی ہیں اور آپ اہل مجاز ہی کی لغت میں کلام فرماتے تھے۔ ابن اثیر جزری نے کہا کہ اہل مجاز کے نزدیک رکاز جاہلیت کے گڑے ہوئے خزانوں پر بولا جاتا ہے۔ اور اہل عراق کے ہاں کانوں پر بھی اور لغوی اعتبار سے ہر دو کا احتمال ہے اس لیے کہ دونوں ہی زمین میں گڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور حدیث مذکور تفسیر اول (یعنی معدن جاہلیت کے دھنوں) ہی کے منطبق ہے اور وہ کنز جاہلی ہے اور اس میں خمس ہے اس لیے کہ اس کا نفع کثیر ہے اور وہ آسانی سے حاصل ہو جاتا ہے۔

اس سلسلہ میں احتلاف کے بھی کچھ دلائل ہیں۔ جن کی بنا پر وہ معدن کو بھی رکاز میں داخل کرتے ہیں۔ کیونکہ لغت میں اذکر المعدن کا لفظ مستعمل ہے جب کان سے کوئی چیز نکلے تو کہتے ہیں اذکر المعدن حضرت امام بخاریؒ نے اس کا اترامی جواب دیا ہے کہ لفظ ارکز تو مجازاً بعض دفعہ نفع کثیر پر بھی بولا جاتا ہے۔ وہ نفع کثیر کسی کو کسی کی بخشش سے حاصل ہو یا تجارتی منافع سے ہو یا کثرت پیداوار سے ایسے مواقع پر بھی لفظ اذکر بول دیتے ہیں۔ یعنی تجھے خزانہ مل گیا۔ تو کیا اس طرح بول دینے سے اسے بھی رکاز کے ذیل میں لایا جا سکتا ہے؟ پس ایسے ہی مجازاً یہ لفظ کان پر بھی بول دیا گیا ہے۔ ورنہ حقیقت یہی ہے کہ کان رکاز میں داخل نہیں ہے۔ اس کا مزید ثبوت خود حنفی حضرات کا یہ فتویٰ ہے کہ کان کہیں پوشیدہ جگہ میں مل جائے تو پانے والا اسے چمپا بھی سکتا ہے۔ اور ان کے فتویٰ کے مطابق جو پانچواں حصہ اسے ادا کرنا ضروری تھا اسے وہ اپنے ہی اوپر خرچ کر سکتا ہے۔ یہ فتویٰ بھی دلالت کر رہا ہے کہ رکاز اور معدن دونوں الگ الگ ہیں۔ چند روایات بھی ہیں جو مسلک حنفیہ کی تائید میں پیش کی جاتی ہیں۔ لیکن سند کے اعتبار سے وہ بخاری شریف کی روایات مذکورہ کے برابر نہیں ہیں۔ لہذا ان سے استدلال ضعیف ہے۔

سارے طول طویل مباحث کے بعد حضرت شیخ الحدیث موصوف فرماتے ہیں:

والقول الراجح عندنا هو ما ذهب اليه الجمهور من ان الركاز اما هو كنز الجاهلية الموضوع في الارض وانه لا يعم المعدن بل هو غيره والله تعالى اعلم۔ یعنی ہمارے نزدیک رکاز کے متعلق جمہور ہی کا قول رائج ہے کہ وہ دور جاہلیت کے دھنپے ہیں جو پہلے لوگوں نے زمین میں دفن کر دیے ہیں۔ اور لفظ رکاز میں معدن داخل نہیں ہے۔ بلکہ ہر دو الگ الگ ہیں۔ اور رکاز میں خُص ہے۔

رکاز کے متعلق اور بھی بہت سی تفصیلات ہیں کہ اس کا نصاب کیا ہے؟ قلیل یا کثیر میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ اور اس پر سال گزرنے کی قید ہے یا نہیں؟ اور وہ سونے چاندی کے علاوہ لوہا، تانبا، سیسہ، پتیل وغیرہ کو بھی شامل ہے یا نہیں؟ اور رکاز کا مصرف کیا ہے؟ اور کیا ہر پانے والے پر اس میں خُص واجب ہے؟ پانے والا غلام ہو یا آزاد ہو، مسلم ہو یا ذی ہو؟ رکاز کی پہچان کیا ہے؟ کیا یہ ضروری ہے کہ اس کے سکوں پر پہلے کسی بادشاہ کا نام یا اس کی تصویر یا کوئی اور علامت ہونی ضروری ہے وغیرہ وغیرہ ان جملہ مباحث کے لیے اہل علم حضرات مرعاة المفاتیح جلد ۳ ص ۶۳ و ۶۵ کا مطالعہ فرمائیں جہاں حضرت الاستاذ مولانا عبید اللہ صاحب مدظلہ نے تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے جزاء اللہ خیر الجزاء فی الدارين۔ میں اپنے ان مختصر صفحات میں تفصیل مزید سے قاصر ہوں اور عوام کے لیے میں نے جو لکھ دیا ہے اسے کافی سمجھتا ہوں۔

(۱۳۹۹) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، ان سے سعید بن مسیب اور ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے بیان کیا، اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جانور سے جو نقصان پہنچے اس کا کچھ بدلہ نہیں اور کنویں کا بھی یہی حال ہے اور کان کا بھی یہی حکم ہے اور رکاز میں سے پانچواں حصہ لیا جائے۔

۱۴۹۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((الْعَجَمَاءُ جُبَارٌ، وَالنَّبَرُ جُبَارٌ، وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ، وَلِی الرِّكَازِ الْخُمْسُ)).

[أطرافہ فی : ۲۳۵۵، ۶۹۱۲، ۶۹۱۳]۔

باب اللہ تعالیٰ نے سورہ توبہ میں فرمایا زکوٰۃ کے

۶۶- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى:

تحصیلداروں کو بھی زکوٰۃ سے دیا جائے گا اور انکو حاکم کے سامنے حساب سمجھانا ہو گا۔ یہاں کان اور رکاز کو رسول کریم ﷺ نے الگ الگ بیان فرمایا۔ اور یہی باب کا مطلب ہے۔

(۱۵۰۰) ہم سے یوسف بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ (عروہ بن زبیر نے بیان کیا، ان سے حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسد کے ایک شخص عبد اللہ بن لثیمہ کو بنی سلیم کی زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر فرمایا۔ جب وہ آئے تو آپ نے ان سے حساب لیا۔

زکوٰۃ وصول کرنے والوں سے حاکم اسلام حساب لے گا تاکہ معاملہ صاف رہے، کسی کو بدگمانی کا موقع نہ ملے۔ ابن مزین نے کہا کہ احتمال ہے کہ حامل مذکور نے زکوٰۃ میں سے کچھ اپنے مصارف میں خرچ کر دیا ہو، لہذا اس سے حساب لیا گیا۔ بعض روایات سے یہ بھی ظاہر ہے کہ بعض مال کے متعلق اس نے کہا تھا کہ یہ مجھے بطور تحفہ ملا ہے، اس پر حساب لیا گیا۔ اور تحفہ کے بارے میں فرمایا گیا کہ یہ سب بیت المال ہی کا ہے۔ جس کی طرف سے تم کو بھیجا گیا تھا۔ تحفہ میں تمہارا کوئی حق نہیں ہے۔

باب زکوٰۃ کے اونٹوں سے مسافر لوگ کام لے سکتے ہیں اور ان کا دودھ پی سکتے ہیں

(۱۵۰۱) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے کہا کہ ہم سے قتادہ نے بیان کیا، اور ان سے انس بن مالک نے کہ عینہ کے کچھ لوگوں کو مدینہ کی آب و ہوا موافق نہیں آئی۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس کی اجازت دے دی کہ وہ زکوٰۃ کے اونٹوں میں جا کر ان کا دودھ اور پیشاب استعمال کریں (کیونکہ وہ ایسے مرض میں مبتلا تھے جس کی دوا یہی تھی) لیکن انہوں نے (ان اونٹوں کے) چرواہے کو مار ڈالا اور اونٹوں کو لے کر بھاگ نکلے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے پیچھے آدمی دوڑائے آخر وہ لوگ پکڑ لئے گئے۔ آں حضور نے ان کے ہاتھ اور پاؤں کٹوا دیئے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروا دیں پھر انہیں دھوپ میں ڈلوا دیا

﴿وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا﴾ [التوبة: ۶۰]
وَمَحَاسِبِ الْمُصَدِّقِينَ مَعَ الْإِمَامِ

۱۵۰۰- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : ((اسْتَعْمَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَجُلًا مِنَ الْأَسَدِ عَلَى صَدَقَاتِ بَنِي سُلَيْمٍ يُدْعَى ابْنُ اللَّثِيمَةِ فَلَمَّا جَاءَ حَاسِبَةً)). [راجع: ۹۲۵]

۶۸- بَابُ اسْتِعْمَالِ إِبِلِ الصَّدَقَةِ وَالْبَاقِيَةِ لِأَبْنَاءِ السَّبِيلِ

۱۵۰۱- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ((أَنَّ نَاسًا مِنْ غُرَبَاءِ اجْتَوَوْا الْمَدِينَةَ، فَوُحِّصَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَأْتُوا إِبِلَ الصَّدَقَةِ فَشَرِبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَتَوَالِهَا. فَفَقَلُوا الرَّاغِيَّ وَاسْتَأْفَوْا الذَّوْدَ. فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَمَّا بِهِمْ فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ وَتَرَكَهُمْ بِالْحَرَّةِ يَعْصُونَ الْحِجَارَةَ)). تَابَعَهُ أَبُو قِلَابَةَ وَحُمَيْدٌ وَتَابَتْ عَنْ أَنَسٍ.

(جس کی شدت کی وجہ سے) وہ پتھر چبانے لگے تھے۔ اس روایت کی

مطابقت ابو قلابہ ثابت اور حمید نے انس رضی اللہ عنہ کے واسطے سے کی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ان کو مسافر اور بیمار جان کر زکوٰۃ کے اونٹوں کی چراگاہ میں بھیج دیا کیونکہ وہ مرض استسقاء کے مریض تھے۔ مگر وہاں ان خالموں نے اونٹوں کے محافظ کو نہ صرف قتل کیا بلکہ اس کا مثلہ کر ڈالا اور اونٹوں کو لے کر بھاگ گئے۔

بعد میں پکڑے گئے اور قصاص میں ان کو ایسی ہی سزا دی گئی۔

حضرت امام بخاریؒ نے اس سے ثابت فرمایا کہ مسافروں کے لیے زکوٰۃ کے اونٹوں کا دودھ وغیرہ دیا جاسکتا ہے اور ان کی سواری

بھی ان پر ہو سکتی ہے۔ غرض المصنف فی هذا الباب اثبات وضع الصدقة فی صنف واحد خلافا لمن قال يجب استيعاب الاصناف الثمانية (فتح الباری) یعنی مصنف کا مقصد اس باب سے یہ ثابت کرنا ہے کہ اموال زکوٰۃ کو صرف ایک ہی معرف پر بھی خرچ کیا جاسکتا ہے برخلاف ان کے جو آٹھوں مصارف کا استیعاب ضروری جانتے ہیں۔ ان لوگوں کی یہ سنگین سزا قصاص ہی میں تھی اور بس۔

۶۹- بَابُ وَنَسَمِ الْإِمَامِ إِبْنِ الصَّدَقَةِ

باب زکوٰۃ کے اونٹوں پر حاکم کا اپنے ہاتھ سے

داغ دینا

بِیَدِهِ

(۱۵۰۲) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو عمرو اوزاعی نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں عبد اللہ بن ابی طلحہ کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آپ ان کی تحنیک کر دیں۔ (یعنی اپنے منہ سے کوئی چیز چبا کر ان کے منہ میں ڈال دیں) میں نے اس وقت دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں داغ لگانے کا آلہ تھا اور آپ زکوٰۃ کے اونٹوں پر داغ لگا رہے تھے:

۱۵۰۲- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((عَدَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِعَنْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ لِيُحَنِّكَهُ، فَأَوَفَيْتُهُ فِي يَدِهِ الْغَيْسَمُ يَسْمُ إِبْنِ الصَّدَقَةِ)).

[طرفاء فی: ۵۵۴۲، ۵۸۲۴].

معلوم ہوا کہ جانور کو ضرورت سے داغ دینا درست ہے اور رد ہوا حنفیہ کا جنہوں نے داغ دینا مکروہ اور اس کو مثلہ سمجھا ہے۔

(وحیدی) اور بچوں کے لیے تحنیک بھی سنت ہے کہ کھجور وغیرہ کوئی چیز کسی نیک آدمی کے منہ سے کچلوا کر بچے کے منہ میں ڈالی جائے تاکہ اس کو بھی نیک فطرت حاصل ہو۔

باب صدقہ فطر کا فرض ہونا

۷۰- بَابُ فَرَضِ صَدَقَةِ الْفِطْرِ

ابو العالیہ عطاء اور ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہم نے بھی صدقہ فطر کو فرض سمجھا ہے۔

وَرَأَى أَبُو الْعَالِيَةِ وَعَطَاءُ وَابْنُ مَيْمُونٍ صَدَقَةَ الْفِطْرِ فَرِيضَةً

حضرت امام بخاریؒ نے کتاب الزکوٰۃ کو ختم فرماتے ہوئے صدقہ فطر کے مسائل بھی پیش فرمادیئے۔ قال اللہ تعالیٰ قد افلح

من تزكى و ذكر اسم ربه فصلى روى عن ابن عمر و عمرو بن عوف قالوا نزلت في زکوٰۃ الفطر وروى عن ابی العالیہ و ابن

المسب و ابن سیرین و غیرہم قالوا يعطى صدقة الفطر ثم يصلى رواه البيهقي وغيره (مرعاة) یعنی قرآنی آیت فلاح پائی اس شخص نے جس نے تزکیہ حاصل کیا اور اپنے رب کا نام یاد کیا۔ اور نماز پڑھی۔ حضرات عبداللہ بن عمر اور عمرو بن عوف کہتے ہیں کہ یہ آیات صدقہ فطر کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ یہ حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ پہلے صدقہ فطر ادا کیا جائے، پھر نماز پڑھی جائے۔ لفظ تزکی کے تزکیہ سے روزوں کو پاک صاف کرنا مراد ہے جس کے لیے صدقہ فطر ادا کیا جاتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں: فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ الفطر طہرۃ للصائم من اللغو والرفث الحدیث رواہ ابو داود و ابن ماجہ یعنی رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ فطر کو فرض قرار دیا جو روزہ دار کو لغو اور گناہوں سے (جو اس سے حالت روزہ میں صادر ہوتے ہیں) پاک صاف کر دیتی ہے۔ پس آپ کا لفظ تزکی سے مراد صدقہ فطر ادا کرنا ہوا۔ حدیث بڑا کے تحت علامہ شوکانی فرماتے ہیں: فیہ دلیل علی ان صدقة الفطر من الفرائض وقد نقل ابن المنذر وغيره الاجماع ذلك ولكن الحنفية يقولون بالوجوب دون الفرضية علی قاعدتهم فی التفرقة بین الفرض والوجوب (نبیل الاوطار)

یعنی اس حدیث میں دلیل ہے کہ صدقہ فطر فرائض اسلامیہ میں سے ہے۔ ابن منذر وغیرہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے مگر حنفیہ اسے واجب قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کے ہاں ان کے قاعدہ کے تحت فرض اور واجب میں فرق ہے اس لیے وہ اس کو فرض نہیں بلکہ واجب کے درجہ میں رکھتے ہیں۔ علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں کہ یہ صرف لفظی نزاع ہے۔

بعض کتب فقہ حنفیہ میں اسے صدقۃ الفطرۃ یعنی تاکی زیادتی کے ساتھ لکھا گیا ہے اور اس سے مراد وہ فطرت لی گئی ہے جو آیت شریفہ فطرۃ اللہ الٰہی فطر الناس علیہا میں ہے۔ مگر حضرت مولانا عبید اللہ صاحب شیخ الحدیث رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

و اما لفظ الفطر بدون تاء فلا كلام فی انه معنى لغوی مستعمل قبل الشرع لانه ضد الصوم ويقال لها ايضا زکوٰۃ الفطر و زکوٰۃ رمضان و زکوٰۃ الصوم و صدقة رمضان و صدقة الصوم الخ (مرعاة)

لیکن لفظ فطر بغیر تاء کے کوئی شک نہیں کہ یہ لغوی معنی میں مستعمل ہے، شریعت کے نزول سے پہلے بھی یہ روزہ کی ضد پر بولا جاتا رہا ہے۔ اسے زکوٰۃ الفطر، زکوٰۃ رمضان، زکوٰۃ صوم و صدقہ رمضان و صدقہ صوم کے ناموں سے بھی پکارا گیا ہے۔

(۱۵۰۳) ہم سے یحییٰ بن محمد بن سکن نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن عہم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے عمر بن نافع نے ان سے ان کے باپ نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فطر کی زکوٰۃ (صدقہ فطر) ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو فرض قرار دی تھی۔ غلام، آزاد، مرد، عورت، چھوٹے اور بڑے تمام مسلمانوں پر۔ آپ کا حکم یہ تھا کہ نماز (عید) کے لیے جانے سے پہلے یہ صدقہ ادا کر دیا جائے۔

۱۵۰۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ السَّكَنِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَهْضَمٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ نَافِعٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالْأَنْثَى وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ)).

باب صدقہ فطر کا مسلمانوں پر یہاں تک کہ غلام لونڈی پر بھی فرض ہونا

۷۱- بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ عَلَى الْعَبْدِ وَغَيْرِهِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ

(۱۵۰۴) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے، اور انہیں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فطر کی زکوٰۃ آزاد یا غلام، مرد یا عورت تمام مسلمانوں پر ایک صاع کھجور یا جو فرض کی تھی۔

۱۵۰۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَرَضَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى كُلِّ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ ذَكَرَ أَوْ أُنْثَى مِنَ الْمُسْلِمِينَ)). [راجع: ۱۵۰۴]

غلام اور لونڈی پر صدقہ فطر فرض ہونے سے یہ مراد ہے کہ ان کا مالک ان کی طرف سے صدقہ دے۔ بعضوں نے کہا یہ صدقہ پہلے غلام لونڈی پر فرض ہوتا ہے پھر مالک ان کی طرف سے اپنے اوپر اٹھالیتا ہے۔ (وحیدی)

صدقہ فطر کی فرضیت یہاں تک ہے کہ یہ اس پر بھی فرض ہے جس کے پاس ایک روز کی خوراک سے زائد غلہ یا کھانے کی چیز موجود ہے۔ کیونکہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا صاع من بر او قمع عن کل الثین صغیر او کبیر حرا و عبد ذکر او انثی اما غنیکم فیزکیہ اللہ و اما فقیرکم فیرد علیہ اکثر مما اعطاه (ابوداؤد) یعنی ایک صاع گیہوں چھوٹے بڑے دونوں آدمیوں آزاد غلام مرد عورت کی طرف سے نکالا جائے اس صدقہ کی وجہ سے اللہ پاک مالدار کو گناہوں سے پاک کر دے گا (اس کا روزہ پاک ہو جائے گا) اور غریب کو اس سے بھی زیادہ دے گا جتنا کہ اس نے دیا ہے۔

صاع سے مراد صاع حجازی ہے جو رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں مروج تھا، نہ صاع عراقی مراد ہے۔ صاع حجازی کا وزن اسی تولے کے سیر کے حساب سے پونے تین سیر کے قریب ہوتا ہے، حضرت مولانا عبید اللہ صاحب شیخ الحدیث رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وهو خمسة ارطال و ثلث رطل بغدادی و يقال له الصاع الحجازی لانه كان مستعملا فی بلاد الحجاز وهو الصاع الذی كان مستعملا فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم و به كانوا یخرجون صدقة الفطر و زکوٰۃ المعشرات و غیرهما من الحقوق الواجبة المقدرة فی عهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم و به قال مالک و الشافعی و احمد و ابو یوسف و علماء الحجاز و قال ابو حنیفہ و محمد بالصاع العراقی و هو ثمانية ارطال بالرطل المذكور و انما قيل له العراقی لانه كان مستعملا فی بلاد العراق وهو الذی يقال له الصاع الحجازی لانه ابرزه الحجاج الوالی و كان ابو یوسف یقول کقول ابی حنیفہ ثم رجع الی قول الجمهور لما تناظر مع مالک بالمدينة فاواه الميعان التي توارثها اهل المدينة عن اسلافهم فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم (مرعاة ج ۳ ص ۹۳)

صاع کا وزن ۵ رطل اور ٹکٹ رطل بغدادی ہے، اسی کو صاع حجازی کہا جاتا ہے جو رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں حجاز میں مروج تھا۔ اور عہد رسالت میں صدقہ فطر اور عشر کا غلہ اور دیگر حقوق واجبہ بصورت اجناس اسی صاع سے وزن کر کے ادا کئے جاتے تھے۔ امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد اور امام ابو یوسف اور علماء حجاز کا یہی قول ہے۔ اور امام ابو حنیفہ اور امام محمد صاع عراقی مراد لیتے ہیں۔ جو بلاد عراق میں مروج تھا۔ جسے صاع حجازی بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا وزن آٹھ رطل مذکور کے برابر ہوتا ہے امام ابو یوسف بھی اپنے استاد گرامی امام ابو حنیفہ ہی کے قول پر فتویٰ دیتے تھے مگر جب آپ مدینہ تشریف لائے اور اس بارے میں امام المدینہ امام مالک

سے تبادلہ خیال فرمایا تو امام مالکؒ نے مدینہ کے بہت سے پرانے صاع جمع کرائے۔ جو اہل مدینہ کو زمانہ رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور وراثت ملے تھے اور جن کا عہد نبوی میں رواج تھا ان کا وزن کیا گیا تو ۵ رطل اور ثلث رطل بغدادی نکلا۔ چنانچہ حضرت امام ابو یوسفؒ نے اس بارے میں قول جمہور کی طرف رجوع فرمایا۔ صاع حجازی اس لیے کہا گیا کہ اسے حجاج والی نے جاری کیا تھا۔ حساب بالا کی رو سے صاع حجازی کا وزن ۲۳۳ تولہ ہوتا ہے جس کے ۶ تولہ کم تین سیر بنتے ہیں جو اسی (۸۰) تولہ والے سیر کے مطابق ہیں۔

باب صدقہ فطر میں اگر جو دے تو ایک صاع

ادا کرے۔

(۱۵۰۵) ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے زید بن اسلم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عیاض بن عبد اللہ نے بیان کیا اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم ایک صاع جو کا صدقہ دیا کرتے تھے۔

۷۲- بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ صَاعٍ مِنْ

شَعِيرٍ

۱۵۰۵- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : ((كُنَّا نَطْعِمُ الصَّدَقَةَ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ)).

[أطرافه في : ۱۵۰۶، ۱۵۰۸، ۱۵۱۰]۔

تفصیل سے بتلایا جا چکا ہے کہ صاع سے مراد صاع حجازی ہے جو عہد رسالت میں مروج تھا۔ جس کا وزن تین سیر سے کچھ کم ہوتا ہے۔

باب گیہوں یا دو سرا اناج بھی صدقہ فطر میں ایک صاع ہونا

۷۳- بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ صَاعٍ مِنْ

طَعَامٍ

(۱۵۰۶) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، ان سے زید بن اسلم نے بیان کیا، ان سے عیاض بن عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح عامری نے بیان کیا، کہ انہوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ ہم فطرہ کی زکوٰۃ ایک صاع اناج یا گیہوں یا ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع پیڑ یا ایک صاع زبیب (خشک انگور یا انجیر) نکالا کرتے تھے۔

۱۵۰۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ الْأَعْمَرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ : ((كُنَّا نُخْرِجُ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ أَقِطٍ أَوْ

صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ)). [راجع: ۱۵۰۵]

طعام سے اکثر لوگوں کے نزدیک گیہوں ہی مراد ہے۔ بعضوں نے کہا جو کے سوا دوسرے اناج اور اہل حدیث اور شافعیہ اور جمہور علماء کا یہی قول ہے کہ اگر صدقہ فطر میں گیہوں دے تو بھی ایک صاع دینا کافی سمجھا۔ ابن خزیمہ اور حاکم نے ابو سعیدؓ سے نکلا۔ میں تو وہی صدقہ دوں گا جو آنحضرت ﷺ کے زمانے میں دیا کرتا تھا۔ یعنی ایک صاع کھجور یا ایک صاع گیہوں یا ایک صاع پیڑ

یا ایک صاع جو۔ ایک شخص نے کہا یا دود نصف صاع گیہوں، انہوں نے کہا نہیں یہ معاویہ کی ٹھہرائی ہوئی بات ہے۔ (وحیدی)

باب صدقہ فطر میں کھجور بھی ایک صاع

نکالی جائے۔

(۱۵۰۷) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے نافع کے واسطے سے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو کی زکوٰۃ فطر دینے کا حکم فرمایا تھا۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ پھر لوگوں نے اسی کے برابر دود (آدھا صاع) گیہوں کر لیا تھا۔

باب صدقہ فطر میں منقہ بھی ایک صاع دینا چاہیے۔

(۱۵۰۸) ہم سے عبد اللہ بن میر نے بیان کیا، انہوں نے یزید بن ابی حکیم عدنی سے سنا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے زید بن اسلم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عیاض بن عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح نے بیان کیا اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صدقہ فطر ایک صاع گیہوں یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو یا ایک صاع زبيب (خشک انگور یا خشک انجیر) نکالتے تھے۔ پھر جب معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں آئے اور گیہوں کی آمدنی ہوئی تو کہنے لگے میں سمجھتا ہوں اس کا ایک مد دوسرے اناج کے دود کے برابر ہے۔

باب صدقہ فطر نماز عید سے پہلے ادا کرنا

(۱۵۰۹) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حفص بن میسرہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر نماز (عید) کے لیے جانے سے پہلے پہلے نکالنے کا حکم دیا تھا۔

تمر

۱۵۰۷- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ قَالَ: ((أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ. قَالَ عَبْدُ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: فَجَعَلَ النَّاسُ عِدْلَهُ مُدَّيْنِ مِنْ حِنْطَةٍ)). [راجع: ۱۵۰۳]

۷۵- بَابُ صَاعٍ مِنْ زَبِيبٍ

۱۵۰۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُنِيرٍ سَمِعَ يَزِيدَ أَبِي حَكِيمٍ الْغَدَنِيِّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ: حَدَّثَنِي عِيَاضُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا نُعْطِيهَا فِي زَمَانِ النَّبِيِّ ﷺ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ، فَلَمَّا جَاءَ مُعَاوِيَةُ وَجَاءَتِ السُّمُرَاءُ، قَالَ: ((أَرَى مُدًّا مِنْ هَذَا يَغْدِلُ مُدَّيْنِ)). [راجع: ۱۵۰۵]

۷۶- بَابُ الصَّدَقَةِ قَبْلَ الْعِيدِ

۱۵۰۹- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ)). [راجع: ۱۵۰۳]

۱۵۱۰- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَصَّالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عُمَرَ عَنْ زَيْدٍ عَنْ عِيَّاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كُنَّا نُخْرِجُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ - وَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ - وَكَانَ طَعَامَنَا الشَّعِيرُ وَالزَّرْبُ وَالْأَفْطُ وَالْتَمْرُ)).

[راجع: ۱۵۰۵]

(۱۵۱۰) ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو عمر حفص بن میسرہ نے بیان کیا، ان سے زید بن اسلم نے بیان کیا، ان سے عیاض بن عبد اللہ بن سعد نے، ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عید الفطر کے دن (کھانے کے غلہ سے) ایک صاع نکالتے تھے۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہمارا کھانا (ان دونوں) جو زربیب، پنیر اور کھجور تھا۔

﴿تَشْرِیْحُ﴾ صدقہ فطر عید سے ایک دو دن پہلے بھی نکالا جاسکتا ہے مگر نماز عید سے پہلے تو اسے ادا کر ہی دینا چاہیے۔ جیسا کہ دوسری روایات میں صاف موجود ہے فمن اداها قبل الصلوة فهي زكوة مقبولة ومن اداها بعد الصلوة فهي صدقة من الصدقات (ابوداؤد و ابن ماجہ) یعنی جو اسے نماز عید سے قبل ادا کر دے گا اس کی یہ زکوٰۃ الفطر مقبول ہوگی اور جو نماز کے بعد ادا کرے گا اس صورت میں یہ ایسا ہی معمولی صدقہ ہوگا جیسے عام صدقات ہوتے ہیں۔

باب صدقہ فطر، آزاد اور غلام پر واجب ہونا۔

۷۷- بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ عَلَى الْحُرِّ وَالْمَمْلُوكِ

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي الْمَمْلُوكِينَ لِلتَّجَارَةِ : يُؤْتَى فِي التَّجَارَةِ، وَيُؤْتَى فِي الْفِطْرِ ﴿تَشْرِیْحُ﴾ پہلے ایک باب اس مضمون کا گزر چکا ہے کہ غلام وغیرہ پر جو مسلمان ہوں صدقہ فطر واجب ہے پھر اس باب کے دوبارہ لانے سے کیا غرض ہے؟ ابن منیر نے کہا کہ پہلے باب سے امام بخاریؒ کا مطلب یہ تھا کہ کافر کی طرف سے صدقہ فطر نہ نکالیں۔ اس لیے اس میں من المسلمین کی قید لگائی۔ اور اس باب کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان ہونے پر صدقہ فطر کس کس پر اور کس کس طرف سے واجب ہے۔ (وحیدی)

(۱۵۱۱) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ایوب نے بیان کیا، ان سے نافع نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطریا یہ کہا کہ صدقہ رمضان مرد، عورت، آزاد اور غلام (سب پر) ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو فرض قرار دیا تھا۔ پھر لوگوں نے آدھا صاع گیسوں اس کے برابر قرار دے لیا۔ لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہما کھجور دیا کرتے تھے۔

۱۵۱۱- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((فَرَضَ النَّبِيُّ ﷺ صَدَقَةَ الْفِطْرِ - أَوْ قَالَ: رَمَضَانَ - عَلَى الذَّكَرِ وَالْأُنْثَى وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوكِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ، فَعَدَلَ النَّاسُ بِهِ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ

ایک مرتبہ مدینہ میں کھجور کا قحط پڑا تو آپ نے جو صدقہ میں نکالا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما چھوٹے بڑے سب کی طرف سے یہاں تک کہ میرے بیٹوں کی طرف سے بھی صدقہ فطر نکالتے تھے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما صدقہ فطر ہر فقیر کو جو اسے قبول کرتا، دے دیا کرتے تھے۔ اور لوگ صدقہ فطر ایک یا دو دن پہلے ہی دے دیا کرتے تھے۔ امام بخاریؒ نے کہا میرے بیٹوں سے نافع کے بیٹے مراد ہیں۔ امام بخاریؒ نے کہا وہ عید سے پہلے جو صدقہ دے دیتے تھے تو اکٹھا ہونے کے لیے نہ فقیروں کے لیے (پھر وہ جمع کر کے فقرا میں تقسیم کر دیا جاتا)

بُرِّ، فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يُعْطِي النَّعْمَ، فَأَعْوَزَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ مِنَ الْبَنَرِ فَأَعْطَى شَعِيرًا، فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لِيُعْطِيَ عَنِ الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ حَتَّىٰ إِنْ كَانَ يُعْطِي عَنْ بَنِي. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يُعْطِيهَا الَّذِينَ يَقْبَلُونَهَا. وَكَانُوا يَعْطُونَ قَبْلَ الْفِطْرِ يَوْمَ (أَوْ يَوْمَيْنِ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا بَنِي نَافِعٍ قَالَ كَانُوا يُعْطُونَ لِتُجْمَعَ لِلْفُقَرَاءِ.

[راجع: ۱۵۰۳]

باب صدقہ فطر بڑوں اور چھوٹوں پر

واجب ہے۔

اور ابو عمرو نے بیان کیا کہ عمر، علی، ابن عمر، جابر، عائشہ، طاؤس، عطاء اور ابن سیرین رضی اللہ عنہم کا خیال یہ تھا کہ یتیم کے مال سے بھی زکوٰۃ دی جائے گی۔ اور زہری دیوانے کے مال سے زکوٰۃ نکالنے کے قائل تھے۔

(۱۵۱۲) ہم سے مسدود نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ قطان نے عبید اللہ عمری کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے نافع نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور کا صدقہ فطر چھوٹے، بڑے، آزاد اور غلام سب پر فرض قرار دیا۔

۷۸- بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ عَلَى

الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ قَالَ أَبُو عَمْرٍو

رَعَا عُمَرُ وَ عَلِيٌّ وَ ابْنُ عُمَرَ

وَجَابِرٌ وَعَائِشَةُ وَ طَاوُسٌ وَعَطَاءٌ وَ ابْنُ سِيرِينَ أَنْ يُزَكَّى مَالُ الْيَتِيمِ وَ قَالَ الزُّهْرِيُّ يُزَكَّى مَالُ الْمَجْنُونِ.

۱۵۱۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ

عَبِيدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((فَرَضَ رَسُولُ

اللَّهِ ﷺ ذَقَّةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ

صَاعًا مِنْ تَمْرٍ عَلَى الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ

وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوكِ)).

[راجع: ۱۵۰۳]

۲۵- کتاب الحج

حج کے مسائل کے بیان میں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۱- بَابُ وُجُوبِ الْحَجِّ وَفَضْلِهِ.

باب حج کی فرضیت اور اس کی فضیلت کا بیان

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى:

اور اللہ پاک نے (سورہ آل عمران میں) فرمایا۔

هُوَ اللَّهُ عَلَى النَّاسِ حَجُّ الْبَيْتِ مَنْ
اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ
عَنِّي عَنِ الْعَالَمِينَ [آل عمران ۹۷].

”لوگوں پر فرض ہے کہ اللہ کے لیے خانہ کعبہ کا حج کریں جس کو وہاں
تک راہ مل سکے۔ اور جو نہ مانے (اور باوجود قدرت کے حج کو نہ
جائے) تو اللہ سارے جہاں سے بے نیاز ہے۔

اپنے معمول کے مطابق امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام بخاریؒ نے حج کی فرضیت ثابت کرنے کے لیے قرآن پاک کی
آیت مذکورہ کو نقل فرمایا۔ یہ سورہ آل عمران کی آیت ہے جس میں اللہ نے استطاعت والوں کے لیے حج کو فرض قرار دیا
ہے۔ حج کے لفظ معنی قصد کرنے کے ہیں۔ واصل الحج فی اللغة القصد و فی الشرع القصد الی البیت الحرام باعمال مخصوصة لغوی
معنی حج کے قصد کے ہیں اور شرعی معنی یہ کہ بیت اللہ شریف کا اعمال مخصوصہ کے ساتھ قصد کرنا۔ استطاعت کا لفظ اتنا جامع ہے کہ
اس میں مالی، جسمانی، ملکی ہر قسم کی استطاعت داخل ہے۔ حج اسلام کے پانچوں رکنوں میں سے ایک رکن ہے۔ اور وہ ساری عمر میں
ایک بار فرض ہے۔ اس کی فرضیت ۹ھ میں ہوئی۔ بعض کا خیال ہے کہ ۵ھ یا ۶ھ میں حج فرض ہوا۔ حج کی فرضیت کا منکر کافر ہے اور
باوجود قدرت کے حج نہ کرنے والوں کے حق میں کہا گیا ہے کہ کچھ تعجب نہیں اگر وہ یہودی یا نصرانی ہو کر مریں۔ حج کا فریضہ ہر مسلمان
پر اسی وقت عائد ہوتا ہے جبکہ اس کو جسمانی اور مالی اور ملکی طور پر طاقت حاصل ہو۔ جیسا کہ آیت شریفہ من استطاع الہ سبیلہ سے
ظاہر ہے۔

حضرت امام بخاریؒ آیت قرآنی لانے کے بعد وہ حدیث لائے جس میں صاف صاف ان فریضۃ اللہ علی عبادہ فی الحج
ادراکت ابی الخ کے الفاظ موجود ہیں۔ اگرچہ یہ ایک قبیلہ خثعم کی مسلمان عورت کے الفاظ ہیں مگر آنحضرت ﷺ نے ان کو سنا اور آپؐ
نے ان پر کوئی اعتراض نہیں فرمایا۔ اس لحاظ سے یہ حدیث تقریری ہو گئی اور اس سے فرضیت حج کا واضح لفظوں میں ثبوت ہوا۔
ترمذی شریف باب ماجاء من التغلیظ فی ترک الحج میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے قال قال رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم من ملک زادا و راحلة تبلغه الی بیت اللہ ولم یحج فلا علیہ ان یموت یهودیا او نصرانیا۔ یعنی آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو خرچ اخراجات سواری وغیرہ سربیت اللہ کے لیے روپیہ میسر ہو (اور وہ تندرست بھی ہو) پھر اس نے حج نہ کیا تو اس کو اختیار ہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔ یہ بڑی سے بڑی وعید ہے جو ایک سچے مرد مسلمان کے لیے ہو سکتی ہے۔ پس جو لوگ باوجود استطاعت کے مکہ شریف کا رخ نہیں کرتے بلکہ یورپ اور دیگر ممالک کی سیر و سیاحت میں ہزارہا روپیہ برباد کر دیتے ہیں مگر حج کے نام سے ان کی روح خشک ہو جاتی ہے، ایسے لوگوں کو اپنے ایمان و اسلام کی خیر مانگنی چاہیے۔ اسی طرح جو لوگ دن رات دنیاوی دھندوں میں منہمک رہتے ہیں اور اس پاک سفر کے لیے ان کو فرصت نہیں ہوتی ان کا بھی دین ایمان سخت خطرے میں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جس شخص پر حج فرض ہو جائے اس کو اس کی ادائیگی میں حتی الامکان جلدی کرنی چاہیے۔ اور لیت و لعل میں وقت نہ ٹالنا چاہیے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہد خلافت میں ممالک محروسہ میں مندرجہ ذیل پیغام شائع کرایا تھا۔ لقد هممت ان ابعث رجلا الی هذه الامصار فينظروا كل من كان له جدة ولا يحج فيضربوا عليهم الجزية ما هم بمسلمين ما هم بمسلمين (نیل الاوطار ج ۳ ص ۱۲۵) میری دلی خواہش ہے کہ میں کچھ آدمیوں کو شہروں اور دیہاتوں میں تقشیش کے لیے روانہ کروں جو ان لوگوں کی فہرست تیار کریں جو استطاعت کے باوجود اجتماع حج میں شرکت نہیں کرتے، ان پر کفار کی طرح جزیہ مقرر کر دیں۔ کیونکہ ان کا دعویٰ اسلام فضول و بیکار ہے وہ مسلمان نہیں ہیں۔

وہ مسلمان نہیں ہیں۔ اس سے زیادہ بد نصیبی اور کیا ہو گی کہ بیت اللہ شریف جیسا بزرگ اور مقدس مقام اس دنیا میں موجود ہو اور وہاں تک جانے کی ہر طرح سے آدمی طاقت بھی رکھتا ہو اور پھر کوئی مسلمان اس کی زیارت کو نہ جائے جس کی زیارت کے لیے بلا آدم علیہ السلام سینکڑوں مرتبہ پیدل سفر کر کے گئے۔ اخراج ابن خزیمہ و ابو الشیخ فی العظمة والدیلمی عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان ادم اتی هذا البیت الف اتیہ لم یرکب قط فہین من الہند علی رجليہ۔ یعنی ابن عباسؓ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کا ملک ہند سے ایک ہزار مرتبہ پیدل چل کر حج کیا۔ ان حجوں میں آپ کبھی سواری پر سوار ہو کر نہیں گئے۔

آنحضرت ﷺ نے جب کافروں کے مظالم سے تنگ آکر مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی تو رخصتی کے وقت آپؐ نے حجر اسود کو چومنا اور آپؐ وسط مسجد میں کھڑے ہو کر بیت اللہ شریف کی طرف متوجہ ہوئے اور آبدیدہٗ غم آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! تو اللہ کے نزدیک تمام جہاں سے پیارا و بہتر گھر ہے اور یہ شہر بھی اللہ کے نزدیک احب البلاد ہے۔ اگر کفار قریش مجھ کو ہجرت پر مجبور نہ کرتے تو میں تیری جدائی ہرگز اختیار نہ کرتا۔ (ترمذی)

جب آپؐ مکہ شریف سے باہر نکلے تو پھر آپؐ نے اپنی سواری کا منہ مکہ شریف کی طرف کر کے فرمایا: واللہ انک لخبیر ارض اللہ واحب ارض اللہ الی اللہ ولو لا اخروحت منک ما خروجت (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) قسم اللہ کی! اے شہر کہ تو اللہ کے نزدیک بہترین شہر ہے، تیری زمین اللہ کو تمام روئے زمین سے پیاری ہے۔ اگر میں یہاں سے نکلنے پر مجبور نہ کیا جاتا تو کبھی یہاں سے نہ نکلتا۔

فصیلت حج کے بارے میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں من حج هذا البیت فلم یرفث ولم یفسق رجع کما ولدته امہ (ابن ماجہ ص ۱۱۳) یعنی جس نے پورے آداب و شرائط کے ساتھ بیت اللہ شریف کا حج کیا۔ نہ جماع کے قریب گیا اور نہ کوئی بے ہودہ حرکت کی وہ شخص گناہوں سے ایسا پاک صاف ہو کر لوٹا ہے جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن پاک صاف تھا۔

ابو ہریرہ کی روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو کوئی حج بیت اللہ کے ارادے سے روانہ ہوتا ہے۔ اس شخص کی سواری جتنے قدم چلتی ہے ہر قدم کے عوض اللہ تعالیٰ اس کا ایک گناہ مٹاتا ہے۔ اس کے لیے ایک نیکی لکھتا ہے۔ اور ایک

درجہ جنت میں اس کے لیے بلند کرتا ہے۔ جب وہ محض بیت اللہ شریف میں پہنچ جاتا ہے اور وہاں طواف بیت اللہ اور صفا و مروہ کی سعی کرتا ہے پھر بال منڈواتا یا کثرواتا ہے تو گناہوں سے ایسا پاک و صاف ہو جاتا ہے جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن تھا۔ (ترغیب و ترہیب ص ۲۲۴)

ابن عباسؓ سے مرفوعاً ابن خزیمہ کی روایت ہے کہ جو محض مکہ معظمہ سے حج کے واسطے نکلا اور پیدل عرفات گیا پھر واپس بھی وہاں سے پیدل ہی آیا تو اس کو ہر قدم کے بدلے کروڑوں نیکیاں ملتی ہیں۔

بہیقی نے عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ حج و عمرہ ساتھ ساتھ ادا کرو۔ اس پاک عمل سے فقر کو اللہ تعالیٰ دور کر دیتا ہے اور گناہوں سے اس طرح پاک کر دیتا ہے جیسے بھی لوہے کو میل سے پاک کر دیتی ہے۔

مسند احمد میں ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس مسلمان پر حج فرض ہو جائے اس کو ادائیگی میں جلدی کرنی چاہیے۔ اور فرصت کو غنیمت جاننا چاہیے۔ نہ معلوم کل کیا پیش آئے۔ اے زفر صحت بے خبر در ہرچہ باشی زود باش۔ میدان عرفات میں جب حاجی صاحبان اپنے رب کے سامنے ہاتھ پھیلا کر دین و دنیا کی بھلائی کے لیے دعا مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آسمانوں پر فرشتوں میں ان کی تعریف فرماتا ہے۔

ابو یعلیٰ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جو حاجی راستے میں انتقال کر جائے اس کے لیے قیامت تک ہر سال حج کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

الغرض فرضیت حج کے بارے میں اور فضائل حج کے متعلق اور بھی بہت سی روایات ہیں۔ مومن مسلمان کے لیے اسی قدر کافی دانی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس مسلمان کو اتنی طاقت دے کہ وہ حج کو جاسکے اس کو ضرور بالضرور وقت کو غنیمت جاننا چاہیے اور توحید کی اس عظیم الشان سالانہ کانفرنس میں بلا حیل و حجت شرکت کرنی چاہیے۔ وہ کانفرنس جس کی بنیاد آج سے چار ہزار سال قبل اللہ کے پیارے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پاک ہاتھوں سے رکھی اس دن سے آج تک ہر سال یہ کانفرنس ہوتی چلی آ رہی ہے۔ پس اس کی شرکت کے لیے ہر مومن مسلمان ہر ابراہیمی ہر محمدی کو ہر وقت متنبی رہنا چاہیے۔

حج کی فرضیت کے شرائط کیا ہیں؟ حج فرض ہونے کے لیے مندرجہ ذیل شرائط ہیں، ان میں سے اگر ایک چیز بھی فوت ہو جائے تو حج کے لیے جانا فرض نہیں ہے۔ قاعدہ کلیہ ہے اذا فات الشرط فأت المشروط

شرط کے فوت ہو جانے سے مشروط بھی ساتھ ہی فوت ہو جاتا ہے۔ شرائط یہ ہیں (۱) مسلمان ہونا (۲) عاقل یا بالغ ہونا (۳) راستے میں امن و امان کا پایا جانا (۴) اخراجات سفر کے لیے پوری رقم کا موجود ہونا (۵) تندرست ہونا (۶) عورتوں کے لیے ان کے ساتھ کسی محرم کا ہونا، محرم اس کو کہتے ہیں جس سے عورت کے لیے نکاح کرنا ہمیشہ کے لیے قطعاً حرام ہو جیسے بیٹا یا سگا بھائی یا باپ یا داماد وغیرہ۔ محرم کے علاوہ مناسب تو یہی ہے کہ عورت کے ساتھ اس کا شوہر ہو۔ اگر شوہر نہ ہو تو کسی محرم کا ہونا ضروری ہے۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تسافر امرأة مسيرة يوم و ليلة الا و معها ذو محرم متفق علیہ۔ ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، عورت ایک رات دن کی مسافت کا سفر بھی نہ کرے جب تک اس کے ساتھ کوئی محرم نہ ہو۔

عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یخلون رجل بامرأة ولا تسافرن امرأة الا و معها محرم الحدیث متفق علیہ ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ مرد کسی غیر عورت کے ساتھ ہرگز تنہائی میں نہ ہو۔ اور نہ ہرگز ہرگز کوئی عورت بغیر شوہر یا کسی ذی محرم کو ساتھ لئے سفر کرے۔ ایک محض نے عرض کیا، حضور! میرا نام مجاہدین کی فہرست میں آگیا اور میری عورت حج کے لیے جا رہی ہے۔ آپ نے فرمایا، جاؤ تم اپنی عورت کے ساتھ حج کرو۔

حج کے مہینوں اور ایام کا بیان چونکہ حج کے لیے عموماً ماہ شوال سے تیاری شروع ہو جاتی ہے۔ اس لیے شوال و ذی قعدہ و عشرہ ذی الحجہ کو اشراج یعنی حج کے مہینے کہا جاتا ہے۔ ارکان حج کی ادائیگی کے لیے خاص دن مقرر ہیں جو آٹھ ذی الحجہ سے شروع ہوتے ہیں اور تیرہ ذی الحجہ پر ختم ہوتے ہیں۔ ایام جاہلیت میں کفار عرب اپنے اغراض کے ماتحت حج کے مہینوں کا الٹ پھیر کر لیا کرتے تھے۔ قرآن پاک نے ان کے اس فعل کو کفر میں زیادتی سے تعبیر کیا۔ اور سختی کے ساتھ اس حرکت سے روکا ہے۔ عمرو مطلق زیارت کو کہتے ہیں۔ اس لیے یہ سال بھر میں ہر مہینے میں ہو سکتا ہے۔ اس کے لیے ایام کی خاص قیود نہیں ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی مدت العمر میں چار مرتبہ عمرہ کیا۔ جن میں سے تین عمرے آپؐ نے ماہ ذی قعدہ میں کئے اور ایک عمرہ آپؐ کا حجتہ الوداع کے ساتھ ہوا۔ (متفق علیہ)

(۱۵۱۳) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں سلیمان بن یسار نے، اور ان سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ فضل بن عباس (حجتہ الوداع میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے کہ قبیلہ خثعم کی ایک خوبصورت عورت آئی۔ فضل اس کو دیکھنے لگے وہ بھی انہیں دیکھ رہی تھی۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضل کا چہرہ بار بار دوسری طرف موڑ دیتا چاہتے تھے۔ اس عورت نے کہا کہ یا رسول اللہ! اللہ کا فریضہ حج میرے والد کے لیے ادا کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ لیکن وہ بہت بوڑھے ہیں اونٹنی پر بیٹھ نہیں سکتے۔ کیا میں ان کی طرف سے حج (بدل) کر سکتی ہوں؟ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں۔ یہ حجتہ الوداع کا واقعہ تھا۔

۱۵۱۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ ((كَانَ الْفَضْلُ رَدِيفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَجَاءَتِ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمٍ، فَجَعَلَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا وَتَنْظُرُ إِلَيْهِ، وَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ إِلَى الشَّقِ الْأَخْرَى، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ فَرِيضَةَ اللَّهِ عَلَى عِبَادِهِ فِي الْحَجِّ أَذْرَكْتُ أَبِي شَيْخًا كَبِيرًا لَا يَنْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ، أَفَأَحْجُ عَنْهُ؟ قَالَ: ((نَعَمْ)). وَذَلِكَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ)).

[أطرافه في : ۱۸۵۴، ۱۸۵۵، ۴۳۹۹،

۶۲۲۸].

اس حدیث سے یہ نکلا کہ نبی تا دو سرے کی طرف سے حج کرنا درست ہے۔ مگر وہ شخص دوسرے کی طرف سے حج کر سکتا ہے جو اپنا فرض حج ادا کر چکا ہو۔ اور خثعم کے نزدیک مطلقاً درست ہے اور ان کے مذہب کو وہ حدیث رد کرتی ہے جس کو ابن خزیمہ اور اصحاب سنن نے ابن عباسؓ سے نکالا کہ آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو شہرمہ کی طرف سے لبیک پکارتے ہوئے سنا فرمایا کیا تو اپنی طرف سے حج کر چکا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا تو پہلے اپنی طرف سے حج کر پھر شہرمہ کی طرف سے کر لو۔ اسی طرح کسی شخص کے مرجانے کے بعد بھی اس کی طرف سے حج درست ہے۔ بشرطیکہ وہ وصیت کر گیا ہو۔ اور بعضوں نے ہاں ہاں کی طرف سے بلا وصیت بھی حج درست رکھا ہے۔ (وحیدی)

حج کی ایک قسم حج بدل بھی ہے۔ جو کسی معذور یا متونی کی طرف سے نبی تا کیا جاتا ہے۔ اس کی نیت کرتے وقت لبیک کے ساتھ جس کی طرف سے حج کے لیے آیا ہے اس کا نام لینا چاہیے۔ مثلاً ایک شخص زید کی طرف سے حج کے لیے گیا تو وہ یوں پکارتے

لَيْتِكَ عَنْ زَيْدٍ يَبَاتُ كَيْسٍ مَعْدُورٍ زَنْدے کی طرف سے حج کرنا جائز ہے۔ اسی طرح کسی مرے ہوئے کی طرف سے بھی حج بدل کرایا جاسکتا ہے۔ ایک صحابی نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا تھا کہ میرا باپ بہت ہی بوڑھا ہو گیا ہے وہ سواری پر بھی چلنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ آپ اجازت دیں تو میں ان کی طرف سے حج ادا کر لوں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں کر لو (ابن ماجہ) مگر اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ جس شخص سے حج بدل کرایا جائے وہ پہلے خود اپنا حج ادا کر چکا ہو۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث سے ظاہر ہے۔

عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم سمع رجلا يقول لبيك عن شبرمة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من شبرمة قال قريب لي قال هل حججت قط قال لا قال فاجعل هذه عن نفسك ثم حج عن شبرمة رواه ابن ماجه يعني ابن عباس روايت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو سنا وہ لبيك پکارتے وقت کسی شخص شبرمة نامی کی طرف سے لبيك پکار رہا ہے۔ آپ نے دریافت کیا کہ بھی یہ شبرمة کون ہے؟ اس نے کہا کہ شبرمة میرا ایک قریبی ہے۔ آپ نے پوچھا تو نے کبھی اپنا حج ادا کیا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا، اپنے نفس کی طرف سے حج ادا کر پھر شبرمة کی طرف سے کرنا۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حج بدل وہی شخص کر سکتا ہو جو پہلے اپنا حج کر چکا ہو۔ بہت سے ائمہ اور امام شافعیؒ و امام احمدؒ کا یہ مذہب ہے۔ لمعات میں ملا علی قاری مرحوم لکھتے ہیں الامر يدل بظاھرہ علی ان النیابة انما یجوز بعد اداء فرض الحج والیہ ذہب جماعة من الائمة و الشافعی و احمد یعنی امر نبوی بظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نیابت اسی کے لیے جائز ہے جو اپنا فرض ادا کر چکا ہو۔ علامہ شوکانیؒ نے اپنی مایہ ناز کتاب نیل الاوطار میں یہ باب منعقد کیا ہے۔ باب من حج عن غیرہ و لم یکن حج عن نفسه یعنی جس شخص نے اپنا حج نہیں کیا وہ غیر کا حج بدل کر سکتا ہے یا نہیں اس پر آپ حدیث بالا شبرمة والی لائے ہیں اور اس پر فیصلہ دیا ہے و لبس فی هذا الباب اصح منه یعنی حدیث شبرمة سے زیادہ اس باب میں اور کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہوئی ہے۔ پھر فرماتے ہیں: و ظاھر الحدیث انه لا یجوز لمن لم یحج عن نفسه ان یحج عن غیرہ و سوء آء کان مستطیعاً او غیر مستطیع لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یستفصل هذا للرجل الذی سمعہ یلمی عن شبرمة و هو ینزل منزلة العموم و الی ذلك ذہب الشافعی و الناصر (جزء رابع نیل الاوطار ص ۱۷۳) یعنی اس حدیث سے ظاہر ہے کہ جس شخص نے اپنے نفس کی طرف سے پہلے حج نہ کیا ہو وہ حج بدل کسی دوسرے کی طرف سے نہیں کر سکتا۔ خواہ وہ اپنا حج کرنے کی طاقت رکھنے والا ہو یا طاقت نہ رکھنے والا ہو۔ اس لیے کہ نبی ﷺ نے جس شخص کو شبرمة کی طرف سے لبيك پکارتے ہوئے سنا تھا اس سے آپ نے یہ تفصیل دریافت نہیں کی۔ پس یہ بمنزلہ عموم ہے اور امام شافعیؒ و ناصر کا یہی مذہب ہے۔

پس حج بدل کرنے اور کرانے والوں کو سوچ سمجھ لینا چاہیے۔ امر ضروری یہی ہے کہ حج بدل کے لیے ایسے آدمی کو تلاش کیا جائے جو اپنا حج ادا کر چکا ہو تاکہ بلا شک و شبہ ادائیگی فریضہ حج ہو سکے۔ اگر کسی بغیر حج کئے ہوئے کو بھیج دیا تو حدیث بالا کے خلاف ہو گا۔ نیز حج کی قبولیت اور ادائیگی میں پورا پورا تردد بھی باقی رہے گا۔ عقل مند ایسا کام کیوں کرے جس میں کئی روپیہ خرچ ہو اور قبولیت میں تردد و شک و شبہ ہاتھ آئے۔

چراکارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

باب اللہ پاک کا سورہ حج میں یہ ارشاد کہ

۲- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى :

لوگ پیدل چل کر تیرے پاس آئیں اور دبلے اونٹوں پر دور دراز راستوں سے اس لیے کہ دین اور دنیا کے فائدے حاصل کریں۔ امام بخاری نے کہا سورہ نوح میں جو فجا جاکالفظ آیا ہے اس کے معنی کھلے اور

هَيَاتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ ﴿٢٧﴾ فِجَاجًا: الطُّرُقِ الْوَاسِعَةِ. [الحج: ۲۷]۔

کشادہ راستے کے ہیں۔

اگلی آیت سورہ حج کی اس باب سے متعلق تھی اور چونکہ اس میں حج کا لفظ ہے اور فجا اسی کی جمع ہے جو سورہ نوح میں وارد ہے اس لیے اس کی بھی تفسیر بیان کر دی۔

تَشْرِيحُ اس آیت کریمہ کے ذیل مفسرین لکھتے ہیں: فنادى على جبل ابو قبيس يا ايها الناس ان ربكم بنى بيتا و اوجب عليكم الحج اليه فاجيبوا ربكم و التفت بوجهه يمينا و شمالا و شرقا و غربا فاجابه كل من كتب له ان يحج من اصلااب الرجال و ارحام الالهات ليك اللهم ليك (جلالين) یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جبل ابو قبیس پر چڑھ کر پکارا اے لوگو! تمہارے رب نے اپنی عبادت کے لیے ایک گھر بنوایا ہے اور تم پر اس کا حج فرض کر دیا ہے۔ آپ یہ اعلان کرتے ہوئے شمال و جنوب مشرق و مغرب کی طرف منہ کرتے جاتے اور آواز بلند کرتے جاتے تھے۔ پس جن انسانوں کی قسمت میں حج بیت اللہ کی سعادت ازیں لکھی جا چکی ہے۔ انہوں نے اپنے پاؤں کی پشت سے اور اپنی ماؤں کے ارحام سے اس مبارک ندا کو سن کر جواب دیا لیکم لیکم یا اللہ ہم حاضر ہیں۔ یا اللہ ہم تیرے پاک گھر کی زیارت کے لیے حاضر ہے۔

قرآن مجید کی مذکورہ پیش گوئی کی جھلک توراۃ میں آج بھی موجود ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات سے ظاہر ہے۔
 ”اونٹنیاں کثرت سے تجھے آکر چھپالیں گی میان اور میمنہ کی جو اونٹنیاں ہیں اور وہ سب جو سبکی ہیں آئیں گی۔“ (سعیہ ۶/۶۰)
 ”قیدار کی ساری بھیڑیں (قیدار اسماعیل کے بیٹے کا نام ہے) تیرے پاس جمع ہوں گی۔ بیٹ (پہرا اسماعیل) کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وہ میری منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جائیں گے۔ اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دوں گا۔ یہ کون ہیں جو بدلی کی طرح اڑتے ہیں اور کبوتر کی مانند اپنے کابک کی طرف جاتے ہیں۔ یقیناً بحری ممالک تیری راہ نکلیں گے اور نریس کے جہاز پہلے آئیں گے۔“ (سعیہ ۱۳/۶۰)

ان جملہ پیش گوئیوں سے عظمت کعبہ ظاہر ہے۔ وللتفصیل مقام اخر

۱۵۱۴- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَرْكَبُ رَاحِلَتَهُ بِلَدِي الْحُلَيْفَةِ ثُمَّ يَهْلُ حِينَ تَسْتَوِي بِهِ قَائِمَةً)).

(۱۵۱۴) ہم سے احمد بن عیسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبد اللہ بن وہب نے خبر دی، انیس یونس نے، انیس بن شہاب بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انیس خبر دی، ان سے عبد اللہ بن عمر نے فرمایا، کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ذی الحلیفہ میں دیکھا کہ اپنی سواری پر چڑھ رہے ہیں۔ پھر جب وہ سیدھی کھڑی ہوئی تو آپ نے لیک لیک کہا۔

[راجع: ۱۶۶]

۱۵۱۵- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ سَمِعَ عَطَاءَ يُحَدِّثُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ إِهْلَالَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ حِينَ اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ)).

(۱۵۱۵) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ولید بن مسلم نے خبر دی، کہا کہ ہم سے امام اوزاعی نے بیان کیا، انہوں نے عطاء بن ابی رباح سے سنا، وہ جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ سے احرام باندھا۔ جب سواری آپ کو لے کر سیدھی کھڑی ہو گئی۔

رَوَاهُ أَنَسٌ وَأَبْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
يَعْنِي حَدِيثُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُوسَى
ابراہیم بن موسیٰ کی یہ حدیث ابن عباس اور انس رضی اللہ عنہم سے
بھی مروی ہے۔

امام بخاری کی غرض ان حدیثوں کے لانے سے یہ ہے کہ حج پاپیادہ اور سوار ہو کر دونوں طرح درست ہے۔ بعضوں نے کہا ان لوگوں پر رو ہے جو کہتے ہیں کہ حج پاپیادہ افضل ہے، اگر ایسا ہوتا تو آپ بھی پاپیادہ حج کرتے مگر آپ نے اونٹنی پر سوار ہو کر حج کیا اور آنحضرت ﷺ کی پیروی سب سے افضل ہے۔ (وحیدی) اونٹ کی جگہ آج کل موٹر کاروں نے لے لی ہے اور اب حج بے حد آرام دہ ہو گیا ہے۔

باب پالان پر سوار ہو کر حج کرنا

(۱۵۱۶) اور ابن نے کہا ہم سے مالک بن دینار نے بیان کیا، ان سے قاسم بن محمد نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ ان کے بھائی عبدالرحمن کو بھیجا اور انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو تنعیم سے عمرہ کرایا اور پالان کی پچھلی لکڑی پر ان کو بٹھالیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حج کے لئے پالانیں باندھو کیونکہ یہ بھی ایک جہاد ہے۔

(۱۵۱۷) محمد بن ابی بکر نے بیان کیا کہ ہم سے زید بن زریج نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عزرہ بن ثابت نے بیان کیا، ان سے ثمامہ بن عبد اللہ بن انس نے بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک پالان پر حج کے لئے تشریف لے گئے اور آپ بخیل نہیں تھے۔ آپ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ بھی پالان پر حج کے لئے تشریف لے گئے تھے، اسی پر آپ کا اسباب بھی لدا ہوا تھا۔

مطلب یہ ہے کہ حج میں تکلف کرنا اور آرام کی سواری ڈھونڈنا سنت کے خلاف ہے۔ سادے پالان پر چڑھنا کافی ہے۔ شغف اور محمل اور عمدہ کپڑے اور گدے اور نیکیے ان چیزوں کی ضرورت نہیں۔ عبادت میں جس قدر مشقت ہوتا ہی زیادہ ثواب ہے۔ (وحیدی) یہ باتیں آج کے سفر حج میں خواب و خیال بن کر رہ گئی ہیں۔ اب ہر جگہ موٹر کار، ہوائی جہاز دوڑتے پھر رہے ہیں۔ حج کا مبارک سفر بھی ریل، ڈھلی جہاز، موٹر کار اور ہوائی جہازوں سے ہو رہا ہے۔ پھر زیادہ سے زیادہ آرام ہر ہر قدم پر موجود ہے۔ ان تکلفات کے ساتھ حج اس حدیث کی تصدیق ہے جس میں کہا گیا ہے کہ آخر زمانہ میں سفر حج بھی ایک تفریح کا ذریعہ بن جائے گا۔ لیکن سنت کے شیدائی ان حالات میں بھی چاہیں تو سادگی کے ساتھ یہ مبارک سفر کرتے ہوئے قدم قدم پر خدا ترسی سنت شعاری کا ثبوت دے سکتے ہیں۔ مکہ شریف سے پیدل چلنے کی اجازت ہے۔ حکومت مجبور نہیں کرتی کہ ہر شخص موٹریں یا سفر کرے مگر آرام طلبی کی دنیا میں یہ سب باتیں دیکھو سی کبھی جانے لگی۔ بہر حال حقیقت ہے کہ سفر حج جہاد سے کم نہیں ہے بشرطیکہ حقیقی حج نصیب ہو۔

۳- بَابُ الْحَجِّ عَلَى الرَّحْلِ

۱۵۱۶- حَدَّثَنَا أَبَانُ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ دِينَارٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ مَعَهَا أَخَاهَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ فَأَعْمَرَهَا مِنَ التَّعْنِيمِ، وَحَمَلَهَا عَلَى قَسَبٍ)). وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: شُدُّوا الرَّحَالَ لِي الْحَجِّ، فَإِنَّهُ أَحَدُ الْجِهَادَيْنِ. [راجع: ۲۹۴]

۱۵۱۷- وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ قَابِطٍ عَنْ ثَمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسٍ قَالَ: ((حَجَّ أَنَسٌ عَلَى رَحْلٍ، وَلَمْ يَكُنْ شَحِيحًا، وَحَدَّثَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حَجَّ عَلَى رَحْلٍ وَكَانَتْ زَامِلَةً)).

لَسِيحِ

لفظ زالمہ ایسے اونٹ پر بولا جاتا جو حالت سفر میں علیحدہ سلمان اسباب اور کھانے پینے کی اشیاء اٹھانے کے لئے استعمال میں آتا تھا، یہاں راوی کا مقصد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ سفر مبارک اس قدر سادگی سے کیا کہ ایک ہی اونٹ سے سواری اور سلمان اٹھانا ہر دو کام لے لئے گئے۔

۱۵۱۸- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ نَابِلٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ ((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَغْتَمَرْتُمْ وَلَمْ أَغْتَمِرْ. فَقَالَ: ((يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ، اذْهَبْ بِأَخِيكَ فَأَغْمِرْهَا مِنَ التَّغْمِيمِ)) فَأَخْبَهَا عَلَى نَاقَةٍ، فَأَغْتَمَرَتْ)).

(۱۵۱۸) ہم سے عمرو بن علی فلاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے انیس بن نابیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے قاسم بن محمد نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ لوگوں نے تو عمرہ کر لیا لیکن میں نہ کر سکی۔ اس لئے آنحضور ﷺ نے فرمایا عبد الرحمن اپنی بہن کو لے جا اور انہیں تنعیم سے عمرہ کرا لا۔ چنانچہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اونٹ کے پیچھے بٹھالیا اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ ادا کیا۔

[راجع: ۲۹۴]

تشیع آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے تنعیم بھیجا۔ اس بارے میں حضرت علامہ نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

”مبتدئین حل است از برا نے مکی بعدیث صحیحین وغیرہما کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عبد الرحمن بن ابی بکر را امر فرمود با عائشہ بسو نے تنعیم بر آید ووے از انجا عمرہ بر آرد وھر کہ آنرا از مسکن ومکہ صحیح گوید جواب دادہ کہ این امر بنا بر تطیب خاطر عائشہ بود تا از حل بکہ در آید چنانکہ دیگر ازواج کردند واین واجب خلاف ظاہر است۔ ہاصل آنکہ ازوے صلی اللہ علیہ وسلم تعین میقات عمرہ واقع نشدہ وتعین میقات حج از برا نے اہل ہر جہت ثابت گشتہ پس اگر عمرہ دریں مواقت ہمچو حج باشد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در حدیث صحیح گفتہ لمن کان دونہم لمہلہ من اہلہ وکالمک اہل مکۃ یہلون منہا واین در صحیحین است ہلکہ در حقیقت ابن عباس بعد ذکر مواقت اہل ہر محل تصریح آمدہ با آنکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرمود حدیث فہن لاہلہن ولمن اتی علیہن من غیر اہلہن لمن کان یرید الحج والمعمرۃ واین حدیث در صحیحین است ودران تصریح بمعنیہا است (بدور الابلہ، ص: ۱۵۲)

اہل مکہ کے لئے عمرہ کا میقات ’حل‘ ہے۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ وہ اپنی بہن عائشہ کو تنعیم لے جائیں اور وہیں سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئیں اور جن علماء نے یہ کہا کہ عمرہ کا میقات اپنا گھراؤں مکہ ہی ہے، انہوں نے اس حدیث کے بارے میں جواب دیا کہ یہ آنحضرت ﷺ نے محض حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دل جوئی کے لئے فرمایا تھا تاکہ وہ حل سے کر آئیں جیسا کہ دیگر ازواج مطہرات نے کیا تھا اور یہ جواب ظاہر کے خلاف ہے، حاصل یہ کہ آنحضرت ﷺ سے عمرہ کے لئے میقات کا تعین واقع نہیں ہوا اور میقات حج کا تعین ہر جہت والوں کے لئے ثابت ہوا ہے۔ پس اگر عمرہ ان مواقت میں حج کی مانند ہو تو آنحضرت ﷺ نے حدیث صحیح میں فرمایا ہے کہ جو لوگ میقات کے اندر ہوں ان کا میقات ان کا گھر ہے وہ اپنے گھروں سے احرام باندھیں اسی طرح مکہ والے بھی مکہ ہی سے احرام باندھیں اور یہ حدیث صحیحین میں ہے۔ بلکہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں ہر جگہ کی میقات کا ذکر کرنے کے بعد صراحتاً آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پس یہ میقات ان لوگوں کے لئے ہیں جو ان کے اہل ہیں اور جو بھی اور ہر سے گزریں حالانکہ وہ یہاں کے باشندے نہ ہوں۔ پھر ان کے لئے میقات یہی مقلات ہیں جو بھی حج اور عمرے کا ارادہ کر کے

آئیں۔ پس اس حدیث میں صراحتاً عمرہ کا لفظ موجود ہے۔

نواب مرحوم کا اشارہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ جب حج کا احرام مکہ والے مکہ ہی سے باندھیں گے اور ان کے گھر ہی ان کے میقات ہیں تو عمرہ کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ کیونکہ حدیث ہذا میں رسول کریم ﷺ نے حج اور عمرہ کا ایک ہی جگہ ذکر فرمایا ہے۔ یہ سلسلہ میقات جس قدر احکامات حج کے لئے ہیں وہی سب عمرہ کے لئے ہیں۔ ان کی بنا پر صرف مکہ شریف سے عمرہ کا احرام باندھنے والوں کے لئے تنعیم جانا ضروری نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

۴- بَابُ فَضْلِ الْحَجِّ الْمَبْرُورِ

۱۵۱۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: ((إِيمَانٌ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ)). قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: ((جِهَادٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ)). قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: ((حَجٌّ مَبْرُورٌ)). [راجع: ۲۶]

باب حج مبرور کی فضیلت کا بیان

(۱۵۱۹) ہم سے عبدالعزیز بن عبد اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے زہری نے بیان کیا، ان سے سعید بن مسیب نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ کون سا کام بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ پوچھا گیا کہ پھر اس کے بعد؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔ پھر پوچھا گیا کہ پھر اس کے بعد؟ آپ نے فرمایا کہ حج مبرور۔

ترجمہ مبرور لفظ بر سے بنا ہے جس کے معنی نیکی کے ہیں۔ قرآن مجید میں لیس الہم میں یعنی لفظ ہے۔ یہی وہ حج جس میں از اول تا آخر نیکیاں ہی نیکیاں کی گئی ہوں۔ گناہ کا شائبہ بھی نہ ہو۔ ایسا حج قسمت والوں کو ہی نصیب ہوتا ہے۔ عند اللہ یہی حج مقبول ہے پھر ایسا حاجی عمر بھر ایک مثال مسلمان بن جاتا ہے اور اس کی زندگی سراپا اسلام اور ایمان کے رنگ میں رنگ جاتی ہے۔ اگر ایسا حج نصیب نہیں تو وہی مثال ہوگی خریشی گر عکہ رو دو چوں بیاد ہنوز خر باشد

حج مبرور کی تعریف میں حافظ فرماتے ہیں الذی لا یخالطہ شی من الاثم یعنی حج مبرور وہ ہے جس میں گناہ کا مطلقاً دخل نہ ہو۔ حدیث جابر میں ہے کہنا کھانا اور سلام پھیانا جو حاجی اپنا شعار بنالے اس کا حج حج مبرور ہے۔ یہی حج وہ ہے جس سے گزشتہ صغیرہ و کبیرہ جملہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور ایسا حاجی اس حالت میں لوٹتا ہے گویا وہ آج ہی مل کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ اللہ پاک ہر حاجی کو ایسا ہی حج نصیب کرے۔

مگر افسوس ہے کہ آج کی مادی ترقیات نے، نئی نئی ایجادات نے روحانی عالم کو بالکل مسح کر کے رکھ دیا ہے۔ بیشتر حاجی مکہ شریف کے بازاروں میں جب مغربی ساز و سامان دیکھتے ہیں، ان کی آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہیں وہ جائز اور ناجائز سے بلا ہو کر ایسی ایسی چیزیں خرید لیتے ہیں کہ واپس اپنے وطن آکر حاجیوں کی بدنامی کا موجب بنتے ہیں۔ حکومت کی نظروں میں ذلیل ہوتے ہیں۔ الا من رحم اللہ

(۱۵۲۰) ہم سے عبدالرحمن بن مبارک نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے خالد بن عبد اللہ طحان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں حبیب بن ابی عمرہ نے خبر دی، انہیں عائشہ بنت طلحہ نے اور انہیں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ انہوں نے

۱۵۲۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ ((عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ

پوچھایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم دیکھتے ہیں کہ جماد سب نیک کاموں سے بڑھ کر ہے۔ پھر ہم بھی کیوں نہ جماد کریں؟ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں بلکہ سب سے افضل جماد حج ہے جو مبرور ہو۔

[۲۸۷۶]

(۱۵۲۱) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سیار ابو الحکم نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابو حزم سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا جس شخص نے اللہ کے لئے اس شان کے ساتھ حج کیا کہ نہ کوئی فحش بات ہوئی اور نہ کوئی گناہ تو وہ اس دن کی طرح واپس ہو گا جیسے اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

اللہ عَنْهَا أَنَهَا قَالَتْ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، نَرَى الْجِهَادَ أَفْضَلَ الْعَمَلِ، أَلَا نُجَاهِدُ؟ قَالَ: ((لَا، لَكِنْ أَفْضَلَ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُورٌ)).

[أطرافه في: ۱۸۶۱، ۲۷۸۴، ۲۸۷۵]

۱۵۲۱- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سَيَّارُ أَبُو الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ ((مَنْ حَجَّ لِلَّهِ فَلَمْ يَرُفْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ)).

[طرفاه في: ۱۸۱۹، ۱۸۲۰]

حدیث بالا میں لفظ مبرور سے مراد وہ حج جس میں ریاکاری کا دخل نہ ہو، خالص اللہ کی رضا کے لئے ہو جس میں از اول تا آخر کوئی گناہ نہ کیا جائے اور جس کے بعد حاجی کی پہلی حالت بدل کر اب وہ سراپا نیکیوں کا مجسمہ بن جائے۔ بلائیک اس کا حج مبرور ہے حدیث مذکور میں حج مبرور کے کچھ اوصاف خود ذکر میں آگئے ہیں، اسی تفصیل کے لئے حضرت امام اس حدیث کو یہاں لائے۔

باب حج اور عمرہ کی میقاتوں

کابیان

(۱۵۲۲) ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے زہیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے زید بن جبیر نے بیان کیا کہ وہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی قیامگاہ پر حاضر ہوئے۔ وہاں قتلت کے ساتھ شامیانہ لگا ہوا تھا (زید بن جبیر نے کہا کہ) میں نے پوچھا کہ کس جگہ سے عمرہ کا احرام باندھنا چاہئے۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد والوں کے لئے قرن، مدینہ والوں کے لئے ذوالحلیفہ اور شام والوں کے لئے جحذ مقرر کیا ہے۔

۵- بَابُ فَرَضِ مَوَاقِيتِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

۱۵۲۲- حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ: زَيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ أَنَّهُ أَتَى عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فِي مَنْزِلِهِ وَلَهُ مُسْتَطَاطٌ وَسَرَادِقٌ - فَسَأَلْتُهُ: مِنْ أَيْنَ يَحْجُورُ أَنْ أُعْتَمِرَ؟ قَالَ: فَرَضَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَا، وَلِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ. [راجع: ۱۳۳]

میقات اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں سے حج یا عمرہ کے لئے احرام باندھ لینا چاہئے اور وہاں سے بغیر احرام باندھے آگے بڑھنا ناجائز ہے اور احرار ہندوستان کی طرف سے جانے والوں کے لئے یلم پہاڑ کے محلو سے احرام باندھ لینا چاہئے۔ جب جماد میں سے گزرتا ہے تو

کپتان خود سارے حاجیوں کو اطلاع کرا دیتا ہے یہ جگہ عدن کے قریب پڑتی ہے۔ قرن منازل مکہ سے دو منزل پر طائف کے قریب ہے اور ذوالحلیفہ مدینہ سے چھ میل پر ہے اور جحفہ مکہ سے پانچ چھ منزل پر ہے۔ قسطلانی نے کہا اب لوگ جحفہ کے بدل رابغ سے احرام باندھ لیتے ہیں۔ جو جحفہ کے برابر ہے اور اب جحفہ دیران ہے وہاں کی آب و ہوا خراب ہے نہ وہاں کوئی جاتا ہے نہ اترتا ہے۔ (وحیدی) واختصت الجحفۃ بالحلمی فلا یزولھا احد الاحم (فتح) یعنی جحفہ بخار کے لئے مشہور ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں عمالقہ نے قیام کیا تھا جبکہ ان کو یثرب سے بنو عیمل نے نکال دیا تھا مگر یہاں ایسا سیلاب آیا کہ اس نے اس کو برباد کر کے رکھ دیا۔ اسی لئے اس کا جحفہ نام ہوا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عمرہ کے میقات بھی وہی ہیں جو حج کے ہیں۔

باب فرمان باری تعالیٰ

۶۔ بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى :

کہ توشہ ساتھ میں لے لو اور سب سے بہتر توشہ

﴿وَتَزَوَّدُوا، فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى﴾

تقویٰ ہے۔

[البقرة : ۱۹۷]

(۱۵۲۳) ہم سے یحییٰ بن بشر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شبابہ بن سوار نے بیان کیا، ان سے ورقاء بن عمرو نے، ان سے عمرو بن دینار نے، ان سے عکرمہ نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ یمن کے لوگ راستہ کا خرچ ساتھ لائے بغیر حج کے لئے آجاتے تھے۔ کہتے تو یہ تھے کہ ہم توکل کرتے ہیں لیکن جب مکہ آتے تو لوگوں سے مانگنے لگتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ”اور توشہ لے لیا کرو کہ سب سے بہتر توشہ تو تقویٰ ہی ہے۔“ اس کو ابن عیینہ نے عمرو سے بواسطہ عکرمہ مرسلًا نقل کیا ہے۔

۱۵۲۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بَشَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ عَنْ وَرْقَاءَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ أَهْلُ الْيَمَنِ يَخْجُونَ وَلَا يَتَزَوَّدُونَ، وَيَقُولُونَ: نَحْنُ الْمُتَوَكِّلُونَ، فَإِذَا قَدِمُوا مَكَّةَ سَأَلُوا النَّاسَ. فَأَنْزَلَ اللَّهُ غُرُوجًا: ﴿وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى﴾ رَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو عَنْ عِكْرِمَةَ مُرْسَلًا.

مرسل اس حدیث کو کہتے ہیں کہ تابعی آنحضرت ﷺ کی حدیث بیان کرے اور جس صحابی سے وہ نقل کر رہا ہے اس کا نام تسبیح نہ لے۔ صحابی کا نام لینے سے یہی حدیث پھر مرفوع کہلاتی ہے جو درجہ قبولیت میں خاص مقام رکھتی ہے۔ یعنی صحیح مرفوع حدیث نبوی (ﷺ)

آیت شریفہ میں تقویٰ سے مراد مانگنے سے بچنا اور اپنے مصارف سفر کا خود انتظام کرنا مراد ہے اور یہ بھی کہ اس سفر سے بھی زیادہ اہم سفر آخرت درپیش ہے۔ اس کا توشہ بھی تقویٰ پر ہیزار گناہوں سے بچنا اور پاک زندگی گزارنا ہے۔ یہ سلسلہ حج تقویٰ کی تلقین ہی حج کا حاصل ہے۔ آج بھی جو لوگ حج میں دست سوال دراز کرتے ہیں، انہوں نے حج کا مقصد ہی نہیں سمجھا۔ قال المہلب فی هذا الحديث من الفقه ان ترك السؤال من التقوى ويؤيده ان الله مدح لم يسئل الناس الحلفاء فان قوله فان خير الزاد التقوى اي تزودوا واتقوا اذى الناس بسؤالكم اياهم والائتم فى ذلك (فتح) یعنی مطلب نے کہا کہ اس حدیث سے یہ سمجھا گیا کہ سوال نہ کرنا تقویٰ سے ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اللہ پاک نے اس شخص کی تعریف کی ہے جو لوگوں سے چٹ کر سوال نہیں کرتا۔ خیر الزاد التقویٰ کا مطلب یہ کہ ساتھ میں توشہ لے لو اور سوال کر کے لوگوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ اور سوال کرنے کے گناہ سے بچو۔

مانگئے والا متوکل نہیں ہو سکتا۔ حقیقی توکل یہی ہے کہ کسی سے بھی کسی چیز میں مدد نہ مانگی جائے اور اسباب مہیا کرنے کے باوجود بھی اسباب سے قطع نظر کرنا یہ توکل سے ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے اونٹ والے سے فرمایا تھا کہ اسے مضبوط باندھ پھر اللہ پر بھروسہ رکھ۔

گفت پیغمبر ہاواز بلند بر توکل زانوائے اشتربہ بند

باب مکہ والے حج اور عمرے کا احرام کہاں سے باندھیں

(۱۵۲۳) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن طاووس نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ والوں کے احرام کے لئے ذوالحلیفہ، شام والوں کے لئے جحفہ، نجد والوں کے لئے قرن منازل، یمن والوں کے لئے یلملم متعین کیا۔ یہاں سے ان مقامات والے بھی احرام باندھیں اور ان کے علاوہ وہ لوگ بھی جو ان راستوں سے آئیں اور حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں۔ لیکن جن کا قیام میقات اور مکہ کے درمیان ہے تو وہ احرام اسی جگہ سے باندھیں جہاں سے انہیں سفر شروع کرنا ہے۔ یہاں تک کہ مکہ کے لوگ مکہ ہی سے احرام باندھیں۔

[۱۸۴۵]

۷- بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ مَكَّةَ لِلْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

۱۵۲۴- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: ((إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَقَّتْ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلْمَلَمَ، هُنَّ لَهُنَّ وَلَسَمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِنَّ مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، وَمَنْ كَانَ دُونَ ذَلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أُنْشَأَ، حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ)).

[اطرافہ فی : ۱۵۲۶، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰]

معلوم ہوا کہ حج اور عمرہ کے میقات میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہی حضرت امام بخاری کا مقصد باب ہے۔

باب مدینہ والوں کا میقات اور انہیں ذوالحلیفہ سے پہلے احرام نہ باندھنا چاہئے

(۱۵۲۵) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ کے لوگ ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں، شام کے لوگ جحفہ سے اور نجد کے لوگ قرن منازل سے۔ عبد اللہ نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور یمن کے لوگ یلملم سے احرام باندھیں۔

۸- بَابُ مِيقَاتِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، وَلَا يَهْلُونَ قَبْلَ ذِي الْحُلَيْفَةِ

۱۵۲۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((يَهْلُ أَهْلُ الْمَدِينَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ، وَأَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ، وَأَهْلُ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ)). قَالَ عَبْدُ اللَّهِ ((وَبَلَّغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((وَيَهْلُ

أَهْلُ الْإِيْمَنِ مِنْ يَلْمَنَ)). [راجع: ۱۳۳]

شاید حضرت امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ میقات سے پہلے احرام باندھنا درست نہیں ہے، اسحاق اور داؤد کا بھی یہی قول ہے۔ جمہور کے نزدیک درست ہے۔ یہ میقات مکانی میں اختلاف ہے لیکن میقات زمانی یعنی حج کے مہینوں سے پہلے حج کا احرام باندھنا بالاتفاق درست نہیں ہے۔ نجد وہ ملک ہے جو عرب کا بالائی حصہ تمامہ سے عراق تک واقع ہے۔ بعضوں نے کہا جرش سے لے کر کوفہ کے نواح تک اس کی مغربی حد مجاز ہے۔ (وحیدی)

باب شام کے لوگوں کے احرام باندھنے کی جگہ کہاں ہے؟

۹- بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ الشَّامِ

(۱۵۲۶) ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، ان سے طاؤس نے بیان کیا، اور ان سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ والوں کے لئے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا۔ شام والوں کے لئے جحفہ، نجد والوں کے لئے قرن منازل اور یمن والوں کے لئے یلم۔ یہ میقات ان ملک والوں کے ہیں اور ان لوگوں کے لئے بھی جو ان ملکوں سے گزر کر حرم میں داخل ہوں اور حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں۔ لیکن جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہوں ان کے لئے احرام باندھنے کی جگہ ان کے گھر ہیں۔ یہاں تک کہ مکہ کے لوگ احرام مکہ ہی سے باندھیں۔

۱۵۲۶- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((وَقَّتَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ، وَلِأَهْلِ الْإِيْمَنِ يَلْمَنَ، فَهُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِيهِنَّ لِمَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَمَنْ كَانَ ذُوْنَهُنَّ فَمَهَلُهُ مِنْ أَهْلِهِ وَكَذَلِكَ حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ يُهْلَوْنَ مِنْهَا)). [راجع: ۱۵۲۴]

جو حضرات عمرہ کے لئے تعیم جانا ضروری گردانتے ہیں یہ حدیث ان پر حجت ہے بشرطیکہ بنظر تحقیق مطالعہ فرمائیں۔

باب نجد والوں کے لئے احرام باندھنے کی جگہ کونسی ہے؟

۱۰- بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ نَجْدٍ

(۱۵۲۷) ہم سے علی بن مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم نے زہری سے یہ حدیث یاد رکھی، ان سے سالم نے کہا اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے میقات متعین کر دیئے تھے۔

۱۵۲۷- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي حَبْشَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ ((وَقَّتَ النَّبِيُّ ﷺ ح. [راجع: ۱۳۳]

(۱۵۲۸) (دوسری سند) اور امام بخاری نے کہا کہ مجھ سے احمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن وہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھے یونس نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں سالم بن عبد اللہ نے اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا، آپ

۱۵۲۸- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((مُهَلُّ

نے فرمایا تھا کہ مدینہ والوں کے لئے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحلیفہ اور شام والوں کے لئے مہیعہ یعنی جحفہ اور نجد والوں کے لئے قرن منازل۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ لوگ کہتے تھے کہ نبی کریم نے فرمایا کہ یمن والے احرام یلملم سے باندھیں لیکن میں نے اسے آپ سے نہیں سنا۔

أَهْلُ الْمَدِينَةِ ذُو الْحُلَيْفَةِ، وَمَهْلُ أَهْلِ الشَّامِ مَهْيَعَةٌ وَهِيَ الْجُحْفَةُ، وَأَهْلُ نَجْدٍ قَرْنٌ)) قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا زَعَمُوا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ - وَلَمْ أَسْمَعْهُ - : ((وَمَهْلُ أَهْلِ الْيَمَنِ يَلْمَلُمُ))۔

[راجع: ۱۳۳]

باب جو لوگ میقات کے ادھر رہتے ہوں ان کے احرام باندھنے کی جگہ

۱۱- بَابُ مَهْلٍ مَنْ كَانَ دُونَ الْمَوَاقِيتِ

(۱۵۲۹) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، ان سے طاؤس نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ والوں کے لیے ذوالحلیفہ میقات ٹھہرایا اور شام والوں کے لیے جحفہ، یمن والوں کے لیے یلملم اور نجد والوں کے لیے قرن منازل۔ یہ ان ملکوں کے لوگوں کے لیے ہیں اور دوسرے ان تمام لوگوں کے لیے بھی جو ان ملکوں سے گزریں۔ اور حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں۔ لیکن جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہوں۔ تو وہ اپنے شہروں سے احرام باندھیں، تا آنکہ مکہ کے لوگ مکہ ہی سے احرام باندھیں۔

۱۵۲۹- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَقَفَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلْمَلُمُ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا، فَهُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِيهِنَّ مِمَّنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَمَنْ كَانَ دُونَهُنَّ فَمَنْ أَهْلُهُ، حَتَّى إِذَا أَهْلُ مَكَّةَ يَهْلُونَ مِنْهَا))۔

[راجع: ۱۵۲۴]

باب یمن والوں کے احرام باندھنے کی جگہ کونسی ہے؟

۱۲- بَابُ مَهْلٍ أَهْلِ الْيَمَنِ

(۱۵۳۰) ہم سے معلى بن اسد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن طاؤس نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ والوں کے لئے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا، شام والوں کے لئے جحفہ، نجد والوں کے لئے قرن منازل اور یمن والوں کے لئے یلملم۔ یہ ان ملکوں کے باشندوں کے میقات ہیں اور تمام ان دوسرے مسلمانوں کے بھی جو ان ملکوں سے گزر کر آئیں اور حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتے

۱۵۳۰- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَقَفَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ، وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا، وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلْمَلُمُ، هُنَّ لِأَهْلِيهِنَّ وَلِكُلِّ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِمْ

ہوں۔ لیکن جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہیں تو وہ احرام وہیں سے باندھیں) جہاں سے سفر شروع کریں تا آنکہ مکہ کے لوگ احرام مکہ ہی سے باندھیں۔

باب عراق والوں کے احرام باندھنے کی جگہ ذات عرق ہے
(۱۵۳۱) ہم سے علی بن مسلم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن نمیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبید اللہ عمری نے نافع سے بیان کیا اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہ جب یہ دو شہر (بصرہ اور کوفہ) فتح ہوئے تو لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ یا امیر المؤمنین رسول اللہ ﷺ نے نجد کے لوگوں کے لئے احرام باندھنے کی جگہ قرن منازل قرار دی ہے اور ہمارا راستہ ادھر سے نہیں ہے، اگر ہم قرن کی طرف جائیں تو ہمارے لئے بڑی دشواری ہوگی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر تم لوگ اپنے راستے میں اس کے برابر کوئی جگہ تجویز کرلو۔ چنانچہ ان کے لئے ذات عرق کی تعیین کر دی۔

تشریح یہ مقام مکہ شریف سے بیالیس میل پر ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ مقام اپنی رائے اور اجتہاد سے مقرر کیا۔ مگر جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں آنحضرت ﷺ سے عراق والوں کا میقات ذات عرق مروی ہے گو اس کے مرفوع ہونے میں شک ہے۔ اس روایت سے یہ بھی نکلا کہ اگر کوئی مکہ میں حج یا عمرے کی نیت سے اور کسی راستے سے آئے جس میں کوئی میقات راہ میں نہ پڑے تو جس میقات کے مقابل پہنچے وہاں سے احرام باندھے۔ بعضوں نے کہا کہ اگر کوئی میقات کی برابری معلوم نہ ہو سکے تو جو میقات سب سے دور ہے اتنی دور سے احرام باندھ لے۔ میں کہتا ہوں ابو داؤد اور نسائی نے بسانو صحیح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکلا کہ آنحضرت ﷺ نے عراق والوں کے لئے ذات عرق مقرر کیا اور احمد اور دارقطنی نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے بھی ایسا ہی نکلا ہے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اجتہاد حدیث کے مطابق بڑا (مولانا وحید الزماں)

اس بارے میں حافظ ابن حجر نے بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ آخر میں آپ فرماتے ہیں لکن لما من عمر ذات عرق ونبه عليه الصحابة واستمر عليه العمل كان أولى بالاتباع یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے مقرر فرما دیا اور صحابہ کرام نے اس پر عمل کیا تو اب اس کی اتباع ہی بہتر ہے۔

باب ذوالحلیفہ میں احرام باندھتے وقت نماز پڑھنا
(۱۵۳۲) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے، انہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام ذوالحلیفہ کے پتھرے میدان میں اپنی سواری روکی اور پھر وہیں آپ صلی اللہ علیہ و

مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَمَنْ كَانَ دُونَ ذَلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ، حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ)). [راجع: ۱۵۲۴]

۱۳- بَابُ ذَاتِ عِرْقٍ لِأَهْلِ الْعِرَاقِ
۱۵۳۱- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((لَمَّا فَتِحَ هَذَانِ الْمَصْرَانِ أَتَوْا عُمَرَ فَقَالُوا: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حَدَّثَ لِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا وَهُوَ جَوْزٌ عَنْ طَرِيقِنَا، وَإِنَّا إِنِ ارْتَدْنَا قَرْنًا شَقٌّ عَلَيْنَا. قَالَ: فَانْظُرُوا خَذَوْهَا مِنْ طَرِيقِكُمْ. فَحَدَّثَ لَهُمْ ذَاتَ عِرْقٍ)).

تشریح یہ مقام مکہ شریف سے بیالیس میل پر ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ مقام اپنی رائے اور اجتہاد سے مقرر کیا۔ مگر جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں آنحضرت ﷺ سے عراق والوں کا میقات ذات عرق مروی ہے گو اس کے مرفوع ہونے میں شک ہے۔ اس روایت سے یہ بھی نکلا کہ اگر کوئی مکہ میں حج یا عمرے کی نیت سے اور کسی راستے سے آئے جس میں کوئی میقات راہ میں نہ پڑے تو جس میقات کے مقابل پہنچے وہاں سے احرام باندھے۔ بعضوں نے کہا کہ اگر کوئی میقات کی برابری معلوم نہ ہو سکے تو جو میقات سب سے دور ہے اتنی دور سے احرام باندھ لے۔ میں کہتا ہوں ابو داؤد اور نسائی نے بسانو صحیح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکلا کہ آنحضرت ﷺ نے عراق والوں کے لئے ذات عرق مقرر کیا اور احمد اور دارقطنی نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے بھی ایسا ہی نکلا ہے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اجتہاد حدیث کے مطابق بڑا (مولانا وحید الزماں)

اس بارے میں حافظ ابن حجر نے بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ آخر میں آپ فرماتے ہیں لکن لما من عمر ذات عرق ونبه عليه الصحابة واستمر عليه العمل كان أولى بالاتباع یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے مقرر فرما دیا اور صحابہ کرام نے اس پر عمل کیا تو اب اس کی اتباع ہی بہتر ہے۔

۱۴- بَابُ الصَّلَاةِ بِذِي الْحَلِيفَةِ
۱۵۳۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ آتَاخَ بِالْبَطْحَاءِ بِذِي الْحَلِيفَةِ

سلم نے نماز پڑھی۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

باب نبی کریم ﷺ کا شجرہ پر سے گزر کر جانا

(۱۵۳۳) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ عمری نے بیان کیا، ان سے نافع نے بیان کیا اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شجرہ کے راستے سے گزرتے ہوئے ”معمرس“ کے راستے سے مدینہ آتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ جاتے تو شجرہ کی مسجد میں نماز پڑھتے لیکن واپسی میں ذوالحلیفہ کے نشیب میں نماز پڑھتے۔ آپ رات وہیں گزارتے تا آنکہ صبح ہو جاتی۔

شجرہ ایک درخت تھا ذوالحلیفہ کے قریب۔ آنحضرت ﷺ اسی راستے سے آتے اور جاتے۔ اب وہاں ایک مسجد بن گئی ہے۔ آج کل اس جگہ کا نام بڑعلی ہے، یہ علی حضرت علی بن ابی طالب نہیں ہیں بلکہ کوئی اور علی ہیں جن کی طرف یہ جگہ اور یہاں کا کتاواں منسوب ہے۔ معمرس عربی میں اس مقام کو کہتے ہیں جہاں مسافر رات کو اتریں اور وہاں ڈیرہ لگائیں۔ یہ مذکورہ معمرس ذوالحلیفہ کی مسجد تھے واقع ہے اور یہاں سے مدینہ بہت ہی قریب ہے۔ اللہ ہر مسلمان کو بار بار ان مقامات مقدسہ کی زیارت نصیب کرے۔ آمین۔ آپ دن کی روشنی میں مدینہ میں داخل ہوا کرتے تھے۔ پس سنت یہی ہے۔

باب نبی کریم ﷺ کا ارشاد کہ وادی عقیق مبارک وادی ہے

(۱۵۳۴) ہم سے ابو بکر عبد اللہ حمیدی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ولید اور بشر بن بکر تئیس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے امام اوزاعی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے بیان کیا، انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے سنا، ان کا بیان تھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وادی عقیق میں سنا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ رات میرے پاس میرے رب کا ایک فرشتہ آیا

فَصَلَّىٰ بِهَا، وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَفْعَلُ ذَلِكَ)). [راجع: ۴۸۴]

۱۵- بَابُ خُرُوجِ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى طَرِيقِ الشَّجَرَةِ

۱۵۳۳- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَخْرُجُ مِنْ طَرِيقِ الشَّجَرَةِ وَيَدْخُلُ مِنْ طَرِيقِ الْمَعْرَسِ، وَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ يُصَلِّي فِي مَسْجِدِ الشَّجَرَةِ، وَإِذَا رَجَعَ صَلَّى بِذِي الْحَلِيفَةِ بِطَرْنِ الْوَادِي وَبَاتَ حَتَّى يُصْبِحَ)).

۱۶- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ ((الْعَقِيقُ وَادٍ مُبَارَكٌ))

۱۵۳۴- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ وَبَشَرُ بْنُ بَكْرِ التَّيْسِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنِي عِكْرِمَةُ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: إِنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: إِنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَخْرُجُ عَلَى طَرِيقِ الشَّجَرَةِ وَيَدْخُلُ مِنْ طَرِيقِ الْمَعْرَسِ، وَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ يُصَلِّي فِي مَسْجِدِ الشَّجَرَةِ، وَإِذَا رَجَعَ صَلَّى بِذِي الْحَلِيفَةِ بِطَرْنِ الْوَادِي وَبَاتَ حَتَّى يُصْبِحَ)).

اور کہا کہ اس ”مبارک وادی“ میں نماز پڑھ اور اعلان کر کہ عمرہ حج میں شریک ہو گیا۔

[طرفاء فی : ۲۳۳۷، ۷۳۴۳]۔

ایام حج میں عمرہ عمد جاہلیت میں سخت محبوب سمجھا جاتا تھا۔ اسلام نے اس غلط خیال کی بھی اصلاح کی اور اعلان کرایا کہ اب ایام حج میں عمرہ داخل ہو گیا۔ یعنی جاہلیت کا خیال باطل ہوا۔

ایام حج میں عمرہ کیا جا سکتا ہے۔ اسی لئے تمتع کو افضل قرار دیا گیا کہ اس میں حاجی پہلے عمرہ کر کے جاہلیت کی رسم کی بخی کنی کرتا ہے۔ پھر اس میں جو آسانیاں ہیں کہ یوم ترویہ تک احرام کھول کر آزادی مل جاتی ہے۔ یہ آسانی بھی اسلام کو مطلوب ہے۔ اسی لئے تمتع حج کی بہترین صورت ہے۔

(۱۵۳۵) ہم سے محمد بن ابی بکر مقدمی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے فضیل بن سلیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سالم بن عبد اللہ بن عمر نے بیان کیا اور ان سے ان کے والد نے نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے کہ معمرس کے قریب ذوالحلیفہ کی بطن وادی (وادی عقیق) میں آپ کو خواب دکھایا گیا۔ (جس میں) آپ سے کہا گیا تھا کہ آپ اس وقت ”بطحاء مبارکہ“ میں ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ سالم نے ہم کو بھی وہاں ٹھہرایا وہ اس مقام کو ڈھونڈ رہے تھے جہاں عبد اللہ اونٹ بٹھلایا کرتے تھے یعنی جہاں آنحضرت ﷺ رات کو اترتا کرتے تھے۔ وہ مقام اس مسجد کے نیچے کی طرف میں ہے جو نالے کے نشیب میں ہے۔ اترنے والوں اور راستے کے پتھوں بیچ (وادی عقیق مدینہ سے چار میل بقیع کی جانب ہے۔

الْعَقِيقُ يَقُولُ : ((أَتَانِي اللَّيْلَةُ آتٍ مِنْ رَبِّي فَقَالَ: صَلِّ فِي هَذَا الْوَادِي الْمُبَارَكِ وَقُلْ: عُمْرَةٌ فِي حَجَّةٍ))۔

۱۵۳۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا فَضِيلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ((عَنْ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ رُبِّيَ وَهُوَ مُعْرَسٌ بِذِي الْحُلَيْفَةِ بِبَطْنِ الْوَادِي قِيلَ لَهُ: إِنَّكَ بِبَطْحَاءٍ مُبَارَكَةٍ، وَقَدْ أَنَاخَ بِنَا سَالِمٌ يَتَوَخَّى بِالْمَنَاخِ الَّذِي كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يُنِيخُ يَتَخَرَّى مُعْرَسٌ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، وَهُوَ أَسْفَلَ مِنَ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِبَطْنِ الْوَادِي، بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الطَّرِيقِ وَسَطٌ مِنْ ذَلِكَ))۔

[راجع: ۴۸۳]

حدیث سے وادی کی فضیلت ظاہر ہے۔ اس میں قیام کرنا اور یہاں نمازیں ادا کرنا باعث اجر و ثواب اور اتباع سنت ہے۔ حج جب مدینہ سے واپس ہوا تو اس نے یہاں قیام کیا تھا اور اس زمین کی خوبی دیکھ کر کہا تھا کہ یہ تو عقیق کی مانند ہے۔ اسی وقت سے اس کا نام عقیق ہو گیا (فتح الباری)

باب اگر کپڑوں پر خلوق (ایک قسم کی خوشبو) لگی ہو تو اس کو تین بار دھونا۔

۱۷ - بَابُ غَسْلِ الْخُلُوقِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنَ الثَّيَابِ

(۱۵۳۶) ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو عاصم ضحاک بن مخلد نبیل نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے

۱۵۳۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ النَّبِيلُ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي

عطاء بن ابی رباح نے خبر دی، انہیں صفوان بن یعلیٰ نے کہا کہ ان کے باپ یعلیٰ بن امیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کبھی آپ مجھے نبی کریم ﷺ کو اس حال میں دکھائیے جب آپ پر وحی نازل ہو رہی ہو۔ انہوں نے بیان کیا کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ جعرانہ میں اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ ٹھہرے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے آکر پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! اس شخص کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے جس نے عمرہ کا احرام اس طرح باندھا کہ اس کے کپڑے خوشبو میں بے ہوئے ہوں۔ نبی کریم ﷺ اس پر تھوڑی دیر کے لئے چپ ہو گئے۔ پھر آپ پر وحی نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یعلیٰ رضی اللہ عنہ کو اشارہ کیا۔ یعلیٰ آئے تو رسول اللہ ﷺ پر ایک کپڑا تھا جس کے اندر آپ تشریف رکھتے تھے۔ انہوں نے کپڑے کے اندر اپنا سر کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ روئے مبارک سرخ ہے اور آپ خراٹے لے رہے ہیں۔ پھر یہ حالت ختم ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ وہ شخص کہاں ہے جس نے عمرہ کے متعلق پوچھا تھا۔ شخص مذکور حاضر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جو خوشبو لگا رکھی ہے اسے تین مرتبہ دھو لے اور اپنا جبہ اتار دے۔ عمرہ میں بھی اسی طرح کر جس طرح حج میں کرتے ہو۔ میں نے عطاء سے پوچھا کہ کیا آنحضور ﷺ کے تین مرتبہ دھونے کے حکم سے پوری طرح صفائی مراد تھی؟ تو انہوں نے کہا کہ ہاں۔

عَطَاءُ أَنَّ صَفْوَانَ بْنَ يَعْلَى أَخْبَرَهُ ((أَنَّ يَعْلَى قَالَ لِعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَرِنِي النَّبِيَّ ﷺ حِينَ يُوحَى إِلَيْهِ. قَالَ: فَبَيْنَمَا النَّبِيُّ ﷺ بِالْجِعْرَانَةِ - وَمَعَهُ نَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِهِ - جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَيْفَ تَرَى فِي رَجُلٍ أَخْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَهُوَ مُتَضَمِّحٌ بِطِيبٍ؟ فَسَكَتَ النَّبِيُّ ﷺ سَاعَةً، فَجَاءَهُ الْوَحْيُ، فَأَشَارَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى يَعْلَى، فَجَاءَ يَعْلَى - وَعَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثَوْبٌ قَدْ أَظْلَلَ بِهِ - فَأَذْخَلَ رَأْسَهُ، فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مُخْمَرُ الْوَجْهِ وَهُوَ يَغِيظُ، ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَقَالَ: ((أَيْنَ الَّذِي سَأَلَ عَنِ الْعُمْرَةِ؟)) فَأَتَانِي بَرَجْلٌ فَقَالَ: ((اغْسِلِ الطِّيبَ الَّذِي بِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَانْزِعْ عَنْكَ الْجُبَّةَ، وَاصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِي حَجَّتِكَ)). فَقُلْتُ لِعَطَاءَ: أَرَادَ الْإِنْقَاءَ حِينَ أَمَرَهُ أَنْ يَغْسِلَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ؟ فَقَالَ: ((نَعَمْ)).

[أطرافه في: ١٧٨٩، ١٨٤٧، ٤٣٢٩،

٤٩٨٠].

اس حدیث سے ان لوگوں نے دلیل لی ہے جو احرام کے وقت خوشبو لگانا جائز نہیں سمجھتے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اس خوشبو کے اثر کو تین بار دھونے کا حکم فرمایا۔ امام مالک اور امام محمد کا یہی قول ہے۔ اور جمہور علماء کے نزدیک احرام باندھتے وقت خوشبو لگانا درست ہے گو اس کا اثر احرام کے بعد ہلتی رہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یعلیٰ کی حدیث ۸ھ کی ہے اور ۱۰ھ میں یعنی جبہ الوداع میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے احرام باندھتے وقت آپ کے خوشبو لگائی اور یہ آخری فعل پہلے کا ناخ ہے۔ (وحیدی)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں واجب الجمہور بان قصۃ یعلی کانت بالجمعرۃ کما ثبت فی هذا الحدیث وہی فی سنۃ ثمان بلا خلاف وقد ثبت عن عائشۃ انها طیبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیہا عند احرامها کما سہاتی فی الذی بعدہ وکان ذالک فی حجة الوداع سنۃ عشر بلا خلاف وانما یؤخذ بالآخر فالآخر من الامر (فتح الباری) خلاصہ اس عبارت کا وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

باب احرام باندھنے کے وقت خوشبو لگانا

اور احرام کے ارادہ کے وقت کیا پھنسا چاہئے اور نکھاکرے اور تیل لگائے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ محرم خوشبودار پھول سوگھہ سکتا ہے۔ اسی طرح آئینہ دیکھ سکتا ہے اور ان چیزوں کو جو کھائی جاتی ہیں بطور دوا بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ مثلاً زیتون کا تیل اور گھی وغیرہ۔ اور عطاء نے فرمایا کہ محرم انگوٹھی پہن سکتا ہے اور ہیبانی باندھ سکتا ہے۔ ابن عمر نے طواف کیا اس وقت آپ محرم تھے لیکن پیٹ پر ایک کپڑا باندھا رکھا تھا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جاکٹے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا تھا۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد اس حکم سے ان لوگوں کے لئے تھی جو ان کے ہودج کو اونٹ پر کسا کرتے تھے۔

اس کو سعید بن منصور نے وصل کیا۔ دارقطنی کی روایت میں یوں ہے اور حمام میں جاسکتا ہے اور داڑھ میں درد ہو تو اکھاڑ سکتا ہے پھوڑا پھوڑا سکتا ہے، اگر ناخن ٹوٹ گیا ہو تو اتنا نکلا نکال سکتا ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک احرام میں جاکٹیا پھنسانا درست نہیں کیونکہ یہ پاجامہ ہی کے حکم میں ہے۔

(۱۵۳۷) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے سعید بن جبیر نے بیان کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سادہ تیل استعمال کرتے تھے (احرام کے باوجود) میں نے اس کا ذکر ابراہیم نخعی سے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم ابن عمر رضی اللہ عنہما کی بات نقل کرتے ہو۔

(۱۵۳۸) مجھ سے تو اسود نے بیان کیا اور ان سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محرم ہیں اور گویا میں آپ کی مانگ میں خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں۔

ابراہیم نخعی کا مطلب یہ ہے کہ ابن عمر نے جو احرام لگاتے وقت خوشبو سے پرہیز کیا اور سادہ بغیر خوشبو کا تیل ڈالا تو ہمیں اس فعل سے کوئی غرض نہیں جب آنحضرت کی حدیث موجود ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ احرام باندھتے وقت آپ نے خوشبو لگائی۔ یہاں تک کہ احرام کے بعد بھی اس کا اثر آپ کی مانگ میں رہا۔ اس روایت سے حنفیہ کو سبق لینا چاہئے۔ ابراہیم نخعی حضرت امام ابو حنیفہ کے استاذ الاستاذ ہیں انہوں نے حدیث کے خلاف ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول و فعل رد کر دیا تو اور کس مجتہد اور فقیہ کا قول حدیث کے خلاف کب قتل قبول ہو گیا (مولانا وحید الزماں مرحوم)

۱۸- بَابُ الطَّيِّبِ عِنْدَ الْإِحْرَامِ،

وَمَا يَلْبَسُ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُحْرِمَ، وَيَتَرَجَّلُ وَيَذْهَبُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: يَشْمُ الْمُحْرِمُ الرَّيْحَانَ، وَيَنْظُرُ فِي الْمِرْآةِ، وَيَتَدَاوِي بِمَا يَأْكُلُ الزَّيْتِ وَالسَّمْنِ. وَقَالَ عَطَاءٌ: يَتَخْتَمُ وَيَلْبَسُ الْهَمِيَّانَ. وَطَافَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَهُوَ مُحْرِمٌ وَقَدْ حَزَمَ عَلَى بَطْنِهِ بِثَوْبٍ وَلَمْ تَرَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا بِالثَّيِّانِ بَأْسًا قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ تَعْنِي لِلَّذِينَ يُرْحَلُونَ هَوَذَجَهَا.

۱۵۳۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَذْهَبُ بِالزَّيْتِ، فَذَكَرْتُهُ لِابِرَاهِيمَ فَقَالَ: مَا تَصْنَعُ بِقَوْلِهِ:

۱۵۳۸- حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبَيْصِ الطَّيِّبِ فِي مَفَارِقِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ)).

تَشْرِيحُ

اس مقام پر حدیث نبوی لوکان موسیٰ حیا وابتعموه الخ بھی یاد رکھنی ضروری ہے۔ یعنی آپ نے فرمایا کہ اگر آج موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوں اور تم میرے خلاف ان کی اتباع کرنے لگو تو تم سیدھے راستے سے گمراہ ہو جاؤ گے مگر مقلدین کا حال اس قدر عجیب ہے کہ وہ اپنے اماموں کی محبت میں نہ قرآن کو قتل غور گردانتے ہیں نہ احادیث کو۔ ان کا آخری جواب یہی ہوتا ہے کہ ہم کو قول امام بس ہے۔ ایسے مقلدین جامدین کے لئے حضرت امام مدنی علیہ السلام ہی شاید راہنما بن سکیں ورنہ سراسر ناامیدی ہے۔

(۱۵۳۹) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں عبد الرحمن بن قاسم نے، انہیں ان کے والد نے اور ان سے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ احرام باندھتے تو میں آپ کے احرام کے لئے اور اسی طرح بیت اللہ کے طواف زیارت سے پہلے حلال ہونے کے لئے، خوشبو لگایا کرتی تھیں۔

۱۵۳۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ : ((كُنْتُ أُطِيبُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لِإِحْرَامِهِ حِينَ يُحْرِمُ، وَلِجَلِّهِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ)).

[أطرافه في: ۱۷۵۴، ۵۹۲۲، ۵۹۲۸،

۵۹۳۰].

باب بالوں کو جما کر احرام باندھنا

۱۹- بَابُ مَنْ أَهَلَ مُلْبَدًا

احرام باندھتے وقت اس خیال سے کہ بال پریشان نہ ہوں، ان میں گردوغبار نہ سائے، بالوں کو گوند یا مٹی یا کسی اور لعاب سے جمالیتے ہیں۔ عربی زبان میں اسے تلبد کہتے ہیں۔

(۱۵۴۰) ہم سے اصمغ بن فرج نے بیان کیا۔ کہا کہ ہمیں عبد اللہ بن وہب نے خبر دی، انہیں یونس نے، انہیں ابن شہاب نے، انہیں سالم نے اور ان سے ان کے والد نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے تلبد کی حالت میں لبیک کہتے سنا۔

۱۵۴۰- حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهَبٍ عَنْ يُونُسَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَهْلُ مُلْبَدًا)).

[أطرافه في: ۱۵۴۹، ۵۹۱۴، ۵۹۱۵].

یعنی کسی لبیس دار چیز گوند وغیرہ سے آپ نے بالوں کو اس طرح جمالیا تھا کہ احرام کی حالت میں وہ پرانندہ نہ ہونے پائیں۔ اسی حالت میں آپ نے احرام باندھا تھا۔

باب ذوالحلیفہ کی مسجد کے پاس

۲۰- بَابُ الْإِهْلَالِ عِنْدَ مَسْجِدِ

احرام باندھنا

ذِي الْحَلِيفَةِ

(۱۵۴۱) ہم سے علی بن عبد اللہ مدنی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے سالم بن عبد اللہ سے سنا،

۱۵۴۱- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: سَمِعْتُ

انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا (دوسری سند) امام بخاری نے کہا اور ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ قعنی نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے، ان سے سالم بن عبد اللہ نے، انہوں نے اپنے باپ سے سنا، وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ذوالحلیفہ کے قریب ہی پہنچ کر احرام باندھا تھا۔

ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا. ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ يَقُولُ : ((مَا أَهَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَّا مِنْ عِنْدِ الْمَسْجِدِ)) يَعْنِي مَسْجِدَ ذِي الْحُلَيْفَةِ.

اس میں اختلاف ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کس جگہ سے احرام باندھا تھا۔ بعض لوگ ذوالحلیفہ کی مسجد سے بتاتے ہیں جہاں آپ نے احرام کا دو گانہ ادا کیا۔ بعض کہتے ہیں جب مسجد سے نکل کر اونٹنی پر سوار ہوئے۔ بعض کہتے ہیں جب آپ بیداء کی بلندی پر پہنچے۔ یہ اختلاف درحقیقت اختلاف نہیں ہے کیونکہ ان تینوں مقاموں میں آپ نے بیک پکاری ہوں گی۔ بعضوں نے اول اور دوسرے مقام کی نہ سنی ہوگی بعضوں نے اول کی نہ سنی ہوگی تو ان کو یہی گمان ہوا کہ یہیں سے احرام باندھا۔ (وحیدی)

باب محرم کو کون سے کپڑے پہننا درست

نہیں

(۱۵۴۲) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ ایک شخص نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! محرم کو کس طرح کا کپڑا پہننا چاہئے؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ کرتے پہنے نہ عمامہ باندھے نہ پاجامہ پہنے نہ باران کوٹ نہ موزے۔ لیکن اگر اس کے پاس جوتی نہ ہو تو وہ موزے اس وقت پہن سکتا ہے جب ٹخنوں کے نیچے سے ان کو کاٹ لیا ہو۔ (اور احرام میں) کوئی ایسا کپڑا نہ پہنو جس میں زعفران یا ورس لگا ہوا ہو۔ ابو عبد اللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ محرم اپنا سر دھو سکتا ہے لیکن کنگھانہ کرے۔ بدن بھی نہ کھلانا چاہئے اور جوں سر اور بدن سے نکال کر زمین پر ڈالی جاسکتی ہے۔

۲۱- بَابُ مَا لَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ

۱۵۴۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَجُلًا قَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ؟ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((لَا يَلْبَسُ الْقَمِيصَ وَلَا الْعَمَامَةَ وَلَا السَّرَاوِيلَ وَلَا الْبُرَانِسَ وَلَا الْخُفَافَ، إِلَّا أَحَدًا لَا يَجِدُ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَيْنِ وَيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ. وَلَا تَلْبَسُوا مِنَ الثِّيَابِ شَيْئًا مِثْلُ الزُّعْفَرَانِ أَوْ وَرْسٍ)) قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ﷺ يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ وَلَا يَتَرَجَّلُ وَلَا يَحْكُ جَسَدَهُ وَيُلْقِي الْقَمَلَ مِنْ رَأْسِهِ وَجَسَدِهِ فِي الْأَرْضِ. [راجع: ۱۳۴]

درس ایک زرد گھاس ہوتی ہے خوشبودار اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ محرم کو یہ کپڑے پہننے ناجائز ہیں۔ ہر سلا ہوا کپڑا پہننا مرد کو احرام میں ناجائز ہے لیکن عورتوں کو درست ہے۔ خلاصہ یہ کہ ایک لنگی اور ایک چادر، مرد کا یہی احرام ہے۔ یہ ایک فقیری لباس

ہے، اب یہ حاجی اللہ کا فقیر بن گیا، اس کو اس لباس فقر کا تازندگی لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ اس موقع پر کوئی کتنا ہی بڑا بادشاہ ملدار کیوں نہ ہو سب کو یہی لباس زیب تن کر کے مساوات انسانی کا ایک بہترین نمونہ پیش کرنا ہے اور ہر امیر و غریب کو ایک ہی سطح پر آجاتا ہے تاکہ وحدت انسانی کا ظاہر اور باطن بہتر مظاہرہ ہو سکے اور امراء کے دماغوں سے نخوت امیری نکل سکے اور غریاء کو تسلی و اطمینان ہو سکے۔ الغرض لباس احرام کے اندر بہت سے روحانی و مادی و سماجی فوائد مضمر ہیں مگر ان کا مطالعہ کرنے کے لئے دیدہ بصیرت کی ضرورت ہے اور یہ چیز ہر کسی کو نہیں ملتی۔ انما یذکر اولوالالباب

۲۲- بَابُ الرُّكُوبِ وَالْإِزْدَافِ فِي

بَابِ حَجِّ كَلِّ لِنَ سَوَارِ هُونَا سَوَارِی پَر كَسِی كَی پِچِچَی بیٹھنا

درست ہے

الْحَجِّ

(۴۴، ۱۵۴۳) ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا، ان سے وہب بن جریر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والد جریر بن حازم نے بیان کیا۔ ان سے یونس بن زید نے، ان سے زہری نے، ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ عرفات سے مزدلفہ تک اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر مزدلفہ سے منیٰ تک حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما پیچھے بیٹھ گئے تھے، دونوں حضرات نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جمرہ عقبہ کی رمی تک برابر تلبیہ کہتے رہے۔

۱۵۴۳، ۱۵۴۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يُونُسَ الْأَيْلِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ أَسَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ رَدَفَ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ عَرَفَةَ إِلَى الْمُزْدَلِفَةِ، ثُمَّ أَرَدَفَ الْفَضْلَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ إِلَى مَنَى، قَالَ فَكِلَاهُمَا قَالَ: لَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ ﷺ يُلَبِّي حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ)). [طرفه في : ۱۶۸۶].

[أطرافه في : ۱۶۷۰، ۱۶۸۵، ۱۶۸۷].

باب محرم چادریں اور تہبند اور کون کون

سے کپڑے پہنے

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا محرم تھیں لیکن کم (کیسو کے پھول) میں رنگے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ عورتیں احرام کی حالت میں اپنے ہونٹ نہ چھپائیں نہ منہ پر نقاب ڈالیں اور نہ ورس یا زعفران کا رنگا ہوا کپڑا پہنیں اور جابر بن عبد اللہ انصاری نے کہا کہ میں کم کو خوشبو نہیں سمجھتا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عورتوں کے لئے زیور سیاہ یا گلابی کپڑے اور موزوں کے پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا اور ابراہیم نخعی نے کہا کہ عورتوں کو احرام کی حالت میں

۲۳- بَابُ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ

الْتِيَابِ وَالْأَرْدِيَةِ وَالْأَزْرِ

وَلَبِسَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا التِّيَابَ الْمُعْصَفَرَةَ - وَهِيَ مُحْرَمَةٌ - وَقَالَتْ : لَا تَلْمُ وَلَا تَتَبَرَّقِعْ وَلَا تَلْبَسِ ثَوْبًا يُوَرِّسُ وَلَا زَعْفَرَانٍ. وَقَالَ جَابِرٌ : لَا أَرَى الْمُعْصَفَرَ طَيِّبًا. وَلَمْ تَرَ عَائِشَةُ بَأْسًا بِالْحُلِيِّ وَالتَّوْبِ الْأَسْوَدِ وَالْمُورِدِ وَالْخُفِّ لِلْمَرْأَةِ. وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ : لَا بَأْسَ أَنْ يُبَدِّلَ

تَبَاهُ.

کپڑے بدل لینے میں کوئی حرج نہیں۔

(۱۵۴۵) ہم سے محمد بن ابی بکر مقدی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے فضیل بن سلیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے کریم نے خبر دی اور ان سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حجتہ الوداع میں ظہر اور عصر کے درمیان ہفتہ کے دن) نبی کریم ﷺ کنگھا کرنے اور تیل لگانے اور ازار اور رداء پہننے کے بعد اپنے صحابہ کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ آپ نے اس وقت زعفران میں رنگے ہوئے ایسے کپڑے کے سوا جس کا رنگ بدن پر لگتا ہو کسی قسم کی چادر یا تہبند پہننے سے منع نہیں کیا۔ دن میں آپ ذوالحلیفہ پہنچ گئے (اور رات وہیں گزاری) پھر آپ سوار ہوئے اور بیداء سے آپ کے اور آپ کے ساتھیوں نے لبیک کہا اور احرام باندھا اور اپنے اونٹوں کو ہار پہنایا۔ ذی قعدہ کے مہینے میں اب پانچ دن رہ گئے تھے۔ پھر آپ جب مکہ پہنچے تو ذی الحجہ کے چار دن گزر چکے تھے۔ آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ کی سعی کی، آپ ابھی حلال نہیں ہوئے کیونکہ قربانی کے جانور آپ کے ساتھ تھے اور آپ نے ان کی گردن میں ہار ڈال دیا تھا۔ آپ حجون پہاڑ کے نزدیک مکہ کے بالائی حصہ میں اترے۔ حج کا احرام اب بھی باقی تھا۔ بیت اللہ کے طواف کے بعد پھر آپ وہاں اس وقت تک تشریف نہیں لے گئے جب تک میدان عرفات سے واپس نہ ہوئے۔ آپ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا تھا کہ وہ بیت اللہ کا طواف کریں اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کریں، پھر اپنے سروں کے بال ترشوا کر حلال ہو جائیں۔ یہ فرمان ان لوگوں کے لئے تھا جن کے ساتھ قربانی کے جانور نہیں تھے۔ اگر کسی کے ساتھ اس کی پیوی تھی تو وہ اس سے ہم بستر ہو سکتا تھا۔ اسی طرح خوشبودار اور (سلے ہوئے) کپڑے کا استعمال بھی اس کے لیے جائز تھا۔

۱۵۴۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا فَضِيلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ قَالَ حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((انْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْمَدِينَةِ بَعْدَمَا تَرَجَّلَ وَادَّخَنَ وَلَبَسَ إِزَارَةً وَرِدَاءَهُ هُوَ وَأَصْحَابُهُ، فَلَمْ يَنْهَ عَنْ شَيْءٍ مِنَ الْأَزْيَةِ وَالْأُزْرِ ثَلَبَسُ إِلَّا الْمَرْغَفَةَ الَّتِي تُرَدَّغُ عَلَى الْجِلْدِ، فَأَصْبَحَ بِلَدِي الْحُلَيْفَةِ، رَكِبَ رَاحِلَتَهُ حَتَّى اسْتَوَى عَلَى الْبَيْدَاءِ أَهْلًا هُوَ وَأَصْحَابُهُ، وَقَلَّدَ بَدَنَتَهُ، وَذَلِكَ لِخَمْسٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ، فَقَدِمَ مَكَّةَ لِأَرْبَعِ لَيَالٍ خَلَوْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ، فَطَافَ بِالْبَيْتِ، وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَلَمْ يَجْلُ مِنْ أَجْلِ بَدَنِهِ لِأَنَّهُ قَلَّدَهَا. ثُمَّ نَزَلَ بِأَعْلَى مَكَّةَ عِنْدَ الْحَجُّونِ وَهُوَ مُهَلِّ بِالْحَجِّ، وَلَمْ يَقْرَبِ لِكَعْبَةِ بَعْدَ طَوَافِهِ بِهَا حَتَّى رَجَعَ مِنْ عَرَفَةَ، وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَطُوفُوا بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ يَقْصُرُوا مِنْ رُؤُوسِهِمْ ثُمَّ يَجْلُوا، وَذَلِكَ لِإِمْنٍ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ بَدَنَةٌ قَلَّدَهَا، وَمَنْ كَانَتْ مَعَهُ امْرَأَتُهُ فَهِيَ لَهُ حَلَالٌ وَالطَّيْبُ وَالْيَابُ)).

[طرفاء فی : ۱۶۲۵، ۱۷۳۱]۔

نبی کریم ﷺ ہفتہ کے دن مدینہ منورہ سے تاریخ ۲۵ ذی قعدہ کو نکلے تھے۔ اگر مدینہ تیس دن کا ہوتا تو پانچ دن باقی رہے تھے۔ لیکن اتفاق سے مدینہ ۲۹ دن کا ہو گیا اور ذی الحجہ کی پہلی تاریخ پنج شنبہ کو واقع ہوئی۔ کیونکہ دوسری روایتوں سے ثابت

لَشَيْخٍ

ہے کہ آپ عرفات میں جمعہ کے دن ٹھہرے تھے۔ ابن حزم نے جو کہا کہ آپ جمعرات کے دن مدینہ سے نکلے تھے یہ ذہن میں نہیں آتا۔ البتہ ممکن ہے کہ آپ جمعہ کو مدینہ سے نکلے ہوں۔ مگر صحیحین کی روایتوں میں ہے کہ آپ نے اس دن ظہر کی نماز مدینہ میں چار رکعتیں پڑھیں اور عصر کی ذوالحلیفہ میں دو رکعتیں۔ ان روایتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ جمعہ کا دن نہ تھا۔ حرم پہاڑ عصب کے قریب مسجد عقبہ کے برابر ہے۔

باب (مدینہ سے چل کر) ذوالحلیفہ میں صبح تک ٹھہرنا

یہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں۔ (۱۵۳۶) ہم سے عبد اللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھ سے محمد بن المنکدر نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں چار رکعتیں پڑھیں لیکن ذوالحلیفہ میں دو رکعت ادا فرمائیں پھر آپ نے رات وہیں گزاری۔ صبح کے وقت جب آپ اپنی سواری پر سوار ہوئے تو آپ نے لبیک پکاری۔

(۱۵۳۷) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الوہاب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ایوب سختیانی نے بیان کیا، ان سے ابو قلابہ نے اور ان سے انس بن مالک نے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں ظہر چار رکعت پڑھی لیکن ذوالحلیفہ میں عصر دو رکعت۔ انہوں نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ رات صبح تک آپ نے ذوالحلیفہ میں ہی گزاری۔

۲۴- بَابُ مَنْ بَاتَ بِبِلْدِ الْخَلِيفَةِ حَتَّى أَصْبَحَ، قَالَ ابْنُ عُثْمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

۱۵۴۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا، وَبِلَدِ الْخَلِيفَةِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ بَاتَ حَتَّى أَصْبَحَ بِبِلْدِ الْخَلِيفَةِ، فَلَمَّا رَكِبَ رَاحِلَتَهُ وَاسْتَوَتْ بِهِ أَهْلٌ)). [راجع: ۱۰۸۹]

۱۵۴۷- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدٍ عَنْ أَبِي قَلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا، وَصَلَّى الْمَصْرَ بِبِلْدِ الْخَلِيفَةِ رَكْعَتَيْنِ، قَالَ: وَأَخْبِيئُهُ بَاتَ بِهَا حَتَّى أَصْبَحَ)). [راجع: ۱۰۸۹]

ذوالحلیفہ وہی جگہ ہے جو آج کل بئر علی کے نام سے مشہور ہے آج بھی حلی صاحب کا یہاں پڑاؤ ہوتا ہے۔

باب لبیک بلند آواز سے کہنا

(۱۵۳۸) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ابو ایوب نے، ان سے ابو قلابہ نے اور ان سے انس بن مالک نے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز ظہر مدینہ منورہ میں

۲۵- بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالْإِهْلَالِ

۱۵۴۸- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

((صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا وَانْقَضَتْ بِذِي الْحَلِيفَةِ رَكَعَتَيْنِ، وَسَمِعْتُهُمْ يَصْرُخُونَ بِهِمَا جَمِيعًا)).

چار رکعت پڑھی۔ لیکن نماز عصر ذوالحلیفہ میں دو رکعت پڑھی۔ میں نے خود سنا کہ لوگ بلند آواز سے حج اور عمرہ دونوں کے لئے لبیک کہہ رہے تھے۔

تشریح جمہور علماء کا یہی قول ہے کہ لبیک پکار کر کنا مستحب ہے مگر یہ مردوں کے لئے ہے، عورتیں آہستہ کہیں۔ امام احمد نے مرفوعاً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو لبیک پکار کر کہنے کا حکم دیا ہے۔ اب لبیک کنا امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک سنت ہے اور اما ابو حنیفہ کے نزدیک بغیر لبیک کے احرام پورا نہ ہوگا۔ آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ حج قرآن کی نیت کرنے والے لبیک بحجۃ وعمرۃ پکار رہے تھے۔ پس قرآن والوں کو جو حج وعمرہ ہر دو ملا کر کرنا چاہتے ہوں وہ ایسے ہی لبیک پکاریں۔ اور خالی حج کرنے والے لبیک بحجۃ کہیں اور خالی عمرہ کرنے والے لبیک بعمرۃ کے الفاظ پکاریں۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں فیہ حجة للجمهور فی استحباب رفع الاصوات بالتلبية وقد روی مالک فی الموطا واصحاب السنن وصححه الترمذی وابن خزيمة والحاکم من طریق خلاد بن السائب عن ابيه مرفوعاً جاء فی جبرئیل فامرني ان امر اصحابی یرفعون اصواتهم بالاھلال یعنی لبیک کے ساتھ آواز بلند کرنا مستحب ہے۔ مؤطا وغیرہ میں مرفوعاً مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ اپنے اصحاب سے کہہ دیجئے کہ لبیک کے ساتھ آواز بلند کریں۔ پس اصحاب کرام اس قدر بلند آواز سے لبیک پکارا کرتے کہ پہاڑ گونجنے لگ جاتے لبیک اللہم لبیک کے معنی یا اللہ! میں تیری عبادت پر قائم ہوں اور تیرے بلانے پر حاضر ہوا ہوں یا میرا اخلاص تیرے ہی لئے ہے، میں تیری طرف متوجہ ہوں۔ تیری بارگاہ میں حاضر ہوں۔ لبیک اس دعوت کی قبولیت ہے جو تکمیل عمارت کعبہ کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے ﴿وَإِذْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ﴾ کی تعمیل میں پکاری تھی کہ لوگو! آؤ اللہ کا گھر بن گیا ہے پس اس آواز پر ہر حاجی لبیک پکارتا ہے کہ میں حاضر ہو گیا ہوں یا یہ کہ غلام حاضر ہے۔

باب تلبیہ کا بیان

۲۶- بَابُ التَّلْبِيَةِ

(۱۵۴۹) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تلمیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ کا تلبیہ یہ تھا ”حاضر ہوں اے اللہ! حاضر ہوں میں، تیرا کوئی شریک نہیں۔ حاضر ہوں، تمام حمد تیرے ہی لئے ہے اور تمام نعمتیں تیری ہی طرف سے ہیں، ملک تیرا ہی ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔“

۱۵۴۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ تَلْبِيَةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ: لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنَّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ)).

[راجع: ۱۵۴۰]

(۱۵۵۰) ہم سے محمد بن یوسف قریابی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے اعمش سے بیان کیا، ان سے عمارہ نے، ان سے ابو عطیہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں جانتی ہوں کہ کس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تلبیہ کہتے تھے۔ آپ تلبیہ

۱۵۵۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ عَمَارَةَ عَنْ أَبِي عَطِيَّةٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((إِنِّي لِأَعْلَمُ كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ

یوں کہتے تھے لبیک اللہ لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک (ترجمہ گزر چکا ہے) اس کی متابعت سفیان ثوری کی طرح ابو معاویہ نے اعمش سے بھی کی ہے۔ اور شعبہ نے کہا کہ مجھ کو سلیمان اعمش نے خبر دی کہ میں نے خیمہ سے سنا اور انہوں نے ابو عطیہ سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔ پھر یہی حدیث بیان کی۔

باب احرام باندھتے وقت جب جانور پر سوار ہونے لگے تو لبیک سے پہلے الحمد للہ، سبحان اللہ،

اللہ اکبر کہنا

(۱۵۵۱) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ایوب سختیانی نے بیان کیا، ان سے ابو قلابہ نے اور ان سے انسؓ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں --- ہم بھی آپ کے ساتھ تھے --- ظہر کی نماز چار رکعت پڑھی اور ذوالحلیفہ میں عصر کی نماز دو رکعت۔ آپ رات کو وہیں رہے۔ صبح ہوئی تو مقام بیداء سے سواری پر بیٹھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد، اس کی تسبیح اور تکبیر کہی۔ پھر حج اور عمرہ کے لئے ایک ساتھ احرام باندھا اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھا (یعنی قرآن کیا) جب ہم مکہ آئے تو آپ کے حکم سے (جن لوگوں نے حج تمتع کا احرام باندھا تھا ان) سب نے احرام کھول دیا۔ پھر آٹھویں تاریخ میں سب نے حج کا احرام باندھا۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے ہاتھ سے کھڑے ہو کر بت سے اونٹ نحر کئے۔ حضور اکرم نے (عید الاضحیٰ کے دن) مدینہ میں بھی دو چت کبرے سیگوں والے میڈھے فزع کئے تھے۔ ابو عبد اللہ امام بخاری نے کہا کہ بعض لوگ اس حدیث کو یوں روایت کرتے ہیں ایوب سے، انہوں نے ایک شخص سے، انہوں نے انس سے۔

باب جب سواری سیدھی لے کر کھڑی ہو

اس وقت لبیک پکارنا

يُكْبِي : كَيْفَ اللَّهُمَّ كَيْفَ، كَيْفَ لَا شَرِيكَ لَكَ كَيْفَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنَّعْمَةَ لَكَ. تَابَعَهُ أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ وَقَالَ شُعْبَةُ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ سَمِعْتُ قَالَ خَيْثَمَةُ عَنْ أَبِي عَطِيَّةٍ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا.

۲۷- بَابُ التَّحْمِيدِ وَالتَّسْبِيحِ وَالتَّكْبِيرِ قَبْلَ الْإِهْلَالِ عِنْدَ الرُّكُوبِ عَلَى الدَّابَّةِ

۱۵۵۱- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : ((صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ - الظُّهْرَ أَرْبَعًا وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ بَاتَ بِهَا حَتَّى أَصْبَحَ، ثُمَّ رَكِبَ، ثُمَّ رَكِبَ حَتَّى اسْتَوَتْ بِهِ عَلَى الْبِيدَاءِ حَمْدَ اللَّهِ وَتَسْبِيحَ وَتَكْبِيرَ، ثُمَّ أَهْلٌ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ وَأَهْلُ النَّاسُ بِهِمَا، فَلَمَّا قَدِمْنَا أَمَرَ النَّاسَ فَحَلُّوا، حَتَّى كَانَ يَوْمَ التَّزْوِيَةِ أَهْلُوا بِالْحَجِّ. قَالَ وَنَحَرَ النَّبِيُّ ﷺ بَدَنَاتٍ بِيَدِهِ قِيَامًا، وَذَبَحَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْمَدِينَةِ كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: قَالَ بَعْضُهُمْ هَذَا عَنْ أَيُّوبَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ أَنَسٍ. [راجع: ۱۰۸۹]

۲۸- بَابُ مَنْ أَهْلٌ حِينَ اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً

(۱۵۵۲) ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے صالح بن کیسان نے خبر دی، انہیں نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو لے کر آپ کی سواری پوری طرح کھڑی ہو گئی تھی تو آپ نے اس وقت لبیک پکارا۔

باب قبلہ رخ ہو کر احرام باندھتے ہوئے لبیک پکارنا

(۱۵۵۳) اور ابو معمر نے کہا کہ ہم سے عبد الوارث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ایوب سختیانی نے نافع سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب ذوالحلیفہ میں صبح کی نماز پڑھ چکے تو اپنی اونٹنی پر پالان لگانے کا حکم فرمایا، سواری لائی گئی تو آپ اس پر سوار ہوئے اور جب وہ آپ کو لے کر کھڑی ہو گئی تو آپ کھڑے ہو کر قبلہ رو ہو گئے اور پھر لبیک کہنا شروع کیا تاکہ حرم میں داخل ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے لبیک کہنا بند کر دیا۔ پھر ذی طویٰ میں تشریف لاکر رات وہیں گزارتے صبح ہوتی تو نماز پڑھتے اور غسل کرتے (پھر مکہ میں داخل ہوتے) آپ یقین کے ساتھ یہ جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی طرح کیا تھا۔ عبد الوارث کی طرح اس حدیث کو اسماعیل نے بھی ایوب سے روایت کیا۔ اس میں غسل کا ذکر ہے۔

(۱۵۵۴) ہم سے ابو الریح سلیمان بن داؤد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے فلج بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے نافع نے بیان کیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ جانے کا ارادہ کرتے تھے پہلے خوشبو کے بغیر تیل استعمال کرتے۔ اس کے بعد مسجد ذوالحلیفہ میں تشریف لاتے یہاں صبح کی نماز پڑھتے، پھر سوار ہوتے، جب اونٹنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر پوری طرح کھڑی ہو جاتی تو احرام باندھتے۔ پھر فرماتے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا تھا۔

۱۵۵۲- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((أَهْلَ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً)). [راجع: ۱۶۶]

۲۹- بَابُ الْإِهْلَالِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ
۱۵۵۳- وَقَالَ أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: ((كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا إِذَا صَلَّى بِالْعِدَاةِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ أَمَرَ بِرَاحِلَتِهِ فَرَجَلَتْ، ثُمَّ رَكِبَ، فَإِذَا اسْتَوَتْ بِهِ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ قَائِمًا ثُمَّ يُلَبِّي حَتَّى يَلُغَ الْحَرَمَ، ثُمَّ يُمَسِّكُ، حَتَّى إِذَا جَاءَهُ ذَا طَوًى بَاتَ بِهِ حَتَّى يُصْبِحَ، فَإِذَا صَلَّى الْعِدَاةَ اغْتَسَلَ وَرَعِمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَعَلَ ذَلِكَ)).

تَابَعَهُ إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ : فِي الْغَسَلِ.

[أطرافه في: ۱۵۵۴، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴].

۱۵۵۴- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّيِّعِ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: ((كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا إِذَا أَرَادَ الْخُرُوجَ إِلَى مَكَّةَ إِذْهَنَ بِذَهْنٍ لَيْسَ لَهُ رَائِحَةٌ طَيِّبَةٌ، ثُمَّ يَأْتِي مَسْجِدَ الْحُلَيْفَةِ فَيُصَلِّي، ثُمَّ يَرْكَبُ. وَإِذَا اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً أَحْرَمَ ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَفْعَلُ)). [راجع: ۱۵۵۳]

۳۰- بَابُ التَّلْبِيَةِ إِذَا انْحَدَرَ فِي

الْوَادِي

باب نالے میں اترتے وقت

لبیک کے

۱۵۵۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: ((كُنَّا عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فَذَكَرُوا الدُّجَالَ أَنَّهُ قَالَ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ: كَافِرٌ. فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَمْ أَسْمَعْهُ، وَلَكِنَّهُ قَالَ: أَمَّا مُوسَى كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ إِذَا انْحَدَرَ فِي الْوَادِي يَلْبِي)). [طرفاه فی : ۳۳۵۵، ۵۹۱۳].

(۱۵۵۵) ہم سے محمد بن ثنی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن عدی نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن عون نے، ان سے مجاہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر تھے۔ لوگوں نے دجال کا ذکر کیا کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا۔ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے تو یہ نہیں سنا۔ ہاں آپ نے یہ فرمایا تھا کہ گویا میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ جب آپ نالے میں اترے تو لبیک کہہ رہے ہیں۔

معلوم ہو کہ عالم مثال میں آنحضرت ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حج کے لئے لبیک پکارتے ہوئے دیکھا۔ ایک روایت میں ایسے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی ذکر ہے۔ ایک حدیث میں حضرت عیسیٰ بن مریم کا فوج الروحاء سے احرام باندھنے کا ذکر ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آپ نے اس حالت میں خواب میں دیکھا ہو۔ حافظ نے اسی پر اعتماد کیا ہے۔

مسلم شریف میں یہ واقعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یوں مروی ہے۔ کانی انظر الی موسیٰ هابطا من الشیة واضعا اصبعه فی اذنیہ مارا بهذا الوادی وله جوار الی اللہ بالتلبیة یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا گویا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں آپ گھائی سے اترتے ہوئے کانوں میں انگلیاں ڈالے ہوئے لبیک بلند آواز سے پکارتے ہوئے اس وادی سے گزر رہے ہیں۔ اس کے ذیل میں حافظ صاحب کی پوری تقریر یہ ہے

واختلف اهل التحقيق فی معنى قوله کانی انظر علی اوجه الاول هو علی الحقيقة والانبیاء احياء عند ربهم یرزقون فلا مانع ان یحجوا فی هذا الحال كما ثبت فی صحیح مسلم من حدیث انس انه صلی اللہ علیہ وسلم رای موسیٰ قانما فی قبره یصلی قال القرطبی حببت الیهم العبادة فهم یتعبدون بما یجدونه من دواعی انفسهم بما لایلزمون به كما یلهم اهل الجنة الذکر ویویده ان عمل الآخرة ذکر ودعاء لقوله تعالیٰ دعواهم فیها سبحنک اللهم الایة لیکن تمام هذا التوجیه ان یقال ان المنظور الیه هی ارواحهم فلعلها مثلت له صلی اللہ علیہ وسلم فی الدنیا كما مثلت له لیلۃ الاسری واما اجسادهم فہی فی القبور قال ابن المنیر وغیرہ یجعل اللہ لروحہ مثالا فیری فی البقعة كما یری فی النور ثانیها کانه مثلت له احوالهم الی كانت فی الحیاة الدنیا کیف تعبدوا وکیف حجوا وکیف لبوا و لهذا قال کانی انظر ثالثها کانه اخبر بالوحي عن ذلك فلدشة قطعه به قال کانی انظر الیه رابعها کانها روية منام تقدمت له فاخبر عنها لما حج عندما تذاکر ذلك و رویاء الانبیاء وحی وهذا هو المعتمد عندی كما سیاتی فی احادیث الانبیاء من التصریح بنحو ذلك فی احادیث آخر وكون ذلك کان فی المنام والذي قبله لیس بعید واللہ اعلم (فتح الباری)

یعنی آنحضرت ﷺ کے فرمان کانی انظر الیه (گویا کہ میں ان کو دیکھ رہا ہوں) کی اہل تحقیق نے مختلف توجیہات کی ہیں۔ اول تو یہ کہ یہ حقیقت پر مبنی ہے کہ کیونکہ انبیاء کرام اپنے رب کے ہاں سے رزق دیئے جاتے ہیں اور وہ اپنی قیامت میں زندہ ہیں۔ پس کچھ

مشکل نہیں کہ وہ اس حالت میں حج بھی کرتے ہوں جیسا کہ صحیح مسلم میں حدیث انس سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ قرطبی نے کہا کہ عبادت ان کے لئے محبوب ترین چیز رہی۔ پس وہ عالم آخرت میں بھی اسی حالت میں بطیب خاطر مشغول ہیں حالانکہ یہ ان کے لئے وہاں لازم نہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ اہل جنت کو ذکر الہی کا المام ہوتا رہے گا اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ عمل آخرت ذکر اور دعا ہے جیسا کہ آیت شریفہ دَعَاؤُهُمْ فِيهَا مُنْجَحَتُكَ اللَّهُمَّ (یونس: ۱۰) میں مذکور ہے۔ لیکن اس توجیہ کی تکمیل اس پر ہے کہ آپ کو ان کی ارواح نظر آئیں اور عالم مثال میں ان کو دنیا میں آپ کو دکھلایا گیا۔ جیسا کہ معراج میں آپ کو تمثیلی اشکال میں ان کو دکھلایا گیا تھا۔ حالانکہ ان کے اجساد ان کی قبروں میں تھے۔ ابن مزیر نے کہا کہ اللہ پاک ان کی ارواح طیبہ کو عالم مثال میں دکھلا دیتا ہے۔ یہ عالم بیداری میں بھی ایسے ہی دکھائی دیئے جاتے ہیں جیسے عالم خواب میں۔ دوسری توجیہ یہ کہ ان کے تمثیلی حالات دکھائے گئے۔ جیسے کہ وہ دنیا میں عبادت اور حج اور لبیک وغیرہ کیا کرتے تھے۔ تیسری یہ کہ وحی سے یہ حال معلوم کرایا گیا جو اتنا قطعی تھا کہ آپ نے کائناتِ انظر الہ سے اسے تعبیر فرمایا۔ چوتھی توجیہ یہ کہ یہ عالم خواب کا معاملہ ہے جو آپ کو دکھلایا گیا اور انبیاء کے خواب بھی وحی کے درجہ میں ہوتے ہیں اور میرے نزدیک اسی توجیہ کو ترجیح ہے جیسا کہ احادیث الانبیاء میں صراحت آئے گی اور اس کا حالت خواب میں نظر آنا کوئی بعید چیز نہیں ہے۔

خلاصۃ المرام یہ ہے کہ عالم خواب میں یا عالم مثال میں آنحضرت ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سفر حج میں لبیک پکارتے ہوئے اور مذکورہ وادی میں سے گزرتے ہوئے دیکھا۔ صلی اللہ علیہ وعلیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام

۳۱- بَابُ كَيْفَ تُهَلُّ الْحَائِضُ وَالنَّفَسَاءُ؟ باب حیض والی اور نفاس والی عورتیں کس طرح احرام باندھیں

عرب لوگ کہتے ہیں اہل یعنی بات منہ سے نکال دی واستہللنا واهللنا الہلال ان سب لفظوں کا معنی ظاہر ہوتا ہے اور استہلل المطر کا معنی پانی ابر میں سے نکلا۔ اور قرآن شریف (سورۃ مائدہ) میں جو وما اہل لغیر اللہ بہ ہے اس کے معنی جس جانور پر اللہ کے سوا دوسرے کا نام پکارا جائے اور بچہ کے استعمال سے نکلا ہے۔ یعنی پیدا ہوتے وقت اس کا آواز کرتا۔

(۱۵۵۶) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ قعنی نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے ابن شہاب سے خبر دی، انہیں عروہ بن زبیر نے، ان سے نبی کریم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم حجتہ الوداع میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ پہلے ہم نے عمرہ کا احرام باندھا لیکن نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس کے ساتھ قربانی ہو تو اسے عمرہ کے ساتھ حج کا بھی احرام باندھ لینا چاہئے۔ ایسا شخص درمیان میں حلال نہیں ہو سکتا بلکہ حج اور عمرہ دونوں سے ایک ساتھ حلال ہوگا۔

أَهْلًا: تَكَلَّمَ بِهِ. وَاسْتَهَلَّلْنَا وَأَهْلَلْنَا الْهَلَالَ: كَلَّمُهُ مِنَ الظُّهُورِ. وَاسْتَهَلَّ الْمَطَرُ: خَرَجَ مِنَ السَّحَابِ. وَوَمَا أَهْلٌ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ: وَهُوَ مَنْ اسْتَهَلَّ الصَّبِيَّ

۱۵۵۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: ((خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ كَانَ مَعَهُ هَذِي فَلْيُهَلِّ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ لَا يَجِلَّ حَتَّى

يَحِلُّ مِنْهُمَا جَمِيعًا)). فَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ وَلَمْ أَطْفِ بِالنَّيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَشَكَوْتُ ذَلِكَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((انْقَضَى رَأْسُكَ وَامْتَشِطِي وَأَهْلِي بِالْحَجِّ وَدَعِي الْعُمْرَةَ))، فَفَعَلْتُ. فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ أَرْسَلَنِي النَّبِيُّ ﷺ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ إِلَى التَّعِيمِ فَاغْتَمَرْتُ. فَقَالَ: هَلِوْهُ مَكَانٌ غُمَرْتُكَ. قَالَتْ: لَطَافُ الَّذِينَ كَانُوا أَهْلُوا بِالْعُمْرَةِ بِالنَّيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حَلُّوا، ثُمَّ طَافُوا طَوَافًا وَاحِدًا بَعْدَ أَنْ رَجَعُوا مِنِّي، وَأَمَّا الَّذِينَ جَمَعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَلِأَنَّمَا طَافُوا طَوَافًا وَاحِدًا)).

[راجع: ٢٩٤]

واما الذين جمعوا الحج والعمرة سے معلوم ہوا کہ قارن کو ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی کافی ہے اور عمرے کے افعال حج میں شریک ہو جاتے ہیں۔ امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد اور جمہور علماء کا یہی قول ہے۔ اس کے خلاف کوئی پختہ دلیل نہیں۔

یہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے آنحضرت ﷺ سے نقل کیا ہے۔

قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ
 ١٥٥٧- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ
 ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ جَابِرٌ رَضِيَ
 اللَّهُ عَنْهُ «أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ

نے سراقہ کا قول بھی ذکر کیا تھا۔ اور محمد بن ابی بکر نے ابن جریج سے یوں روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا علی! تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟ انہوں نے عرض کی نبی کریم ﷺ نے جس کا احرام باندھا ہو (اسی کا میں نے بھی باندھا ہے) آنحضور نے فرمایا کہ پھر قربانی کر اور اپنی اسی حالت پر احرام جاری رکھ۔

عَنْهُ أَنْ يُقِيمَ عَلَى إِحْرَامِهِ، وَذَكَرَ قَوْلَ سُرَاقَةَ)) وَزَادَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ بِمَا أَهْلَلْتُ يَا عَلِيُّ قَالَ يَا أَهْلٌ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ فَاهْدِ وَأَمْكُثْ حَرَامًا كَمَا أَنْتَ.

[اطرافہ فی: ۱۵۶۸، ۱۵۷۰، ۱۷۸۵،

۲۵۰۶، ۴۳۵۲، ۷۲۳۰، ۷۳۶۷].

(۱۵۵۸) ہم سے حسن بن علی خلال ہذلی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد الصمد بن عبد الوارث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سلیم بن حیان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے مروان اصفر سے سنا اور ان سے انس بن مالک نے بیان کیا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا کہ کس طرح کا احرام باندھا ہے؟ انہوں نے کہا کہ جس طرح کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باندھا ہو۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے ساتھ قربانی نہ ہوتی تو میں حلال ہو جاتا۔

۱۵۵۸- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ الْهَدَنِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا سَلِيمُ بْنُ حَيَّانَ قَالَ: سَمِعْتُ مَرْوَانَ الْأَصْفَرَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الْيَمَنِ فَقَالَ: ((بِمَا أَهْلَلْتُ؟)) قَالَ: بِمَا أَهْلٌ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((لَوْ لَا أَن مَعِيَ الْهَدْيِ لَأَهْلَلْتُ)).

(۱۵۵۹) ہم سے محمد بن یوسف قریابی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے قیس بن مسلم نے، ان سے طارق بن شہاب نے اور ان سے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے میری قوم کے پاس یمن بھیجا تھا۔ جب (حجۃ الوداع کے موقع پر) میں آیا تو آپ سے بطحاء میں ملاقات ہوئی۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کس کا احرام باندھا ہے؟ میں نے عرض کی کہ آنحضور ﷺ نے جس کا باندھا ہو آپ نے پوچھا کیا تمہارے ساتھ قربانی ہے؟ میں نے عرض کی کہ نہیں، اس لئے آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں بیت اللہ کا طواف اور صفا اور مردہ کی سعی کروں۔ اس کے بعد آپ نے احرام کھول دینے کے لئے فرمایا۔ چنانچہ میں اپنی قوم کی ایک خاتون کے پاس آیا۔ انہوں نے میرے سر کا کٹکھا کیا یا میرا سر دھویا۔ پھر حضرت عمر

۱۵۵۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شَهَابٍ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((بَعَثَنِي النَّبِيُّ ﷺ إِلَى قَوْمٍ بِالْيَمَنِ. فَجِئْتُ وَهُوَ بِالْبَطْحَاءِ فَقَالَ: ((بِمَا أَهْلَلْتُ؟)) قُلْتُ أَهْلَلْتُ كِبَاهِلًا النَّبِيُّ ﷺ. قَالَ: ((هَلْ مَعَكَ مِنْ هَدْيٍ؟)) قُلْتُ: لَا. فَأَمَرَنِي أَنْ أَطُوفَ بِالْبَيْتِ فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. ثُمَّ أَمَرَنِي فَأَهْلَلْتُ، فَأَتَيْتُ امْرَأَةً مِنْ قَوْمِي فَمَسَّحَتْ بِي أَوْ غَسَلَتْ رَأْسِي. فَقَدِمَ عُمَرُ

ﷺ کا زمانہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر ہم اللہ کی کتاب پر عمل کریں تو وہ یہ حکم دیتی ہے کہ حج اور عمرہ پورا کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”اور حج اور عمرہ پورا کرو اللہ کی رضا کے لئے۔“ اور اگر ہم آنحضرت ﷺ کی سنت کو لیں تو آنحضرت ﷺ نے اس وقت تک احرام نہیں کھولا جب تک آپ نے قربانی سے فراغت نہیں حاصل فرمائی۔

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ : إِنْ نَأْخُذَ بِكِتَابِ اللَّهِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُنَا بِالنَّمَامِ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ﴾. وَإِنْ نَأْخُذَ بِسُنَّةِ النَّبِيِّ ﷺ فَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ حَتَّى نَحْرِبَ الْهَذْيَ)).

[أطرافه في : ١٥٦٥، ١٧٢٤، ١٧٩٥،

٤٣٤٦، ٤٣٩٧].

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے اس باب میں درست نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے احرام نہیں کھولا اس لی وجہ بھی آپ نے خود بیان فرمائی تھی کہ آپ کے ساتھ ہڈی تھی۔ جن کے ساتھ ہڈی نہ تھی ان کا احرام خود آنحضرت ﷺ نے کھلوا دیا۔ پس جہاں صاف صریح حدیث نبوی موجود ہو وہاں کسی کی بھی رائے قبول نہیں کی جاسکتی خواہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کیوں نہ ہوں۔ حضرات مقلدین کو یہاں غور کرنا چاہئے کہ جب حضرت عمر جیسے خلیفہ راشد جن کی پیروی کرنے کا خاص حکم نبوی ہے اقتلوا بالذین من بعدی ایی بکرو عمر حدیث کے خلاف قاتل اقتداء نہ ٹھہرے تو اور کسی امام یا مجتہد کی کیا بساط ہے۔ (وحیدی)

باب اللہ پاک کا سورہ بقرہ میں یہ فرمانا کہ

۳۳- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى :

حج کے مہینے مقرر ہیں جو کوئی ان میں حج کی ٹھان لے تو شہوت کی باتیں نہ کرے نہ گناہ اور جھگڑے کے قریب جائے کیونکہ حج میں خاص طور پر یہ گناہ اور جھگڑے بہت ہی برے ہیں۔ اے رسول! تجھ سے لوگ چاند کے متعلق پوچھتے ہیں۔ کہہ دیجئے کہ چاند سے لوگوں کے کاموں کے اور حج کے اوقات معلوم ہوتے ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حج کے مہینے شوال، ذیقعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن ہیں۔

﴿الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ، فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾. (البقرة: ١٧٩)، ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهْلِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَشْهُرُ الْحَجِّ شَوَّالٌ وَذُو الْقَعْدَةِ وَعَشْرٌ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ.

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا سنت یہ ہے کہ حج کا احرام صرف حج کے مہینوں ہی میں باندھیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کوئی خراسان یا کرمان سے احرام باندھ کر چلے تو یہ مکروہ ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : ((مِنْ السُّنَّةِ أَنْ لَا يُحْرِمَ بِالْحَجِّ إِلَّا فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ)). وَكَرِهَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنْ يُحْرِمَ مِنْ خُرَّاسَانَ أَوْ كَرْمَانَ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر کو ابن جریر اور طبری نے وصل کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حج کا احرام پہلے سے پہلے غرہ شوال سے باندھ سکتے ہیں۔ لیکن اس سے پہلے درست نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس کے اثر کو ابن خزیمہ اور دارقطنی نے وصل کیا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ میقات یا میقات کے قریب سے احرام باندھنا سنت اور بہتر ہے گو میقات سے پہلے بھی باندھ لینا درست ہے۔ اس کو سعید بن منصور نے وصل کیا اور ابواحمد بن سیار نے تاریخ مرو میں نکالا کہ جب

عبداللہ بن عامر نے خراسان فتح کیا تو اس کے شکر یہ میں انہوں نے منت ملنی کہ میں یہیں سے احرام باندھ کر نکلوں گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے ان کو ملامت کی۔ کہتے ہیں اسی سال حضرت عثمان شہید ہوئے۔ حدیث میں آمدہ مقام صرف مکہ سے دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ اسے آج کل وادی فاطمہ کہتے ہیں۔

احرام میں کیا حکمت ہے

شامی درباروں کے آداب میں سے ایک خاص لباس بھی ہے جس کو زیب تن کئے بغیر جانا سوء ادبی سمجھا جاتا ہے۔ آج اس روشن تہذیب کے زمانے میں بھی ہر حکومت اپنے نشانات مقرر کئے ہوئے ہے اور اپنے درباروں ایوانوں کے لئے خاص خاص لباس مقرر کئے ہوئے ہے۔ چنانچہ ان ایوانوں میں شریک ہونے والے ممبروں کو ایک خاص ڈریس تیار کرانا پڑتا ہے۔ جس کو زیب تن کر کے وہ شریک اجلاس ہوتے ہیں۔ حج احکم الحاکمین رب العالمین کا سالانہ جشن ہے۔ اس کے دربار کی حاضری ہے۔ پس اس کے لئے تیاری نہ کرنا اور ایسے ہی گستاخانہ چلے آنا کیونکر مناسب ہو سکتا ہے۔ اس لئے حکم ہے کہ میقات سے اس دربار کی حضوری کی تیاری شروع کر دو اور اپنی وہ حالت بنا لو جو پسندیدہ بارگاہ عالی ہے، یعنی عاجزی، مسکینی، ترک زینت، تبذل الی اللہ اس لئے احرام کا لباس بھی ایسا ہی سادہ رکھا جو سب سے آسان اور سہل الحصول ہے اور جس میں مساوات اسلام کا بخوبی تصور ہوتا ہے۔ اس میں کفن کی بھی مشابہت ہے جس سے انسان کو یہ بھی یاد آ جاتا ہے کہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت اس کو اتنا ہی کپڑا نصیب ہوگا۔ نیز اس سے انسان کو اتنی ابتدائی حالت بھی یاد آتی ہے جبکہ وہ ابتدائی دور میں تھا اور حجرو شجر کے لباس سے نکل کر اس نے اپنے لئے کپڑے کا لباس ایجاد کیا تھا۔ احرام کے اس سادہ لباس میں ایک طرف فقری کی تلقین ہے تو دوسری طرف ایک فقیری فوج میں ڈسپلن بھی قائم کرنا مقصود ہے۔

لبیک پکارنے میں کیا حکمت ہے :-

لبیک کا نعرہ اللہ کی فوج کا قومی نعرہ ہے جو جشن خداوندی کی شرکت کے لئے اقصائے عالم سے کھینچی چلی آرہی ہے۔ احرام باندھنے سے کھولنے تک ہر حاجی کو نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ بار بار لبیک کا نعرہ پکارنا ضروری ہے۔ جس کے مقدس الفاظ یہ ہوتے ہیں لبیک اللهم لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملك لا شریک لک حاضر ہوں۔ الہی! فقیرانہ و غلامانہ جذبات میں تیرے جشن کی شرکت کے لئے حاضر ہوں۔ حاضر ہوں تجھے واحد بے مثال سمجھ کر حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔ میں حاضر ہوں۔ تمام تعریفیں تیرے ہی لئے زیبا ہیں اور سب نعمتیں تیری ہی عطا کی ہوئی ہیں۔ راج پاٹ سب کا مالک حقیقی صرف تو ہی ہے۔ اس میں کوئی تیرا شریک نہیں۔ ان الفاظ کی گہرائی پر اگر غور کیا جائے تو بے شمار حکمتیں ان میں نظر آئیں گی۔ ان الفاظ میں ایک طرف چچہ بادشاہ کی خدا کی اعتراف ہے تو دوسری طرف اپنی خودی کو بھی ایک درجہ خاص میں رکھ کر اس کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

(۱) بار بار لبیک کہنا یہ اقرار کرنا ہے کہ اے خدا! میں پورے طور پر تسلیم و رضا کا بندہ بن کر تیرے سارے احکام کو ماننے کے

لئے تیار ہو کر تیرے دربار میں حاضر ہوتا ہوں۔

(۲) لا شریک لک میں اللہ کی توحید کا اقرار ہے جو اصل اصول ایمان و اسلام ہے اور جو دنیا میں قیام امن کا صرف ایک ہی راستہ

ہے۔ دنیا میں جس قدر تباہی و بربادی، فساد، بد امنی پھیلی ہوئی ہے وہ سب ترک توحید کی وجہ سے ہے۔

(۳) پھر یہ اعتراف ہے کہ سب نعمتیں تیری ہی دی ہوئی ہیں۔ لینا دینا صرف تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ لہذا ہم تیری ہی حمد و ثنا

کرتے ہیں اور تیری ہی تعریفوں کے گیت گاتے ہیں۔

(۴) پھر اس بات کا اقرار ہے کہ ملک و حکومت صرف خدا کی ہے۔ حقیقی بادشاہ سچا حاکم اصل مالک وہی ہے۔ ہم سب اس کے

عاجز بندے ہیں۔ لہذا دنیا میں اسی کا قانون نافذ ہونا چاہئے اور کسی کو اپنی طرف سے نیا قانون بنانے کا اختیار نہیں ہے۔ جو کوئی قانون الہی سے ہٹ کر قانون سازی کرے گا وہ اللہ کا حریف ٹھہرے گا۔ دنیاوی حکام صرف اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔ اگر وہ سمجھیں تو ان پر بڑی بھاری ذمہ داری ہے، ان کو اللہ نے اس لئے اختیار بنایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قوانین کا نفاذ کریں۔ اس لئے ان کی اطاعت بندوں پر اسی وقت تک فرض ہے جب تک وہ حدود الہی قوانین فطرت سے آگے نہ بڑھیں اور خود خدا نہ بن بیٹھیں اس کے برعکس ان کی اطاعت حرام ہو جاتی ہے۔ غور کرو جو شخص بار بار ان سب باتوں کا اقرار کرے گا تو وہ حج کے بعد کس قسم کا انسان بن جائے گا۔ بشرطیکہ اس نے یہ تمام اقرار سچے دل سے کئے ہوں اور سمجھ بوجھ کر یہ الفاظ منہ سے نکالے ہوں۔

(۱۵۶۰) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو بکر حنفی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اقل بن حمید نے بیان کیا، کہا کہ میں نے قاسم بن محمد سے سنا، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کے مہینوں میں حج کی راتوں میں اور حج کے دنوں میں نکلے۔ پھر سرف میں جا کر اترے۔ آپ نے بیان کیا کہ پھر نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو خطاب فرمایا جس کے ساتھ ہدی نہ ہو اور وہ چاہتا ہو کہ آپ نے احرام کو صرف عمرہ کا بنالے تو اسے ایسا کر لینا چاہئے لیکن جس کے ساتھ قربانی ہے وہ ایسا نہ کرے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ آنحضور کے بعض اصحاب نے اس فرمان پر عمل کیا اور بعض نے نہیں کیا۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے بعض اصحاب جو استطاعت و حوصلہ والے تھے (کہ وہ احرام کے ممنوعات سے بچ سکتے تھے) ان کے ساتھ ہدی بھی تھی، اس لئے وہ تنہا عمرہ نہیں کر سکتے تھے (پس انہوں نے احرام نہیں کھولا) عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں رو رہی تھی۔ آپ نے پوچھا کہ (اے بھولی بھالی عورت! تو) رو کیوں رہی ہے؟ میں نے عرض کی کہ میں نے آپ کے اپنے صحابہ سے ارشاد کو سن لیا، اب تو میں عمرہ نہ کر سکوں گی۔ آپ نے پوچھا کیا بات ہے؟ میں نے کہا میں نماز پڑھنے کے قابل نہ رہی (یعنی حائضہ ہو گئی) آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔ آخر تم بھی تو آدم کی بیٹیوں کی طرح ایک عورت ہو اور اللہ نے تمہارے لئے بھی وہ مقدر کیا ہے جو تمام عورتوں کے لئے کیا ہے۔ اس لئے (عمرہ چھوڑ کر) حج کرتی رہ اللہ تعالیٰ

۱۵۶۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ الْحَنْفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَقْلَحُ بْنُ حَمِيدٍ قَالَ: سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ، وَكَلَّابِي الْحَجِّ، وَحُرْمِ الْحَجِّ، فَزَلْنَا بِسَرَفٍ، قَالَتْ: فَخَرَجَ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ: ((مَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْكُمْ مَعَهُ هَدْيٌ فَأَحَبُّ أَنْ يَجْعَلَهَا عُمْرَةً فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ فَلَا)). قَالَتْ: فَلَا أَخِذُ بِهَا وَالتَّارِكُ لَهَا مِنْ أَصْحَابِهِ. قَالَتْ فَأَمَّا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَرِجَالٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَكَانُوا أَهْلَ قُوَّةٍ وَكَانَ مَعَهُمُ الْهَدْيُ فَلَمْ يَقْدِرُوا عَلَى الْعُمْرَةِ. قَالَتْ: فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَنَا أَبْكِي فَقَالَ: ((مَا يُنْكِبُكَ يَا هِنْتَاةُ؟)) قُلْتُ: سَمِعْتُ قَوْلَكَ لِأَصْحَابِكَ فَمِيعَتُ الْعُمْرَةِ. قَالَ: ((وَمَا شَأْنُكَ؟)) قُلْتُ: لَا أَصَلِّي. قَالَ: ((فَلَا يَضِيرُكَ، إِنَّمَا أَنْتِ امْرَأَةٌ مِنْ بَنَاتِ آدَمَ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكَ مَا كَتَبَ عَلَيْهِنَ، فَكُونِي فِي حَجِّكَ لَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَرْزُقَكِيهَا)).

تھیں جلد ہی عمرہ کی توفیق دے دے گا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بیان کیا کہ ہم حج کے لئے نکلے۔ جب ہم (عرفات سے) منی پہنچے تو میں پاک ہو گئی۔ پھر منی سے جب میں نکلی تو بیت اللہ کا طواف الزیارة کیا۔ آپ نے بیان کیا کہ آخر میں آنحضورؐ کے ساتھ جب واپس ہونے لگی تو آپ وادی محصب میں آن کر اترے۔ ہم بھی آپ کے ساتھ ٹھہرے۔ آپ نے عبدالرحمن بن ابی بکر کو بلا کر کہا کہ اپنی بہن کو لے کر حرم سے باہر جا اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ پھر عمرہ سے فارغ ہو کر تم لوگ یہیں واپس آ جاؤ میں تمہارا انتظار کرتا رہوں گا۔ عائشہؓ نے بیان کیا کہ ہم (آنحضورؐ کی ہدایت کے مطابق) چلے اور جب میں اور میرے بھائی طواف سے فارغ ہوئے تو میں سحری کے وقت آپ کی خدمت میں پہنچی۔ آپ نے پوچھا کہ فارغ ہو لیں؟ میں نے کہا ہاں۔ تب آپ نے اپنے ساتھیوں سے سفر شروع کر دینے کے لئے کہا۔ سفر شروع ہو گیا اور آپ مدینہ منورہ واپس ہو رہے تھے۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا کہ جو لا یضیرک ہے وہ ضار یضیر ضیرا سے مشتق ہے ضار یضیر ضوراً بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور جس روایت میں لا یضیرک ہے وہ ضریضیر ضرا سے نکلا ہے۔

باب حج میں تمتع، قرآن اور افراد کا بیان
اور جس کے ساتھ ہدی نہ ہو، اسے حج فسخ کر کے
عمرہ بنا دینے کی اجازت ہے

(۱۵۶۱) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا کہ ہم سے جریر نے بیان کیا ان سے منصور نے ان سے ابراہیم نخعی نے ان سے اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ ہم حج کے لئے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے۔ ہماری نیت حج کے سوا اور کچھ نہ تھی۔ جب ہم مکہ پہنچے تو (اور لوگوں نے) بیت اللہ کا طواف کیا۔ آنحضور ﷺ کا حکم تھا کہ جو قربانی اپنے ساتھ نہ لایا ہو وہ حلال ہو جائے۔ چنانچہ جن کے پاس ہدی نہ تھی وہ حلال ہو گئے۔ (افعال عمرہ کے بعد) آنحضور ﷺ کی

قَالَتْ: فَخَرَجْنَا فِي حَجَّتِهِ حَتَّى قَدِمْنَا مَنًى فَطَهَّرْتُ ثُمَّ خَرَجْتُ مِنْ مَنًى فَأَقْضَيْتُ بِالْبَيْتِ. قَالَتْ: ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ فِي النَّفَرِ الْآخِرِ حَتَّى نَزَلَ الْمُحَصَّبُ وَنَزَلْنَا مَعَهُ، فَدَعَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ: ((أَخْرُجْ بِأُخْتِكَ مِنَ الْحَرَمِ فَلْتَهْلِ بِعُمْرَةٍ ثُمَّ افْرَعَا ثُمَّ انْتَبِهَا هَا هُنَا فَإِنِّي أَنْظُرُ كَمَا حَتَّى تَأْتِيَانِي)). قَالَتْ فَخَرَجْنَا حَتَّى إِذَا فَرَعَتْ وَفَرَّغَ مِنَ الطَّوَافِ ثُمَّ جِئْتُهُ بِسَحَرٍ فَقَالَ: ((هَلْ فَرَعْتُم؟)) فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَأَذِنَ بِالرَّحِيلِ فِي أَصْحَابِهِ، فَارْتَحَلَ النَّاسُ، فَمَرُّ مَوَجَّهًا إِلَى الْمَدِينَةِ.

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ اللَّهُ ضَيْرٌ مِنْ ضَارٍ يَضِيرُ ضَيْرًا. وَيُقَالُ ضَارٌ يَضُورُ ضُورًا، وَضُرٌّ يَضُرُّ ضَرًّا. [راجع: ۲۹۴]

۳۴- بَابُ التَّمَتُّعِ وَالْإِقْرَانِ
وَالْإِفْرَادِ بِالْحَجِّ وَفَسْخِ الْحَجِّ لِمَنْ
لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ

۱۵۶۱- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، وَلَا نَرَى إِلَّا أَنَّهُ الْحَجُّ، فَلَمَّا قَدِمْنَا تَطَوَّفْنَا بِالْبَيْتِ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ لَمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيِ أَنْ يَحِلَّ، فَحَلَّ مَنْ لَمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيِ وَنِسَاؤُهُ لَمْ يَسْفَنَ

فَأَخْلَنَ. قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: فَحِضْتُ، فَلَمْ أَطْفِ بِالنَّيْتِ. فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَضَةِ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، يَرْجِعُ النَّاسُ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ وَأَرْجِعُ أَنَا بِحَجَّةٍ. قَالَ: ((وَمَا طُفْتُ لِبَائِي قَدِمْنَا مَكَّةَ؟)) قُلْتُ: لَا. قَالَ: ((فَادْهَبِي مَعَ أَخِيكَ إِلَى التَّنْعِيمِ فَأَهْلِي بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ مَوْعِدُكَ كَذَا وَكَذَا)). قَالَتْ صَفِيَّةُ: مَا أُرَانِي إِلَّا حَابِسَتَكُمْ. قَالَ: ((عَقَرَى حَلْقِي، أَوْ مَا طُفْتُ يَوْمَ النَّحْرِ؟)) قَالَتْ: قُلْتُ: بَلَى. قَالَ: ((لَا بَأْسَ، انْفِرِي)). قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: فَلَقِينِي النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ مُصْعِدٌ مِنْ مَكَّةَ وَأَنَا مُنْهَبِطَةٌ عَلَيْهَا، أَوْ أَنَا مُصْعِدَةٌ وَهُوَ مُنْهَبِطٌ مِنْهَا. [راجع: ۲۹۴]

ازواجِ مطہرات ہدی نہیں لے گئی تھیں، اس لئے انہوں نے بھی احرام کھول ڈالے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں حائفہ ہو گئی تھی اس لئے میں بیت اللہ کا طواف نہ کر سکی (یعنی عمرہ چھوٹ گیا اور حج کرتی چلی گئی) جب محصب کی رات آئی، میں نے کہا یا رسول اللہ! اور لوگ توجہ اور عمرہ دونوں کر کے واپس ہو رہے ہیں لیکن میں صرف حج کر سکی ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا کیا جب ہم مکہ آئے تھے تو تم طواف نہ کر سکی تھی؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کے ساتھ تنعیم تک چلی جا اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ (پھر عمرہ ادا کر) ہم لوگ تمہارا فلاں جگہ انتظار کریں گے اور صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے میں بھی آپ (لوگوں) کو روکنے کا سبب بن جاؤں گی۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا مردار سرمنڈی کیا تو نے یوم نحر کا طواف نہیں کیا تھا؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں میں تو طواف کر چکی ہوں۔ آپ نے فرمایا پھر کوئی حرج نہیں چل کوچ کر۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پھر میری ملاقات نبی کریم ﷺ سے ہوئی تو آپ مکہ سے جاتے ہوئے اوپر کے حصہ پر چڑھ رہے تھے اور میں نشیب میں اتر رہی تھی یا یہ کہا کہ میں اوپر چڑھ رہی تھی اور آنحضور ﷺ اس چڑھاؤ کے بعد اتر رہے تھے۔

تشیخ

حج کی تین قسمیں ہیں۔ ایک تمتع وہ یہ ہے کہ میقات سے عمرہ کا احرام باندھے اور مکہ میں جا کر طواف اور سعی کر کے احرام کھول ڈالے۔ پھر آٹھویں تاریخ کو حرم ہی سے حج کا احرام باندھے۔ دوسرے قرآن وہ یہ ہے کہ میقات سے حج اور عمرہ دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھے یا پہلے صرف عمرے کا احرام باندھے پھر حج کو بھی اس میں شریک کر لے۔ اس صورت میں عمرے کے افعال حج میں شریک ہو جاتے ہیں اور عمرے کے افعال علیحدہ نہیں کرنا پڑتے۔ تیسرے حج مفرد یعنی میقات سے صرف حج ہی کا احرام باندھے اور جس کے ساتھ ہدی نہ ہو اس کا حج فسخ کر کے عمرہ بنا دیتا۔ یہ ہمارے امام احمد بن حنبل اور جملہ اہلحدیث کے نزدیک جائز ہے۔ اور امام مالک اور شافعی اور ابو حنیفہ اور جمہور علماء نے کہا کہ یہ امر خاص تھا ان صحابہ سے جن کو آنحضرت ﷺ نے اس کی اجازت دی تھی اور دلیل لیتے ہیں ہلال بن حارث کی حدیث سے جس میں یہ ہے کہ یہ ہمارے لئے خاص ہے اور یہ روایت ضعیف ہے اعتماد کے لائق نہیں۔ امام ابن قیم اور شوکانی اور محققین اہلحدیث نے کہا ہے کہ فسخ حج کو چوبیس صحابہ نے روایت کیا ہے۔ ہلال بن حارث کی ایک ضعیف روایت ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ آپ نے ان صحابہ کو جو قربانی نہیں لائے تھے، عمرہ کر کے احرام کھول ڈالنے کا حکم دیا۔ اس سے تمتع اور حج کو فسخ کر کے عمرہ کر ڈالنے کا جواز ثابت ہوا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حج کی نیت کر لینے کا حکم دیا اس سے قرآن کا جواز نکلا۔ گو اس روایت میں اس کی صراحت نہیں ہے مگر جب انہوں نے حیض کی وجہ سے عمرہ ادا نہیں کیا تھا اور حج کرنے لگیں تو یہ مطلب نکل آیا۔ اوپر کی روایتوں میں اس کی صراحت ہو چکی ہے۔ (وحید الزمان مرحوم)

(۱۵۶۲) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں ابوالاسود محمد بن عبد الرحمن بن نوفل نے، انہیں عروہ بن زبیر نے اور ان سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے۔ کچھ لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا، کچھ نے حج اور عمرہ دونوں کا اور کچھ نے صرف حج کا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (پہلے) صرف حج کا احرام باندھا تھا، پھر آپ نے عمرہ بھی شریک کر لیا، پھر جن لوگوں نے حج کا احرام باندھا تھا یا حج اور عمرہ دونوں کا، ان کا احرام دسویں تاریخ تک نہ کھل سکا۔

(۱۵۶۳) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے حکم نے، ان سے علی بن حسین (حضرت زین العابدین) نے اور ان سے مروان بن حکم نے بیان کیا کہ حضرت عثمان اور علی رضی اللہ عنہما کو میں نے دیکھا ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ حج اور عمرہ کو ایک ساتھ ادا کرنے سے روکتے تھے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے باوجود دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھا اور کہا ”لیک بعمرہ وحجۃ“ آپ نے فرمایا تھا کہ میں کسی ایک شخص کی بات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو نہیں چھوڑ سکتا۔

ترجمہ حضرت عثمانؓ شاید حضرت عمرؓ کی تقلید سے تمتع کو برا سمجھتے تھے ان کو بھی یہی خیال ہوا آنحضرتؐ نے حج کو فتح کر کر جو حکم عمرہ کا دیا تھا وہ خاص تھا صحابہؓ سے۔ بعضوں نے کہا مکروہ تنزیہی سمجھا اور چونکہ حضرت عثمانؓ کا یہ خیال حدیث کے خلاف تھا۔ اس لئے حضرت علیؓ نے اس پر عمل نہیں کیا اور یہ فرمایا کہ میں آنحضرتؐ کی حدیث کو کسی کے قول سے نہیں چھوڑ سکتا۔

مسلمان بھائیو! ذرا حضرت علیؓ کے اس قول کو غور سے دیکھو، حضرت عثمانؓ خلیفہ وقت اور خلیفہ بھی کیسے؟ خلیفہ راشد اور امیر المومنین۔ لیکن حدیث کے خلاف ان کا قول پھینک دیا گیا اور خود ان کے سامنے ان کا خلاف کیا گیا۔ پھر تم کو کیا ہو گیا ہے جو تم ابو حنیفہ یا شافعی کے قول کو لئے رہتے ہو اور صحیح حدیث کے خلاف ان کے قول پر عمل کرتے ہو، یہ صریح گمراہی ہے۔ خدا کے لئے ۲۱ سے باز آؤ اور ہمارا کہنا مانو ہم نے جو حق بات تھی وہ تم کو بتادی آئندہ تم کو اختیار ہے۔ تم قیامت کے دن جب آنحضرتؐ کے

۱۵۶۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ غُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ : ((خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَمِنَّا مَنْ أَهَلَ بِعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مِنْ أَهْلِ بِلْحَجٍّ، وَأَهْلِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِالْحَجِّ. فَأَمَّا مَنْ أَهَلَ بِالْحَجِّ أَوْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لَمْ يَحْلُوا حَتَّى كَانَ يَوْمَ النَّحْرِ)). [راجع: ۲۹۴]

۱۵۶۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْحَكَمِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ : ((شَهِدْتُ عُثْمَانَ وَعَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، وَعُثْمَانَ يَنْهَى عَنِ الْمُتَمَعِ وَأَنْ يُجْمَعَ بَيْنَهُمَا، فَلَمَّا رَأَى عَلِيٌّ، أَهَلَ بِهِمَا: لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ، قَالَ: مَا كُنْتُ لِأَدْعَ سُنَّةَ النَّبِيِّ ﷺ لِقَوْلِ أَحَدٍ)). [طرفہ بی: ۱۵۶۹]

سامنے کھڑے ہو گئے اپنا عذر بیان کر لینا والسلام (مولانا وحید الزمان مرحوم)

(۱۵۶۳) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن طاووس نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ عرب سمجھتے تھے کہ حج کے دنوں میں عمرہ کرنا روئے زمین پر سب سے بڑا گناہ ہے۔ یہ لوگ محرم کو صفر بنا لیتے اور کہتے کہ جب اونٹ کی پیٹھ سستالے اور اس پر خوب بال اگ جائیں اور صفر کا مہینہ ختم ہو جائے (یعنی حج کے ایام گزر جائیں) تو عمرہ حلال ہوتا ہے۔ پھر جب نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ چوتھی کی صبح کوچ کا احرام باندھے ہوئے آئے تو آپ نے انہیں حکم دیا کہ اپنے حج کو عمرہ بتالیں، یہ حکم (عرب کے پرانے رواج کی بنا پر) عام صحابہ پر بڑا بھاری گزرا۔ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ! عمرہ کر کے ہمارے لئے کیا چیز حلال ہو گئی؟ آپ نے فرمایا کہ تمام چیزیں حلال ہو جائیں گی۔

۱۵۶۴- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُوسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانُوا يَرَوْنَ أَنَّ الْعُمْرَةَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ مِنَ الْفَجْرِ الْفُجُورِ فِي الْأَرْضِ، وَيَجْعَلُونَ الْمَحْرَمَ صَفْرًا، وَيَقُولُونَ: إِذَا بَرَأَ الدَّهْرُ، وَعَفَا الْأَثَرُ، وَانْسَلَخَ صَفَرُ، حَلَّتِ الْعُمْرَةُ لِمَنْ اعْتَمَرَ. قَدِيمَ النَّبِيِّ ﷺ وَأَصْحَابِهِ صَبِيحَةَ رَابِعَةِ مُهَلِّينَ بِالْحَجِّ، فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً، فَتَعَاظَمَ ذَلِكَ عِنْدَهُمْ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيُّ الْحِلِّ؟ قَالَ: ((حِلٌّ كُلُّهُ)). [راجع: ۱۰۸۵]

ہر آدمی کے دل میں قدیمی رسم و رواج کا بڑا اثر رہتا ہے۔ جاہلیت کے زمانہ سے ان کا یہ اعتقاد چلا آتا تھا کہ حج کے دنوں میں عمرہ کرنا بڑا گناہ ہے، اسی وجہ سے آپ کا یہ حکم ان پر گراں گزرا۔

ایمان افروز تقریر!

حدیث ہذا کے ذیل حضرت مولانا وحید الزمان صاحب مرحوم نے ایک ایمان افروز تقریر حوالہ قرطاس فرمائی ہے جو اہل بصیرت کے مطالعہ کے قابل ہے۔

صحابہ کرام نے جب کہا یا رسول اللہ ای الحل قال حل کلمہ یعنی یا رسول اللہ! عمرہ کر کے ہم کو کیا چیز حلال ہو گی۔ آپ نے فرمایا سب چیزیں یعنی جتنی چیزیں احرام میں منع تھیں وہ سب درست ہو جائیں گی۔ انہوں نے یہ خیال کیا کہ شاید عورتوں سے جماع درست نہ ہو۔ جیسے رمی اور حلق اور قربانی کے بعد سب چیزیں درست ہو جاتی ہیں لیکن جماع درست نہیں ہوتا جب تک طواف الزیارة نہ کرے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں عورتیں بھی درست ہو جائیں گی۔

دوسری روایت میں ہے کہ بعض صحابہ کو اس میں تامل ہوا اور ان میں سے بعضوں نے یہ بھی کہا کہ کیا ہم حج کو اس حال میں جائیں کہ ہمارے ذکر سے منیٰ نہک رہی ہو۔ آنحضرت کو ان کا یہ حال دیکھ کر سخت ملال ہوا کہ میں حکم دیتا ہوں اور یہ اس کی تعمیل میں تامل کرتے ہیں اور چہ میگوئیاں نکالتے ہیں۔ لیکن جو صحابہ قوی الایمان تھے انہوں نے فوراً آنحضرت ﷺ کے ارشاد پر عمل کیا اور عمرہ کر کے احرام کھول ڈالا۔ پیغمبر ﷺ جو کچھ حکم دیں وہی اللہ کا حکم ہے اور یہ ساری محنت اور مشقت اٹھانے سے غرض کیا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی۔ عمرہ کر کے احرام کھول ڈالنا تو کیا چیز ہے۔ آپ جو بھی حکم فرمائیں اس کی تعمیل ہمارے لئے عین سعادت ہے۔ جو حکم آپ دیں اسی میں اللہ کی مرضی ہے گو سارا زمانہ اس کے خلاف بکھتا رہے۔ ان کا قول اور خیال ان کو مبارک رہے۔ ہم کو مرتے ہی اپنے پیغمبر ﷺ کے ساتھ رہنا ہے۔ اگر بالفرض دوسرے مجتہد یا امام یا پیر و مرشد درویش قطب پیغمبر ﷺ کی پیروی کرنے میں

ہم سے تھا ہو جائیں تو ہم کو ان کی خفگی کی ذرا بھی پرواہ نہیں ہے۔ ہم کو قیامت میں ہمارے پیغمبر کا سایہ عاطفت بس کرتا ہے۔ سارے ولی اور درویش اور غوث اور قطب اور مجتہد اور امام اس بارگاہ کے ایک ادنیٰ کفش بردار ہیں۔ کش برداروں کو راضی رکھیں یا اپنے سردار کو اللہ صل علی محمد وعلی آل محمد وعلی اصحابہ وارزقنا شفاعتہ یوم القیامۃ واحشرنا فی زمرۃ اتباعہ ولبنا علی متابعتہ والعمل بسنتہ امین۔

(۱۵۶۵) ہم سے محمد بن ثنیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن جعفر غندر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے قیس بن مسلم نے، ان سے طارق بن شہاب نے اور ان سے ابو موسیٰ اشعریؓ نے کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں (حجۃ الوداع کے موقع پر یمن سے) حاضر ہوا تو آپ نے (مجھ کو عمرہ کے بعد) احرام کھول دینے کا حکم دیا۔

[راجع: ۱۵۵]

(۱۵۶۶) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالکؒ نے بیان کیا (دوسری سند) اور امام بخاریؒ نے کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالکؒ نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں ابن عمرؓ نے کہ حضور ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت حفصہؓ نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا یا رسول اللہ! کیا بات ہے اور لوگ تو عمرہ کر کے حلال ہو گئے لیکن آپ حلال نہیں ہوئے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے سر کی تلید (بالوں کو جمانے کے لئے ایک لیس دار چیز کا استعمال کرنا) کی ہے اور اپنے ساتھ ہدی (قریبانی کا جانور) لایا ہوں اس لئے میں قریانی کرنے سے پہلے احرام نہیں کھول سکتا۔

(۱۵۶۷) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو جمرہ نصر بن عمران ضبعی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھا تو کچھ لوگوں نے مجھے منع کیا۔ اس لئے میں نے ابن عباسؓ سے اس کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے تمتع کرنے کے لئے کہا۔ پھر میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ مجھ سے کہہ رہا ہے ”حج بھی مبرور ہوا اور عمرہ بھی قبول ہوا“ میں نے یہ خواب ابن عباسؓ کو سنایا، تو آپ نے

۱۵۶۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَأَمَرَهُ بِالْحِجْلِ)).

۱۵۶۶- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ ح. وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا قَالَتْ: ((يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوا بِعُمْرَةٍ وَلَمْ تَحِلَّ أَنْتَ مِنْ عُمْرَتِكَ؟ قَالَ: ((إِنِّي لَبِذْتُ رَأْسِي، وَقَلَّدْتُ هَذِي، فَلَا أَحِلُّ حَتَّى أَنْحَرَ)).

[أطرافه في ۱۶۹۷، ۱۷۲۵، ۴۳۹۸،

۵۹۱۶].

۱۵۶۷- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو جَمْرَةَ نَصْرُ بْنُ عِمْرَانَ الضُّبَعِيُّ قَالَ: ((كَمَتَعْتُ فَهَانِي نَاسًا، فَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَأَمَرَنِي، فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَن رَجُلًا يَقُولُ لِي: حَجٌّ مَبْرُورٌ وَعُمْرَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ، فَأَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: سُنَّةُ النَّبِيِّ ﷺ

فرمایا کہ یہ نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میرے یہاں قیام کر، میں اپنے پاس سے تمہارے لئے کچھ مقرر کر کے دیا کروں گا۔ شعبہ نے بیان کیا کہ میں نے (ابو جمرہ سے) پوچھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ کیوں کیا تھا؟ (یعنی مال کس بات پر دینے کے لئے کہا) انہوں نے بیان کیا کہ اسی خواب کی وجہ سے جو میں نے دیکھا تھا۔

تشیخ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ابو جمرہ کا یہ خواب بہت بھلا معلوم ہوا کیونکہ انہوں نے جو فتویٰ دیا تھا اس کی صحت اس سے نکلی۔ خواب کوئی شرعی حجت نہیں ہے۔ مگر نیک لوگوں کے خواب جب شرعی امور کی تائید میں ہوں تو ان کے صحیح ہونے کا ظن غالب ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حج تمتع کو رسول اللہ ﷺ کی سنت بتلایا اور سنت کے موافق جو کوئی کام کرے وہ ضرور اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہو گا۔ سنت کے موافق تھوڑی سی عبادت بھی خلاف سنت بڑی عبادت سے زیادہ ثواب رکھتی ہے۔ علل دین سے منقول ہے کہ ادنیٰ سنت کی پیروی جیسے فجر کی سنتوں کے بعد لیٹ جانا درجہ میں بڑے ثواب کی چیز ہے۔ یہ ساری نعمت آنحضرت ﷺ کی کشف برداری کی وجہ سے ملتی ہے۔ پروردگار کو کسی کی عبادت کی حاجت نہیں۔ اس کو یہی پسند ہے کہ اس کے حبیب کی چال و حال اختیار کی جائے۔ حافظ فرماتے ہیں:

ويؤخذ منه اكرام من اخبر المرء بما يسره وفرح العالم بموافقه والاستئناس بالرويا لموافقة الدليل الشرعي وعرض الرويا على العالم والتكبير عند المسرة والعمل بالادلة الظاهرة والتنبيه على اختلاف اهل العلم لعمل بالراجح منه الموافق للدليل (فتح) یعنی اس سے یہ نکلا کہ اگر کوئی بھائی کسی کے پاس کوئی خوش کرنے والی خبر لائے تو وہ اس کا اکرام کرے اور یہ بھی کہ کسی عالم کی کوئی بات حق کے موافق پڑ جائے تو وہ خوشی کا اظہار کر سکتا ہے اور یہ بھی کہ دلیل شرعی کے موافق کوئی خواب نظر آجائے تو اس سے دلی مسرت حاصل کرنا جائز ہے اور یہ بھی کہ خواب کسی عالم کے سامنے پیش کرنا چاہئے اور یہ بھی کہ خوشی کے وقت نعرہ تکبیر بلند کرنا درست ہے اور یہ بھی کہ ظاہر دلائل پر عمل کرنا جائز ہے اور یہ بھی کہ اختلاف کے وقت اہل علم کو تنبیہ کی جاسکتی ہے کہ وہ اس پر عمل کریں جو دلیل سے راجح ثابت ہو۔

(۱۵۶۸) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، ان سے ابو شہاب نے کہا کہ میں تمتع کی نیت سے عمرہ کا احرام باندھ کے یوم ترویہ سے تین دن پہلے مکہ پہنچا۔ اس پر مکہ کے کچھ لوگوں نے کہا اب تمہارا حج مکمل ہو گا۔ میں عطاء بن ابی رباح کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہی پوچھنے کے لئے۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اسوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وہ حج کیا تھا جس میں آپ اپنے ساتھ قربانی کے اونٹ لائے تھے (یعنی حجۃ الوداع) صحابہ نے صرف مفرد حج کا احرام باندھا تھا۔ لیکن آنحضرت نے ان سے فرمایا کہ (عمرہ کا احرام باندھ لو اور) بیت اللہ کے طواف اور مقامہ کی سعی کے بعد اپنے احرام کھول ڈالو اور پال ترشوالو۔ یوم ترویہ تک برابر اسی طرح حلال رہو،

۱۵۶۸ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ قَالَ : قَدِمْتُ مُتَمَتِّعًا مَكَّةَ بِعُمْرَةٍ ، فَدَخَلْنَا قَبْلَ التَّزْوِيَةِ بِثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ، فَقَالَ لِي أَنَسٌ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ : تَصِيرُ الْآنَ حَجَّكَ مَكِّيَّةً ، فَدَخَلْتُ عَلَى عَطَاءٍ اسْتَفْتِيهِ فَقَالَ : ((حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ حَجَّ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ سَاقِ الْبُذْنِ مَعَهُ وَقَدْ أَهْلُوا بِالْحَجِّ مَفْرَدًا فَقَالَ لَهُمْ : ((أَحِلُّوا مِنْ إِحْرَامِكُمْ بِطَوَافِ النَّبِيِّ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَقَصَرُوا ثُمَّ

أَقِيمُوا خَلَالًا حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ التَّوْبَةِ
فَأَهْلُوا بِالْحَجِّ وَاجْعَلُوا إِلَيْهِ قَدِيمَتُمْ بِهَا
مُتَعَةً، فَقَالُوا : كَيْفَ نَجْعَلُهَا مُتَعَةً وَقَدْ
سَمَّيْنَا الْحَجَّ؟ فَقَالَ: ((افْعَلُوا مَا
أَمَرْتُكُمْ، فَلَوْ لَا أَنِّي سَمَّيْتُ الْهَذْيَ
لَفَعَلْتُ مِثْلَ الَّذِي أَمَرْتُكُمْ، وَلَكِنْ لَا يَحِلُّ
مِنِّي حَرَامٌ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَذْيُ مَحِلَّهُ)).
فَفَعَلُوا قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ أَبُو شَيْبَةَ لَيْسَ
لَهُ حَدِيثٌ مُسْنَدٌ إِلَّا هَذَا.

[راجع: ۱۵۵۶]

پھر یوم ترویہ میں مکہ ہی سے حج کا احرام باندھو اور اس طرح اپنے حج
مفرد کو جس کی تم نے پہلے نیت کی تھی اب اسے تمتع بناؤ۔ صحابہ نے
عرض کی کہ ہم اسے تمتع کیسے بنا سکتے ہیں؟ ہم تو حج کا احرام باندھ چکے
ہیں۔ اس پر آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ جس طرح میں کہہ رہا ہوں
ویسے ہی کرو۔ اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو خود میں بھی اسی طرح
کرتا جس طرح تم سے کہہ رہا ہوں۔ لیکن میں کیا کروں اب میرے
لئے کوئی چیز اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی جب تک میرے قربانی
کے جانوروں کی قربانی نہ ہو جائے۔ چنانچہ صحابہ نے آپ کے حکم کی
تعمیل کی۔ ابو عبد اللہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ ابو شیبہ کی اس
حدیث کے سوا اور کوئی مرفوع حدیث مروی نہیں ہے۔

کی حج سے یہ مراد ہے کہ مکہ والے جو مکہ ہی سے حج کرتے ہیں ان کو چونکہ تکلیف اور محنت کم ہوتی ہے لہذا ثواب بھی زیادہ
نہیں ملتا۔ ان لوگوں کی غرض یہ تھی کہ جب تمتع کیا اور حج کا احرام مکہ سے باندھا تو اب حج کا ثواب اتنا نہ ملے گا جتنا حج مفرد میں ملتا
جس کا احرام باہر سے باندھا ہوتا۔ جابر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کر کے مکہ والوں کا رد کیا اور ابو شیبہ کا شبہ دور کر دیا کہ تمتع میں ثواب
کم ملے گا۔ تمتع تو سب قسموں میں افضل ہے اور اس میں افراد اور قرآن دونوں سے زیادہ ثواب ہے۔

۱۵۶۹- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ
حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَعْمَرُ عَنْ شُعْبَةَ
عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ
قَالَ: ((اخْتَلَفَ عَلِيٌّ وَغُثَمَانُ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمَا وَهُمَا بِمُسْتَفَانٍ لِي الْمَتَعَةِ، فَقَالَ
عَلِيٌّ: مَا تَرِيدُ إِلَيَّ أَنْ تَنْهَى عَنْ أَمْرِ فَعَلَهُ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. قَالَ: فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ
عَلِيٌّ أَهْلًا يَهْمَانَا جَمِيعًا)). [راجع:

[۱۵۶۳]

(۱۵۶۹) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حجاج بن محمد
اعور نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے عمرو بن مرہ نے، ان سے
سعید بن مسیب نے کہ جب حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما
آئے تو ان میں باہم تمتع کے سلسلے میں اختلاف ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ
نے فرمایا کہ جس کو رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے اس سے آپ کیوں
روک رہے ہیں؟ اس پر عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اپنے
حال پر رہنے دو۔ یہ دیکھ کر علی رضی اللہ عنہ نے حج اور عمرہ دونوں کا
احرام ایک ساتھ باندھا۔

مسئلہ ۱۵۶۳: مسلمان ایک مقام ہے کہ سے ۳۶ میل پر یمن کے تریز مشہور ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے گو خود تمتع نہیں کیا تھا مگر دوسرے
لوگوں کو اس کا حکم دیا تو گویا خود کیا۔ یمن یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بحث تو تمتع میں تھی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قرآن کیا، اس
کا کیا مطلب ہے۔ جواب یہ ہے کہ قرآن اور تمتع دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دونوں کو ناجائز سمجھتے تھے۔ عجیب بات
ہے قرآن شریف میں صاف یہ موجود ہے۔ فمن لمع بالعمرة الى الحج اور احادیث میں متعدد صحابہ کی موجود ہیں۔ جن سے یہ ثابت
ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تمتع کا حکم دیا۔ پھر ان صاحبوں کا اس سے منع کرنا سمجھ میں نہیں آتا۔ بعضوں نے کہا کہ حضرت عمر اور

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس تمتع سے منع کرتے تھے کہ حج کی نیت کر کے حج کا فتح کر دینا اس کو عمرہ بنا دینا۔ مگر یہ بھی صراحتاً احادیث سے ثابت ہے۔ بعضوں نے کہا یہ ممانعت بطور تنزیہ کے تھی۔ یعنی تمتع کو فضیلت کے خلاف جانتے تھے۔ یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ حدیث سے صاف یہ ثابت ہے کہ تمتع سب سے افضل ہے۔ حاصل کلام یہ کہ یہ مقام مشکل ہے اور یہی وجہ تھی کہ حضرت عثمان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابل کچھ جواب نہ بن پڑا۔ اس سلسلہ میں حافظ صاحب فرماتے ہیں:

وفی قصة عثمان و علی من الفوائد اشاعة العلم ما عنده من العلم و اظهاره و مناظرة و لالة الامور و غیرهم فی تحقیقہ لمن قوی علی ذلک لقصد منا صحة المسلمین والبیان بالفعل مع القول و جواز استنباط من النص لان عثمان لم یخف علیہ ان التمتع و القرآن جائزان و انما نهی عنهما ليعمل بالافضل کما وقع لعمر و لکن خشی علی ان یحمل غیرہ النهی علی التحريم فاشاع جواز ذلک و کل منهما مجتهد ما جاور (فتح الباری)

یعنی حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واقعہ مذکورہ میں بہت سے فوائد ہیں۔ مثلاً جو کچھ کسی کے پاس علم ہو اس کی اشاعت کرنا اور اہل اسلام کی خیر خواہی کے لئے امر حق کا اظہار کرنا یہاں تک کہ اگر مسلمان حاکموں سے مناظرہ تک کی نیت پہنچ جائے تو یہ بھی کر ڈالنا اور کسی امر حق کا محض بیان ہی نہ کرنا بلکہ اس پر عمل بھی کر کے دکھلا دینا اور نص سے کسی مسئلہ کا استنباط کرنا۔ کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ چیز مخفی نہ تھی حج تمتع اور قرآن بھی جائز ہیں مگر انہوں نے افضل پر عمل کرنے کے خیال سے تمتع سے منع فرمایا۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی واقع ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے اس پر محمول کیا کہ عوام الناس کہیں اس نئی کو تحریم پر محمول نہ کر بیٹھیں۔ اس لئے انہوں نے اس کے جواز کا اظہار فرمایا بلکہ عمل بھی کر کے دکھلا دیا۔ پس ان میں دونوں ہی مجتہد ہیں اور ہر دو کو اجر و ثواب ملے گا۔

اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ نیک نیتی کے ساتھ کوئی فروعی اختلاف واقع ہو تو اس پر ایک دوسرے کو برا بھلا نہیں کہنا چاہئے۔ بلکہ صرف اپنی تحقیق پر عمل کرتے ہوئے دوسرے کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دینا چاہئے۔ ایسے فروعی امور میں اختلاف فہم کا ہونا قدرتی چیز ہے۔ جس کے لئے صد ہا مثالیں سلف صالحین میں موجود ہیں۔ مگر صد افسوس کہ دور حاضرہ کے کم فہم علماء نے ایسے ہی اختلافات کو رائی کا پاڑ بنا کر امت کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ اللہم ارحم علی امة حبیبک۔

باب اگر کوئی لبیک میں حج کا نام لے

۳۵- بَابُ مَنْ لَبَّى بِالْحَجِّ وَ سَمَّاهُ

یعنی لبیک حج کی پکارے اور حج کا احرام باندھے تب بھی مکہ میں پہنچ کر حج کو فتح کر سکتا ہے اور عمرہ کر کے احرام کھول سکتا ہے۔

(۱۵۷۰) ہم سے مسدود نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن

زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، کہا کہ میں نے مجاہد سے

سنا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے بیان

کیا، انہوں نے کہا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

ساتھ آئے تو ہم نے حج کی لبیک پکاری۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں

حکم دیا تو ہم نے اسے عمرہ بنالیا۔

۱۵۷۰- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ

بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ قَالَ : سَمِعْتُ مُجَاهِدًا

يَقُولُ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا

قَالَ : ((قَدِمْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ،

وَنَحْنُ نَقُولُ : لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ بِالْحَجِّ ،

فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَجَعَلْنَاهَا عُمْرَةً)) .

[راجع: ۱۵۵۹]

باب نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں تمتع کا

۳۶- بَابُ التَّمَتُّعِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ

جاری ہونا

(۱۵۷۱) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمام بن منیٰ نے قتادہ سے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے مطرف نے عمران بن حصین سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ہم نے تمتع کیا تھا اور خود قرآن میں تمتع کا حکم نازل ہوا تھا۔ اب ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کہہ دیا۔

۱۵۷۱- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَامٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي مُطَرِّفٌ عَنْ عِمْرَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((تَمَتَّنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَنَزَلَ الْقُرْآنُ، قَالَ رَجُلٌ بِرَأْيِهِ مَا شَاءَ)).

[طرفہ بی : ۴۵۱۸]۔

باب اللہ کا سورہ بقرہ میں یہ فرمانا

تمتع یا قربانی کا حکم ان لوگوں کے لئے ہے جن کے گھر والے مسجد حرام کے پاس نہ رہتے ہوں

۳۷- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ:

﴿ذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ [البقرة: ۱۹۶]

اختلاف ہے کہ حاضری المسجد الحرام کون لوگ ہیں۔ امام مالکؒ کے نزدیک اہل مکہ مراد ہیں۔ بعضوں کے نزدیک اہل حرم۔ ہمارے امام احمد بن حنبلؒ اور شافعی کا قول ہے کہ وہ لوگ مراد ہیں جو مکہ سے مسافت قصر کے اندر رہتے ہوں۔ حنفیہ کے نزدیک مکہ والوں کو تمتع درست نہیں اور شافعی وغیرہ کا قول ہے کہ مکہ والے تمتع کر سکتے ہیں لیکن ان پر قربانی یا روزے واجب نہیں اور ذلک کا اشارہ اسی طرف ہے یعنی یہ قربانی اور روزہ کا حکم۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ ذالک کا اشارہ تمتع کی طرف ہے یعنی تمتع اسی کو جائز ہے جو مسجد حرام کے پاس نہ رہتا ہو یعنی آفاقی ہو (وحیدی)

(۱۵۷۲) اور ابو کامل فضیل بن حسین بصری نے کہا کہ ہم سے ابو معشر یوسف بن یزید براء نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عثمان بن غیاث نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے، ابن عباسؓ سے حج میں تمتع کے متعلق پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر ماجرین انصار نبی کریم ﷺ کی ازواج اور ہم سب نے احرام باندھا تھا۔ جب ہم مکہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے احرام کو حج اور عمرہ دونوں کے لئے کر لو لیکن جو لوگ قربانی کا جانور اپنے ساتھ لائے ہیں (وہ عمرہ کرنے کے بعد حلال نہیں ہوں گے) چنانچہ ہم نے بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کر لی تو اپنا احرام کھول ڈالا اور ہم اپنی بیویوں کے پاس گئے اور سلے ہوئے کپڑے پہنے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ جس کے ساتھ قربانی کا جانور ہے وہ اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتا جب تک ہدی اپنی جگہ نہ پہنچ لے

۱۵۷۲- وَقَالَ أَبُو كَامِلٍ فَضِيلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْشَرَ الْبَرَاءِ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ مَتْنَةِ الْحَجِّ فَقَالَ: ((أَهْلُ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ وَأَزْوَاجُ النَّبِيِّ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوُدَاعِ وَأَهْلُنَا، فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((اجْعَلُوا إِهْلَاكَكُمْ بِالْحَجِّ عُمْرَةً إِلَّا مَنْ قَلَدَ الْهَدْيَ، طَفْنَا بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَأَتَيْنَا النِّسَاءَ وَلَبَسْنَا الثِّيَابَ))، وَقَالَ: ((مَنْ قَلَدَ الْهَدْيَ فَلَبَنَهُ لَا يَجِلُّ لَهُ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ

(یعنی قربانی نہ ہو لے) ہمیں (جنہوں نے ہدیٰ ساتھ نہیں لی تھی) آپؐ نے آٹھویں تاریخ کی شام کو حکم دیا کہ ہم حج کا احرام باندھ لیں۔ پھر جب ہم مناسک حج سے فارغ ہو گئے تو ہم نے آکر بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کی، پھر ہمارا حج پورا ہو گیا اور اب قربانی ہم پر لازم ہوئی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”جسے قربانی کا جانور میسر ہو (تو وہ قربانی کرے) اور اگر کسی کو قربانی کی طاقت نہ ہو تو تین روزے حج میں اور سات دن گھر واپس ہونے پر رکھے (قربانی میں) بکری بھی کافی ہے۔ تو لوگوں نے حج اور عمرہ دونوں عبادتیں ایک ہی سال میں ایک ساتھ ادا کیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی کتاب میں یہ حکم نازل کیا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے اس پر خود عمل کر کے تمام لوگوں کے لئے جائز قرار دیا تھا۔ البتہ مکہ کے باشندوں کا اس سے استثناء ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ”یہ حکم ان لوگوں کے لئے ہے جن کے گھر والے مسجد الحرام کے پاس رہنے والے نہ ہوں۔“ اور حج کے جن مہینوں کا قرآن میں ذکر ہے وہ شوال، ذیقعدہ اور ذی الحجہ ہیں۔ ان مہینوں میں جو کوئی بھی تمتع کرے وہ یا قربانی دے یا اگر مقدور نہ ہو تو روزے رکھے۔ اور رفق کا معنی جماع (یا فحش باتیں) اور فسوق گناہ اور جدال لوگوں سے جھگڑنا۔

باب مکہ میں داخل ہوتے وقت

غسل کرنا

(۱۵۷۳) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا، انہیں ایوب سختیانی نے خبر دی، انہیں نافع نے انہوں نے بیان کیا کہ جب عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حرم کی سرحد کے قریب پہنچتے تو تلبیہ کہنا بند کر دیتے۔ رات ذی طویٰ میں گزارتے، صبح کی نماز وہیں پڑھتے اور غسل کرتے (پھر مکہ میں داخل ہوتے) آپؐ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

مَحَلَّةٌ)). ثُمَّ أَمَرَنَا عَشِيَّةَ التَّزْوِيَةِ أَنْ نَهْلَ بِالنَّحْجِ، فَإِذَا فَرَعْنَا مِنَ الْمَنَاسِكِ جِئْنَا فُطْفًا بِالنَّيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقَدْ تَمَّ حَجُّنَا وَعَلَيْنَا الْهَدْيُ كَمَا قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿فَمَا اسْتَسْرَ مِنْ الْهَدْيِ، فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي النَّحْجِ وَسَبْعَةِ إِذَا رَجَعْتُمْ﴾ إِلَى أَصْصَارِكُمْ، الشَّاءَ تَجْزِي. فَجَمَعُوا نُسُكَيْنِ فِي عَامٍ بَيْنَ النَّحْجِ وَالْعُمْرَةِ، فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَنْزَلَهُ فِي كِتَابِهِ وَسَنَّهُ نَبِيُّهُ ﷺ وَأَبَاحَهُ لِلنَّاسِ غَيْرِ أَهْلِ مَكَّةَ. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿ذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاصِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ وَأَشْهُرُ النَّحْجِ الَّتِي ذَكَرَ اللَّهُ تَعَالَى: شَوَّالٌ وَذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ، فَمَنْ تَمَتَّعَ فِي هَذِهِ الْأَشْهُرِ فَعَلَيْهِ دَمٌ أَوْ صَوْمٌ)). وَالرَّفْقُ الْجَمَاعُ، وَالْفُسُوقُ الْمَعَاصِي، وَالْجِدَالُ الْمِرَاءُ.

۳۸- بَابُ الْإِغْتِسَالِ عِنْدَ دُخُولِ

مَكَّةَ

۱۵۷۳- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُثَيْمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: ((كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا إِذَا دَخَلَ أَذَى الْحَرَمِ أَمْسَكَ عَنِ التَّلْبِيَةِ. ثُمَّ بَيَّتَ بِذِي طَوِيٍّ، ثُمَّ يُصَلِّي بِهِ الصُّبْحَ وَيَغْتَسِلُ، وَيُحَدِّثُ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ)). [راجع: ۱۵۵۳]

یہ غسل ہر ایک کے لئے مستحب ہے گو حائضہ یا نفاس والی عورت ہو۔ اگر کوئی تنہا سے عمرے کا احرام باندھ کر آئے تو مکہ میں کھتے وقت پھر غسل کرنا مستحب نہیں کیونکہ تنہا مکہ سے بہت قریب ہے۔ البتہ اگر دور سے احرام باندھ کر آیا ہو جیسے جمرانہ یا حدیبیہ سے تو پھر غسل کر لینا مستحب ہے (قططانی)

۳۹- بَابُ دُخُولِ مَكَّةَ نَهَارًا أَوْ لَيْلًا

باب مکہ میں رات اور دن میں داخل ہونا

نسخہ مطبوعہ مصر میں اس کے بعد اتنی عبارت زیادہ ہے۔ بات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہذی طویٰ حتیٰ أصبح ثم دخل مکة یعنی آپ رات کو ذی طویٰ میں رہ گئے صبح تک پھر مکہ میں داخل ہوئے۔ ترجمہ باب میں رات کو بھی داخل ہونا مذکور ہے۔ لیکن کوئی حدیث اس مضمون کی امام بخاریؒ نہیں لائے۔ اصحاب سنن نے روایت کیا کہ آپ جمرانہ کے عمرہ میں مکہ میں رات کو داخل ہوئے اور شاید امام بخاریؒ نے اس طرف اشارہ کیا۔ بعضوں نے یوں جواب دیا کہ ذی طویٰ خود مکہ ہے اور آپ شام کو وہاں پہنچے تھے تو اس سے رات کو داخل ہونے کا جواز نکل آیا۔ بہر حال رات ہو یا دن دونوں میں داخلہ جائز ہے۔

حافظ صاحب فرماتے ہیں: واما المدخول لیلًا فلم یقع منه صلی اللہ علیہ وسلم الا فی عمرۃ الجعرانۃ فانہ صلی اللہ علیہ وسلم احرم من الجعرانۃ ودخل مکة لیلًا ففضی امر العمرۃ ثم رجع لیلًا فاصبح بالجعرانۃ کبالت کما رواہ اصحاب السنن الثلاثة من حدیث معروض الکمی وترجم علیہ النسائی دخول مکة لیلًا وروی سعد بن منصور عن ابراهیم النخعی قال کانوا یتستحبون ان یدخلوا مکة نهارا ویخرجوا منها لیلًا واخرج عن عطاء ان شتم فادخلوا لیلًا انکم لستم کرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انه کان امام فاحب ان یدخلها نهارا لیراہ الناس انتہی وقضیۃ هذا ان من کان اماما یقتدی بہ استحباب لہ ان یدخلها نهارا۔

یعنی آنحضرت ﷺ کا مکہ شریف میں رات کو داخل ہونا یہ صرف عمرہ جمرانہ میں ثابت ہے جب کہ آپ نے جمرانہ سے احرام باندھا اور رات کو آپ مکہ شریف میں داخل ہوئے اور اسی وقت عمرہ کر کے رات ہی کو واپس ہو گئے اور صبح آپ نے جمرانہ ہی میں کی۔ گویا آپ نے ساری رات یہیں گزاری ہے جیسا کہ اصحاب سنن ثلاثہ نے روایت کیا ہے۔ بلکہ امام نسائیؒ نے اس پر باب باندھا کہ مکہ میں رات کو داخل ہونا۔ اور ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ وہ مکہ شریف میں دن کو داخل ہونا مستحب گردانتے تھے اور رات کو واپس ہونا اور عطاءؒ نے کہا کہ اگر تم چاہو رات کو داخل ہو جاؤ تم رسول اللہ ﷺ جیسے نہیں ہو، آپؐ امام اور مقتدی تھے، آپ نے اسی کو پسند فرمایا کہ دن میں آپ داخل ہوں اور لوگ آپ کو دیکھ کر مطمئن ہوں۔ خلاصہ یہ کہ جو کوئی بھی امام ہو اس کے لئے یہی مناسب ہے کہ دن میں مکہ شریف میں داخل ہو۔

(۱۵۷۴) ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبید اللہ عمری نے بیان کیا، ان سے ثعلب نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا، آپؐ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی طویٰ میں رات گزاری۔ پھر جب صبح ہوئی تو آپؐ مکہ میں داخل ہوئے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

باب مکہ میں کدھر سے داخل ہو

(۱۵۷۵) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، ان سے معن بن عیسٰی

۱۵۷۴- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ : حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : ((بَاتَ النَّبِيُّ ﷺ بِذِي طَوًى حَتَّى أَصْبَحَ ثُمَّ دَخَلَ مَكَّةَ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَفْعَلُهُ)). [راجع: ۱۵۰۳]

۴۰- بَابُ مِنْ أَيْنَ يَدْخُلُ مَكَّةَ

۱۵۷۵- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ:

نے بیان کیا، ان سے امام مالکؒ نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمرؓ نے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں بلند گھائی (یعنی جنت المصلیٰ) کی طرف سے داخل ہوتے اور نکلتے ثنیہ سفلیٰ کی طرف سے یعنی نیچے کی گھائی (باب شیکہ) کی طرف سے۔

حَدَّثَنِي مَعْنٌ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدْخُلُ مَكَّةَ مِنَ الثَّنِيَةِ الْأَعْلَى، وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَةِ السُّفْلَى)).

[طرفہ فی : ۱۵۷۶]

باب مکہ سے جاتے وقت کون سی راہ سے جائے

(۱۵۷۶) ہم سے مسدد بن مسدد بصری نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ عمری نے، ان سے نافع نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثنیہ علیا یعنی مقام کداء کی طرف سے داخل ہوتے جو بطحاء میں ہے۔ اور ثنیہ سفلیٰ کی طرف سے نکلتے تھے یعنی نیچے والی گھائی کی طرف سے۔

۴۱- بابٌ مِنْ أَيْنَ يَخْرُجُ مِنْ مَكَّةَ ۱۵۷۶- حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرَّهٍ الْبَصْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَخَلَ مَكَّةَ مِنْ كَدَاءِ مِنَ الثَّنِيَةِ الْأَعْلَى الَّتِي بِالْبَطْحَاءِ، وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَةِ السُّفْلَى)). [راجع: ۱۵۷۵]

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ مکہ شریف میں ایک راہ سے آنا اور دوسری راہ سے جانا مستحب ہے۔ نسخہ مطبوعہ مصر میں **شرح** یہاں اتنی عبارت زیادہ ہے۔ قال ابو عبد الله كان يقال هو مسدد كاسمه قال ابو عبد الله سمعت يحيى بن معين يقول سمعت يحيى بن سعيد القطان يقول لو ان مسدد اتيه في بيته فحدثته لاسخى ذلك وما ابالي كسبي كانت عندي او عند مسدد يعني امام بخاري نے کما مسدد اسم باسمی تھے یعنی مسدد کے معنی عربی زبان میں مضبوط اور درست کے ہیں تو وہ حدیث کی روایت میں مضبوط اور درست تھے اور میں نے یحییٰ بن معین سے سنا، وہ کہتے ہیں میں نے یحییٰ قطان سے سنا، وہ کہتے تھے اگر میں مسدد کے گھر جا کر ان کو حدیث سنایا کرتا تو وہ اس کے لائق تھے اور میری کتابیں حدیث کی میرے پاس رہیں یا مسدد کے پاس مجھے کچھ پرواہ نہیں۔ گویا یحییٰ قطان نے مسدد کی بے حد تعریف کی۔

(۱۵۷۷) ہم سے حمیدی اور محمد بن ثنیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے والد نے، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں تشریف لائے تو اوپر کی بلند جانب سے شہر کے اندر داخل ہوئے اور (مکہ سے) واپس جب گئے تو نیچے کی طرف سے نکل گئے۔

۱۵۷۷- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا جَاءَ إِلَى مَكَّةَ دَخَلَ مِنْ أَعْلَاهَا وَخَرَجَ مِنْ أَسْفَلِهَا)).

[أطرافه فی : ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰]

[۱۵۸۱، ۴۲۹۰، ۴۲۹۱]

(۱۵۷۸) ہم سے محمود بن غیلان مروزی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا۔ ان سے ان کے والد عروہ بن زبیر نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے موقع پر شرمیں کدّاء کی طرف سے داخل ہوئے اور کدّی کی طرف سے نکلے جو مکہ کے بلند جانب ہے۔

۱۵۷۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غِيلَانَ الْمَرْوَزِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ وَخَرَجَ مِنْ كَدَاءٍ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ)). [راجع: ۱۵۷۷]

کدّاء بلند ایک پہاڑ ہے مکہ کے نزدیک اور کدّی شہم کاف بھی ایک دو سرا پہاڑ ہے جو یمن کے راستے ہے۔ یہ روایت بظاہر اگلی روایتوں کے خلاف ہے۔ لیکن کربانی نے کہا کہ یہ فتح مکہ کا ذکر ہے اور اگلی روایتوں میں حجۃ الوداع کا۔ حافظ نے کہا یہ راوی کی غلطی ہے اور ٹھیک یہ ہے کہ آپ کدّاء یعنی بلند جانب سے داخل ہوئے یہ عبارت من اعلیٰ کدّاء مکہ سے متعلق ہے نہ کدّی بالقصر سے (وحیدی)

(۱۵۷۹) ہم سے احمد بن عیسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد اللہ ابن وہب نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عمرو بن حارث نے خبر دی، انہیں ہشام بن عروہ نے، انہیں ان کے والد عروہ بن زبیر نے اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر داخل ہوتے وقت مکہ کے بالائی علاقہ کدّاء سے داخل ہوئے۔ ہشام نے بیان کیا کہ عروہ اگرچہ کدّاء اور کدّی دونوں طرف سے داخل ہوتے تھے لیکن اکثر کدّی سے داخل ہوتے کیونکہ یہ راستہ ان کے گھر سے قریب تھا۔

۱۵۷۹- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ)). قَالَ هِشَامٌ وَكَانَ عُرْوَةُ يَدْخُلُ عَلَى كِلَيْهِمَا - مِنْ كَدَاءٍ وَكَدَاءٍ - وَأَكْثَرُ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَاءٍ، وَكَانَتْ أَقْرَبَهُمَا إِلَى مَنْزِلِهِ. [راجع: ۱۵۷۷]

(۱۵۸۰) ہم سے عبد اللہ بن عبد الوہاب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حاتم بن اسماعیل نے ہشام سے بیان کیا، ان سے عروہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر مکہ کے بالائی علاقہ کدّاء کی طرف سے داخل ہوئے تھے۔ لیکن عروہ اکثر کدّی کی طرف سے داخل ہوتے تھے کیونکہ یہ راستہ ان کے گھر سے قریب تھا۔

۱۵۸۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ ((دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ، وَكَانَ عُرْوَةُ أَكْثَرَ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَاءٍ، وَكَانَ أَقْرَبَهُمَا إِلَى مَنْزِلِهِ)). [راجع: ۱۵۷۷]

(۱۵۸۱) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام نے اپنے باپ سے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے موقع پر کدّاء سے

۱۵۸۱- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ ((دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ وَكَانَ عُرْوَةَ

داخل ہوئے تھے۔ عروہ خود اگرچہ دونوں طرف سے (کدّاء اور کدئی) داخل ہوتے لیکن اکثر آپ کدئی کی طرف سے داخل ہوتے تھے کیونکہ یہ راستہ ان کے گھر سے قریب تھا۔ ابو عبد اللہ امام بخاریؒ نے کہا کہ کدّاء اور کدئی دو مقامات کے نام ہیں۔

باب فضائل مکہ اور کعبہ کی بناء کا بیان

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ”اور جبکہ بنا دیا ہم نے خانہ کعبہ کو بار بار لوٹنے کی جگہ لوگوں کے لئے اور کر دیا اس کو امن کی جگہ اور (حکم دیا ہم نے) کہ مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بناؤ اور ہم نے ابراہیم اور اسمعیل سے عہد لیا کہ وہ دونوں پاک کر دیں میرے مکان کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع سجدہ کرنے والوں کے لئے۔ اے اللہ! کر دے اس شہر کو امن کی جگہ اور یہاں کے ان رہنے والوں کو پھلوں سے روزی دے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائیں صرف ان کو“ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جس نے کفر کیا اس کو میں دنیا میں چند روز مزے کرنے دوں گا پھر اسے دوزخ کے عذاب میں کھینچ لاؤں گا اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ اور جب ابراہیم و اسمعیل علیہما السلام خانہ کعبہ کی بنیاد اٹھا رہے تھے (تو وہ یوں دعا کر رہے تھے) اے ہمارے رب! ہماری اس کوشش کو قبول فرما۔ تو نبی ہماری (دعاؤں کو) سننے والا اور (ہماری نیّتوں کا) جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب! ہمیں اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری نسل سے ایک جماعت بنائیو جو تیری فرمانبرداری ہو۔ ہم کو احکام حج سکھا اور ہمارے حال پر توجہ فرما کہ تو بہت ہی توجہ فرمانے والا ہے اور بڑا رحیم ہے۔

(۱۵۸۲) ہم سے عبد اللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو عاصم نبیل نے بیان کیا، کہا کہ مجھے ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی، کہا کہ میں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ (زمانہ جاہلیت میں) جب کعبہ کی تعمیر ہوئی تو نبی کریم ﷺ اور عباس رضی اللہ عنہ بھی پتھر اٹھا کر لا رہے تھے۔ عباس رضی اللہ عنہ نے

يَدْخُلُ مِنْهُمَا كِلَاهُمَا، وَكَانَ أَكْثَرُ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَاءٍ أَقْرَبَهُمَا إِلَى مَنْزِلِهِ)).
قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: كَدَاءٌ وَكَدَأٌ مَوْضِعَانِ.
[راجع: ۱۵۷۷]

۴۲- بَابُ فَضْلِ مَكَّةَ وَبُيَّاتِهَا

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنَا وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنَّ طَهَّرَا بَيْتِي لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ. وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَىٰ عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ. وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ. رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا، إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ [البقرة: ۱۲۵-۱۲۸]

۱۵۸۲- حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: ((لَمَّا بُيِّتَ الْكَعْبَةُ ذَهَبَ

النَّبِيُّ ﷺ وَعَبَّاسٌ يُقْلَانِ الْحِجَارَةَ، فَقَالَ
الْعَبَّاسُ لِلنَّبِيِّ ﷺ: اجْعَلْ لِإِزَارِكَ عَلَى
رَقِيتِكَ، فَعَزَّ إِلَى الْأَرْضِ، فَطَمَحَتْ عَيْنَاؤُهُ
إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ: أُرِييَ لِإِزَارِي، فَشَدَّهُ
عَلَيْهِ. [راجع: ١٢٦]

١٥٨٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ
مَالِكٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ
اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مُحَمَّدٍ بْنَ أَبِي بَكْرٍ
أَخْبَرَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُمْ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
ﷺ قَالَ لَهَا: ((أَلَمْ تَرَيِ أَنَّ قَوْمَكَ جِئْنَ
بُنَا الْكُفَّةِ اقْصَرُوا عَنْ قَوَاعِدِ
إِبْرَاهِيمَ؟)) فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِلَّا
تَرَدُّدُهَا عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ؟ قَالَ: ((لَوْ لَا
جِدْنَا قَوْمَكَ بِالْكَفْرِ لَقَعَلْتُ)).

فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : لَيْنَ كَانَتْ
عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا سَمِعَتْ هَذَا مِنْ
رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَا أَرَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
تَرَكَ اسْتِئْثَامَ الرُّكْبَيْنِ اللَّذَيْنِ يَلْيَانِ الْحَجَرَ
إِلَّا أَنْ أُتِيَتْ لَمْ يُنْعِمَ عَلَى قَوَاعِدِ
إِبْرَاهِيمَ. [راجع: ١٢٦]

﴿تَبٰرَكَ الَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ يَخْتَارُ﴾
 کیونکہ عظیم حضرت ابراہیمؑ کی بنائیں کو
 کی زمین کعبہ کے باہر چھٹی رہنے دی۔ ۱۵۸۴-
 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو
 الْأَخْوَصِ قَالَ حَدَّثَنَا أَشْعَثُ عَنْ الْأَسْوَدِ

١٥٨٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو
الْأَخْوَصِ قَالَ حَدَّثَنَا أَشْعَثُ عَنْ الْأَسْوَدِ

(۱۵۸۴) ہم سے مسد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو الاحوص سلام بن سلیم جعفی نے بیان کیا، ان سے اشعث نے بیان کیا،

ان سے اسود بن یزید نے اور ان سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا حطیم بھی بیت اللہ میں داخل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، پھر میں نے پوچھا کہ پھر لوگوں نے اسے کعبے میں کیوں ہمیں شامل کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ تمہاری قوم کے پاس خرچ کی کمی پڑ گئی تھی۔ پھر میں نے پوچھا کہ یہ دروازہ کیوں اونچا بنایا؟ آپ نے فرمایا کہ یہ بھی تمہاری قوم ہی نے کیا تاکہ جسے چاہیں اندر آنے دیں اور جسے چاہیں روک دیں۔ اگر تمہاری قوم کی جاہلیت کا زمانہ تازہ تازہ نہ ہوتا اور مجھے اس کا خوف نہ ہوتا کہ ان کے دل بگڑ جائیں گے تو اس حطیم کو بھی میں کعبہ میں شامل کر دیتا اور کعبہ کا دروازہ زمین کے برابر کر دیتا۔

(۱۵۸۵) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، ان سے ہشام نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا، اگر تمہاری قوم کا زمانہ کفر سے ابھی تازہ نہ ہوتا تو میں خانہ کعبہ کو توڑ کر اسے ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر بناتا کیونکہ قریش نے اس میں کمی کر دی ہے۔ اس میں ایک دروازہ اور اس دروازے کے مقابل رکھتا۔ ابو معاویہ نے کہا ہم سے ہشام نے بیان کیا۔ حدیث میں خلف سے دروازہ مراد ہے۔

سید اب کعبہ میں ایک ہی دروازہ ہے وہ بھی قد آدم سے زیادہ اونچا ہے۔ داخلے کے وقت لوگ بڑی مشکل سے بیڑھی پر چڑھ کر کعبے کے اندر جاتے ہیں اور ایک ہی دروازہ ہونے سے اس کے اندر تازی ہوا مشکل سے آتی ہے۔ داخلے کے لئے کعبہ شریف کو ایام حج میں بہت تھوڑی مدت کے لئے کھولا جاتا ہے۔ الحمد للہ کہ ۱۳۵۱ھ کے حج میں کعبہ شریف میں مترجم کو داخلہ نصیب ہوا تھا۔ واللہ علی ذالک۔

(۱۵۸۶) ہم سے بیان بن عمرو نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یزید بن ہارون نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یزید بن رومان نے بیان کیا، ان

بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْجَنْدَرِ أَمِنَ الْبَيْتِ هُوَ؟ قَالَ: ((نَعَمْ)). قُلْتُ: فَمَا لَهُمْ لَمْ يَدْخُلُوهُ فِي الْبَيْتِ؟ قَالَ: ((إِنَّ قَوْمَكَ قَصَرَتْ بِهِمُ النَّفَقَةُ)).

قُلْتُ: فَمَا شَأْنُ بَابِهِ مُرْتَفِعًا؟ قَالَ: ((فَعَلَ ذَلِكَ قَوْمُكَ لِيَدْخُلُوا مِنْ شَاءُوا وَيَمْنَعُوا مَنْ شَاءُوا، وَلَوْلَا أَنَّ قَوْمَكَ حَدِيثَ عَنْهُمْ بِالْجَاهِلِيَّةِ فَأَخَافُ أَنْ تُنْكَرَ قُلُوبُهُمْ أَنْ أَدْخِلَ الْجَنْدَرَ فِي الْبَيْتِ وَأَنْ أَصْرُقَ بَابَهُ بِالْأَرْضِ)). [راجع: ۱۲۶]

۱۵۸۵- حَدَّثَنَا عُثَيْبُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَوْ لَا حَدَاثَةُ قَوْمِكَ بِالْكَفْرِ لَنَقَضْتُ الْبَيْتَ ثُمَّ لَبَنَيْتُهُ عَلَى أَسَاسِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، فَإِنْ قُرَيْشًا اسْتَفْصَرَتْ بِنَاءَهُ، وَجَعَلْتُ لَهُ خَلْفًا)). قَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ:

خَلْفًا يَعْنِي بَابًا. [راجع: ۱۲۶]

۱۵۸۶- حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ رُومَانَ عَنْ غُرْوَةَ عَنْ

سے عروہ نے اور ان سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عائشہ! اگر تیری قوم کا زمانہ جاہلیت ابھی تازہ نہ ہوتا، تو میں بیت اللہ کو گرانے کا حکم دے دیتا تاکہ (نئی تعمیر میں) اس حصہ کو بھی داخل کر دوں جو اس سے باہر رہ گیا ہے اور اس کی کرسی زمین کے برابر کر دوں اور اس کے دو دروازے بنادوں، ایک مشرق میں اور ایک مغرب میں۔ اس طرح ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر اس کی تعمیر ہو جاتی۔ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا کعبہ کو گرانے سے یہی مقصد تھا۔ یزید نے بیان کیا کہ میں اس وقت موجود تھا جب عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اسے گرایا تھا اور اس کی نئی تعمیر کر کے حطیم کو اس کے اندر کر دیا تھا۔ میں نے ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کے پائے بھی دیکھے جو اونٹ کی کوہان کی طرح تھے۔ جریر بن حازم نے کہا کہ میں نے ان سے پوچھا، ان کی جگہ کہاں ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میں ابھی دکھاتا ہوں۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ حطیم میں گیا اور آپ نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ وہ جگہ ہے۔ جریر نے کہا کہ میں نے اندازہ لگایا کہ وہ جگہ حطیم میں سے چھ ہاتھ ہوگی یا ایسی ہی کچھ۔

[راجعہ: ۱۲۶]

معلوم ہوا کہ کل حطیم کی زمین کعبہ میں شریک نہ تھی۔ کیونکہ پرنا لے سے لے کر حطیم کی دیوار تک سترہ ہاتھ جگہ ہے اور ایک تہائی ہاتھ دیوار کا عرض دو ہاتھ اور تہائی ہے۔ باقی پندرہ ہاتھ حطیم کے اندر ہے۔ بعض کہتے ہیں کل حطیم کی زمین کعبہ میں شریک تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں امتیاز کے لئے حطیم کے گرد ایک چھوٹی سی دیوار اٹھا دی (وحیدی) جس مقدس جگہ پر آج خانہ کعبہ کی عمارت ہے یہ وہ جگہ ہے جہاں فرشتوں نے پہلے پہل عبادت الہی کے لئے مسجد تعمیر کی۔ قرآن مجید میں ہے۔ ﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ﴾ (آل عمران: ۹۶) یعنی اللہ کی عبادت کے لئے اور لوگوں کی ہدایت کے لئے برکت والا گھر جو سب سے پہلے دنیا کے اندر تعمیر ہوا وہ مکہ شریف والا گھر ہے۔

ابن ابی شیبہ، اسحاق بن راہویہ، عبد بن حمید، حرث بن ابی اسامہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ان رجلا قال لہ الا تخبرنی عن البیت اھو اول بیت وضع فی الارض قال لا ولكنہ اول بیت وضع للناس فیہ البرکۃ والھدٰی ومقام ابراہیم ومن دخلہ کان امنًا ایک شخص نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آیا وہ سب سے پہلا مکان ہے جو روئے زمین پر بنایا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بات نہیں ہے بلکہ یہ متبرک مقامات میں سب سے پہلا مکان ہے جو لوگوں کے لئے تعمیر ہوا اس میں برکت اور ہدایت ہے اور مقام ابراہیم ہے جو شخص وہاں داخل ہو جائے اس کو امن مل جاتا ہے۔

حضرت آدمؑ کا بیت اللہ کو تعمیر کرنا!

عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر، حضرت عطاء سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا۔ قال آدم ای رب مالی لا اسمع اصوات المملئكة قال لخطيئتك ولكن اهبط الى الارض فابن لي بيتا ثم احفف به كما رايت الملائكة تحف بيتي الذي في السماء فزعم الناس انه بناه خمسة اجبل من حراء ولبنان وطور زينا وطور سينا والحدودي فكان هذا بنا آدم حتى بناه ابراهيم بعد (ترجمہ) حضرت آدم ﷺ نے بارگاہ الہی میں عرض کی، پروردگار کیا بات ہے کہ مجھے فرشتوں کی آوازیں سنائی نہیں دیتیں۔ ارشاد الہی ہوا یہ تمہاری اس لغزش کا سبب ہے جو شجر ممنوعہ کے استعمال کے باعث تم سے ہو گئی۔ لیکن ایک صورت ابھی باقی ہے کہ تم زمین پر اترو اور ہمارے لئے ایک مکان تیار کرو اور اس کو گھیرے رہو جس طرح تم نے فرشتوں کو دیکھا ہے کہ وہ ہمارے مکان کو جو آسمان پر ہے گھیرے ہوئے ہیں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ اس حکم کی بنا پر حضرت آدم نے کوہ حراء، لبنان، طور زینا، طور سینا اور جودی ایسے پانچ پہاڑوں کے پتھروں سے بیت اللہ شریف کی تعمیر کی، یہاں تک کہ اس کے آثار مٹ گئے تو حضرت ابراہیم ﷺ نے اس کے بعد از سر نو اس کو تعمیر کیا۔ ابن جریر، ابن ابی حاتم اور طبرانی نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: لما اهبط الله آدم من الجنة قال اني مهبط معك بيتا يطاف حوله كما يطاف حول عرشي و يصلى عنده كما يصلى عند عرشي فلما كان زمن الطوفان رفعه الله اليه فكانت الانبياء يحجون ولا يعلمون مكانه حتى تولاه الله بعد لابراهيم واعلمه مكانه فبناه من خمسة اجبل حراء ولبنان و نيبو وجبل الطور وجبل الحمر وهو جبل بيت المقدس۔

(ترجمہ) اللہ سبحانہ تعالیٰ نے جب آدم ﷺ کو جنت سے زمین پر اتارا تو ارشاد فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ایک گھر بھی اتاروں گا۔ جس کا طواف اسی طرح کیا جاتا ہے جیسا کہ میرے عرش کا طواف ہوتا ہے اور اس کے پاس نماز اسی طرح ادا کی جائے گی جس طرح کہ میرے عرش کے پاس ادا کی جاتی ہے۔ پھر جب طوفان نوح کا زمانہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اٹھالیا۔ اسکے بعد انبیا علیہم السلام بیت اللہ شریف کا حج تو کیا کرتے تھے مگر اس کا مقام کسی کو معلوم نہ تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا پتہ حضرت ابراہیمؑ کو بتایا اور اسکی جگہ دکھادی تو آپ نے اسکو پانچ پہاڑوں سے بنایا۔ کوہ حراء، لبنان، ثبیر، جبل الحمر، جبل طور (جبل الحمر کو جبل بیت المقدس بھی کہتے ہیں)

ازرقی اور ابن منذر نے حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ سبحانہ تعالیٰ نے جب آدم ﷺ کی توبہ قبول فرمائی تو ان کو مکہ مکرمہ جانے کا ارشاد ہوا۔ جب وہ چلے گئے تو زمین اور بڑے بڑے میدان لپیٹ کر مختصر کر دیئے گئے۔ یہاں تک کہ ایک ایک میدان جہاں سے وہ گزرتے تھے ایک قدم کے برابر ہو گیا اور زمین میں جہاں کہیں سمندر یا تالاب تھے ان کے دبانے بھی اتنے چھوٹے کر دیئے گئے کہ ایک قدم میں اس طرف پار ہوں۔ لیکن دوسرا یہ لطف تھا کہ آپ کا قدم زمین پر جس جگہ پڑتا وہاں ایک ایک بستی ہو جاتی اور اس میں عجیب برکت نظر آتی۔ شدہ شدہ آپ مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ مکہ شریف آنے سے پیشتر آدم ﷺ کی آہ و زاری اور آپ کا رنج و غم جنت سے چلے آنے کی وجہ سے بہت تھا، یہاں تک کہ فرشتے بھی آپ کے گریہ کی وجہ سے گریہ کرتے اور آپ کے رنج میں شریک ہوتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کا غم غلط کرنے کیلئے جنت کا ایک خیمہ عنایت فرمایا تھا جو مکہ مکرمہ میں کعبہ شریف کے مقام پر نصب کیا گیا تھا۔ یہ وقت وہ تھا کہ ابھی کعبۃ اللہ کو کعبہ کا لقب نہیں دیا گیا تھا۔ اسی دن کعبۃ اللہ کے ساتھ رکن بھی نازل ہوا۔ اس دن وہ سفید یا قوت اور جنت کا کلڑا تھا۔ جب حضرت آدمؑ مکہ شریف آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت اپنے ذمہ لے لی اور اس خیمہ کی حفاظت فرشتوں کے ذریعہ کرائی۔ یہ خیمہ آپ کے آخر وقت تک وہیں لگا رہا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض فرمائی تو اس خیمہ کو اپنی طرف اٹھالیا اور آدم ﷺ کے صاحبزادوں نے اس کے بعد اس خیمہ کے مقام پر مٹی اور پتھر کا ایک مکان بنایا۔ جو ہمیشہ آباد رہا۔ آدم ﷺ کے صاحبزادے اور ان کے بعد والی نسلیں یکے بعد دیگرے اس کی آبادی کا انتظام کرتی رہیں۔ جب نوح ﷺ کا زمانہ آیا تو وہ عمارت غرق ہو گئی اور اس کا نشان چھپ گیا۔

حضرت ہود اور صلح کے سوا تمام انبیاء علیہم السلام نے بیت اللہ شریف کی زیارت کی ہے:

ابن اسحاق اور بیہقی نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ ما من نبی الا وقد حج البيت الا ماکان من ہود و صالح ولقد حجہ نوح فلما کان فی الارض ماکان من الغرق اصاب البيت ما اصاب الارض وکان البيت ربوة حمراء فبعث اللہ عزوجل ہودا فتشاغل باموؤمہ حتی قبضہ اللہ الیہ فلم یحجہ حتی مات فلما ہواہ اللہ لابراہیم علیہ السلام حجہ ثم لم یبق نبی بعدہ الا حجہ (ترجمہ) جس قدر انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے سب ہی نے بیت اللہ شریف کا حج ادا فرمایا مگر حضرت ہود اور حضرت صلح علیہ السلام کو اس کا موقع نہ ملا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے بھی حج ادا فرمایا ہے لیکن جب آپ کے زمانہ میں زمین پر طوفان آیا اور ساری زمین غرقاب ہوئی تو بیت اللہ شریف کو بھی اس سے حصہ ملا۔ بیت اللہ شریف ایک سرخ رنگ کا ٹیلہ رہ گیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تو آپ حکم الہی کے مطابق فریضہ تبلیغ کی ادائیگی میں مشغول رہے اور آپ کی مشغولیت اس درجہ رہی کہ آپ کو آخر دم تک حج کرنے کی نوبت نہ آئی۔ پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیت اللہ شریف بنانے کا موقع ملا تو انہوں نے حج ادا فرمایا اور آپ کے بعد جس قدر انبیاء علیہم السلام تشریف لائے سب نے حج ادا فرمایا۔

حضرت ابراہیمؑ کا بیت اللہ کو تعمیر کرنا!

طبقات ابن سعد میں حضرت ابو جہم بن حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا اوحی اللہ عزوجل الی ابراہیم یامرہ بالمسیر الی بلدہ الحرام فركب ابراہیم البراق وجعل اسمعيل امامہ وهو ابن سنتین وهاجر خلفہ ومعہ جبرئیل یدلہ علی موضع البيت حتی قدم بہ مکة فانزل اسمعيل وامہ الی جانب البيت ثم انصرف ابراہیم الی الشام ثم اوحی اللہ الی ابراہیم ان تبني البيت وهو يومئذ ابن مائۃ سنۃ واسمعيل يومئذ ابن ثلاثین سنۃ فبناہ معہ وتوفی اسمعيل بعد ایہ فلدفن داخل الحجر معا یلی۔

یعنی اللہ عزوجل نے حضرت ابراہیمؑ کو بذریعہ وحی حکم بھیجا کہ بلد الحرام مکہ شریف کی طرف چلیں۔ چنانچہ آپ بہ قبیل حکم الہی براق پر سوار ہو گئے۔ اپنے پیارے نور نظر حضرت اسماعیلؑ کو جن کی عمر شریف ہنوز دو سال کی تھی اپنے سامنے اور بی بی ہاجرہ کو اپنے پیچھے لے لیا۔ حضرت جبرائیلؑ بیت اللہ شریف کا مقام بتلانے کی غرض سے آپ کے ساتھ تھے۔ جب مکہ مکرمہ تشریف لائے تو حضرت اسماعیلؑ اور آپ کی والدہ ماجدہ کو بیت اللہ کے ایک جانب میں اتارا اور حضرت ابراہیمؑ شام کو واپس ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو جبکہ آپ کی عمر شریف کمال ایک سو سال تھی، بذریعہ وحی بیت اللہ شریف کے بنانے کا حکم فرمایا۔ اس وقت حضرت اسماعیلؑ کی عمر مبارک تیس سال کی تھی۔ چنانچہ اپنے صاحبزادے کو ساتھ لے کر حضرت ابراہیمؑ نے کعبہ کی بنیاد ڈالی۔ پھر حضرت ابراہیمؑ کی وفات ہو گئی اور حضرت اسماعیلؑ نے بھی آپ کے بعد وفات پائی تو حجر اسود اور کعبہ شریف کے درمیان اپنی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ کے ساتھ دفن ہوئے اور آپ کے صاحبزادے حضرت ثابت بن اسماعیلؑ اپنے والد محترم کے بعد اپنے ماموں کے ساتھ مل کر جوینی جرم سے تھے کعبہ شریف کے حوالی قرار پائے۔

ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی کی روایت کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں جب حضرت ابراہیمؑ کو کعبہ اللہ شریف بنانے کا حکم ہوا تو آپ کو معلوم نہ ہو سکا کہ اس کو کس طرح بنائیں۔ اس نوبت پر اللہ پاک نے سیکنہ یعنی ایک ہوا بھیجی جس کے دو کنارے تھے۔ اس نے بیت اللہ شریف کے مقام پر طوق کی طرح ایک حلقہ باندھ دیا۔ ادھر آپ کو حکم ہو چکا تھا کہ سیکنہ جہاں ٹھہرے بس وہیں تعمیر ہونی چاہئے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے اس مقام پر بیت اللہ شریف کو تعمیر فرمایا۔

دیلی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے۔ زیر تفسیر آیت ﴿وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ﴾ (البقرہ: ۱۲۷) کہ بیت اللہ شریف جس طرح مریع ہے اسی طرح ایک چوکونی ابر نمودار ہوا اس میں سے آواز آتی تھی کہ بیت اللہ کا ارتفاع ایسا ہی چوکونا ہونا چاہئے

جیسا کہ میں یعنی ابرہہ کو نا ہوں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کو اسی کے مطابق مرلے بنایا۔

سعید بن منصور اور عبد بن حمید، ابن ابی حاتم وغیرہ نے سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہوا کے ڈالے ہوئے نشان کے نیچے کھودنا شروع کیا۔ پس بیت اللہ شریف کے ستون برآمد ہو گئے۔ جس کو تمہیں آدی بھی ہلا نہیں سکتے تھے۔

آیت ہلا کی تفسیر میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں القواعد التي كانت قواعد البيت قبل ذلك ستون جن کو حضرت ابراہیم نے بنایا، یہ وہی ستون ہیں جو بیت اللہ شریف میں پہلے کے بنے ہوئے تھے۔ ان ہی کو حضرت ابراہیم نے بلند کیا۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت اللہ شریف اگرچہ حضرت ابراہیم و حضرت اسحاق علیہ السلام کا تعمیر فرمودہ ہے لیکن اس کا سنگ بنیاد ان حضرات کا رکھا ہوا نہیں ہے بلکہ اس کی بنیاد قدیم ہے آپ نے صرف اس کی تجدید فرمائی۔ جب حضرت ابراہیمؑ تعمیر کعبہ فرما رہے تھے تو یہ دعائیں آپ کی زبان پر تھیں۔ ربا تقبل منا انک انت السميع العليم اے رب! ہماری اس خدمت توحید کو قبول فرمائیے۔ تو جاننے والا سننے والا ہے۔

﴿ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَدْنَا مِنَّا بِكَ وَثُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْقَوِيُّ الرَّحِيمُ ﴾ (البقرة: ۱۲۸) اے رب! ہمیں اپنا فرما دیوار بنا لے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک جماعت ہمیشہ اس مشن کو زندہ رکھنے والی بنادے اور منامک حج سے ہمیں آگاہ کر دے اور ہمارے اوپر اپنی عطیات کی نظر کر دے تو نہایت ہی ثواب اور رحیم ہے۔

﴿ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ ﴾ (ابراہیم: ۳۵) اے رب! اس شہر کو امن و امان والا مقام بنا دے اور مجھے اور میری اولاد کو ہمیشہ بت پرستی کی حماقت سے بچاتا رہو۔

﴿ رَبَّنَا إِنِّي أَصْبَحْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِنِ ابْنِ إِدْرِيسَ بْنِ زَيْدٍ ذُرِّيَّةً مِنْ ذُرِّيَّتِكَ الْمَحْرُومَ رَبَّنَا لِيَقْبَلُوا الصَّلَاةَ ﴾ (ابراہیم: ۳۷) اے رب! میں اپنی اولاد کو ایک خبرنا قتل کاشت بیابان میں تیرے پاک گھر کے قریب آباد کرتا ہوں۔ اے رب! میری غرض ان کو یہاں بسانے سے صرف یہ ہے کہ یہ تیری عبادت کریں۔ نماز قائم کریں۔ میرے مولا! لوگوں کے دل ان کی طرف پھیر دے اور ان کو میوؤں سے روزی عطا کرنا کہ یہ تیری شکرگزاری کریں۔

قال ابن عباس بنی ابراہیم البيت من خمسة اجبل من طور سينا و طور زيتا و لبنان جبل بالشام و الجودی جبل بالجزيرة و بنی قواعد من حراء جبل بمكة فلما انتهى ابراهيم الى موضع الحجر الاسود قال لاسماعيل انت بنی ببعجر حسن يكون للناس علما فاناه ببعجر فقال انت بنی باحسن منه فمضى اسماعيل ليطلب حجرا احسن منه فصاح ابو قبيس يا ابراهيم ان لك عندی ودعة فخذها فخذف بالحجر الاسود فاخذہ ابراهيم موضعه مكانه (خازن، ج: ۱/ ص: ۹۴)

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے طور سينا و طور زيتا و جبل لبنان جو شام میں ہے اور جبل جودی جو جزیرہ میں ہیں ان چاروں پہاڑوں کے پتھروں کا استعمال کیا۔ جب آپ حجر اسود کے مقام تک پہنچ گئے تو آپ نے حضرت اسحاق علیہ السلام سے فرمایا کہ ایک خوبصورت سا پتھرا لاؤ جس کو نشانی کے طور پر (طوافوں کی گنتی کے لئے) میں قائم کر دوں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام ایک پتھر لائے، اس کو آپ نے واپس کر دیا اور فرمایا کہ اور مناسب پتھر تلاش کر کے لاؤ۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر تلاش کر رہے تھے کہ جبل ابو قبيس سے ایک غیبی صدا بلند ہوئی کہ اے ابراہیم! میرے پاس آپ کو دینے کی ایک امانت ہے، اسے لیجائیے۔ چنانچہ اس پہاڑ نے حجر اسود کو حضرت ابراہیمؑ کے حوالے کر دیا اور آپ نے اس پتھر کو اس کے مقام پر نصب کر دیا۔ بعض روایات میں یوں ہے کہ حضرت جبرائیلؑ نے حجر اسود کو لا کر آپ کے حوالہ کیا۔ (ابن کثیر) اور شرقی گوشہ میں باہر کی طرف زمین سے ڈیڑھ گز کی بلندی پر ایک طاق میں اسکو نصب کیا گیا۔ تعمیر ابراہیمی بالکل سادہ تھی نہ اس پر چھت تھی نہ دروازہ نہ چونہ۔ مٹی سے کام لیا گیا تھا۔ صرف پتھر کی چار دیواری تھی۔

علامہ ازرقی نے تاریخ مکہ میں تعمیر ابراہیمی کا عرض و طول حسب ذیل لکھا ہے۔

بلندی زمین سے چھت تک ۹ گز۔ طول حجر اسود سے رکن شامی تک ۳۲ گز۔ عرض رکن شامی سے غربی تک ۲۲ گز۔

گھر بن چکا۔ حضرت جبرئیلؑ نے مناسک حج سے آگاہ کر دیا۔ اب ارشاد باری ہوا ﴿وَأَذِّنْ لِلنَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ﴾ (زاج: ۲۷) یعنی ہمارا گھر طواف کرنے والوں، نماز میں قیام کرنے والوں، رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک کر دے اور تمام لوگوں کو پکار دے کہ حج کو آئیں پیدل بھی اور دہلی اونٹنیوں پر بھی ہر دور دراز گوشہ سے آئیں گے۔ اس زمانہ میں اعلان و اشتہار کے وسائل نہیں تھے۔ ویران جگہ تھی، آدم زاد کا کوسوں تک پتہ نہ تھا۔ ابراہیمؑ کی آواز حدود حرم سے باہر نہیں جاسکتی تھی۔ لیکن اس معمولی آواز کو قدرت حق تعالیٰ نے مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک اور زمین سے آسمان تک پہنچا دیا۔

مفسرین آیت بالا کے ذیل میں لکھتے ہیں۔ فنادی علی جبل ابو قیس یا ایہا الناس ان ربکم بنی بیتا و اوجب علیکم الحج الیہ فاجیبوا ربکم و انصت بوجہہ یمینا و شمالا و شرقا و غربا فاجاہہ کل من کتب لہ ان یحج من اصلاہ الرجال و ارحام الامہات لیبک اللہم لیبک (جلالین)

یعنی حضرت ابراہیمؑ نے جبل ابو قیس پر چڑھ کر پکارا اے لوگو! تمہارے رب نے اپنی عبادت کے لئے ایک مکان بنوایا اور تم پر اس کا حج فرض کر دیا ہے۔ آپ یہ اعلان کرتے ہوئے شمال و جنوب، مشرق و مغرب کی طرف منہ کرتے جاتے اور آواز بلند کرتے جاتے تھے۔ پس جن انسانوں کی قسمت میں حج بیت اللہ کی سعادت انہی کی تھی۔ انہوں نے اپنے باپوں کی پشت سے اور اپنی ماؤں کے ارحام سے اس مبارک ندا کو سن کر جواب دیا لیبک اللہم لیبک یا اللہ! ہم حاضر ہیں، یا اللہ! ہم تیرے پاک گھر کی زیارت کے لئے حاضر ہیں۔

بنائے ابراہیمی کے بعد! ابراہیمؑ کی یہ تعمیر ایک مدت تک قائم رہی اور اس کی تولیت و نگرانی سیدنا اسماعیلؑ کی اولاد میں منتقل ہوتی چلی آئی، یہاں تک کہ اس کی مرمت کی ضرورت پیش آئی۔ تب بنو جرہم نے اسی ابراہیمی نقشہ و ہیئت پر مرمت کا کام انجام دیا نہ کوئی چھت، نہ کئی اور نہ کوئی تعمیر کیا۔ بنو جرہم کے بعد علاقہ نے نجد کی نگر تعمیر میں کوئی اضافہ نہیں کیا۔

تعمیر قریش بن کلاب! ابراہیمی تعمیر کے بعد خانہ کعبہ کو چوتھی مرتبہ قصی بن کلاب قریشی نے تعمیر کیا۔ قصی قریش کے ممتاز افراد میں سے تھے تعمیر کعبہ کے ساتھ ساتھ قوی تعمیر کے لئے بھی اس نے بڑے بڑے اہم کام انجام دیے۔ تمام قریش کو جمع کر کے بذریعہ قاریہ ان میں اتھار کی روح پھونکی۔ دارالندوہ کا پانی بھی یہی شخص ہے جس میں قریش اپنے قوی اجتماعات و مذہبی تقریبات نکاح وغیرہ کے لئے جمع ہوا کرتے تھے۔ سقلیہ (حاجیوں کو آب زمزم پلانا) اور رفاہ (یعنی حاجیوں کے کھانے پینے کا انتظام کرنا) یہ تھے اسی نے قائم کئے قریش کے قوی فنڈ سے ایک سالانہ رقم منی اور مکہ معظمہ میں لنگر خانوں کے لئے مقرر کی۔ اس کے ساتھ چرمی حوض بنوائے جن میں حجاج کے لئے ایام حج میں پانی بھردیا جاتا تھا۔ قصی نے اپنے سارے خاندان قریش کو مجتمع کر کے کعبہ شریف کے آس پاس بسایا۔ خدمت کعبہ کے متعلق متعدد کیشتیاں قائم کیں جن کو مختلف خدمات کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ خانہ کعبہ کی چھت پر گوگل کی لکڑی کی چھت بنا کر اطراف میں درختوں کی باڑ لگا دی اور اس پر سیاہ غلاف ڈالا۔ یہ تعمیر حضرت رسول پاک ﷺ کے زمانہ طفولیت تک باقی تھی آپ نے اسے بچپن میں اس کو غافلہ فرمایا۔

تیسری تعمیر! یہ تعمیر نبوت محمدی سے پانچ سال قبل جب آنحضرت ﷺ کی عمر شریف ۳۵ سال کی تھی، ہوئی۔ اس تعمیر میں اور

بنائے ابراہیمی میں ۱۶۷۵ سال کا زمانہ بیان کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک عورت نزد کعبہ بخور جلا رہی تھی، پردہ شریف میں آگ لگ گئی اور پھیل گئی، یہاں تک کہ کعبہ شریف کی چھت بھی جل گئی اور پتھر بھی پخت گئے۔ جگہ جگہ سے دیواریں شق ہو گئیں۔ کچھ ہی دنوں بعد سیلاب آیا۔ جس نے اس کی بنیادوں کو ہلا دیا کہ گر جانے کا خطرہ قوی ہو گیا۔ قریش نے اس تعمیر کے لئے چندہ جمع کیا۔ مگر شرط یہ رکھی کہ سودا جرت زنا غارت گری اور چوری کا پیسہ نہ لگایا جائے اس لئے خرچ میں کمی ہو گئی۔ جس کا تذکرہ یہ کیا گیا کہ شمالی رخ سے چھ سات ذراع زمین باہر چھوڑ کر عمارت بنادی۔ اس متروکہ حصہ کا نام حطیم ہے۔

آیت شریفہ ﴿وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ﴾ (البقرة: ۱۲۷) کی تفسیر میں ابن کثیر میں تفصیلات یوں آئی ہیں۔ قال محمد ابن اسحاق بن یسار فی السيرة ولما بلغ رسول الله صلى الله عليه وسلم خمس و ثلاثين سنة اجتمعت قریش لبنان الکعبة وکانوا یهمون بذلك یسقفوها ویهاون هدمها وانما كانت رصما فوق القامة فارادا وادفعها وتسقیفها وذاک ان نفرا سرقوا کتزل الکعبة وانما کان الکنز جوف الکعبة وکان الذی وجد عنده الکنز دویک مولی بنی ملیح بن عمرو من خزاعة فقصمت قریش یدہ ویزعم الناس ان الذین سرقوه وضعوه عند دویک وکان البحر قد رمی بسفینہ الی جدة لرجل من تجار الروم فتحطت فاخلوا خشبها فاعادوه لتسقیفها وکان بمكة رجل قبطی نجار فہمالہم فی انفسہم بعض ما یصلحها وکانت حية تخرج من بئر الکعبة الی کان تخرج فیها ما یهدی لها کل یوم فتشرف علی جدار الکعبة وکانت مما یهاون وذاک انہ کان لا یدنوا منها احدنا لا رجلا لت وکشت وفتحت فاما فکانوا یها بونہا فبیہا یوما تشرف علی جدار الکعبة کما کانت تصنع بعث الله الیہا طائرا فاحتطفا فلذهب بها ففانت قریش انا نرجوا ان یکون الله قد رضی ما اردنا عندنا عامل رفیق و عندنا خشب وقد کفانا الله الحیة فلما اجمعوا امرهم فی هدمہا ربنانہا قام ابن وهب بن عمرو فتناول من الکعبة حنجرًا فوثب بن یدہ حتی رجع الی موضعہ فقال یا معشر قریش لا تدخلوا فی بنیانہا من کسبکم الا علیا لا یدخل فیہا مہر بعی ولا بیع ربا ولا ظنمة احد من الناس الی اخرہ۔

خلاصہ اس عبارت کا یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی عمر شریف ۳۵ سال کی تھی کہ قریش نے کعبہ کی زسرتو تعمیر کا فیصلہ کیا اور اس کی دیواروں کو بلند کر کے چھت ڈالنے کی تجویز پاس کی۔ کچھ دنوں کے بعد اور حادثات کے ساتھ ساتھ کعبہ شریف میں جوہر کا راونڈ بھی ہو چکا تھا۔ اتفاق سے چور پکڑا گیا، اس کا ہاتھ کاٹا گیا اور تعمیری پروگرام میں مزید پہنچی ہو گئی۔ حسن اتفاق سے باقوم نامی ایک مسر تاجر کی کشتی طوفانی موجوں سے ٹکراتی ہوئی جدہ کے کنارے آ پڑی اور ٹکڑی کا سامان ارزاں مل جانے کی اہل مکہ کو توقع ہوئی۔ ونیز بن مغیرہ لکڑی خریدنے کے خیال سے جدہ آیا اور سلمان تعمیر کے ساتھ ہی باقوم کو جو فن، مہاری میں اساتذہ اپنے ساتھ لے گیا۔ ان ہی ایام میں کعبہ شریف کی دیواروں میں ایک خطرناک اڑدہ پایا گیا۔ جس کو مارنے کی کسی کو ہمت نہ ہوتی تھی۔ اتفاقاً وہ ایک دن دیوار کعبہ پر بیٹھا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا پرندہ بھیجا جو اس کو آن کی آن میں اچک کر لے گیا۔ اب قریش نے سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی و مشیت ہمارے ساتھ ہے اس لئے تعمیر کا کام فوراً شروع کر دینا چاہئے۔ مگر کسی کی ہمت نہ ہوتی تھی کہ چھت پر چڑھے اور بیت اللہ کو منہدم کرے۔ آخر جرأت کر کے ابن وہب آگے بڑھا اور ایک پتھر جدا کیا تو وہ پتھر ہاتھ سے چھوٹ کر پھر اپنی جگہ پر جا ٹھہرا۔ اس وقت ابن وہب نے اعلان کیا کہ ناجائز کمائی کا پیسہ ہرگز ہرگز تعمیر میں نہ لگایا جائے۔ پھر ولید بن مغیرہ نے کدال لے کر یہ کہتے ہوئے کہ اے اللہ! تو جانتا ہے ہماری نیت بخیر ہے اس کا ہم شروع کر دیا۔ بنیاد نکل آئی تو اس کے مختلف حصوں کی تعمیر مختلف قبائل پر تقسیم کر دی گئی اور کام شروع ہو گیا۔

آنحضرت ﷺ بھی اپنے بچا حضرت عباسؓ کے ساتھ شریک کار تھے اور کندھوں پر پتھر رکھ کر ڈالتے تھے۔ جب حجر اسود رکھنے کا وقت آیا تو قبائل میں اختلاف پڑ گیا۔ ہر خاندان اس شرف کے حصول کا عویدار تھا۔ آخر مرنے مارنے تک نوبت پہنچ گئی، مگر ولید بن مغیرہ نے یہ تجویز پیش کی کہ کل صبح کو جو شخص بھی سب سے پہلے حرم شریف میں قدم رکھے، اس کے فیصلے کو واجب العمل سمجھو۔

چنانچہ صبح کو سب سے پہلے حرم شریف میں آنے والے سیدنا محمد ﷺ تھے۔ سب نے بیک زبان آپ کے فیصلے کو بخوشی ماننے کا اعتراف کیا۔ آپ نے حجر اسود کو اپنی چادر مبارک کے وسط میں رکھا اور ہر قبیلہ کے ایک ایک سردار کو اس چادر کے اٹھانے میں شریک کر لیا۔ جب وہ چادر گوشہ کعبہ تک پہنچ گئی تو آپ نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اٹھا کر دیوار میں نصب فرما دیا۔ دیواریں اٹھارہ ہاتھ اونچی کر دی گئیں۔ اندرونی فرش بھی پتھر کا بنایا۔ اپنی امتیازی شان قائم رکھنے کے لئے دروازہ قد آدم اونچا رکھا۔ اندرون بیت اللہ مثلاً و جنوباً تین تین ستون قائم کئے۔ جن پر شہتیر ڈال کر چھت پات دی اور رکن عراقی کی طرف اندر ہی اندر زینہ چڑھایا کہ چھت پر پہنچ سکیں اور شمالی سمت پر پتالہ لگایا تاکہ چھت کا بارشی پانی حجر میں آکر نہ پڑے۔

باب حرم کی زمین کی فضیلت

اور اللہ نے سورۃ نمل میں فرمایا

۴۳- بَابُ فَضْلِ الْحَرَمِ، وَقَوْلُهُ
تَعَالَى :

”مجھ کو تو یہی حکم ہے کہ عبادت کروں اس شہر کے رب کی جس نے اس کو حرمت والا بنایا اور ہر چیز اسی کے قبضہ و قدرت میں ہے اور مجھ کو حکم ہے تا بعد از بن کر رہنے کا“

اور اللہ تعالیٰ نے سورۃ قصص میں فرمایا ”کیا ہم نے ان کو جگہ نہیں دی حرم میں جہاں امن ہے ان کے لئے اور کھینچے چلے آتے ہیں اس کی طرف“ میوے ہر قسم کے جو روزی ہے ہماری طرف سے لیکن بہت سے ان میں نہیں جانتے۔“

(۱۵۸۷) ہم سے علی بن عبد اللہ بن جعفر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر بن عبد الحمید نے منصور سے بیان کیا، ان سے مجاہد نے، ان سے طاؤس نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ پر فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس شہر (مکہ) کو حرمت والا بنایا ہے (یعنی عزت دی ہے) پس اس کے (درختوں کے) کانٹے تک بھی نہیں کاٹے جاسکتے یہاں کے شکار بھی نہیں ہٹائے جاسکتے۔ اور ان کے علاوہ جو اعلان کر کے (مالک تک پہنچانے کا ارادہ رکھتے ہوں) کوئی شخص یہاں کی گری پڑی چیز بھی نہیں اٹھا سکتا ہے۔

﴿إِنَّمَا أَمِرتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَذِهِ الْبَلَدِ
الَّذِي حَرَّمَهَا، وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ، وَأَمِرتُ أَنْ
أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾. [النمل: ۹۱].
وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ: ((أَوَلَمْ نُمْكِّنْ لَهُمْ
حَرَمًا آمِنًا يُجَبِّى إِلَيْهِ نَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ
رِزْقًا مِنْ لَدُنَّا، وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا
يَعْلَمُونَ﴾ [القصص: ۵۷].

۱۵۸۷- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ
حَدَّثَنَا جَرِيرٌ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ عَنْ مَنْصُورٍ
عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
ﷺ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ: ((إِنَّ هَذَا الْبَلَدَ مَعْرُومَةٌ
لِللَّهِ، لَا يُفْعَضُّ شَوْكُهُ، وَلَا يُنْفَرُ صَيْدُهُ،
وَلَا يَلْتَقِطُ لُقْطَتُهُ إِلَّا مَنْ عَرَفَهَا)).

[راجع: ۱۳۴۹]

مسند احمد وغیرہ میں عیاش بن ابی ربیعہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ان هذه الامة لا تزال بخير ما عظموا هذه الحرمه يعنى الكعبة حق تعظيمها فاذا ضيعوا ذلك هلكوا يعنى يه امت بيشه خيرو بھلائی کے ساتھ رہے گی جب تک یہ پورے طور پر کعبہ کی تعظیم کرتے رہیں گے اور جب اس کو ضائع کر دیں گے، ہلاک ہو جائیں گے۔ معلوم ہوا کہ کعبہ شریف اور اس کے اطراف ساری ارض حرم بلکہ سارا شہر امت مسلمہ کے لئے انتہائی معزز و مؤقر مقامات ہیں۔ ان کے بارے میں جو بھی تعظیم و تکریم سے متعلق ہدایات کتب و سنت میں دی گئی ہیں، ان کو ہمہ وقت ملحوظ رکھنا بہ حد ضروری ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حرمت کعبہ کے

ساتھ ملت اسلامیہ کی حیات وابستہ ہے۔ باب کے تحت جو آیات قرآنی حضرت امام بخاریؒ لائے ہیں ان میں بہت سے حقائق کا بیان ہے خاص طور پر اس کا کہ اللہ پاک نے شرکہ میں یہ برکت رکھی ہے کہ یہاں چاروں طرف سے ہر قسم کے میوے پھل ابلج غلے کھنے چلے آتے ہیں۔ دنیا کا ہر ایک پھل وہاں کے بازاروں میں دستیاب ہو جاتا ہے۔ خاص طور پر آج کے زمانہ میں حکومت سعودیہ غلہ ہا اللہ تعالیٰ نے اس مقدس شہر کو جو ترقی دی ہے اور اس کی تعمیر جدید جن جن خطوط پر کی ہے اور کر رہی ہے وہ پوری ملت اسلامیہ کے لئے حد درجہ قابل تفکر ہیں۔ ایدہم اللہ بنصرہ العزیز۔

مکہ شریف کے گھر مکان میراث ہو سکتے ہیں ان کا بیچنا اور

خریدنا جائز ہے

مسجد حرام میں سب لوگ برابر ہیں یعنی خاص مسجد میں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے (سورہ حج) میں فرمایا: جن لوگوں نے کفر کیا اور جو لوگ اللہ کی راہ اور مسجد حرام سے لوگوں کو روکتے ہیں کہ جس کو ہم نے تمام لوگوں کے لئے یکساں مقرر کیا ہے۔ خواہ وہ وہیں کے رہنے والے ہوں یا باہر سے آنے والے اور جو شخص وہاں شرارت کے ساتھ حد سے تجاوز کرے، ہم اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ ابو عبد اللہ امام بخاری نے کہا کہ لفظ بادی باہر سے آنے والے کے معنی میں ہے اور معکوفاً کا لفظ رکے ہوئے کے معنی میں ہے۔

(۱۵۸۸) ہم سے اصمغ بن فرج نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عبد اللہ بن وہب نے خبر دی، انہیں یونس نے، انہیں ابن شہاب نے، انہیں علی بن حسین نے، انہیں عمرو بن عثمان نے اور انہیں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے کہ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مکہ میں کیا اپنے گھر میں قیام فرمائیں گے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ عقیل نے ہمارے لئے محلہ یا مکان چھوڑا ہی کب ہے۔ (سب صحیح کوچ کر برابر کر دیئے) عقیل اور طالب، ابو طالب کے وارث ہوئے تھے۔ جعفر اور علی رضی اللہ عنہما کو وراثت میں کچھ نہیں ملا تھا، کیونکہ یہ دونوں مسلمان ہو گئے تھے اور عقیلؓ (ابتداء میں) اور طالب اسلام نہیں لائے تھے۔ اسی بنیاد پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا۔ ابن شہاب نے کہا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے اس

۴۴- بَابُ تَوْرِيثِ ذُوْرِ مَكَّةَ وَبَيْعِهَا

وَشِرَائِهَا

وَأَنَّ النَّاسَ فِي مَسْجِدِ الْحَرَامِ سَوَاءٌ خَاصَّةً، لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿هُوَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصْلُونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءَ الْعَاقِبَةِ فِيهِ وَالْبَادِ، وَمَنْ يُرِذْ فِيهِ بِالْحَدِّ يَظُنُّمْ نَفْسَهُ مِنْ عَذَابِ إِلِيمٍ﴾ [الحج: ۲۵]. البادي: الطاريء. معكوفاً: محبوساً.

۱۵۸۸- حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَلِيٍّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ عَنْ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ: ((يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيْنَ تَنْزِلُ، فِي دَارِكَ بِمَكَّةَ؟ فَقَالَ: ((وَهَلْ تَرَكَ عَقِيلٌ مِنْ رِبَاعٍ أَوْ ذُوْرٍ؟)) وَكَانَ عَقِيلٌ وَرِثَ أَبَا طَالِبٍ هُوَ وَطَالِبٌ، وَلَمْ يَرَوْهُ جَعْفَرٌ وَلَا عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا شَيْئًا، لِأَنَّهُمَا كَانَا مُسْلِمَيْنِ وَكَانَ عَقِيلٌ وَطَالِبٌ كَافِرَيْنِ، فَكَانَ عَمْرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: لَا يَرِثُ الْمُؤْمِنُ الْكَافِرَ)) قَالَ ابْنُ

ارشاد سے دلیل لیتے ہیں کہ ”جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی اور اپنے مال اور جان کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے پناہ دی اور مدد کی، وہی ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔“

شِهَابٍ وَكَانُوا يَتَأَوُّنَ قَوْلَ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾ [الأنفال : ۷۲]۔

[اُطرافہ فی : ۳۰۵۸، ۴۲۸۲، ۶۷۶۴]۔

تشیع مجاہد سے منقول ہے کہ مکہ تمام مباح ہے نہ وہاں کے گھروں کا بیچنا درست ہے نہ کرایہ پر دینا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی ایسا ہی منقول ہے اور امام ابو حنیفہؒ اور ثوریؒ کا یہی مذہب ہے اور جمہور علماء کے نزدیک مکہ کے گھر مکان ملک ہیں اور مالک کے مرجانے کے بعد وہ وارثوں کے ملک ہو جاتے ہیں۔ امام ابو یوسفؒ (شاگرد امام ابو حنیفہؒ) کا بھی یہ قول ہے اور امام بخاریؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ ہاں خاص مسجد حرام میں سب مسلمانوں کا حق برابر ہے جو جہاد میں لڑیں یا نہ لڑیں، اس کوئی اٹھا نہیں سکتا۔ اوپر کی آیت میں چونکہ عاکف اور معکوف کا مادہ ایک ہی ہے۔ اس لیے معکوف کی بھی تفسیر بیان کر دی۔

حدیث باب میں عقیل کا ذکر ہے۔ سو ابو طالب کے چار بیٹے تھے۔ عقیل، طالب، جعفر اور علی۔ علی اور جعفر نے تو آنحضرت ﷺ کے ساتھ دیا اور آپ کے ساتھ مدینہ آ گئے مگر عقیل مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے ابو طالب کی ساری جائیداد کے وہ وارث ہوئے۔ انہوں نے اسے بیچ ڈالا۔ آنحضرتؐ نے اسی کا ذکر فرمایا تھا جو یہاں مذکور ہے۔ کہتے ہیں کہ بعد میں عقیل مسلمان ہو گئے تھے۔ داؤدی نے کہا جو کوئی ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلا جاتا اس کا عزیز جو مکہ میں رہتا وہ ساری جائیداد دیا لیتا۔ آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ کے بعد ان معاملات کو قائم رکھا تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ ابو طالب کے یہ مکانات عرصہ دراز بعد محمد بن یوسفؒ حجاج خالم کے بھائی نے ایک لاکھ دینار میں خرید لئے تھے۔ اصل میں یہ جائیداد ہاشم کی تھی، ان سے عبدالمطلب کو ملی۔ انہوں نے سب بیٹوں کو تقسیم کر دی۔ اسی میں آنحضرت ﷺ کا حصہ بھی تھا۔

آیت مذکورہ باب شروع اسلام میں مدینہ منورہ میں اتری تھی۔ اللہ پاک نے مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کا وارث بنا دیا تھا۔ بعد میں یہ آیت اتری ﴿وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ﴾ (الأنفال: ۷۵) یعنی غیر آدمیوں کی نسبت رشتہ دار میراث کے زیادہ حقدار ہیں۔ خیر اس آیت سے مومنوں کا ایک دوسرے کا وارث ہونا نکلتا ہے۔ اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ مومن کافر کا وارث نہ ہو گا اور شاید امام بخاریؒ نے اس مضمون کی طرف اشارہ کیا جو اس کے بعد ہے۔ ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا﴾ (الأنفال: ۷۲) یعنی جو لوگ ایمان بھی لے آئے مگر کافروں کے ملک سے ہجرت نہیں کی تو تم ان کے وارث نہیں ہو سکتے۔ جب ان کے وارث نہ ہوئے تو کافروں کے بطریق اولیٰ وارث نہ ہوں گے۔ (وحیدی)

باب نبی کریم ﷺ مکہ میں کہاں اترے تھے؟

(۱۵۸۹) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے کہا کہ مجھ سے ابو سلمہ نے بیان کیا، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب (منیٰ) سے لوٹے ہوئے حجتہ الوداع کے موقع پر مکہ آنے کا ارادہ کیا تو فرمایا کہ کل ان

۴- باب نزول النبی ﷺ مَكَّةَ

۱۵۸۹- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا

شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو

سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ أَرَادَ قُدُومَ مَكَّةَ

شاء اللہ ہمارا قیام اسی خیف بنی کنانہ (یعنی محصب) میں ہو گا جہاں (قریش نے) کفر پراڑے رہنے کی قسم کھائی تھی۔

((مَنْزِلُنَا غَدًا إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ)).

[أطرافہ فی: ۱۵۹۰، ۳۸۸۲، ۴۲۸۴،

۴۲۸۵، ۷۴۸۹]۔

(۱۵۹۰) ہم سے حمیدی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ولید بن مسلم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے امام اوزاعی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے زہری نے بیان کیا، ان سے ابو سلمہ نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ گیارہویں کی صبح کو جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں تھے تو یہ فرمایا تھا کہ کل ہم خیف بنی کنانہ میں قیام کریں گے جہاں قریش نے کفر کی حمایت کی قسم کھائی تھی۔ آپ کی مراد محصب سے تھی کیونکہ یہیں قریش اور کنانہ نے بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب یا (راوی نے) بنو المطلب (کہا) کے خلاف حلف اٹھایا تھا کہ جب تک وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حوالہ نہ کر دیں، ان کے ہاں بیاہ شادی نہ کریں گے اور نہ ان سے خرید و فروخت کریں گے۔ اور سلامہ بن روح نے عقیل اور یحییٰ بن ضحاک سے روایت کیا، ان سے امام اوزاعی نے بیان کیا کہ مجھے ابن شہاب نے خبر دی، انہوں نے (اپنی روایت میں) بنو ہاشم اور بنو المطلب کہا۔ ابو عبد اللہ امام بخاری نے کہا کہ بنو المطلب زیادہ صحیح ہے۔

[راجع: ۱۵۸۹]

۱۵۹۰۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدُ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((مَنْ الْغَدَ يَوْمَ النَّخْرِ - وَهُوَ بِمَنَى - نَحْنُ نَازِلُونَ غَدًا بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ يَعْنِي بِذَلِكَ الْمُحَصَّبَ وَذَلِكَ أَنَّ قَرِيشًا وَكِنَانَةَ تَحَالَفَتْ عَلَى بَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ - أَوْ بَنِي الْمُطَّلِبِ - أَنْ لَا يُنَاجِيَهُمْ وَلَا يُبَايِعُوهُمْ حَتَّى يُسَلِّمُوا إِلَيْهِمُ النَّبِيُّ ﷺ)). وَقَالَ سَلَامَةُ عَنْ عَقِيلٍ، وَيَحْيَى عَنْ الضَّحَّاكِ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ: أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ.

وَقَالَ: بَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: بَنِي الْمُطَّلِبِ أَشْبَهَ.

کتنے ہیں اس مضمون کی ایک تحریری دستاویز مرتب کی گئی تھی۔ اس کو منصور بن عکرمہ نے لکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ہاتھ شل کر دیا۔ جب یہ معاہدہ بنی ہاشم اور بنی مطلب نے سنا تو وہ گہرائے مگر اللہ کی قدرت کہ اس معاہدہ کے کاغذ کو دیکھ کر لکھ لیا۔ جو کعبہ شریف میں لٹکا ہوا تھا۔ کاغذ میں فقط وہ مقام رہ گیا جہاں اللہ کا نام تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کی خبر ابو طالب کو دی۔ ابو طالب نے ان کافروں کو کہا میرا جتنیجا یہ کتا ہے کہ جا کر اس کاغذ کو دیکھو اگر اس کا بیان صحیح نکلے تو اس کی ایذا دہی سے باز آؤ! اگر جھوٹ نکلے تو میں اسے تمہارے حوالہ کر دوں گا پھر تم کو اختیار ہے۔ قریش نے جا کر دیکھا تو جیسا آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا تھا کہ ساری تحریر کو دیکھ چاٹ گئی تھی، صرف اللہ کا نام رہ گیا تھا۔ تب وہ بہت شرمندہ ہوئے۔ آنحضرت ﷺ جو اس مقام پر جا کر اترے تو آپ نے اللہ کا شکر کیا اور یاد کیا کہ ایک دن تو وہ تھا۔ ایک آج مکہ پر اسلام کی حکومت ہے۔

۴۶- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى :

بَابُ اللَّهِ تَعَالَى نے سورۃ ابراہیم میں فرمایا

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ. رَبِّ إِنَّهُمْ أَضَلُّونَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ، إِلَيَّ قَوْلُهُ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ﴾ الآية. [ابراہیم : ۳۵].

”اور جب ابراہیم نے کہا میرے رب! اس شہر کو امن کا شہر بنا اور مجھے اور میری اولاد کو اس سے محفوظ رکھو کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔ میرے رب! ان بتوں نے بتوں کو گمراہ کیا ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ﴾ تک۔

تفسیر

اس باب میں امام بخاریؒ نے صرف آیت پر اکتفا کیا اور ارشاد فرمایا کہ قرآن مجید کی رو سے مکہ شہر امن والا شہر ہے۔ یہاں بد امنی قطعاً حرام ہے اور اس شہر کو بت پرستی جیسے جرم سے پاک رہنا ہے اور یہاں کے اسماعیلی خاندان والوں کو بت پرستی سے دور ہی رہنا ہے۔ اللہ پاک نے ایک عرسہ دراز کے بعد اپنے خلیل کی دعا قبول کی کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آپ نے حضرت خلیل کی دعا کے مطابق اس شہر کو با امن بنا دیا۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں لم يذكر في هذه الترجمة حديثا وكانه اشار الى حديث ابن عباس في قصة اسكان ابراهيم لهاجروا بنها في مكة حضرت امام بخاریؒ نے گویا اس آیت کو لا کر حضرت ابراہیمؑ کے حضرت ہاجرہ اور ان کے بیٹے کو یہاں لا کر آباد کرنے کی طرف اشارہ فرمایا۔ آگے خود موجود ہے ﴿وَبَنَّا إِبْرَاهِيمَ إِسْحَاقَ يَسْحَاقَ مِنْ ذُرِّيَّتِي يَوَاقُ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ وَبَنَّا لِيَعْقِبَنِي الصَّلَوةَ فَاجْعَلْ أَفْنِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ﴾ (ابراہیم : ۳۷) میں نے اس بنجر بیابان میں اپنی اولاد کو لا کر محض اس لئے آباد کیا ہے تاکہ یہاں یہ تیرے گھر کعبہ کی خدمت کریں۔ یہاں نماز قائم کریں۔ پس تو لوگوں کے دل ان کی طرف پھیر دے (کہ وہ سالانہ حج کے لئے بڑی تعداد میں یہاں آیا کریں، جن کی آمد ان کا ذریعہ معاش بھی ہو) اور ان کو پھلوں سے روزی دے تاکہ یہ شکر کریں۔ ہزار ہا سال گزر جانے کے باوجود یہ ابراہیمی دعا آج بھی نضائے مکہ کی لہروں میں گونجتی ہوئی نظر آ رہی ہے۔ اس کی قبولیت کے پورے پورے اثرات دن بدن مستحکم ہی ہوتے جا رہے ہیں۔

۴۷- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى :

بَابُ اللَّهِ تَعَالَى نے سورۃ مائدہ میں فرمایا

﴿جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْيَتَّى الْحَرَامَ قِيَامًا لِلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ إِلَيَّ قَوْلِهِ وَأَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾. [المائدة : ۹۷].

”اللہ نے کعبہ کو عزت والا گھر اور لوگوں کے قیام کی جگہ بنایا ہے اور اس طرح حرمت والے مہینہ کو بنایا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَأَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ تک (ساتھ ہی یہ بھی ہے جو حدیث ذیل میں مذکور ہے)

(۱۵۹۱) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے زیاد بن سعد نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا، ان سے سعید بن مسیب نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کعبہ کو دو پتلی پنڈلیوں والا ایک حقیر حبشی تباہ کر دے گا۔

۱۵۹۱- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((يُخَرَّبُ الْكَعْبَةُ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ)). [طهره في : ۱۵۹۶].

مگر یہ قیامت کے قریب اس وقت ہو گا جب زمین پر ایک بھی مسلمان باقی نہ رہے گا۔ اس کا دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ جب تک دنیا میں ایک بھی کلمہ گو مسلمان باقی ہے کعبہ شریف کی طرف کوئی دشمن آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اہل اسلام لحاظ تعداد ہر زمانہ میں بڑھتے ہی رہے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ آج بھی ساٹھ ستر کروڑ مسلمان دنیا میں موجود ہیں۔ کثیر اللہ امین۔

(۱۵۹۲) ہم سے یحییٰ بن کثیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا (دوسری سند امام بخاری نے کہا) اور مجھ سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں محمد بن ابی حفصہ نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں عروہ نے اور ان سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ رمضان (کے روزے) فرض ہونے سے پہلے مسلمان عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے۔ عاشوراء ہی کے دن (جاہلیت میں) کعبہ پر غلاف چڑھایا جاتا تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے رمضان فرض کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا کہ اب جس کا جی چاہے عاشوراء کا روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے چھوڑ دے۔

۱۵۹۲- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ح. وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ هُوَ ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ : أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي حَفْصَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : ((كَانُوا يَصُومُونَ عَاشُورَاءَ قَبْلَ أَنْ يُفَرَّضَ رَمَضَانُ، وَكَانَ يَوْمًا تُسْتَرَفَى فِي الْكَعْبَةِ. فَلَمَّا فَرَضَ اللَّهُ رَمَضَانَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((مَنْ شَاءَ أَنْ يَصُومَهُ فَلْيَصُومْهُ، وَمَنْ شَاءَ أَنْ يَتْرُكَهُ فَلْيَتْرُكْهُ)).

[أطرافه في : ۱۸۹۳، ۲۰۰۱، ۲۰۰۲،

۳۸۳۱، ۴۵۰۲، ۴۵۰۴.]

اس حدیث کی مناسبت ترجمہ باب سے یوں ہے کہ اس میں عاشوراء کے دن کعبہ پر پردہ ڈالنے کا ذکر ہے جس سے کعبہ شریف کی عظمت ثابت ہوئی جو باب کا مقصود ہے۔

(۱۵۹۳) ہم سے احمد بن حفص نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے میرے والد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابراہیم بن لہمان نے بیان کیا، ان سے حجاج بن حجاج اسلمی نے، ان سے قتادہ نے، ان سے عبد اللہ بن ابی عتبہ نے اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے اور ان سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا بیت اللہ کا حج اور عمرہ یا جوج اور ماجوج کے نکلنے کے بعد بھی ہوتا رہے گا۔ عبد اللہ بن ابی عتبہ کے ساتھ اس حدیث کو ابان اور عمران نے قتادہ سے روایت کیا اور عبد الرحمن نے شعبہ کے واسطے سے یوں

۱۵۹۳- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَجَّاجِ عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي عَتَبَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((لَيَحْجُنَّ النَّبْتُ وَلَيَغْتَمِرَنَّ بَعْدَ خُرُوجِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ)). تَابَعَهُ أَبَانُ وَعِمْرَانُ عَنْ قَتَادَةَ. وَقَالَ عَبْدُ

بیان کیا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک بیت اللہ کا حج بند نہ ہو جائے۔ امام بخاریؒ نے کہا کہ پہلی روایت زیادہ راویوں نے کی ہے اور قتادہ نے عبد اللہ بن عتبہ سے سنا اور عبد اللہ نے ابو سعید خدریؓ سے سنا۔

الرَّحْمَنِ عَنْ شُعْبَةَ ((لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى لَا يُحْجَ أَتَيْتُ)) وَالْأَوَّلُ أَكْثَرُ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ سَمِعَ قَتَادَةَ عَبْدَ اللَّهِ وَعَبْدُ اللَّهِ أَبَا سَعِيدٍ.

تفسیر یاجوج ماجوج دو کافر قومیں یافث بن نوح کی اولاد ہیں جن کی اولاد میں روسی اور ترک بھی ہیں قیامت کے قریب وہ ساری دنیا پر قابض ہو کر بڑا دھند مچائیں گے۔ پورا ذکر علامات قیامت میں آئے گا۔ امام بخاریؒ اس حدیث کو یہاں اس لئے لائے کہ اس کی دوسری روایت میں بظاہر تعارض ہے اور فی الحقیقت تعارض نہیں، اس لئے کہ قیامت تو یاجوج اور ماجوج کے نکلنے اور ہلاک ہونے کے بہت دنوں بعد قائم ہوگی تو یاجوج اور ماجوج کے وقت میں لوگ حج اور عمرہ کرتے رہیں گے۔ اس کے بعد پھر قرب قیامت پر لوگوں میں کفر پھیل جائے گا اور حج اور عمرہ موقوف ہو جائے گا۔ ابان کی روایت کو امام احمدؒ نے اور عمران کی روایت کو ابو یعلیٰ اور ابن خزیمہ نے وصل کیا ہے۔ حضرت حسن بصریؒ نے کہا لا یزال الناس علی دین ما حوجوا البیت واستقبلوا القلعة (فتح) یعنی مسلمان اپنے دین پر اس وقت تک قائم رہیں گے جب تک وہ کعبہ کا حج اور اس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھتے رہیں گے۔

باب کعبہ پر غلاف چڑھانا

۴۸- بَابُ كِسْوَةِ الْكَعْبَةِ

امام بخاریؒ کا مطلب یہ ہے کہ کعبہ پر غلاف چڑھانا جائز ہے یا اس کے غلاف کا تقسیم کرنا۔ کہتے ہیں سب سے پہلے تبع حمیری نے اس پر غلاف چڑھایا، اسلام سے نو سو برس پہلے۔ بعضوں نے کہا عدنان نے اور ربیعہ بن عبد اللہ بن زبیرؓ نے چڑھایا اور آنحضرت ﷺ کے عہد میں اس کا غلاف انطاہ اور کبیل کا تھا۔ پھر آپ نے یعنی کپڑے کا غلاف چڑھایا۔

(۱۵۹۳) ہم سے عبد اللہ بن عبد الوہاب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد بن حارث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے واصل احدب نے بیان کیا اور ان سے ابو وائل نے بیان کیا کہ میں شیبہ کی خدمت میں حاضر ہوا (دوسری سند) اور ہم سے قبیسہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان نے واصل سے بیان کیا اور ان سے ابو وائل نے بیان کیا کہ میں شیبہ کے ساتھ کعبہ میں کرسی پر بیٹھا ہوا تھا تو شیبہ نے فرمایا کہ اسی جگہ بیٹھ کر عمر بن خطابؓ نے (ایک مرتبہ) فرمایا کہ میرا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ کعبہ کے اندر جتنا سونا چاندی ہے اسے نہ چھوڑوں (جسے زمانہ جاہلیت میں کفار نے جمع کیا تھا) بلکہ سب کو نکال کر (مسلمانوں میں) تقسیم کر دوں۔ میں نے عرض کی کہ آپ کے ساتھیوں (آنحضرت ﷺ اور ابو بکرؓ) نے تو ایسا نہیں کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں بھی انہیں کی پیروی کر رہا ہوں (اسی لئے میں اس کے ہاتھ نہیں لگاتا)

۱۵۹۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا وَاصِلُ الْأَخْذَبِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ : جِئْتُ إِلَى شَيْبَةَ. ح وَحَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ وَاصِلٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ : ((جَلَسْتُ مَعَ شَيْبَةَ عَلَى الْكُرْسِيِّ فِي الْكَعْبَةِ فَقَالَ : لَقَدْ جَلَسَ هَذَا الْمَجْلِسُ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ : لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ لَا أَدْعَ فِيهَا صَفَرَاءَ وَلَا بَيْضَاءَ إِلَّا قَسَمْتُهُ. قُلْتُ إِنَّ صَاحِبِيكَ لَمْ يَفْعَلْ. قَالَ : هُمَا الْمَرْأَتَانِ أَقْدَيْتَنِي بِهِمَا)). [طرفه بی : ۷۲۷۵].

قال الاسما عیلى لیس فی حدیث الباب لکسوة الکعبة ذکر یعنی فلا یطابق الترجمة وقال ابن بطلان معنی الترجمة صحیح و وجهها انه معلوم ان الملوك فی كل زمان كانوا یتفخرون بکسوة الکعبة برفع الثیاب المنسوجة بالذهب وغيره کما یتفخرون بتسبیل الاموال لها فاراد البخاری ان عمر لما رای قسمة الذهب والفضة صوابا کان حکم الکسوة حکم المال تجوز قسمتها بل ما فضل من کسوتها اولی بالقسمة وقال ابن المنیر فی الحاشیة یحتمل ان مقصوده التنبیه علی ان کسوة الکعبة مشروع والحجة فیہ انها لم تزل تقصد بالمال یوضع فیها علی معنی الزینة اعظاما لها فالکسوة من هذا القبیل (فتح الباری)

تشیخ بیت اللہ شریف پر غلاف ڈالنے کا رواج بہت قدیم زمانہ سے ہے۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ جس شخص نے سب سے پہلے کعبہ مقدس کو غلاف پہنایا وہ حمیر کا بادشاہ اسد ابو کرب ہے۔ یہ شخص جب مکہ شریف آیا تو نہایت برویائی سے غلاف تیار کر کر ہمارہ لایا اور بھی مختلف اقسام کی سوتی و ریشمی چادروں کے پردے ساتھ تھے۔

قریش جب خانہ کعبہ کے متولی ہوئے تو عام چندہ سے ان کا نیا غلاف سالانہ تیار کر کر کعبہ شریف کو پہنانے کا دستور ہو گیا۔ یہاں تک کہ ابو ربیعہ بن مغیرہ مخزومی کا زمانہ آیا جو قریش میں بہت ہی سخی اور صاحب ثروت تھا۔ اس نے اعلان کیا کہ ایک سال چندہ سے غلاف تیار کیا جائے اور ایک سال میں اکیلا اس کے جملہ اخراجات برداشت کیا کروں گا۔ اسی بنا پر اس کا نام عدل قریش پڑ گیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی والدہ نبیلہ بنت حرام نے قبل از اسلام ایک غلاف چڑھایا تھا جس کی صورت یہ ہوئی کہ نو عمر بچہ یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بھائی خوار نامی گم ہو گیا تھا۔ اور انہوں نے منت مانی کہ میرا بچہ مل گیا تو کعبہ پر غلاف چڑھاؤں گی۔ چنانچہ ملنے پر انہوں نے اپنی منت پوری کی۔

۸ھ میں مکہ دار الاسلام بن گیا اور آنحضرت ﷺ نے یمنی چادر کا غلاف ڈالا۔ آپ کی وفات کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی پیروی کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب مصر فتح ہو گیا تو آپ نے قباطی مصری کا جو کہ بیش قیمت کپڑا ہے بیت اللہ پر غلاف چڑھایا اور سالانہ اس کا اہتمام فرمایا۔ آپ پچھلے سال کا غلاف حاجیوں پر تقسیم فرما دیا کرتے اور نیا غلاف چڑھا دیا کرتے تھے۔ شروع میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی یہی عمل رہا۔ ایک دفعہ آپ نے غلاف کعبہ کا کپڑا کسی حائفہ عورت کو پہنے ہوئے دیکھا تو تقسیم کی عادت بدل دی اور قدیم غلاف دفن کیا جانے لگا۔ اس کے بعد ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مشورہ دیا کہ یہ اضاعت مال ہے، اس لئے بہتر ہے کہ پرانا پردہ فروخت کر دیا جائے۔ چنانچہ اس کی قیمت غریبوں میں تقسیم ہونے لگی۔ رفتہ رفتہ بنو شیبہ بلا شرکت غیرے اس کے مالک بن گئے۔

اکثر سلاطین اسلام کعبہ شریف پر غلاف ڈالنے کو اپنا فخر سمجھتے رہے اور قسم قسم کے قیمتی غلاف سالانہ چڑھاتے رہے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک غلاف دیا کا ۱۰ معرم کو اور دوسرا قباطی کا ۲۹ رمضان کو چڑھا دیا گیا تھا۔ خلیفہ مامون رشید نے اپنے عہد خلافت میں بجائے ایک کے تین غلاف بھیجے۔ جن میں ایک مصری پارچہ کا تھا۔ اور دوسرا سفید دیا کا اور تیسرا سرخ دیا کا تھا تاکہ پہلا کیم رجب کو اور دوسرا ۲۷ رمضان کو اور تیسرا آٹھویں ذی الحجہ کو بیت اللہ پر چڑھایا جائے۔ خلفائے عباسیہ کو اس کا بہت زیادہ اہتمام تھا اور سیاہ کپڑا ان کا شعار تھا۔ اسلئے اکثر سیاہ ریشم ہی کا غلاف کعبہ کیلئے تیار ہوتا تھا۔ سلاطین کے علاوہ دیگر امراء و اہل ثروت بھی اس خدمت میں حصہ لیتے تھے اور ہر شخص چاہتا تھا کہ میرا غلاف تادیر لبوس رہے۔ اس لئے اوپر نیچے بہت سے غلاف بیت اللہ پر جمع ہو گئے۔

۶۸۰ھ میں سلطان ممدی عباسی جب حج کے لئے آئے تو خدام کعبہ نے کہا کہ بیت اللہ پر اتنے غلاف جمع ہو گئے ہیں کہ بنیادوں کو ان کے بوجھ کا تحمل دشوار ہے۔ سلطان نے حکم دے دیا کہ تمام غلاف اتار دیئے جائیں اور آئندہ ایک سے زیادہ غلاف نہ چڑھایا جائے۔ عباسی حکومت جب ختم ہو گئی تو ۶۵۹ھ میں شاہ یمن ملک مظفر نے اس خدمت کو انجام دیا۔ اس کے بعد مدت تک خالص یمن سے غلاف آتا رہا اور کبھی شاہان مصر کی شرکت میں مشترکہ۔ خلافت عباسیہ کے بعد شاہان مصر میں سب سے پہلے اس خدمت کا فخر ملک

ظاہر میرس کو نصیب ہوا۔ پھر شاہان مصر نے مستقل طور پر اس کے اوقاف کر دیئے اور غلاف کعبہ سالانہ مصر سے آنے لگا۔ ۷۵۱ھ میں ملک مجاہد نے چاہا کہ مصری غلاف اتار دیا جائے اور میرے نام کا غلاف چڑھایا جائے مگر شریف مکہ کے ذریعہ جب یہ خبر شاہ مصر کو پہنچی تو ملک مجاہد گرفتار کر لیا گیا۔

کعبہ شریف کو بیرونی غلاف پہنانے کا دستور تو زمانہ قدیم سے چلا آتا ہے مگر اندرونی غلاف کے متعلق تقی الدین فارسی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے ملک ناصر حسن چرکی نے ۷۶۱ھ میں کعبہ کا اندرونی غلاف روانہ کیا تھا۔ جو تخمیناً ۸۱۷ھ تک کعبہ کے اندر دیواروں پر لٹکا رہا۔ اس کے بعد ملک الاشرف ابو نصر سیف الدین سلطان مصر نے ۸۲۵ھ میں سرخ رنگ کا اندرونی غلاف کعبہ کے لئے روانہ کیا۔ آجکل یہ غلاف خود حکومت سعودیہ عربیہ غلبہ اللہ تعالیٰ کے زیر اہتمام تیار کرایا جاتا ہے۔

باب کعبہ کے گرانے کا بیان

اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک فوج بیت اللہ پر چڑھائی کرے گی اور وہ زمین میں دھنسا دی جائے گی۔

(۱۵۹۵) ہم سے عمرو بن علی فلاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبید اللہ بن اخس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابن ابی ملیکہ نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اور ان سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا، گویا میری نظروں کے سامنے وہ پتلی ٹانگوں والا سیاہ آدمی ہے جو خانہ کعبہ کے ایک ایک پتھر کو اکھاڑ پھینکے گا۔

(۱۵۹۶) ہم سے یحییٰ بن کبیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے یونس نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے سعید بن مسیب نے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کعبہ کو دو پتلی پنڈلیوں والا حبشی خراب کرے گا۔

۴۹- بَابُ هَذَا الْكَعْبَةِ

قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((يَغْزُو جَيْشُ الْكَعْبَةِ فَيُخَسَفُ بِهِمْ)).

۱۵۹۵- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ الْأَخْنَسِ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((كَأَنِّي بِهِ أَسْوَدٌ أَفْحَجُ يَقْلَعُهَا حَجْرًا حَجْرًا)).

۱۵۹۶- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((يُخَرَّبُ الْكَعْبَةُ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ)). [راجع: ۱۵۹۱]

اوپر والی حدیث میں الفحج کا لفظ ہے۔ اور افحج وہ ہے جو اکڑتا ہوا چلے یا چلتے میں اس کے دونوں پنچے تو نزدیک رہیں اور دونوں ایزدوں میں فاصلہ رہے۔ وہ حبشی مردود جو قیامت کے قریب کعبہ ڈھائے گا وہ اسی شکل کا ہو گا۔ دوسری روایت میں ہے اس کی آنکھیں نیلی، ناک پھیلی ہوئی ہوگی، پیٹ بڑا ہو گا۔ اس کے ساتھ اور لوگ ہوں گے، وہ کعبہ کا ایک ایک پتھر اکھاڑ ڈالیں گے اور سمندر میں لے جا کر پھینک دیں گے۔ یہ قیامت کے بالکل نزدیک ہو گا۔ اللہ ہر فتنے سے بچائے آمین۔

ووقع هذا الحديث عند احمد من طريق سعيد بن سمعان عن ابي هريرة بانهم من هذا السياق ولفظه يبيع للرجل بين الركن والمقام

ولن يستحل هذا البيت الا اهله فاذا استحلوه فلا تسال عن هلكة العرب ثم تجنى الحبشة فيخربونه خرابا لا يعمر بعده ابدا وهم الذين يستخرجون كنزه ولا بى قره فى السفن من وجه آخر من عن ابى هريرة مرفوعا لا يستخرج كنز الكعبة الا ذوالسويقتين من الحبشة ونحوه لابی داود من حديث عبد الله بن عمرو بن العاص وزاد احمد والطبرانی من طريق مجاهد عنه فيسلبها حليتها ويجردها من كسوتها كانی انظر اليه اصليح افيدع يقرب عليها بمسحاته او بمعوله.

قیل هذا الحديث يخالف قوله تعالى او لم يروا انا جعلنا حرما مائنا ولان الله حبس عن مكة الفيل ولم يمكن اصحابه من تخریب الكعبة ولم تكن اذ ذاك قبله فكيف يسلط عليها الحبشة بعد ان صارت قبله للمسلمين واجيب بان ذلك محمول على انه يقع فى اخر الزمان قرب قيام الساعة حيث لا يبقى فى الارض احد يقول الله الله كما ثبت فى صحيح مسلم لا تقوم الساعة حتى لا يقال فى الارض الله الله واعترض بعض الملاحدين على الحديث الماضى فقال كيف سودته خطايا المشركين ولم تبيض طاعات اهل التوحيد واجيب بما قال ابن قتيبة لو شاء الله لكان ذلك وانما اجرى الله العادة بان السواد يصيب ولا يبيض على العكس من البياض. (فتح الباری)

باب حجر اسود کا بیان

(۱۵۹۷) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں سفیان ثوری نے خبر دی، انہیں اعمش نے، انہیں ابراہیم نے، انہیں عابس نے، انہیں ربیعہ نے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حجر اسود کے پاس آئے اور اسے بوسہ دیا اور فرمایا میں خوب جانتا ہوں کہ تو صرف ایک پتھر ہے، نہ کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے میں نہ دیکھتا تو میں بھی کبھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔

۵۰۔ بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ

۱۵۹۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ((أَنَّهُ جَاءَ إِلَى الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ فَقَبَّلَهُ فَقَالَ: إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَنْفَعُ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْ لَا أَتَى رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ)).

[طرفہ فی : ۱۶۰، ۱۶۱].

ترجمہ حجر اسود وہ کالا پتھر ہے جو کعبہ کے مشرقی کونے میں لگا ہوا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ حجر اسود جنت کا پتھر ہے۔ پہلے وہ دودھ سے بھی زیادہ سفید تھا پھر لوگوں کے گناہوں نے اس کو کالا کر دیا۔ حاکم کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا اے امیر المؤمنین! یہ پتھر لگاؤ اور فائدہ کر سکتا ہے، قیامت کے دن اس کی آنکھیں ہوں گی اور زبان اور ہونٹ اور وہ گواہی دے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا ابو الحسن! جہاں تم نہ ہو وہاں اللہ مجھ کو نہ رکھے۔ ذہبی نے کہا کہ حاکم کی روایت ساقط ہے۔ خود مرفوع حدیث میں آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے بھی حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت ایسا ہی فرمایا تھا۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی کہا۔ اخراجہ ابن ابی شیبہ اس کا مطلب یہ کہ تیرا چومنا محض آنحضرت ﷺ کی اتباع کی نیت سے ہے۔

اس روایت سے صاف یہ نکلا کہ قبروں کی چوکھٹ چومنا یا قبروں کی زمین چومنا یہ سب ناجائز کام ہیں۔ بلکہ بدعات سینہ ہیں۔ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو صرف اس لئے چوما کہ آنحضرت ﷺ نے اسے چوما تھا اور آنحضرت یا صحابہ سے کہیں منقول نہیں ہے کہ انہوں نے قبر کا بوسہ لیا ہو۔ یہ سب کام جاہلوں نے نکالے ہیں اور شرک ہیں کیونکہ جن کی قبروں کو چومتے ہیں ان کو اپنے نفع نقصان کا مالک گردانتے ہیں اور ان کی دہائی دیتے اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں۔ لہذا شرک ہونے میں کیا کلام ہے۔ کوئی

خالص محبت سے چومے تو یہ بھی غلط اور بدعت ہو گا اس لئے کہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہؓ سے کہیں کسی قبر کو چومنے کا ثبوت نہیں ہے۔

علامہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں قال الطبري اما قال ذلك عمر لان الناس كانوا حديثي عهد بعبادة الاصنام فخشي عمر ان يظن الجاهل ان استلام الحجر من باب تعظيم بعض الاحجار كما كانت العرب تفعل في الجاهلية فاراد عمر ان يعلم الناس ان استلامه اتباع لفعل رسول الله صلى الله عليه وسلم لان الحجر ينفع او يضر بذاته كما كانت الجاهلية تعتقده في الاولان (فتح الباری)

یہ وہ تاریخی پتھر ہے جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے بیٹے حضرت اسماعیل کے مبارک جسوں سے مس ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جس وقت خانہ کعبہ کی عمارت بن چکی تو حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیل سے کہا کہ ایک پتھر لاؤ تاکہ اس کو ایسے مقام پر لگا دوں جہاں سے طواف شروع کیا جائے۔ تاریخ مکہ میں ہے فقال ابراهيم لاسماعيل عليهما السلام يا اسماعيل ايتني بحجر اضعه حتى يكون علما للناس يبتدون منه الطواف، یعنی حضرت ابراہیم نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کہا کہ ایک پتھر لاؤ تاکہ میں ایسی جگہ نصب کر دوں جہاں سے لوگ طواف شروع کریں۔

بعض روایات کی بنا پر اس پتھر کی تاریخ حضرت آدم علیہ السلام کے جنت سے ہبوط کے ساتھ ساتھ شروع ہوتی ہے۔ چنانچہ طوفان نوح کے وقت یہ پتھر بہہ کر کوہ ابو قیس پر چلا گیا تھا۔ اس موقع پر کوہ ابو قیس سے صدا بلند ہوئی کہ اے ابراہیم! یہ امانت ایک مدت سے میرے سپرد ہے۔ آپ نے وہاں سے اس پتھر کو حاصل کر کے کعبہ کے ایک کونہ میں نصب کر دیا اور کعبہ شریف کا طواف کرنے کے لئے اس کو شروع کرنے اور ختم کرنے کا مقام ٹھہرایا۔

حاجیوں کے لئے حجر اسود کو بوسہ دینا یا ہاتھ لگانا یہ کام مسنون اور کارِ ثواب ہیں۔ قیامت کے دن یہ پتھر ان لوگوں کی گواہی دے گا جو اللہ کے گھر کی زیارت کے لئے آتے ہیں اور اس کو ہاتھ لگا کر حج یا عمرہ کی شہادت ثبت کراتے ہیں۔

بعض روایات کی بنا پر عہدِ ابراہیمی میں بیان لینے کا یہ عام دستور تھا کہ ایک پتھر رکھ دیا جاتا جس پر لوگ آکر ہاتھ مارتے۔ اس کے معنی یہ ہوتے کہ جس عہد کے لئے وہ پتھر گاڑا گیا ہے اس کو انہوں نے تسلیم کر لیا۔ بلکہ اپنے دلوں میں اس پتھر کی طرح مضبوط گاڑ لیا۔ اسی دستور کے موافق حضرت ابراہیم نے مقتدی قوموں کے لئے یہ پتھر نصب کیا تاکہ جو شخص بیت اللہ شریف میں داخل ہو اس پتھر پر ہاتھ رکھے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے توحید الہی کے بیان کو قبول کر لیا۔ اگر جان بھی دینی پڑے گی تو اس سے منحرف نہ ہو گا۔ گویا حجر اسود کا استلام اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنا ہے۔ اس تمثیل کی تصریح ایک حدیث میں یوں آئی ہے۔ عن ابن عباس مرفوعاً الحجر الاسود يعين الله في ارضه يصفح به خلقه (طبرانی) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ حجر اسود زمین میں گویا اللہ کا دایاں ہاتھ ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے مصافحہ فرماتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں نزل الحجر الاسود من الجنة وهو اشد بياضا من اللبن فسودته خطايا بني ادم (رواہ احمد و الترمذی) یعنی حجر اسود جنت سے نازل ہوا تو دودھ سے بھی زیادہ سفید تھا مگر انسانوں کی خطا کاریوں نے اس کو سیاہ کر دیا۔ اس سے حجر اسود کی شرافت و بزرگی مراد ہے۔

ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس تاریخی پتھر کو نطق اور بصارت سے سرفراز کرے گا۔ جن لوگوں نے حقانیت کے ساتھ توحید الہی کا عہد کرتے ہوئے اس کو چوما ہے، ان پر یہ گواہی دے گا۔ ان فضائل کے باوجود کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں کہ یہ پتھر معبود ہے اس کے اختیار میں نفع و ضرر ہے۔

ایک دفعہ حضرت فاروق اعظمؓ نے حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے صاف اعلان فرمایا کہ انی اعلم انک حجر لا تضر ولا تنفع ولولا انی رایت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقبلک ما قبلتک (رواہ السنۃ و احمد) یعنی میں خوب جانتا ہوں کہ تو صرف ایک پتھر ہے، تیرے

قبضے میں نہ کسی کا نفع ہے نہ نقصان اور اگر رسول اللہ ﷺ کو میں نے تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بھی بوسہ نہ دیتا۔

علامہ طبری مرحوم لکھتے ہیں اما قال ذلك عمر لان الناس كانوا حديثي عهد بعبادة الاصنام فخشى عمران يظن الجاهل ان استلام الحجر من باب تعظيم بعض الاحجار كما كانت العرب تفعل في الجاهلية فاراد عمران يعلم الناس ان استلامه اتباع لفعل رسول الله صلى الله عليه وسلم لا كان الحجر ينفع و يضر بذاته كما كانت الجاهلية تعتقده في الاوثان لعني حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اعلان اس لئے کیا کہ اکثر لوگ بت پرستی سے نکل کر قریشی زمانہ میں اسلام کے اندر داخل ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس خطرے کو محسوس کر لیا کہ جاہل لوگ یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ زمانہ جاہلیت کے دستور کے مطابق پتھروں کی تعظیم ہے۔ اس لئے آپ نے لوگوں کو آگاہ کیا کہ حجر اسود کا استلام صرف اللہ کے رسول کی اتباع میں کیا جاتا ہے ورنہ حجر اسود اپنی ذات میں نفع یا نقصان پہنچانے کی کوئی طاقت نہیں رکھتا جیسا عہد جاہلیت کے لوگ بتوں کے بارے میں اعتقاد رکھتے تھے۔

ابن ابی شیبہ اور دار قطنی نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بھی یہی الفاظ نقل کئے ہیں کہ آپ نے بھی حجر اسود کے استلام کے وقت یوں فرمایا ”میں جانتا ہوں کہ تیری حقیقت ایک پتھر سے زیادہ کچھ نہیں۔ نفع یا نقصان کی کوئی طاقت تیرے اندر نہیں ہے۔ اگر میں نے آنحضرت ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی تجھ کو بوسہ نہ دیتا“

بعض محدثین نے خود نبی کریم ﷺ کے بھی یہ الفاظ نقل فرمائے ہیں کہ آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا ”میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے جس میں نفع و نقصان کی تاثیر نہیں ہے۔ اگر مجھے میرے رب کا حکم نہ ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا“۔

اسلامی روایات کی روشنی میں حجر اسود کی حیثیت ایک تاریخی پتھر کی ہے جس کو اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام نے خانہ خدا کی تعمیر کے وقت ایک ”بنیادی پتھر“ کی حیثیت سے نصب کیا۔ اس لحاظ سے دین حنیف کی ہزار ہا سالہ تاریخ اس پتھر کے ساتھ وابستہ ہو جاتی ہے۔ اہل اسلام اس کی جو بھی تعظیم استلام وغیرہ کی شکل میں کرتے ہیں وہ سب کچھ صرف اسی بنا پر ہے۔ ملت ابراہیمی کا اللہ کے ہاں مقبول ہونا اور مذہب اسلام کی حقانیت پر بھی یہ پتھر ایک تاریخی شاہد عادل کی حیثیت سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ جس کو ہزار ہا سال کے بے شمار انقلابات فنا نہ کر سکے۔ وہ جس طرح ہزاروں برس پہلے نصب کیا گیا تھا آج بھی اسی شکل میں اسی جگہ تمام دنیا کے حوادث و انقلابات کا مقابلہ کرتے ہوئے موجود ہے۔ اس کو دیکھنے سے اس کو چومنے سے ایک سچے مسلمان موحّد کی نظروں کے سامنے دین حنیف کے چار ہزار سالہ تاریخی اور اوراق یکے بعد دیگرے اٹھنے لگ جاتے ہیں۔ حضرت خلیل اللہ اور حضرت ذبیح اللہ ﷺ کی پاک زندگیوں کے سامنے آکر معرفت حق کی نئی نئی راہیں دماغوں کے سامنے کھول دیتی ہیں۔ روحانیت وجد میں آ جاتی ہے۔ توحید پرستی کا جذبہ جوش مارنے لگتا ہے۔ حجر اسود بنائے توحید کا ایک بنیادی پتھر ہے ”دعائے خلیل و نوید مسیحا“ حضرت سید الانبیاء ﷺ کی صداقت کے اظہار کے لئے ایک غیر فانی یادگار ہے۔ اس مختصر سے تبصرہ کے بعد کتب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں اس حقیقت کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ مصنوعات الہیہ میں جو چیز بھی محترم ہے وہ بلاذات محترم نہیں ہے بلکہ پیغمبر اسلام کی تعلیم و ارشاد کی وجہ سے محترم ہے۔ اسی کلیہ کے تحت خانہ کعبہ، حجر اسود، صفا مرودہ وغیرہ وغیرہ محترم قرار پائے۔ اسی لئے اسلام کا کوئی فعل بھی جس کو وہ مہلوت یا لائق عظمت قرار دیتا ہو، ایسا نہیں ہے جس کی سند سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے حق تعالیٰ تک نہ پہنچتی ہو۔ اگر کوئی مسلمان ایسا فعل ایجا کرے جس کی سند پیغمبر ﷺ تک نہ پہنچتی ہو تو وہ فعل نظروں میں کیسا بھی پیارا اور محل کے نزدیک کتنا ہی مستحسن کیوں نہ ہو، اسلام فوراً اس پر بدعت ہونے کا حکم لگا دیتا ہے اور صرف اس لئے اس کو نظروں سے گرا دیتا ہے کہ اس کی سند حضرت رسول خدا تک نہیں پہنچتی بلکہ وہ ایک غیر ملیم انسان کا ایجا کیا ہوا فعل ہے۔

اسی پاک تعلیم کا اثر ہے کہ سارا کعبہ باوجودیکہ ایک گھر ہے مگر حجر اسود اور رکن یمنی و منترم پر پیغمبر اسلام ﷺ نے جو طریق

استلام یا چٹنے کا بتلایا ہے مسلمان اس سے انچ بھر آگے نہیں بڑھتے۔ نہ دوسری دیواروں کے پتھروں کو چومتے ہیں۔ کیونکہ مسلمان مخلوقات الہیہ کے ساتھ تعلقات قائم کرنے میں پیغمبر ﷺ کے ارشاد و عمل کے تابع ہیں۔

۵۱- بَابُ إِغْلَاقِ الْبَيْتِ، وَيُصَلِّي فِي أَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَاءَ
باب کعبہ کا دروازہ اندر سے بند کر لینا اور اس کے ہر کونے میں نماز پڑھنا جہاں چاہے

(۱۵۹۸) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یث بن سعد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے سالم نے اور ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اور اسامہ بن زید اور بلال و عثمان بن ابی طلحہ چاروں خانہ کعبہ کے اندر گئے اور اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ پھر جب دروازہ کھولا تو میں پہلا شخص تھا جو اندر گیا۔ میری ملاقات بلال سے ہوئی۔ میں نے پوچھا کہ کیا نبی کریم ﷺ نے (اندر) نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے بتلایا کہ ہاں! دونوں یعنی ستونوں کے درمیان آپ نے نماز پڑھی ہے۔

۱۵۹۸- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ : ((دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْبَيْتَ هُوَ وَأَسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَبِلَالٌ وَغُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ فَأَغْلَقُوا عَلَيْهِمْ، فَلَمَّا فَتَحُوا كُنْتُ أَوَّلَ مَنْ وَلَجَ فَلَقِيتُ بِلَالًا فَسَأَلْتُهُ: هَلْ صَلَّى فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ : نَعَمْ، بَيْنَ الْعَمُودَيْنِ الْيَمَانَيْنِ)).

[راجع: ۳۹۷]

حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔ حضرت امام یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ کعبہ شریف میں داخل ہو کر اور دروازہ بند کر کے جہاں چاہے نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ دروازہ بند کرنا اس لئے ضروری ہے کہ اگر وہ کھلا رہے تو ادھر نہ کر کے نمازی کے سامنے کعبہ کا کوئی حصہ نہیں رہ سکتا جس کی طرف رخ کرنا ضروری ہے۔ آنحضرت ﷺ نے دونوں یعنی ستونوں کے درمیان نماز پڑھی جو اتفاقی چیز تھی۔

۵۲- بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْكَعْبَةِ
باب کعبہ کے اندر نماز پڑھنا

(۱۵۹۹) ہم سے احمد بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی، انہیں نافع نے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب کعبہ کے اندر داخل ہوتے تو سامنے کی طرف چلتے اور دروازہ پیٹھ کی طرف چھوڑ دیتے۔ آپ اسی طرح چلتے رہتے اور جب سامنے کی دیوار تقریباً تین ہاتھ رہ جاتی تو نماز پڑھتے تھے۔ اس طرح آپ اس جگہ نماز پڑھنے کا اہتمام کرتے تھے جس کے متعلق بلال رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں نماز پڑھی تھی۔ لیکن اس میں کوئی حرج نہیں کعبہ میں جس جگہ بھی کوئی چاہے نماز پڑھے۔

۱۵۹۹- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّهُ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْكَعْبَةَ مَشَى قِبَلَ الْوُجْهِ حِينَ يَدْخُلُ وَيَجْعَلُ الْبَابَ قِبَلَ الظُّهْرِ يَمْشِي حَتَّى يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِدَارِ الَّذِي قِبَلَ وَجْهِهِ قَرِيبًا مِنْ ثَلَاثِ أَذْرُعٍ قَبْلَ صَلَاتِي، يَتَوَخَّى الْمَكَانَ الَّذِي أَخْبَرَهُ بِلَالٌ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى فِيهِ، وَلَيْسَ عَلَى أَحَدٍ نَاسٌ أَنْ يُصَلِّيَ فِي أَيِّ

نَوَاحِي الثَّيْتِ شَاءَ)). [راجع: ۳۹۷]

۵۳- بَابُ مَنْ لَمْ يَدْخُلِ الْكَعْبَةَ

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَحُجُّ كَثِيرًا وَلَا يَدْخُلُ

۱۶۰۰- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ: ((اعْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَطَافَ بِالثَّيْتِ، وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ وَمَعَهُ مَنْ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: أَدْخَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْكَعْبَةَ؟ قَالَ: لَا)).

[أطرافه في: ۱۷۹۱، ۴۱۸۸، ۴۲۵۵].

باب جو کعبہ میں داخل نہ ہوا
اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اکثر حج کرتے مگر کعبہ کے اندر نہیں جاتے تھے۔

(۱۶۰۰) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد بن عبداللہ نے بیان کیا، انہیں اسماعیل بن ابی خالد نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن ابی اوفیٰ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرہ کیا تو آپ نے کعبہ کا طواف کر کے مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں۔ آپ کے ساتھ کچھ لوگ تھے جو آپ کے اور لوگوں کے درمیان آڑ بنے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک صاحب نے ابن ابی اوفیٰ سے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے تھے تو انہوں نے بتایا کہ نہیں۔

یعنی کعبہ کے اندر داخل ہونا کوئی لازمی رکن نہیں۔ نہ حج کی کوئی عبادت ہے۔ اگر کوئی کعبہ کے اندر نہ جائے تو کچھ قباحت نہیں۔ آنحضور ﷺ خود حجتہ الوداع کے موقع پر اندر نہیں گئے۔ نہ عمرہ القضاء میں آپ اندر گئے نہ عمرہ جمرانہ کے موقع پر۔ غالباً اس لئے بھی نہیں کہ ان دنوں کعبہ میں بت رکھے ہوئے تھے۔ پھر فتح مکہ کے وقت آپ نے کعبہ شریف کی تطہیر کی اور بتوں کو نکالا۔ تب آپ اندر تشریف لے گئے۔ حجتہ الوداع کے موقع پر آپ اندر نہیں گئے حالانکہ اس وقت کعبہ میں بت بھی نہ تھے۔ غالباً اس لئے بھی کہ لوگ اسے لازمی نہ سمجھ لیں۔

باب جس نے کعبہ کے چاروں کونوں میں

تکبیر کی

(۱۶۰۱) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب (فتح مکہ کے دن) تشریف لائے تو آپ نے کعبہ کے اندر جانے سے اس لئے انکار فرمایا کہ اس میں بت رکھے ہوئے تھے۔ پھر آپ نے حکم دیا اور وہ نکالے گئے، لوگوں نے ابراہیم اور اسماعیل علیہ السلام کے بت بھی نکالے۔ ان کے ہاتھوں میں فال نکالنے کے تیردے رکھے تھے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا اللہ ان مشرکوں کو غارت کرے، خدا کی قسم

۵۴- بَابُ مَنْ كَبَّرَ فِي نَوَاحِي

الْكَعْبَةِ

۱۶۰۱- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو بَاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمَّا قَدِمَ أَبِي أَنْ يَدْخُلَ الثَّيْتِ وَفِيهِ الْإِلَهَةُ، فَأَمَرَ بِهَا فَأُخْرِجَتْ، فَأُخْرِجُوا صُورَةَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فِي أَيَدِيهِمَا الْأَزْلَامَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((قَاتِلْهُمْ

اللَّهُ، أَمَّا وَاللَّهِ فَلَنْ عَلِمُوا أَنَّهُمَا لَمْ يَسْتَفْسِمَا بِهَا قَطُّ)). فَلَدَخَلَ الْبَيْتَ فَكَبَّرَ فِي نَوَاحِيهِ، وَلَمْ يُصَلِّ فِيهِ)).

انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ ان بزرگوں نے تیر سے فال کبھی نہیں نکالی۔ اس کے بعد آپ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے اور چاروں طرف تکبیر کی۔ آپ نے اندر نماز نہیں پڑھی۔

[راجع: ۳۹۸]

مشرکین مکہ نے خانہ کعبہ میں حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بتوں کے ہاتھوں میں تیر دے رکھے تھے اور ان سے فال نکالا کرتے۔ اگر افضل (اس کام کو کر) والا تیر نکلتا تو کرتے اگر لا تفعل (نہ کر) والا ہوتا تو وہ کام نہ کرتے۔ یہ سب کچھ حضرات انبیاء علیہم السلام پر ان کا افتراء تھا۔ قرآن نے اس کو رجس من عمل الشیطان کہا کہ یہ گندے شیطانی کام ہیں۔ مسلمانوں کو ہرگز ہرگز ایسے دھوکو سلوں میں نہ پھنسا چاہئے۔ آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ میں کعبہ کو بتوں سے پاک کیا۔ پھر آپ اندر داخل ہوئے اور خوشی میں کعبہ کے چاروں کونوں میں آپ نے نعرہ تکبیر بلند فرمایا ﴿جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ﴾ (بنی اسرائیل: ۸۱)

باب رمل کی ابتدا کیسے ہوئی؟

(۱۶۰۲) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ (عمرة القضاء ۷ھ میں) جب رسول اللہ ﷺ (مکہ) تشریف لائے تو مشرکوں نے کہا کہ محمد ﷺ آئے ہیں، ان کے ساتھ ایسے لوگ آئے ہیں جنہیں یرب (مدینہ منورہ) کے بخار نے کمزور کر دیا ہے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل (تیز چلنا جس سے اظہار قوت ہو) کریں اور دونوں یلانی رکنوں کے درمیان حسب معمول چلیں اور آپ نے یہ حکم نہیں دیا کہ سب پھیروں میں رمل کریں اس لئے کہ ان پر آسانی ہو۔

۵۵- بَابُ كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الرَّمْلِ؟

۱۶۰۲- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ هُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : ((قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ، فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ : إِنَّهُ يَفْدُمُ عَلَيْكُمْ وَقَدْ وَهَنَهُمْ حُمَى يَنْوِبُ. فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَرْمِلُوا الْأَشْوَاطَ الثَّلَاثَةَ، وَأَنْ يَمْشُوا مَا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ، وَلَمْ يَمْنَعَهُ أَنْ يَأْمُرَهُمْ أَنْ يَرْمِلُوا الْأَشْوَاطَ كُلَّهَا إِلَّا الْإِنْفَاءَ عَلَيْهِمْ)). [طرفه في : ۴۲۵۶].

رمل کا سبب حدیث بالا میں خود ذکر ہے۔ مشرکین نے سمجھا تھا کہ مسلمان مدینہ کی مرطوب آب و ہوا سے بالکل کمزور ہو چکے ہیں۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ طواف کے پہلے تین چکروں میں ذرا اکڑ کر تیز چال چلیں، مونڈھوں کو ہلاتے ہوئے تاکہ کفار مکہ دیکھیں اور اپنے غلط خیال کو واپس لے لیں۔ بعد میں یہ عمل بطور سنت رسول جاری رہا اور اب بھی جاری ہے۔ اب یادگار کے طور پر رمل کرنا چاہئے تاکہ اسلام کے عروج کی تاریخ یاد رہے۔ اس وقت کفار مکہ دونوں شاہی رکنوں کی طرف جمع ہوا کرتے تھے، اس لئے اسی حصہ میں رمل سنت قرار پایا۔

باب جب کوئی مکہ میں آئے تو پہلے حجر اسود کو چومے

طواف شروع کرتے وقت اور تین پھیروں میں

۵۶- بَابُ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ

حِينَ يَفْدُمُ مَكَّةَ أَوَّلَ مَا يَطُوفُ،

وَيَوْمَئِذٍ نَلَّا

رمل کرے۔

(۱۶۰۳) ہم سے اصمغ بن فرج نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عبداللہ بن وہب نے خبر دی، انہیں یونس نے، انہیں زہری نے، انہیں سالم نے اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ جب آپ مکہ تشریف لاتے تو پہلے طواف شروع کرتے وقت حجر اسود کو بوسہ دیتے اور سات چکروں میں سے پہلے تین چکروں میں رمل کرتے تھے۔

۱۶۰۳- حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ قَالَ: أَخْبَرَنِي بْنُ وَهَبٍ عَنْ يُونُسَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ جِئْنَا بِقَدَمِ مَكَّةَ إِذَا اسْتَلَمَ الرُّمْلَ الْأَسْوَدَ أَوَّلَ مَا يَطُوفُ يَخْبُ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ مِنَ السَّبْعِ)).

[أطرافه في : ١٦٠٤، ١٦١٦، ١٦١٧،

١٦٤٤].

۵۷- بَابُ الرَّمْلِ فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

باب حج اور عمرہ میں رمل کرنے کا بیان

(۱۶۰۴) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سرتج بن نعمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے فلیح نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تین چکروں میں رمل کیا اور بقیہ چار چکروں میں حسب معمول چلے، حج اور عمرہ دونوں میں۔ سرتج کے ساتھ اس حدیث کو لیث نے روایت کیا ہے۔ کہا کہ مجھ سے کثیر بن فرقہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے۔

۱۶۰۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ ثَلَاثَةَ أَشْوَاطٍ وَمَشَى أَرْبَعَةً فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ)). تَابَعَهُ اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي كَثِيرُ بْنُ فَرْقَدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

[راجع: ١٦٠٣]

مراد حجۃ الوداع اور عمرۃ القضاء ہے۔ حدیث میں تو آپ کعبہ تک پہنچ ہی نہ سکے تھے اور جعرانہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما آپ کے ساتھ نہ تھے۔

(۱۶۰۵) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی، کہا کہ مجھے زید بن اسلم نے خبر دی، انہیں ان کے والد نے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو خطاب کر کے فرمایا۔ بخدا مجھے خوب معلوم ہے کہ تو صرف ایک پتھر ہے جو نہ کوئی نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان اور اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے

۱۶۰۵- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ ((أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لِلرُّمْلِ: أَمَّا وَاللَّهِ إِنِّي لَا عَلَمَ لَكَ حَجَرٌ لَا تَنْفَعُ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْ

لَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اسْتَلَمَكَ مَا اسْتَلَمْتُكَ. فَاسْتَلَمْتُهُ ثُمَّ قَالَ: مَا لَنَا وَلِلْمُؤْمِلِ؟ إِنَّمَا كُنَّا رَأَيْنَا بِهِ الْمُشْرِكِينَ، وَقَدْ أَهْلَكَهُمُ اللَّهُ ثُمَّ قَالَ: هِيَءَ صَنْعَةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَلَا نُحِبُّ أَنْ نَتَرَكَهُ).

[راجع: ۱۰۹۷]

نہ دیکھا ہوتا تو میں کبھی بوسہ نہ دیتا۔ اس کے بعد آپ نے بوسہ دیا۔ پھر فرمایا اور اب ہمیں رمل کی بھی کیا ضرورت ہے۔ ہم نے اس کے ذریعہ مشرکوں کو اپنی قوت دکھائی تھی تو اللہ نے ان کو تباہ کر دیا۔ پھر فرمایا جو عمل رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے اسے اب چھوڑنا بھی ہم پسند نہیں کرتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے رمل کی علت اور سبب پر خیال کر کے اس کو چھوڑ دینا چاہا۔ پھر ان کو خیال آیا کہ آنحضرت ﷺ نے یہ فعل کیا تھا۔ شاید اس میں اور کوئی حکمت ہو اور آپ کی پیروی ضروری ہے۔ اس لئے اس کو جاری رکھا (وحیدی)

(۱۶۰۶) ہم سے مسدد نے بیان کیا، ان سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ عمری نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا۔ جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو ان دونوں رکن یمانی کو چومتے ہوئے دیکھا میں نے بھی اس کے چومنے کو خواہ سخت حالات ہوں یا نرم نہیں چھوڑا۔ میں نے نافع سے پوچھا کیا ابن عمر رضی اللہ عنہما ان دونوں یعنی رکنوں کے درمیان معمول کے مطابق چلتے تھے؟ تو انہوں نے بتایا کہ آپ معمول کے مطابق اس لئے چلتے تھے تاکہ حجر اسود کو چھونے میں آسانی رہے۔

باب حجر اسود کو چھڑی سے

چھوٹا اور چومنا

(۱۶۰۷) ہم سے احمد بن صالح اور یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ ہم سے عبد اللہ بن وہب نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں یونس نے ابن شہاب سے خبر دی، انہیں عبید اللہ بن عبد اللہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی اونٹنی پر طواف کیا تھا اور آپ حجر اسود کا استلام ایک چھڑی کے ذریعہ کر رہے تھے اور اس چھڑی کو چومتے تھے۔ اور یونس کے ساتھ اس حدیث کو دروردی نے زہری کے بھتیجے سے روایت کیا اور انہوں نے اپنے چچا (زہری) سے۔

۱۶۰۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((مَا تَرَكْتُ اسْتِلَامَ هَذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ فِي شِدَّةٍ وَلَا رِخَاءٍ مُنْذُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَسْتَلِمُهُمَا، فَقُلْتُ لِنَافِعٍ: أَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَمْشِي بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ؟ قَالَ: إِنَّمَا كَانَ يَمْشِي لِيَكُونَ أَيْسَرَ لاسْتِلَامِهِ)). [طرفه في: ۱۶۱۱].

۵۸- بَابُ اسْتِلَامِ الرُّكْنِ

بِالْمِخْجَنِ

۱۶۰۷ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ وَيَحْيَى بْنُ سَلِيمَانَ قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((طَافَ النَّبِيُّ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلَى بَعِيرٍ يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِخْجَنِ)) تَابِعَةُ الثَّوْرَوْدِيِّ عَنْ ابْنِ أَبِي الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمِّهِ.

[أطرافه في: ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۳۲]

جسور علماء کا یہ قول ہے کہ حجر اسود کو منہ لگا کر چومنا چاہئے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو ہاتھ لگا کر ہاتھ کو چوم لے، اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو لکڑی لگا کر اس کو چوم لے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو جب حجر اسود کے سامنے پہنچے ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کر کے اس کو چوم لے۔ جب ہاتھ یا لکڑی سے دور سے اشارہ کیا جائے جو حجر اسود کو لگ نہ سکے تو اسے چومنا نہیں چاہیے۔ (رشید)

بَابُ مَنْ لَمْ يَسْتَلِمِ الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانَيْنِ باب اس شخص سے متعلق جس نے صرف دونوں ارکان

یمانی کا استلام کیا

(۱۶۰۸) اور محمد بن بکر نے کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا مجھ کو عمرو بن دینار نے خبر دی کہ ابو الشَّعَاء نے کہا بیت اللہ کے کسی بھی حصہ سے بھلا کون پرہیز کر سکتا ہے۔ اور معاویہ رضی اللہ عنہ چاروں رکنوں کا استلام کرتے تھے، اس پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا کہ ہم ان دو ارکان شامی اور عراقی کا استلام نہیں کرتے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیت اللہ کا کوئی جزء ایسا نہیں جسے چھوڑ دیا جائے اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی تمام ارکان کا استلام کرتے تھے۔

۱۶۰۸- وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ أَبِي الشَّعَاءِ أَنَّهُ قَالَ: ((وَمَنْ يَتَّقِي شَيْئًا مِنَ الْيَمَنِ؟ وَكَانَ مُعَاوِيَةُ يَسْتَلِمُ الْأَرْكَانَ، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: إِنَّهُ لَا يُسْتَلِمُ هَذَانِ الرُّكْنَيْنِ. فَقَالَ لَهُ لَيْسَ شَيْءٌ مِنَ الْيَمَنِ مَهْجُورًا. وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَسْتَلِمُهُنَّ كُلَّهُنَّ)).

(۱۶۰۹) ہم سے ابو الولید طلیسی نے بیان کیا، ان سے یث بن سعد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے سالم بن عبداللہ نے، ان سے ان کے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف دونوں یمانی ارکان کا استلام کرتے دیکھا۔

۱۶۰۹- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا يِثُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((لَمْ أَرِ النَّبِيَّ ﷺ يَسْتَلِمُ مِنَ الْيَمَنِ إِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانَيْنِ)). [راجع: ۱۶۶]

کعبہ کے چار کونے ہیں حجر اسود، رکن یمانی، رکن شامی اور رکن عراقی۔ حجر اسود اور رکن یمانی کو رکنین یمانیین اور شامی اور عراقی کو شامینین کہتے ہیں۔ حجر اسود کے علاوہ رکن یمانی کو چھونا یہی رسول کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کا طریقہ رہا ہے۔ اسی پر عمل درآمد ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو کچھ فرمایا ان کی رائے تھی مگر فعل نبوی مقدم ہے۔

باب حجر اسود کو بوسہ دینا

(۱۶۱۰) ہم سے احمد بن سنان نے بیان کیا، ان سے یزید بن ہارون نے بیان کیا، انہیں ورقاء نے خبر دی، انہیں زید بن اسلم نے خبر دی، ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر بن

۶۰- بَابُ تَقْبِيلِ الْحَجَرِ

۱۶۱۰- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَنَانَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ أَخْبَرَنَا وَرْقَاءُ قَالَ أَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ:

خطاب رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور پھر فرمایا کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو میں کبھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔

رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَبَلَ الْحَجَرَ وَقَالَ: ((لَوْ لَا أَنِّي رَأَيْتُ
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَبَلَكَ مَا قَبَلْتُكَ)).

[راجع: ۱۵۹۷]

(۱۶۱۱) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے زبیر بن عربی نے بیان کیا کہ ایک شخص نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حجر اسود کے بوسہ دینے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کو بوسہ دیتے دیکھا ہے۔ اس پر اس شخص نے کہا اگر ہجوم ہو جائے اور میں عاجز ہو جاؤں تو کیا کروں؟ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس اگر وگر کو یمن میں جا کر رکھو میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اس کو بوسہ دیتے تھے۔

۱۶۱۱- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا
حَمَادٌ عَنْ الزُّبَيْرِ بْنِ عَرَبِيٍّ قَالَ: ((سَأَلَ
رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ
اسْتِلامِ الْحَجَرِ فَقَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ)).

قَالَ قُلْتُ: أَرَأَيْتَ إِنْ رُحِمْتُ، أَرَأَيْتَ إِنْ
غُلِبْتُ؟ قَالَ: اجْعَلْ ((أَرَأَيْتَ)) بِالْيَمَنِ،
رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ)).

۶۱- بَابُ مَنْ أَشَارَ إِلَى الرُّكْنِ إِذَا
آتَى عَلَيْهِ

باب حجر اسود کے سامنے پہنچ کر اس کی طرف اشارہ کرنا
(جب چومنا نہ ہو سکے)

(۱۶۱۲) ہم سے محمد بن ثنیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الوہاب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد حذاء نے عکرمہ سے بیان کیا، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ ایک اونٹنی پر (سوار ہو کر کعبہ کا) طواف کر رہے تھے اور جب بھی آپ حجر اسود کے سامنے پہنچتے تو کسی چیز سے اس کی طرف اشارہ کرتے تھے۔

۱۶۱۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ:
حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ
عِكْرَمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
قَالَ: ((طَافَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْبَيْتِ عَلَى بَعِيرٍ،
كَلَّمَا أَتَى عَلَى الرُّكْنِ أَشَارَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ)).

[راجع: ۱۶۰۷]

باب حجر اسود کے سامنے آکر تکبیر کہنا

(۱۶۱۳) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد حذاء نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا نبی کریم ﷺ نے بیت اللہ کا طواف ایک اونٹنی پر سوار رہ کر کیا۔ جب بھی آپ حجر اسود کے سامنے پہنچتے تو کسی چیز سے اس کی طرف اشارہ کرتے اور تکبیر کہتے۔ خالد

۶۲- بَابُ التَّكْبِيرِ عِنْدَ الرُّكْنِ
۱۶۱۳- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ
بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ عَنْ
عِكْرَمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
قَالَ: ((طَافَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْبَيْتِ عَلَى بَعِيرٍ،
كَلَّمَا أَتَى الرُّكْنَ أَشَارَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ كَانَ

عِنْدَهُ وَكَبَّرَ)). تَابَعَهُ ابْنُ اِبْرَاهِيمَ بْنُ طَهْمَانَ طحان کے ساتھ اس حدیث کو ابراہیم بن طحان نے بھی خالد حذاء سے عَنْ خَالِدِ الْحَذَاءِ. [راجع: ۱۶۰۷]

یعنی چھری سے اشارہ کرتے۔ امام شافعیؒ اور ہمارے امام احمد بن حنبل نے یہی کہا ہے کہ طواف شروع کرتے وقت جب حجر اسود چومے تو یہ کہے بسم اللہ واللہ اکبر اللهم ايماننا بك وتصديقنا بكتابك ووفاء بعهدك واتباعا لسنة نبيك محمد صلى الله عليه وسلم۔ امام شافعیؒ نے ابو نجیح سے نکالا کہ صحابہ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا حجر اسود کو چومتے وقت ہم کیا کہیں؟ آپؐ نے فرمایا یوں کہو بسم اللہ واللہ اکبر ايماننا بالله وتصديقنا لاجابة محمد صلى الله عليه وسلم (وحیدی)

۶۳- بَابُ مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ إِذَا قَدِمَ مَكَّةَ قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى بَيْتِهِ
ثُمَّ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّفَا
باب جو شخص (حج یا عمرہ کی نیت سے) مکہ میں آئے تو اپنے گھر لوٹ جانے سے پہلے طواف کرے پھر دو گانہ طواف ادا کرے پھر صفا پہاڑ پر جائے۔

(۱۶۱۵، ۱۶۱۴) ہم سے اصمٰ بن فرج نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن وہب نے بیان کیا کہ مجھے عمرو بن حارث نے محمد بن عبد الرحمن ابو الاسود سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے عروہ سے (حج کا مسئلہ) پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے خبر دی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب (مکہ) تشریف لائے تو سب سے پہلا کام آپؐ نے یہ کیا کہ وضو کیا پھر طواف کیا اور طواف کرنے سے عمرہ نہیں ہوا۔ اس کے بعد ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے بھی اسی طرح حج کیا۔ پھر عروہ نے کہا کہ میں نے اپنے والد زبیر کے ساتھ حج کیا، انہوں نے بھی سب سے پہلے طواف کیا۔ مہاجرین اور انصار کو بھی میں نے اسی طرح کرتے دیکھا تھا۔ میری والدہ (اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا) نے بھی مجھے بتایا کہ انہوں نے اپنی بہن (عائشہ رضی اللہ عنہا) اور زبیر اور فلاں فلاں کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ جب ان لوگوں نے حجر اسود کو بوسہ دے لیا تو احرام کھول ڈالا تھا۔

۱۶۱۵، ۱۶۱۴- حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ ابْنِ وَهَبٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَمْرُو عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ : ذَكَرْتُ لِعُرْوَةَ قَالَ فَأَخْبَرَنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ((أَنَّ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ حِينَ قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ أَنَّهُ تَوَضَّأَ ثُمَّ طَافَ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً. ثُمَّ حَجَّ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا مِفْلَةً)). (ثُمَّ حَجَجْتُ مَعَ أَبِي الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَأَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوْفُ. ثُمَّ رَأَيْتُ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارَ يَفْعَلُونَهُ. وَقَدْ أَخْبَرَنِي أُمِّي أَنَّهَا أَهَلَّتْ هِيَ وَأَخْتُهَا وَالزُّبَيْرُ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ بِعُمْرَةٍ، فَلَمَّا مَسَحُوا الرُّمْنَ حَلُّوا.

[طرفہ فی: ۱۶۴۱]

[طرفہ فی: ۱۶۴۲، ۱۷۹۶]

امام بخاریؒ کا مطلب یہ ہے کہ عمرہ میں صرف طواف کر لینے سے آدمی کا عمرہ پورا نہیں ہوتا جب تک صفا اور مرہ میں سعی نہ کرے۔ گو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے خلاف منقول ہے۔ لیکن یہ قول جمہور علماء کے خلاف ہے اور امام بخاریؒ نے بھی اس کا رد کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ جو کوئی حج مفرد کی نیت کرے وہ جب بیت اللہ میں داخل ہو تو

طواف نہ کرے جب تک عرفات سے لوٹ کر نہ آئے۔ اگر طواف کر لے گا تو حلال ہو جائے گا اور حج کا احرام ٹوٹ جائے گا۔ یہ قول (اور صفا مروہ دوڑے اور سرمندایا) بھی جمہور علماء کے خلاف ہے اور امام بخاریؒ نے یہ باب لا کر اس قول کا رد کیا (وحیدی)

(۱۶۱۶) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو ضمروہ انس بن عیاض نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، انہوں نے نافع سے بیان کیا اور ان سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مکہ) آنے کے بعد سب سے پہلے حج اور عمرہ کا طواف کیا تھا۔ اس کے تین چکروں میں آپ نے سعی (رمل) کی اور باقی چار میں حسب معمول چلے۔ پھر طواف کی دو رکعت نماز پڑھی اور صفا مروہ کی سعی کی۔

۱۶۱۶- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ أَنَسُ بْنُ عِيَاذٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا طَافَ فِي الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ أَوَّلَ مَا يَفْتَمُ سَعَى ثَلَاثَةً أَطْوَابَ وَمَشَى أَرْبَعَةً، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ يَطُوفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ)).

[راجع: ۱۶۰۳]

(۱۶۱۷) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ عمری نے، ان سے نافع نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ کا پہلا طواف (یعنی طواف قدوم) کرتے تو اس کے تین چکروں میں آپ دوڑ کر چلتے اور چار میں معمول کے موافق چلتے پھر جب صفا اور مروہ کی سعی کرتے تو یطین میل (وادی) میں دوڑ کر چلتے۔

۱۶۱۷- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاذٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا طَافَ بِالنَّيْتِ الطَّوَّافِ الْأَوَّلِ يَخْبُ ثَلَاثَةً أَطْوَابَ وَيَمْشِي أَرْبَعَةً، وَأَنَّهُ كَانَ يَسْعَى بَطْنِ الْمَسِيلِ إِذَا طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ)).

[راجع: ۱۶۰۳]

باب عورتیں بھی مردوں کے ساتھ طواف کریں۔

(۱۶۱۸) امام بخاریؒ نے کہا کہ مجھ سے عمرو بن علی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے بیان کیا اور انہیں عطاء نے خبر دی کہ جب ابن ہشام (جب وہ ہشام بن عبد الملک کی طرف سے مکہ کا حاکم تھا) نے عورتوں کو مردوں کے ساتھ طواف کرنے سے منع کر دیا تو اس سے انہوں نے کہا کہ تم کس دلیل پر عورتوں کو اس سے منع کر رہے ہو؟ جب کہ رسول اللہ ﷺ کی پاک بیویوں نے مردوں کے ساتھ طواف کیا تھا۔ ابن جریج نے پوچھا یہ

۶۴- بَابُ طَوَّافِ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ

۱۶۱۸- وَقَالَ لِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنَا عَطَاءٌ - إِذْ مَنَعَ ابْنُ هِشَامٍ النِّسَاءَ الطَّوَّافَ مَعَ الرِّجَالِ - قَالَ: كَيْفَ تَمْنَعُهُنَّ وَقَدْ طَافَ نِسَاءُ النَّبِيِّ ﷺ مَعَ الرِّجَالِ؟ قُلْتُ: أَبْعَدَ الْحِجَابِ أَوْ قَبْلُ؟ قَالَ: إِي لَعَمْرِي لَقَدْ أَدَكْتُهُ بَعْدَ

پردہ (کی آیت نازل ہونے) کے بعد کا واقعہ ہے یا اس سے پہلے کا؟ انہوں نے کہا میری عمر کی قسم! میں نے انہیں پردہ (کی آیت نازل ہونے) کے بعد دیکھا۔ اس پر ابن جریج نے پوچھا کہ پھر مرد عورت مل جل جاتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ اختلاط نہیں ہوتا تھا، عائشہ رضی اللہ عنہا مردوں سے الگ رہ کر ایک الگ کونے میں طواف کرتی تھیں، ان کے ساتھ مل کر نہیں کرتی تھیں۔ ایک عورت (وقرہ نامی) نے ان سے کہا ام المؤمنین! چلے (حجر اسود کو) بوسہ دیں۔ تو آپ نے انکار کر دیا اور کہا تو جاچوم، میں نہیں چومتی اور ازواج مطہرات رات میں پردہ کر کے نکلتی تھیں کہ پہچانی نہ جاتیں اور مردوں کے ساتھ طواف کرتی تھیں۔ البتہ عورتیں جب کعبہ کے اندر جانا چاہتیں تو اندر جانے سے پہلے باہر کھڑی ہو جاتیں اور مرد باہر آ جاتے (تو وہ اندر جاتیں) میں اور عبید بن عمیر عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے جب آپ شیر (پھاڑ) پر ٹھہری ہوئی تھیں، (جو مزطفیہ میں ہے) ابن جریج نے کہا کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ اس وقت پردہ کس چیز سے تھا؟ عطاء نے بتایا کہ ایک ترکی قبہ میں ٹھہری ہوئی تھیں۔ اس پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ ہمارے اور ان کے درمیان اس کے سوا اور کوئی چیز حائل نہ تھی۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ ان کے بدن پر ایک گلابی رنگ کا کرتہ تھا۔

(۱۶۱۹) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے امام مالکؒ نے بیان کیا، ان سے محمد بن عبد الرحمن بن نوفل نے بیان کیا، ان سے عروہ بن زبیر نے بیان کیا، ان سے زہب بنت ابی سلمہ نے، ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے بیمار ہونے کی شکایت کی (کہ میں پیدل طواف نہیں کر سکتی) تو آپ نے فرمایا کہ سواری پر چڑھ کر اور لوگوں سے علیحدہ رہ کر طواف کر لے۔ چنانچہ میں نے عام لوگوں سے الگ رہ کر طواف کیا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کعبہ کے بازو میں نماز پڑھ رہے تھے اور

الْحِجَابِ. قُلْتُ: كَيْفَ يُخَالِطُنَ الرِّجَالُ؟ قَالَ: لَمْ يَكُنْ يُخَالِطُنَ، كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَطُوفُ حَجْرَةَ مِنَ الرِّجَالِ لَا تُخَالِطُهُمْ، فَقَالَتْ امْرَأَةٌ: انْطَلِقِي نَسْتَلِمُ يَا أُمَ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَتْ: انْطَلِقِي غَنَلِي، وَأَبَتْ. فَكُنَّ يَخْرُجْنَ مُتَّكِرَاتٍ بِاللَّيْلِ فَيَطْفَنَ مَعَ الرِّجَالِ، وَلَكِنَّهُنَّ كُنَّ إِذَا دَخَلْنَ الْبَيْتَ فَمَنْ حِينَ يَدْخُلْنَ وَأُخْرِجَ الرِّجَالُ، وَكُنْتُ آتِي عَائِشَةَ أَنَا وَعُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ وَهِيَ مُجَاوِرَةٌ فِي جَوْفِ ثَبِيرٍ، قُلْتُ وَمَا حِجَابُهَا؟ قَالَ: هِيَ فِي قُبَّةٍ تُرَكِّبُ لَهَا عِشَاءً، وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَهَا غَيْرُ ذَلِكَ، وَرَأَيْتُ عَلَيْهَا دِرْعًا مُورَدًا)۔

۱۶۱۹ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ زَيْنَبِ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا - رَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ - قَالَتْ ((شَكَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنِّي أَشْتَكِي فَقَالَ: ((طُوفِي مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ))، فَطُفْتُ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَئِذٍ يُصَلِّي الصُّبْحَ إِلَى حَنْبِ الْبَيْتِ وَهُوَ يَقْرَأُ: ﴿وَالطُّورِ وَكِتَابِ

مَسْطُورٌ ﴿۱﴾۔ [راجع: ۴۶۴] آپ سورہ ﴿الطور و کتاب مسطور﴾ قرأت کر رہے تھے۔
 مطاف کا دائرہ وسیع ہے۔ حضرت عائشہؓ ایک طرف الگ رہ کر طواف کرتیں اور مرد بھی طواف کرتے رہتے۔ بعضے نهنوں میں حجرہ زاء کے ساتھ ہے یعنی آڑ میں رہ کر طواف کرتیں۔ آج کل تو حکومت سعودیہ نے مطاف کو بلکہ سارے حصہ کو اس قدر وسیع اور شاندار بنایا ہے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ ایدہم اللہ بصرہ العزیز آمین۔

باب طواف میں باتیں کرنا

(۱۲۳۰) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا کہ کہا کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا کہ ابن جریج نے انہیں خبر دی کہ کہا کہ مجھے سلیمان احول نے خبر دی کہ انہیں طاؤس نے خبر دی اور انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کا طواف کرتے ہوئے ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جس نے اپنا ہاتھ ایک دوسرے شخص کے ہاتھ سے تسمہ یا رسی یا کسی اور چیز سے باندھ رکھا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اسے کاٹ دیا اور پھر فرمایا کہ اگر ساتھ ہی چلنا ہے تو ہاتھ پکڑ کے چلو۔

۶۵- بَابُ الْكَلَامِ فِي الطَّوَّافِ

۱۶۲۰- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ : أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ الْأَخْوَلُ أَنَّ طَاوُسًا أَخْبَرَهُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ بِإِنْسَانٍ رَبَطَ يَدَهُ إِلَى إِنْسَانٍ بِسَبْرٍ - أَوْ بِخِطِّ أَوْ بِشَيْءٍ غَيْرِ ذَلِكَ - فَقَطَعَهُ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ : ((قَدْ بَدَّه)).

[أطرافه في : ۱۶۲۱، ۶۷۰۲، ۶۷۰۳].

شاید وہ اندھا ہو گا مگر طبرانی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ باپ بیٹے تھے۔ یعنی طلق بن ثبر اور ایک رسی سے دونوں بندھے ہوئے تھے۔ آپ نے حال پوچھا تو شبر کہنے لگا کہ میں نے حلف کیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ میرا مال اور میری اولاد دلا دے گا تو میں بندھا ہوا حج کروں گا۔ آنحضرت ﷺ نے وہ رسی کاٹ دی اور فرمایا دونوں حج کو مگر یہ باندھنا شیطان کا کام ہے۔ حدیث سے یہ نکلا کہ طواف میں کلام کرنا درست ہے کیونکہ آپ نے عین طواف میں فرمایا کہ ہاتھ پکڑ کر لے چل (وحیدی)

باب جب طواف میں کسی کو باندھا دیکھے یا کوئی اور مکروہ چیز تو اس کو کاٹ سکتا ہے

(۱۲۳۱) ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا کہ ان سے ابن جریج نے بیان کیا کہ ان سے سلیمان احول نے ان سے طاؤس نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک شخص کعبہ کا طواف رسی یا کسی اور چیز کے ذریعہ کر رہا ہے تو آپ نے اسے کاٹ دیا۔

باب بیت اللہ کا طواف کوئی بنگا آدمی نہیں کر سکتا اور نہ کوئی مشرک حج کر سکتا ہے

۶۶- بَابُ إِذَا رَأَى سَيْرًا أَوْ شَيْئًا يُكْرَهُ فِي الطَّوَّافِ قَطَعَهُ

۱۶۲۱- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَخْوَلِ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى رَجُلًا يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ بِرِمَامٍ أَوْ غَيْرِهِ فَقَطَعَهُ)). [راجع: ۱۶۲۰]

۶۷- بَابُ لَا يَطُوفُ بِالنَّبِيتِ عُرْيَانًا، وَلَا يَحُجُّ مُشْرِكٌ

(۱۲۲) ہم سے یحییٰ بن کبیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یسٹ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن شہاب نے بیان کیا کہ مجھے سے حمید بن عبد الرحمن نے بیان کیا اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس حج کے موقع پر جس کا امیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بنایا تھا۔ انہیں دسویں تاریخ کو ایک مجمع کے سامنے یہ اعلان کرنے کے لئے بھیجا تھا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج بیت اللہ نہیں کر سکتا اور نہ کوئی شخص ننگارہ کر طواف کر سکتا ہے۔

۱۶۶۲- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كُبَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا قَالَ ابْنُ شِهَابٍ حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصَّدِيقَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَعَثَهُ فِي الْحَجَّةِ الَّتِي أَمَرَهُ عَلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَوْمَ النُّحْرِ فِي رَهْطٍ يُؤَدِّنُ فِي النَّاسِ : ((أَلَا لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكًا، وَلَا يَطُوفُ بِالنَّبِيتِ غُرَبَاءَ)). [راجع: ۳۶۹]

عہد جاہلیت میں عام اہل عرب یہ کہہ کر کہ ہم نے ان کپڑوں میں گناہ کئے ہیں ان کو اتار دیتے اور پھر یا تو قریش سے کپڑے مانگ کر طواف کرتے یا پھر ننگے ہی طواف کرتے۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے یہ اعلان کرایا۔

باب اگر طواف کرتے کرتے بیچ میں ٹھہر جائے

تو کیا حکم ہے؟ ایک ایسے شخص کے بارے میں جو طواف کر رہا تھا کہ نماز کھڑی ہو گئی یا اسے اس کی جگہ سے ہٹا دیا گیا، عطاء یہ فرمایا کرتے تھے کہ جہاں سے اس نے طواف چھوڑا وہیں سے بناء کرے (یعنی دوبارہ وہیں سے شروع کر دے) ابن عمر اور عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم سے بھی اس طرح منقول ہے۔

۶۸- بَابُ إِذَا وَقَفَ فِي الطَّوْافِ وَقَالَ عَطَاءٌ فَيَمْنُ يَطُوفُ فَتَقَامُ الصَّلَاةُ، أَوْ يُدْفَعُ عَنْ مَكَانِهِ : إِذَا سَلَّمَ يَرْجِعْ إِلَى حَيْثُ قُطِعَ عَلَيْهِ. وَيَذْكُرُ نَحْوَهُ عَنِ ابْنِ عَمَرَ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ.

امام حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ اگر کوئی طواف کر رہا ہو اور نماز کی تکبیر ہو تو طواف چھوڑ دے نماز میں شریک ہو جائے اور بعد میں از سر نو طواف کرے۔ امام بخاریؒ نے عطاء کا قول لا کر ان پر رد کیا۔ امام مالکؒ اور شافعیؒ نے کہا کہ فرض نماز کے لئے اگر طواف چھوڑ دے تو بناء کر سکتا ہے یعنی پہلے چکروں کی گنتی سے ملا لے۔ لیکن نفل نماز کے واسطے چھوڑے تو از سر نو شروع کرنا اولیٰ ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بناء ہر حال میں درست ہے۔ حنابلہ کہتے ہیں طواف میں موالات واجب ہے اگر عہد آیا سو آموالات چھوڑ دے تو طواف صحیح نہ ہوگا۔ مگر نماز فرض یا جنازے کے لئے قطع کرنا درست جانتے ہیں (وحیدی) یعنی جتنے پھیرے کر چکا ان کو قائم رکھ کر سات پھیرے پورے کرے۔ عطاء کے قول کو عبد الرزاق نے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کو سعید بن منصور نے اور عبد الرحمن کے قول کو بھی عبد الرزاق نے وصل کیا ہے۔

باب نبی کریم ﷺ کا طواف کے سات چکروں کے بعد دو

رکعتیں پڑھنا

۶۹- بَابُ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ لِسَبْعَةِ

رَكَعَتَيْنِ

اور نافع نے بیان کیا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہر سات چکروں پر دو

وَقَالَ نَافِعٌ: كَانَ ابْنُ عَمَرَ رَضِيَ اللَّهُ

رکعت نماز پڑھتے تھے۔ اسماعیل بن امیہ نے کہا کہ میں نے زہری سے پوچھا کہ عطاء کتے تھے کہ طواف کی نماز دو رکعت فرض نماز سے بھی ادا ہو جاتی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ سنت پر عمل زیادہ بہتر ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے سات چکر پورے کئے ہوں اور دو رکعت نماز نہ پڑھی ہو۔

غَنَمًا يُصَلِّي لِكُلِّ سَبْعٍ رَكَعَتَيْنِ. وَقَالَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ : قُلْتُ لِلزُّهْرِيِّ إِنَّ عَطَاءً يَقُولُ تُجْزِئُهُ الْمَكْتُوبَةُ مِنْ رَكَعَتَيِ الطَّوَّافِ، فَقَالَ: السَّنَةُ أَفْضَلُ، لَمْ يَطْفِ النَّبِيُّ ﷺ سَبْعًا قَطُّ إِلَّا صَلَّى رَكَعَتَيْنِ.

یہ دو گانہ طواف کہلاتا ہے جو جمہور کے نزدیک سنت ہے۔

(۱۲۲۳) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا کوئی عمرہ میں صفا مروہ کی سعی سے پہلے اپنی بیوی سے ہم بستر ہو سکتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور کعبہ کا طواف سات چکروں سے پورا کیا۔ پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور صفا مروہ کی سعی کی۔ پھر عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے میں بہترین نمونہ ہے۔

۱۶۲۳- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ عَنْ عَمْرِو قَالَ: سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَيْقَعُ الرَّجُلُ عَلَى أَمْرِهِ فِي الْعُمْرَةِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ؟ قَالَ ((قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا ثُمَّ صَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكَعَتَيْنِ وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَقَالَ: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾)) [الأحزاب

[۲۹۱]. [راجع: ۲۹۵]

(۱۲۲۴) عمرو نے کہا کہ پھر میں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے اس کے متعلق معلوم کیا تو انہوں نے بتایا کہ صفا مروہ کی سعی سے پہلے اپنی بیوی کے قریب بھی نہ جائے۔

۱۶۲۴- قَالَ : وَسَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَقَالَ : ((لَا يَقْرُبُ امْرَأَتَهُ حَتَّى يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ)). [راجع: ۳۹۶]

باب جو شخص پہلے طواف یعنی طواف قدوم کے بعد پھر کعبہ کے نزدیک نہ جائے اور عرفات میں حج کرنے کے لئے جائے

۷۰- بَابُ مَنْ لَمْ يَقْرُبِ الْكَعْبَةَ وَلَمْ يَطْفِ حَتَّى يَخْرُجَ إِلَى عَرَفَةَ وَيَرْجِعُ بَعْدَ الطَّوَّافِ الْأَوَّلِ

یعنی اس میں کوئی قباح نہیں اگر کوئی نفل طواف حج سے پہلے نہ کرے اور کعبہ کے پاس بھی نہ جائے پھر حج سے فارغ ہو کر طواف الزیارة کرے جو فرض ہے۔

(۱۲۲۵) ہم سے محمد بن ابی بکر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے

۱۶۲۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ:

فضیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے کربب نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے خبر دی، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے اور سات (چکروں کے ساتھ) طواف کیا۔ پھر صفا مروہ کی سعی کی۔ اس سعی کے بعد آپ کعبہ اس وقت تک نہیں گئے جب تک عرفات سے واپس نہ لوٹے۔

حَدَّثَنَا فَضِيلٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ فَطَافَ صَفَاً وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَلَمْ يَقْرُبِ الْكَعْبَةَ بَعْدَ طَوَافِهِ بِهَا حَتَّى رَجَعَ مِنْ عَرَفَةَ)).

[راجع: ۱۰۴۰]

اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ حاجی کو طواف قدوم کے بعد پھر نفل طواف کرنا منع ہے، نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ دوسرے کاموں میں مشغول ہوں گے اور آپ کعبہ سے دور ٹھہرے تھے یعنی محب میں۔ اس لئے حج سے فارغ ہونے تک آپ کو کعبہ میں آنے کی اور نفل طواف کرنے کی فرصت نہیں ملی۔

باب اس شخص کے بارے میں جس نے طواف کی دو

رکعتیں مسجد الحرام سے باہر پڑھیں۔

عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حرم سے باہر پڑھی تھیں۔

۷۱- بَابُ مَنْ صَلَّى رَكَعَتَيِ

الطَّوَافِ خَارِجًا مِنَ الْمَسْجِدِ

وَصَلَّى عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ خَارِجًا مِنَ الْحَرَمِ

(۱۲۲۶) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تميمی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں محمد بن عبد الرحمن نے، انہیں عروہ نے، انہیں زینب نے اور انہیں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی۔ (دوسری سند) امام بخاری نے کہا کہ مجھ سے محمد بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو مروان یحییٰ بن ابی زکریا غسانی نے بیان کیا، ان سے ہشام نے، ان سے عروہ نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں تھے اور وہاں سے چلنے کا ارادہ ہوا تو ---- ام سلمہ نے کعبہ کا طواف نہیں کیا اور وہ بھی رواجی کا ارادہ رکھتی تھیں ---- آپ نے ان سے فرمایا کہ جب صبح کی نماز کھڑی ہو اور لوگ نماز پڑھنے میں مشغول ہو جائیں تو تم اپنی اونٹنی پر طواف کر لیتا۔ چنانچہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا اور انہوں

۱۲۲۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ زَيْنَبَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((شَكَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. قَالَ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ يَحْيَى بْنُ أَبِي زَكَرِيَاءَ الْغَسَّانِيُّ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ)) (أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ وَهُوَ بِمَكَّةَ وَأَرَادَ الْخُرُوجَ - وَلَمْ تَكُنْ أُمُّ سَلَمَةَ طَافَتْ بِالْبَيْتِ وَأَرَادَتْ الْخُرُوجَ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا أَقْبَمْتَ الصَّلَاةَ الصُّبْحَ فَطُوفِي عَلَيَّ بِعَبْرِكَ

نے باہر نکلنے تک طواف کی نماز نہیں پڑھی۔

۱ وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ)). فَقَعَلْتُ ذَلِكَ، فَلَمْ

تُصَلَّ حَتَّى خَرَجْتُ)). [راجع: ۴۶۴]

۷۲- بَابُ مَنْ صَلَّى رَكَعَتِي

باب اس سے متعلق کہ جس نے طواف کی دو رکعتیں مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھیں

الطَّوَّافِ خَلْفَ الْمَقَامِ

(۱۲۷) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ میں) تشریف لائے تو آپ نے خانہ کعبہ کا سات چکروں سے طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی پھر صفا کی طرف (سعی کرنے) گئے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔

۱۶۲۷- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ

قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ

ابْنَ عَمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ ((قَدِمَ

النَّبِيُّ ﷺ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَصَلَّى

خَلْفَ الْمَقَامِ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْهِ

الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ إِلَى الصَّفَا، وَقَدْ قَالَ اللَّهُ

عَزَّ وَجَلَّ: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ

أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾)). [راجع: ۳۹۵]

باب صبح اور عصر کے بعد طواف کرنا

۷۳- بَابُ الطَّوَّافِ بَعْدَ الصُّبْحِ

سورج نکلنے سے پہلے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما طواف کی دو رکعت پڑھ لیتے تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز کے بعد طواف کیا پھر سوار ہوئے اور (طواف کی) دو رکعتیں ذی طویٰ میں پڑھیں۔

وَالْعَصْرِ وَكَانَ ابْنُ عَمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا

يُصَلِّي رَكَعَتِي الطَّوَّافِ مَا لَمْ تَطْلُعِ

الشَّمْسُ وَطَافَ عَمْرٌ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ

فَرَكِبَ حَتَّى صَلَّى الرَّكَعَتَيْنِ بِذِي طَوًى

۱۶۲۸- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَمَرَ

الْبَصْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ

حَبِيبٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ غُرُورَةَ عَنْ عَائِشَةَ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ((أَنَّ نَاسًا طَافُوا بِالْبَيْتِ

بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ، ثُمَّ قَعَدُوا إِلَى

الْمَذَكْرِ، حَتَّى إِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَامُوا

يُصَلُّونَ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا:

قَعَدُوا، حَتَّى إِذَا كَانَتِ السَّاعَةُ الَّتِي تُكْرَهُ

فِيهَا الصَّلَاةُ قَامُوا يُصَلُّونَ)).

(۱۲۸) ہم سے حسن بن عمر بصری نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے حبیب نے، ان سے عطاء نے، ان سے عروہ نے، ان سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ کچھ لوگوں نے صبح کی نماز کے بعد کعبہ کا طواف کیا۔ پھر ایک وعظ کرنے والے کے پاس بیٹھ گئے اور جب سورج نکلنے لگا تو وہ لوگ نماز (طواف کی دو رکعت) پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے (تاگواری کے ساتھ) فرمایا جب سے تو یہ لوگ بیٹھے تھے اور جب وہ وقت آیا کہ جس میں نماز مکروہ ہے تو نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔

(۱۶۲۹) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو ضمہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا، میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے۔ آپ سورج طلوع ہوتے اور غروب ہوتے وقت نماز پڑھنے سے روکتے تھے۔

(۱۶۳۰) ہم سے حسن بن محمد زعفرانی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبیدہ بن حمید نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبد العزیز بن رفیع نے بیان کیا، کہا کہ میں نے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ آپ فجر کی نماز کے بعد طواف کر رہے تھے اور پھر آپ نے دو رکعت (طواف کی) نماز پڑھی۔

(۱۶۳۱) عبد العزیز نے بیان کیا کہ میں نے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو عصر کے بعد بھی دو رکعت نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ وہ بتاتے تھے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی ان کے گھر آتے (عصر کے بعد) تو یہ دو رکعت ضرور پڑھتے تھے۔

باب مریض آدمی سوار ہو کر طواف کر سکتا ہے

(۱۶۳۲) ہم سے اسحاق واسطی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد طحان نے خالد حذاء سے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے، ان سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کا طواف اونٹ پر سوار ہو کر کیا۔ آپ جب بھی (طواف کرتے ہوئے) حجر اسود کے نزدیک آتے تو اپنے ہاتھ کو ایک چیز (چھڑی) سے اشارہ کرتے اور تکبیر کہتے۔

اس حدیث میں گویہ ذکر نہیں ہے کہ آپ بیمار تھے اور بظاہر ترجمہ باب سے مطابق نہیں ہے مگر امام بخاری نے ابوداؤد کی روایت کی طرف اشارہ کیا جس میں صاف یہ ہے کہ آپ بیمار تھے۔ بعضوں نے کہا جب بغیر بیماری یا عذر کے سواری پر طواف درست ہو تو بیماری میں بطریق اولیٰ درست ہو گا۔ اس طرح باب کا مطلب نکل آیا۔

(۱۶۳۳) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ

۱۶۲۹- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَنْهَى عَنِ الصَّلَاةِ عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَعِنْدَ غُرُوبِهَا))

۱۶۳۰- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ هُوَ الزُّعْفَرَانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عُيَيْدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ رَفِيعٍ قَالَ: ((رَأَيْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَطُوفُ بَعْدَ الْفَجْرِ وَيُصَلِّي رَكَعَتَيْنِ)).

۱۶۳۱- قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ ((وَرَأَيْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ يُصَلِّي رَكَعَتَيْنِ بَعْدَ الْغَضْرِ وَيُخْبِرُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا حَدَّثَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَدْخُلْ بَيْتَهَا إِلَّا صَلَاةً))

[راجع: ۵۹۰]

۷۴- بَابُ الْمَرِيضِ يَطُوفُ رَاكِبًا

۱۶۳۲- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ خَالِدِ الْحَذَاءِ عَنْ عِكْرَمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ طَافَ بَالِيتٍ وَهُوَ عَلَى بَعِيرٍ كُلَّمَا آتَى عَلَى الرُّكْنِ أَشَارَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ فِي يَدِهِ وَكَبَّرَ)). [راجع: ۱۶۰۷]

تَشْرِيحُ

۱۶۳۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ

ہم سے امام مالکؒ نے بیان کیا، ان سے محمد بن عبد الرحمن بن نوفل نے، ان سے عروہ نے بیان کیا، ان سے زینب بنت ام سلمہ نے، ان سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ میں بیمار ہو گئی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر لوگوں کے پیچھے سے سوار ہو کر طواف کر لے۔ چنانچہ میں نے جب طواف کیا تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے بازو میں (نماز کے اندر) ﴿والطور و کتاب مسطور﴾ کی قرات کر رہے تھے۔

باب حاجیوں کو پانی پلانا

(۱۶۳۴) ہم سے عبد اللہ بن محمد بن ابی الاسود نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو ضمروہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبید اللہ عمری نے بیان کیا، ان سے نافع نے، ان سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ عباس بن عبد المطلبؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے پانی (زمزم کا حاجیوں کو) پلانے کے لئے منیٰ کے دنوں میں مکہ ٹھہرنے کی اجازت چاہی تو آپؐ نے ان کو اجازت دے دی۔

قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ غُرْوَةَ عَنْ زَيْنَبِ ابْنَةِ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ ((شَكَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنِّي أَشْتَكِي فَقَالَ: ((طُوفِي مِنَ وَرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ)). فَطُفْتُ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي إِلَيَّ جَنْبَ الْبَيْتِ وَهُوَ يَقْرَأُ بِالطُّورِ وَكِتَابِ مَسْطُورٍ)). [راجع: ۴۶۴]

۷۵- بَابُ سِقَايَةِ الْحَاجِّ

۱۶۳۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عُثَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ غَمْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((اسْتَأْذَنَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَبْنِي بِمَكَّةَ لِيَأْتِيَ مِنِّي مِنْ أَجْلِ سِقَايَتِهِ، فَأَذِنَ لَهُ)).

[أطرافه في: ۱۷۴۳، ۱۷۴۴، ۱۷۴۵].

معلوم ہوا کہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو گیارہویں بارہویں شب کو منیٰ ہی میں رہنا ضروری ہے۔ حضرت عباسؓ کا عذر معقول تھا۔ حاجیوں کو زمزم سے پانی نکال کر پلانا ان کا قدیمی عہدہ تھا۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے ان کو اجازت دے دی۔

(۱۶۳۵) ہم سے اسحاق بن شاہین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد طحان نے خالد حذاء سے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے، ان سے ابن عباسؓ نے کہ رسول اللہ ﷺ پانی پلانے کی جگہ (زمزم کے پاس) تشریف لائے اور پانی مانگا (حج کے موقع پر) عباسؓ نے کہا کہ فضل! اپنی ماں کے یسٹل جا اور ان کے یسٹل سے کھجور کا شربت لا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے (یہ) پانی پلاؤ۔ عباسؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہر شخص اپنا ہاتھ اس میں ڈال دیتا ہے۔ اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ یہی کہتے رہے کہ مجھے (یہ) پانی پلاؤ۔

۱۶۳۵- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ شَاهِينَ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ خَالِدِ الْحَذَاءِ عَنْ عِكْرَمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ جَاءَ إِلَى السَّقَايَةِ فَاسْتَسْقَى. فَقَالَ الْعَبَّاسُ: يَا فَضْلُ اذْهَبْ إِلَى أُمِّكَ فَأْتِ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِشَرَابٍ مِنْ عِنْدِهَا فَقَالَ: ((اسْقِنِي)). قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِنَّهُمْ يَجْعَلُونَ أَيْدِيَهُمْ فِيهِ.

چنانچہ آپ نے پانی پیا پھر زمزم کے قریب آئے۔ لوگ کنویں سے پانی کھینچ رہے تھے اور کام کر رہے تھے۔ آپ نے (انہیں دیکھ کر) فرمایا کام کرتے جاؤ کہ ایک اچھے کام پر لگے ہوئے ہو۔ پھر فرمایا (اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ آئندہ لوگ) ہمیں پریشان کر دیں گے تو میں بھی اترتا اور رسی اپنے اس پر رکھ لیتا۔ مراد آپ کی شانہ سے تھی۔ آپ نے اس کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا۔

قَالَ: ((اسْتَفِي)). فَشَرِبَ مِنْهُ. ثُمَّ آتَى زَمْزَمَ وَهُمْ يَسْقُونَ وَيَعْمَلُونَ فِيهَا فَقَالَ: ((اعْمَلُوا فَإِنَّكُمْ عَلَى عَمَلٍ صَالِحٍ)). ثُمَّ قَالَ: ((لَوْ لَا أَنْ تَغْلَبُوا لَنَزَلْتُ حَتَّى أَصْنَعَ الْحَبْلَ عَلَى هَذِهِ)). يَعْنِي عَاتِقَهُ. وَأَشَارَ إِلَى عَاتِقِهِ.

مطلب یہ ہے کہ اگر میں اتر کر خود پانی کھینچوں گا تو صدمہ آدی مجھ کو دیکھ کر پانی کھینچنے کیلئے دوڑ پڑیں گے اور تم کو تکلیف ہوگی۔

باب زمزم کا بیان

۷۶- بَابُ مَا جَاءَ فِي زَمْزَمَ

ترجمہ زمزم وہ مشہور کنواں ہے جو کعبے کے سامنے مسجد حرام میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے پر مارنے سے پھوٹ نکلا تھا۔ کہتے ہیں زمزم اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے وہاں بات کی تھی۔ بعضوں نے کہا اس میں پانی بہت ہونے سے اس کا نام زمزم ہوا۔ زمزم عرب کی زبان میں بہت پانی کو کہتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ زمزم کا پانی جس مقصد کے لئے پیا جائے وہ حاصل ہوتا ہے۔

چاہ زمزم دنیا کا وہ قدیم تاریخی کنواں ہے جس کی ابتداء سیدنا ذبح اللہ اسماعیل علیہ السلام کی شیر خواری سے شروع ہوتی ہے۔ یہ مبارک چشمہ پیاس کی بے تابی میں آپ کی اہلیاں رگڑنے سے فوارہ کی طرح اس سنگلاخ زمین میں ابلا تھا۔ آپ کی والدہ حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش میں صفا اور مروہ کے سات چکر لگا کر آئیں تو بچے کے زیر قدم یہ نعمت غیر متروکہ دیکھ کر باغ باغ ہو گئیں۔ توراۃ میں اس مبارک کنویں کا ذکر ان لفظوں میں ہے۔

”خدا کے فرشتے نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا اور اس سے کہا اے ہاجرہ! تجھ کو کیا ہوا امت ڈر کہ اس لڑکے کی آواز جہاں وہ پڑا ہے خدا نے سنی، اٹھ اور لڑکے کو اٹھا اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال کہ میں اس کو ایک بڑی قوم بناؤں گا۔ پھر خدا نے اس کی آنکھیں کھولیں اور اس نے پانی کا ایک کنواں دیکھا اور جا کر اپنی منگ کو پانی سے بھر لیا اور لڑکے کو پلا لیا۔“ (توراۃ، سفر پیدائش، باب ۳۱) کہتے ہیں کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بعد میں اس کو چار طرف سے کھود کر کنویں کی شکل میں کر دیا تھا اور اب زمین کے اونچا ہوتے ہوتے اتنا گہرا ہو گیا۔

حضرت اسماعیلؑ کے بعد کئی دفعہ ایسا ہوا کہ زمزم کا چشمہ خشک ہو گیا جوں جوں یہ خشک ہوتا گیا لوگ اس کو گہرا کرتے گئے یہاں تک کہ وہ ایک گہرا کنواں بن گیا۔

مدقون خانہ کعبہ کی تولیت بنو جرہم کے ہاتھوں میں رہی۔ جب بنو خزاعہ کو اقتدار حاصل ہوا تو بنو جرہم نے حجر اسود اور غلاف کعبہ کو زمزم میں ڈال دیا اور اس کا منہ بند کر کے بھاگ گئے۔ بعد میں مدقون تک یہ مبارک چشمہ غائب رہا۔ یہاں تک کہ عبدالطلب نے بحکم الہی خواب میں اس کے صحیح مقام کو دیکھ کر اس کو نکالا۔ اس کے متعلق عبدالطلب کا بیان ہے کہ میں سویا ہوا تھا کہ خواب میں مجھے ایک شخص نے کہا طیبہ کو کھودو۔ میں نے کہا کہ طیبہ کیا چیز ہے؟ وہ شخص بغیر جواب دیئے چلا گیا اور میں بیدار ہو گیا۔ دوسرے دن جب سویا تو خواب میں پھر وہی شخص آیا اور کہا کہ مفتونہ کو کھودو۔ میں نے کہا کہ مفتونہ کیا چیز ہے؟ اسے میں میری آنکھ کھل گئی اور وہ شخص غائب ہو گیا۔ تیسری رات پھر وہی واقعہ پیش آیا اور اب کی دفعہ اس شخص نے کہا کہ زمزم کو کھودو۔ میں نے کہا زمزم کیا ہے؟ اس نے کہا تمہارے دادا اسماعیلؑ کا چشمہ ہے۔ اس میں بہت پانی نکلے گا اور کھودنے میں تم کو زیادہ مشقت بھی نہ ہوگی۔ وہ اس جگہ ہے

جہاں لوگ قربانیاں کرتے ہیں۔ (حمد جاہلیت میں یہاں بتوں کے نام پر قربانیاں ہوتی تھیں) وہاں چوہنیوں کا بل ہے۔ تم صبح کو ایک کوا وہاں چوچ سے زمین کریدتا ہوا دیکھو گے۔

صبح ہونے پر عبدالمطلب خود کدال لے کر کھڑے ہو گئے اور کھودنا شروع کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں پانی نمودار ہو گیا۔ جسے دیکھ کر انہوں نے زور سے ہنسی کی۔ کہا جاتا ہے کہ چاہ زمزم میں سے دو سونے کے ہرن اور بہت سی نکواریں اور زرہیں بھی نکلیں۔ عبدالمطلب نے ہرنوں کا سونا تو خانہ کعبہ کے دروازوں پر لگا دیا۔ نکواریں خود رکھ لیں۔ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ یہ ہرن ایرانی زائروں نے کعبہ پر چڑھائے تھے۔

چاہ زمزم کی آب کی وجہ سے کئی دفعہ کھودا گیا ہے۔ ۲۲۳ ہجری میں اس کی اکثر دیواریں منہدم ہو گئیں اور اندر بہت سا مطہ جمع ہو گیا تھا۔ اس وقت طائف کے ایک شخص محمد بن بشر نامی نے اسکی مٹی نکالی اور بقدر ضرورت اسکی مرمت کی کہ پانی بھر پور آنے لگا۔ مشہور مؤرخ ازرقی کہتا ہے کہ اس وقت میں بھی کنویں کے اندر اترتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس میں تین طرف سے چشمے جاری ہیں۔ ایک حجر اسود کی جانب سے دوسرا جبل ابوقیس کی طرف سے تیسرا مردہ کی طرف سے، تینوں مل کر کنویں کی گہرائی میں جمع ہوتے رہتے ہیں اور رات دن کتنا ہی کھینچو گہرائی نہیں ٹوٹتا۔

اسی مؤرخ کا قول ہے کہ میں نے قمر آب کی بھی پیمائش کی تو ۴۰ ہاتھ کنویں کی تعمیر میں اور ۲۹ ہاتھ پہاڑی غار میں، کل ۶۹ ہاتھ پانی تھا۔ ممکن ہے آج کل زیادہ ہو گیا ہو۔

۱۴۵ھ میں ابو جعفر منصور نے اس پر قبضہ بنایا اور اندر سنگ مرمر کا فرش کیا۔ پھر مامون رشید نے چاہ زمزم کی مٹی نکلا کر اس کو گہرا کیا۔

ایک مرتبہ کوئی دیوانہ کنویں کے اندر کود پڑا تھا۔ اس کے نکالنے کے لئے ساحل جدہ سے غواص بلائے گئے۔ بمشکل اس کی نعش ملی اور کنویں کو پاک صاف کرنے کے لئے بہت سا پانی نکالا گیا۔ اس لئے ۱۰۲۰ھ میں سلطان احمد خاں کے حکم سے چاہ زمزم کے اندر سطح آب سے سوا تین فٹ نیچے لوہے کا ایک جال ڈال دیا گیا۔ ۱۰۳۹ھ میں سلطان مراد خاں مرحوم نے جب کعبہ شریف کو از سر نو تعمیر کیا تو چاہ زمزم کی بھی نئی بہترین تعمیر کی گئی۔ تمہ آب سے اوپر تک سنگ مرمر سے مزین کر دیا اور زمین سے ایک گز اونچی ۲ گز عریض منڈیر بنوا دی۔ ارد گرد چاروں طرف دو دو گز تک سنگ مرمر کا فرش بنا کر اس پر دیواریں اٹھا دیں اور ان پر پھت پات کر ایک کمرہ بنوا دیا جس میں سبز جالیاں لگا دیں۔

(۱۶۳۶) اور عبدان نے کہا کہ مجھ کو عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں یونس نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میں مکہ میں تھا تو میری (گھر کی) چھت کھلی اور جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے۔ انہوں نے میرا سینہ چاک کیا اور اسے زمزم کے پانی سے دھویا۔ اس کے بعد ایک سونے کا طشت لائے جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا۔ اسے انہوں نے میرے سینے میں ڈال دیا اور پھر سینہ بند کر

۱۶۳۶- وَقَالَ عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ الْوُهَرِيِّ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ أَبُو ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((فُرَجَ سَقْفِي وَأَنَا بِمَكَّةَ. فَزَلَّ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَفَرَجَ صَدْرِي، ثُمَّ غَسَلَهُ بِمَاءِ زَمْزَمَ، ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُنْتَلِيءٍ حِكْمَةً وَإِيمَانًا. فَأَفْرَغَهَا

دیا۔ اب وہ مجھے ہاتھ سے پکڑ کر آسمان دنیا کی طرف لے چلے۔ آسمان دنیا کے داروغہ سے جبریلؑ نے کہا دروازہ کھولو۔ انہوں نے دریافت کیا کون صاحب ہیں؟ کہا جبریلؑ!

فِي صَدْرِي ثُمَّ أَطْبَقَهُ، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي فَفَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، قَالَ جِبْرِيلُ لِحَازِنِ السَّمَاءِ الدُّنْيَا: افْتَحْ. قَالَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: جِبْرِيلُ)). [راجع: ۳۴۹]

(۱۶۳۷) ہم سے محمد بن سلام بیکندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں مروان بن معاویہ فزاری نے خبر دی، انہیں عاصم نے اور انہیں شجعی نے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے بیان کیا، کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زمزم کا پانی پلایا تھا۔ آپ نے پانی کھڑے ہو کر پیا تھا۔ عاصم نے بیان کیا کہ عکرمہ نے قسم کھا کر کہا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دن اونٹ پر سوار تھے۔

۱۶۳۷- حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ الشَّعْبِيِّ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا حَدَّثَهُ قَالَ: ((سَقَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مِنْ زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ. قَالَ عَاصِمٌ: فَحَلَفَ عِكْرِمَةُ مَا كَانَ يَوْمَئِذٍ إِلَّا عَلَى بَعِيرٍ)). [طرفہ بی: ۵۶۱۷]

یہ معراج کی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے۔ یہاں امام بخاری اس کو اس لئے لائے کہ اس سے زمزم کے پانی کی فضیلت نکلتی ہے۔ اس لئے کہ آپ کا سینہ اسی پانی سے دھویا گیا۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی احادیث زمزم کے پانی کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں مگر حضرت امیر المؤمنین فی الحدیث کی شرط پر یہی حدیث تھی۔ صحیح مسلم میں آپ زمزم کو پانی کے ساتھ خوراک بھی قرار دیا گیا ہے اور بیماروں کے لئے دوا بھی فرمایا گیا ہے۔ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں مرفوعاً یہ بھی ہے کہ ماء زمزم لما شرب له کہ زمزم کا پانی جس لئے پیا جائے اللہ وہ دیتا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں وسمیت زمزم لکثرتها يقال ماء زمزم ای کثیر و قبل لاجتماعها یعنی اس کا نام زمزم اس لئے رکھا گیا کہ یہ بہت ہے اور ایسے ہی مقام پر بولا جاتا ہے۔ ماء زمزم ای کثیر یعنی یہ پانی بہت بڑی مقدار میں ہے اور اس کے جمع ہونے کی وجہ سے بھی اسے زمزم کہا گیا ہے۔

مجاہد نے کہا کہ یہ لفظ ہزمو سے مشتق ہے۔ لفظ ہزمو کے معنی ہیں ایڑیوں سے زمین میں اشارے کرنا۔ چونکہ مشہور ہے کہ حضرت اسماعیلؑ کے زمین پر ایڑی رگڑنے سے یہ چشمہ نکلا لہذا اسے زمزم کہا گیا، واللہ اعلم۔

باب قرآن کرنے والا ایک طواف کرے یا دو کرے

۷۷- بَابُ طَوَافِ الْقَارِنِ

(۱۶۳۸) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالکؒ نے ابن شہاب سے خبر دی، انہیں عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حجۃ الوداع میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (مدینہ سے) نکلے اور ہم نے عمرہ کا احرام باندھا۔ پھر آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ جس کے ساتھ قربانی کا جانور ہو وہ حج اور عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھے۔ ایسے لوگ دونوں کے احرام سے ایک ساتھ حلال

۱۶۳۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَ: ((خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ ثُمَّ قَالَ: ((مَنْ كَانَ مَعَهُ هَذِي فَلْيَهْلُ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ ثُمَّ لَا يَحِلُّ حَتَّى

ہوں گے۔ میں بھی مکہ آئی تھی لیکن مجھے حیض آ گیا تھا۔ اس لئے جب ہم نے حج کے کام پورے کر لئے تو آنحضور ﷺ نے مجھے عبدالرحمن کے ساتھ تنعیم کی طرف بھیجا۔ میں نے وہاں سے عمرہ کا احرام باندھا۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا یہ تمہارے اس عمرہ کے بدلہ میں ہے (جسے تم نے حیض کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا) جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا انہوں نے سعی کے بعد احرام کھول دیا اور دوسرا طواف منیٰ سے واپسی پر کیا لیکن جن لوگوں نے حج اور عمرہ کا احرام ایک ساتھ باندھا تھا انہوں نے صرف ایک طواف کیا۔

يَجِلُّ مِنْهُمَا)). فَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ، فَلَمَّا قَضَيْنَا حَجَّنَا أَرْسَلَنِي مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِلَى التَّنْعِيمِ فَاعْتَمَرْتُ، فَقَالَ ﷺ: ((هَذِهِ مَكَانُ غُمْرَتِكَ)). فَطَافَ الَّذِينَ أَهَلُّوا بِالْعُمْرَةِ ثُمَّ حَلُّوا ثُمَّ طَافُوا طَوَافًا آخَرَ بَعْدَ أَنْ رَجَعُوا مِنْ مِنَى. وَأَمَّا الَّذِينَ جَمَعُوا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَإِنَّمَا طَافُوا طَوَافًا وَاحِدًا)).

[راجع: ۲۹۴]

تنعیم ایک مشہور مقام ہے جو مکہ سے تین میل دور ہے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حلیب خاطر کے لئے وہاں بھیج کر عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے فرمایا تھا۔ آخر حدیث میں ذکر ہے کہ جن لوگوں نے حج اور عمرہ کا ایک ہی احرام باندھا تھا۔ انہوں نے بھی ایک ہی طواف کیا اور ایک ہی سعی کی۔ جسور علماء اور اہلحدیث کا یہی قول ہے کہ قارن کے لئے ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی حج اور عمرہ دونوں کی طرف سے کافی ہے اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے دو طواف اور دو سعی لازم رکھے ہیں اور جن روایتوں سے دلیل لی ہے وہ سب ضعیف ہیں (وحیدی)

(۱۶۳۹) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے نافع نے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے لڑکے عبد اللہ بن عبد اللہ ان کے یہاں گئے۔ حج کے لئے سواری گھر میں کھڑی ہوئی تھی۔ انہوں نے کہا کہ مجھے خطرہ ہے کہ اس سال مسلمانوں میں آپس میں لڑائی ہو جائے گی اور آپ کو وہ بیت اللہ سے روک دیں گے۔ اس لئے اگر آپ نہ جاتے تو بہتر ہوتا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لے گئے تھے (عمرہ کرنے صلح حدیبیہ کے موقع پر) اور کفار قریش نے آپ کو بیت اللہ تک پہنچنے سے روک دیا تھا۔ اس لئے اگر مجھے بھی روک دیا گیا تو میں بھی وہی کام کروں گا جو رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا اور تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے عمرہ کے ساتھ حج (اپنے اوپر) واجب کر لیا ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر آپ مکہ

۱۶۳۹ - حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُثَيْبٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ ((أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا دَخَلَ ابْنَةُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَظَهَرَهُ فِي الدَّارِ فَقَالَ: إِنِّي لَا أَمْنُ أَنْ يَكُونَ الْعَامَ بَيْنَ النَّاسِ قِتَالٌ فَيُعْصِدُوكَ عَنِ النَّبِيِّ، فَلَوْ أَقَمْتُ. فَقَالَ: قَدْ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَحَالَ كَفَارٌ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّبِيِّ، فَإِنْ جِئْتُ بَيْنِي وَبَيْنَهُ أَفْعَلُ كَمَا فَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ)) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ثُمَّ قَالَ: أَشْهَدُكُمْ أَنِّي قَدْ أُوجِبْتُ مَعَ غُمْرَتِي حَجًّا. قَالَ: ثُمَّ قَدِمَ فَطَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَاحِدًا)).

آئے اور دونوں عمرہ اور حج کے لئے ایک ہی طواف کیا۔

[أطرافه في : ١٦٤٠، ١٦٩٣، ١٧٠٨،

١٧٢٩، ١٨٠٦، ١٨٠٧، ١٨٠٨،

١٨١٠، ١٨١٢، ١٨١٣، ٤١٨٣،

٤١٨٤، ٤١٨٥]۔

١٦٤٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ ((أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَرَادَ الْحَجَّ عَامَ نَزَلَ الْحَجَّاجُ بِابْنِ الزُّبَيْرِ، فَقِيلَ لَهُ إِنَّ النَّاسَ كَانُوا بَيْنَهُمْ قِتَالًا وَإِنَّا نَخَافُ أَنْ يَصُدُّوكَ، فَقَالَ : هَلْكَدَ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ إِذَا أَصْنَعَ كَمَا صَنَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. إِنِّي أَشْهَدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ غُمْرَةً. ثُمَّ خَرَجَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِظَاهِرِ النَّيْدَاءِ قَالَ: مَا شَأْنُ الْحَجِّ وَالْغُمْرَةِ إِلَّا وَاحِدَةٌ، أَشْهَدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ حَجًّا مَعَ غُمْرَتِي. وَأَهْدَى هَذَا اشْتَرَاهُ بِقُدَيْدٍ، وَلَمْ يَزِدْ عَلَى ذَلِكَ، فَلَمْ يَنْحَرْ وَلَمْ يَحِلَّ مِنْ شَيْءٍ حَرَمٌ مِنْهُ وَلَمْ يَخْلُقْ وَلَمْ يَقْصُرْ حَتَّى كَانَ يَوْمَ النَّحْرِ فَفَحَرَ وَخَلَقَ، وَرَأَى أَنْ قَدْ قَضَى طَوَافَ الْحَجِّ وَالْغُمْرَةِ بِطَوَافِهِ الْأَوَّلِ. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: كَذَلِكَ فَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ)). [راجع: ١٦٣٩]

(۱۶۴۰) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے نافع سے بیان کیا کہ جس سال حجاج عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے مقابلے میں لڑنے آیا تھا۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جب اس سال حج کا ارادہ کیا تو آپ سے کہا گیا کہ مسلمانوں میں باہم جنگ ہونے والی ہے اور یہ بھی خطرہ ہے کہ آپ کو حج سے روک دیا جائے۔ آپ نے فرمایا تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔ ایسے وقت میں بھی وہی کام کروں گا جو رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔ تمہیں گواہ بنانا ہوں کہ میں نے اپنے اوپر عمرہ واجب کر لیا ہے۔ پھر آپ چلے اور جب بیداء کے میدان میں پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ حج اور عمرہ تو ایک ہی طرح کے ہیں۔ میں تمہیں گواہ بنانا ہوں کہ میں نے اپنے عمرہ کے ساتھ حج بھی واجب کر لیا ہے۔ آپ نے ایک قربانی بھی ساتھ لے لی جو مقام قدید سے خریدی تھی۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں کیا۔ دسویں تاریخ سے پہلے نہ آپ نے قربانی کی نہ کسی ایسی چیز کو اپنے لئے جائز کیا جس سے (احرام کی وجہ سے) آپ رک گئے تھے۔ نہ سرمندوایا نہ بال ترشوائے۔ دسویں تاریخ میں آپ نے قربانی کی اور بال مندوایا۔ آپ کا یہی خیال تھا کہ آپ نے ایک طواف سے حج اور عمرہ دونوں کا طواف ادا کر لیا ہے۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی طرح کیا تھا۔

پہلے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ پھر انہوں نے خیال کیا کہ صرف عمرہ کرنے سے حج اور عمرہ دونوں یعنی قرآن کرنا بہتر ہے تو حج کی بھی نیت باندھ لی اور پکار کر لوگوں سے اس لئے کہہ دیا کہ اور لوگ بھی ان کی پیروی کریں۔ بیداء مکہ اور مدینہ کے درمیان ذوالحلیفہ سے آگے ایک مقام ہے۔ قدید بھی جحفہ کے نزدیک ایک جگہ کا نام ہے۔

باب (کعبہ کا) طواف وضو کر کے کرنا

۷۸- بَابُ الطَّوَّافِ عَلَى وَضُوءٍ

۱۶۴۱- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهَبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُمَرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ الْقُرَشِيِّ أَنَّهُ سَأَلَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ فَقَالَ ((قَدْ حَجَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَأَخْبَرَنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ حِينَ قَدِمَ أَنَّهُ تَوَضَّأَ ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ لَمْ تَكُنْ غُمْرَةً. ثُمَّ حَجَّ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوْفُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ غُمْرَةً. ثُمَّ غُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلَ ذَلِكَ. ثُمَّ حَجَّ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَرَأَيْتُهُ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوْفُ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ لَمْ تَكُنْ غُمْرَةً. ثُمَّ مُعَاوِيَةُ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ. ثُمَّ حَجَّجْتُ مَعَ أَبِي الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ - فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوْفُ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ لَمْ تَكُنْ غُمْرَةً. ثُمَّ رَأَيْتُ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارَ يَفْعَلُونَ ذَلِكَ، ثُمَّ لَمْ تَكُنْ غُمْرَةً. ثُمَّ آخِرُ مَنْ رَأَيْتُ فَعَلَ ذَلِكَ ابْنُ عُمَرَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُضْهَا غُمْرَةً. وَهَذَا ابْنُ عُمَرَ عِنْدَهُمْ فَلَا يَسْأَلُونَهُ وَلَا أَحَدٌ مِنْهُمْ مَضَى مَا كَانُوا يَتَّبِعُونَ بِشَيْءٍ حَتَّى يَضَعُوا أَقْدَامَهُمْ مِنَ الطَّوْفِ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَا يَجْلُونَ. وَقَدْ رَأَيْتُ أُمِّي وَخَالَتِي حِينَ تَقْدَمَانِ لَا تَبْدِلَانِ بِشَيْءٍ أَوَّلَ مِنَ الْبَيْتِ تَطُوفَانِ بِهِ ثُمَّ إِنَّهُمَا لَا تَجْلَانِ. [راجع: ۱۶۱۴]

۱۶۴۲- وَقَدْ أَخْبَرَنِي أُمِّي: ((أَنَّهَا

۱۶۴۱) ہم سے احمد بن عیسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عمرو بن حارث نے خبر دی، انہیں محمد بن عبد الرحمن بن نوفل قرشی نے، انہوں نے عروہ بن زبیر سے پوچھا تھا، عروہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا کہ معلوم ہے حج کیا تھا۔ مجھے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس کے متعلق خبر دی کہ جب آپ مکہ معظمہ آئے تو سب سے پہلا کام یہ کیا کہ آپ نے وضو کیا، پھر کعبہ کا طواف کیا۔ یہ آپ کا عمرہ نہیں تھا۔ اس کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا اور آپ نے بھی سب سے پہلے کعبہ کا طواف کیا جبکہ یہ آپ کا بھی عمرہ نہیں تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کیا۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے حج کیا میں نے دیکھا کہ سب سے پہلے آپ نے بھی کعبہ کا طواف کیا۔ آپ کا بھی یہ عمرہ نہیں تھا۔ پھر معاویہ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا زمانہ آیا۔ پھر میں نے اپنے والد الزبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ---- کے ساتھ بھی حج کیا۔ یہ (سارے اکابر) پہلے کعبہ ہی کے طواف سے شروع کرتے تھے جبکہ یہ عمرہ نہیں ہوتا تھا۔ اس کے بعد مہاجرین و انصار کو بھی میں نے دیکھا کہ وہ بھی اسی طرح کرتے رہے اور ان کا بھی یہ عمرہ نہیں ہوتا تھا۔ آخری ذات جسے میں نے اس طرح کرتے دیکھا، وہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی تھی۔ انہوں نے بھی عمرہ نہیں کیا تھا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما ابھی موجود ہیں لیکن ان سے لوگ اس کے متعلق پوچھتے نہیں۔ اسی طرح جو حضرات گزر گئے، ان کا بھی مکہ میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلا قدم طواف کے لئے اٹھتا تھا۔ پھر یہ بھی احرام نہیں کھولتے تھے۔ میں نے اپنی والدہ (اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا) اور خالہ (عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) کو بھی دیکھا کہ جب وہ آئیں تو سب سے پہلے طواف کرتیں اور یہ اس کے بعد احرام نہیں کھولتی تھیں۔

۱۶۴۲) اور مجھے میری والدہ نے خبر دی کہ انہوں نے اپنی بہن اور

أَهْلَتْ هِيَ وَأَخْتَهَا وَالزُّبَيْرِ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ زبیر اور فلال فلال (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ عمرہ کیا ہے یہ سب لوگ حجر اسود بغمرة، فَلَمَّا مَسَحُوا الرُّسْنَ حَلُّوا۔۔۔

[راجع: ۱۶۱۵]

سجدهٴ شریف | جسور علماء کے نزدیک طواف میں طہارت یعنی با وضو ہونا شرط ہے۔ محمد بن عبدالرحمن بن نوفل نے عروہ سے کیا پوچھا اس روایت میں یہ مذکور نہیں ہے۔ لیکن امام مسلم کی روایت میں اس کا بیان ہے کہ ایک عراقی نے محمد بن عبدالرحمن سے کہا کہ تم عروہ سے پوچھو اگر ایک شخص حج کا احرام باندھے تو طواف کر کے وہ حلال ہو سکتا ہے؟ اگر وہ کہیں نہیں ہو سکتا تو کتنا ایک شخص تو کہتے ہیں حلال ہو جاتا ہے۔ محمد بن عبدالرحمن نے کہا میں نے عروہ سے پوچھا انہوں نے کہا جو کوئی حج کا احرام باندھے وہ جب تک حج سے فارغ نہ ہو حلال نہیں ہو سکتا۔ میں نے کہا ایک شخص تو کہتے ہیں کہ وہ حلال ہو جاتا ہے۔ انہوں نے کہا اس نے بری بات کہی۔ آخر حدیث تک۔

باب صفا اور مروہ کی سعی واجب ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی

نشانوں میں سے ہیں

۷۹- بَابُ وَجُوبِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ

وَجُعِلَ مِنَ شَعَائِرِ اللَّهِ

(۱۶۴۳) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی کہ عروہ نے بیان کیا کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے (جو سورہ بقرہ میں ہے کہ) ”صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانوں میں سے ہیں۔ اس لئے جو بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس کے لئے ان کا طواف کرنے میں کوئی گناہ نہیں“ قسم اللہ کی پھر تو کوئی حرج نہ ہونا چاہئے اگر کوئی صفا اور مروہ کی سعی نہ کرنی چاہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا سچے! تم نے یہ بری بات کہی۔ اللہ کا مطلب یہ ہوتا تو قرآن میں یوں اترتا ”ان کے طواف نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں“۔ بات یہ ہے کہ یہ آیت تو انصار کے لئے اتری تھی جو اسلام سے پہلے منات بت کے نام پر جو مثل میں رکھا ہوا تھا اور جس کی یہ پوجا کیا کرتے تھے احرام باندھتے تھے۔ یہ لوگ جب (زمانہ جاہلیت میں) احرام باندھتے تو صفا اور مروہ کی سعی کو اچھا نہیں خیال کرتے تھے۔ اب جب اسلام لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا اور کہا کہ یا رسول اللہ! ہم صفا اور مروہ کی سعی اچھی نہیں سمجھتے تھے۔ اس پر اللہ

۱۶۴۳- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ غُرُوزَةُ: ((سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَقُلْتُ لَهَا: أَوَأُتِيَ قَوْلَ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ، فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطُوفَ بِهِمَا﴾ قَوْلَ اللَّهِ مَا عَلَى أَحَدٍ جُنَاحَ أَنْ لَا يَطُوفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. قَالَتْ: بَنَسَ مَا قُلْتَ يَا ابْنَ أُمِّئِي، إِنَّ هَذِهِ لَوُ كَانَتْ كَمَا أَوْلَتْهَا عَلَيْهِ كَانَتْ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَطُوفَ بِهِمَا، وَلَكِنَّهَا أُنْزِلَتْ فِي الْأَنْصَارِ، كَانُوا قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمُوا يُهْلُونَ لِمَنَاةَ الطَّاعِيَةِ الَّتِي كَانُوا يَعْبُدُونَهَا بِالْمُثَلِّلِ، فَكَانَ مِنْ أَهْلِ يَتَخَرَّجُ أَنْ يَطُوفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَلَمَّا أَسْلَمُوا سَأَلُوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ ذَلِكَ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا كُنَّا نَخْرُجُ أَنْ

تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ صفا اور مروہ دونوں اللہ کی نشانیاں ہیں آخر آیت تک۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو پہاڑوں کے درمیان سعی کی سنت جاری کی ہے۔ اس لئے کسی کے لئے مناسبت نہیں ہے کہ اسے ترک کر دے۔ انہوں نے کہا کہ پھر میں نے اس کا ذکر ابو بکر بن عبد الرحمن سے کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے تو یہ علمی بات اب تک نہیں سنی تھی، بلکہ میں نے بت سے اصحاب علم سے تو یہ سنا ہے وہ یوں کہتے تھے کہ عرب کے لوگ ان لوگوں کے سوا جن کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ذکر کیا جو مناتہ کے لئے احرام باندھتے تھے سب صفا مروہ کا پھیرا کیا کرتے تھے۔ جب اللہ پاک نے قرآن شریف میں بیت اللہ کے طواف کا ذکر فرمایا اور صفا مروہ کا ذکر نہیں کیا تو وہ لوگ کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم تو جاہلیت کے زمانہ میں صفا اور مروہ کا پھیرا کیا کرتے تھے اور اب اللہ نے بیت اللہ کے طواف کا ذکر تو فرمایا لیکن صفا مروہ کا ذکر نہیں کیا تو کیا صفا مروہ کی سعی کرنے میں ہم پر کچھ گناہ ہو گا؟ تب اللہ نے یہ آیت اتاری۔ ”صفا مروہ اللہ کی نشانیاں ہیں آخر آیت تک۔“ ابو بکر نے کہا میں سنتا ہوں کہ یہ آیت دونوں فرقوں کے باب میں اتری ہے یعنی اس فرقے کے باب میں جو جاہلیت کے زمانے میں صفا مروہ کا طواف برا جانتا تھا اور اس کے باب میں جو جاہلیت کے زمانہ میں صفا مروہ کا طواف کیا کرتے تھے۔ پھر مسلمان ہونے کے بعد اس کا کرنا اس وجہ سے کہ اللہ نے بیت اللہ کے طواف کا ذکر کیا اور صفا مروہ کا نہیں کیا برا سمجھے۔ یہاں تک کہ اللہ نے بیت اللہ کے طواف کے بعد ان کے طواف کا بھی ذکر فرمادیا۔

نَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَأَنزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَإِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ﴾ الْآيَةَ. قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: وَقَدْ سَنَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا فَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَفْرُكَ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا. ثُمَّ أَخْبَرْتُ أَبَا بَكْرٍ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ فَقَالَ: إِنَّ هَذَا لَعِلْمٌ مَا كُنْتُ سَمِعْتُهُ، وَلَقَدْ سَمِعْتُ رِجَالًا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ يَذْكُرُونَ أَنَّ النَّاسَ - إِلَّا مَنْ ذَكَرَتْ عَائِشَةُ مِنْهُمْ كَانَ يُهْلُ بِجَنَآةٍ - كَانُوا يَطُوفُونَ كُلُّهُمْ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَلَمَّا ذَكَرَ اللَّهُ تَعَالَى الطَّوَافَ بِالنَّبِيِّ وَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ فِي الْقُرْآنِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كُنَّا نَطُوفُ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَإِنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ الطَّوَافَ بِالنَّبِيِّ فَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا، فَهَلْ عَلَيْنَا مِنْ حَرَجٍ أَنْ نَطُوفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ؟ فَأَنزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَإِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ﴾ الْآيَةَ. قَالَ أَبُو بَكْرٍ: فَاسْمَعُ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي الْفَرِيقَيْنِ كُلِّهِمَا: فِي الَّذِينَ كَانُوا يَتَحَرَّجُونَ أَنْ يَطُوفُوا فِي الْجَاهِلِيَّةِ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَالَّذِينَ يَطُوفُونَ ثُمَّ تَحَرَّجُوا أَنْ يَطُوفُوا بِهِمَا فِي الْإِسْلَامِ مِنْ أَجْلِ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَمَرَ بِالطَّوَافِ بِالنَّبِيِّ وَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا، حَتَّى ذَكَرَ ذَلِكَ بَعْدَ مَا ذَكَرَ الطَّوَافَ بِالنَّبِيِّ)).

[أطرافه في : ١٧٩٠، ٤٤٩٥، ٤٨٦١].

۸۰- بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّغِيِّ بَيْنَ

الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: السَّغِيُّ

مِنْ دَارِ بَنِي عَبَادٍ رُفَاقَ بَنِي أَبِي حُسَيْنٍ

١٦٤٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غُنَيْدٍ قَالَ

حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا

طَافَ الطَّوْفَ الْأَوَّلَ حَبَّ ثَلَاثًا وَمَشَى

أَرْبَعًا. وَكَانَ يَسْعَى بَطْنَ الْمَسِيلِ إِذَا

طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. فَقُلْتُ لِنَافِعٍ:

أَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَمْشِي إِذَا بَلَغَ الرُّكْنَ

الْيَمَانِي؟ قَالَ: لَا، إِلَّا أَنْ يُزَاحَمَ عَلَى

الرُّكْنِ، فَإِنَّهُ كَانَ لَا يَدْعُهُ حَتَّى

يَسْتَلِمَهُ)). [راجع: ١٦٠٣]

باب صفا اور مروہ کے درمیان

کس طرح دوڑے

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بنی عباد کے گھروں سے لے کر بنی ابی

حسین کی گلی تک دوڑ کر چلے (باقی راہ میں معمولی چال سے)

(۱۶۴۴) ہم سے محمد بن عبید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے

عیسیٰ بن یونس نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ بن عمر نے، ان سے نافع

نے اور ان سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلا طواف کرتے تو اس کے تین

چکروں میں رمل کرتے اور بقیہ چار میں معمول کے مطابق چلتے اور

جب صفا اور مروہ کی سعی کرتے تو آپ نالے کے نشیب میں دوڑا

کرتے تھے۔ عبید اللہ نے کہا میں نے نافع سے پوچھا، ابن عمر رضی اللہ

عنہما جب رکن یمانی کے پاس پہنچتے تو کیا حسب معمول چلے لگتے تھے؟

انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔ البتہ اگر رکن یمانی پر ہجوم ہوتا تو حجر اسود

کے پاس آکر آپ آہستہ چلے لگتے کیونکہ وہ بغیر چوے اس کو نہیں

چھوڑتے تھے۔

بنی عباد کا گھر اور بنی ابی الحسین کا کوچہ اس زمانہ میں مشہور ہو گا۔ اب حاجیوں کی شناخت کے لئے دوڑنے کے مقام میں دو سبز

منارے بنادیئے گئے ہیں۔

(۱۶۴۵) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے

سفیان بن عیینہ نے عمرو بن دینار سے بیان کیا کہ ہم نے ابن عمر رضی اللہ

عنہما سے ایک ایسے شخص کے متعلق پوچھا جو عمرہ میں بیت اللہ کا طواف تو

کر لے لیکن صفا اور مروہ کی سعی نہیں کرتا، کیا وہ اپنی بیوی سے صحبت

کر سکتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا نبی کریم ﷺ (مکہ) تشریف لائے تو

آپ نے بیت اللہ کا سات چکروں کے ساتھ طواف کیا اور مقام

ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر صفا اور مروہ کی سات مرتبہ

سعی کی اور تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی

بہترین نمونہ ہے۔

١٦٤٥- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ

((سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ

رَجُلٍ طَافَ بِالْبَيْتِ فِي عُمْرَةٍ وَلَمْ يَطْفُ

بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ أَبَاتِي أَمْرَاتِهِ؟ فَقَالَ:

قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَصَلَّى

خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ فَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا

وَالْمَرْوَةِ سَبْعًا: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي

رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾)).

[راجع: ۳۹۵]

۱۶۴۶- وَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَقَالَ: ((لَا يَفْرَبْنَهَا حَتَّى يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ)).

[راجع: ۳۹۶]

۱۶۴۷- حَدَّثَنَا الْمُكَلِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ سَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. ثُمَّ تَلَا: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الاحزاب: ۲۱])) [راجع: ۳۹۵]

۱۶۴۸- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ قَالَ: ((قُلْتُ لَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَكُنْتُمْ تَكْرَهُونَ السَّعْيَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ؟ قَالَ: نَعَمْ، لَأَنَّهَا كَانَتْ مِنْ شَعَائِرِ الْجَاهِلِيَّةِ، حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ، فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطُوفَ بِهِمَا﴾)). [طرفه في: ۴۴۹۶].

(۱۶۴۶) ہم نے اس کے متعلق جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے بھی پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ صفا اور مروہ کی سعی سے پہلے پیوی کے قریب بھی نہ جائے۔

(۱۶۴۷) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے بیان کیا کہ مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی، کہا کہ میں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ تشریف لائے تو آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا اور دو رکعت نماز پڑھی، پھر صفا اور مروہ کی سعی کی۔ اس کے بعد عبد اللہ نے یہ آیت تلاوت کی ”تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔“

(۱۶۴۸) ہم سے احمد بن محمد مروزی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں عاصم احول نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ لوگ صفا اور مروہ کی سعی کو برا سمجھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا ہاں! کیونکہ یہ عہد جاہلیت کا شعار تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی ”صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔ پس جو کوئی بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس پر ان کی سعی کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔“

مضمون اس روایت کے موافق ہے جو حضرت عائشہؓ سے اوپر گزری کہ انصار صفا اور مروہ کی سعی بری سمجھتے تھے۔

(۱۶۴۹) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، ان سے عطاء بن ابی رباح نے اور ان سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کا طواف اور صفا اور مروہ کی سعی اس طرح کی کہ

۱۶۴۹- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((إِنَّمَا سَعَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْبَيْتِ

وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لَبِيرِي الْمَشْرِكِينَ قُوتُهُ)). زَادَ الْحَمِيدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سَفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو قَالَ: سَمِعْتُ عَطَاءَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مِثْلَهُ. مشرکین کو آپ اپنی قوت دکھلا سکیں۔ حمیدی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، کہا کہ میں نے عطاء سے سنا اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی حدیث سنی۔

[طرفہ فی : ۴۲۵۷]

تشیع حجر اسود کو چومنے یا چھونے کے بعد طواف کرنا چاہئے۔ طواف کیا ہے؟ اپنے آپ کو محبوب پر فدا کرنا، قربان کرنا اور پروانہ وار گھوم کر اپنے عشق و محبت کا ثبوت پیش کرنا۔ طواف کی فضیلت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں! ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من طاف بالبيت سبعا ولا يتكلم الا بسبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر ولا حول ولا قوة الا بالله محبت عنہ عشر سینات وكتب له عشر حسنات ورفع له عشر درجات ومن طاف فتكلم وهو في تلك الحال خاض في الرحمة برجليه كخائض الماء برجليه رواه ابن ماجه یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس نے بیت اللہ شریف کا سات مرتبہ طواف کیا اور سوائے تسبیح و تحمید کے کوئی فضول کلام اپنی زبان سے نہ نکالا۔ اس کے دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور دس نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں اور اس کے دس درجے بلند ہوتے ہیں اور اگر کسی نے حالت طواف میں تسبیح و تحمید کے ساتھ لوگوں سے کچھ کلام بھی کیا تو وہ رحمت الہی میں اپنے دونوں پیروں تک داخل ہو جاتا ہے جیسے کوئی شخص اپنے پیروں تک پانی میں داخل ہو جائے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ مقصد یہ ہے کہ سوائے تسبیح و تحمید کے اور کچھ کلام نہ کرنے والا اللہ کی رحمت میں اپنے قدموں سے سر تک داخل ہو جاتا ہے اور کلام کرنے والا صرف پیروں تک۔

طواف کی ترکیب یہ ہے کہ حجر اسود کو چومنے کے بعد بیت اللہ شریف کو اپنے بائیں ہاتھ کر کے رکن یمانی تک ذرا تیز تیز اس طرح چلیں کہ قدم قریب قریب پڑیں اور کندھے ہلیں۔ اسی اثناء میں سبحان اللہ والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر ولا حول ولا قوة الا بالله! ان مبارک کلمات کو پڑھتا رہے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اس کی شان کا کمال دھیان رکھے۔ اس کی توحید کو پورے طور پر دل میں جگہ دے۔ اس پر پورے پورے توکل کا اظہار کرے۔ ساتھ ہی یہ دعا بھی پڑھے۔ اللهم تقبلى بمارزقتنى وبارك لى فيه واخلف على كل غائبة لى بخير (نبیل الاوطار) ترجمہ: الہی مجھ کو جو کچھ تو نے نصیب کیا اس پر قناعت کرنے کی توفیق عطا کر اور اس میں برکت بھی دے اور میرے اہل و عیال و مال اور میری ہر پوشیدہ چیز کی تو خیریت کے ساتھ حفاظت فرما۔ اللهم انى اعوذ بك من الشك والشرك والنفاق والشقاق وسوء الاخلاق (نبیل) الہی! میں شرک سے، دین میں شک کرنے سے اور نفاق و دوغلے پن اور نافرمانی اور تمام بری عادتوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

تسبیح و تحمید پڑھتا ہوا اور ان دعاؤں کو بار بار دہراتا ہوا رکن یمانی پر دنگی چال سے چلے۔ رکن یمانی خانہ کعبہ کے جنوبی کونے کا نام ہے جس کو صرف چھونا چاہئے، بوسہ نہیں دینا چاہئے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس کونے پر ستر فرشتے مقرر ہیں۔ جب طواف کرنے والا حجر اسود سے ملتزم رکن عراقی اور میزاب رحمت پر سے ہوتا ہوا یہاں پہنچ کر دین و دنیا کی بھلائی کے لئے بارگاہ الہی میں غلوص دل کے ساتھ دعائیں کرتا ہے تو یہ فرشتے آمین کہتے ہیں۔ رکن یمانی پر زیادہ تر یہ دعا پڑھنی چاہئے۔ اللهم انى اسئلك العفو والعافية فى الدنيا والاخرة ربنا اتنا فى الدنيا حسنة وفى الاخرة حسنة وقنا عذاب النار (مشکوٰۃ) یعنی یا اللہ! میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں سلامتی چاہتا ہوں، اے معبود برحق! تو مجھ کو دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں عطا فرما اور دوزخ کی آگ سے ہم کو بچالے۔ رمل فقط تین چکروں میں کرنا چاہئے۔ رمل یہ مطلب ہے کہ تین پہلے پھیروں میں ذرا اکڑ کر شانہ ہلاتے ہوئے چلا جائے۔ یہ رمل حجر اسود سے طواف

شروع کرتے ہوئے رکن یمنی تک ہوتا ہے۔ رکن یمنی پر رمل کو موقوف کیا جائے اور حجر اسود تک باقی حصہ میں نیز باقی چار شوطوں میں معمولی چال چلا جائے۔ اس طواف میں اضلاع بھی کیا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ احرام کی چادر کو داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں شانے پر ڈال لیا جائے۔ ایک چکر پورا کر کے جب واپس حجر اسود پر آؤ تو حجر اسود کی دعا پڑھ کر اس کو چومایا ہاتھ لگایا جائے۔ اب ایک چکر پورا ہوا۔ اسی طرح دوسرا اور تیسرا پھیرا کرے۔ ان تین پھیروں میں رمل کرے۔ اس کے بعد چار پھیرے بغیر رمل کے کرے۔ ایک طواف کے لئے یہ سات پھیرے ہوتے ہیں۔ جن کے بعد بیت اللہ کا ایک طواف پورا ہو گیا۔

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ بیت اللہ کا طواف مثل نماز کے ہے۔ اس میں باتیں کرنی منع ہیں۔ خدا کا ذکر جتنا چاہے کرے۔ ایک طواف پورا کر چکنے کے بعد مقام ابراہیم پر طواف کی دو رکعت نماز پڑھے۔ اس پہلے طواف کا نام طواف قدوم ہے۔ رمل اور اضلاع اس کے سوا اور کسی طواف میں نہ کرنا چاہئے۔ مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھنے کے لئے آتے ہوئے مقام ابراہیم کو اپنے اور کعبہ شریف کے درمیان کر کے یہ آیت پڑھے: ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُضَلًّى﴾ (البقرة: ۱۲۵) پھر دو رکعت دو گانہ پڑھے۔ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ کافرون اور دوسری میں سورہ اخلاص پڑھے۔ اگر اضلاع کیا ہوا ہے اس کو کھول دے۔ سلام پھیر کر مندرجہ ذیل دعا نہایت اکساری سے پڑھے اور خلوص دل سے اپنے اور دوسروں کے لئے دعائیں مانگے۔ دعا یہ ہے:

اللهم انک تعلم سرى وعلانیتى فاقبل معذرتى وتعلم حاجتى فاعطنى سولى وتعلم ما فى نفسى فاغفرلى ذنوبى اللهم انى اسئلك ايمانا بياشر قلبى و يقينا صادقا حتى اعلم انه لا يصيبنى الا ما كتب لى ورضا بما قسمت لى يا ارحم الراحمين (طبرانی)

(ترجمہ) یا اللہ! تو میری ظاہر و پوشیدہ حالت سے واقف ہے۔ پس میرے عذروں کو قبول فرما لے۔ تو میری حاجتوں سے بھی واقف ہے پس میرے سوال کو پورا کر دے۔ تو میرے نفس کی حالت جانتا ہے پس میرے گناہوں کو بخش دے۔ اے مولا! میں ایسا ایمان چاہتا ہوں جو میرے دل میں رچ جائے اور یقین صادق کا طلبگار ہوں یہاں تک کہ میرے دل میں جم جائے کہ مجھے وہی دکھ پہنچ سکتا ہے جو تو لکھ چکا اور میں قسمت کے لکھے پر ہر وقت راضی برضا ہوں۔ اے سب سے بڑے مہربان! تو میری دعا قبول فرما لے۔ آمین۔

طواف کی فضیلت میں عمرو بن شعیب اپنے باپ سے 'وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا المرء یرید الطواف بالبيت اقبل یرحمة فاذا دخله غمره ثم لا یرفع قدما ولا یضع قدما الا کتب الله له بكل قدم خمس مائة حسنة وحط عنه خمسة مائة سبئة ورفعت له خمس مائة درجة الحديث (در مشنور: ج ۱/ ص: ۱۳۰)

یعنی انسان جب بیت اللہ شریف کے طواف کا ارادہ کرتا ہے تو رحمت الہی میں داخل ہو جاتا ہے پھر طواف شروع کرتے وقت رحمت الہی اس کو ڈھانپ لیتی ہے پھر وہ طواف میں جو بھی قدم اٹھاتا ہے اور زمین پر رکھتا ہے ہر قدم کے بدلے اس کو پانچ سو نیکیاں ملتی ہیں اور پانچ سو گناہ معاف ہوتے ہیں اور اس کے پانچ سو درجے بلند کئے جاتے ہیں۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا من طاف بالبيت سبعا و صلى خلف المقام ركعتين وشرب من ماء زمزم غفرت ذنوبه كلها بالغة ما بلغت یعنی جس نے بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کیا۔ پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز ادا کی اور زمزم کا پانی پیا اس کے جتنے بھی گناہ ہوں سب معاف کر دیئے جاتے ہیں (در مشنور)

مسئلہ: طواف شروع کرتے وقت حاجی اگر مفرد یعنی صرف حج کا احرام باندھ کر آیا ہے تو دل میں طواف قدوم کی نیت کرے اور اگر قارن یا متتابع ہے تو طواف عمرہ کی نیت کر کے طواف شروع کرے۔ یاد رہے کہ نیت دل کا فعل ہے، زبان سے کہنے کی حاجت نہیں ہے۔ بہت سے ناواقف حاجی صاحبان جب شروع میں حجر اسود کو آکر بوسہ دیتے ہیں اور طواف شروع کرتے ہیں تو تکبیر تحریمہ کی طرح تکبیر کہہ کر رفع یدین کر کے زبان سے نیت کرتے ہیں، یہ بے ثبوت ہے لہذا اس سے بچنا چاہئے (زاد المعاد)

بہتی کی روایت میں اس قدر ضرور آیا ہے کہ حجر اسود کو بوسہ دے کر دونوں ہاتھ کو اس پر رکھ کر پھر ان ہاتھوں کو منہ پر پھیر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

طواف کرنے میں مرد و عورت کا یکساں حکم ہے۔ اتنا فرق ضرور ہے کہ عورت کسی طواف میں رمل اور اضطباع نہ کرے (جلیل المناسک)

حیض اور نفاس والی عورت صرف طواف نہ کرے۔ باقی حج کے تمام کام بجالائے۔ حضرت عائشہ کو حائضہ ہونے کی حالت میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا۔ فافعلی ما یفعل الحاج غیر ان لا تطوفی بالبيت حتی تطهری (متفق علیہ) یعنی طواف بیت اللہ کے سوا اور سب کام کر جو حاجی کرتے ہیں یہاں تک کہ تو پاک ہو۔ اگر حالت حیض و نفاس میں طواف کر لیا تو طواف ہو گیا۔ مگر ذیہ میں ایک بکری یا ایک اونٹ ذبح کرنا لازمی ہے (فتح الباری) مستحاضہ عورت اور سلسل بول والے کو طواف کرنا درست ہے۔ (مشکوٰۃ) بیت اللہ شریف میں پہنچ کر سوائے عذر حیض و نفاس کے باقی کسی طرح کا اور کیسا ہی عذر کیوں نہ ہو جب تک ہوش و حواس صحیح طور پر قائم ہیں اور راستہ صاف ہے تو محرم کو طواف قدوم اور سعی کرنا ضروری ہے۔

طواف کی قسمیں! طواف چار طرح کا ہوتا ہے۔

(۱) طواف قدوم جو بیت اللہ شریف میں پہلی دفعہ آنے ہی حجر اسود کو چھونے کے بعد کیا جاتا ہے۔

(۲) طواف عمرہ جو عمرے کا احرام باندھ کر کیا جاتا ہے۔

(۳) طواف افاضہ جو دسویں ذی الحجہ کو یوم النحر میں قربانی وغیرہ سے فارغ ہو کر اور احرام کھول کر کیا جاتا ہے۔ اس کو طواف

زیارت بھی کہتے ہیں۔

(۴) طواف وداع جو بیت اللہ شریف سے رخصت ہوتے وقت آخری طواف کیا جاتا ہے۔

مسئلہ: بہتر تو یہی ہے کہ ہر سات پھیروں کا جو ایک طواف کہلاتا ہے اس کے بعد مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھی جائے۔ لیکن اگر چند طواف ملا کر آخر میں صرف دو رکعت پڑھ لی جائیں تو بھی کافی ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے کبھی ایسا بھی کیا ہے۔ (ایضاح الحجہ)

مسئلہ: طواف قدوم، طواف عمرہ، طواف وداع میں ان دو رکعتوں کے بعد بھی حجر اسود کو بوسہ دینا چاہئے۔

تنبیہ: ائمہ اربعہ اور تمام علمائے سلف و خلف کا متفقہ فیصلہ ہے کہ چومنا چاٹنا چھونا صرف حجر اسود اور رکن یمانی کے لئے ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل روایت سے ظاہر ہے۔ عن ابن عمر قال لم ار النبی صلی اللہ علیہ وسلم یستلم من البیت الا الرکتین الیمانین (متفق علیہ) یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں نے سوائے حجر اسود اور رکن یمانی کے بیت اللہ کی کسی اور چیز کو چھوتے ہوئے کبھی بھی نبی کریم ﷺ کو نہیں دیکھا۔ پس استلام صرف ان ہی دو کے لئے ہے۔ ان کے علاوہ مساجد ہوں یا مقابر اولیاء و صلحاء ہوں یا حجرات و مغارات رسل ہوں یا اور تاریخی یادگاریں ہوں کسی کو چومنا چاٹنا یا چھونا ہرگز ہرگز جائز نہیں بلکہ ایسا کرنا بدعت ہے۔ جماعت سلف امت رحمہم اللہ مقام ابراہیم اور احجار مکہ کو بوسہ دینے سے قطعاً منع کیا کرتے تھے۔ پس حاجی صاحبان کو چاہئے کہ حجر اسود اور رکن یمانی کے سوا اور کسی جگہ کے ساتھ یہ معاملات بالکل نہ کریں ورنہ نیکی برباد گناہ لازم کی مثال صلوٰۃ آئے گی۔

بیت سے تلاوت بھائی مقام ابراہیم پر دو رکعت پڑھنے کے بعد مقام ابراہیم کے دروازے کی جالیوں کو پکڑ کر اور کڑوں میں ہاتھ ڈال کر دعائیں کرتے ہیں۔ یہ بھی عوام کی اچھا ہے جس کا سلف نے کوئی ثبوت نہیں۔ پس ایسی بدعات سے بچنا ضروری ہے۔ بدعت

ایک زہر ہے جو تمام نیکیوں کو برباد کر دیتا ہے۔ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فہو رد (متفق علیہ) یعنی جس نے ہمارے اس دین میں اپنی طرف سے کوئی نیا کام ایجاد کیا جس کا پتہ اس دین میں نہ ہو وہ مردود ہے۔

مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز ادا کر کے مقام ملتزم پر آنا چاہئے۔ یہ جگہ حجر اسود اور خانہ کعبہ کے دروازے کے بیچ میں ہے۔ یہاں پر سات پھیروں کے بعد ذو رکعت نماز کے بعد آنا چاہئے۔ یہ دعا کی قبولیت کا مقام ہے یہاں کا پردہ پکڑ کر خانہ کعبہ سے لپٹ کر دیوار پر گال رکھ کر ہاتھ پھیلا کر دل کھول کر خوب رو رو کر دین و دنیا کی بھلائی کے لئے دعائیں کریں۔ اس مقام پر یہ دعا بھی مناسب ہے:

اللہم لک الحمد حمدا یوافی نعمک ویکافی مزیدک احمدک بجمیع محامدک ما علمت وما لم اعلم علی جمیع نعمک ما علمت منها وما لم اعلم علی کل حال اللہم صلی علی محمد وعلی آل محمد اللہم اعذنی من کل سوء وقعنی بما رزقتنی وبارک لی فیہ اللہم اجعلنی من اکرم وفدک والزمنی سبیل الاستقامة حتی الفاک یا رب العالمین (اذکار نووی)

(ترجمہ) یا اللہ! کل تعریفوں کا مستحق تو ہی ہے میں تیری وہ تعریفیں کرتا ہوں جو تیری دی ہوئی نعمتوں کا شکریہ ہو سکیں اور اس شکریہ پر جو نعمتیں تیری جانب سے زیادہ ملیں ان کا بدلہ ہو سکیں۔ پھر میں تیری ان نعمتوں کو جانتا ہوں اور جن کو نہیں سب ہی کا ان خوبیوں کے ساتھ شکریہ ادا کرتا ہوں جن کا مجھ کو علم ہے اور جن کا نہیں۔ غرض ہر حال میں تیری ہی تعریفیں کرتا ہوں۔ اے اللہ! تو اپنے حبیب محمد ﷺ اور آپ کی آل پر درود و سلام بھیج۔ یا اللہ! تو مجھ کو شیطان مردود سے اور ہر برائی سے پناہ میں رکھ اور جو کچھ تو نے مجھ کو دیا ہے اس پر قناعت کی توفیق عطا کر اور اس میں برکت دے۔ یا اللہ! تو مجھ کو بہترین ممانوں میں شامل کر اور مرتے دم تک مجھ کو توسیدہ راستے پر ثابت قدم رکھ یہاں تک کہ میری تجھ سے ملاقات ہو۔

یہ طواف جو کیا گیا طواف قدوم کہلاتا ہے۔ جو مکہ شریف یا میقات کے اندر رہتے ہیں ان کے لئے یہ سنت نہیں ہے اور جو عمرہ کی نیت سے مکہ میں آئیں ان پر بھی طواف قدوم نہیں ہے۔ اس طواف سے فارغ ہو کر پھر حجر اسود کا استلام کیا جائے کہ یہ افتتاح سعی کا استلام ہے۔ پھر کمانی دار دروازے سے نکل کر سیدھے باب صفا کی طرف جائیں اور باب صفا سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھیں۔ بسم اللہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ رب اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب فضلک (ترمذی)

(ترجمہ) ”اللہ کے مقدس نام کی برکت سے اور اللہ کے پیارے رسول پر درود و سلام بھیجتا ہوا باہر نکلتا ہوں۔ اے اللہ! میرے لئے اپنے فضل و کرم کے دروازے کھول دے۔ اس دعا کو پڑھتے ہوئے پہلے پایاں قدم مسجد حرام سے باہر کیا جائے پھر دایاں۔

کوہ صفا پر چڑھائی! باب صفا سے نکل کر سیدھے کوہ صفا پر جائیں۔ قریب ہونے پر آیت شریفہ ﴿ان الصفا والمروة من شعائر اللہ﴾ تلاوت کریں۔ پھر کہیں ایدا بما بدا اللہ (جو تکہ اللہ تعالیٰ نے ذکر میں پہلے صفا کا نام لیا ہے اس لئے میں بھی پہلے صفا ہی سے سعی شروع کرتا ہوں) یہ کہہ کر پیڑھیوں سے پہاڑی کے اوپر اتار چڑھ جائیں کہ بیت اللہ شریف کا پردہ دکھائی دینے لگے۔ نبی کریم ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل روایت سے ظاہر ہے۔

عن ابی ہریرۃ قال اقبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدخل مکة فاقبل الی الحجر فاستلمہ ثم طاف بالبيت ثم اتی الصفا فعلاہ حتی ينظر الی البيت الحديث رواہ ابو داود یعنی اللہ کے رسول ﷺ جب مکہ شریف میں داخل ہوئے تو آپ نے حجر اسود کا استلام کیا، پھر طواف کیا۔ پھر آپ صفا کے اوپر چڑھ گئے۔ یہاں تک کہ بیت اللہ آپ کو نظر آنے لگا۔

پس اب قبلہ رو ہو کر دونوں ہاتھ اٹھا کر پہلے تین دفعہ کھڑے کھڑے اللہ اکبر کہیں۔ پھر یہ دعا پڑھیں۔

لا الہ الا اللہ وحده اللہ اکبر لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدير لا الہ الا اللہ وحده انجز و

عدہ ونصر عبده وهزم الاحزاب وحده (مسلم)

یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، ملک کا اصلی مالک وہی ہے، اسی کے لئے تمام تعریفیں ہیں۔ وہ جو چاہے سو ہو سکتا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے جس نے غلبہ اسلام کی بابت اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے کی امداد کی اور اس اکیلے نے تمام کفار و مشرکین کے لشکروں کو بھگا دیا۔

اس دعا کو پڑھ کر پھر درود شریف پڑھیں پھر خوب دل لگا کر جو چاہیں دعا مانگیں، تین دفعہ اسی طرح نعرہ تکبیر تین تین بار بلند کر کے مذکور بالا دعا پڑھ کر درود شریف کے بعد خوب دعائیں کریں، یہ دعا کی قبولیت کی جگہ ہے۔ پھر وہاں ہی سے پہلے مندرجہ ذیل دعا پڑھ کر ہاتھوں کو منہ پر پھیر لیں۔

اللهم انک قلت ادعونی استجب لکم وانک لا تخلق المعاد انی اسئلك کما هدیتنی للإسلام ان لا تنزعہ منی حتی توفی وانا مسلم (موطا) یا اللہ تو نے دعا قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے تو کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ پس تو نے جس طرح مجھے اسلامی زندگی نصیب فرمائی اسی طرح موت بھی مجھ کو اسلام کی حالت میں نصیب فرما۔

صفا اور مروہ کے درمیان سعی! صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنے کو سعی کہتے ہیں، یہ فرائض حج میں داخل ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث سے ظاہر ہے۔

عن صفیة بنت شیبہ قالت اخبرتنی بنت ابی تجرة قالت دخلت مع نسوة من قریش دار آل ابی حسین بنظر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو یسعی بین الصفا والمروة فرأیتہ یسعی وان میزرة لیلور من شدة السعی وسمعتہ یقول اسموا فان اللہ کتب علیکم السعی رواہ فی شرح السنة یعنی صفیہ بنت شیبہ روایت کرتی ہیں کہ مجھے بنت ابی تجرة نے خبر دی کہ میں قریش کی چند عورتوں کے ساتھ آل ابو حسین کے گھر داخل ہوئی۔ ہم نبی کریم ﷺ کو صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے دیکھ رہی تھیں۔ میں نے دیکھا کہ آپ سعی کر رہے تھے اور شدت سعی کی وجہ سے آپ کی ازار مبارک بل رہی تھی۔ آپ فرماتے جاتے تھے لوگو سعی کرو، اللہ نے اس سعی کو تمہارے اوپر فرض کیا ہے۔

پس اب صفا سے اتر کر رب اغفر وارحم انک انت الاعز الاحکم (طبرانی) پڑھتے ہوئے آہستہ آہستہ چلیں۔ جب سبز میل۔ کہ پاس پہنچ جائیں (جو بائیں طرف مسجد حرام کی دیوار سے ملی ہوئی منصوب ہے) تو یہاں سے رمل کر س یعنی تیز رفتار دوڑتے ہوئے دوسرے سبز میل تک جائیں (جو کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر کے مقابل ہے) پھر یہاں سے آہستہ آہستہ اپنی چال پر چلتے ہوئے مروہ پہنچیں۔ راستے میں مذکورہ بالا دعا پڑھتے رہیں۔ جب مروہ پہنچیں تو پہلے دوسری میڑھی پر چڑھ کر بیت اللہ کی جانب رخ کر کے کھڑے ہوں اور تھوڑا سا دائیں جانب مائل ہو جائیں تاکہ کعبہ کا استقبال اچھی طرح ہو جائے اگرچہ یہاں سے بیت اللہ بوجہ عمارات کے نظر نہیں آتا۔ پھر صفا کی دعائیں یہاں بھی اسی طرح پڑھیں جس طرح صفا پر پڑھی تھیں اور کلنی دیر تک ذکر و دعا میں مشغول رہیں کہ یہ بھی محل اجابت دعا ہے۔ پھر واپس صفا کو رب اغفر وارحم پوری دعا پڑھتے ہوئے معمولی چال سے سبز میل تک چلیں۔ پھر یہاں سے دوسرے میل تک تیز چلیں۔ اس میل پر پہنچ کر معمولی چال سے صفا پر پہنچیں۔ صفا سے مروہ تک آنا سعی کا ایک شوط کہلاتا ہے۔ صفا پر واپس پہنچنے سے سعی کا دوسرا شوط پورا ہو جائے گا۔ اسی طرح سات شوط پورے کرنے ہوں گے۔ ساتواں شوط مروہ پر ختم ہو گا۔ ہر شوط میں مذکورہ بالا دعاؤں کے علاوہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ خوب دل لگا کر پڑھنا چاہئے۔ چونکہ زمین اونچی ہوتی چلی گئی اس لئے صفا مروہ کی میڑھیاں زمین میں دب گئی ہیں اور اب پہلی ہی میڑھی پر کھڑے ہونے سے بیت اللہ کا نظر آنا ممکن ہے۔ لہذا اب کئی درجوں پر چڑھنے کی ضرورت نہیں رہی۔ سعی میں کسی قسم کی تخصیص عورت کے لئے نہیں آئی۔ مرد و عورت ایک ہی حکم میں ہیں

ضروری مسائل ! طواف یا سعی کی حالت میں نماز کی جماعت کھڑی ہو جائے تو طواف یا سعی کو چھوڑ کر جماعت میں شامل ہو جانا چاہئے۔ نیز پیشاب یا پاخانہ یا اور کوئی ضروری حاجت درپیش ہو تو اس سے فارغ ہو کر بلا وضو جہاں طواف یا سعی کو چھوڑا تھا وہیں سے باقی کو پورا کرے۔ بیمار کو پکڑ کر یا چار پائی پر یا سواری پر بٹھا کر طواف اور سعی کرانی جائز ہے۔ قدامہ بن عبد اللہ بن عمار روایت کرتے ہیں۔ رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يسمي بين الصفا والمروة على بعير (مشکوہ) میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا۔ آپ اونٹ پر سوار ہو کر صفا اور مروه کے درمیان سعی کر رہے تھے۔ اس پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھتے ہیں کہ عذر کی وجہ سے آپ نے طواف و سعی میں سواری کا استعمال کیا تھا

قارن حج اور عمرے کا طواف اور سعی ایک ہی کرے۔ حج و عمرہ کے لئے علیحدہ علیحدہ دوبار طواف و سعی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (بخاری و مسلم) عورتیں طواف اور سعی میں مردوں میں خلط طوط ہو کر نہ چلیں۔ ایک کنارہ ہو کر چلیں (مجموع)

سعی کے بعد ! صفا اور مروه کی سعی سے فارغ ہونے کے بعد اگر حج تمتع کی نیت سے احرام باندھا گیا تھا تو اب حجامت کر کر حلال ہو جانا چاہئے۔ اور احرام حج قرآن یا حج افراد کا تھا تو نہ حجامت کرانی چاہیے نہ احرام کھولنا چاہیے۔ حج تمتع کرنے والے کے لئے مناسب ہے کہ مروه پر پل کھڑا دے اور دوسویں ذی الحجہ کو منی میں پل منڈوائے۔ عورت کو بال منڈوانے منع ہیں۔ ہاں پٹیا کی تھوڑی سی نوک کتر دینی چاہئے۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مرفوعاً مروی ہے لیس علی النساء الحلق انما علی النساء التقصير (ابوداؤد) یعنی عورتوں کے لئے سرمندانہ نہیں ہے بلکہ صرف پٹیا میں سے چند بال کاٹ ڈالنا کافی ہے۔ ان سب کاموں سے فارغ ہو کر چاہ زمزم پر آکر زمزم کا پانی پینا چاہئے۔ اس قدر کہ پیٹ اور پسلیاں خوب تن جائیں۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ منافع اتا نہیں پینا کہ اس کی پسلیاں تن جائیں۔ آب زمزم جس ارادے سے پیا جائے وہ پورا ہوتا ہے۔ شفا کے ارادے سے پیا جائے تو شفا ملتی ہے۔ بھوک پیاس کی دوری کے لئے پیا جائے تو بھوک پیاس دور ہوتی ہے۔ اور اگر دشمن کے خوف سے، کسی آفت کے ڈر سے، روز محشر کی گھبراہٹ سے محفوظ رہنے کی نیت سے پیا جائے تو اس سے اللہ تعالیٰ امن دیتا ہے۔ (حاکم، دار قطنی وغیرہ)

آب زمزم پینے کے آداب ! زمزم شریف کا پانی قبلہ رخ ہو کر کھڑے ہو کر پینا چاہئے۔ درمیان میں تین سانس لیں۔ ہر دفعہ میں شروع میں بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ پڑھنا چاہئے اور پیتے وقت یہ دعا پڑھنی مسنون ہے۔
اللهم انی اسئلك علما نافعاً ورزقاً واسعاً وشفاء من کل داء (حاکم دار قطنی) یا اللہ! میں تجھ سے علم نفع دینے والا اور روزی فراخ اور ہر بیماری سے شفا چاہتا ہوں۔

باب حیض والی عورت بیت اللہ کے

طواف کے سوا تمام ارکان بجالائے

اور اگر کسی نے صفا اور مروه کی سعی بغیر وضو کر لی

تو کیا حکم ہے؟

۸۱- بَابُ تَقْضِي الْحَائِضِ

الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا إِلَّا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ

وَلِذَا مَنَعَى عَلَى غَيْرِ وَضُوءٍ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ

تشریح باب کی حدیثوں سے پہلا حکم تو ثابت ہوتا ہے لیکن دوسرے حکم میں ذکر نہیں ہے اور شاید یہ امام بخاری نے اس حدیث کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں امام مالکؒ سے اتنا زیادہ منقول ہے کہ صفا مروه کا طواف بھی نہ کرے۔ ابن عبد البر نے کہا اس زیادت کو صرف یحییٰ بن یحییٰ نیسا پوری نے نقل کیا ہے۔ اور ابن ابی شیبہ نے ہانسو صحیح ابن عمر رحمہ اللہ

سے نقل کیا کہ حیض والی عورت سب کام کرے مگر بیت اللہ اور صفا مروہ کا طواف نہ کرے۔ ابن بطلال نے کہا امام بخاریؒ نے دوسرا مطلب باب کی حدیث سے یوں نکالا کہ اس میں یوں ہے سب کام کرے جیسے حاجی کرتے ہیں صرف بیت اللہ کا طواف نہ کرے، تو معلوم ہوا کہ صفا مروہ کا طواف بے وضو اور بے طہارت درست ہے۔ اور ابن ابی شیبہؒ نے ابن عمرؓ سے نکالا کہ اگر طواف کے بعد عورت کو حیض آجائے صفا مروہ کی سعی سے پہلے تو صفا مروہ کی سعی کرے (وحیدی)

۱۶۵۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: قَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ، وَلَمْ أَطْفِ بِالنَّيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ قَالَتْ: فَشَكَوْتُ ذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، قَالَ: ((أَفْعَلِي كَمَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالنَّيْتِ حَتَّى تَطْهَرِي)). [راجع: ۲۹۴]

۱۶۵۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ. ح وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَبِيبُ الْمُعَلَّمِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((أَهْلُ النَّبِيِّ ﷺ هُوَ وَأَصْحَابُهُ بِالْحَجِّ، وَلَيْسَ مَعَ أَحَدٍ مِنْهُمْ هَذَا غَيْرَ النَّبِيِّ ﷺ وَطَلْحَةَ. وَقَلِيمٌ عَلِيُّ مِنَ الْيَمَنِ - وَمَعَهُ هَذَا - فَقَالَ: أَهْلُكُنَّ بِمَا أَهْلُ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ. فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَصْحَابَهُ أَنْ يَحْمِلُوهَا غُمَرَةً وَيَطُوفُوا ثُمَّ يَقْصِرُوا وَيَحْلُوا، إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَذَا. فَقَالُوا نَنْطَلِقُ إِلَى مِنًى وَذَكَرُوا أَحَدًا يَقْطُرُ مَنِيًّا فَلَبَعَ ذَلِكَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((لَوْ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا

۱۶۵۰) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالکؒ نے خبر دی، انہیں عبد الرحمن بن قاسمؒ نے، انہیں ان کے باپ نے اور انہیں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انہوں نے فرمایا کہ میں مکہ آئی تو اس وقت میں حائضہ تھی۔ اس لئے بیت اللہ کا طواف نہ کر سکی اور نہ صفا مروہ کی سعی۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اس کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تو آپؐ نے فرمایا کہ جس طرح دوسرے حاجی کرتے ہیں تم بھی اسی طرح (ارکان حج) ادا کر لو۔ ہاں بیت اللہ کا طواف پاک ہونے سے پہلے نہ کرنا۔

۱۶۵۱) ہم سے محمد بن ثنیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الوہاب ثقفی نے بیان کیا۔ (دوسری سند) اور مجھ سے خلیفہ بن خیاط نے بیان کیا کہ ہم سے عبد الوہاب ثقفی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حبیب معلم نے بیان کیا، ان سے عطاء بن ابی رباح نے اور ان سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے حج کا احرام باندھا۔ آنحضورؐ اور طلحہ کے سوا اور کسی کے ساتھ قربانی نہیں تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے آئے تھے اور ان کے ساتھ بھی قربانی تھی۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ (سب لوگ اپنے حج کے احرام کو) عمرہ کا کر لیں۔ پھر طواف اور سعی کے بعد بال ترشوا لیں اور احرام کھول ڈالیں لیکن وہ لوگ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں جن کے ساتھ قربانی ہو۔ اس پر صحابہ نے کہا کہ کیا ہم منیٰ میں اس طرح جائیں گے کہ ہمارے ذکر سے منیٰ نہک رہی ہو۔ یہ بات جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا، اگر مجھے پہلے سے معلوم ہوتا تو میں قربانی کا جانور ساتھ

نہ لاتا اور جب قربانی کا جانور ساتھ نہ ہوتا تو میں بھی (عمرو اور حج کے درمیان) احرام کھول ڈالتا اور عائشہ رضی اللہ عنہا (اس حج میں) حائضہ ہو گئی تھیں۔ اس لئے انہوں نے بیت اللہ کے طواف کے سوا اور دوسرے ارکان حج ادا کئے۔ پھر جب پاک ہو لیں تو طواف بھی کیا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ آپ سب لوگ توجہ اور عمرو دونوں کر کے جارہے ہیں لیکن میں نے صرف حج ہی کیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے عبدالرحمن بن ابی بکر کو حکم دیا کہ انہیں تنعیم لے جائیں (اور وہاں سے عمرو کا احرام باندھیں) اس طرح عائشہ رضی اللہ عنہا نے حج کے بعد عمرو کیا۔

(۱۶۵۲) ہم سے مؤمل بن ہشام نے بیان کیا کہ ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا کہ ان سے ایوب سختیانی نے اور ان سے حفصہ بنت سیرین نے بیان کیا کہ ہم اپنی کنواری لڑکیوں کو باہر نکلنے سے روکتے تھے۔ پھر ایک خاتون آئیں اور بنی خلف کے محل میں (جو بصرے میں تھا) ٹھہریں۔ انہوں نے بیان کیا کہ ان کی بہن (ام عطیہؓ) نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی کے گھر میں تھیں۔ ان کے شوہر نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ بارہ جہاد کئے تھے اور میری بہن چھ جہادوں میں ان کے ساتھ رہی تھیں۔ وہ بیان کرتی تھیں کہ ہم (میدان جنگ میں) زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں اور مریضوں کی تیمارداری کرتی تھیں۔ میری بہن نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اگر ہمارے پاس چادر نہ ہو تو کیا کوئی حرج ہے اگر ہم عید گاہ جانے کے لئے باہر نہ نکلیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس کی سہیلی کو اپنی چادر اسے اڑھا دینی چاہئے اور پھر مسلمانوں کی دعا اور نیک کاموں میں شرکت کرنی چاہئے۔ پھر جب ام عطیہؓ خود بصرہ آئیں تو میں نے ان سے بھی یہی پوچھایا یہ کہا کہ ہم نے ان سے پوچھا انہوں نے بیان کیا کہ ام عطیہؓ جب بھی رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرتیں تو کہتیں میرے باپ آپ پر فدا ہوں۔ ہاں تو میں نے ان سے پوچھا کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے اس طرح سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں میرے باپ آپ پر فدا ہوں۔ انہوں نے

اسْتَدْبَرْتُ مَا أَهْدَيْتُ، وَلَوْ لَا أَنِّ مَعِيَ الْهَدْيُ لَأَخْلَلْتُ)). وَحَاصَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا، غَيْرَ أَنَّهُمَا لَمْ تَطْفُ بِالنَّيْتِ. فَلَمَّا طَهَّرَتْ طَافَتْ بِالنَّيْتِ. قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، تَنْطَلِقُونَ بِحَجَّةٍ وَغُمْرَةٍ وَأَنْتَلِقُ بِحَجٍّ فَأَمَرَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَخْرُجَ مَعَهَا إِلَى التَّنْعِيمِ، فَأَعْتَمَرَتْ بَعْدَ الْحَجِّ)). [راجع: ۱۰۵۷]

۱۶۵۲- حَدَّثَنَا مُؤْمِلُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ: ((كُنَّا نَمْنَعُ عَوَائِقَنَا أَنْ يَخْرُجْنَ، فَقَدِمَتِ امْرَأَةٌ فَزَلَّتْ قَمَرُ بَنِي خَلْفٍ، فَحَدَّثَتْ أَنَّ أُخْتَهَا كَانَتْ تَحْتَ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَدْ غَزَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً، وَكَانَتْ أُخْتِي مَعَهُ فِي سِتِّ غَزَوَاتٍ قَالَتْ: كُنَّا نَدَاوِي الْكَلْمَى، وَنَقُومُ عَلَى الْمَرْضَى. فَسَأَلْتُ أُخْتِي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ هَلْ عَلَى إِخْدَانَا بَأْسٌ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا جَلْبَابٌ أَنْ لَا تَخْرُجَ؟ فَقَالَ: ((لَتُبْسِنَهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جَلْبَابِهَا وَلَتَشْهَدَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِينَ)). فَلَمَّا قَدِمَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ أَوْ قَالَتْ: سَأَلْنَاهَا - فَقَالَتْ وَكَانَتْ لَا تَذْكُرُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِلَّا قَالَتْ: بِأَبِي - فَقُلْتُ: أَسَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ كَذَا وَكَذَا؟ قَالَتْ: نَعَمْ

کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کنواری لڑکیاں اور پردہ والیاں بھی باہر نکلیں یا یہ فرمایا کہ پردہ والی دو شیرائیں اور حائضہ عورتیں سب باہر نکلیں اور مسلمانوں کی دعا اور خیر کے کاموں میں شرکت کریں۔ لیکن حائضہ عورتیں نماز کی جگہ سے الگ رہیں۔ میں نے کہا اور حائضہ بھی نکلیں؟ انہوں نے فرمایا کیا حائضہ عورت عرفات اور فلاں فلاں جگہ نہیں جاتی ہیں؟ (پھر عید گاہ ہی جانے میں کیا حرج ہے)

بَابِي فَقَالَ: ((تَخْرُجُ الْعَوَاتِقُ ذَوَاتُ الْخُدُورِ - أَوِ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُورِ - وَالْحَيْضُ فَيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِينَ، وَتَعْتَرِلُ الْحَيْضُ الْمُصَلِّيَّ)). فَقُلْتُ: الْحَائِضُ؟ فَقَالَتْ: أَوْلَيْسَ تَشْهَدُ عَرَفَةَ وَتَشْهَدُ كَذَا وَتَشْهَدُ كَذَا؟)).

[راجع: ۳۲۴]

اس حدیث سے امام بخاریؒ نے یہ نکالا کہ حیض والی طواف نہ کرے جو ترجمہ باب کا ایک مطلب تھا کیونکہ حیض والی عورت کو جب نماز کے مقام سے الگ رہنے کا حکم ہوا تو کعبہ کے پاس جانا بھی اس کو جائز نہ ہو گا۔ بعضوں نے کہا باب کا دوسرا مطلب بھی اس سے نکلتا ہے۔ یعنی مفاہرہ کی سعی حائضہ کر سکتی ہے کیونکہ حائضہ عرفات کا وقوف کر سکتی ہے اور مفاہرہ عرفات کی طرح ہے (وحیدی)

ترجمہ میں کھلی ہوئی تحریف! کسی بھی مسلمان کا کسی بھی مسئلہ کے متعلق مسلک کچھ بھی ہو۔ مگر جہاں قرآن مجید و احادیث نبوی کا کھلا ہوا متن سامنے آجائے، دیانتداری کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا ترجمہ بلا کم و کیف بالکل صحیح کیا جائے۔ خواہ اس سے ہمارے مزعومہ مسلک پر کیسی ہی چوٹ کیوں نہ لگتی ہو۔ اس لئے کہ اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کا کلام بڑی اہمیت رکھتا ہے اور اس میں ایک ذرہ برابر بھی ترجمہ و تشریح کے نام پر کمی و بیشی کرنا وہ بدترین جرم ہے جس کی وجہ سے یہودی تباہ و برباد ہو گئے۔ اللہ پاک نے صاف لفظوں میں ان کی اس حرکت کا نوٹس لیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے يَحْذَرُونَ الْكَلِمَةَ عَنْ مَوَاضِعِهَا (المائدہ: ۱۳) یعنی اپنے مقام سے آیات الہی کی تحریف کرنا علماء یہود کا بدترین شیوہ تھا۔ مگر صد افسوس کہ یہی شیوہ ہمیں کچھ علماء اسلام کی تحریرات میں نظر آتا ہے۔ جس سے اس کلام نبوی کی تصدیق ہوتی ہے جو آپ نے فرمایا کہ تم پہلے لوگوں یہود و نصاریٰ کے قدم پر قدم چلنے کی راہ اختیار کر کے گمراہ ہو جاؤ گے۔

اصل مسئلہ! عورتوں کا عید گاہ میں جانا حتیٰ کہ کنواری لڑکیوں اور حیض والی عورتوں کا نکلنا اور عید کی دعاؤں میں شریک ہونا ایسا مسئلہ ہے جو متعدد احادیث نبوی سے ثابت ہے اور یہ مسلمہ امر ہے کہ عمد رسالت میں سختی کے ساتھ اس پر عمل درآمد تھا اور جملہ خواتین اسلام عید گاہ جایا کرتی تھیں۔ بعد میں مختلف فقہی خیالات وجود پذیر ہوئے اور محترم علمائے احناف نے عورتوں کا میدان عید گاہ جانا مطلقاً ناجائز قرار دیا۔ بہر حال اپنے خیالات کے وہ خود ذمہ دار ہیں مگر جن احادیث میں عمد نبوی میں عورتوں کا عید گاہ جانا مذکور ہے ان کے ترجمہ میں رد و بدل کرنا انتہائی غیر ذمہ داری ہے۔

اور صد افسوس کہ ہم موجودہ تراجم بخاری شریف میں جو علماء دیوبند کے قلم سے نکل رہے ہیں ایسی غیر ذمہ داریوں کی بکثرت مثالیں دیکھتے ہیں۔ ”تقسیم البخاری“ ہمارے سامنے ہے۔ جس کا ترجمہ و تشریحات بہت محتاط اندازے پر لکھا گیا ہے۔ مگر مسلکی تعصب نے بعض جگہ ہمارے محترم فاضل مترجم تقسیم البخاری کو بھی جاوہ اعتدال سے دور کر دیا ہے۔

یہاں حدیث حصہ کے سیاق و سباق سے صاف ظاہر ہے کہ رسول کریم ﷺ سے ایسی عورت کے عید گاہ جانے نہ جانے کے بارے میں پوچھا جا رہا ہے کہ جس کے پاس اوڑھنے کے لئے چادر نہیں ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ اس کی سیلی کو چاہئے کہ اپنی چادر اس کو عاریتاً اوڑھا دے تاکہ وہ اس خیر اور دعائے مسلمین کے موقع پر (عید گاہ میں) مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو سکے۔ اس کا ترجمہ

حرم موصوف نے یوں کیا ہے ”اگر ہمارے پاس چادر (برقعہ) نہ ہو تو کیا کوئی حرج ہے اگر ہم (مسلمانوں کے دینی اجتماعات میں شریک ہونے کے لئے) باہر نہ نکلیں؟“ ایک بادی النظر سے بخاری شریف کا مطالعہ کرنے والا اس ترجمہ کو پڑھ کر یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ یہاں عید گاہ جانے نہ جانے کے متعلق پوچھا جا رہا ہے۔ دینی اجتماعات سے وعظ و نصیحت کی مجالس مراد ہو سکتی ہیں۔ اور ان سب میں عورتوں کا شریک ہونا بلا اختلاف جائز ہے اور عہد نبوی میں بھی عورتیں ایسے اجتماعات میں برابر شرکت کرتی تھیں۔ پھر بھلا اس سوال کا مطلب کیا ہو سکتا ہے؟

بہر حال یہ ترجمہ بالکل غلط ہے۔ اللہ توفیق دے کہ علماء کرام اپنے مزعومہ مسالک سے بلند ہو کر احتیاط سے قرآن و حدیث کا ترجمہ کیا کریں۔ واللہ التوفیق۔

باب جو شخص مکہ میں رہتا ہو وہ منیٰ کو جاتے وقت بطحاء وغیرہ مقاموں سے احرام باندھے

۸۲- بَابُ الْإِهْلَالِ مِنَ الْبَطْحَاءِ وَغَيْرِهَا لِمَكِّيٍّ وَلِلْحَاجِّ إِذَا خَرَجَ إِلَى مَنَى

اور اسی طرح ہر ملک والا حاجی جو عمرہ کر کے مکہ رہ گیا ہو۔ اور عطاء بن ابی رباح سے پوچھا گیا جو شخص مکہ ہی میں رہتا ہو وہ حج کے لئے لبیک کہے تو انہوں نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما آٹھویں ذی الحجہ میں نماز ظہر پڑھنے کے بعد جب سواری پر اچھی طرح بیٹھ جاتے تو لبیک کہتے۔ عبد الملک بن ابی سلیمان نے عطاء سے انہوں نے جابرؓ سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہم حجۃ الوداع میں مکہ آئے۔ پھر آٹھویں ذی الحجہ تک کے لئے ہم حلال ہو گئے۔ اور (اس دن مکہ سے نکلتے ہوئے) جب ہم نے مکہ کو اپنی پشت پر چھوڑا تو حج کا تلبیہ کہہ رہے تھے۔ ابو الزبیر نے جابرؓ سے یوں بیان کیا کہ ہم نے بطحاء سے احرام باندھا تھا۔ اور عبید بن جریج نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ جب آپ مکہ میں تھے تو میں نے دیکھا اور تمام لوگوں نے احرام چاند دیکھے ہی باندھ لیا تھا لیکن آپؐ نے آٹھویں ذی الحجہ سے پہلے احرام نہیں باندھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ جب تک آپؐ منیٰ جانے کو اونٹنی پر سوار نہ ہو جاتے احرام نہ باندھتے

وَسُئِلَ عَطَاءٌ عَنِ الْمَجَاوِرِ يَلْبِسُ بِالْحَجِّ، قَالَ: وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَلْبِسُ يَوْمَ التَّزْوِيَةِ إِذَا صَلَّى الظُّهْرَ وَاسْتَوَى عَلَى رَاحِلَتِهِ. وَقَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: قَدِمْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَخْلَلْنَا حَتَّى يَوْمَ التَّزْوِيَةِ وَجَعَلْنَا مَكَّةَ بَظَهْرٍ لَّيْنَا بِالْحَجِّ. وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ: أَهْلَلْنَا مِنَ الْبَطْحَاءِ. وَقَالَ عُيَيْنَةُ بْنُ جُرَيْجٍ لَابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: رَأَيْتُكَ إِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ أَهْلُ النَّاسِ إِذَا رَأَوْا الْهَلَالَ وَلَمْ يَهْلُ أَنْتَ حَتَّى يَوْمَ التَّزْوِيَةِ، فَقَالَ: لَمْ أَرِ النَّبِيَّ ﷺ يَهْلُ حَتَّى تَتَبِعَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ.

تشریح یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ تو ذوالحلیفہ ہی سے احرام باندھ کر آئے تھے اور مکہ میں حج سے فارغ ہونے تک آپؐ نے احرام کھولا ہی نہیں تھا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کیسے دلیل لی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ نے احرام باندھتے ہی حج یا عمرے کے اعمال شروع کر دیئے اور احرام میں اور حج کے کاموں میں فاصلہ نہیں کیا۔ پس اس سے یہ نکل آیا کہ مکہ کا رہنے والا یا متبع آٹھویں تاریخ سے احرام باندھے کیونکہ اسی تاریخ کو لوگ منیٰ روانہ ہوتے ہیں اور حج کے کام شروع ہوتے ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر کو سعید بن منصور نے وصل کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مکہ کا رہنے والا تمتع کرنے والا حج کا

احرام مکہ ہی سے باندھے اور کوئی خاص جگہ کی تعیین نہیں ہے کہ بس ہر مقام سے احرام باندھ سکتا ہے اور افضل یہ ہے کہ اپنے گھر کے دروازے سے احرام باندھے۔

باب آٹھویں ذی الحجہ کو نماز ظہر کہاں پڑھی جائے

۸۳- بَابُ أَيَّنَ يُصَلِّي الظُّهْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ؟

(۱۶۵۳) ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسحاق ازرق نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے عبد العزیز بن رفیع کے واسطے سے بیان کیا، کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی نماز آٹھویں ذی الحجہ میں کہاں پڑھی تھی؟ اگر آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد ہے تو مجھے بتائیے۔ انہوں نے جواب دیا کہ منیٰ میں۔ میں نے پوچھا کہ بارہویں تاریخ کو عصر کہاں پڑھی تھی؟ فرمایا کہ محبہ میں۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ جس طرح تمہارے حکام کرتے ہیں اسی طرح تم بھی کرو۔

۱۶۵۳- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْأَزْرَقِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رَفِيعٍ قَالَ: ((سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قُلْتُ: أَخْبَرَنِي بِشَيْءٍ عَقَلْتَهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، أَيَّنَ صَلَّيَ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ؟ قَالَ: بِمَنَى. قُلْتُ: فَأَيَّنَ صَلَّيَ الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفَرِ؟ قَالَ: بِالْأَبْطَحِ. ثُمَّ قَالَ: أَفْعَلُ كَمَا يَفْعَلُ أُمَرَاؤُكَ)) [طرفہ فی: ۱۶۵۴، ۱۷۶۳]۔

(۱۶۵۴) ہم سے علی بن عبد اللہ مدنی نے بیان کیا، انہوں نے ابو بکر بن عیاش سے سنا کہ ہم سے عبد العزیز بن رفیع نے بیان کیا، کہا کہ میں انس رضی اللہ عنہ سے ملا (دوسری سند) امام بخاری نے کہا اور مجھ سے اسماعیل بن ابان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو بکر بن عیاش نے بیان کیا، ان سے عبد العزیز نے کہا کہ میں آٹھویں تاریخ کو منیٰ گیا تو وہاں انس رضی اللہ عنہ سے ملا۔ وہ گدھی پر سوار ہو کر جا رہے تھے۔ میں نے پوچھا نبی کریم ﷺ نے اس دن ظہر کی نماز کہاں پڑھی تھی؟ انہوں نے فرمایا دیکھو جہاں تمہارے حاکم لوگ نماز پڑھیں وہیں تم بھی پڑھو۔

۱۶۵۴- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي بَكْرٍ بْنُ عِيَّاشٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ لَقِيتُ أَنَسَ ح. وَحَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبَانَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ: ((خَرَجْتُ إِلَى مَنَى يَوْمَ التَّرْوِيَةِ فَلَقِيتُ أَنَسَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ذَاهِبًا عَلَى حِمَارٍ، فَقُلْتُ: ((أَيَّنَ صَلَّيَ النَّبِيُّ ﷺ هَذَا الْيَوْمَ الظُّهْرَ؟ فَقَالَ: انْظُرْ حَيْثُ يُصَلِّي أُمَرَاؤُكَ فَصَلِّ)).

[راجع: ۱۶۵۳]

تشریح معلوم ہوا کہ حاکم اور شاہ اسلام کی اطاعت واجب ہے۔ جب اس کا حکم خلاف شرع نہ ہو اور جماعت کے ساتھ رہنا ضروری ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مستحب وہی ہے جو آنحضرت ﷺ نے کیا۔ مگر مستحب امر کے لئے حاکم یا جماعت کی مخالفت کرنا بہتر نہیں۔ ابن منذر نے کہا سنت یہ ہے کہ امام ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء اور صبح کی نمازیں منیٰ ہی میں پڑھے اور منیٰ کی طرف ہر وقت نکلنا درست ہے لیکن سنت یہی ہے کہ آٹھویں تاریخ کو نکلے اور ظہر کی نماز منیٰ میں جا کر ادا کرے۔ (وحیدن) چھاپا پارہ پورا ہوا اور اس کے بعد ساتواں پارہ شروع ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔